شیخ الاسلام حضرت مولانا ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری

فتاویٰ ثنائیہ

www.KitaboSunnat.com

مرتبہ

مولانا محمد داؤد صاحب راز

"ادارہ ترجمان السنہ"

لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

712

فتاوی ثنائیہ

www.KitaboSunnat.com

جس میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری رح کے
۴۴ سالہ فتاوی کو فقہی ترتیب کے ساتھ اس طرح مرتب کر دیا گیا ہے
کہ عبادات و معاملات کا کوئی مسئلہ باقی نہیں رہا۔

محشی بحواشی شیخ الحدیث حضرت مولانا ابو سعید شرف الدین دہلوی رح

جلد اوّل

مرتبہ

حضرت مولانا محمد داؤد صاحب راز

ناشر

ادارہ ترجمان السنۃ، ۷ ایبک روڈ، لاہور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طبع — دوم

مطبع — اشرف پریس لاہور

تاریخ طباعت — فروری ۱۹۷۲ء

تعداد — ۱۰۰۰

قیمت جلد اوّل مجلد — ۲۸/- روپے

قیمت جلد ثانی مجلد — ۲۶/- روپے

کامل — ۵۴/- روپے

257

المکتبۃ الرحمانیۃ

۹۹ — بے ماڈل ٹاؤن ۔ لاہور

نمبر ۔۔۔۔۔۔۔

طابع و ناشر

ادارہ ترجمان السنۃ

۷ ایبک روڈ ۔ انارکلی لاہور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین فتاویٰ ثنائیہ جلد اوّل

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
١	فہرست	٣	١٩	اہل ہنود کا چھوڑا ہوا جانور؟	١٠٦
٢	ابتدائیہ از علامہ ظہیر	١٥	٢٠	نبیؐ سب حیات ہیں یا نہیں؟	١٠٧
٣	افتتاح از محشی	١٧	٢١	نذر غیر اللہ حرام ہے	١٠٨
٤	دیباچہ از مؤلف	٢٠	٢٢	یا اللہ اپنے رسولؐ کے صدقے! کہنا ثابت نہیں	١٠٨
٥	مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ از قمر بنارسی	٥٣	٢٣	"البیس" پر ایک سوال	١٠٨
٦	مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ از سلیمان ندوی	٦١	٢٤	مباحث بابت میلاد مروجہ	١٠٩
٧	خراج عقیدت از حکیم عبدالشکور شکراوی	٦٣	٢٥	سوالات عشرہ حنفیہ مع جوابات	١٢٤
٨	نذر عقیدت از سید شروت کمال ساحر	٦٥	٢٦	عقیدہ ہمہ اوست کی بحث	١٤٨
٩	تاریخی قطعات از عبدالغفور لیکوری	٦٦	٢٧	اسلام اور صوفیائے کرام	١٥٠
			٢٨	ایک نامۂ مبارکہ	١٥١
١٠	قطعات تاریخ از حکیم صدیق احمد ناجی	٦٧	٢٩	حور عین، جنت پر ایک سوال	١٥٣
١١	افتتاح فتاوے ثنائیہ (نظم)	٧٠	٣٠	فضیلت تعلیم القرآن پر ایک سوال	١٥٤
١٢	قصیدہ دربائیہ در مناقب ثنائیہ از راز	٧٢	٣١	"جنت کے ایک گلاس" شربت پر ایک سوال	١٥٤
١٣	باب اوّل عقائد و مہمات دین	٧٤	٣٢	جنت اور دوزخ کے خلود کی بحث	١٥٦
١٤	مقصد مذہب	٧٤	٣٣	تعظیم تصاویر اولیاء اللہ	١٥٨
١٥	عقائد صحیحہ	٨٦	٣٤	جان کے بدلے جان کا صدقہ بدعت سیئہ ہے	١٥٩
١٦	شرک کی تفصیلات	٨٩	٣٥	زلیخا سے حضرت یوسف کا نکاح ثابت نہیں	١٥٩
١٧	مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ دہلوی	٩٣	٣٦	یہ غلط ہے کہ آنحضرت صلعم کا سایہ نہ تھا	١٥٩
١٨	اہلحدیث کیا قرآن شریف کو نہیں مانتے	١٠٢	٣٧	تبلیغ احکام دین پر ایک سوال	١٥٩

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۸	مُنکرِ قرآن؟	۱۷۰
۳۹	قرآن پاک اور مغربی دُنیا۔	۱۷۰
۴۰	معلومات متعلقہ وید۔	۱۷۲
۴۱	عذابِ قبر کے بارے میں ایک سوال	۱۷۴
۴۲	ایک مسیحی معجزہ پر سوال	۱۷۶
۴۳	بجز انبیاءؑ کوئی معصوم نہیں	۱۷۷
۴۴	اجتہاد پر ایک بحث۔	۱۷۷
۴۵	تقلید کی تعریف میں عدمِ علم داخل ہے۔	۱۷۸
۴۶	علم لدنی کی تشریح	۱۷۸
۴۷	ایک پیر پرست کی حرکت	۱۷۹
۴۸	وظیفہ خوانی میں لا الٰہ الا اللہ کیساتھ محمد رسول اللہؐ	۱۷۹
۴۹	وباؤں سے بچنے کے لئے اذانیں	۱۸۰
۵۰	مظلومی کی موت بھی شہادت ہے۔	۱۸۰
۵۱	رسوماتِ محرم پر ایک سوال؟	۱۸۱
۵۲	روح پر ایک سوال	۱۸۱
۵۳	نحن اقرب الیہ الخ پر ایک سوال۔	۱۸۲
۵۴	قوالی سُننا گناہ ہے	۱۸۲
۵۵	خانقاہ کے نام کا بکرا	۱۸۴
۵۶	امام مہدی کے نشانات	۱۸۶
۵۷	نبی اللہ حی کی حقیقت ہم نہیں جانتے۔	//
۵۸	مقلدین کو شفاعت رسولؐ ہوگی یا نہیں؟	//
۵۹	خیر خیرات بنام خیر اللہ؟	۱۸۷
۶۰	تقدیر پر تفصیلات	//
۶۱	فرقہ شیعہ کے بارے میں ایک سوال	۱۹۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۶۲	جادو کی تفصیلات	۱۹۱
۶۳	عذابِ قبر کا ثبوت قرآن مجید سے؟	۱۹۴
۶۴	کیا کتاب اور شریعت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں؟	//
۶۵	ہندوستان کے ہندو مسلمانوں کیساتھ معاہد ہیں	۱۹۵
۶۶	سینما دیکھنا سب کے لئے ناجائز ہے۔	//
۶۷	ایک بہت مشہور مگر بے ثبوت بات کی تردید	//
۶۸	اسلام کی بنا پانچ چیزوں پر ہے۔	۱۹۶
۶۹	نبیؐ کوئی شرعی حکم اپنی رائے سے نہیں دیتا	۱۹۷
۷۰	جغرافیہ دانوں کی ایک بات	//
۷۱	استواء علی العرش کے بارے میں ایک سوال مع تفصیلات	۱۹۸
۷۲	حضرت عزیرؑ کے بارے میں ایک سوال	۲۰۴
۷۳	یاجوج ماجوج اور دجال کے بارے میں؟	۲۰۵
۷۴	اصحاب کہف اور حضرت سلیمانؑ کے ہدہد پر ایک سوال۔	//
۷۵	تصویر کشی کے بارے میں	۲۰۶
۷۶	معجزاتِ انبیاءؑ کے بارے میں	۲۰۷
۷۷	مسئلہ خلقِ قرآن کے متعلق	۲۰۹
۷۸	ایک بزرگ مرحوم کا یادگاری فتویٰ	۲۱۱
۷۹	نیاز فاتحہ کے بارے میں تفصیلات	۲۱۴
۸۰	اولیاء اللہ کی کرامت پر ایک سوال	۲۱۹
۸۱	اللہ تعالیٰ کا اپنی صفات میں ظہور کرنا۔	۲۲۰
۸۲	شفاعت برحق ہے	//
۸۳	خطبۂ جمعہ یا وعظ میں رسولؐ کا نام نامی سنکر درود پڑھنا	۲۲۱
۸۴	جماعت اہلحدیث کو دوزخی کہنے والا کیسا ہے	۲۲۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۸۵	ناسخ ومنسوخ کی تفصیلات	۲۲۲
۸۶	ذوالقرنین اور سورج !	؍؍
۸۷	دوزخ والوں کے بارے میں	۲۲۳
۸۸	ارہاص معجزہ، کرامت وغیرہ کا مفہوم	؍؍
۸۹	تہتر فرقوں والی حدیث مع تشریح	۲۲۴
۹۰	خواجہ حسن نظامی دہلوی کے سوالات	۲۵۱
۹۱	تشریحات از قلم حضرت مفتی مرحوم	۲۵۴
۹۲	چند دینی سوال	۲۷۰
۹۳	مشرکوں کے حق میں بخشش کی دعا جائز نہیں	۲۷۴
۹۴	ایک پادری کے چند سوال مع حالات بائیبل	۲۷۵
۹۵	قرآن وحدیث، دونوں کا ماننا ضروری ہے	۲۷۸
۹۶	ایک ضروری استفسار	۲۸۷
۹۷	مدت خلافت راشدہؓ	۲۹۲
۹۸	عذاب قبر پر ایک اور سوال	؍؍
۹۹	چند صوفیانہ اصطلاحات کی تشریح	؍؍
۱۰۰	تقویۃ الایمان پر ایک اعتراض مع جواب	۲۹۴
۱۰۱	توسل بالموتی والاحیاء جائز ہے یا نہیں	؍؍
۱۰۲	آثار قیامت	۲۹۵
۱۰۳	ایک غلط وظیفہ مع تردید مفصل	؍؍
۱۰۴	حاضر وناظر کے کیا معنی ہیں ؟	۲۹۹
۱۰۵	درود شریف کے بارے میں	؍؍
۱۰۶	عربی وفارسی کے بعض غیر مشروع وظائف	۳۰۱
۱۰۷	ایک لطیف تاریخی واقعہ بابت سفر اجمیر	۳۰۲
۱۱۸	علمائے دین پر لعنت بھیجنے والا کیسا ہے ؟	؍؍
۱۰۹	وسیلہ کے کیا معنی ہیں ؟	۳۰۳
۱۱۰	حدیث اوتیت علم الاولین والاخرین کی تشریح	؍؍
۱۱۱	حدیث ابراہیمی پر تشریحات	۳۰۴
۱۱۲	ہر کوئی اپنے وقت ہی پر مرتا ہے ۔	۳۰۸
۱۱۳	احد اور احمدؐ میں بہت فرق ہے ۔	؍؍
۱۱۴	ایک پروفیسر صاحب کا سوال	؍؍
۱۱۵	'الفاتحہ' کہنے والا امام	۳۰۹
۱۱۶	حاضری بر مزارات اولیاء اللہ	۳۱۰
۱۱۷	عشرۂ محرم پر تفصیلات	۳۱۱
۱۱۸	کیا روح دفن کے بعد پھر جسم میں آجاتی ہے ؟	۳۱۴
۱۱۹	عورتوں کا قبروں کی زیارت کو جانا کیسا ہے !	۳۱۵
۱۲۰	لفظ رعد اور برق کی تفصیلات	۳۱۶
۱۲۱	مودودی مذہب کی تفصیلات	۳۱۷
۱۲۲	شیخ ابن عربی کی بابت سوال	۳۲۴
۱۲۳	اسلام میں چھوت چھات نہیں	۳۲۵
۱۲۴	ایک بدعی وظیفہ	؍؍
۱۲۵	لولاک والی حدیث موضوع ہے ۔	؍؍
۱۲۶	نذر اللہ ہندو کی طرف سے بھی ہو تو کھانا جائز ہے	۳۲۶
۱۲۷	حسن اخ امتی والی حدیث بے ثبوت ہے	؍؍
۱۲۸	کیا فرشتہ صرف ایک قوت کا نام ہے	؍؍
۱۲۹	قرآن کے بعد کونسی کتاب سب سے زیادہ معتبر ہے	؍؍
۱۳۰	حدیث اول ما خلق اللہ نوری کی صحیح نہیں	۳۲۷
۱۳۱	گوشت خنزیر کیوں حرام ہوا !	؍؍

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۳۲	وسیلہ کی تفصیلات	۲۳۸
۱۳۳	یا علی مدد کہنا شرک ہے۔	۲۳۹
۱۳۴	امتِ دعوت اور امتِ اجابت کا فرق	"
۱۳۵	تعویذ نویسی	"
۱۳۶	علم غیب۔ دعوت رسول علیہ السلام کی بحث	۲۴۰
۱۳۷	آیت شریفہ انما المشرکون نجس کی تشریح	۲۴۳
۱۳۸	ہمزاد سے کیا مراد ہے؟	۲۴۴
۱۳۹	سنت و مستحب اصولِ محدثین میں؟	"
۱۴۰	تفسیر القرآن کے بارے میں تشریحات	۲۴۶
۱۴۱	آجکل لفظ خلافت کا اطلاق درست نہیں سمجھنا۔	۲۴۷
۱۴۲	بعض رسمی اسلامی نشانات کے بارے میں	۲۴۸
۱۴۳	کتابیہ میں مجوسی شامل ہیں یا نہیں؟	"
۱۴۴	حضرت اسرافیل و عزرائیل کی موت کے بارے میں	۲۴۹
۱۴۵	کتے والے گھر میں ملائکہ رحمت کے نہ آنے کا انکار	"
۱۴۶	جیب میں سکہ شاہی چہرہ دار لیکر نماز ہو گی یا نہیں؟	"
۱۴۷	نذر و نیاز پر ایک تفصیل	"
۱۴۸	مجذوب کے بارے میں	۲۵۰
۱۴۹	ازواج النبیؐ کے بارے میں	۲۵۱
۱۵۰	عربی کا مطلب اردو میں بیان کرنا جائز ہے	"
۱۵۱	کیا مذہب اہلحدیث پانچواں مذہب ہے؟	۲۵۲
۱۵۲	ہر مردے سے منکر نکیر کہاں پر سوال کرتے ہیں	۲۵۳
۱۵۳	شہید کے زندہ رہنے سے کیا مراد ہے۔	"
۱۵۴	قرآن مجید کے بوسیدہ اوراق کے بارے میں	"
۱۵۵	کیا مرشد بنانا فرض ہے۔	"

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۵۶	مرشد کے نذرانہ کے بارے میں	۲۵۴
۱۵۷	دکاندار پیروں اور مرشدوں کی حرکات کے بارے میں	"
۱۵۸	بلا تحقیق کسی کو کافر کہنا منع ہے۔	۲۵۸
۱۵۹	گیارہویں کے ختم کا رواج بدعت ہے۔	[illegible]
۱۶۰	نماز صحیح بطریق رسول اللہ کس طرح ہے۔	۲۵۹
۱۶۱	منت کی چیز شیرینی وغیرہ لینا جائز ہے یا نہیں؟	"
۱۶۲	ہر نبی اپنے قوم کی زبان میں!	"
۱۶۳	حدیث کی صحت اور ضعف کے بارے میں	"
۱۶۴	ہاروت و ماروت کون تھے	۲۶۰
۱۶۵	اسلام میں آنے کا کیا طریقہ ہے؟	"
۱۶۶	دعا میں اعمال کا واسطہ آیا ہے	"
۱۶۷	وباء کے وقت اذانیں	۲۶۱
۱۶۸	بروز قیامت مجرموں سے حساب کیسے ہوگا	"
۱۶۹	اللہ تعالیٰ نے نبیوں کا جسم مٹی پر حرام کیا ہوا ہے۔	"
۱۷۰	شرع میں عالم کی تعریف کیا ہے؟	"
۱۷۱	کیا نبیؐ نبوت سے پہلے گنہگار رہتے؟	۲۶۲
۱۷۲	چند آیتوں کی تشریح	"
۱۷۳	سیاست شرعیہ کے بارے میں	۲۶۳
۱۷۴	ایک خاص سوال مع تردید دیگر بدعات	"
۱۷۵	بزرگوں سے دعا کرانے اور ایک آیت کی تفسیر کے بارے میں	۲۶۵
۱۷۶	بناوٹی درود اور چند اولیاء اللہ کے بارے میں	"
۱۷۷	محرم کا حلوا اور نابالغ بچوں کی میت کے بارے میں	۲۶۶
۱۷۸	شہادت حسینؓ کا ذکر اور ایک بناوٹی حدیث	"
۱۷۹	معراج وغیرہ کے بارے میں	۲۶۸

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
١٨٠	جبریہ قدریہ اور امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت پر؟	٣٦٩
١٨١	سماعِ موتیٰ و فرقہ مرجیہ کے بارے میں	٣٧٠
١٨٢	تقلیدی عمل شرعی چیز نہیں	٣٧١
١٨٣	رفعِ مسیح اور مرزائیت پر تشریحات	٣٧٢
١٨٤	شرائطِ ہندوؤں سے مراسم مع بیان مہاتما گاندھی	٣٧٨
١٨٥	غلط ناموں اور علمِ غیب و محدثیت پر سوالات	٣٧٩
١٨٦	ایک آیت کی تفسیر اور حضرت شہید کا ایک مضمون	٣٨٢
١٨٧	شریعت، طریقت، معرفت اور چند بزرگانِ اسلام پر	٣٨٤
١٨٨	چند اور مسائل	؍؍
١٨٩	بہائی سوالات و دیگر بیانات	٣٩٠
١٩٠	عیسائیوں کے چند اعتراض مع جواب وغیرہ	٣٩٣
١٩١	بہائیوں کا ایک اور سوال مع جواب	٣٩٧
١٩٢	مجدد بریلوی کے ایک فتویٰ کی تردید	٤٠٩
١٩٣	ایک شیعی اعتراض مع جواب	٤١٣
١٩٤	وہابیت کی تفصیل اور ہمارے عقائد و اعمال	٤١٤
١٩٥	مقلد و غیر مقلد	٤١٩
١٩٦	دعوتِ عرس اجمیر پر ایک تاریخی خط۔	٤٢٠
١	**کتاب الصلوٰۃ**	٤٢١
٢	الیشور جگتی د مولانا مرحوم کا عبادت پر ایک مقالہ	؍؍
٣	تفصیلِ اوقات و ارکانِ صلوٰۃ	٤٢٥
٤	نماز میں چار فعل اور وجوبِ نماز باجماعت	٤٣٠
٥	پرانے قبرستان کے منہدم ہو جانے پر وہاں تعمیرِ مسجد	؍؍
٦	حنفی امام کے پیچھے اور ریشمی کپڑوں میں نماز	٤٣١
٧	قراءتِ قرآن جہاں سے جی چاہے پڑھ لے	؍؍

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
٨	ایک جلد باز اور نااہل امام پر فتویٰ	٤٣١
٩	گھر میں معذور کی نماز ہو سکتی ہے؟	٤٣٢
١٠	مساجد کو بانیان کی طرف منسوب کرنا؟	٤٣٣
١١	ایک شخص نے اکیلے نماز فرض پڑھ لی ہے الخ	؍؍
١٢	اذانِ عثمانیؓ پر بحث	٤٣٤
١٣	مجھے نوکری کے باعث الخ	؍؍
١٤	تفصیلاتِ اذان	٤٣٧
١٥	جراب پر مسح اور چوری کے کپڑوں میں نماز پر فتویٰ	٤٤١
١٦	سینے پر ہاتھ باندھنے وغیرہ کے مباحث	٤٤٣
١٧	مسبوق سلام پھیرنے سے پہلے الخ	٤٤٦
١٨	بعض نمازوں کے بعد لازماً معانقہ کرنا؟	٤٤٧
١٩	ایک رکعت وتر اور بیٹھ کر نفل پڑھنے کے بارے میں	؍؍
٢٠	نمازوں کی رکعتیں کم و بیش کیوں ہوئیں؟	٤٤٨
٢١	اوقاتِ ممنوعہ میں ممانعتِ صلوٰۃ کی علت کیا ہے؟	؍؍
٢٢	جمعہ کے خطبے اور وتروں کی تین رکعت کے بارے میں	؍؍
٢٣	وتروں میں دعائے قنوت	٤٤٩
٢٤	آیات کا جواب	؍؍
٢٥	بغیر عذر نماز عید بستی میں پڑھنی خلافِ سنت ہے	٤٥٠
٢٦	عید کے روز بعد نماز کے معانقہ؟	؍؍
٢٧	ایک تعاقب اور سوئے ہوئے آدمی کے بارے میں؟	٤٥١
٢٨	مؤذن کی اجازت سے دوسرا آدمی اذان کہہ سکتا ہے	؍؍
٢٩	تصحیح مع بیانِ مفتی	٤٥٢
٣٠	غسل اور مسح کے بارے میں	٤٥٣
٣١	کیا امام مقتدیوں سے ایک ہاتھ اونچا کھڑا ہو سکتا ہے	؍؍

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۲	آمین بالجہر سنتِ رسولؐ ہے	۴۵۴	۵۶	بندگانِ دیوبند اور اہلِ حدیث	۵۰۸
۳۳	بیمار عضو پر مسح کرنا جائز ہے۔	۴۵۵	۵۷	بحث جمعہ فی القریٰ	۵۱۰
۳۴	صبح کی نماز میں قنوت پڑھنا اور ایک تعاقب	۴۵۶	۵۸	قبرستان میں مسجد	۵۱۵
۳۵	سینہ پہ ہاتھ باندھنے کی تحقیق	۴۵۷	۵۹	درمیانی تشہد میں درود نہیں۔	۵۱۷
۳۶	دعا مانگنے کا طریقہ	؍؍	۶۰	اذان کے وقت اور فرض نماز کے وقت سلام	۵۱۸
۳۷	تین وتروں میں قعدہ ؟	؍؍	۶۱	بابت قراءتِ قرآن جنبی	۵۱۹
۳۸	سفر اور قصر کی بحث	۴۶۰	۶۲	بعد نمازِ عشاء سبحان الملک القدوس و دیگر مسائل	۵۲۱
۳۹	اقتدا با اہلحدیث کے بارے میں دیوبند کا فتویٰ	۴۶۴	۶۳	نماز میں ہنسنا اور نماز میں بدن ڈھانپنا	۵۲۴
۴۰	تارک الصلوٰۃ کے بارے میں	۴۶۵	۶۴	تکبیراتِ عیدین میں رفع الیدین	۵۲۵
۴۱	دعائے قنوت ہاتھ اٹھا کر اور کلوخ بازی الخ	۴۶۸	۶۵	تعداد رکعتِ نماز تہجد	۵۲۶
۴۲	نماز میں پیروں کا ملانا۔	۴۶۹	۶۶	متروکہ مسجد کے بارے میں	؍؍
۴۳	محرابِ مسجد کے بارے میں تفصیلات	۴۷۳	۶۷	بعد نماز مکتوبہ امام کا دعا مانگنا	۵۲۷
۴۴	نیت نماز پر تفصیلات	۴۷۸	۶۸	کیا عورت اذان پڑھ سکتی ہے۔	؍؍
۴۵	امام کے لیے ٹوپی یا صافہ و قمیص کے بارے میں	۴۸۲	۶۹	سگرٹ باز امام کے بارے میں فتویٰ	؍؍
۴۶	مریض محتلم اور قرآن پاک کی قراءت پر فتویٰ	؍؍	۷۰	جمعہ کے بعد سنتیں اور فرض نماز کے سلام کے بعد تکبیر کہنا	؍؍
۴۷	رفع الیدین و آمین بالجہر کے بارے میں الخ	۴۸۳	۷۱	اقامت اکہری ہے یا دوہری	۵۲۹
۴۸	فجر کی نماز بغیر سنت پڑھے اور مغرب میں ایک رکعت پہلے ملا	؍؍	۷۲	تین وتروں میں درمیان میں التحیات پڑھنا	؍؍
۴۹	نماز جمع کرنے والا سنت پڑھے یا نہیں ؟	۴۸۵	۷۳	تارکِ صلوٰۃ اور رمضان کا مصلی	؍؍
۵۰	فجر کی سنت اور گرم گھی میں چوہا گر جانے پر فتویٰ	؍؍	۷۴	خطبہ جمعہ اور جماعت عصر کے وقت ظہر پڑھنے پر فتویٰ	؍؍
۵۱	تثویب ناجائز ہے۔	؍؍	۷۵	رکوع کی رکعت	؍؍
۵۲	مقتدی کب کھڑے ہوں اور نماز سے ایک سوال	۴۸۹	۷۶	جماعت شروع ہو جانے پر مسجد میں الخ	۵۳۳
۵۳	فتویٰ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب	۴۹۲	۷۷	ڈاڑھی منڈانے والا امام	؍؍
۵۴	جوتے پر تیمم اور نیت نماز و اوقات کے بارے میں	۴۹۸	۷۸	سینہ پر ہاتھ باندھنا اور دیگر مسائل	۵۳۴
۵۵	بعد نماز فرض ہاتھ اٹھا کر دعا	۵۰۰	۷۹	حائضہ عورت اور تلاوت قرآن پاک	۵۳۵

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۸۰	عیدگاہ میں پختہ منبر اور تعاقبات	۵۳۵	۱۰۴	صف سیدھی کرنے کے بیان میں	۵۷۹
۸۱	اذان اور تکبیر میں وقفہ اور سہو پر فدیہ وغیرہ	۵۳۷	۱۰۵	سہو اور تحیۃ المسجد و صلوٰۃ مستورات وغیرہ مسائل پر؟	"
۸۲	اوقات مطابق گھڑی و دیگر تعاقبات	۵۳۸	۱۰۶	بسم اللہ بالجہر یا بالسر و عیدین میں دعا پر فتاوے	۵۷۷
۸۳	جمعہ کے دن بوقتِ زوال جوازِ نماز ؟	۵۴۳	۱۰۷	رفع الیدین پر طعن کرنے والا کیسا ہے ؟	۵۷۸
۸۴	حنفی کی نمازِ عید شافعی امام کے پیچھے ؟	۵۴۴	۱۰۸	نمازِ عیدین گیارہ تکبیروں کے ساتھ ۔	۵۸۳
۸۵	ایک دیوبندی مولوی کو جواب	۵۴۵	۱۰۹	چند تعاقبات	"
۸۶	بحث تعداد رکعت تراویح	"	۱۱۰	بوقت خطبہ جمعہ سنت پڑھنا اور دیگر مسائل	۵۸۵
۸۷	آیاتِ قرآنی کا جواب اور قنوت بعد از رکوع	۵۵۳	۱۱۱	دیہات میں نمازِ جمعہ و فتویٰ لاؤڈ سپیکر وغیرہ مسائل	۵۸۷
۸۸	خطبۂ جمعہ اردو میں وغیرہ وغیرہ مسائل	"	۱۱۲	رکوع کی رکعت اور صلوٰۃ التسبیح کے بارے میں	۵۹۲
۸۹	کیا ایک وتر پڑھنا گمراہی ہے ؟	۵۵۴	۱۱۳	برہنہ سر نماز اور سینہ پر ہاتھ باندھنے وغیرہ کے مباحث	"
۹۰	سورہ فاتحہ خلف الامام کے متعلق	۵۵۵	۱۱۴	بغیر اجازت مؤذن کے اذان اور دیگر مسائل	"
۹۱	الجمعیۃ کے مفتی صاحب کو جواب	۵۵۶	۱۱۵	بابت قصر نماز و اقتداء اہلحدیث	۵۹۶
۹۲	فجر کی جماعت کے وقت سنت پڑھنا جائز نہیں	۵۵۷	۱۱۶	فتاویٰ علماء احناف	"
۹۳	امام صاحب اگر نو عمر ہوں تو ؟	"	۱۱۷	مولانا انور شاہ کا اور سنیت رفع الیدین	۵۹۷
۹۴	خطبۂ جمعہ میں پنکھا جھلنا و فوت شدہ نمازِ عصر کا بیان	۵۵۸	۱۱۸	سفر میں قصر کرنے اور سنتوں کے بارے میں	۶۰۰
۹۵	جمعہ کی آخری رکعت پاؤ تو جمعہ پڑھو وغیرہ وغیرہ	۵۵۹	۱۱۹	امام کے احکامات و مساجد میں لیکچر و تقریر !	۶۰۱
۹۶	خطبہ دیتے وقت ہاتھ میں عصا لینا اور ایک تکبیر کی نماز پڑھنا	۵۶۰	۱۲۰	ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا؟ اور عورتوں کا عیدگاہ جانا	۶۰۳
۹۷	اجتماعِ عید و جمعہ	۵۶۱	۱۲۱	تعمیر مسجد میں مشرکین سے امداد اور دیگر مسائل	"
۹۸	جمعرات کو نمازِ مغرب میں سورۃ قل یا ایہا الکافرون پڑھنا	۵۶۵	۱۲۲	رکعتِ تراویح اور تتمہ ضروری مسائل	۶۰۴
۹۹	سلام پھیرنے اور خطبہ اور فجر کی دو سنتوں کے بارے میں فتویٰ	۵۶۶	۱۲۳	ایک دیوبندی فتویٰ مع جواب	۶۰۷
۱۰۰	سنتِ فجر پڑھ کر داہنی کروٹ پر لیٹنا	"	۱۲۴	جو مکان شرعی مسجد بن جائے الخ وغیرہ	۶۰۸
۱۰۱	عورت اپنے خاوند کے پیچھے؟ اور سنتوں پر ایک فتویٰ	۵۶۹	۱۲۵	خطبۂ جمعہ و دیگر مسائل	۶۱۰
۱۰۲	نماز کے بعد استغفار و دعا و تسبیح مروجہ کے بارے میں	"	۱۲۶	منظوم دعائیں و دیگر فتاویٰ بابت مسائل متفرقہ	"
۱۰۳	رکوع کے بعد ہاتھ کہاں ہوں؟ اور ایک جانماز یا مصلّی	۵۷۷	۱۲۷	مستورات کی نماز و تکبیرات عیدین و دیہات میں جمعہ وغیرہ	۶۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
١٢٨	پانی کے مسائل	۶۱۴
١٢٩	جمع بین الصلاتین و دیگر مسائل	۶۱۵
١٣٠	تعمیر عیدگاہ وغیرہ۔ متفرق مسائل	۶۱۶
١٣١	کعبہ شریف میں نمازی کے آگے سے گذرنا	۶۱۷
١٣٢	پختہ مسجد کے بارے میں اور عید کی نماز کھلے میدان میں	۶۱۸
١٣٣	سعی کے ساتھ دعا کرنا وغیرہ وغیرہ مسائل	۶۱۹
١٣٤	وتر ایک رکعت و جماعت ثانیہ و عورتوں کیلئے رفع یدین	″
١٣٥	عورتیں دعائے قنوت پڑھیں یا نہیں؟ وغیرہ	۶۲۰
١٣٦	صبح کی نماز میں دعائے قنوت وزواجہ ہندی پر	″
١٣٧	خطبۂ جمعہ بجواب حمایت اسلام لاہور	۶۲۲
١٣٨	تارکِ سنت کے بیان میں	۶۲۸
١٣٩	مروجہ رموز و اوقاف قرآن پر فتویٰ	۶۲۹
١٤٠	گردن کا مسح و احتیاطی ظہر کی تردید	″
١٤١	سر اور کان کا مسح	۶۳۰
١٤٢	شرعی مسافر اور وقت نماز عصر کے بارے میں	″
١٤٣	دیوار پر تیمم؟ و دیگر مسائل	۶۳۱
١٤٤	نماز پنجگانہ کا ذکر قرآن مجید میں	۶۳۲
١٤٥	عیدگاہ میں منبر لیجانے کے بیان میں؟	″
١٤٦	ٹخنے سے نیچے پاجامہ لٹکا کر نماز پڑھنا منع ہے۔	۶۳۳
١٤٧	صحیح نماز کونسی ہے؟	″
١٤٨	جماعت ثانیہ بلکہ ثالثہ اور رابعہ بھی جائز ہے۔	۶۳۶
١٤٩	علماء کرام سے چند سوال معہ جواب	۶۳۷
١٥٠	جواب طلب سوالات معہ جواب	″
١٥١	خاتمہ کتاب الصلوٰۃ	۶۳۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
١	کتاب الصیام	۶۴۱
٢	خطبۂ رمضان شریف	″
٣	روزہ کی حکمتیں اور فوائد	۶۴۳
٤	بچہ کو دودھ پلانے والی کیلئے کیا حکم ہے؟	۶۴۴
٥	شب قدر میں نوافل؟ و دیگر مسائل	″
٦	اعتکاف میں بیٹھنے کا حکم	۶۴۹
٧	سحری کی اذان	۶۵۲
٨	روزہ دار کے لئے دوا کا ٹیکہ؟	″
٩	تمباکو سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے؟	″
١٠	روزہ میں مباشرت	″
١١	خطبۂ نماز میں لاؤڈ سپیکر	۶۵۳
١٢	بیس رکعت تراویح ثابت نہیں	″
١٣	نابینا حافظ تراویح پڑھائے یا نہیں؟	″
١٤	جلد جلد پڑھنے والا حافظ؟	″
١٥	تراویح اور تہجد؟	″
١٦	روزہ دار کیلئے تیل اور سرمہ کا استعمال؟	۶۵۴
١٧	بوقتِ ضرورت عیدگاہ کی چہاردیواری تعمیر؟	″
١٨	لیلۃ القدر صرف ستائیس تاریخ ہی کو نہیں ہے	″
١٩	نماز تراویح کی تفصیلات	″
٢٠	شبِ قدر اور شبِ برات	۶۵۶
٢١	غلطی سے روزہ کھولنے والے	۶۵۷
٢٢	اعتکاف کا ذکر	″
٢٣	جماع بھی مفطرِ صوم ہے اور ناجائز روزوں کا بیان	″
٢٤	کیا اعتکاف فرض کفایہ ہے؟	″

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۵	مرنے والے کے روزوں کا حکم؟	۶۵۷
۲۶	رمضان المبارک میں جنت الخ	۶۵۸
۲۷	بہت بوڑھا ضعیف کیا کرے؟	″
۲۸	رویتِ ہلال کیلئے قرب وجوار کی شہادتیں۔	۶۵۹
۲۹	خبر رویتِ ہلال بذریعہ تار	۶۶۶
۳۰	مہینہ ۲۸ دن کا نہیں ہوتا	۶۶۷
۳۱	تشریح بابت اختلافِ مطالع	۶۶۸
۳۲	فطرہ عید کتنا ہے؟	۶۷۵
۳۳	رمضان شریف میں بیوی کے پاس الخ	۶۸۱
۳۴	زید اپنی بیوی سے الخ	″
۳۵	ایک عورت کا حمل ساقط ہوا الخ	″
۳۶	صائم کی ضیافت	″
۳۷	روزہ دار عورت اپنے شیر خوار بچے الخ	″
۳۸	رمضان شریف کی توہین کرنے والا	″
۳۹	روزہ میں منجن کا استعمال	″
۴۰	تراویح کا وقت بعد العشاء ہے	″
۴۱	نمازِ تہجد کے رکعت ہے؟	۶۸۲
۴۲	تراویح اور تہجد	″
۴۳	عورتوں کو نماز تراویح	″
۴۴	روزہ کی نیت	″
۴۵	چوبیس گلاک کا روزہ	۶۸۳
۴۶	سحری نہ کھانا بہتر نہیں	″
۴۷	عورتیں حیض ونفاس سے ہوں؟	″
۴۸	اعتکاف ہر مسجد میں جائز ہے؟	″

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۴۹	تکبیراتِ عیدین پہ رفع یدین	۶۸۴
۵۰	ماہِ شعبان کی تیس تاریخ الخ	″
۵۱	ولیمۃ القرآن	″
۵۲	خاتمہ	″
۱	**کتاب الزکوٰۃ**	۶۸۵
۲	افتتاحیہ	″
۳	روٹی کے مسئلہ کا حل	۶۹۰
۴	مستعمل زیور پہ زکوٰۃ	۶۹۲
۵	یتیم کے مال میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟	۶۹۴
۶	زید نے بکر کے قرض کی ذمہ داری الخ	۶۹۶
۷	زکوٰۃ کو پیسہ پیسہ کرکے تقسیم کرنا کیسا ہے؟	″
۸	زکوٰۃ کے روپے سے دینی اخبار خریدنا؟	″
۹	پراویڈنٹ فنڈ میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟	۶۹۷
۱۰	زیورات کی زکوٰۃ؟	″
۱۱	مدِ زکوٰۃ سے مدرس کی تنخواہ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟	۷۰۲
۱۲	زکوٰۃ کا روپیہ اسلامیہ سکول کی امداد میں الخ	۷۰۸
۱۳	زید نے ایک لاری قرضہ سے خریدی الخ	۷۲۵
۱۴	بعض علماء فرماتے ہیں الخ	″
۱۵	ایک سوداگر الخ	″
۱۶	لاوارث مردوں اور محتاجوں الخ	″
۱۷	مساجد کی مرمت الخ	۷۲۶
۱۸	زکوٰۃ قربانی اور عقیقہ کی خیراتی رقوم کے بارے میں	″
۱۹	زیور کی زکوٰۃ کے بارے میں مبسوط رسالہ	″
۲۰	خراجی زمین پر عشر ہے یا نہیں؟	۷۲۷

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۱	سوال معہ جواب	۷۲۸	۴۵	زمین خراجی میں عشر؟	۷۴۰
۲۲	تعاقب از حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی	۷۲۹	۴۶	زکوٰۃ خصوصیت کے ساتھ کن کیلئے ہے	۷۴۰
۲۳	جواب تعاقبات	۷۳۰	۴۷	مال حرام دو قسم پر ہے الخ	۷۴۰
۲۴	صدقۂ فطر مکئی سے دے سکتے ہیں یا نہیں؟	۷۳۱	۴۸	ایک امیر اپنے خرچ سے الخ	۷۴۱
۲۵	زکوٰۃ سے غلہ خرید کر الخ	۷۳۲	۴۹	حرفت پیشہ لوگوں پر زکوٰۃ الخ	//
۲۶	لڑکا اپنی زکوٰۃ والدین کو دے سکتا ہے یا نہیں؟	//	۵۰	عشر زکوٰۃ سے اسلامی لٹریچر	//
۲۷	مال زکوٰۃ سے افطاری وغیرہ	۷۳۳	۵۱	شریعت نے زمیندار کی محنت الخ	۷۴۲
۲۸	امام عید کو زکوٰۃ کی مد سے دے سکتے ہیں یا نہیں؟	//	۵۲	چرم قربانی زکوٰۃ سے مرمت مسجد الخ	//
۲۹	مد زکوٰۃ سے مدرسہ کا چندہ	//	۵۳	ایک شخص نے مسجد کی زمین دبا لی ہے الخ	//
۳۰	زمین مرہونہ سے انتفاع کے بارے میں	//	۵۴	زید کے پاس الخ	//
۳۱	صدقۂ فطر سے مسجد نہیں بنا سکتے	۷۳۵	۵۵	زکوٰۃ سال گذرنے پر واجب ہوتی ہے	//
۳۲	اموال زکوٰۃ سے طریقہ ادائیگی زکوٰۃ	//	۵۶	بعض لوگوں کا خیال الخ	۷۴۴
۳۳	زکوٰۃ سے انکم ٹیکس ادا کرنا جائز نہیں	//	۵۷	دربارہ زکوٰۃ مکان ہائے کرایہ	//
۳۴	مصارف زکوٰۃ	//	۵۸	ایک آدمی کی جائداد الخ	۷۴۶
۳۵	زید کاشتکار ہے الخ	۷۳۶	۵۹	دھان چاول وغیرہ الخ	//
۳۶	ایک اور کاشتکار پر سوال	۷۳۷	۶۰	تقسیم زکوٰۃ پیر کی معرفت الخ	۷۴۷
۳۷	عمرو کسی مہاجن کا مقروض ہے الخ	//	۶۱	غلہ عشر وغیرہ خرچ کرنا اپنے ہاتھ سے الخ	//
۳۸	کاشتکاروں کو عموماً الخ	//	۶۲	زید کے پاس سو روپیہ نقد ہے الخ	۷۴۸
۳۹	مقامی مساکین کا حق مقدم ہے	۷۳۸	۶۳	اولوا الارحام کے ساتھ سلوک کرنا	//
۴۰	جبراً وصولی جائز نہیں	//	۶۴	امداد از زکوٰۃ مشرک بدعتی رشتہ داروں کو؟	۷۴۹
۴۱	زکوٰۃ وعشر کا نصاب	//	۶۵	کیا زکوٰۃ بعد سال فوراً ادا کر دی جائے۔	//
۴۲	نصاب زکوٰۃ	//	۶۶	غریب طلباء کی امداد	۷۵۰
۴۳	مفروض پر زکوٰۃ و عشر	۷۳۹	۶۷	شرح زکوٰۃ از زیورات مستعملہ	//
۴۴	جس زمین کی پیداوار آب پاشی الخ	//	۶۸	ایک مسلمان سال میں ایک مرتبہ الخ	//

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۶۹	مسیر کا کنواں زکوٰۃ سے	۷۵۱	۱	کتاب الحج	۷۶۵
۷۰	زکوٰۃ کا کا مال بوقت ضرورت خود خرچ کر سکتا ہے؟	؍؍	۲	افتتاحیہ	؍؍
			۳	تشریح مناسک حج	۷۷۰
۷۱	جس مدرسہ یا مسجد کے اخراجات الخ	؍؍	۴	ہمارے ایک صاحب حج الخ	۷۹۰
۷۲	کتنے مال پر کتنی زکوٰۃ واجب ہے؟	؍؍	۵	حج بدل کا بیان	؍؍
۷۳	زکوٰۃ کتنے دنوں میں تقسیم کرے	۷۵۲	۶	جو مسلمان مالدار صاحب نصاب الخ	۷۹۲
۷۴	مصرف زکوٰۃ غریب مساکین ہیں الخ	؍؍	۷	غریب لڑکے کا اپنے باپ الخ	؍؍
۷۵	زکوٰۃ اہل بیت کے لئے	؍؍	۸	اگر ایک شخص پہ حج فرض تھا الخ	؍؍
۷۶	ایک شخص صرف مہاجن سے اُدھار لے کر الخ	؍؍	۹	عورتوں پہ حج فرض کس حالت میں ہے	۷۹۳
۷۷	سیونگ بنک کا روپیہ!	۷۵۳	۱۰	اکثر لکھا ہوا دیکھا ہے الخ	؍؍
۷۸	زیور میں زکوٰۃ!	؍؍	۱۱	زید کا ملِ استطاعت الخ	؍؍
۷۹	ایک زمین ایک شخص نے خریدی الخ	؍؍	۱۲	حج کی کامل استطاعت الخ	؍؍
۸۰	زید مقروض ہے الخ	؍؍	۱۳	ہندوستان کے فوت شدہ الخ	۷۹۴
۸۱	ایمن پر زکوٰۃ نہیں ہے	؍؍	۱۴	حج بدل کے لئے احسن طریقہ کیا ہے	؍؍
۸۲	خراج پورا لگنے کی صورت میں	۷۵۷	۱۵	متعہ بالحج کیا ہے	؍؍
۸۳	گنے میں عشر ہے یا نہیں	۷۵۸	۱۶	زید اپنے کم عمر لڑکے کو الخ	؍؍
۸۴	زمین خراجی میں عشر الخ	؍؍	۱۷	تعاقب مع جواب	؍؍
۸۵	پیداوار کی زکوٰۃ دو طرح پر ہے الخ	۷۶۰	۱۸	اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے	۷۹۵
۸۶	جب بیت المال کا انتظام نہ ہو الخ	۷۶۱	۱۹	پچاس سالہ بڑھیا اپنے ۷۵ سالہ بوڑھے کو لے کر گیا الخ	؍؍
۸۷	عمرو تجارت پیشہ ہے الخ	؍؍	۲۰	تعاقب مع جواب	؍؍
۸۸	مال تجارت میں زکوٰۃ کا کیا طریقہ ہے الخ	؍؍	۲۱	احتلام کے مریض کو حالتِ احرام میں کیا کرنا چاہئے	۷۹۶
۸۹	مال تجارت میں زکوٰۃ ہے یا نہیں	؍؍	۲۲	حاجی کو رخصت کرتے وقت نعرۂ تکبیر بلند کرنا کیسا ہے	؍؍
۹۰	کیا فرماتے ہیں علمائے دین الخ	۷۶۴	۲۳	حج بدل کا ایک پہلو	؍؍
۹۱	خاتمہ کتاب الزکوٰۃ	؍؍	۲۴	معذور اپنی طرف سے حج بدل کرا سکتا ہے	؍؍

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۲۵	حج کی نیت سے مشترکہ کاروبار کر کے سرمایہ بطور قرض لینا۔	۷۹۶
۲۶	حج فلم مذہب کے خلاف ہے	۷۹۷
۲۷	حجر اسود کے بارے میں تشریح	"
۲۸	غیر مسلموں کا ایک اعتراض مع جواب	۷۹۸
۲۹	زید نے حج کے ارادہ سے سرمایہ جمع کیا الخ	۷۹۹
۳۰	غیر محرم کے ساتھ عورت کا حج کو جانا جائز نہیں	"
۳۱	مسئلہ ہذا پر ایک تشریح	۸۰۰
۳۲	مسائل قربانی	۸۰۱
۳۳	قربانی یا عقیقہ کا گوشت غیر مسلم کو دیا جا سکتا ہے یا نہیں	"
۳۴	قربانی میت کی طرف سے اور اس کے گوشت کا حکم؟	۸۰۱
۳۵	غیر حاجی کے حق میں بھی قربانی سنت ہے	۸۰۲
۳۶	ایک تعاقب مع جواب	"
۳۷	قربانی کے عوض نقدی دینا ثابت نہیں	۸۰۳
۳۸	احکام قربانی مفصل	"
۳۹	ھدی اور اضحیہ میں کیا فرق ہے؟	۸۰۸
۴۰	تشریح	
۴۱	قربانی کا جانور کتنے برس کا ہونا چاہیے	۸۰۹
۴۲	مسنہ وہ ہے جس کے دو دانت نکلے ہوں	۸۰۹
۴۳	بھینس کی قربانی؟	۸۱۰

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

پچھلے برس یکم جون کو تفسیر ثنائی چھپواتے ہوئے میں نے اس بات کا وعدہ کیا تھا کہ جماعت اہلحدیث کی بے حسی اور اپنے اکابر و اسلاف سے بے پروائی کے باوصف ہم اس کا تہیہ کئے ہوئے ہیں کہ اپنے ان علمی ذخائر کو منظر عام پہ لائیں جو مختلف اسباب و وجوہ کی بناء پہ گوشۂ گمنامی میں پڑے ہوئے ہیں، اور جو اگر اب بھی بازار میں آ جائیں تو اس خلا کو بڑی حد تک پُر کیا جا سکتا ہے جو اس وقت ہم میں پیدا ہو چکا ہے۔

للہ الحمد کہ ہم اپنی بساط کی حد تک اور اپنے محدود وسائل کے ساتھ اب تک اس سلسلہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ثنائی اور امام العصر حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کی سورۂ فاتحہ پہ بے نظیر اور مفصل کتاب "واضح البیان" شائع کر چکے ہیں اور اب شائقین کے لئے "فتاوٰی ثنائیہ" ایسی ضخیم اور جامع و مکمل کتاب پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

فتاوٰی ثنائیہ کے بارہ میں یہ بات بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ اردو فتاوٰی میں یہ جامع اور صحیح ترین مجموعہ ہے کہ مولانا امرتسری علیہ الرحمۃ کی تحقیق اور ژرف نگاہی کے اپنے اور بیگانے سبھی معترف ہیں اور پھر مولانا داؤد راز نے اسے سلیقے اور طریقے سے مرتب کر کے اسے اور زیادہ مفید اور مستند بنا دیا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس میں کچھ تسامحات بھی ہوں گے لیکن اس سے بھی انکار نہیں کہ کتاب و سنت کے اس قدر قریب اور مسلک سلف کے اس قدر مطابق فتاوٰی کا اور کوئی مجموعہ اردو میں موجود نہیں خصوصاً شیخ الاسلام کے علاوہ دیگر علماء اہلحدیث کی تحقیق و کاوش کو اس میں شامل کر کے کتاب کی اہمیت کو بہت زیادہ بڑھا دیا گیا ہے۔ اور پھر اس کی ترتیب اس خوبصورت انداز میں رکھی گئی ہے کہ ایک عام آدمی بھی اگر اس سے استفادہ کرنا چاہے تو بڑی خوبی کے ساتھ کر سکتا ہے۔ انداز صاف ستھرا اور اسلوب سادہ اور عام فہم ہے اس بنا پہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ——

فتاوٰی ثنائیہ عام و خاص دونوں کے لئے یکساں مفید ہے اور اس کے ہوتے ہوئے آدمی بہت سی کتب سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اسے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام لوگوں کے لئے روشنی وہدایت کا ذریعہ بنائے اور اس کی نشر و اشاعت میں ہاتھ بٹانے والوں کو اپنی نعمتوں سے مالامال کرے ۔ آمین ۔

ہمیں امید ہے کہ اس مبارک کتاب کے بعد ہم اپنے بزرگوں کی ایمان و نور سے معمور دیگر کتابوں کو بھی جلد سے جلد لوگوں کے سامنے پیش کر سکیں گے ۔ وباللہ التوفیق ۔

احسان الٰہی ظہیر
مدیر ماہنامہ "ترجمان الحدیث" لاہور

۱۹ر جنوری ۱۹۷۲ء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

افتتاح

از قلم بیہقی زماں، علامہ دوراں، عارف باللہ المتین حضرت الاستاذ مولانا ابوسعید شرف الدین صاحب دہلوی

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد! شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری مرحوم و مغفور کے تعارف کی ضرورت نہیں۔ زمانہ اُن سے واقف ہے۔ تحریر اور تقریر سے جو اسلامی خدمات آپ نے انجام دی ہیں ان کا اعتراف نہ کرنا بہت بڑی ناشکری ہوگی۔ آپ نے قرآن مجید کی تین تفسیریں لکھیں اور ادیانِ باطلہ کی تردید و دینِ حق کی تائید میں بہت سی کتابیں اور رسائل لکھے۔ مخالفینِ اسلام نے قرآن مجید اور حضرت فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب بھی کبھی بیہودہ اعتراضات کے لئے قلم اٹھایا۔ آپ نے اُن کو دندان شکن جوابات دئے۔

"اسلام اور مسیحیت" "جواباتِ نصاریٰ" "تحریفاتِ بائیبل" "حق پرکاش" "ترکِ اسلام" "کتاب الرحمٰن" "مقدس رسول" اور بھی بہت سی کتابیں ہیں۔ جو اُن کے کمالِ علم کی بیّن دلیل ہیں۔

المعاصرۃ اصل المنافرۃ کے ماتحت آپ پر کچھ اعتراضات بھی ہوئے۔ للّٰہیت اور انصاف سے کسی کے کلام پر تنقید کرنا عیب نہیں۔ مگر تنقید کے لئے لازم نہیں کہ وہ کلیتہً صحیح ہو۔ ممکن ہے کہ ناقد ہی کی غلطی ہو۔ چنانچہ بعض اعتراض ایسے ہی تھے۔ میری نظر کے سامنے وہ اعتراضات بھی ہیں اور معترضین حضرات بھی۔ اس لئے میں علیٰ وجہ البصیرت یہ کہنے کے لئے تیار ہوں کہ جو جو اعتراضات ان کی تفسیر پر بعض علماء نے کئے، وہ اکثر غلو یا غلط فہمی یا حسد پر مبنی ہیں۔ اور ان میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے دین اللہ الاسلام یا مذہب اہل سنت والجماعت یا جماعت اہل حدیث سے اخراج لازم ہو۔ مولانا کے فضل و کمال کا اپنوں اور بیگانوں کو اعتراف ہے۔ بہت سے علماء حقانی اور اہل اللہ شاہد ہیں جنہوں نے آپ کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ اور علم و اخلاص و تقویٰ میں آپ کو یگانۂ دوراں پایا ہے۔ شکر اللہ مساعیہم۔

اخبار اہل حدیث امرتسر میں مولانا مرحوم کے فتاوے شائع ہوتے رہے۔ ان میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض فتاوے یا سوالوں کے جوابات اپنے اندر بہت سی عجیب عجیب خوبیاں لئے ہوئے ہیں ایسی کہ شاید ہی اور فتاووں میں ملیں۔ اس لئے میرے عزیز شاعر اسلام مولوی محمد داؤد صاحب راز گڑگانوی سلمہ اللہ تعالیٰ کو یہ شوق دامنگیر ہوا کہ وہ ان متفرق فتاووں کو بہترین ترتیب و تشریح کے ساتھ کتابی صورت میں شائع کریں۔ عزیز محترم نے جب یہ مسودہ برائے نظر ثانی میرے پاس بھیجا تو باوجود بہت سے عوارضات کے میں اس علمی یادگار کو نہ صرف دیکھنے کے لئے بلکہ موقع بموقع مختصر حسب ضرورت حواشی لکھنے کے لئے تیار ہوگیا۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ میں نے اسے ازاول تا آخر دیکھ لیا ہے۔ اب آپ خود ملاحظہ کرلیں گے کہ یہ کیا چیز ہے ؎ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے۔

میں پھر کہتا ہوں کہ عصمت تو نبوت ہی کا خاصہ ہے انبیاء علیہم السلام کے بعد کسے باشد ہر شخص سے غلطی کا امکان ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس میں فائدہ کتنا ہے۔ للاکثر حکم الکل۔ خلاصہ یہ کہ یہ فتاویٰ بہت مفید اور کارآمد ہے عالم اور غیر عالم ہر ایک کے لئے مفید ہے۔ مگر نظر انصاف اور حق پسندی کی درکار ہے۔ ورنہ بے انصافوں نے تو قرآن مجید کے لئے بھی کہہ دیا تھا۔ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ؎

اشقیا را دیدہ بینا نبود ۔۔۔ نیک و بد در دیدہ شاں یکساں نمود

اشقیا را حسن زشت آید پدید ۔۔۔ حسن را با زشت بیند آں پلید

میں دعا کرتا ہوں کہ جامع فتاویٰ مولوی محمد داؤد صاحب راز اور اس کے جملہ معاونین خاص کر جناب سیٹھ محمد عیسیٰ صاحب وجناب سیٹھ عبدالستار صاحب وجناب سیٹھ احمد و سیٹھ محمد اسحاق صاحب عبدالغفور اینڈ سنس وجناب حاجی محمد ایوب صاحب سونا گرھی وجناب سیٹھ عبدالرحمٰن ولی محمد صاحب کپڑے والے وجناب قاری حکیم عبدالرحمٰن صاحب وجناب عبدالصمد سردار صاحب وجناب مولانا عبدالحق صاحب کرلا وجناب حاجی محمد ابراہیم صاحب وجناب عبداللہ مقادم صاحب وجناب حافظ محمد حسن صاحب وجناب محمد سلیمان صاحب وجناب حاجی باپو بھائی حاجی حسن بھائی صاحب نڑیاد والے اور جملہ معاونین حضرات ساکنان بمبئی و مالیگاؤں و بنارس وجناب حاجی محمد ایوب صاحب قنوج وجناب حاجی عبدالصمد عبدالرؤف صاحبان مئوائمہ وحضرات گنج ڈنڈوارہ و آگرہ و باڑی و بھوپال و دستیان جامع اہلحدیث مومن پورہ بمبئی کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ سب کے لئے اس صدقۂ جاریہ کو قائم دائم رکھے۔ آمین اور جن علمائے کرام و فضلائے جماعت اہلحدیث نے اس علمی خدمت میں اپنے علمی تعاون اور مفید مشوروں سے حصہ لیا ہے اللہ تعالیٰ ان سب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۔

الراقم ابوسعید شرف الدین دہلوی
مقیم غلہ منڈی تاندلیانوالہ ضلع لائلپور پاکستان
۱۵ صفر ۱۳۷۲ھ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

دیباچہ

فتاویٰ ثنائیہ کے مؤلف کی حیثیت سے کچھ ذمہ داریاں مجھ پر عائد ہوتی ہیں۔ میری نظر انتخاب نے اس خدمت کو کیوں پسند کیا؟ حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز اس دور متاخرین میں ایک عالم دین محقق اسلام ہونے کی حیثیت سے کیا درجہ رکھتے ہیں؟ اپنی اس حقیر کوشش میں کہاں تک میں کامیابی حاصل کرسکا ہوں؟ ایسے ہی اور چند امور ہیں جن پر ایک ہلکی سی روشنی ڈالنا میرے لئے ضروری ہے۔ سب سے پہلے میں اس حقیقت کا اظہار ضروری جانتا ہوں کہ علم وعمل کے سرمائے کی حیثیت سے میں بالکل تہیدست ہوں۔ فتویٰ نویسی یا کسی عالم دین کے فتوے کی جانچ مجھ جیسے ناکارہ کا منصب نہیں۔ اس لئے فتاویٰ ثنائیہ کے ان کثیر التعداد اوراق پر آپ مجھ کو صرف ناقل پائیں گے۔ ہاں چند چیزیں ایسی ضرور ہیں جن کو میں نے اس فتاوے کی جمع وترتیب میں زیادہ سے زیادہ اپنے سامنے رکھنے کی کوشش کی ہے۔

(۱) حضرت مولانا مرحوم کے ذخائر فتاویٰ کو سامنے رکھ کر میں نے ایسے فتاووں کو منتخب کرنا چاہا ہے۔ جو عوام وخواص مسلمین کے لئے دینی امور میں آج کے حالات کے ماتحت بہترین رہنمائی کرسکیں

(۲) فروعی اختلافات سے دامن بچاکر بیشتر متفق علیہ مسائل کو لیا گیا ہے۔ اور اُمت مسلمہ کو مرکز اتحاد سے قریب لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ جو صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہے۔ بعموم آیت۔ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ۔

(۳) یہ حقیقت ہے کہ کتاب وسنت پر صحیح معنوں میں عمل درآمد کرنے والے صرف اہلحدیث ہیں جو اقوال الرجال کو دینی امور کے لئے ماخذ نہیں قرار دیتے۔ اس لئے اسلامی مکاتیب خیال کے لحاظ سے اس "طائفہ حقہ" کے عقائد ومسلمات کا احترام میرے لئے ضروری تھا۔ اور عوام میں جماعت اہلحدیث کی طرف سے جو بدگمانیاں ہیں اُن کو حضرت مولانا ثناء اللہ مرحوم ودیگر محقق علماء کی قلم سے رفع کرنا میرا فرض تھا۔ پس اگر آپ کہیں اختلافی مسائل کا کچھ پھیلاؤ پائیں تو اس کو ایسے ہی نیک جذبات کا نتیجہ یقین کریں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۴) منقولہ مسائل اور فتاووں سے ادہ سی بھی تشریحی مناسبت رکھنے والے بہتر سے بہتر علمی مقالے مجلات اخبار "اہلحدیث" امرتسر مرحوم میں مل سکے ہوں یا دیگر علمی کتابوں و فتاووں میں خود مولانا مرحوم کے ہوں یا دیگر علمائے کرام کے ان کو بغرض استفادہ مناسب جگہ پر محفوظ کر دیا گیا ہے۔

ایک حقیقت یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ مسلک اہلحدیث کا بنیادی اصول صرف کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کی پیروی ہے۔ رائے، قیاس و اجتہاد و اجماع سب کتاب و سنت کے ماتحت ہیں اس اصول کی بنا پر اہل حدیث کے نزدیک ہر سمجھدار مسلمان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جملہ افراد امت کے فتاوے ان کے خیالات کو کتاب و سنت پر پیش کرے جو موافق ہوں سر آنکھوں پر تسلیم کرے ورنہ ان کو جواب دے دے۔ حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب ؒ کے فتاوے۔ اُن کے مقالہ جات اور دیگر علمائے ملت کے فتاوے اسی حیثیت میں ہیں۔ اور جملہ صلحائے امت نے بھی بالاتفاق یہی کہا ہے کہ ہمارے اقوال و فتاوی کو کتاب و سنت پر پیش کرو۔ اگر خلاف پاؤ تو اُسے چھوڑ کر کتاب و سنت کو مقدم رکھنا۔ حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات و فتاوی میں بھی جگہ جگہ یہ چیز آپ کو نمایاں نظر آئے گی۔ مولانا مرحوم کا تبحر علمی، ان کے گہرے تجربات، ان کے وسیع خیالات ان کی اسلام شناسی، ان کی تحقیق مذہبی، اُن کے محققانہ و مناظرانہ اصول، ان کے تجربات یہ سب چیزیں ایسی ہیں جن کو ہم ان کے مقالہ جات، ان کے مضامین ان کی مصنفات اور ان کے فتاوی ہی سے اخذ کر سکتے ہیں۔ پس یہی ایک بنیادی چیز تھی جس نے مجھ جیسے نااہل کو اس اہم ترین کام کے لیے آمادہ کر دیا۔

پڑھنے والوں میں اہل علم کا یہ اخلاقی، مذہبی، اسلامی فرض ہے کہ وہ مولانا مرحوم کے جس فتاوے سے اختلاف رائے رکھیں اور ان کی تحقیق میں مولانا اس مسئلے میں خطا پر ہوں تو بجائے طعن و تشنیع یا سب و شتم کے مولانا کے لیے دعائے مغفرت کریں اور حسن ظن سے کام لے کر اس کو مولانا مرحوم کے نسیان پر محمول کریں کہ یہی سلف صالحین کی روش ہے۔ اور تمام علمائے ملت و ائمہ دین کے بارے میں ایسا ہی رویہ ہونا چاہیے۔ افسوس کہ جب سے امت نے اکابر کا احترام نظر انداز کر دیا۔ قسم قسم کے جھگڑوں اور فسادات میں مبتلا ہو گئے۔ نبی علیہ السلام ہی کا یہ مقام ہے کہ آپ معصوم عن الخطاء ہیں۔ آپ کے سوا امت میں ہر کس و ناکس سے غلطی کا امکان ہے۔ ایسا کون امام یا محدث یا مفسر یا مؤرخ ہے۔ جس کی ہر بات کو امت نے بالاتفاق تسلیم کر لیا ہو۔ لغزشیں سب سے ہوتی ہیں۔ آج ہم بڑے بڑے ائمہ دین کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقوال میں ایسی باتیں پا جاتے ہیں جو کھلے ہوئے مسلمات کے خلاف ہوتی ہیں مگر پھر ؎
کار پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ باشد در نوشتن شیر شیر

علماء کے مطبوعہ فتاوے جو ملتے ہیں ان میں کوئی مجموعۂ فتاویٰ ایسا نہیں ملے گا جس کو امت نے بالاتفاق تسلیم کیا ہو۔ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ محدثین اور مجتہدین کے فتاووں میں آپ کو اختلاف ملے گا۔ اس لئے کہ اختلاف کا بیشتر تعلق علم و فہم پر موقوف ہے۔ قدرتی طور پر یوں تو انسانی طبائع ہی مختلف ہیں اور پھر طبائع ہی پر کیا منحصر ہے۔ قدرت کی ہر شے مختلف ہے۔ ہر انسان کا دماغ قدرتی طور پر جس قسم کے رجحان اور ماحول میں تربیت پاتا ہے۔ ویسے ہی اس کے فکری رجحانات تیار ہوتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مفتیوں کے فتاوے اپنے رجحانات اور اپنے فکری ماحول کے محور پر گھومتے ہیں۔ متکلمین کے فتووں کو دیکھو۔ معقولیوں کے فتووں کو دیکھو۔ مقلدین ائمہ اربعہ کے فتووں کو دیکھو۔ محدثین کے فتاووں پر نظر ڈالو۔ صوفیاء کے ملفوظات کو دیکھو۔ ان کے فتاووں کو پڑھو۔ آپ کو اختلافات کا ایک سمندر ملے گا۔ ہم اپنے مفتی کے لئے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے سوا اور کوئی رجحان نہیں پاتے۔ یوں جب ہم اس کی ساری زندگی کا جائزہ لیتے ہیں تو وہ نہیں ایک طرف متکلمین کی صف میں نظر آتا ہے۔ تو دوسری طرف ہم اسے محدثین کی صف میں بیٹھا ہوا پاتے ہیں وہ سلف اور خلف اور مجتہدین اور محدثین کی نقل نہیں کرتا۔ بلکہ کتاب و سنت کے نصوص سے استشہاد کر کے ایسے طریقے سے اپنا فتویٰ لکھتا ہے کہ ایک عاشقِ کتاب و سنت اس کو پڑھ کر فوراً یہ ذہن نشین کر لیتا ہے کہ حق و صداقت اس فتوے کے ساتھ ہے۔ وہ اپنے فتوے کے لکھنے کے وقت یہ نہیں دیکھتے کہ زید کیا کہتا ہے اور بکر کا کیا خیال ہے۔ کسی حدیث کا ٹکڑا یا آیتِ قرآنیہ کا جملہ اپنے فتوے کے ثبوت میں پیش کر کے چند لفظوں میں فتویٰ چکا دیتے ہیں ہم یہ تو نہیں کہتے کہ وہ فرشتے تھے اور ان سے غلطی کا امکان ہی نہیں۔ ہاں البتہ یہ ضرور کہیں گے کہ حضرت علامہ مرحوم کا ایک مسئلہ بھی ایسا نہیں ہے جس میں وہ امت میں منفرد ہوں ان کی تینوں تفسیروں کو ملاحظہ کرو۔ ادیانِ باطلہ کی تردید میں جو کچھ حضرت نے لکھا ہے اس کو پڑھ جاؤ۔ پورے پچاس سال کے اندر جس قدر لٹریچر ان کی قلم سے نکلا ہے۔ جس کا حجم پچاس ہزار صفحات کی ضخامت سے کم نہیں اس کا مطالعہ کرو اور دیکھو کہ اس دورِ پُر فتن میں اسلام کو سمجھنے میں ان کا مقام کیا ہے۔؟ بھلا جس نے قرآن مجید کا بے نظیر ترجمہ لکھا ہو۔ تین تین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیریں لکھی ہوں۔ ادیانِ باطلہ سے اس کا مقابلہ ہوا ہو۔ کتاب وسنت کی حمایت کرتے کرتے اس کی زبان وقلم تھک گئے ہوں۔ مذاہب عالم پر اسلام کی فوقیت ثابت کرنے میں جس کی عمر کا بیشتر حصہ گذرا ہو۔ جس کے لیل ونہار اصلاح امت پر خرچ ہوتے ہوں جو مسلمانوں کے حالات کو دیکھ کر دل ہی دل میں کڑھ رہا ہو۔ جو اپنے بندگوں کو یاد کر کے زار وقطار روتا ہو۔ جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ابطالِ باطل اور احقاقِ حق میں گذرا ہو۔ جس کی ساری زندگی اعلیٰ قسم کی مذہبی زندگی ہو جو ﷲ فی اللہ طلباء اور عوام کو درس دیتا ہو۔ جس کے لیکچر اور تقریر سراسر پند ونصائح اور اخلاق حمیدہ کی تعلیم سے پُر ہوں جو بات بات پر قرآن مجید اور احادیث سے استناد کرتا ہو۔ جو کفر والحاد اور دہریت سے شب وروز ٹکر لیتا ہو جس کی علمی اور فکری جولانی سے ہندوستان کا ایک ایک عالم اس قدر متاثر ہو کہ کفر واسلام کا جب بھی مقابلہ ہو تو ساری امت اسلامیہ اس کو پکڑ کر کفر والحاد اور دہریت کے مقابلہ میں لا کھڑا کر دیتی ہو جس کے غالب آنے کی شہادت خود اس کے مخالفین نے دی ہو۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے۔ کہ ایسا شخص دیدہ دانستہ کتاب وسنت کے خلاف کوئی فتویٰ دے۔ مگر پھر آپ انسان تھے عالم تھے مگر غیر معصوم تھے اس لئے کہیں نہ کہیں ان سے لغزش کا ہونا ممکنات سے ہے۔ اب ہمارا فرض یہ ہے کہ اگر ہمیں اپنی تحقیقات کی بناء پر کسی امر میں مولانا مرحوم لغزش خوردہ نظر آئیں گے تو اس سے ہم چشم پوشی کر کے اُن کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ ہماری فہم کا قصور بھی ممکن ہے۔

حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اس مختصر سی سمع خراشی کے بعد میں اپنے موضوع کے اعتبار سے کچھ مولانا مرحوم کی بابت لکھنا چاہتا ہوں۔ ہر انسان میں بہت سی خامیوں کے ساتھ کچھ خوبیاں بھی ہوتی ہیں۔ خامیوں کو نظر انداز کر کے خوبیوں کو لینا عقلاء زمانہ کا شیوہ ہے۔ استاد سعدیؒ نے اسی معنی میں فرمایا ہے ؎

مرد باید کہ گیرد اندر گوش   در نبشتست پند بر دیوار

میرے خیالِ ناقص نے جہاں تک رہ نمائی کی ہے اور مولانا مرحوم کے مقالہ جات اور ان کے سالہائے سال کے علمی اوراق کا جہاں تک میں نے مطالعہ کیا ہے۔ میں مولانا مرحوم میں بہت سی قابل قدر خوبیاں پاتا ہوں۔ ایسی خوبیاں جو بہت کم لوگوں میں ہوتی ہیں۔ میں بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ مولانا مرحومؒ ان ہستیوں میں تھے جن کے لئے کہا گیا ہے ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے   بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چونکہ اختصار مدنظر ہے۔ اس لئے میں صرف چند اشارات کروں گا۔ ورنہ مولانا مرحوم کی ذات والاصفات پر مکمل تبصرہ کرنے کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ پہلے آپ کے مختصر حالات زندگی پر غور کرنا ضروری ہے۔ حضرت مرحوم اپنے حالات زندگی خود اپنی قلم سے یوں ارقام فرماتے ہیں۔

وزیرآباد پنجاب میں حدیث شریف پڑھ کر ۱۳۰۷ھ میں دیوبند گیا۔ وہاں کتب درسیہ معقول و منقول شرح چغمینی تک پڑھیں۔ حدیث کے دورہ کا بھی لطف حاصل کیا۔ دیوبند سے ثم خیرآ[1] مجھے مدرسہ فیض عام کانپور میں لے گیا۔ کیونکہ ان دنوں مولانا احمد حسن صاحب مرحوم کے منطقی درس کا شہرہ بہت زیادہ تھا اور مجھے بھی علوم معقول و منقول سے خاص شغف تھا۔ اس لئے میں مدرسہ فیض عام کانپور میں جا کر داخل ہوگیا۔ کچھ شک نہیں۔ مولانا مرحوم کا تبحر علمی واقعی قابل تعریف تھا۔ وہاں جا کر میں کتب مقررہ میں شریک ہوا اور قند مکرر کا لطف پایا۔ انہیں دنوں مولانا مرحوم کو حدیث پڑھانے کا تازہ تازہ شوق ہوا تھا۔ میں ان کے درس حدیث میں بھی شریک ہوا۔

پنجاب میں مولانا حافظ عبدالمنان صاحب مرحوم (اہل حدیث مشرب) میرے شیخ الحدیث تھے۔ دیوبند میں مولانا محمود الحسن صاحب اور کانپور میں مولانا احمد حسن صاحب (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کا استاد العلوم تا الحدیث میرے شیخ الحدیث تھے۔ اس لئے میں نے حدیث کے تینوں استادوں سے جو طرز تعلیم سیکھا وہ بالکل ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ جس کے ذکر کا یہ موقع نہیں۔

اطلاع	اثنائے قیام دیوبند ہی میں میں نے حضرت میاں صاحب دہلوی (مرحوم و مغفور) کی خدمت میں حاضر ہو کر سند اجازت حاصل کر لی تھی۔

شعبان ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء میں فیض عام کانپور کا جلسہ ہوا جس میں آٹھ طلباء کو دستار فضیلت اور سند تکمیل دی گئی۔ ان آٹھ میں سے ایک میں گمنام بھی تھا۔

نوٹ	فیض عام کا یہ جلسہ وہ ہے جس میں زیر صدارت مولانا لطف اللہ صاحب مرحوم و مغفور ندوۃ العلماء کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ اس جلسہ کی یہی یادگار کافی ہے۔

کانپور سے فارغ ہوتے ہی میں اپنے وطن پنجاب میں پہنچا۔ مدرسہ تائیدالاسلام امرت سر

[1] ہمارے زمانہ کے طلباء میں ثم خیرا اصطلاحی لفظ تھا معلوم نہیں آجکل یہ اصطلاح مروج ہے یا متروک۔ معنی اس کے یہ تھے وہاں خیر طلب کرو۔ یہ ایک خیالی فرشتہ یا شیطان کا نام تھا جو طالب علم کو خیال دلاتا تھا۔ اس مدرسہ سے وہ مدرسہ اچھا ہے۔ اس لفظ میں اسی اصطلاح کی طرف اشارہ ہے۔ (منہ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کتب درسیہ نظامیہ کی تعلیم پر مامور ہوا۔ طبیعت میں تجسس زیادہ تھا۔ اس لئے اِدھر اُدھر سے ماحول کے مذہبی حالات دریافت کرنے میں مشغول رہتا۔ میں نے دیکھا کہ اسلام کے سخت مخالف بلکہ سخت ترین مخالف عیسائی اور آریہ دو گروہ ہیں انہی دنوں قریب میں ہی قادیانی تحریک بھی پیدا ہو چکی تھی جس کا شہرہ ملک میں پھیل چکا تھا۔

مسلمانوں کی طرف سے اس کے دفاع کے علمبردار مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی مرحوم تھے۔ میری طبیعت طالب علمی ہی کے زمانہ میں مناظرات کی طرف بہت راغب تھی۔ اس لئے درس تدریس کے علاوہ میں ان تین گروہوں (عیسائی، آریہ اور قادیانیوں) کے علم کلام اور کتب مذہبی کی طرف متوجہ رہا۔

بفضلہ تعالیٰ میں نے کافی واقفیت حاصل کر لی۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ ان تینوں مخاطبوں میں سے قادیانی مخاطب کا نمبر اول رہا۔ شائد اس لئے کہ قدرت کو منظور تھا کہ مولانا بٹالوی مرحوم کے بعد یہ خدمت میرے سپرد ہو گی۔ جس کی بابت مولانا مرحوم کو علم ہوا ہو تو شائد یہ شعر پڑھتے ہوں گے ؎

آ کے سجادہ نشیں قیس ہوا میرے بعد   رہی خالی نہ کوئی دشت میں جا میرے بعد

اس شغل میں میں نے چند علماء سلف کی تصنیف سے خاص فوائد حاصل کئے۔ حدیث شریف میں قاضی شوکانیؒ، حافظ ابن حجرؒ اور ابن قیمؒ وغیرہم کی تصانیف سے۔ علم کلام میں امام بیہقیؒ، امام غزالیؒ اور حافظ ابن حزمؒ، علامہ عبدالکریم شہرستانیؒ، حافظ ابن تیمیہؒ[1]، شاہ ولی اللہؒ، امام رازی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی تصانیف سے فائدہ اٹھایا۔

دوران تلاش میں سب سے پہلی قابل توجہ کتاب پادری ٹھاکر دت کی تصنیف "عدم ضرورت قرآن" نظر آئی۔ جس کے جواب میں میں نے کتاب "تقابل ثلاثہ" (توریت، انجیل، قرآن کا مقابلہ) لکھی۔ جو ملک میں شائع شدہ ہے۔ اسی اثناء میں آریوں نے کتاب "ستیارتھ پرکاش"

---

[1] شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ کو علماء کلام میں میں نے اس لئے درج کیا ہے کہ وہ کتاب العقل میں لکھتے ہیں کہ جو عالم اپنے زمانہ کے ملحدین اور مبتدعین کو جواب نہ دے وہ عالم نہیں ہے یہی علم کلام ہے۔ امام بیہقیؒ کے علم کلام کے ثبوت میں ان کی کتاب۔ کتاب الاسماء والصفات کافی ہے۔ حافظ ابن حزمؒ کے علم کلام کے ثبوت میں ان کی مشہور کتاب ملل والنحل پیش کی جا سکتی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب تو رئیس المتکلمین ہیں ہی۔ (اعلی اللہ مقامہم) ۱۲ منہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا اردو ترجمہ شائع کیا۔ جس کے چودھویں باب میں قرآن مجید پر ایک سو انسٹھ(۱۵۹) اعتراض ہیں
ہر ایک اعتراض کے ضمن میں کئی کئی۔ اعتراض ہیں کتاب ستیارتھ کے شائع ہونے پر
مسلمانوں کو ضرورت محسوس ہوئی کہ اس کا مکمل جواب دیا جائے۔ حسب قول حافظ شیرازیؒ کہ

قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

میں نے اس کے جواب میں کتاب "حق پرکاش" لکھی۔ جو بفضلہ تعالیٰ ایسی مقبول ہوئی کہ اس کے بعد کسی فرقے کے کسی عالم نے ستیارتھ کے جواب کے لیے قلم نہیں اٹھایا۔ ذالك من فضل الله:۔

اس کے بعد ایک مسلم عبدالغفور نامی (نو آریہ دھرم پال) نے رسالہ "ترکِ اسلام" لکھا اس کے شائع ہونے پر مسلمانوں کو بڑی بے چینی ہوئی۔ میں نے فوراً اس کا جواب بنام "ترکِ اسلام پر تُرکِ اسلام" شائع کر دیا۔ جس سے مسلمانوں کو اس قدر قلبی راحت حاصل ہوئی۔ جتنی مئی جون میں افطاری کے وقت روزہ دار کو ہوتی ہے۔ (خدا قبول کرے)
اس کے بعد آریہ کی طرف سے ایک کتاب شائع ہوئی۔ جس کا نام "کتاب اللہ وید ہے یا قرآن" اس کے جواب میں میں نے "کتاب الرحمٰن" لکھی۔

ابھی تھوڑا ہی زمانہ گذرا ہے کہ آریوں نے "رنگیلا رسول" کے نام سے ایک کتاب شائع کی۔ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر سخت ناپاک حملے کیے۔ جس کی وجہ سے ملک میں اس سرے سے اس سرے تک آگ لگ گئی۔ مسلمان گویا متوالے پھرتے تھے کہ یہ کیا اندھیر ہے کہ ذاتِ قدسی صفات پر ایسے حملے ہو رہے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ کوئی عالم جواب نہیں دیتا۔ بقول کہ

بلائیں زلفِ جاناں کی اگر لیں گے تو ہم لیں گے

اس کے جواب میں میں نے "مقدس رسولؐ" لکھا۔ بفضلہ تعالیٰ یہ بھی ایسا مقبول ہوا کہ اس کے بعد کسی عالم نے رنگیلا کے جواب میں قلم نہیں اٹھایا۔ کیونکہ اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھی۔ نہ آریوں نے اس کا جواب الجواب دیا۔ ملک گجرات کے مسلمانوں نے گجراتی زبان میں اس کا ترجمہ شائع کیا ہے۔

اس ضمن میں آریوں کی طرف سے کئی ایک رسالے نکلے۔ جن کے جوابات خاکسار کی طرف سے دیئے گئے۔ جو ملک میں شائع شدہ ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عیسائیوں کی کتاب "عدم ضرورت قرآن" کے جواب کے علاوہ میں نے متعدد کتابیں ان کے جواب میں لکھیں۔ جن کے مجموعے کا نام "جوابات نصاریٰ" ہے۔ سب سے اخیر عیسائیوں کے جواب میں وہ کتاب ہے جس کا نام ہے "اسلام اور مسیحیت" عیسائیوں کی طرف سے اسلام کے خلاف تین کتابیں بطرز جدید شائع ہوئی تھیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) عالمگیر مذہب اسلام ہے یا مسیحیت ؟

(۲) دین فطرت اسلام ہے یا مسیحیت ؟

(۳) اصول البیان فی توضیح القرآن ؟

ان تینوں کے جواب میں "اسلام اور مسیحیت" لکھی گئی جو شائع شدہ ہے۔ جس نے شائع ہونے کے بعد اسلامی جرائد سے خراج تحسین حاصل کیا۔

تیسری شاخ میری تصانیف کی قادیان کے متعلق ہے۔ اس کی تفصیل لکھوں تو ناظرین کے ملال خاطر کا خطرہ ہے، اس لئے مختصر طور پر بتلاتا ہوں۔ کہ قادیانی تحریک کے متعلق میری کتابیں اتنی ہیں کہ مجھے خود ان کا شمار یاد نہیں۔ ہاں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ جس شخص کے پاس یہ کتابیں موجود ہوں۔ قادیانی مباحث میں اسے کافی واقفیت حاصل ہو سکتی ہے۔ جس کا ثبوت خود مرزا صاحب بانی تحریک قادیان کی اس تحریر سے ملتا ہے جو انہوں نے ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع کی تھی۔ جس کا عنوان تھا۔

"مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ"

اس کے شروع ہی میں میری نسبت جو خاص گلہ و شکایت کی گئی ہے وہ خصوصاً قابل دید و شنید ہے مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ "مولوی ثناء اللہ نے مجھے بہت بدنام کیا۔ میرے قلعہ کو گرانا چاہا وغیرہ" اس لئے میں دعا کرتا ہوں کہ ہم دونوں میں جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں مر جائے۔

کوئی خاص وقت تھا جب یہ دعا ان کے منہ اور قلم سے نکلی اور قبولیت اسے لینے آئی۔ آج قادیان کی بستی میں ادھر ادھر دیکھو تو رونق بہت پاؤ گے۔ مگر ایسی کہ دیکھنے والا اہل قادیان کو مخاطب کرکے داغ مرحوم کا یہ شعر سنائے گا۔ ؎

آپ کی بزم میں سب کچھ ہے مگر داغ نہیں
آج وہ خانہ خراب ہم کو بہت یاد آیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(نوٹ) قادیانی لٹریچر کو جمع کرنے اور واقفیت حاصل کرنے میں میں نے بڑی محنت کی جس کا اثر یہ ہوا کہ ایک مجلس میں مولانا حبیب الرحمٰن مرحوم مہتمم مدرسہ دیوبند نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا تھا کہ ہم لوگ ۲۰ سال تک محنت کریں تو بھی اس بارے میں آپ کی واقفیت تک نہیں پہنچ سکتے۔ یہ میں نے غالباً آپ کی حسن ظنی اور تواضع ہے۔

چوتھی شاخ میری تصنیفات کی تفسیر نویسی ہے۔ یوں تو میری سب تصنیفات قرآن ہی کی خدمت میں ہیں۔ مگر خاص تفسیر نویسی سے بھی غافل نہیں رہا۔ روزانہ درس قرآن کے علاوہ پہلے میں نے تفسیر ثنائی غیر مسبوق طرز پر اردو میں لکھی جو آٹھ جلدوں میں ختم ہو کر ملک میں شائع ہو چکی ہے۔ اس کے تھوڑے عرصہ بعد بلکہ ساتھ ساتھ "تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن" خاص طرز پر عربی میں لکھی۔ جس کی ملک میں خاص شہرت ہے۔

تیسری تفسیر موسومہ بیان الفرقان علیٰ علم البیان عربی میں لکھنی شروع کی۔ جس کا ایک حصّہ (سورۂ بقر تک) شائع ہو چکا ہے۔ باقی زیر غور ہے۔

تفسیر کے متعلق چوتھی کتاب موسومہ تفسیر بالرائے لکھی۔ اس میں تفسیر بالرائے کے معنی بتا کر مروجہ تفاسیر و تراجم قرآن (قادیانی، چکڑالوی، بریلوی اور شیعہ وغیرہ) کی اغلاط پیش کرکے ان کی اصلاح کی گئی۔ اس کا بھی ایک حصّہ چھپ کر شائع ہو چکا ہے۔ باقی زیر غور ہے۔

مزید برآں اسلامی فرقوں شیعہ وغیرہ کے متعلق کئی ایک کتابیں لکھیں جو ملک میں شائع شدہ ہیں اس کے علاوہ مناظرات کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ مجھے اس بات کا فخر ہے کہ میرے اساتذہ عظام بھی عظیم الشان جلسوں میں بڑے بڑے مناظرے میرے سپرد کرتے تھے۔ جن میں وہ خود بھی شریک ہوتے تھے۔ مثلاً مناظرہ دیوبند ضلع گورکھپور، مناظرہ نگینہ ضلع بجنور، مناظرہ چکوال، مناظرہ خورجہ۔ مناظرہ رام پور۔ یہ سب مناظرے تحریری ہوتے تھے جن کی روئدادیں کتابوں کی صورت میں شائع ہوئی تھیں۔ مناظرہ رام پور۔ نواب حامد علی خان مرحوم کے حسب الحکم رامپور میں قادیانیوں سے ہوا تھا جس کے متعلق نواب صاحب موصوف کا سرٹیفکیٹ درج ذیل ہے۔

"رام پور میں قادیانی صاحبوں سے مناظرہ کے وقت مولوی ابوالوفا محمد ثناء اللہ صاحب کی گفتگو ہم نے سنی مولوی صاحب نہایت فصیح البیان ہیں اور بڑی خوبی یہ ہے کہ برجستہ کلام کرتے ہیں۔ انھوں نے اپنی تقریر میں جس امر کی تمہید کی اُسے بدلائل ثابت کیا ہم ان کے بیان سے محظوظ و مسرور ہوئے۔ (دستخط خاص حضور نواب صاحب بہادر محمد حامد علی خان)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرورت زمانہ

جب مذہبی تبلیغ کی ضرورت روزمرہ بڑھتی نظر آئی۔ اور تصنیف کتب کا کام ناکافی ثابت ہوا۔ تو اخبار "اہلحدیث" جاری کیا گیا۔ جو بفضلہ تعالیٰ آج تک جاری ہے۔ جس میں ہر غلط خیال کی اصلاح کی جاتی ہے۔ ہر غیر مسلم کے حملہ کا جواب دیا جاتا ہے۔ خدا کے فضل سے آج یہ اخبار اپنی عمر کے اڑتیس سال پورے کر کے انتالیسویں (۳۹) سال میں قدم زن ہے۔

اخبار "اہلحدیث" کے دیکھنے والوں سے مخفی نہ ہو گا۔ کہ یہ پرچہ کس قدر اسلامی خدمت کر رہا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ جو کچھ علمی خدمت خاکسار کی طرف سے ہوئی۔ یہ سلف صالحین کی کتب سے فائدہ حاصل کرنے سے ہوئی۔ جن کے اسمار گرامی پہلے ذکر کئے گئے ہیں ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

اَللّٰھُمَّ نَوِّرْ مَرْقَدَھُمْ وَارْضَ عَنْھُمْ وَاَرْضِھِمْ

دعاء

خداوندا! اگر زندگی کے کچھ دن باقی ہیں تو ان میں بھی اسلام کی خدمت لے اور اسے میری نجات کا ذریعہ بنا۔ اور میری اولاد کو بھی اس روش پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○

(اہلحدیث امرتسر ۲۳ جنوری ۱۹۴۲ء)

مرحوم اخلاص کا بہترین نمونہ تھے تعصب بے جا اور ضد و ہٹ دھرمی آپ میں قطعاً نہ تھی۔ فرماتے ہیں:-

"گائے کا عقیقہ کسی حدیث میں مجھے یاد نہیں۔ (۲ ذی قعدہ ۱۳۳۹ھ)"

حکیم عبدالرزاق صاحب آسنول سے اور حضرت مولانا ابوالقاسم بنارس سے لکھ کر بھیجتے ہیں بقرو اجزائے بقر کے عقیقہ میں آپ کو تردد ہے۔ لہٰذا ثبوت پیش خدمت ہے۔ اس اطلاع پر مرحوم لکھتے ہیں۔

اس اطلاع کے لئے آپ اور مولوی ابوالقاسم بنارسی شکریہ کے مستحق ہیں۔

خود مرحوم نے کتنا پاکیزہ خیال کیسے پیارے لفظوں میں ظاہر کیا ہے۔ فرماتے ہیں:-

کسی مصنف کا اپنی تصنیف کو اغلاط سے پاک جاننا ضمناً گویا دعوائے نبوت کرنا ہے جو کسی طرح جائز نہیں۔ اسی لئے میں تو ہمہ تن گوش رہا کرتا ہوں کہ کسی طرف سے میری غلطی پر مجھے تنبیہ آئے تو میں اصلاح کروں۔ (۲۹ مئی ۱۹۳۱ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل علم کسی لغزش پر آگاہی فرماتے تو بلا چون وچرا معذرت شائع کرتے۔ یہ بھی نہ دیکھتے کہ لغزش فی الواقع ہے بھی یا نہیں یا اس کی اہمیت کیا ہے؟ (۷ ارمحرم ۱۳۵۸ھ کے پرچہ بذیل متفرقات تحریر فرماتے ہیں۔

اہلحدیث ۲۶ دسمبر میں ایک شعر درج ہوا ہے۔

قسم ہے بارِ خدا تیری کبریائی کی ہے پھر محمد مرسل کی مجتبائی کی

ایک اہل علم نے اس پر توجہ دلائی ہے کہ مصرعہ ثانی حدیث کے خلاف ہے۔ "من حلف بغیر الله فقد اشرك" کچھ ضرورت نہیں کہ تاویل کی جائے۔ آئندہ احتیاط کی جائے گی۔ حضرات سخنوران بھی لحاظ رکھیں"۔

بیکار ردّ وقدح کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے۔ اشد ضرورت کے وقت مدافعانہ قلم اٹھاتے۔ مولوی امام الدین (بریلوی) کوٹلی لوہاران نے ایک رسالہ " وہابیوں کی امامت" نامی لکھا۔ رسالہ کیا تھا۔ ان کی جہالت وتعصب کا ایک مرقع تھا۔ جس میں جماعت اہل حدیث پر بے جا الزامات کی بوچھار تھی۔ جگہ جگہ بدکلامیوں کی بھی بھرمار تھی۔ مرحوم نے اس رسالہ کا جواب دیا۔ بدکلامیوں کے جواب میں صرف اتنا کہا ؎

بدم گفتی وخورسندم عفاک الله نکو گفتی جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

(۱۳۱۲ / ۱۲)

سولہ نمبروں میں "اقتدائے اہلحدیث" کے عنوان سے اس بدعتی رسالہ کا جواب دیا۔ خاتمہ پر آپ لکھتے ہیں۔

ہم نے ایک غیر ضروری کام میں اتنا وقت لگایا اور اخبار کے کئی صفحات بھی پُر کیے۔ تاکہ ہمارے بھولے بھالے حنفی بھائی بے وجہ ہم سے جدا رہ کر خدا کے ہاں ماخوذ نہ ہوں۔ ورنہ ان کی عدم اقتدا سے ہمارا کیا نقصان۔ ما بخیر شما بسلامت۔

اللھم اصلح ذات بیننا وانصرنا علی عدوك وعدونا

خادم دین اللہ۔ ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسری (۲۳ اکتوبر ۱۹۳۱ء)

مرحوم کسی پر علمی گرفت کرتے تو وہ اتنی سخت ہوتی تھی کہ منصف مزاج مخالف کو سوائے تسلیم کے کوئی چارۂ کار ہی نہ رہتا۔

مولوی عبدالشکور صاحب حنفی مرزاپوری کو کیا سوجھا انہوں نے ایک کتاب بنام "التحقیق الجدید علی تصنیف الشہید" لکھ ڈالی۔ ان حضرت نے کئی ایک احتمالی دلائل سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ کتاب "تقویة الایمان" مولانا شہید مرحوم کی تصنیف ہی نہیں ہے مولوی صاحب موصوف دیوبندی اور کتاب تقویۃ الایمان کی اہمیت اور افادیت وصداقت کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائل باوجود اس حقیقت کے اپنا علمی ذوق اس تحقیق جدید پر صرف کیا۔ مرحوم اس اچھوتی بحث پر قلم اٹھاتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

"یوں تو بات کو جتنا چاہو لمبا کرتے چلے جاؤ۔ کیونکہ ایک ظریفانہ مثل ہے۔ " اَلْعِلْمُ خِیْچَرَۃٌ فَکَھِچُوْھَا " یعنی علم کا میدان بہت وسیع ہے۔ جتنا چاہو لمبا کرلو۔ مگر بات کو مختصر سے مختصر بھی کر سکتے ہو۔ ہمارے فاضل مخاطب نے مولانا رشید احمد گنگوہی کے حق میں اپنا حسن اعتقاد ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے:" خطیب وقت۔ فقیہ امت۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی قدس سرہ ہیں۔ صفحہ ۲"

آگے ہمارے مرحوم نے مولانا گنگوہی مرحوم کے اعتراف کو خود گنگوہی مرحوم کے الفاظ میں نقل فرمایا ہے۔ جس میں گنگوہی مرحوم تقویۃ الایمان کو مولانا شہید مرحوم کی تصنیف تسلیم کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو فتاویٰ رشیدیہ جلد اول صفحہ ۱۲۳ مرحوم گنگوہی نے دو چیزوں پر روشنی ڈالی ہے۔ کہ یہ کتاب فی الواقع صحیح اور عین مطابق اسلام ہے۔ اور دوسری چیز یہ کہ یہ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی لکھی ہوئی ہے۔ اب امرتسری مرحوم فرماتے ہیں:

مقام غور ہے کہ مولانا گنگوہی نے دونوں باتوں کا کیا صاف جواب دیا۔ اس جواب باصواب سے ہماری نزاع پر روشنی پڑتی ہے کہ کتاب تقویۃ الایمان کو مولانا گنگوہی نے مولانا شہید کی تسلیم کیا۔ اور اس کی مدح بھی کی۔ اور اس کے بدگو کی تجہیل و تحمیق بھی فرمائی۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔ اصل نزاع تو ختم ہوگئی۔ باقی رہا کیا " اَلْعِلْمُ خِیْچَرَۃٌ "

(اہلحدیث ۸ جنوری ۱۹۳۲ء)

متانت اور سنجیدگی کا جو حصہ خزانہ قدرت سے آپ کو ملا تھا۔ اللہ تعالیٰ جملہ مسلمانوں کو اور خاص کر جماعت اہل علم کو وہ نصیب فرمائے۔ آپ کی متانت کے سامنے موافق و مخالف سب جھکتے تھے مولوی عبدالعزیز آف گوجرانوالہ (حنفی) سے اذا قرأ فانصتوا پر بحث چلی۔ مولوی عبدالعزیز نے کہا کہ یہ حدیث صحیح مسلم شریف میں موجود ہے۔ مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح مسلم شریف میں نہیں ہے۔ اس معاملہ پر بات چلی جو طول طویل ہے۔ مولوی عبدالعزیز صاحب نے حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ کو شہادت دینے کے لئے لکھا۔ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب موصوف نے جو جواب مولوی عبدالعزیز صاحب کو اس بارے میں دیا۔ اس میں مولانا ثناء اللہ مرحوم کی متانت پر آپ یوں تبصرہ فرماتے ہیں۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کی متانت آمیز تحریر نے آپ کو سیخ پا کر دیا ہے۔ وہ مضمون آپ خود

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی بحالت سلامتی پڑھیں گے تو میں یقین کرتا ہوں کہ آپ کا ضمیر ضرور آپ کو ملامت کرے گا۔
اتنی معقول تحریر کے بعد مقامی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے یہ تیزی نہ آپ کے ادعائے علم
کے لئے مناسب ہے اور نہ ہی عرفی شرافت اس کی متحمل الخ (۱۱ر صفر ۱۳۵۵ھ)

۱۹۰۹ء میں شہر رامپور میں مرزائیوں سے سرکاری نگرانی میں مناظرہ ہوا۔ آپ کی متانت اور سنجیدگی سے خود والئی ریاست اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ کو مندرجہ ذیل سرٹیفکیٹ لکھ کر دیا۔ جس کا ذکر پیچھے ہو چکا ہے۔

محترمی جناب مولانا قمر صاحب بنارسی برادر خورد مولانا ابو القاسم سیف مرحوم لکھتے ہیں۔

مولانا امرتسری مرحوم کی تقریر و تحریر میں وہ شیرینی تھی۔ اور مقناطیسی اثر کو سخت سے سخت مخالف بھی اس کو مانتے تھے مخالفین اسلام کی طرف سے سب سے زیادہ زہریلی کتاب جو شائع کی گئی وہ "رنگیلا رسول" نامی کتاب تھی۔ مگر یہ مولانا ہی کا کام تھا۔ کہ اس کا جواب "مقدس رسول" نامی کتنے شیریں اور مہذب لفظوں میں دیا ہے۔ کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا حیران تھی اور سخت سے سخت مخالف نے بھی اس کی تعریف کی۔

سنجیدگی متانت بلامبالغہ آپ کا ہتھیار تھا۔ کوئی کیسا ہی اہم معرکہ ہو۔ اس ہتھیار سے بالآخر آپ اس کو سر کرنے میں کامیاب ہو جاتے تھے۔ بہت سے موقعوں پر آپ کی سنجیدگی نے سخت ترین مخالفوں کو دم بخود کر دیا ہے۔ مسائل متنازعہ میں آپ کی سنجیدگی کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ ایک جگہ بریلوی حضرات کو خطاب فرماتے ہیں۔

حنفی بھائی کہا کرتے ہیں کہ ہماری کتب فقہ میں سب احکام موجود ہیں۔ بہت اچھا!! ہمیں کتب فقہ میں سے کسی معتبر کتاب میں مجلس مولود کا حکم دکھا دو۔ کسی فقیہ نے کسی کتاب میں مولود کا باب یا فصل مقرر کر کے یہ مسئلہ لکھا ہو۔ ہاں ہم ہندوستان کے ایک بڑے مستند حنفی عالم کی شہادت پیش کرتے ہیں۔ غور سے سنو اور اس بدعتی اور شرکی فعل سے بچو۔ مولانا عبدالحی لکھنوی مرحوم فرماتے ہیں۔

قیام کرنا جو وقت ذکر ولادت کے کرتے ہیں۔ میرے نزدیک بے اصل ہے۔ اور شرعیہ سے ثابت نہیں۔ (فتاویٰ مولوی عبدالحی ج ۱ ص ۲۳۹)

حنفی بھائیو! قرآن مجید کا خلاف، حدیث شریف کا خلاف، اپنے ہی فقہاء کا خلاف کرنے میں کیا لذت ہے۔ اور کیا مزہ؟ دوستو شیخ سعدیؒ مرحوم کی نصیحت سنو! ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہ ہند و درع کوشش و صدق و صفا ولیکن میفزائے بر مصطفیٰ

(اہلحدیث ۴ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ)

مسئلہ جہاد پر مخالفین اسلام نے بہت کچھ نکتہ چینی کی ہے۔ خاص کر آریہ سماج نے آپ ایک جگہ جہادِ اسلامی کی حقیقت کو واضح فرماتے ہوئے اور مخالفین کے اعتراضات کے جواب دیتے ہوئے اس مسئلہ کو اپنی سنجیدگی کے ہتھیار سے یوں سلجھاتے ہیں۔

مذہب حق کا یہ فرض اولین ہے کہ اپنے اتباع کو معراج ترقی کے اعلیٰ زینہ پر پہنچائے۔ اس موقعہ پر مجھے رگوید کا منتر یاد آیا جس کی بابت میری رائے یہ ہے کہ مسلمانوں کے گھروں میں نمایاں مقامات پر جلی حرفوں میں وہ مرقوم ہونا چاہیئے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

اے انسانو! تمھاری فوج جرار و کارگذار نامی گرامی ہو تا کہ تمھاری عالمگیر حکومت روئے زمین پر قائم ہو۔ (اہلحدیث ۲۷ مئی ۱۹۳۲ء)

عیسائیت کے عقیدہ میں سانپ کا پیٹ کے بل چلنا اور خاک کھانا۔ بنت حوا کا درد زہ کے ساتھ بچہ جننا اور فرزندانِ آدمؑ کا ہل جوت کر پیٹ بھرنا۔ یہ سب اس گناہ کی سزائیں ہیں۔ جو جنت میں باوا آدم اور مائی حوا سے صادر ہوا۔ ملاحظہ ہو کتاب پیدائش باب ۳ فقرہ ۱۴ تا ۱۹۔ مولانا مرحوم اپنے متانت آمیز لہجہ میں اس پر یوں تبصرہ فرماتے ہیں۔

اس کلام میں باوا آدم کے گناہ اندر کھانے گناہ و سزائے گناہ کا مفصل ذکر ہے۔ مرد کی سزا یہ ہوگی۔ کہ وہ زمین پر ہل جوت کر پسینے کی کمائی سے پیٹ بھرے گا۔ عورت کی سزا یہ ہوگی کہ وضع کے وقت تکلیف سے بچہ جنے گی۔ وغیرہ۔

اب سوال یہ ہے کہ عیسائی مرد و عورت جن کے گناہ بوجہ کفارہ مسیح کے معاف ہوگئے۔ ان کو یہ تکلیف ہوتی ہے یا نہیں یعنی عیسائی مرد محنت سے کماتے ہیں یا آسمانی مائدہ (المائدہ؟) ان پر اترتا ہے۔ عیسائی لیڈیاں وضع حمل کے وقت ہندو مسلم وغیرہ عورتوں کی طرح تکلیف اٹھاتی ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو ہمیں اس کی مثالیں بتائی جائیں اور اگر باوجود تسلیم کفارہ کے یہ دور نہیں ہوئی تو کہا جائے گا تو موزوں ہوگا ع تیلی بھی کیا اور دکھ اٹھایا۔ (۲۷ محرم ۱۳۵۰ھ)

رسالہ اصلاح (شیعہ) بابت ماہ صفر ۱۳۵۰ھ میں ایک تعزیہ کا معجزہ واقع موضع چندن پٹی نزد لہریا سرائے دربھنگہ شائع ہوا۔ آپ نے محترم مرحوم ڈاکٹر سید فرید سے اصل حالات دریافت کر کے شائع کئے اس پر لطیف فرماتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ایک زمانہ ہوا قادیان سے آواز اٹھی تھی ؎

کرامت گرچہ بے نام و نشان است　　بیا بنگر ز غلمانِ محمد"

آج اس شعر کو یوں ترمیم کر لیجئے ؎

کرامت گرچہ بے نام و نشان است　　بیا بنگر ز تابوتانِ کاغذ

رسالہ اصلاح شیعہ کھجوہ نے ایک مضمون لکھا۔ جس میں اس گئے گذرے زمانہ میں معجزات کا ثبوت دیا! معجزہ بھی کس کا! بے جان کاغذ تعزیہ کا! ہمیں کیا ضرورت کہ معجزے کا انکار کریں یا ہم کافر وافر یا نیچری پیچری ہیں؟ ہم تو معجزات پر ایمان رکھتے ہیں۔ اگر ثبوت کی تحقیق کرنا ہو تو انکار نہیں" پھر ذرا آگے فرماتے ہیں:۔

ناظرین یہ معجزہ دراصل ہمارے برادران احناف (صنف بدعت) کے جواب میں خوب موزوں ہوگا جو کہا کرتے ہیں۔ پیر صاحب نے ڈوبنے سے بارہ سال بعد ایک کشتی کو مع سواروں کے نکالا تھا۔ یہ معجزہ تعزیہ اس سے بڑھ گیا۔ کیونکہ وہ زندہ کا ہے اور یہ بے جان کا۔ پھر ہم معذرت کرتے ہیں کہ ہم معجزوں کے منکر نہیں۔ لیکن بے ثبوت بات کا قائل ہونا بھی ہماری عادت کے خلاف ہے ؎

مجھ میں ایک عیب بڑا ہے کہ وفادار ہوں میں　　(۲۱ جمادی الاول ۱۳۵۱ھ)

رسمی علوم میں آپ کا جو مرتبہ تھا اس کی تفصیلات کے لئے ایک دفتر کی ضرورت ہے۔ اس پر بڑی خوبی یہ کہ قدرت نے بصیرت بھی آپ کو کافی عطا کی تھی۔ جس کی علم کے میدان میں قدم قدم پر ضرورت ہے۔ ہماری جماعت کے مشاہیر اساتذۂ کرام مرحوم کی کتاب "ناقابل مصنف" پہ تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اس کتاب میں قابل مصنف مولانا ثناء اللہ صاحب نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تین مایۂ ناز کتابوں "براہین احمدیہ" "آئینہ کمالات اسلام" اور "چشمہ معرفت" پر جو ناقدانہ تبصرہ فرمایا ہے۔ قابلِ دید ہے۔ منطق و کلام و مناظرہ کے اصول و ضوابط کے استعمال و اجراء پر مصنف علام کو جو قدرتِ خداداد حاصل ہے۔ زیر نظر کتاب میں آپ نے اس سے پورا کام لیا ہے۔ الخ"

(مولانا) عبیداللہ رحمانی مبارکپوری، نذیر احمد املوی رحمانی، حکیم محمد بشیر مبارکپوری، عبدالجلیل رحمانی، عبیدالرحمن طالب رحمانی

(اہلحدیث ۲۰ راگست ۱۹۴۳ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکابر شیعہ میں ملا علی الحائری کی شخصیت مشہور و مسلم ہے ۔ آپ نے مولانا مرحوم کی عربی تفسیر پر جو تبصرہ فرمایا۔ اس میں آپ لکھتے ہیں ۔

فلعمری نعم المفسیر ونعم المفسر وذلك فکرہ الصائب وجاحدہ الخائب الخ

میرے دین کی قسم کیا ہی عمدہ تفسیر ہے اور کیا ہی اچھا مفسر ہے ۔ اور یہ کہ ان کی سمجھ درست اور ان کا مخالف خائب و خاسر ہے (اہلحدیث ۲۸ شعبان ۱۳۴۶ھ)

حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری دروازہ شیرانوالہ (مشہور عالم) آپ کے رسالہ "علم کلام مرزا" پر فرماتے ہیں ۔

اما بعد محترم المقام رئیس المناظرین الفاضل الاجل جامع المنقولات والمعقولات الملقب بہ شیر پنجاب الشیخ الحضرۃ مولانا ثناء اللہ مدظلہ کا وجود مسعود اس دور ابتلاء و افتتان میں مغتنمات سے ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں میدان جہاد باللسان میں ایک بڑا رتبہ عطا فرمایا ہے ۔ میرے خیال میں ہندوستان بھر میں اس فن میں ان کی نظیر کم ملے گی ۔

العارض احقر الانام احمد علی عفی عنہ (اہلحدیث ۳۰ ستمبر ۱۹۳۲ء)

مدراس کے ایک صاحب اخبار اہلحدیث کے چند پرچے بروقت نہ ملنے اور دفتر سے بھی تسلی بخش جواب نہ پانے پر ناراض ہو گئے ۔ اور اخبار کی خریداری بند کر دی اور ایک شکایتی خط مولانا سیالکوٹی کو لکھا ۔ مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی نے ان کو ایک طول طویل خط لکھا اور حضرت مولانا ثناء اللہ مرحوم کی شخصیت پر بہترین تبصرہ فرمایا ۔ چنانچہ میر سیالکوٹی فرماتے ہیں ۔

"آپ کو یہ خیال کرنا چاہیئے کہ ہم اخبار کے ورقوں کی قیمت ادا نہیں کرتے بلکہ اپنے فخر قوم، بلکہ فخر ملک اور سردار اہلحدیث پر سے چند پیسے نثار کرتے ہیں ۔ پانچ روپے سالانہ حضرت مولانا مدظلہ کے ایک ایک لفظ کی بھی قیمت نہیں ۔ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر ہم کو ہر سال یہ مژدہ مل جایا کرے کہ امسال لیلۃ القدر میں حکم جاری ہو گیا ہے ۔ کہ اس سال مولانا ثناء اللہ (عافاہ اللہ) کی جان فیض توامان سلامت رہے گی تو پانچ نہیں بلکہ پچاسوں روپے خیرات میں لگا دینے چاہئیں ۔

آہ میرے مخلص دوست !!! مولوی صاحب !! دور تک نظر اٹھایئے کیا کوئی دوسرا شخص اس قابلیت اور جامعیت کا جو ہر وقت پانچوں ہتھیار تیار ہو ۔ ہندوستان بھر میں نظر آتا ہے ۔ خوب پڑتال کر کے دیکھئے ہرگز نہیں ملے گا ۔ میری اس رائے کو محض فرط محبت پر مبنی نہ سمجھیں ۔ خدا کے فضل سے میری رائے غلو سے سلامت ہوتی ہے ۔ اور اس کی بنا واقعات پر ہو کر اعتدال پر ہوتی ہے الخ (۲۰ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکارمِ اخلاق کا آپ مجسمہ تھے۔ تحریر و تقریر میں ہمیشہ اخلاقِ محمدی کو سامنے رکھتے۔ کبھی کوئی ناجائز حملہ کسی پر نہ کرتے۔ تہذیب سے گرا ہوا کوئی لفظ اپنی زبان اور قلم پر نہ لاتے۔ اپنے نامہ نگاروں کو ہمیشہ جَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ اور اِدْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ السَّيِّئَةَ پر عمل پیرا ہونے کی تاکید شدید فرماتے۔ اخلاق کا یہ عالم کہ دفتر اخبار اہلحدیث میں مہمانوں کے لئے متعدد لحاف و بستر تیار رکھے رہتے۔ تاکہ بوقت ضرورت مہمانوں کو تکلیف نہ ہو۔ آپ کے دسترخوان پر بیشتر اوقات میں دو چار مہمان ضرور ہوتے۔ مولانا ہر ایک سے بہت ہی اخلاق و مروت سے ملتے۔ ہر ایک کی سنتے۔ حتی الامکان ہر ایک کے درد کا مداوا بنتے۔ ہر شخص یہی خیال کرتا کہ مولانا کی سب سے زیادہ عنایت مجھ ہی پر ہے۔

آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کے اجلاس مدراس میں ایک نوجوان مولوی عبدالعزیز کڈپوی نے استقبالیہ نظم پڑھی جس کا ایک شعر یہ بھی تھا ؎

کیا خوب ہوتا وہ بھی گر آج زندہ ہوتے عبدالعزیز نامی حسن البیان والے

اس شعر پر حاضرین جلسہ زار و قطار رونے لگے۔ خود مرحوم اور دیگر اکابر بھی بیحد متاثر ہوئے۔ حضرت مولانا مرحوم نے اٹھ کر نظم پڑھنے والے نوجوان کو سینہ سے لگا لیا اور بیحد دعائیں دیں۔ مرحوم کی دعاؤں ہی کا اثر تھا کہ یہ نوجوان اس قدر متدین، متقی بلکہ عالم دین ہوا۔ کہ اڑھائی ہزار احادیث کو بہ نوکِ زبان حفظ کر لیا۔ مگر صد افسوس کہ عمر نے وفا نہ کی اور صرف بائیس سال کی عمر میں دارِ فانی سے عالم جاودانی کو کوچ کر گیا۔ اللھم اغفرلھم وارحمھم۔ (تفصیلات در اہلحدیث ۱۲ ربیع الاول ۱۳۶۵ھ)

حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی تحریک اشاعتِ توحید و سنت کو پروان چڑھانا آپ نے اپنی زندگی کا نصب العین قرار دیا تھا۔ شہید ملت اور امیر المومنین سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہم سے آپ کو خاص عقیدت تھی۔ شہید قدس سرہٗ کا جب کبھی تحریراً یا تقریراً ذکر آتا۔ تو والہانہ انداز میں فرماتے۔ "اِسْمٰعِیْلُ وَمَا اَدْرٰکَ مَا اِسْمٰعِیْلُ" حضرت شہیدؒ کی سوانح حیات "حیات طیبہ" کو بڑی عقیدت کے ساتھ شائع کیا۔ اشاعتِ توحید کے لئے ملک بھر میں "بزم ہائے توحید" کی بنیاد ڈالی۔ بدعات مروجہ کی تردید کے لئے بخصوصیت سے توجہ دلاتے۔ ہزاروں پرزور بدعات کے لئے اشتہارات تقسیم کراتے مبلغین بھیجتے۔ اخبار اہلحدیث (مرحوم) میں جگہ جگہ یہ تفصیلات ملتی ہیں۔

اہل بدعت نے ۱۴ نومبر ۱۹۴۳ء کو آپ پر قاتلانہ حملہ کرا دیا۔ اس نازک موقع پر سب سے پہلا جملہ جو مرحوم کی زبان پر آیا یہ تھا۔ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ۔ رب کی قسم میں اپنی مراد کو پہنچ گیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد یہ شعر پڑھا ؎

ھل انتِ الا اصبع دمیت ؟ وفی سبیل اللہ ما لقیت !

صبر و تحمّل آپ کی رگ رگ میں پیوست تھا۔ معاندین کی سختیوں اور احمقانہ حرکات کا جواب آپ نے ہمیشہ صبر و شکیب سے دیا کبھی کسی سے بدلہ لینے یا اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کی کوشش نہیں کی۔ ایک دفعہ احباب نے خیال ظاہر کیا کہ آپ مخالفین اہل بدعت کے خلاف مدافعانہ مناسب کاروائی کریں۔ اس پر آپ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا۔

"جو شخص دینی و قومی خدمات کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہو۔ اُسے ہر عدو و خصیم کی مخالفت کا بخندہ پیشانی خیر مقدم کرنا اور مصائب و مشکلات کو خوشی سے جھیلنا چاہیئے۔ گھبرانا، مضطرب ہونا اور چھچھوراپن دکھانا بزدلوں، کمینوں، رذیلوں اور ناقص الایمان لوگوں کا کام ہے ہم تو لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ کے ماتحت اعدا سے بیرخی نہ کریں گے اور خلق و محبت سے اُن کے قلوب کو فتح کریں گے۔ (سیرۃ ثنائی صفحہ ۲۶۰)

آپ کے اخلاقِ حسنہ کا یہ اثر تھا کہ آریوں، سناتنیوں، سکھوں، عیسائیوں، مرزائیوں، بہائیوں وغیرہ کے مبلغ، پرچارک، اپدیشک، گیانی و دیارتھی، مشنری جو مولانا سے بحث و مناظرہ کیا کرتے تھے خاص طور پر آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوتے۔ ہمیشہ شوقِ ملاقات رکھتے اور بڑے تپاک و اخلاق سے ملتے۔ یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ حضرت مولانا مرحوم اپنے اخلاقِ حسنہ اور محبت سے سب کے دلوں کو مسخر کر لیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے دیگر اوصاف حسنہ کی طرح سخاوت کا وصف بھی آپ کے اندر بدرجۂ اتم رکھا تھا۔ ایثار آپ کو بہت ہی محبوب تھا۔ اسلامی، جماعتی، قومی، تبلیغی ضروریات سامنے آتیں تو دل کھول کر اُن پر پیسہ خرچ کرتے۔ مصنف سیرت ثنائی لکھتے ہیں۔

مولانا المحترم نے اپنی جیب خاص سے جماعت کی کافی سے زیادہ امداد فرمائی۔ جب بھی جماعت کو مالی امداد کی ضرورت ہوتی۔ آپ فراخدلی سے ایثار فرماتے۔ بسا اوقات جلسوں جلوسوں اور جماعتی اجتماعوں کے اشتہارات پوسٹر وغیرہ اپنے خرچ سے چھپواتے۔ بعض دفعہ مہمانوں اور مدعوین کی خوراک کے مصارف بھی آپ کے ذمہ ہوتے۔ ایک بار امرتسر میں چار سو افراد جماعت کا اجتماع ہوا۔ ان سب کے طعام و قیام کا خرچ آپ نے برداشت کیا اور تین روز تک ان کو اپنے یہاں مہمان رکھا۔ کئی مرتبہ جمعیتہ یا کانفرنس کو پمفلٹ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا ٹریکٹ چھپوانے کی ضرورت ہوتی۔ تو اس کا بوجھ ساری جماعت پر نہ ڈالتے۔ خود سہار لیتے اور اس میں کسی قسم کی تکلیف محسوس نہ کرتے ۱۹۳۰ء میں آپ نے اسی طرح کا بار اٹھا لیا۔ پندرہ ہزار ٹریکٹ شائع کرائے اور ان کا سیکڑوں روپے کا خرچ اپنی جیب سے ادا کیا۔ اسی طرح ۱۹۲۵ء میں دو صد روپے کے صرف سے کئی ہزار پمفلٹ چھپوائے اور جماعت کی طرف سے مفت تقسیم کئے۔ جماعت کے اکثر نادار طلبا آپ کے خرچ پر قرآن و حدیث کی تعلیم پاتے اور علوم دین کی تحصیل کرتے تھے۔ جماعت کے مساکین و یتامیٰ، بیوگان و محتاجوں پر آپ کی توجہ خاص طور پر رہا کرتی تھی۔ ایک بار تین اہل حدیث لڑکوں نے درخواست کی کہ وہ دینیات کی اعلیٰ تعلیم کے لئے فلاں فلاں مکتب میں جانا چاہتے ہیں۔ مگر ناداری و غربت تحصیل علم میں مانع ہے۔ آپ نے تینوں کا خرچ تنہا اٹھا لیا۔ (سیرت ثنائی صفحہ ۲۴۲)

مناظرانہ موضوع پر آپ کی زبان اور قلم کو جو دسترس حاصل تھی۔ اس کی مثال علماء معاصرین میں بہت کم ملے گی۔ تقریری مناظروں میں آپ کا بیان بے حد شستہ، دلنشین اور مہذب ہوتا۔ آپ کی اس خوبی کا نقشہ محترم مولانا عبدالرؤف صاحب جھنڈے نگری ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں۔

"اگر پورے دنیائے اسلام کے اکابر علماء کسی ایک مجلس میں جمع ہوں اور بیک وقت عیسائیوں، آریوں، سناتن دھرمیوں، ملحدوں نیچریوں، قادیانیوں، شیعوں، منکرین حدیث چکڑالویوں، بریلویوں، دیوبندیوں، ست دھرمیوں سے غرض ہر فرقے سے ایک ایک گھنٹہ مسلسل نو گھنٹے بحث و مذاکرہ کی نوبت آ جائے۔ تو عالم اسلام کی طرف سے کون کون ہستیاں ہوں گی۔ مجھے معلوم نہیں۔ لیکن پاکستان و ہندوستان برما اور لنکا۔ جزیرۂ جاوا اور سماٹرا کی طرف سے صرف ایک ہستی پیش ہو سکتی ہے۔ اور وہ حضرت شیخ الاسلام مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً کی تھی۔ آج ان کی رحلت کے بعد ہندوستان و پاکستان کی یہ سربلندی شاید باقی نہیں رہی۔ ان کے جاتے ہی بازار علمی کی یہ صدر نشینی بھی شاید اب ختم ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔" (ندائے مدینہ کانپور شیخ الاسلام نمبر)

غیر مسلموں سے تقریری مناظرات کے ذیل میں "مباحثہ جبل پور" نمایاں خصوصیات رکھتا ہے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے جناب ملا طیب علی رسول بھائی مندرجہ ذیل بیان دیتے ہیں:۔

"مولوی ثناء اللہ صاحب تمام پبلک کو مخاطب کر کے نہایت ہی فصاحت کے ساتھ تقریر فرماتے تھے۔ آپ کی تقریر مسلسل لفظی تکرار اور حشویات سے پاک نہایت شستہ اور پاکیزہ تھی۔ آپ کی آواز نہایت دلکش تھی۔ آپ کے سامنے فریق ثانی کا جواب دینا بالکل آسان اور معمولی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات تھی۔ ہاں اتنی بات ضرور تھی کہ کہیں کہیں آپ کی تقریر زیادہ عالمانہ ہو جاتی تھی۔ جس کو جبل پور کے ہندو سمجھ نہ سکتے تھے۔ اور کہیں کہیں آپ جواب اتنے مختصر لفظوں میں دیتے تھے کہ سوائے ذی علم لوگوں کے عوام کا سمجھنا ذرا مشکل تھا۔ آپ کا لہجہ معتدل تھا۔ آپ کا برمحل کسی شعر کا پڑھنا لطف دیتا تھا۔ (۲۰ اگست ۱۹۱۵ء اخبار اہلحدیث صلا "مناظرہ جبل پور" صلا)

تحریری مناظرانہ رنگ میں جب آپ قلم اٹھاتے تو کیا کہنا!؟ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ جواہرات کی ایک لڑی ہے جس کا حسن و جمال آنکھوں سے گذر کر دل میں پیوست ہوا چلا جاتا ہے۔ "رسالتِ محمدیہ" پر آپ کا قلم یوں گوہر افشانی کرتا ہے۔

"ہم مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ دنیا میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مختلف اوقات میں بشیر و نذیر آتے رہے۔ جو دنیا کے لوگوں کو مختلف زبانوں اور مختلف زمانوں میں وعظ نصیحت کرتے رہے۔ جن کو نبی، رسول، رشی، منی، ولی، شہید وغیرہ ناموں سے آج دنیا موسوم کرتی ہے۔ اس سلسلہ کے سب سے بڑے نبی یا رشی بلکہ مہارشی سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جو خدا کے حکم سے دینِ اسلام کے دنیا میں پھیلانے والے ہیں۔

آنحضرت عرب کے مشہور شہر مکہ شریف میں ۲۲ اپریل ۵۷۱ء میں پیدا ہوئے۔ نیک بختی اور پارسائی کے ساتھ جب چالیس سال کی عمر کو پہنچے تو خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کو سلسلۂ نبوت کا سرتاج بنایا گیا۔ آپ نے خدا کے حکم سے اس بات کا اعلان فرمایا کہ پہلے نبیوں، رشیوں نے میرے آنے کی خبر دی ہے۔ اَلَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ۔ یعنی محمد رشی۔ نبی کا ذکر توریت انجیل وغیرہ میں لکھا ہوا موجود ہے۔ توریت انجیل میں گو انسانی کلام کی ملاوٹ نظر آتی ہے۔ تاہم اصل کلام الٰہی کا پتہ بھی چلتا ہے۔ اسی طرح وید میں گو مختلف قسم کے اشعار ہیں۔ جو مختلف متکلموں کے مختلف خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ تاہم ان میں بھی اصلیت کا نشان ملتا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ حضرت محمد رشی صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت وید میں بھی خبر ملتی ہے۔ (دیباچہ "محمد رشی")

فقہی تنازعات پر آپ کی نظر بہت گہری ہوتی تھی۔ جہاں کہیں موقعہ ہوتا آپ افراط و تفریط سے بچ کر قلم اٹھاتے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"بہت سے مسائل اہلِ اسلام میں ایسے ہیں جن کو فرقہ وارانہ کشمکش نے اختلافی بنا رکھا ہے۔ حالانکہ وہ حقیقت میں اختلافی نہیں منجملہ مسئلہ علم فقہ کی عظمت اور فقیہ کی عزت ہے۔ کچھ شک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کہ حدیث شریف میں۔ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ
(خدا جس کے حق میں بھلائی چاہتا ہے۔ اس کو دین میں فقہ (سمجھ) سے بہرہ ور کرتا ہے) کے
ماتحت علم فقہ اشرف علم ہے۔ اہل حدیث اس علم کے اسی قدر مداح ہیں جس کا یہ علم مستحق ہے۔
باوجود اس کے فریقین (اہلحدیث اور اہل فقہ) میں نزاع کیوں۔ ہم علیٰ وجہ البصیرت بلاخوف
تردید کہہ سکتے ہیں کہ علماء محدثین بھی فقہ کے منکر نہ تھے نہ ہیں جن صاحب نے صحیح بخاری سمجھ کر
پڑھی ہوگی وہ ہمارے دعوے کی تصدیق کریں گے۔ مناسب ہے کہ قبل شروع مضمون ہم اس کو
مثال سے واضح کر دیں۔ علم تصوف ایک ایسا علم ہے۔ کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی ساری تعلیم
کا نچوڑ بس یہی ہے۔ پھر آج کل اس کے متعلق مدح اور مذمت ہیں جو طویل الذیل مباحثہ ہے
وہ کیوں؟ اس کے تصفیہ کے لئے بتانا مفید ہے۔ کہ اصل تصوف جو متفق علیہ ہے وہ کیا ہے
اور بناوٹی تصوف جو متنازعہ ہے وہ کیا ہے۔ اسی طرح علم فقہ ایک تو وہ ہے جو قرآن وحدیث
سے ماخوذ ہے۔ دوسرا وہ ہے جو محض خیالاتِ علماء ہیں۔ پہلی قسم متفق علیہ ہے دوسری مختلف فیہ
ان دونوں قسموں کی حقیقت جاننے کے بعد اصلیت کھل سکتی ہے کہ دراصل نزاع لفظی ہے۔
(دیباچہ فقہ اور فقیہہ)

مسلک اہل حدیث کی جو خدمات مرحوم نے انجام دی ہیں وہ ایسی نہیں ہیں جن کو بھلایا جاسکے
بلکہ یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ مرحوم کی ساری زندگی اہلِ حدیث مسلک کی اشاعت اور تقویت میں گذری۔ آپ
نے حالاتِ زمانہ کے پیش نظر جماعتی تنظیم کے لئے ایک "کل ہند اہلحدیث جمعیت" قائم کرنے کی تحریک
چلائی۔ بالآخر ماہِ دسمبر ۱۹۰۶ء میں بمقام آرہ اہلحدیث کا جلسہ منعقد ہوا۔ اور اکابر علماءِ اہلِ حدیث کی موجودگی
میں "آل انڈیا اہلِ حدیث کانفرنس" کو قائم کیا گیا۔ اور باتفاق رائے کانفرنس مذکور کے صدر نشین حضرت
عارف باللہ حضرت مولانا حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری قدس اللہ سرہ العزیز (المتوفی ۱۷/صفر
۱۳۳۷ھ مطابق ۲۶/نومبر ۱۹۱۸ء) قرار پائے۔ اور ناظم اعلیٰ حضرت مولانا ابوالوفاء مرحوم مقرر کئے گئے۔
اور صدر دفتر قائم کرنے کے لئے شہر دہلی کو منتخب کیا گیا۔ اس کانفرنس کا پہلا سالانہ جلسہ ۱۹۱۲ء میں
منعقد ہوا۔ پھر دوسرا جلسہ امرتسر میں ہوا اور بعد ازیں ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں اس
کانفرنس کے تبلیغی اجتماعات ہوئے۔ جن میں پشاور، علی گڈھ، کلکتہ، کانپور، مدراس، آگرہ،
بنارس، ملتان، گوجرانوالہ، چھپرا، مئو، شکراوہ، فتح گڈھ، وغیرہ کے اجتماعات تاریخی
حیثیت رکھتے ہیں۔ نیز کانفرنس مذکور کی زیرِ نگرانی واعظین اور مبلغین کی ایک جماعت مقرر کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس نے ملک کے گوشہ گوشہ میں توحید و سنت کی آواز کو پہنچایا ۔ اس اہم تبلیغی پروگرام کی تکمیل کے لئے باری تعالیٰ نے اہل علم کی ایک بڑی جماعت کو آپ کا ہمنوا بنایا اور دولتمندوں میں حافظ شیخ حمید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے حاتم دوراں کو اہل حدیث کانفرنس کا مدیح مدوان قرار دیا۔ حضرت مولانا مرحوم اور حافظ صاحب مغفور کے اسمائے گرامی مسلک اہل حدیث ہند کی تاریخ میں ہمیشہ نمایاں رہیں گے جس طرح مولانا مرحوم نے اپنی تمام علمی، دماغی، عملی قابلیتوں کو اس مسلک کی ترویج و اشاعت کے لئے وقف کر دیا تھا۔ اسی طرح جناب شیخ حافظ حمید اللہ مرحوم رئیس اعظم پنجابیان دہلی نے توحید و سنت کی اشاعت کے لئے اپنی تجوریوں کے منہ کھول دئے ۔ جیب خاص سے ہزار ہا روپیہ سالانہ کانفرنس پر صرف کر دیتے تھے ۔ بہت سے اسلامی مدارس و مکاتب کو ماہانہ امداد دیتے ۔ کئی مدارس کی عظیم الشان عمارتوں پر جیب خاص سے بہت کافی رقمیں خرچ کیں ۔ مدرسہ محمدیہ قصبہ باڑی ریاست دھولپور اور دار العلوم شکرآوہ کی عظیم الشان عمارتیں اپنے بانی مرحوم کی زندہ یادگاریں ہمارے سامنے ہیں ۔

حافظ صاحبؒ اور مولانا مرحوم کے کارہائے نمایاں کی تفصیلات کے لئے ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے ۔ مرحومین نے اہل حدیث کانفرنس کے زیر اہتمام جماعت اہل حدیث کے تنظیمی سلسلہ کو وسیع کیا۔ سارے ملک میں جماعت اہلحدیث کی تبلیغی انجمنوں کا جال بچھا دیا۔ بیشمار کتابیں اور رسائل توحید و سنت کی تبلیغ کے سلسلہ میں شائع کر کے مفت تقسیم کئے ۔ حافظ صاحب مرحوم نے استاد الہند حضرت شاہ ولی اللہ اور آپ کے صاحبزادگان رحمۃ اللہ علیہم کے تراجم قرآن مجید کو بہترین شکل میں بصرف زر کثیر شائع کرا کر تقسیم کیا ۔ خود مولانا مرحوم نے اس مسلک پر بہت سی یادگاری تصنیفات چھوڑی ہیں ۔

اسی پر بس نہیں بلکہ جہاں ملک میں کہیں افراد جماعت کو عقائد حقہ کی بنا پر ستایا گیا اس پر ان حضرات نے ہر ممکن طاقت سے پوری توجہ دی ۔ مظلوم اہلحدیث بھائیوں کو اس سلسلہ میں قانونی معلومات بہم پہنچانے کے لئے کتاب فتوحات اہل حدیث شائع کی جس میں ان تمام مقدمات کے فیصلہ جات کی نقول کو جمع کیا جو چیف کورٹ و ہائی کورٹ اور پریوی کونسل ولایت تک سے بحق اہل حدیث ہوئے ہیں ۔

حضرت مولانا مرحوم کے شباب کا زمانہ ہندوستان میں مذہبی بحث مباحثوں کا زمانہ ہے جبکہ ایک طرف عیسائی مشنریاں پوری طاقت سے ہندوستان میں اپنی تبلیغ کا جال پھیلا رہی تھیں ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری طرف آریہ سماجی اسلام کی مخالفت میں اپنی پوری طاقت صرف کر رہے تھے۔ مزید مصیبت یہ کہ خود مسلمانوں میں نیچریت، مرزائیت، چکڑالویت جیسی نت نئی تحریکات جنم لے رہی تھیں۔ ہمارے مرحوم نے ہر مورچہ پر اسلام کی طرف سے مدافعت کی۔ اس جہاد باللسان کے قلمی خاکے آپ کی مصنفات کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہیں۔

مرزائیت کے سیلاب کو روکنے کے لئے قدرت نے آپ سے سدِ سکندری کا کام لیا۔ خود مرزا غلام احمد قادیانی صاحب آپ کی مخالفانہ جدوجہد کا جواب دینے سے اس قدر تنگ اور عاجز ہوئے کہ "جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائے گا" کی پیشین گوئی کر ڈالی۔ جو حرف بحرف پوری ہوئی اور مرزا صاحب حضرت مولانا مرحوم کی زندگی ہی میں عالمِ آخرت کو سدھار گئے۔

اہل قرآن کا حضرت مولانا نے ناطقہ بند کیا۔ سر سید مرحوم کے دوراز کار، فاسد خیالات پر آپ نے اپنی تصنیفات میں موقع بموقع بہترین تبصرہ کیا۔ شیعوں، بہائیوں، خاکساریوں، مودودیوں پر بھی آپ نے بہترین ناقدانہ مقالہ جات تحریر فرمائے ہیں۔

اہل حدیث کانفرنس کے علاوہ جماعت کو جب اور جہاں بھی آپ کی خدمات کی ضرورت ہوتی۔ حتی الامکان آپ ضرور وہاں پہنچتے۔ اس سلسلہ میں قرب و بعد کو خاطر میں نہ لاتے۔ صدہا مثالیں اس قسم کی موجود ہیں۔ جن کی تفصیلات ایک مستقل تصنیف چاہتی ہیں۔ اور ذاتی طور پر میرے سامنے میرے علاقہ کی انجمن اہل حدیث میوات کی تاریخی مثال موجود ہے۔

اس انجمن کا تبلیغی اجتماع ایک غیر معمولی ماحول میں منعقد ہونے والا تھا۔ اراکین انجمن فیصلہ کر چکے تھے کہ اس اجتماع کی صدارت حضرت مولانا امرتسری (مرحوم) فرمائیں گے۔ چنانچہ آپ سے خط وکتابت کی گئی۔ لیکن آپ کو کچھ خانگی مجبوریاں لاحق تھیں۔ ادھر علاقہ کے مسلمانوں کا اصرار تھا کہ مولانا ضرور تشریف لائیں۔ آخر بمشورہ جناب شیخ حافظ حمید اللہ صاحب (مرحوم) بزرگوارم جناب مولانا حکیم عبدالشکور صاحب ناظم انجمن مذکور آپ کی تشریف آوری کی منظوری لینے کے لیے (مرحوم) کی خدمت میں امرتسر پہنچے۔ حکیم صاحب کی اس بالمشافہ درخواست کا مرحوم نے ایسا اثر لیا۔ کہ خانگی مجبوریوں کو زبان تک نہ لائے۔ بلکہ فوراً بطیب خاطر درخواست کو شرف قبولیت بخشا۔ ۱۵، ۱۶ شوال ۱۳۵۰ھ کو یہ عظیم الشان تبلیغی اجتماع قصبہ شکراوہ ضلع گوڑگاوہ میں مرحوم کی صدارت میں منعقد ہوا۔ میوات کی تاریخ میں اتنا بڑا کامیاب اجتماع نہ پہلے ملتا ہے نہ بعد کے آنے والے سالوں میں۔

خادم (مؤلف) نے ایک طویل استقبالیہ قصیدہ پیش کیا۔ جس کے چند بند یہ ہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنا میوات کا خطہ گلستاں کس کی آمد سے
ہوا ہے غیرت گلزار رضواں کس کی آمد سے
نظر آتا ہے ہر اک مست و نازاں کس کی آمد سے
ہر اک ذرہ ہے رشکِ مہرِ تاباں کس کی آمد سے

جدھر دیکھو اُدھر باراں رحمت فضلِ باری ہے
فضائے دلربا ہے ہر طرف بادِ بہاری ہے

چونکہ مرحوم کے علاوہ بیشتر اکابر علماء اہلِ حدیث حضرت العلام مولانا ابوالقاسم بنارسی رحمۃ اللہ علیہ، بلبلِ چمنستانِ حدیث جناب مولانا عبدالتواب علی گڑھی رحمۃ اللہ علیہ ادیب ملت حضرت مولانا محمد سورتی رحمۃ اللہ علیہ جیسے باکمال حضرات اور حافظ عبداللہ جیسی مایۂ ناز ہستیاں موجود تھیں۔ ان وجوہات کی بنا پر کم از کم میرے لئے یہ اجتماع ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ استقبالیہ قصیدے کے آخری شعروں میں ایک شعر یہ تھا ؎

مرے اللہ ان کی عمر عمرِ جاوداں کر دے
مرے مولا انہیں دونوں جہاں میں کامراں کر دے

"عمرِ جاوداں" پر حضرت مولانا مرحوم (۱۲ ربجادی الاول ۱۳۵۱ھ) نوٹ دیتے ہیں۔
"مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ"

آج اس منظر کو پورے بائیس سال ہونے کو ہیں۔ مرحوم کی تشریف آوری، آپ کے کلماتِ طیبات عالمِ خیال میں سامنے آتے ہیں۔ اور اس منظر کی یاد سے دل بے قرار ہو جاتا ہے۔ آنکھیں پرنم ہو کر رہ جاتی ہیں۔ نہیں معلوم تھا کہ خود میں اپنی قلم سے پورے بائیس سال بعد ان تاریخی مناظر کی یاد دہراؤں گا! مگر کن حالات میں؟ کہ سارا نقشہ ہی بدل گیا ہوگا۔ مرحوم جنت کو سدھار گئے ہوں گے۔ آہ۔ ثم آہ ؎

چمن کے تخت پر جس دم شہِ گل کا تجمل تھا
ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی اک شور تھا غل تھا
تبا تا باغباں رو رو یہاں غنچہ یہاں گل تھا

علمائے توحید اور جملہ اہل اللہ کی توقیر و عزت کرنا آپ کا ہمیشہ کا دستور تھا۔ حضرت مولانا عبیداللہ سندھی جب اپنی جلاوطنی کے بعد آزادانہ ہندوستان میں تشریف لائے اور ملک میں جگہ جگہ ان کے شایانِ شان استقبال ہوا۔ تو آپ نے بھی موصوف کو امرتسر میں مدعو فرمایا اور خاص اہتمام کے ساتھ آپ کا حقِ احترام ادا کیا۔

کسی عالم باللہ کی وفات حسرت آیات کی خبر آتی۔ تو مرحوم بے چین ہو جاتے اور بڑی دلسوزی کا اظہار فرماتے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد انصاری ساکن دیوریہ کی وفات پر موصوف لکھتے ہیں۔

"مرحوم مناظرِ دیوریہ کے متقلم پکے موحد، متبع سنت تھے جن کے دیکھنے سے خدا یاد آتا تھا۔ باوجود زاہد عابد ہونے کے تصنیف میں بڑی دلچسپی ہوتی تھی۔ آج بافسوس ہم اُن کی وفات کی اطلاع دیتے ہیں"

حضرت مولانا ابراہیم آروی، حضرت مولانا عبد اللہ صاحب غازیپوری، حضرت مولانا عبد العزیز رحیم آبادی۔ حضرت مولانا شمس الحق صاحب ڈیانوی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کو یاد فرماتے تو آنکھیں پُرنم ہو جاتیں۔ ان سب کی وفات پر بڑے دلسوز مقالے لکھے۔ جماعتی اجتماعات میں اخبار اہل حدیث کے نئے سال پر درد دل کے ساتھ ان بزرگوں کو یاد فرماتے۔ اور ان لفظوں میں اپنی باطنی کیفیت کا اظہار کرتے ؎

غالب ہے نہ شیفتہ، نہ نیّر باقی — وحشت ہے نہ سالک ہے نہ انور باقی
حالی اب اسی کو بزم یاراں سمجھو — یاروں کے جو کچھ داغ ہیں دل پر باقی

(اہلحدیث ۳ جنوری ۱۹۴۷ء)

ظرافت: قدرت نے آپ کی طبیعت کا جزو ثانیہ بنائی تھی۔ ظرافت آمیز باتوں میں بڑے بڑے اہم مسائل پر اظہار خیال کر جاتے۔ خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی کے ایک مقالہ پر لکھتے ہیں۔

"خواجہ صاحب دہلوی خوش مزاج اور خوش اخلاق بزرگ ہیں۔ آپ بہت سے مریدوں کے پیر ہیں اور بہت سے لیڈروں کے مولانا ہیں۔ صوفیوں میں آپ صوفی بھی ہیں علماء میں آپ ایسے عالم ہیں کہ قلم اور زبان سے فتویٰ تکفیر سنا دیتے ہیں (اخبار پیام صلح ۲۳ اگست ۱۹۴۷ء صفحہ ۵) غرض یہ شعر آپ کی زبان سے خوب سجتا ہے ؎

رند بھی ہوں میں پارسا بھی ہوں — مری نگاہ میں ہیں رند و پارسا اک ایک

(یکم ستمبر ۱۹۴۷ء)

مسلمانان ہند کی سیاسی رہنمائی کے لئے جمعیت علمارِ ہند بمقام لکھنؤ آپ ہی کی تحریک سے وجود میں آئی۔ لکھنؤ کے اجتماع میں خاطر خواہ اس سلسلہ میں کامیابی نہیں ہوئی۔ مگر ایک دوسرے موقع پر آپ نے اس تحریک کو پھر اٹھایا اور جمعیۃ العلماء کا ایک مختصر سا ڈھانچہ بن گیا جس کا ایک اجلاس آپ ہی کی دعوت پر امرتسر میں بتاریخ ۲۶ محرم ۱۳۳۸ھ منعقد ہوا۔ آپ نے صدر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استقبالیہ کی حیثیت سے مندرجہ ذیل خطبہ دیا۔ جس سے جمعیۃ علماء ہند کی تاسیس و تاریخ پر پوری روشنی پڑتی ہے۔

برادرانِ اسلام! اسلام خدا کا سچا دین ہے۔ جملہ انسانوں کی ہدایت کے لئے آیا ہے۔ اس لئے انسانوں کو اُن کی جملہ ضروریات میں ہدایت کرتا ہے۔ عقائد صحیحہ عبادتِ خالصہ سکھاتا ہے۔ اخلاق فاضلہ کے علاوہ سیاسیات کی تعلیم بھی دیتا ہے۔ اسی لئے خلافت راشدہ کے زمانہ میں یہ سب کام علماء اسلام کے ذمے ہوتے تھے۔ یعنی علماء اور فقہاء ہی مفتی قاضی وغیرہ ہوتے تھے۔ بلکہ وزرائے سلطنت اور افسران فوج بھی علماء ہی ہوتے تھے۔ ہندوستان میں جب ہر قسم کی تحریکات جاری ہوئی تو سیاسیات نے بھی ظہور کیا۔ مذہبی طبقہ میں ضرورت محسوس ہوئی کہ سیاسیات کو مذہبی رنگ میں دکھانے کے لئے علماء کی جماعت قائم ہونی چاہیئے۔ جس کی تفصیل یہ ہے

جن دنوں وزیر ہند مارلے ہندوستان میں آئے تھے۔ جن کی یاد میں منٹو مارلے سکیم مشہور ہے۔ لکھنؤ میں علماء کی ایک مجلس جب تحریک مولانا عبدالباری صاحب منعقد ہوئی۔ پنجاب سے مجھے بلایا گیا۔ مجلسِ مذکور میں تجویز پاس ہوئی کہ علماء کا ایک وفد وزیر ہند کی خدمت میں مسلمانوں کی مذہبی ضروریات پیش کرے۔ چنانچہ یہ وفد پیش ہوا۔ میں اس کی تفصیل میں نہیں جاتا۔ صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اسی مجلس علماء ہی میں میں نے یہ تجویز پیش کی کہ سیاسیات میں مذہبی رہنمائی کرنے کے لئے علماء کی ایک جماعت ہمیشہ کے لئے منظم ہونی چاہیئے۔ متواتر دو روز اس تجویز پر بحث ہوتی رہی۔ مگر خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی۔ اس کے بعد دہلی میں ایک تبلیغی جلسہ ہوا۔ جس میں میں بھی شریک تھا۔ بعد فراغت خاص اصحاب کی مجلس میں میں نے یہ تحریک کی کہ ہمیشہ کے لئے علماء کی ایک جماعت منظم ہونی چاہیئے۔ اس جلسہ میں مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی کے علاوہ اور کئی ایک اصحاب میرے ہمراہ شریک تھے۔ انہوں نے میری تائید کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جمعیۃ العلماء کا ایک خام سا ڈھانچہ تیار ہو گیا۔ جس کے صدر مولانا کفایت اللہ صاحب اور ناظم مولانا احمد سعید صاحب مقرر ہوئے۔ اس کے تھوڑے عرصہ بعد امرتسر میں مسلم لیگ کا جلسہ ہونے والا تھا۔ اسی امید پر میں ان دونوں صاحبوں کو جمعیۃ علماء کی تحریک کو کامیاب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنانے کے لئے امرتسر آنے کی دعوت دے دیا تاکہ امرتسر میں اعیانِ اسلام کو جمعیۃ العلماء میں شرکت کی تحریک کی جائے۔ اسلامیہ اسکول کی ایک کوٹھری میں ان دونوں صاحبوں کے قیام کا انتظام کیا گیا۔ ان کے ساتھ تیسرا میں (داعی) ہوتا۔ یہ کوٹھری کیا تھی۔ گویا غارِ ثور کا ایک نمونہ تھی۔ ہاں ان دونوں مقاموں میں امتیاز یہ تھا کہ وہاں دو پاک ہستیاں تشریف فرما تھیں اور یہاں دو تین گنہگار مغفرت کے امیدوار بیٹھے تھے۔ جمعیۃ کے اسی ثوری اجلاس میں پہلا ریزولیشن مولانا محمود الحسن صاحب مرحوم نور اللہ مرقدہ کے متعلق پاس ہوا جس کی تفصیل یہ ہے۔

حضرت ممدوح اگرچہ ان دنوں جزیرہ مالٹا میں اسیر فرنگ تھے۔ تاہم اپنے شاگردوں کے پاس تشریف لاکر فرماتے تھے کہ میرے بچو میری رہائی کے لئے کوشش کرو۔ کیسے تشریف لاتے تھے؟ جیسے عرب کا شاعر جو جیل میں محبوس تھا۔ اسی حالت میں اپنی محبوبہ کا وہاں پہنچ جانا بیان کرتا ہے۔ ؎

عجبت لمسراها وانى تخلصت لدى وباب السجن دونى مغلق

شاعر کہتا ہے کہ میں حیران ہوں۔ باوجودیکہ میں جیل میں محبوس ہوں اور جیل کا دروازہ بھی بند ہے۔ تاہم میری محبوبہ میرے پاس پہنچ جاتی ہے۔ اسی طرح حضرت ممدوح تشریف لاتے ہیں اور اپنے خادموں کو خوابِ غفلت سے بیدار فرماتے ہیں۔ اسی بیداری کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان اصحاب ثلاثہ میں سب سے پہلے یہ تجویز پاس ہوئی کہ حضرت ممدوح کی رہائی کے لئے وسرائے کو تار کیا جائے۔ تار کے خرچ کا اندازہ ۳۰ روپئے کیا گیا۔ یہاں میں پہنچ کر بڑی مسرت کے ساتھ یہ بات ظاہر کرتا ہوں۔ کیونکہ میں اس امر کو اپنے لئے باعثِ عزت اور موجب نجات جانتا ہوں کہ تار کا سارا خرچ میں نے ادا کیا۔ تقبل الله سعينا۔

یہ تھی جمعیۃ العلماء کی پہلی میٹنگ اور پہلا ریزولیشن۔ جو دراصل آئندہ کے لئے ایک بنیادی پتھر تھا۔ یہاں چونکہ مولانا محمود الحسن صاحبؒ کا ذکر آگیا ہے۔ اس لئے میں ممدوح کی شخصیت کے متعلق چند فقرے عرض کر دوں تو بیجا نہ ہوگا۔

"موصوف بڑے پایہ کے عالم تھے۔ ہر فن کی تعلیم دیتے تھے۔ مگر حدیث کے ساتھ آپ کو خاص اُنس تھا۔ میرا چشم دید واقعہ بلکہ روزانہ کے واقعات ہیں۔ کہ آپ جس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوکی پر حدیث کی کتاب رکھ کر پڑھاتے تھے۔ منطق اور فلسفہ کی کتابیں اس پر نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ نیچے رکھتے تھے۔ یہ واقعہ میں اپنی ساری مدتِ تعلیم میں دیکھتا رہا بحقِ حدیث آپ کے حُسنِ عقیدہ کا اظہار ان اشعار میں کروں تو بجا ہے۔ آپ گویا زبان حال سے فرماتے تھے ؎

کیا تجھ سے کہوں حدیث کیا ہے؟ | وردِ دہنِ مصطفےٰ ہے
صوفی و عالم و حکیم دینی | کرتے رہے اسی کی خوشہ چینی
بابا کے ہاں سے کون لایا | جس نے پایا یہیں سے پایا

آپ کی شخصیت کا ذکرِ خیر گورنمنٹ کی شائع کردہ رولٹ کمیٹی کی رپورٹ میں بھی ملتا ہے۔ میں یہ فقرہ بھی عرض کروں تو بجا ہے۔ کہ ممدوح کو میرے ساتھ اپنی اولاد کی طرح محبت تھی۔ اسی لئے بڑے بڑے مباحثوں میں جہاں اکابرِ دیوبندیہ کا دخل ہوتا۔ مباحثہ اس خاکسار کے سپرد کیا جاتا جیسے مباحثہ نگینہ اور رام پور وغیرہ۔

ہاں میں اوپر ذکر کر آیا ہوں کہ جمعیۃ العلماء کا پہلا ریزولیوشن مولانا موصوف کی رہائی کے متعلق پاس کیا گیا۔ خدام نے تار بھیجنے ہی پر کفایت نہیں کی بلکہ دعا کے ذریعہ بھی خدا سے استعانت کرتے رہے۔ گویا مرزا غالب کا یہ شعر وردِ زبان تھا ؎

میرے دل میں ہے غالبؔ شوقِ وصل و شکوۂ ہجراں | خدا وہ دن کرے جو اُس سے میں یہ بھی کہوں وہ بھی

بفضلہ تعالیٰ نتیجہ یہ ہوا کہ جمعیۃ العلماء کے جلسہ دہلی کے صدر آپ ہی منتخب ہوئے۔ گو علالت کی وجہ سے جلسہ میں شریک نہ ہو سکے تاہم بحکم ؎

"صدر ہر جا کہ نشیند صدر است"

گویا آپ ہی صدارت فرما رہے تھے اس کے بعد جمعیۃ العلماء بعنوانِ اَنْبَتَهَا اللّٰهُ نَبَاتًا حَسَنًا ایسی بڑھی کہ اس کا سایہ سارے ملک میں پھیل گیا پشاور سے کلکتہ تک اس کے جلسے ہوتے رہے۔ بڑے بڑے سیاسی امور میں اس نے رہنمائی کی۔ جمعیۃ کی کارگزاریوں میں سے ایک کارگذاری بطور نمونہ پیش کرتا ہوں۔ دہلی کے جلسہ میں میں نے تجویز پیش کی تھی کہ آئندہ حصول سوراج کے موقع پر مسلمانوں کو اختیار ہونا چاہیئے کہ وہ اپنا نظامِ شرعی الگ قائم کر سکیں۔ یعنی ضروریات قومی اور مذہبی کے لئے مسلمانوں کی شرعی عدالتیں قائم کی جائیں۔ جو حسبِ قانونِ شریعت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیصلہ کیا کریں۔ اس ریزولیوشن پر بحث ہوتی رہی۔ مگر بعض ممبران کی مخالفت کی وجہ سے کامیابی نہ ہوئی۔ مخالف ممبر بھی نیک نیت تھے۔

اس کے بعد لاہور میں زیر صدارت مولانا ابوالکلام آزاد جمعیۃ کا جلسہ منعقد ہوا۔ میں نے یہ ریزولیشن پھر پیش کیا۔ حسن اتفاق سے میرے ہم رائے ممبران مولانا ابراہیم سیالکوٹی وغیرہ بھی اس اجلاس میں شریک تھے۔ ان کی تائید سے یہ ریزولیشن پاس ہو کر بدستخط اخبار الجمعیۃ میں شائع ہو گیا۔ اس کے علاوہ وہ سیاسی فتویٰ بھی مشہور ہے۔ جس پر جمعیۃ نے بڑی بڑی قربانیاں دیں۔ شہر امرتسر بھی قربانی دینے میں پیچھے نہیں رہا۔ خدا اُن قربانیوں کو قبول کر کے اُن میں برکت بخشے۔ جمعیۃ العلماء کا بڑا جلسہ ماہ مارچ میں بمقام لاہور ہونے والا ہے۔ جس کی تمہید کے طور پر امرتسر میں ایک جلسہ ہو رہا ہے۔ اس کے صدر مولانا احمد سعید صاحب قرار پائے ہیں۔ میں مجلس استقبالیہ کی طرف سے ان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ کہ موصوف کرسی صدارت کو عزت بخشیں۔ اور اپنے خطبۂ صدارت سے حاضرین مجلس کو محظوظ فرمائیں ؎

میر جمع ہیں احباب دردِ دل کہہ لے پھر التفاتِ دلِ دوستاں رہے نہ رہے

آخر میں مجلسِ استقبالیہ کی طرف سے حاضرین اور سامعین کے جلسہ میں شریک ہونے کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ○ ابوالوفاء ثناء اللہ صدر مجلس استقبالیہ امرتسر

(اہلحدیث امرتسر ۲۶ء ۲۶ محرم ۱۳۴۴ھ)

جمعیۃ العلماء ہند کے علاوہ مرحوم اور بھی دیگر قومی سیاسی مجالس میں شریک ہوتے تھے۔ آپ ندوۃ العلماء کے ایک عرصہ تک رکن رہے۔ بلکہ بقول آپ کے ندوۃ العلماء آپ کی دستار بندی ہی کے اجلاس میں بمقام کانپور ۱۳۱۱ھ میں قائم کیا گیا۔ اسی تعلق کا نتیجہ تھا کہ مرحوم جب کبھی بسلسلہ تبلیغ اضلاع یوپی میں تشریف لے جاتے تو دارالعلوم ندوہ میں حاضری کے لئے ضرور کوشش فرماتے۔ حضرت العلامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ مرحوم مدرسہ میں تشریف لائے۔ میں درس میں تھا۔ ان کو آتا دیکھ کر اُن کی طرف لپکا۔ مگر مرحوم نے میرے بجائے سبقت استاذی شمس العلماء مولانا حفیظ اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف کی اور حدیث کا یہ ٹکڑا پڑھا کبر الکبر یعنی بڑے کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑائی دو۔ مرحوم کبھی کبھی قومی جلسوں میں بھی شرکت کرتے تھے ۱۹۱۲ء میں ندوہ کی تحریک اصلاح کے سلسلہ میں جب حکیم اجمل خاں مرحوم کی دعوت پر دہلی میں ایک عظیم الشان اجلاس ہوا۔ جس میں سارے ہندوستان کے مسلمان نمائندے شریک تھے تو مولانا شبلیؒ کی تحریک پر مرحوم ہی صدر مجلس قرار پائے تھے ۱۹۱۹ء میں جب تحریک خلافت کا پہلا ابتدائی جلسہ لکھنؤ میں ہوا۔ جس میں سارے ملک کے اکابر و مشاہیر جمع تھے۔ اس میں بھی مرحوم شریک تھے ۱۹۲۵ء کی جمعیۃ العلماء کے اجلاس کلکتہ میں جس میں اس خاکسار کی صدارت تھی مرحوم موجود تھے۔ (معارف)

ہندی مسلمانوں کے علاوہ دیگر ممالک کے مسلمانوں سے بھی آپ کو گہری حقیقی دلچسپی تھی۔ اٹلی والوں نے جب مسلمانانِ طرابلس کو مشقِ ستم بنایا اور ان پر مظالم کے پہاڑ توڑے تو مرحوم نے بڑی دلسوزی کے ساتھ لکھا۔

اخوانِ طرابلس سے ایک ٹریکٹ عربی زبان میں چھپا ہوا ہندوستان کے اسلامی اخباروں میں آیا ہے۔ اس ٹریکٹ میں اٹلی کے وہ مظالم لکھے ہیں جو بقول اخوت طرابلسیہ اقوام یورپ ہی کے لئے نہیں نسل انسانی کے لئے بھی موجب شرم ہیں۔ سنوسیؒ خانقاہ جہاں اللہ اللہ کہنے والے رہتے ہیں اس کو شراب خانہ بنایا گیا۔ بڑے بڑے مقدس لوگوں کو ہوائی جہازوں پر بٹھا کر اوپر سے زمین پر گرا دیا گیا۔ اس پر فوجی لوگ ہنستے اور کہتے۔ " فلیات محمد ذالك البدوی الذی امرکم بالجهاد ویخلصکم من ایدینا " محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عرب کے پاس آوے۔ جس نے تمہیں جہاد کرنا سکھایا ہے۔ وہ تم کو ہمارے ہاتھوں سے چھڑائے۔ یہ سارے واقعات دل ہلا دینے والے ہیں۔ ہم مسلمانانِ ہندوستان اگر اپنی حالت پر غور کریں تو طرابلسی برادران سے بھی زیادہ ذلیل حالت میں ہیں۔ تاہم حقِ اخوت ادا کرنا ہم پر فرض ہے۔ جس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ہم خداوند مالک الملک سے بالحاح وزاری دعا کریں کہ اے مالک الملک ذوالجلال والاکرام تو مظلوم طرابلسی بندوں کی مدد کر اور ان کے دشمنوں کو مغلوب کر (۲۹ رمئی ۱۹۳۱ء)

اقوامِ ہند کے باہمی خطرناک جنگ و جدال کو دیکھ کر مرحوم ہر وقت کبیدہ خاطر رہتے۔ ایک موقع پر لکھتے ہیں :-

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخر یہ جنگ وجدل کب تک رہے گی۔ کیا ہمارا ملک اسی مصیبت میں مبتلا رہے گا۔ کیا اس کی اسی طرح گت بنتی رہے گی۔ کیا یہ ملک کسی بیرحم محبوب کو مخاطب کر کے یہی کہتا رہے گا۔ ؎

یہ دل بنا ہے تری چشم فتنہ زا کے لیے ہمارا ہوتا تو رہتا ہمارے سینے میں

ہاں ضرور یہی حالت رہے گی۔ بلکہ خطرہ ہے کہ کہیں اس سے بھی زیادہ نہ ہو جائے اس لئے کہ ہندوستانی قوموں نے باوجود مذہبی کہلانے کے اپنے مذہب اور دھرم کو چھوڑ دیا ہے، ہمارا خیال ہے کہ ہندوستان کی مختلف قومیں ہندو مسلم، سکھ، عیسائی وغیرہ اپنے اپنے مذہب کی ہدایت کے پورے پورے پابند ہو جائیں تو نہ کوئی لڑائی ہو نہ فساد۔

کیونکہ جہاں تک اخلاقی حصہ ہے۔ ہر مذہب میں کم و بیش اس کی ہدایت ملتی ہے۔ لیکن اب تو یہ حالت ہے ؎

ہندو نئے نئے ہیں مسلمان نئے نئے (اہلحدیث ص ۱۶ ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ)

آخری ایام حضرت مرحوم کے جن حالات میں گذرے وہ ایک مستقل داستان ہے۔ اگست ۱۹۴۷ء میں جملہ باشندگان پنجاب کو جن حوادث و مصائب سے دوچار ہونا پڑا۔ اُن سے مولانا مرحوم کیسے بچ سکتے تھے۔ مرحوم کا علمی خزانہ اور اکلوتا بیٹا فسادات کی نذر ہوا۔ مرحوم تباہ حال و مصیبت زدہ ہو کر گوجرانوالہ پہنچے۔ بنام مولانا ابوالقاسم صاحب بنارسی آخری نامہ مبارک تحریر فرماتے ہیں۔

عزیزم سلکم اللہ و عافاکم۔ عیال سب باستثناء ایک فرد خیریت سے گوجرانوالہ پہنچ گئے۔ مجھ اکیلے کو اہل گوجرانوالہ پہلے لائے تھے جتنے دن میں لاہور میں رہا۔ بڑی لڑکی کے گھر میں رہا۔ باقی کیا سننا چاہتے ہو۔ ؟ ؎

کبھی فرصت میں سن لینا بڑی ہے داستاں میری ؎

غم نہیں رہتا ہے آزادوں کو بیش از یک نفس برق سے کرتے ہیں روشن شمع ماتم خانہ ہم

خدا تعالیٰ آپ کو اور آپ کے بچوں اور بھائی بندوں کو امید ہے کہ حضرت مولانا بنارسی مرحوم کے بچوں کی فہرست میں ان کے جملہ شاگردوں اور بھائی بندوں کی فہرست میں جملہ اخوان اہل حدیث ہند شامل ہو سکیں گے۔ (مرآۃ) خیریت و سلامتی سے رہئے ؎

نہ ہے نامہ کو اتنا طول غالب مختصر لکھ دے کہ حسرت سنج ہوں عرض ستم ہائے جدائی کا

۲۲ شعبان ۔ ثناء اللہ امرتسری"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محترمی مولانا عبدالرؤف صاحب جھنڈے نگری تحریر فرماتے ہیں کہ آخر عمر میں جب گوجرانوالہ کے قیام کے زمانہ میں مولانا کے زہد و تقویٰ ورع و پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ مولانا نے زکوٰۃ کے نام سے کوئی رقم قبول نہ کی۔ مولانا اسمٰعیل صاحب گوجرانوالہ کا خط میرے پاس آتا رہا۔ مولانا کے حالات معلوم کرتا رہا۔ انہوں نے یہ بھی لکھا تھا کہ گوجرانوالہ میں لوٹ مار کی بہت سی چیزیں آئی تھیں جب احباب کچھ تحفہ پیش کرتے تو پوچھ لیتے کہ لوٹ مار غارت کی چیزیں تو نہیں ہیں۔ اطمینان کامل ہونے پر قبول فرماتے وکفٰی بہ قدوۃ۔ ۵ رجنوری ۱۹۴۸ء کو مرحوم اہل و عیال سمیت سرگودھا تحصیل خوشاب ضلع شاہپور مطابق حکم پنجاب گورنمنٹ (پاکستان) با دلِ ناخواستہ تشریف لے گئے۔ وہاں ۱۱ر فروری ۱۹۴۸ء کو مسلسل صدمات کے نتیجہ میں فالج کے شکار ہو گئے۔ علاج معالجہ سب بیکار ثابت ہوا اور ۱۵ر مارچ ۱۹۴۸ء کو یہ آفتاب علم سرگودھا کی زمین میں غروب ہو گیا! اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ۔ آپ کے انتقال پر ملال کی خبر سن کر بلا امتیاز تمام علمی حلقوں میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ دہلی کے ایک بہت بڑے سیاسی جلسہ میں گاندھی جی کے ماتم کے ساتھ ساتھ مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا حفظ الرحمٰن صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند وغیرہم نے آپ کے انتقال پر ایک غیر معمولی نقصان اور علمی فقدان کا دردانگیز ماتم کیا۔ حضرت علامہ دور صدیق سعیدی بستوی فاضل السنہ شرقیہ کی قلم سے مرحوم کی تاریخ وفات یہ ہے۔

> تھی جو کہ مجھ کو فکرِ تاریخ اس شیخ و مجاہد کی ہر دم
> ہاتف نے بکا یک دی یہ ندا لکھ دے برجستہ "ہُوَ الْغَفُوْرُ"
> ۱۳۶۷ھ

مقدمہ بہت طویل ہو گیا۔ اور جتنا لکھا گیا بہت تھوڑا ہے مگر مزید تفصیل کے لئے یہ اوراق بالکل متحمل نہیں۔ اس لئے ناظرین کرام سے معافی کی درخواست کرتا ہوا آخر میں چند اشارے "فتاویٰ ثنائیہ" کی طرف کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

۱- انتخاب فتاویٰ میں جو فتویٰ جس مقام سے تعلق رکھتا ہے اس کو اسی کے مناسب باب کے تحت درج کیا گیا ہے۔

۲- اگر کسی سوال کی عبارت طویل ہے تو اس کی اصلیت کو باقی رکھتے ہوئے اختصار کر دیا گیا ہے۔ ایسے گنتی میں صرف چند ہی سوال ملیں گے۔

لہ تفصیل کے لئے دیکھو ندائے اسلام کانپور کا شیخ الاسلام نمبر۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ بیشتر حوالہ جات تاریخ وسنہ وار دیئے گئے ہیں۔ جن کی پوری جانچ کی گئی ہے۔ پھر بھی بتقاضائے بشریت غلطی کا ہر وقت امکان ہے۔ اس لئے اگر کہیں ایسا نظر آئے تو ناظرین سے معافی اور درستگی کی درخواست ہے۔

۴۔ مرحوم کا کوئی مقالہ یا دیگر علماء ملت کے فتاوے ومضامین ومقالہ جات جہاں آپ کو ملیں سمجھ لیجئے کہ اس کا تعلق منعقدہ باب سے ہے یا اس فتویٰ سے جو ابھی اس سے پہلے لکھا گیا ہے۔

۵۔ خادم کی حیثیت صرف ناقل کی ہے۔ خلافیات میں رائے زنی اور راجح مرجوح کا حق کلیۃً ناظرین کے سپرد کر دیا گیا ہے۔

۶۔ فتاویٰ کی ضخامت اور مضامین کی افادیت کے پیش نظر فتاوے اور مضامین کا انتخاب کیا گیا ہے۔ حالات حاضرہ وضروریات موجودہ کو بھی سامنے رکھا گیا ہے۔ تمام مجلدات "اہل حدیث مرحوم" میں شائع شدہ فتاووں کا استقصاء ناممکن تھا۔ پوری ذمہ داری کے ساتھ مجموعہ کو مفید ترین بنانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے۔ تاہم ناقل کو اپنی کوتاہیوں اور لغزشوں کا دل سے اعتراف ہے اور یہ عین ممکن ہے کہ ان منتخب کردہ فتاووں اور تشریحات سے بہت زیادہ مفید اور بہتر فتاوے اور متعلقہ تشریحی مضامین ایسے رہ گئے ہوں جن تک ناقل کی رسائی نہ ہو سکی ہو۔

یہ حقیقت ہے کہ اگر یہ علمی ذخیرہ حضرت مولانا قدس سرہ العزیز کی عین حیات میں آپ کی زیر نگرانی ترتیب دیا جاتا تو بہت زیادہ بہتر بنتا۔ مگر کُلُّ اَمْرٍ مَّرْهُوْنٌ بِاَوْقَاتِهَا کے مطابق علم الٰہی میں اس کے لئے یہی وقت مقدر تھا۔ نہیں کہا جا سکتا کہ صاحب فتاویٰ کی منشاء تک ناقل کہاں تک پہنچ سکا ہے اور اس اہم ترین ذمہ داری کو نباہنے میں ناقل سے کیا کیا کوتاہیاں ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جملہ لغزشوں اور کوتاہیوں کو معاف فرمائے۔

اہل علم حضرات سے آخر میں پھر گذارش ہے کہ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى صرف شان رسالت ہی کا خاصہ ہے۔ پس اگر مولانا مرحوم کا کوئی فتویٰ قابل اعتراض ہو تو مرحوم کی تحقیق پر طعن تشنیع کرنے کی بجائے دعاءِ مغفرت سے کام لیں۔ اور لکل امرء ما نوی کے ماتحت نیک نیتی پر محمول کریں۔ نیز حضرت محشی کی فاضلانہ تحقیقات ودیگر علماء کرام کی تشریحات کو بھی اسی نقطۂ نظر سے ملاحظہ فرمائیں۔

آخر میں ان تمام اہل علم وامداد کنندگان حضرات کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے دامے، درمے، سخنے اس نیک راستہ میں میرے ساتھ تعاون فرمایا۔ بالخصوص کلکتی 'دوران

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت الاستاذ مولانا ابو سعید شرف الدین صاحب مدظلہ العالی کا بہت بہت مشکور ہوں۔ جنھوں نے پورے غور سے اس تمام مجموعے کو نہ صرف ملاحظہ فرمایا۔ بلکہ موقع بموقع فاضلانہ تشریحات ارقام فرما کر اس کو چار چاند لگا دیئے۔ حضرت مولانا عبد السلام صاحب مولوی فاضل بستوی کا بھی نہایت شکر گذار ہوں۔ جنھوں نے مراحل طباعت میں قدم قدم پر میرا ساتھ دیا۔ نیز جناب مولانا ظفر عالم صاحب دام فیضہٗ کا بھی بہت ممنون ہوں جن کی ہمت افزائی سے اس دشوار گذار راستہ کو طے کرنے میں بہت مدد ملی۔

راقم ناچیز

محمد داؤد راز

۱۰/ ذیقعدہ سنہ ۱۳۷۲ھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مناظر اسلام حضرت مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری نوراللہ مرقدہٗ

از قلم حضرت مولانا ابومسعود قمر بنارسی مدظلہ العالی

حضرت مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پُرملال سے تمام مسلمانوں کو عموماً اور جماعت اہل حدیث کو خصوصاً اس قدر نقصان پہنچا ہے کہ اس کی تلافی غیر ممکن ہے۔ مولانا مرحوم میں اس قدر خوبیاں تھیں کہ ان کا احاطہ تحریر سے باہر ہے۔

مجھے حضرت مولانا مرحوم سے سب سے پہلے شرفِ ملاقات کا موقعہ غالباً ۱۹۰۲ء میں حاصل ہوا جبکہ والد ماجد حضرت مولانا محمد سعید صاحب بنارسی رحمۃ اللہ علیہ مذاکرہ علمیہ آرہ کے جلسے سے اپنے ساتھ بنارس لائے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ اس وقت دونوں بزرگ برادر حقیقی کی طرح معلوم ہوتے تھے حضرت مولانا امرتسری نے اپنی آخر زندگی تک ہم لوگوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک و برتاؤ کیا جو اپنے حقیقی عزیز کے ساتھ ہوتا ہے۔

حضرت مولانا امرتسری مرحوم فی الواقع اس صدی کے مجدد تھے۔ آپ کی علمی و دینی خدمات اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کا کوئی ثانی نہیں۔ آریہ سماج کی طرف سب سے پہلے مولانا نے ہی توجہ فرمائی اور ستیارتھ پرکاش کے چودھویں باب کا جواب حق پرکاش کے نام سے شائع فرمایا۔ جو بھی اسلام اور مذہب اہل حدیث کے مقابلہ پر آیا سب سے پہلے اس کی مدافعت کرنے والے حضرت مولانا مرحوم ہی تھے۔ مرزائی ہوں یا اہل قرآن، شیعہ ہوں یا بہائی۔ بریلوی ہوں یا دیوبندی ہر ایک کا کامیاب مقابلہ کیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی تو مولانا سے ازحد پریشان تھے اور مرزا کی پریشانی آخری فیصلہ کی دعا سے ظاہر ہے ہر فریق مولانا کے نام سے کانپتا تھا۔ ایک دفعہ مولانا امرتسری بریلی سے گزرتے ہوئے اتر گئے اور مولانا احمد رضا خان کے پاس پہنچے اور علمی گفتگو شروع کر دی۔ اس گفتگو میں مولانا بریلوی اور ان کے بڑے صاحبزادے اس قدر پریشان ہوئے کہ آخیر میں لاجواب ہو گئے۔ جب مولانا امرتسری مرحوم مولانا بریلوی کے پاس سے چلے گئے تو کسی نے بریلوی صاحب کو اطلاع دی کہ یہ مولانا امرتسری تھے تو مولانا بریلوی سن کر حیران رہ گئے۔ اسی طرح بنارس کے شیعہ جماعت کے ایک مجتہد صاحب بہت ہی قابل شخص تھے ایک دفعہ حضرت مولانا امرتسری مرحوم استاذی حضرت مولانا منیر خاں صاحب بنارسی مرحوم کے ساتھ ان مجتہد صاحب سے ملنے تشریف لے گئے اور مسئلہ خلافت پر گفتگو شروع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گئی۔ آخر میں شیعہ مجتہد صاحب ایسے زچ ہوئے کہ بول تک نہ سکے اور جسم پر لرزہ آگیا۔

مولانا امرتسری مرحوم کی تقریر و تحریر میں وہ شیرینی تھی اور وہ مقناطیسی اثر کہ سخت سے سخت مخالف بھی اس کو مانتے تھے۔ مخالفین اسلام کی طرف سے سب سے زیادہ زہریلی کتاب جو شائع کی گئی وہ "رنگیلا رسول" نامی کتاب تھی مگر یہ مولانا ہی کا کام تھا کہ اس کا جواب "مقدس رسول" نامی کتنے شیریں اور مہذب لفظوں میں دیا ہے کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا حیران تھی اور سخت سے سخت مخالف نے بھی اس کی تعریف کی۔ مولانا اپنی ذہانت اور حاضر جوابی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے اس کا لطف جلسوں، مناظروں اور علماء سے گفتگو کرنے کے وقت آتا تھا۔ کوئی مذہبی فرقہ یا جماعت ایسی نہ تھی کہ اس نے اسلام یا توحید و سنت کے خلاف کچھ لکھا اور مولانا امرتسری نے بذریعہ اخبار اہلحدیث یا رسالہ اس کا جواب نہ دیا ہو۔ ہر فرقہ یا جماعت کے جواب کی جامع دماغ خوبی محض مولانا امرتسری ہی میں تھی۔

www.KitaboSunnat.com

اجراءِ اخبار۔ مرحوم نے نومبر ۱۹۰۳ء میں اخبار اہل حدیث جاری کیا جو جولائی ۱۹۴۷ء تک جاری رہا۔ اور توحید و سنت کی اشاعت میں ہمہ تن کوشاں رہا اور موقع آزادی و تقسیم پنجاب کے انقلاب اور امرتسر کے ہولناک فساد پر جب مولانا کو مجبوراً امرتسر چھوڑنا پڑا۔ اس وقت اخبار اہلحدیث مجبوراً بند ہوا۔ انا للہ۔ مولانا کے امرتسر کے قیام میں مناظرات میں حصہ لینے کی طرف توجہ ہوئی تو ہر دین اور ہر مذہب والوں سے مناظرے ہوئے۔ بعض مناظروں میں منصف مقرر ہوئے اور منصفوں کے فیصلے بھی خدا کے فضل سے مولانا کے حق میں ہوئے۔ مثال کے طور پر دو تین منصفانہ مناظرے یہ ہیں۔ امرتسر میں ۱۹۰۳ء مطابق ۱۳۲۱ھ مسئلہ غیب پر بریلوی احناف سے مناظرہ ہوا۔ فریق ثانی کی طرف سے مولوی عبدالصمد خان صاحب حنفی امرتسری پیش ہوئے جو اچھے ذی علم تھے منصف مولانا عبدالحق صاحب دہلوی مرحوم مصنف تفسیر حقانی نے فیصلہ مولانا کے حق میں دیا۔ روئیداد مناظرہ مع فیصلہ از جانب فریقین مطبوعہ موجود ہے۔ دوسرا مناظرہ جماعت مرزائیہ سے بمقام لدھیانہ ۱۹۱۲ء میں ہوا جس میں سرپنچ ایک سکھ وکیل سردار گوردیکھ سنگھ تھے ان کا فیصلہ بھی مولانا کے حق میں ہوا۔ جس میں تین سو روپیہ انعام بھی پایا۔ تیسرا مناظرہ ۱۹۲۳ء میں جلالپور پیر والا ضلع ملتان میں ہوا۔ رفع الیدین کے مسئلہ پر جس میں زمان کے ایک شیعہ رئیس منصف تھے ان کا فیصلہ بھی مولانا کے حق میں ہوا۔ زبانی مباحثے ہر مذہب سے بکثرت ہوئے مگر چند مباحثے بڑے پائے کے ہوئے جن میں ہزارہا حاضرین شریک ہوئے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کئی دنوں تک تحریری ہوتے رہے ۱۹۰۳ء میں دیوریا (یو۔پی) ایک ہفتہ بھر آریوں سے تحریری مناظرہ ہوا جس کی روئیداد مطبوعہ بھی موجود ہے ۱۹۰۸ء میں بمقام نگینہ ضلع بجنور آریوں سے تحریری مناظرہ ہوا جس کی بھی روئیداد مطبوعہ موجود ہے ۱۹۰۹ء میں بمقام ریاست رامپور والی رامپور کے زیر حکم جماعت مرزائیہ سے مناظرہ ہوا جس کے متعلق نواب صاحب والی ریاست نے فیصلہ کی شکل میں نہیں مگر سرٹیفکیٹ کی صورت میں مولانا کو ذیل کی تحریر عنایت فرمائی۔ ۱۸ر جولائی ۱۹۰۹ء رام پور میں قادیانی صاحبان سے مناظرہ کے وقت مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب کی گفتگو ہم نے سُنی مولوی صاحب نہایت فصیح البیان ہیں۔ اور بڑی خوبی یہ ہے کہ برجستہ کلام کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی تقریر میں جس امر کی تمہید کی اسے بدلائل ثابت کیا ہم ان کے بیان سے محظوظ و مسرور ہوئے (نواب صاحب محمد علی خان (والی ریاست) اسی طرح جبلپور میں ۱۹۱۲ء میں آریہ سے بہت بڑے پیمانہ پر مباحثہ ہوا جس کی روئیداد بھی چھپ کر شائع ہو چکی ہے ۱۹۲۳ء میں مرزائیوں سے نکاح آسمانی پر سکندر آباد دکن میں تحریری مناظرہ ہوا۔ سندھ میں کئی مناظرے ہوئے چنانچہ جنوری ۱۹۲۹ء میں آریوں سے زبردست مناظرہ ہوا۔ ہر دو مناظروں کی مطبوعہ روئیدادیں موجود ہیں ۱۹۳۴ء میں عیسائیوں نے الہ آباد میں لکچروں کا سلسلہ شروع کر کے مسلمانوں کو بہت تنگ کیا اور الہ آباد والوں نے مولانا امرتسری کو بلایا مضمون توحید و تثلیث پر کئی روز تک مباحثہ ہوتا رہا جس میں ہزارہا لوگ شریک ہوتے رہے۔ اس کی بھی مطبوعہ روئیداد موجود ہے۔ جنوری ۱۹۰۳ء میں مولانا کے قادیان جانے کے بعد مرزا صاحب سے مکالمہ بذریعہ اخبار و رسائل ہوتا رہا۔ آخر کار مرزا صاحب نے مولانا کے ساتھ مذاکرہ سے تنگ کر و تنگ آ کر اپریل ۱۹۰۷ء میں ایک اشتہار دیا جس کی سرخی تھی "مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ" اس اشتہار میں مرزا صاحب نے اپنی تکلیف کا (جو مولانا کی تحریرات سے ان کو ہوتی تھیں) ذکر کر کے سچے کی زندگی میں جھوٹے کی موت کے لئے دُعا کی اور بطور پیش گوئی یہ فقرہ بھی لکھا کہ اگر میں (مرزا) جھوٹا ہوں تو آپ (مولانا ثناء اللہ صاحب) کی زندگی ہی میں مر جاؤں گا۔ اگر آپ (مولانا ثناء اللہ صاحب) جھوٹے ہیں تو مکذبوں کی سزا سے نہیں بچیں گے یعنی مجھ سے پہلے مریں گے نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ تیرہ ماہ بعد مرزا صاحب کی دعا کا اثر ظاہر ہو گیا کہ مرزا صاحب مر گئے اور مولانا امرتسری سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے۔ ان کے بعد جماعت احمدیہ کے ساتھ لدھیانہ میں انعامی مباحثہ مولانا امرتسری کے ساتھ ۱۹۱۲ء میں اسی مضمون پر ہوا جس میں مرزائیوں کو شکست فاش ہوئی۔ فللہ الحمد۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا سات برس کی عمر میں یتیم ہو گئے تھے اور چودہویں سال تک کل اقربا مولانا کی جدائی ہو گئی۔ مگر مولانا کے ساتھ فضل ایزدی شامل حال رہا۔ ۱۸۸۵ء میں ایک معزز خاندان میں نکاح ہوا۔ صاحب اولاد ہوئے ۱۹۰۳ء میں ایک صاحبزادے (مولوی عطاء اللہ صاحب مرحوم شہید) اور دو صاحبزادیاں زندہ تھیں اور سب صاحب اولاد۔ ۴ نومبر ۱۹۳۷ء کو مولانا پر قاتلانہ حملہ ہوا مگر خدا نے اپنے فضل و کرم سے مولانا کو بچا لیا۔ گو سر اور چہرہ کے زخم بہت سخت، گہرے اور خطرناک تھے مگر خدا نے اپنے فضل عام اور خاص مہربانی سے شفا بخشی ۱۹۴۷ء تقسیم پنجاب کے وقت امرتسر میں رمضان المبارک کے آخری ہفتہ میں جو سخت فساد ہوا ہے اس میں حضرت مولانا امرتسری کے اکلوتے صاحبزادے مولوی عطاء اللہ صاحب منیجر ثنائی برقی پریس امرتسر اپنی گلی کی حفاظت کرتے ہوئے بحالت روزہ "بم" سے شہید کئے گئے۔ کسی نے اس گلی میں بم پھینکا جس سے آپ سخت مجروح ہوئے اور ہسپتال لے جاتے ہوئے راستہ ہی میں روح پرواز کر گئی اور شہید ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ واقعہ بعد عصر کا ہے۔ مرحوم کے والدین کو عالم پیری میں اور مرحوم کی والدہ کو اس واقعہ سے سخت صدمہ پہنچا۔ مولانا نے اپنی مسجد میں خود نماز جنازہ پڑھائی اور دس مخصوص حضرات (جن کو اس کا پرمٹ ملا تھا) مرحوم کو دفن کرنے لے گئے۔ چونکہ یہ گلی بھی جس میں مولانا کا مکان اور دفتر اخبار اہل حدیث تھا مسلمانوں کے لئے سخت مخدوش ہو گئی تھی اس لئے اسی دن بعد مغرب مولانا کے مخصوص عقیدت مند مولانا کے پاس پہنچے اور فوراً اس گلی کے چھوڑ دینے کی درخواست کی۔ اول تو مولانا اور ان کے گھر والے اپنے اکلوتے صاحبزادے کے اچانک انتقال و شہادت سے حواس باختہ اور سخت رنجیدہ تھے ہی کہ فوراً گھر بار چھوڑنے کی یہ دوسری آفت آئی۔ محض پانی سے سب نے روزہ کھولا تھا اور وہاں اس وقت کوئی نہ تھا جو اس صدمۂ عظیم پر صبر دلاتا اور دن بھر کے روزہ داروں کو کھانا کھلاتا کہ اسی وقت مولانا کو وہ گلی چھوڑنی پڑی۔ گرمی کا زمانہ تھا اس لئے مولانا اور ان کے گھر والے، اہلیہ محترمہ، پوتے، پوتیاں اور ان کے بچے جس حالت میں تھے اور جس لباس میں تھے اسی حالت و لباس میں سب کچھ وہیں چھوڑ کر روانہ ہو گئے اور کسی طرح چھاؤنی پہنچے اور پھر چھاؤنی سے کسی طرح لاہور پہنچے اور لاہور میں مولانا معہ اہل و عیال اپنی صاحبزادی کے یہاں پہنچے۔ مولانا امرتسر سے مکان چھوڑتے وقت اس قدر زیادہ رنجیدہ و پریشان تھے کہ اپنے ساتھ کچھ نہ لے سکے یہاں تک کہ ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں جو نقد روپیہ تھا اسے بھی نہ لے سکے بس جسم پر جو کپڑا تھا وہی تھا اور شاید مولانا کی جیب میں قریب پچاس روپیہ تھا۔ حالانکہ مولانا

www.KitaboSunnat.com

امرتسر کے دفینوں میں تھے اور لاکھوں کا سامان، پریس عظیم الشان کتب خانہ ہزاروں کی فروختنی کتابیں کتب خانہ کی نادر کتابیں۔ تمام کاغذات گھر کا تمام سامان۔ زیورات، نقد روپیہ اور تمام ملبوسات وغیرہ سب چھوڑ کر گئے اور افسوس صد افسوس کہ بلوائیوں نے سب لوٹ لیا یا جلا کر خاک کر دیا إنا لله وإنا إليه راجعون۔ یہ دوسرا سخت سے سخت صدمہ و عظیم ترین نقصان ہے جو مولانا پر پڑا۔ مولانا لاہور میں تھے کہ پنجاب کے لوگ ملنے اور تعزیت پیش کرنے آنے لگے۔ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب گوجرانوالوی اور گوجرانوالے کے دوسرے اہل حدیث، مولانا کی خدمت میں آئے اور مولانا کو مع اہل و عیال گوجرانوالہ لے گئے اور مولانا نے گوجرانوالہ میں عارضی قیام اختیار فرمایا۔ مولانا کی اس تباہی کا جب ہندوستان کی جماعت اہلحدیث کو علم ہوا تو پوری جماعت بے چین ہو گئی۔ اور انہوں نے اس وقت زیادہ سے زیادہ مولانا کی مالی امداد کی فجزاهم الله خيرًا۔ حکومت پاکستان نے سرگودھا میں ایک برقی پریس مولانا کی خدمت میں پیش کیا اس لئے وسط جنوری ۱۹۴۸ء میں مولانا مع اہل و عیال سرگودھا تشریف لے گئے۔ سرگودھا جاتے وقت یہ بات طے تھی کہ مولانا مستقل طور پر سرگودھا جا رہے ہیں یا عارضی طور سے مگر یہ بات طے تھی کہ سرگودھا پہنچ کر توحید و سنت کی اشاعت کا کام دوبارہ شروع کیا جائے گا اور اخبار اہلحدیث امرتسر سرگودھا سے جاری کیا جائے گا۔ چنانچہ سرگودھا پہنچ کر انتظام شروع کر دیا گیا اور پریس کا نام ثنائی برقی پریس رکھا گیا۔ مولانا کو جو دو صدمے تھے اس میں کتب خانہ اور بیش قیمت بے بہا کتابوں کا صدمہ بہت سخت تھا۔ سرگودھا میں دوبارہ انتظام شروع کرنے پر یہ صدمہ پھر عود کر آیا جس کی وجہ سے وسط فروری ۱۹۴۸ء میں مولانا پر فالج کا حملہ ہوا اور سخت دائیں جانب فالج کا حملہ تھا۔ ڈاکٹری علاج ہوتا رہا۔ آخر میں قدرے پہچاننے لگے مگر بول نہیں سکتے تھے کان لگا کر کوئی سنتا تو یا اللہ یا اللہ سنائی دیتا۔ آہ! افسوس صد افسوس کہ اسی مرض میں ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء یوم دوشنبہ کو صبح مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے انتقال فرمایا اور علم و فضل کا یہ آفتاب سرگودھا میں ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ مولانا نے اسی برس سے کچھ زیادہ کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آپ کے جنازہ میں سرگودھا اور اس کے قرب و جوار کے ہر خیال کے مسلمانوں اور علماء نے شرکت کی اور بہت ہی عظیم مجمع آپ کے جنازہ میں تھا۔ ہندوستان و پاکستان کے تمام اخباروں میں آپ کی وفات حسرت آیات کی خبر شائع ہوئی اور ہر جگہ کثرت سے تعزیت کی تجویزیں پاس ہوئیں۔ مولانا نے اپنے پیچھے اپنی اہلیہ محترمہ اور دو بیٹیوں اور پوتے اور پوتیوں اور ان کی اولاد کو چھوڑا جن میں سب سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑے پوتے مولوی رضاء اللہ صاحب سلمہ سے ہمیں امید ہے کہ توحید و سنت کی اشاعت میں مولانا کا نام کو روشن رکھیں گے۔ (وفقہ اللہ تعالیٰ) ہندوستان کی جماعت اہلحدیث میں انجمنوں اور اہلحدیث کانفرنس اور صوبہ جمعیت اہلحدیث کا وجود اور ان کے سالانہ جلسے محض مولانا امرتسری کی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔ مولانا فی الواقع مجسم وفا اور اخلاق نبوی کا نمونہ تھے اور بہت ہی بے نفس اور بے غرض ہستی مولانا کی تھی۔ مولانا ہمیشہ دوسروں کو ترقی کے لئے آگے بڑھاتے رہے۔ مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی سے ہندوستان روشناس ہوا تو محض مولانا امرتسری کی بدولت۔ اخی معظم حضرت مولانا محمد ابوالقاسم صاحب سیف بنارسی رحمۃ اللہ علیہ اور یہ عاجز قمر بنارسی تقریر و مناظروں میں آگے بڑھے اور ہندوستان و پنجاب کے جلسوں پر جانے لگے تو یہ سب مولانا امرتسری مرحوم کی توجہ و عنایت سے۔ مولانا کے اخلاق و مہمان نوازی کا کیا کہنا۔ میں نے امرتسر میں کبھی مولانا کو اپنے دسترخوان پر تنہا کھانا کھاتے نہیں پایا۔ بلکہ ہر وقت مولانا کے ساتھ دو چار مہمان ضرور ہوتے۔ جیسے کہ چاشت ہیں بیس سے زیادہ اور دریافت پر معلوم ہوا کہ روزانہ کا یہی دستور ہے۔ دفتر اخبار اہلحدیث میں مہمانوں کے لئے متعدد لحاف و بستر تیار رکھے رہتے تاکہ بوقت ضرورت مہمانوں کو تکلیف نہ ہو۔

جس سال مئوائمہ ضلع الہ آباد میں آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کا سالانہ جلسہ تھا تو اس جلسے کے اصلی صدر حضرت اخی معظم حضرت مولانا محمد ابوالقاسم صاحب سیف بنارسی مرحوم عین وقت پر سخت علیل ہو گئے اور کانفرنس کی صدارت میرے ذمہ پڑی۔ وہاں پر میرے ساتھ میرے دو چھوٹے بچے بھی تھے جو صدارت کے کام میں خلل ڈال رہے تھے۔ آہ! خدا مولانا کی قبر کو نور سے بھر رکھے۔ مولانا میرے دونوں بچوں کو پنڈال سے لے گئے اور تینوں دن ان بچوں کے ساتھ عنایت فرماتے رہے اور میں تینوں دن اطمینان سے کانفرنس کی صدارت کا کام انجام دیتا رہا۔ مولانا ہر ایک سے بہت ہی اخلاق و محبت سے ملتے ہر ایک کی سنتے اور سب کے درد کا مداوا بنتے۔ مولانا ہم لوگوں کی تکلیفوں کو سن کر بے چین ہو جاتے اور انہیں دور کرنے کی سعی بلیغ فرماتے اور ہر شخص یہی خیال کرتا تھا کہ مولانا کی سب سے زیادہ عنایت مجھی پر ہے۔ مولانا مرحوم نے اپنے اخبارات "مسلمان" "مرقع قادیان" اور اخبار اہلحدیث امرتسر کی ذریعہ بھی اسلام اور توحید و سنت کی بڑی خدمات کی ہیں جو زمانہ میں بطور یادگار قائم رہیں گی۔ تفسیر القرآن عربی اور تفسیر ثنائی اردو بہترین تفسیریں ہیں۔ علمائے عرب و عجم متفقہ طور پر مولانا کی علمی و دینی خدمات کے قائل و مداح ہیں اور پوری اسلامی دنیا نے مولانا کے انتقال پر ماتم منایا ہے۔ مختصر یہ کہ حضرت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ الاسلام ، شیرِ پنجاب مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری مرحوم اپنے علم معقول و منقول ، تقویٰ و طہارت و وفا و صداقت ، امانت و دیانت علمی و دینی مناظرہ وغیرہ میں یکتا و بے مثل تھے - نیز تصنیف و تالیف ذہانت و حاضر جوابی - تحریر و تقریر ، اخلاق و سخاوت میں اپنا مثل نہیں رکھتے تھے اور ایسا کوئی عالم بلکہ کوئی ہستی میری نظر سے نہیں گذری اور نہ میرے علم میں آئی - مولانا مرحوم شفیقوں سے بڑھ کر شفیق تھے اخلاق میں نمونہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے - اس صدی کے مجتہد تھے - اس زمانہ کے امام مجتہد تھے اور جماعت اہلحدیث کے سردار تھے ، مولانا کے انتقالِ پُر ملال پر جماعت اہلحدیث اگر یہ کہے تو بجا ہے کہ ؎

صبت علی مصائب لو انها صبت علی الایام صرن لیالیا

اللہ تعالیٰ مولانا امرتسری مرحوم کو غریق رحمت فرمائے اور جملہ متعلقین کو صبر و جمیل کی توفیق بخشے اور ان کی علمی و دینی خدمات کو جاری رکھنے کی توفیق بخشے - آمین ثم آمین -

خدا جزائے خیر دے حضرت مولانا محمد داؤد صاحب راز خطیب جامع مسجد مومن پورہ بمبئی کو کہ مولانا مرحوم کی بہت بڑی دینی خدمت فتاویٰ ثنائی کی شکل میں مسلمانوں کے لئے بڑی محنت شاقہ سے ترتیب دے کر پیش کر دی ہے - خدا کرے مولانا مرحوم کی یہ زندہ یادگار ہمیشہ کے لئے باقی رہے اور خواص و عام ہمیشہ اس سے مستفید ہوتے رہیں فقط والسلام -

مولانا مرحوم کا پرانا اور ادنیٰ خادم

عاجز ابو سعود قیصر بنارسی چندوسی ضلع مراد آباد (یو پی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ

از قلم حضرت العلامہ مولانا سید سلیمان صاحب ندوی مدظلہ العالی

مولانا ہندوستان کے مشاہیر علماء میں تھے، فنِ مناظرہ کے امام تھے، خوش بیان مقرر تھے، متعدد تصانیف کے مصنف تھے، مذہباً اہل حدیث تھے اور اخبار اہل حدیث کے اڈیٹر تھے۔ قومی سیاسیات کی مجلسوں میں کبھی کبھی شریک ہوتے تھے۔

مرحوم سے مجھے نیاز اپنی طالب علمی ہی سے تھا، وہ سال میں ایک دو دفعہ ہندوستان کے مختلف شہروں میں آتے جاتے لکھنؤ آتے تھے اور دارالعلوم ندوہ میں تشریف لا کر احباب سے ملتے تھے، اسی سلسلہ میں مجھے بھی نیاز حاصل ہوا، ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ مرحوم مدرسہ میں تشریف لائے، میں درس میں تھا، ان کو آتا دیکھ کر ان کی طرف لپکا، مگر مرحوم نے میرے بجائے سبقت الاستاذی شمس العلماء مولانا حفیظ اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف کی، اور حدیث کا یہ ٹکڑا پڑھا "کبّر الکبر" یعنی بڑے کو بڑائی دو۔

مرحوم ندوہ کے رکن اکثر ہے، بلکہ خود ان کے بقول ندوہ کانپور میں ان کی دستار بندی ہی کے جلسہ میں پیدا ہوا۔ مرحوم نے ابتدائی تعلیم کے بعد کچھ دنوں مدرسہ دیوبند پڑھا۔ پھر وہ کانپور آکر مدرسہ فیض عام میں داخل ہوئے اور یہیں ۱۳۱۰ھ میں فراغت پائی۔

یہ زمانہ وہ تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعووں سے پنجاب میں فتنہ پیدا تھا۔ انہوں نے مرزا کے خلاف صف آرائی کی، اور اس وقت سے لے کر آخر دم تک اس تحریک اور اس کے امام کی تردید میں پوری قوت صرف کر دی یہاں تک کہ طرفین میں مباہلہ بھی ہوا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صادق کے سامنے کاذب نے وفات پائی۔ یہ پرانے قصے ہیں جن کو دہرانے کی چنداں ضرورت نہیں۔

موجودہ سیاسی تحریکات سے پہلے جب شہروں میں اسلامی انجمنیں قائم تھیں، اور مسلمانوں اور قادیانیوں اور آریوں اور عیسائیوں میں مناظرے ہوا کرتے تھے تو مرحوم مسلمانوں کی طرف سے عموماً نمائندہ ہوتے تھے اور اس سلسلے سے وہ ہمالیہ سے لے کر خلیج بنگال تک ہمیشہ رواں اور دواں رہتے تھے۔ اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف جس نے بھی زبان کھولی اور قلم اٹھایا اس کے حملے کو روکنے کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے ان کا قلم شمشیر بے نیام ہوتا تھا اور اسی مجاہدانہ خدمت میں انہوں نے عمر بسر کر دی۔ فجزاہ اللّٰہ عن الاسلام خیر الجزاء۔

وہ مصنف بھی تھے، مخالفین اسلام کے اعتراضوں کے جواب میں اُن کے اکثر رسالے ہیں ان کی تصنیفات میں دو تفسیریں خاص ذکر کے قابل ہیں، تفسیر ثنائی اردو میں اور تفسیر القرآن بالقرآن عربی میں۔ مرحوم کو خود بھی یہ تفسیریں پسند تھیں، مرحوم چونکہ مناظر تھے اس لئے پہلی تفسیر میں آیات صفات کے باب میں سلفی عقائد کے بجائے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کی پیروی میں تاویل کی راہ اختیار کی تھی۔ اس سے امرتسر کے غزنوی علمائے اہلحدیث نے ان کی بشدت مخالفت کی۔ ۱۹۲۶ء میں جب حج کی تقریب سے خاکسار اور مرحوم اور دیگر علمائے اہل حدیث کا حجاز جانا ہوا تو یہ نزاع سلطان ابن مسعود کے سامنے بھی پیش ہوئی۔ اور سلطان نے کوشش کر کے فریقین میں صلح کرادی، مرحوم وہیں مجھ سے فرماتے تھے کہ افسوس ہے کہ نجد کے علماء حضرت شاہ ولی اللہ کی قدر و قیمت سے واقف نہیں اور مجھ سے چاہتے تھے کہ میں اس باب میں سلطان سے کچھ عرض کروں

مرحوم کبھی کبھی قومی جلسوں میں بھی شرکت کرتے تھے ۱۹۱۲ء میں ندوہ کی تحریک اصلاح کے سلسلہ میں جب حکیم اجمل خاں مرحوم کی دعوت پر دہلی میں ایک عظیم الشان اجلاس ہوا، جس میں سارے ہندوستان کے مسلمان نمائندے شریک تھے تو مولانا شبلی کی تحریک پر مرحوم ہی صدر مجلس قرار پائے تھے ۱۹۱۹ء میں جب تحریک خلافت کا پہلا ابتدائی جلسہ لکھنؤ میں ہوا، جس میں سارے ملک کے اکابر اور مشاہیر جمع تھے اس میں بھی مرحوم شریک تھے، ۱۹۲۵ء کی جمعیۃ العلماء کے اجلاس کلکتہ میں جس میں اس خاکسار کی صدارت تھی مرحوم موجود تھے اور خاص طور سے اس لئے آئے تھے کہ جمعیۃ کے اس اجلاس میں دارالحرب میں سود کے مسئلہ پر بحث کرنے والے تھے۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحب اور دوسرے علمائے دیوبند بھی تشریف فرما تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ اگر حضرات علمائے دیوبند حنفیہ کے مشہور مسلک لا ربوا بین الحربی والمسلم فی دار الحرب پر متفق ہوں تو میں بھی تائید کروں گا۔ مگر علماء میں نج کی گفتگو ہو کر رہ گئی کھلے اجلاس میں کوئی بحث نہیں ہوئی

مرحوم ۱۹۲۶ء میں حجاز کے موتمر اسلامی میں نمائندہ اہل حدیث کی حیثیت سے شریک تھے اور عربی میں ایک دو مختصر تقریریں بھی اپنے طرز کی موتمر میں کی تھیں مدینہ منورہ بھی حاضر ہوئے تھے کہتے تھے کہ جو اہل حدیث یہاں نہ آئے وہ محبت سے خالی ہے (ان کا اصل فقرہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس وقت پوری طرح یاد نہیں۔

ڈاکٹر اقبال کی وفات کے بعد میرا لاہور جانا ہوا اور ان کو خبر ہوئی تو مجھے پیغام بھیجا کہ واپسی میں ان سے ملے بغیر نہ جاؤں۔ چنانچہ واپسی میں امرتسر اتنا بعد ان کے پاس دو دن ٹھہرا۔ اور بہت سی باتیں ہوئیں جن میں سے ایک جیسا خیال آتا ہے اہل حدیث کے انتشار اور پراگندگی کی گفتگو تھی۔ میں مرحوم کو کہتا رہتا تھا کہ آپ آمین اور رفع یدین وغیرہ مسائل فقہ پر جن کا ہر پہلو جائز اور ثابت ہے مناظرانہ تحریروں میں وقت ضائع نہ کریں مگر وہ ان کی اہمیت پر بھی مصر تھے۔

ان کی عمر میرے خیال میں اسی سے کچھ متجاوز ہو گی ابھی چند سال ہوئے وہ گر پڑے تھے جس سے کولھے کی ہڈی پر چوٹ لگی تھی جس کے سبب سے وہ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے۔ پنجاب کے گزشتہ حادثہ میں جوان بیٹے کی مفارقت کا اثر یقیناً پڑا ہوگا لیکن اس کے بعد پاکستان اور ہندوستان کے درمیان جو دیوار قائم ہو گئی اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مجھے مرحوم کی وفات کی اطلاع بھی اس سے پہلے نہیں ہوئی۔ اور یہ اطلاع بھی جمعیۃ العلماء دہلی کے تازہ جلسے میں تعزیت کی تجویز سے ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مرحوم اسلام کے بڑے بہادر سپاہی تھے، زبان اور قلم سے اسلام پر جس نے بھی حملہ کیا، اس کی مدافعت میں جو سپاہی سب سے آگے بڑھتا وہ وہی ہوتے، اللہ تعالیٰ اس غازی اسلام کو شہادت کے درجات و مراتب عطا فرمائے۔ آمین۔ (مئی ۱۹۴۸ء۔ معارف نمبر ۵۔ جلد ۶۱)

خراج عقیدت

از قلم حضرت مولانا حکیم عبدالشکور صاحب شکراوی سابق مدیر اخبار اہلحدیث دہلی

فخر روزگار حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے آپ آسمانِ علم کے ایک آفتاب تھے، عرب و مصر شام و ایران و ہند و پاکستان کے علمائے کرام کی اکثریت نے ان کے علمی کمالات و فاضلانہ تحقیقات کا اعتراف کیا ہے۔ موجودہ دور نے سرزمین ہند میں چند گراں پایہ عالم اور محققین اسلام و مصنفین عظام پیدا کئے ان میں شبلی نعمانی۔ سید سلیمان ندوی، عبدالحق حقانی، سید انور شاہ کشمیری وغیرہ ایسی ہستیاں ہیں کہ ان میں سے ہر ایک اپنے رنگ میں منفرد ہے۔ جن میں سے کسی ایک کو قطعیت کے ساتھ دوسرے پر ترجیح دینا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک بے جوڑسی بات ہے۔ مگر حضرت العلامہ مولانا ابوالوفا ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ہم یہ دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ کی ذات گرامی بہمہ صفت موصوف تھی، آپ کی تحریر اور تقریر میں آمد کی وہ کیفیت ہوتی گویا ایک دریا ہے جو امڈا چلا آتا ہے۔ اسی طرح متانت وسنجیدگی کا وہ عالم تھا کہ مخالف سے مخالف بھی داد دینے پر مجبور ہو جاتا۔ آپ کبھی اپنے مخالف سے نہیں گھبرائے۔ ان کا واسطہ ادیان عالم کے حامیوں سے پڑا اور بے شمار تحریری وتقریری مناظرے ہوئے مگر ہم نے نہیں سنا کہ کسی وقت بھی ان کا دامن قابلیت، سنجیدگی ومتانت سے چھٹ گیا ہو وہ اپنی تنقید سے خورش ہوتے ظرافت بیان میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ کی ذات گرامی کے سبب مخالفین اسلام کے مقابلے پر تقریراً اور تحریراً مسلمانوں نے کبھی نیچا نہیں دیکھا۔ حضرت العلامہ بلاشبہ ایسی عظیم الشان شخصیت کے مالک تھے جس کی نظیر صدیوں میں مشکل سے پیدا ہوگی۔ ہم فتاویٰ ثنائیہ کے مؤلف عزیز محترم مولانا محمد داؤد راز کے بڑے ہی ممنون ہیں کہ انہوں نے جو محنت شاقہ برداشت کرکے یہ خدمت انجام دی ہے اُسے دیکھ کر بیساختہ منہ سے مرحبا مرحبا اور جزاک اللہ نکلتا ہے۔ جماعت اہل حدیث کی طرف سے آپ نے یقیناً ایک واجب الادا فریضہ فرض کفایہ کی شکل میں ادا کر دیا ہے۔ یہ مجموعہ صرف فتاویٰ ہی نہیں بلکہ ایک اہم ترین علمی ودینی شاہکار ہے مزید سونے پر سہاگا یہ ہے کہ دور حاضر کے بیہقی زماں حضرت مولانا ابوسعید شرف الدین مدظلہ العالی نے اس پر تحشیہ فرمایا ہے، تشریحات کے ذیل میں راز صاحب کے ذوق انتخاب نے جن مضامین کو جگہ دی ہے ان میں بیشتر علمی مقالے نوادرات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ فتویٰ نویسی کے فن میں بھی ہم حضرت مولانا ثناء اللہ مرحوم کو اس مقام پر پاتے ہیں جہاں مفتیان کرام میں بہت کم حضرات دیکھے گئے ہیں۔ آپ کا انداز تحریر نہایت عجیب تھا۔ دو سطروں میں آپ اتنا لکھ دیتے کہ ایک ذی علم سے ذی علم اور عامی سے عامی آدمی ان کی تحریر سے مطمئن ہو جاتا تھا۔ رہا بعض معاصرین کا انتقاد سو یہ کچھ نئی بات نہیں ہے ؎

ومن ذا الذی ترضی سجایاہ کلہا ٭ کفی المرء نبلاً ان تُعَدَّ معائبہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نذرِ عقیدت

از جناب سید ثروت کمال ساحر بن مولانا سید اقتدار احمد صاحب سہسوانی

مولوی بوالوفاء ثناء اللہ — آہ شیرِ خدا ثناء اللہ

خلد میں ہے نزولِ رحمتِ حق — تیرے اوپر سدا ثناء اللہ

فرقۂ ناجیہ کی جانب سے — حق کا حامی رہا ثناء اللہ

ایک مدت سے اس جماعت کا — تو ہی تھا پیشوا ثناء اللہ

تو نے اپنی زباں سے اللہ کا — بول بالا کیا ثناء اللہ

حکم مانو حدیث و قرآں کا — تھا یہ مذہب ترا ثناء اللہ

حق کی تائید ردِّ باطل تھا — تو نے جو کچھ لکھا ثناء اللہ

دل میں ہر ایک کی وہ بیٹھ گیا — تو نے جو کچھ کہا ثناء اللہ

تیرا اخبار بھی تری ہی طرح — تیغِ اسلام تھا ثناء اللہ

موتِ عالِم کی موتِ عالَم ہے — صادق اب آ گیا ثناء اللہ

تو مرا نام تیرا زمزمہ ہے — مرحبا مرحبا ثناء اللہ

بندۂ کبریا ثناء اللہ — عاشقِ مصطفیٰ ثناء اللہ

فرقِ باطلہ کے رد کے لئے — ہند میں صرف تھا ثناء اللہ

بانیِ کانفرنس اہلِ حدیث — صدر بھی اس کا تھا ثناء اللہ

نازشِ دار علم دیوبند — شیرِ پنجاب تھا ثناء اللہ

تو محدث بھی تھا مفسر بھی — تو مناظر بھی تھا ثناء اللہ

شرک کی ایک شاخ ہے تقلید — تو نے یہ ہی کہا ثناء اللہ

تو وہ سحر البیاں مناظر تھا — رد نہ جس کا ہوا ثناء اللہ

کوئی بھی ہو مناظرہ کے لئے — تو ہی پایا گیا ثناء اللہ

زندگی بھر حمایتِ اسلام — تھا ترا مدعا ثناء اللہ

آج ہر ایک کی زباں پر ہے — اس جہاں سے گیا ثناء اللہ

ہو گئی اک بڑی کمی ہم میں — تو جو ہم سے گیا ثناء اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدقِ دل سے یہی ہے ساحر کی — تیرے حق میں دعا ثناء اللہ

خلد میں تو رہے تجھ پہ نازل ہے

رحمتِ کبریا ثناء اللہ

تاریخی قطعات

(طبع اول)

مدح الشیخ المجتہد ابی الوفاء ثناء اللہ الامرتسری والثناء علی الفتاوی الثنائیہ

از قلم استاذ الادیب الفاضل اللبیب حضرت العلام جناب مولانا عبدالغفور صاحب ملا فاضل بسکوہری

ادام اللہ افضالہم

ایا من یرید النفع فی الیوم والغد — الی الخیر سابق وامتنع عن تمرد

فانک یوما لا محالۃ میت — وتاوی الی قبر مهیب بفدفد

تروح من الدنیا وتترک مالها — وتسأل عن اعمال قلبک والید

هناک خذلک کل خل مساعد — وکل قریب کالعدو المفند

فهرول الی الخیرات ما عشت دائما — وعن کل شر اعرضن وتبعد

کما فعل الحبر الامام ابوالوفاء — فعالا حمیدا عند ربی الممجد

لقد هد ما قد افسدت قوما غوی — والبطل عند البحث حجۃ ملحد

ومن سعیه یا صاح آثار سنۃ — تلوح کباقی الوشم فی ظاهر الید

الا ایها الباغی مطالب دینہ — تری لک کتابا فیہ غایۃ مقصد

فتاوی ثناء اللہ لاشک ایدت — بآیات قرآن وسنۃ احمد

بالحان داؤد الخطیب قرأتها — نقلت تجلی نور دین مسدد

بها لذۃ شوقیۃ لنواظر — وحظ عظیم للتقی المتوقد

تمیل الیها العارفون صبابۃ — یقولون فی رفع وعز تخلد

تقود الی امر یزینک دائما — وتمنع من امر یشینک فی غد

وقلت متی ما رمت تاریخ سنها

تبدت باوجی شمس هدی محمد

۱ ۳ ج ۷ ۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قطعاتِ تاریخ

از نتیجۂ فکر جناب مولوی حکیم صدیق احمد صاحب ناؔمی صدیقی سہسوانی نزیل مطبع صدیقیہ محلہ لال کنواں مسجد کھجور والی دہلی

بحسنِ سعیِ مولانائے داؤد — مرتب ہو گیا یہ دیں کا دفتر
لکھی ناؔمی نے تاریخِ طباعت — فتاوائے ثنائی ماہِ انور

دیگر

فتاوائے ثناء اللہ مغفور — فراہم شد بسعیِ رازِ یکجا!
بسالِ طبع گفتہ ذہنِ ناؔمی — فتاوائے ثنائی روح افزا

از جناب حضرت داؤد صدیقی سعیدی بستوی فاضل درسِ نظامیہ مولوی فاضل، منشی فاضل، ادیب فاضل صدر بزمِ عنایت رکن حلقۂ اربابِ ادب دہلی، صدر مدرس مدرسہ فیضِ محمدی سکو ہارا ضلع بستی

بحمد اللہ بزرگانِ اولو العزم — سفر کردند سوئے باغِ فردوس
بلے شد کامراں، آں کارواں بود — رواں در جستجوئے باغِ فردوس
فروزاں دیدہ و دل نورِ حق کرد — کہ گلشن ہست روئے باغِ فردوس
فرستادند مارا ارمغانے — گلے زاں مشکبوئے باغِ فردوس
معطر زو مشامِ جانِ عالم — جہاں شد مشکبوئے باغِ فردوس
گلے از روضۂ جاوید گویند — کہ دارند آرزوئے باغِ فردوس
کتابے مخزنِ اسرارِ وحدت — خوشا ہم گفتگوئے باغِ فردوس
"ثنائی طی رفیع الشان تصنیف" — ہویدا شد کہ خوئے باغِ فردوس
کہ از فضلِ خدا شد دور جاری — تعالی اللہ مجوئے باغِ فردوس

نتیجۂ فکر جناب حضرت عبد الواحد خان صاحب خلجی مالیر کوٹلہ مشرقی پنجاب

ترتیب داد صاحبِ ایقان علمِ دیں — احکامِ شرع جملہ بجوشِ فدائیہ
کردم بحق او چہ دعائے بجز سلیم — تاریخ ہم شود بس حرفِ دعائیہ
واحد ندائے غیب شنیدم چنیں کہ گفت
زیبا صحیفہ ماند فتاوی ثنائیہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افتتاح فتاوائے ثنائیہ

۱ ۹ عیسوی ۵ ۳

بزبان خامہ شفا گوالیاری

۱ ۳ ہجری ۷ ۲

پاک فہم و پرخلوص و خندہ رو	نجم حسن و پاک طینت، پاک خو
۱ ۹ عیسوی ۵ ۳	۱ ۳ ہجری ۷ ۲
پُرعطوفت، نیک بخت و دلنواز	مردِ مومن، پارسا، الفت طراز
۱ ۹ عیسوی ۵ ۳	۱ ۳ ہجری ۷ ۲
زیبِ آغوشِ شبابِ ایشیا	شمسِ مکنوں۔ آفتابِ ایشیا
۱ ۹ عیسوی ۵ ۳	۱ ۳ ہجری ۷ ۲
حسنِ عالم، برجِ یکتا، خوش نصیب	طبعِ روشن، نورِ تابندہ، ادیب
۱ ۹ عیسوی ۵ ۳	۱ ۳ ہجری ۷ ۲
صاحبِ صلح، رفیق و غمگسار	مردِ قابل، متقی۔ پرہیزگار
۱ ۹ عیسوی ۵ ۳	۱ ۳ ہجری ۷ ۲
ناظرِ قرآں و منصورِ جہاں	اہلِ دل، اہلِ نظر، زیبِ زماں
۱ ۹ عیسوی ۵ ۳	۱ ۳ ہجری ۷ ۲
زینِ آفاق و ضیائے ذوالمنن	فاتحِ عرفان و دیں، باطل شکن
۱ ۹ عیسوی ۵ ۳	۱ ۳ ہجری ۷ ۲
رستمِ اسلام، شمعِ آشتی	وہ ثناءاللہ، مفتی، جری
۱ ۹ عیسوی ۵ ۳	۱ ۳ ہجری ۷ ۲
اہلِ بینش، خیرخواہ و دیں نواز	رازدارِ مستقل۔ داؤد راز
۱ ۹ عیسوی ۵ ۳	۱ ۳ ہجری ۷ ۲

چشمۂ روشن۔ فتاوائے ثنا

۱ ۹ عیسوی ۵ ۳

ابتدا تالیفِ مداحِ وفا!

۱ ۳ ہجری ۷ ۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نتیجۂ فکر حضرت العلام جناب مولانا سید مفتی حفیظ الدین احمد صاحب تائب وانور دہلوی

زہے طبع شد ایں فتاوی ثنائی | بچہرہ لمعہ افگن چو خورشید تاباں
بچہرہ گلستانِ رشد وہدایت | شمیمے ببوید زہر یک خیاباں
کتابیکہ اوصافِ محمودہ دارد | ز نام ثناء اللہ ذی قدر و ذیشاں
بہارِ گلستانِ درس فراست | چراغ ہدیٰ رونقِ بزمِ عرفاں
ندا داد ایں ہاتفِ غیب تائب | بگو سال او دفترِ خدا فشاں

۱۳۰۷ ہجری

دیگر

چھپ گیا فتاوی نامی | کا ہر اَنِ دائمی کہیئے
جس کی ضو سے ہوا جہاں روشن | ید بیضائے موسوی کہیئے
جس کا ہر صفحہ نسخۂ شافی | اس کو اعجاز عیسوی کہیئے
مخزنِ کامیابی عقبیٰ | چشمۂ فیض سرمدی کہیئے
ہاتفِ غیب نے کہا انور | روضۂ فضلِ ایزدی کہیئے

۱۹۶۵۳

ولہٗ

فتاوائے ثنائی چھپ گیا | منتظر تھیں جس کی آنکھیں بہر دید
جامع وناشر جناب راز ہیں | دے خدا اُن کو پذیرائی مزید
انورِ خستہ لکھو تاریخ سال | مخزنِ اسرارِ دینِ حق گزید

۱۳۸۲

شاعر خوش الحان خطیب شیریں بیان حضرت مولانا عبد المبین صاحب منظر آسمراوی البستوی

مژدہ ہو اے عاشقِ دینِ خدائے کائنات | گلشن اسلام کے حل ہو گئے سب مشکلات
یہ ثنائیہ فتاوی جس کا ہر مضمون ہے | گوہر علم وحکم گنجینۂ اہلِ ثقات
مولوی داؤد صاحب راز بھی مشکور ہیں | آپ ہی ہیں باعث تنویر اسرار نکات
چھوڑ کر رخصت ہوئے دنیا میں صد ہا یادگار | حضرت علامۂ امرتسری پاک ذات
غور تاریخ فتاوی پر جو منظر نے کیا | کہہ دیا خیر لہٗ بالباقیات الصالحات

۱۹۶۵

دیگر

فتاوی کہ جس کی تھی سخت احتیاج | چھپا اہل دل ہو گئے باغ باغ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پئے فکرِ تاریخ منتظر ہُوا ! ! ندا آئی (اسلام کا ہے چراغ)

واقفِ اسرار یکتائے روزگار جناب حافظ عبید اللہ صاحب البصیر ٹونکی دامت برکاتہم

چھپا ثنائی فتاوی حدیث و قرآن آج نصیبِ مفتی و علامہ کو سدا رحمت

از رشحاتِ قلم جناب مولوی حکیم محمود احمد صاحب محمود خلف الرشید حضرت نامی سہوانی مدظلہ

بسعی داود پاک طینت ہوئے نمایاں رموز سنت ثنائی فتوے کئے جو یکجا ہلا دی بنیاد شرک و بدعت

بہ ہوش باش اے خرد کے دشمن سنبھل سنبھل کر جناب لیکن یہ طبع محمود کہہ رہی ہے "چھپا جواب شحنۂ شریعت"

دیگر

جب فراہم ہوا مجموع فتاوائے حدیث ہاتھ میں آ گئی دینداروں کے برّاں شمشیر

طبع محمود کو تاریخ کی جب فکر ہوئی لکھ دیا "ہدیۂ احکام حدیث و تفسیر"

نتیجۂ فکر جناب ماسٹر عبد الرؤف حیرت صاحب آتک. ٹی سی. قابل، انسٹری (الزبستی)

ثناء اللہ کا کامل فتاویٰ بحمد اللہ ہوا ہم سب کو حاصل

یہ کہدو راز سے تاریخ حیرت مبارک ہو "چراغ اوج محفل"

گلہائے عقیدت از جناب مولانا نشتر دیورپادی سعیدی زاد فضلہ

ثناء اللہ جو تھے حق کی صمصام رہے جو عمر بھر شیدائے اسلام

چراغ حق جلایا خوب جس نے ہوئی جس سے منور ظلمت شام

اڑائے خوب باطل کے پرخچے گرے سب منہ کے بل باطل کے اصنام

فتاوے ہیں کہ اسرار و معارف نکات دین کی زیبا آکش خوشا کام

کتاب حق نما کی نشتر تاریخ کہی میں نے "ہے خضر راہ اسلام"

دیگر

جناب بو الوفاء رب کے پیارے نہ رکھتے تھے جہاں میں اپنا ثانی

بہت سی آپ نے لکھی کتابیں ہوئیں جو چھپ کے مقبول جہانی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتاویٰ کا چمن اُجڑا پڑا تھا ۔۔۔ ضرورت تھی ہو اس کی باغبانی
ہوئی مشکور سعی سرّ آذ صاحب ۔۔۔ ہے جلوہ گر متاعِ شادمانی
برائے یادگار شیخ اے نشتر ۔۔۔ ہوا اک عمدہ نقشِ طرفانی

دیگر

عجب حق کی کرتے ہیں تحقیق فتوے ۔۔۔ رد و حق کی کرتے ہیں تصدیق فتوے
مناہی سے انسان کو روکتے ہیں ۔۔۔ اوامر کی کرتے ہیں توثیق فتوے
ہوئی نشر جب سال ہجری کی اے نشتر ۔۔۔ کہا دل نے۔ انوار تحقیق فتوے

مستخرجہ جناب منشی محمود انصاری صاحب ناظر مسجد جامع اہل حدیث مومن پورہ بمبئی ۱۱

جلد اوّل کی ہو گئی تکمیل ۔۔۔ شکر صد شکر تیرا رب جلیل
روز روشن کی طرح کھولے راز ۔۔۔ کس کی جرأت ہے جو کرے تاویل
حضرت راز کیا ہیں برق بیاں ۔۔۔ واہ کیا لائے ہیں نفیس دلیل
ورق گردانی سے نجات ملی ۔۔۔ سب مسائل ہیں اس میں با تفصیل
مال و دولت میں دے خدا برکت ۔۔۔ جن کے دست کرم نے کردی سبیل
ہو فتاویٰ ثنائیہ" معتبر کل ۔۔۔ سن لے محمود کی دعا اے وکیل
سال عیسوی = ۱۹۵۸ء ۔۔۔ سال ہجری = ۱۳۷۷ھ

قطعات

نتیجہ فکر جناب عبداللہ ناصر صاحب بمبئی

کیا خوب ہے کتاب فتاویٰ ثنائیہ ۔۔۔ فتووں کا انتخاب فتاویٰ ثنائیہ
جو اہل علم دین ہیں ان کا ہے فیصلہ ۔۔۔ آپ اپنا ہے جواب فتاویٰ ثنائیہ
پیچیدہ مسئلوں کی ہے تفسیر یہ کتاب ۔۔۔ ہے حل مشکلات فتاویٰ ثنائیہ
مولانا راز حضرت داؤد نے ہمیں ۔۔۔ بخشی ہے راہ نجات فتاویٰ ثنائیہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت مولوی ثناء اللہ | جتنے شمار اُن پہ رحمت باری
صائب الرائے نکتہ رس تھے وہ | اُن کے فتوے جہاں میں تھے مشہور
قدر دانوں کی قدردانی سے | زندہ جاوید ہوگئے مرحوم
یہ فتاویٰ ثنائیہ کیا ہے! | راز صاحب کی کوشش مشکور

ازجناب حضرت شمس صاحب دیوریاوی

صد شکر چھپ گیا ہے فتاویٰ ثنائیہ | اک دُرّ بے بہا ہے فتاویٰ ثنائیہ
بے مثل یادگار جناب ابوالوفا | مجموعۂ ہدیٰ ہے فتاویٰ ثنائیہ
یہ دیکھتے ہی شمس نے بیساختہ کہا | کیا خوب مرحبا ہے فتاویٰ ثنائیہ

دیگر

ازنتیجۂ فکر جناب عبدالرؤف صاحب حیرت۔ انتری بازار بستی۔ (یوپی)

جو یکجا کیا راز نے یہ فتاویٰ | درخشاں ہے اس ثنا کی نشانی
سرِ دشمناں کاٹ ڈالو جو حیرت | تو تاریخ ہے۔ ھدیۂ میر فانی

قصیدۂ یائیہ در مناقب ثنائیہ

از راز

فضل کردیتا ہے جب مولا ئے چرخ چنبری | گلشن عالم میں برساتا ہے آب کوثری
نوع انساں کی ہدایت کے لئے اک رہنما | ہاتھ میں آتا ہے لے کر مشعلِ پیغمبری
خلق کو اک روز گردیدہ بنالیتا ہے وہ | اپنے اخلاقِ حمیدہ سے بشانِ دلبری
دین پرور لے ثناء اللہ اے عالی مقام | آپ کو اللہ نے بخشا ہے کارِ رہبری
آپ مدح شیخ الازکیا ہیں حجۃ الاسلام ہیں | آپ کے حق میں ہے زیبا ترلباسِ سروری
ٹھیر جائے سامنے باطل کی طاقت ہے کہاں | آپ کے آگے بھلا کیا شے ہے سحر سامری
جب کہ اسلامی صداقت آپ کرتے ہیں بیاں | سرنگوں ہوکر رہ جاتی ہے بزم کافری
جب کبھی آتا ہے باطل سر اٹھا کر سامنے | آپ کی تقریر بن جاتی ہے ضربِ حیدری
آپ کا اسم گرامی سن کے اہلِ قادیان | سر جھکا لیتے ہیں وہ مثلِ بتانِ آذری

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ جاتے ہیں عصائے موسوی بن کر جہاں
خاک ہو جاتی ہے پھر مرزائیوں کی ساحری

آپ ہیں گو زیب اقلیم قلم کے تاجدار
آپ کی تحریر ہوتی ہے زوائد سے بری

خرمن بدعت کے حق میں آپ ہیں برق تپاں
اہل سنت کے لئے ہیں آپ بوئے عنبری

آپکا ہے ورد قال اللہ اور قال الرسول
جانچتے ہیں آپ اس میزان پہ کھوٹی کھری

آپ نے جڑ سے اکھاڑا پرچم تقلید کو
مٹ گیا ہے جس سے اب تقلید کا دردِ سری

آپ کی خدمات ملت، قابل تحسین ہیں!
آپ کے حق میں دعا گو ہوں نہ کیوں جن و پری

باغبان "گلشن توحید و سنت" آپ ہیں
اے مسیحا آپ کے دم سے یہ کھیتی ہے ہری

اے فقیہ وقت! اے گنجینۂ علم و عمل
آپ کو بخشا ہے حق نے اوج ماہ و مشتری

آپ میدان صداقت کے ہیں عالی شہسوار
بے حقیقت ہے یہاں پر شہرت اسکندری

گنج شفقت ہیں مساکین و یتامیٰ کے لئے
ہیں نمایاں آپ میں اوصاف غربا پروری

اس حقیقت کا بھلا انکار کیسے ہو سکے
آپ کو اللہ نے بخشا ہے عزم بوذریؓ

آپ کی ہیں کوششیں تعمیر ملت کے لئے
ہے یہ ملت کے لئے بر وقت و حیلہ گری

طول مستحسن نہیں ہے اہل دانش کے لئے
میں اٹھاؤں کیوں نہ اب دستِ دعائے بہتری

دونوں عالم میں الٰہی آپ کو رکھ بامراد
رازؔ کے دل سے یہ نکلی ہے دعائے خوشتری

(اخبار اہل حدیث امرتسر، ۸ مارچ ۱۹۴۶ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

28-6-2011
www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بابِ اوّل

عَقائِد و مُہِمّاتِ دین

مقصدِ مذہب

انجمن احمدیہ لاہور کے انتظام سے لاہور میں ایک مذہبی کانفرنس بتاریخ ۲۸-۲۹ دسمبر ۱۹۲۳ء منعقد ہوئی۔ جس نے تمام مذاہب کو دعوتِ شرکت دی کہ اس مضمون پر اپنی اپنی کتاب کی ہدایت سُناویں کہ "مذہب کا مقصد کیا ہے" حسب پروگرام مشتہرہ کانفرنس مندرجہ ذیل اصحاب مقررین تجویز ہوئے۔

۱۔ پنڈت چموپتی جی ایم۔ اے لیکچرار آریہ سماج
۲۔ خواجہ کمال الدین صاحب لیکچرار اسلام
۳۔ پنڈت متھرا پرسی صاحب لیکچرار سناتن دھرم
۴۔ پادری علی بخش صاحب لیکچرار عیسائیت
۵۔ لالہ رام پرکاش لال صاحب لیکچرار برہمو سماج
۶۔ مولوی ابو الوفاء ثناء اللہ صاحب لیکچرار اسلام
۷۔ پروفیسر راجارام صاحب لیکچرار آریہ سماج۔

میں نے جو مضمون کانفرنس مذکور میں سُنایا وہ ناظرینِ "اہلحدیث" کی ضیافتِ طبع کے لئے درج ذیل ہے۔

مسلم نے حرم میں راگ گایا تیرا ہندو نے صنم میں جلوہ پایا تیرا
دہری نے کیا دہر سے تعبیر تجھے انکار کسی سے بہ نہ آیا تیرا

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔

صاحبان! السلام علیکم ——— جلسۂ اعظم مذاہب کے بعد یہ دوسرا جلسہ اس نوع کا ہے جو ۱۸۹۶ء میں بمقام اسلامیہ اسکول دروازہ شیرانوالہ میں ہوا تھا۔ آہ اس وقت کے منتظموں اور مقرروں میں سے اکثر کو میں غیر موجود پاتا ہوں تو دُنیا کی بے ثباتی پر بیساختہ یہ شعر میرے مُنہ سے نکلتا ہے ؎

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ چمن یونہی رہے گا اور ہزاروں جانور اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گے
اس قسم کے جلسوں کا فائدہ بہ نسبت مناظرانہ مجالس کے بہت زیادہ ہے۔ مگر ہمارے ملک کو مناظرانہ طرز میں کچھ زیادہ لطف حاصل ہوتا ہے۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ ایسا جلسہ ۷ سال تک ملتوی رہے۔ بحالیکہ مناظرانہ جلسے قریباً روزانہ ہوں۔ خیر ہر ایک شخص اپنی رائے کا مالک ہے۔
مجھے تو ہے منظور مجنوں کو لیلےٰ نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی
خدا ہماری نیتوں کی اصلاح کرے اور کلمۂ حق میں برکت ڈالے۔
صاحبان! کچھ شک نہیں کہ انسان کی پیدائش مثل سونے کے ہے جو باوجود قیمتی جوہر ہونے کے کان سے خاک آلود نکلتا ہے بعد میں صاف ستھرا کیا جاتا ہے تو قدر و قیمت پاتا ہے اسی طرح انسان اپنی فطری حالت میں نفسانی آلائشوں سے آلودہ ہے جن سے صاف ہونا اس کا فرض قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔
قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰهَا وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (یعنی جو شخص نفس کو بری آلائشوں سے پاک صاف کرے گا وہی نجات پائے گا۔ اور جو اس کو آلودہ رکھے گا وہ تباہ ہو گا۔)

پس ثابت ہوا کہ مذہب سے مقصد ہے۔
"تہذیب نفس" بالفاظ دیگر یعنی انسان جن آلائشوں میں آلودہ ہے۔ ان سے پاک ہونے کی کوشش کرنا اس کا فرض ہے۔ تاکہ نکھرے ہوئے سونے کی طرح خالص ہو جائے۔ سچ ہے
تا مثل حنا سودہ نگردی تہ سنگ ہرگز بکف دست نگارے نرسی
امر تنقیح طلب ابھی باقی ہے کہ وہ کیا آلائشیں ہیں جن سے انسان کا پاک کرنا مذہب کا مقصد ہے۔ مجمل بیان اس کا قرآن شریف نے ان لفظوں میں فرمایا ہے۔
اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤی اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰی "انسان اپنی حدود بندگی سے باہر ہو جاتا ہے کیونکہ وہ باوجود محتاج ہونے کے خدا سے مستغنی بنتا ہے۔"
نیز فرمایا۔ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ "برے کاموں سے دلوں پر زنگ لگ جاتا ہے۔"
یہ تو مجمل بیان۔ قرآن مجید نے اس کی تفصیل فرمائی ہے جو یہ ہے۔
کچھ شک نہیں کہ انسان کے تعلقات مختلف اور متعدد ہیں۔ مگر آسانی کی غرض سے دو قسموں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں آسکتے ہیں۔ ایک تعلق خدا سے اور دوسرا مخلوق سے۔ خدا سے جو تعلق ہے وہ بندگی اور عبودیت کا ہے۔ دوسری قسم کا تعلق بنی نوع انسان سے ہے جس کو تمدنی تعلق کہتے ہیں۔
پہلی قسم کا تعلق یہ ہے کہ انسان اپنے خالق مالک کو پہچانے۔ پہچان کر جو تعلقات اس کے ساتھ ہوں وہ کسی دوسرے کے ساتھ دل میں نہ لائے۔ قرآن مجید کا مختصر ارشاد ہے۔

لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ۔ (دو معبود مت بناؤ)

دوسرے کسی کے ساتھ وہ تعلق پیدا کرنا انسان کے لئے خاک آلود ہونا بلکہ اس سے بدتر ہے۔ قرآن مجید نے اس قسم کی آلائش کا نام شرک رکھا ہے۔ جس کی صورت یہ بتائی ہے۔

مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ	یعنی جو کوئی اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے اس
السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ	کی حالت یہ ہے کہ گویا وہ بہت بلندی سے گرا۔
بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝	آتے آتے اس کو جانوروں نے نوچ نوچ کر کھایا۔
(پ۱۷ ع۱۲)	یا ہوا نے اس کو کہیں دور دراز مکان میں پھینک دیا۔

صاحبان! اس تعلق کو قرآن مجید نے اتنا بڑا ضروری قرار دیا ہے کہ اور گناہوں پر بھی گو سزاؤں کے اعلان جاری کئے ہیں مگر اس شرک کی بابت جتنا سخت اعلان دیا ہے کسی اور کی بابت نہیں دیا۔ ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ۔ (خدا شرک کو ہرگز نہ بخشے گا)

کیونکہ یہ خدا کے ساتھ بغاوت ہے اور اسی سے سب قسم کی آلائشیں پیدا ہوتی ہیں قرآنی اصطلاح میں شرک ام الامراض ہے اس لئے اس کی جتنی تفصیل کی ہے کسی اور آلائش سے اصل جوہر انسانی (جس کا نام توحید ہے) مٹتا ہے جس کے مٹنے سے انسان کی جملہ صفات حسنہ مٹ جاتی ہیں۔

قرآن مجید "تائب از منی" کہنے والے عدیم الفرصتوں کا عذر معقول جان کر توحید کی علامت کا ذکر نہایت مختصر لفظوں میں کرتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کو سب چیزوں سے محبوب ترین مان کر اپنا سب کچھ مال و اسباب، دولت قوت تن من دھن اس کے سامنے رکھ کر دل سے فرمانبردار ہو جائے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ	یعنی جو کوئی اپنا تن من دھن خدا کو سپرد کر کے
وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ	نیکی اختیار کرے وہ اپنا اجر اللہ کے پاس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عِنْدَ رَبِّهٖ۔ (پ۱ ع۱۳) پائے گا۔"

اسی اصول پر اپنے نبی سید الانبیاء علیہم السلام کو حکم دیتا ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (پ۸ ع۷) "یعنی اے نبی تو اعلان کر دے کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی، میری موت سب اللہ کے لئے ہیں۔ جس کا کوئی شریک نہیں مجھے اسی کا حکم ہوا ہے۔ اور میں سب سے پہلے خدا کا فرمانبردار ہوں۔"

اسی مضمون کو اسلامی قومی شاعر خواجہ حالی مرحوم نے ایک بند میں یوں ادا کیا ہے ؎

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق زباں اور دل کی شہادت کے لائق

اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق اسی کے ہیں فرماں اطاعت کے لائق

لگاؤ تو لو اس سے اپنی لگاؤ

جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

قرآن مجید کو اختصار نویسی میں خاص کمال ہے۔ چنانچہ اس مذکورہ بالا اختصار کو بھی مختصر کیا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا۔ "یعنی سب غیر اللہ سے کٹ کر اسی (خدا سے مل جاؤ)"

جیسے ایک محب اپنے محبوب حقیقی سے ملتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔ "ایماندروں کو اللہ تعالیٰ کی محبت سب سے زیادہ ہوتی ہے۔"

ان سب آیات کا نتیجہ ہے کہ جس مدعی اسلام کے دل میں خدا کی محبت اور خوف مع انقیاد و اطاعت سب مخلوق سے زیادہ نہیں ہے وہ مسلمان نہیں چاہے مدعی اسلام ہو بلکہ اس کے ماتھے پر سجدوں کے اثر سے بہت بڑا نشان نمایاں ہو۔

خدا جزائے خیر دے شیخ سعدی مرحوم کو جنہوں نے توحید کا مضمون ایک چھوٹی سی رباعی میں کیا خوب ادا کیا ہے۔ ؎

موحد چہ در پائے ریزی زرش وچہ تیغ ہندی نہی برسرش

امید و ہراسش نباشد زکس ہمین ست بنیاد توحید و بس

جو کچھ کہا گیا ہے سمجھدار آدمی کے لئے کافی ہے اس لئے میں وقت کے لحاظ سے بادلِ ناخواستہ اس تعلق کے مضمون کو چھوڑ کر دوسرے مضمون پر متوجہ ہوتا ہوں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری قسم یعنی بنی نوع انسانی کے تعلقات کی جتنی قسمیں ہیں وہ کسی انسان سے مخفی نہیں۔ ان تعلقات میں جو آلائشیں پیدا ہوتی ہیں۔ اُن کی مختصر فہرست یہ ہے۔

ظلم۔ دغا۔ زنا۔ بداخلاقی۔ مال مردم خوری بذریعہ چوری۔ ڈاکہ۔ کم ناپی۔ کم عذنی۔ خاص کر یتیموں کا مال کھا جانا۔ انسان کی خداداد نعمت پر جلنا۔ کسی اپنے جیسے انسان کا بیجا قتل کرنا۔ اپنے ہم کیسوں شہریوں اور ملکیوں کے حقوق پائمال کرنا۔ اپنے نسلی اور قومی بزرگوں کے ساتھ غرور سے پیش آنا۔ حکومت کی حالت میں بے انصافی کرنا۔ غصہ کی حالت میں حد سے نکل جانا۔ بیجا کینہ، عداوت لالچ وغیرہ یہ سب آلائشیں ہیں۔ جن سے پاک ہونا انسان کا فرض مذہبی ہے اور اس کے متعلق معقول ہدایات دینا سچے مذہب کا فرضِ اوّلین ہے۔

قرآن مجید ان سب عیوب کی اصلاح بتاتا ہے۔ نہ صرف ایک آدھ دفعہ بلکہ انسانی فطرت کے مطابق بار بار مکرر سہ کرر تنبیہات فرماتا ہے تاکہ بقاعدہ ؎

گر ہمی خواہی کہ باشی خوش نویس   مینویس و مینویس و مینویس

انسان اپنی فطری کمزوریوں کی تلافی کر سکے۔ قرآن مجید نے ان اصطلاحات کو تین درجوں میں تقسیم کیا ہے۔ ان تین مختلف مراتب پر عمل کرنے والوں کے نام بھی جدا جدا مقرر فرمائے۔ ایک کا نام جماعت عقلاء ہے۔ دوسرے درجہ کا نام جماعت متذکرین (نصیحت یاب) ہے تیسرے کا نام جماعت متقین ہے۔ چونکہ سب مراتب کی بنا عقل پر ہے۔ اس لئے سب سے پہلے عقلاء کا درجہ رکھا ہے اور قرآنی اصطلاح میں سب سے بالا رتبہ متقین کا ہے اس لیے ان کو سب سے بالاتر رکھا ہے۔ ان مراتب ثلاثہ کی مثال آجکل کی تعلیمی اصطلاح۔ مڈل، انٹرنس۔ اور بی اے سمجھنی چاہیے۔

میں عرض کر آیا ہوں کہ "تہذیب نفس" کا پہلا زینہ یا بنیادی پتھر خدائی تعلق ہے۔ اس لئے قرآن مجید اس بنیادی پتھر کو ہر جگہ مقدم رکھتا ہے ناممکن ہے کہ اس سے چشم پوشی ہو جائے۔ کیونکہ یہی بنیادی پتھر امتیاز ہے۔ مذہبی اور غیر مذہبی تہذیب میں۔

اب سنیے ان تینوں جماعتوں کے لئے جو کورس قرآن مجید نے بتایا ہے وہ یہ ہے۔ ارشاد ہے۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ خَشْيَةِ اِمْلَاقٍ ط نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ط ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۔ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ إِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ أَشُدَّهٗ ط وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَبِعَهْدِ اللّٰهِ أَوْفُوْا ط ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۔ وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ط ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۔ (پ ۸ ۔ ع ۶)

اے نبی آپ لوگوں کو کہئے کہ آؤ میں تم کو وہ احکام بتلاؤں جو تمہارے پروردگار نے تم پر مقرر کئے ہیں (جن سے تمہاری اصلاح نفس ہو) یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو ساجھی نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کیا کرو اور اپنی اولاد بھوک کے خوف سے قتل نہ کرو (جیسا کہ تم عرب کے لوگ قبل از اسلام کرتے رہے ہو) (دیکھو خدا فرماتا ہے کہ) تم کو اور ان (تمہاری اولاد) کو بھی ہم (خدا) ہی رزق دیتے ہیں۔ پھر تم اس فکر سے ان کو کیوں قتل کرتے ہو؟ اور سنو! بے حیائی کھلی ہو یا مخفی اس کے نزدیک بھی مت جاؤ۔ خبردار کھلا تو کیا پردہ پوشی سے بھی بدکاری نہ کرو۔ اور سنو! کسی جان کو جس کا مارنا خدا نے حرام کیا ہو مت مارو۔ یہ احکام تم کو خدا نے بتائے ہیں تاکہ عقلمند بنو (مڈل کلاس) اور سنو! بے پدر یتیم جب تک بالغ نہ ہو اس کے مال کو کسی طرح چھوڑ بھی نہیں (ایسا نہ ہو کہ ہاتھ لگاتے لگاتے تمہاری نیت فاسد ہو جائے کہ تم ہضم بھی کر جاؤ)۔ اور سنو! دکانداری کرتے ہوئے ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا کیا کرو۔ یہ بھی یاد رکھو کہ ہم کسی آدمی کو اس کی طاقت سے زیادہ حکم نہیں دیتے۔ اور سنو! جب تم کوئی بات بولو تو عدل اور انصاف سے بولا کرو۔ جانبداری سے کام نہ لیا کرو۔ چاہے کوئی جانب تمہاری تعلقدار بھی کیوں نہ ہو۔ اور سنو! خدا کے وعدے پورے کیا کرو جو تم نے بندگی میں رہنے کے اس کے ساتھ کئے ہوئے ہیں۔ یہ احکام تم کو خدا بتاتا ہے تاکہ تم نصیحت یاب بنو (انٹرنس کلاس) (اور سنو! تمہارا خدا فرماتا ہے) میری طرف آنے کا یہی سیدھا راستہ ہے پس تم اس راہ پر چلو اور اس کے سوا دوسرے راستوں پر (جو ادھر ادھر جا رہے ہیں) مت جاؤ ورنہ وہ راستے تم کو خدا کی راہ سے بھٹکا دیں گے۔ دیکھو یہ احکام خدا تم کو بتاتا ہے۔ تاکہ تم متقی بن جاؤ (بی اے کا درجہ پاؤ)

یہ احکام کیسے ضروری ہیں ان کی تفصیل اور تشریح کی حاجت نہیں۔ ایک اور مقام پر یوں ارشاد ہے۔

وَقَضٰى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوْا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ط إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۔ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رَبَّيَانِي صَغِيرًا. رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ إِنْ تَكُونُوا صَالِحِينَ فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ غَفُورًا. وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا. إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ ط وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا. وَإِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِنْ رَبِّكَ تَرْجُوهَا فَقُلْ لَهُمْ قَوْلًا مَيْسُورًا. وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَحْسُورًا. إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ط إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا. وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ ط نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا. وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً ط وَسَاءَ سَبِيلًا. وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ط وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِي الْقَتْلِ ط إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا. وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا. وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ط ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا. وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ط إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا. وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا. كُلُّ ذَٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا. ذَٰلِكَ مِمَّا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ط وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَتُلْقَىٰ فِي جَهَنَّمَ مَلُومًا مَدْحُورًا. (پ۱۵ ع۳)

"تمہارے پروردگار کا قطعی حکم ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت مت کرو۔ ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کیا کرو۔ دیکھو اگر تمہاری زندگی میں وہ دونوں یا ایک ان میں کا بڑھاپے کو پہنچے (اور تمہاری خدمت کا محتاج ہو) تو خدمت بجالاتے ہوئے ان کو "ہوں" بھی نہ کہو بلکہ عزت کے ساتھ اُن سے خطاب کیا کرو۔ اور اپنی جوانی کے بازو نرمی سے اُن کے سامنے جھکا دیا کرو اور ان کے لئے خدا سے دُعا کیا کرو خداوندا! ان دونوں نے میری صغر سنی میں جس طرح مجھے محبت سے پالا تھا اُسی طرح تو اُن پر مہربانی کی نظر کر (لوگوں کے دکھاوے کے لئے کروگے تو سُنو!) تمہارا پروردگار تمہارے دلوں کے بھید دل کو بھی خوب جانتا ہے اگر تم واقعی نیک ہوگے تو وہ بھی نیک لوگوں کے حق میں بخشنہار ہے۔ اور سُنو! باپ کے سوا قرابتداروں۔ مسکینوں اور مسافروں کے حقوق بھی دیا کرو (یعنی ان کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیا کرو) اور اپنی خواہشات نفسانیہ میں فضول خرچی مت کیا کرو۔ فضول خرچ لوگ شیطان کے ساتھی ہیں۔ اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ اگر کوئی ایسا موقع آجائے کہ تم بوجہ رکاوٹ آمدنی کے ان مذکورہ لوگوں کو مالی امداد نہ دے سکو اور آمد کے انتظار میں ان لوگوں کی امداد میں توقف کرنا چاہتے ہو تو ان کو آسان اور نرم بات کہا کرو (تاکہ ان کی دل شکنی نہ ہو) اور ایک اصولی حکم متعلق خیرات سنو! کہ نہ تو خرچ کرنے سے اپنے ہاتھ کو بالکل بند رکھو نہ بالکل کھلا چھوڑ دیا کرو (کہ یہ مصرعہ ورد زبان کرنے لگو۔ اگر روپیہ ہے تو عاشق کوڑی نہ رکھ کفن کو ورنہ پھر تم خود شرمندے عاجز درماندہ ہو رہو گے (خیر کے کاموں میں خرچ کرنے میں تم کو بخل غالب آئے تو سنو!) تمہارا پروردگار جس کو چاہتا ہے فراخ رزق دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کے حال سے واقف ہے اور دیکھتا ہے۔ اور سنو! اپنی اولاد کو بھوک کے خوف سے قتل نہ کیا کرو (جیسے عرب کے لوگ قبل اسلام لڑکیوں کو قتل کرتے تھے) ہم (خدا) ہی ان کو رزق دیں گے اور تم کو بھی۔ اُن کا قتل کرنا بڑا گناہ ہے۔ اور سنو! زناکاری، بدکاری کے قریب بھی نہ جانا۔ کیونکہ یہ بے حیائی کا کام اور بہت برا راستہ ہے۔ اور سنو! کسی نفس کو مت قتل کرو۔ جس کا قتل کرنا خدا نے حرام کیا ہو۔ جو کوئی مظلومی کی حالت میں قتل ہوگا ہم اس کے وارثوں کو ڈگری دلائیں گے مگر وہ وارث بھی قتل کرنے میں جلدی نہ کریں (شاید باہمی کسی نوع کی مصالحت ہو جائے) اس میں شک نہیں کہ سرکار سے اس کی مدد کی جائے گی۔ اور سنو! یتیم جب تک نابالغ ہے اس کے مال کے نزدیک بھی مت جاؤ۔ ہاں اس طرح جاؤ کہ اس کے حق میں بہتر ہو (مثلاً اس کو تجارت وغیرہ میں لگاؤ) اور وعدہ وفائی کیا کرو۔ بیشک وعدے سے سوال ہوگا (کہ کیوں پورا نہیں کیا) اور سنو! جب تم دوکانداری کی حالت میں سودا فروخت کرو تو ناپ پورا دیا کرو۔ اور وزن سیدھی ترازو سے کیا کرو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ (اور اصول تجارت کے لحاظ سے بھی) انجام کار اچھا ہے اور ایک ضروری حکم سنو! جس کے خلاف کرنے سے دنیا میں فساد عظیم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جس بات کا تم کو پختہ علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑو یعنی محض خیالات اور توہمات پر کسی قوم یا شخص کی برائی کی اشاعت نہ کیا کرو۔ سنو! کانوں، آنکھوں اور دل اسی طرح اور اعضاء کی بابت تم کو سوال ہوگا کہ ان کو کہاں استعمال کیا تھا اور سنو! زمین میں متکبرانہ روش مت چلو۔ تم نہ تو زمین کو پھاڑ سکتے ہو نہ لمبائی میں پہاڑ تک پہنچ سکتے ہو۔ یہ مذکورہ بالا احکام تمہارے پروردگار کے نزدیک بہت برے ہیں سنو! یہ حکمت ایمانیہ ہے جو تمہارے پروردگار نے تم کو دی ہے اور ان سب کے لیے مقطع کلام یہ ہے کہ، اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود مت بناؤ۔ ورنہ ذلیل و خوار کر کے تم جہنم میں ڈالے جاؤ گے!!

یہ ہے وہ تعلیم جو قرآن مجید نے "تہذیب نفس" کے لیے بتائی ہے کس قدر جامع تعلیم ہے۔ چونکہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید کی غرض ہی یہ ہے کہ انسان کی اصلاح نفس مکمل ہو۔ اس لیے اس نے تعلیم کی کئی طرزیں اختیار کی ہیں۔ ایک تو یہی جو اوپر ذکر ہوئی ہے جس میں حکمی الفاظ کے ساتھ ہدایت دی جاتی ہے جس کو میں اپنے لفظوں میں ریڈر کہتا ہوں۔ دوسری تصویری تعلیم ہے۔ جس کو آج کل کی تعلیمی اصطلاح میں "پکچر" کہتے ہیں۔ قرآن مجید نے بھی یہ طرز اختیار کیا۔ بلکہ خود جاری کیا ہے۔ مگر دوسری طرح سے۔ وہ یہ کہ نیک بندوں کی نیک خصلتیں بغیر ان کا نام لینے کے ذکر کرتا ہے۔ جس سے مقصود تصویری تعلیم دینا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۔ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا۔ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا۔ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ط۔ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ط وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ط وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا يُضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ط اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا۔ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا۔ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا۔ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔ (پ ۱۹ ع ۴)

"خدا کے مہذب بندے وہ ہیں جو زمین پر نرم روش سے چلتے ہیں (یعنی بنی نوع انسان کے ساتھ نرم برتاؤ کرتے ہیں) اور جب نااہل لوگ ان سے سامنا کرتے ہیں تو وہ سلام کہہ کر گذر جاتے ہیں اور وہ لوگ خدا کے مہذب بندے ہیں جو راتوں کو خدا کے سامنے عبادت کرتے ہوئے سجدے اور قیام میں گذارتے ہیں اور جو خدا سے دعا مانگتے ہوئے کہتے ہیں اے خدا ہمارے پروردگار تو ہم سے جہنم کا عذاب ہٹائے رکھ اس کا عذاب بری بلا ہے اور وہ بری جگہ ہے اور خدا کے مہذب بندے وہ ہیں جن کی عادت ہے کہ جب کسی نیک کام میں بھی خرچ کرتے ہیں تو اسراف نہیں کرتے اور نہ تنگی کرتے ہیں بلکہ ان کی روش اعتدال سے ہوتی ہے۔ اور وہ لوگ خدائے رحمٰن کے مہذب بندے ہیں جو اپنے پروردگار کے ساتھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی جان کو بے جا قتل نہیں کرتے۔ اور نہ زنا کاری کرتے ہیں جو کوئی یہ بُرے کام کرے گا وہ بڑی مصیبت میں مبتلا ہوگا اور اس کو قیامت کے روز بہت بڑا عذاب ہوگا۔ جس میں وہ ذلیل و خوار ہو کر ہمیشہ پھنسا رہے گا۔ ہاں رحمتِ الٰہی کا تقاضا یہ ہے کہ) جو کوئی ان برائیوں سے توبہ کرکے خدا پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے اللہ تعالیٰ (اپنی رحمت کے تقاضا سے) ایسے لوگوں کی بُرائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا۔ کیونکہ خدا بڑا بخشنہار مہربان ہے۔ اور (بھلا تو یہ کیوں قبول نہ ہو جب کہ حقیقت حال یہ ہے کہ) جو کوئی خوفِ خدا کی وجہ سے بُرائی سے ہٹتا ہے وہ تو اللہ کی طرف جھکتا ہے (پھر یہ کیا نظرِ رحمت ہے کہ خدا بندوں کے جھکنے پر بھی نظرِ رحمت نہ کرے) اور مہذب بندے وہ ہیں جو بیہودہ مجالس میں شریک نہیں ہوتے اور جب کبھی اُن کو لغویات پر سے گذرنا ہوتا ہے تو عزت کے ساتھ بچ کر نکل جاتے ہیں (اُن لغویات میں پھنستے نہیں) اور وہ لوگ مہذب ہیں جب ان کو احکام اللہ سنائے جائیں تو بہرے ہو کر نہیں سنتے اور آیاتِ قدرت سمجھائی جائیں تو اندھے ہو کر نہیں دیکھتے۔ بلکہ شنوا اور بینا ہو کر سنتے اور دیکھتے ہیں۔ اور سنو! وہ لوگ مہذب ہیں جو اپنے نفس کی تہذیب کے سوا اپنے متعلقین کے حق میں (بھی یہی خواہ نیک سگال رہتے ہوئے کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار تو ہم کو ہماری بیویوں اور اولادوں (کو ایسا نیک بنا کر اُن کی طرف) سے ہم کو آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب کر اور ہم کو اعلیٰ درجہ کا پرہیزگار بنا! آمین

یہ ہے قرآن مجید کی تصویری تعلیم جو بغرضِ اصلاحِ نفس وہ دیتا ہے۔

ریڈر کا ایک حصہ قابلِ ذکر رہ گیا ہے۔ جس میں نہایت اختصار کے ساتھ قرآن مجید نے تہذیبِ نفس کے احکام جاری فرمائے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا۔

(پ ۵ ع ۴)

"اللہ کی عبادت کیا کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو ساجھی مت بناؤ اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آیا کرو اور قرابتداروں یتیموں، مسکینوں، قریبی ہمسایوں، دُور کے پڑوسیوں سے بھی حسنِ سلوک کیا کرو اور سنو جو کسی سفر میں کسی مجلس میں یا گاڑی اور ٹرین میں) جو تمہارے پہلو میں بیٹھا ہو اس کے ساتھ بھی حسنِ سلوک سے پیش آیا کرو۔ مسافروں اور ماتحتوں کے ساتھ احسان کیا کرو سنو! جو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے کام نہ کرے وہ متکبر بداخلاق ہے) اور خدا کو ایسے متکبر بداخلاق نہیں بھاتے"
ایسی جامع تعلیم پر بھی انسان عمل نہیں کرتے۔ کیونکہ انسان فطرتاً ایسا ہے کہ اس کو محض زبانی نصیحت کارگر نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات اس کی اصلاح کے لئے سیاست اور تعزیرات کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ کسی پنجابی عارف خدا کا شعر ہے ؎

چار کتاباں عرشوں آئیاں پنجواں آیا ڈنڈا ڈنڈے باجھوں بھجدا نائیں بے دینی دا کنڈا

یعنی چار کتابوں کے ساتھ سیاست کا قانون بھی خدا نے نازل فرمایا ہے۔ تا کہ سخت دل لوگوں کو اس سیاست سے سیدھا کیا جائے۔

قرآن مجید چونکہ بانی فطرت کی طرف سے ہے جو انسانوں کی فطری عادات سے پورا واقف ہے۔ اس لئے اصلاحی احکام بصورتِ تعزیرات بھی اس میں آئے ہیں کیونکہ قرآن مجید اپنے اتباع کو مطلع کرتا ہے کہ جو میری کامل پیروی کرے گا۔ میں خدا کی طرف سے اس کو دنیا کی سب سے اعلیٰ عزت دلوانے کا اعلان کرتا ہوں۔ جس کا نام حکومت ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔

اسی اصول سے قرآن مجید میں زانیوں، چوروں اور ڈاکوؤں کی تعزیرات بھی آئی ہیں۔ تاکہ ان کی تعزیرات کا اثر دوسروں پر بھی پڑے اور لوگ ان تعزیرات کے خوف سے اصلاحِ نفس پر متوجہ ہوں ان تعزیری اصلاحوں کا ذکر میں نے اپنے رسالہ "اسلام اور برٹش لا" میں مفصل کیا ہے۔

لفظی اور تصویری تعلیم کے علاوہ تیسری قسم کی تعلیم جو قرآن مجید نے اختیار کی ہے **گذشتہ حکایات** وہ واقعاتِ صحیحہ ہیں۔ گذشتہ زمانہ کے نیک اور بد لوگوں کے قصے بھی اسی غرض سے قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں کہ لوگ اس نتیجہ پر پہنچیں کہ ؎

از مکافاتِ عمل غافل مشو گندم از گندم بروید جو زجو

چنانچہ ارشاد ہے۔ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (پ ۹ ع ۱۲)
"اے ہمارے نبی آپ لوگوں کو واقعاتِ گذشتہ سنایئے کہ یہ لوگ نیک و بد نتائج پر غور کریں"

باوجود ہر قسم کی تفصیلات کے ان سب کا اختصار بھی کمال درجہ پر کر کے **بنیادی اصول** سامنے رکھ دیا۔ جس کی تمہید یہ ہے۔
کون نہیں جانتا دنیا میں جتنے فساد، جتنے جرائم، جتنے مقدمات، جتنی سزائیں ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب کی بنا ایک ہی ہے۔ جس کو لالچ اور طمع نفسانی کہنا چاہیئے۔ چور چوری کرتا ہے تو اسی لئے۔ ڈاکو ڈاکہ مارتا ہے تو اسی لیے۔ غرض ہر کام میں یہی موذی جلوہ نمائی کر رہا ہے۔ اسی بنیادی اصول پر اطلاع دینے کو فرمایا ہے۔

أُحْضِرَتِ الْأَنفُسُ الشُّحَّ. (پ۵ ع۱۴) "یعنی ہر نفس کو اپنا لالچ ہے"

جس طرح مرض کا ذکر مختصر لفظوں میں کیا علاج بھی مختصر فرمایا۔

وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ (پ۲۸ ع۴) "یعنی جو کوئی اپنے نفس کے لالچ سے بچ جائیں۔ پس وہی حقدار نجات ہوں گے"

اس کے علاوہ انسانی فرائض، عبادات، اخلاق وغیرہ کی ہر شاخ کو قرآن مجید نے بالتفصیل بیان کیا ہے مگر میں وقت کی پابندی سے تفصیل عرض نہیں کر سکتا۔ ہاں جو صاحب ان قرآنی مضامین کو مفصل دیکھنا چاہیں وہ میری ناچیز تصنیفات "القرآن العظیم"، "تعلیم القرآن"، "الہامی کتاب" (وید اور قرآن کا مقابلہ) اور "تقابل ثلاثہ" (توریت، انجیل اور قرآن کا مقابلہ) ملاحظہ کریں۔

یہ مقصد جو میں نے بیان کیا ہے یعنی تہذیب نفس دراصل مقصد اصلی نہیں بلکہ ذریعہ ہے مقصد اصلی کا۔ مقصد اصلی نجات ہے مگر تہذیب نفس اس کے حصول کے لئے ذریعہ خاص ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَن كَانَ تَقِيًّا۔ (پ۱۶ ع۷) "یعنی جنت (نجات) کے وارث ہم (خدا) ان لوگوں کو کریں گے جو پرہیزگار ہوں گے۔"

دوسرے مقام پر اس سے ذرا زیادہ الفاظ ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ (پ۲۰ ع۱۲) "یعنی نجات ان لوگوں کی ہوگی جو زمین پر تکبر اور فساد کرنا نہیں جانتے۔"

بس مذہبیت سے یہ دو مقصد ہیں ایک تہذیب نفس جو ذریعہ ہے دوسرے اصلی مقصد کا جس کا نام نجات یہی اصل مقصود ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

مَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ۔

(کامیاب ہے) جو کوئی عذاب آخرت سے بچ کر (دار النجات) جنت میں داخل ہوگا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا ھٰذَا مِنْ فَضْلِکَ :۔ چونکہ میں قرآن مجید کو اپنا بلکہ جملہ انسانوں کا کامل ہدایت نامہ جانتا ہوں۔ اس لئے اپنا اعتقاد دو شعروں میں ظاہر کر کے بعد سلام رخصت ہوتا ہوں

جمالِ حسنِ قرآن نورِ جانِ ہر مسلماں ہے ۔۔۔ قمر ہے چاند اور وں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا ۔۔۔ بھلا کیوں کر نہ ہو یکتا کلام پاک رحمان ہے

۴ رجنوری ۱۹۲۷ء ۔۔۔ خادم اسلام ہیچمدان
ابو الوفاء ثناء اللہ اڈیٹر "اہلحدیث" امرتسر

عقائدِ صحیحہ

جو کچھ ہمارے عقائد ہیں ہم انہیں علی الاعلان بیان کرتے ہیں فَاللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَکِیْلٌ۔

جب تک انسان پورا کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ نہ کہے وہ مسلمان نہیں ہوگا

اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں یکتا اور بے نظیر ہے۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

وہی سب کا خالق و مالک اور روزیاں پہنچانے والا ہے وہ ساتوں آسمانوں کے اوپر عرش عظیم پر ہے

جو جو صفات اللہ تعالیٰ کی قرآن شریف اور صحیح حدیثوں میں وارد ہوئی ہیں ہمارا اُن سب پر بغیر انکار اور تاویل باطل اور تحریف اور بغیر دریافت کیفیت ایمان ہے۔

عبادتوں کے قابل صرف اسی کی ذات ہے۔ عبادت مالی ہو یا بدنی یا زبانی سب اسی وحدہ لاشریک لہ کی ذات کے لئے ہونی چاہیئے جو شخص اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کرے۔ یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور میں خدا تعالیٰ کی کوئی صفت مانے وہ کھلا گمراہ اور مشرک ہے۔ مشرک ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ قرآن شریف اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ جسے اس نے جبرئیل امین علیہ السلام کی معرفت اپنے نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے سچے رسول ہیں۔ آپ کل انس و جن کی طرف پیغمبر بن کر آئے ہیں۔

نبوۃ حضرت آدمؑ سے شروع ہوئی اور آپ کی ذاتِ والا صفات پر ختم ہوئی۔ آپؐ کے بعد قیامت تک کوئی اور نبی نہ ہوگا جو شخص آپ کے بعد کسی کو نبی مانے اور آپ کو خاتم النبیین نہ جانے وہ کافر ہے

آپؐ تمام نبیوں سے افضل اور کل اولادِ آدم کے سردار ہیں

آپؐ کی شفاعت حق ہے۔ قیامت کے میدان میں سب سے پہلے اور سب سے بڑی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شفاعت آپ کی ہوگی۔

آپ کی گستاخی اور بے ادبی کرنے والا، آپ کی توہین اور تحقیر کرنے والا۔ آپ پر سب و شتم لعن طعن کرنے والا گردن زدنی اور کافر مطلق ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ کوئی امتی خواہ کتنی ہی عبادت و ریاضت زہد و تقویٰ کرے۔ وہ کتنا ہی بڑا عالم و عابد ہو۔ نبوت کے درجہ کو نہیں پاسکتا۔ بلکہ انبیاء علیہم السلام کی خاک پاکے برابر بھی نہیں ہوسکتا۔

جب تک آپ کی محبت و عزت و بزرگی انسان کے دل میں اپنے ماں باپ، بھائی بہن، حاکم و محکوم وغیرہ غرض دنیا کے کل لوگوں سے زیادہ نہ ہو تب تک وہ مسلمان نہیں ہوتا۔

آپ کے کل معجزے مثلاً چاند کے دو ٹکڑے ہونا، پہاڑوں و درختوں اور کنکریوں کا آپ کی نبوت کی گواہی دینا وغیرہ سب برحق ہیں۔

معراج برحق ہے آپ کو رب العالمین نے ایک ہی رات میں مکہ سے بیت المقدس کی اور وہاں سے ساتوں آسمان کی سیر کرائی اور پھر اسی رات میں واپس اپنی جگہ پہنچا دیا۔ معراج جاگتے ہوئے آپ کے جسم و روح سمیت سیر کرائی گئی۔

آپ پر کثرت سے درود شریف پڑھنا چاہیئے۔ جو شخص آپ کا مبارک نام سنے اور درود نہ پڑھے وہ بڑا بدنصیب اور سب سے زیادہ بخیل ہے۔

قیامت کے روز سب سے پہلے آپ اٹھیں گے۔ آپ کے لئے سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا۔

سب سے بڑا حوض کوثر آپ کا ہوگا۔ سب سے زیادہ جنتی امت آپ کی ہوگی۔ یہاں تک کہ اہل جنت کی ایک تہائی میں تمام اولامتیں اور دو تہائی میں صرف امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

آپ کے کل فرمان اور افعال امت پر واجب العمل ہیں؛ احکام شرعیہ میں آپ اس وقت تک کوئی ارشاد نہیں فرماتے تھے جب تک خدائے تعالیٰ کی جانب سے وحی نہ آجائے۔

آپ گناہوں سے اور شریعت کی باتوں میں غلطی کرنے سے معصوم تھے۔

قرآن و حدیث کا یا صرف قرآن کا یا صرف حدیث کا منکر کافر ہے۔

حجت تامہ اور مستقل دلیل صرف قرآن کریم و حدیث صحیح ہے۔

ہر ایک امام مجتہد، بزرگ محدث کے قول کو قرآن و حدیث پر پیش کرنا چاہیئے۔ اگر مطابق ہو قبول کرنا چاہیئے۔ اور اگر خلاف ہو تو قبول نہ کرنا چاہیئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کل انبیاء علیہم السلام اور ان کی کتابیں اور ان کے معجزے برحق ہیں۔
انبیاء کے بدن قبر میں سڑتے گلتے نہیں۔ بلکہ جوں کے توں باقی رہتے ہیں۔
دوزخ، جنت، عذاب و ثواب، لوح محفوظ، قلم، قیامت، صور، عذاب و ثواب قبر، میزان نامہ اعمال، پل صراط، دیدار باری تعالیٰ، مرنے کے بعد جینا، تقدیر کی بھلائی، برائی، فرشتہ، حور و غلمان وغیرہ سب برحق ہیں۔

صحابہ کرام کی محبت عین ایمان ہے۔ اور ان کا بغض علامت کفر ہے
خصوصاً خلفاء اربعہ میں سے کسی سے بغض رکھنا۔ اولیاء اللہ سے دوستی رکھنا ایمان ہے اور ان کی دشمنی خدا کی دشمنی ہے۔

اولیاء اللہ کی کرامتیں برحق ہیں۔ اولیاء اللہ کا ادب اور عزت کرنی چاہیے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ انھیں حاجت روا اور مشکل کشا سمجھیں یا کوئی اور وصف خدا جیسا اُن میں مانیں یا جو عبادتیں مالی ہوں یا بدنی یا زبانی اُن اولیاء اللہ کے لئے کریں۔

اماموں اور مجتہدوں اور محدثین کی توہین کرنا، انھیں برا بھلا کہنا، اُن سے بغض رکھنا، دشمنی رکھنا مسلمان کا کام نہیں خصوصاً چاروں امام۔ امام ابو حنیفہؒ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد حنبل رحمۃ اللہ کی توہین کرنا۔ ان بندگان دین کو برائی سے یاد کرنا۔ اُن سے دشمنی رکھنا صریح بے دینی ہے۔

ہم اہل حدیث اُن بزرگوں اور اُن کے سوا اور بندگانِ دین کی تہ دل سے عزت کرتے ہیں۔ انہوں نے جو باتیں ہمیں خدا اور رسولؐ کی پہنچائی ہیں ہم ان کا ماننا اپنے ذمہ فرض سمجھتے ہیں۔ ہاں جس کسی کی بات کلام اللہ یا حدیث رسول اللہ کے خلاف ہو اسے ہم نہیں مانتے۔ ہمارا یہ مذہب نہیں کہ ایک امام کی کل باتیں چاہے وہ حدیث، قرآن کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔ سب کا ماننا اپنے ذمہ فرض یا واجب سمجھیں۔ یعنی تمام امور شرعی میں اُسی ایک کی تقلید کریں۔ ہم ایسی تقلید کو قرآن و حدیث کے خلاف سمجھتے ہیں۔

دنیا بھر میں کوئی ایسا بزرگ نہیں اور نہ گذرا اور نہ آئندہ ہو گا کہ جس کی کل باتوں کا ماننا امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض و واجب ہو سوائے حبیب خدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف آپ ہی کی ذات ایسی ہے جن کی اتباع کر کے ہم نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ کوئی ایسا نہیں جس سے احکام شرعی میں غلطی اور خطا نہ ہوتی ہو۔ سوائے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم آپ کی جائے پیدائش مکہ مکرمہ اور آپ کی جائے ہجرت مدینہ منورہ کو حرم مانتے ہیں ہم[1] آپ کے روضہ مبارک کی زیارت کو مسنون اور کار ثواب جانتے ہیں۔ ہم خلافت کو آپ کے خاندانِ قریش میں مختص مانتے ہیں۔ قیامت تک اُن کے سوا کوئی خلیفہ نہ ہوگا۔ آپ کی تمام امت میں سب سے زیادہ افضل اور بزرگ خلیفہ بلافصل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں آپ کے بعد خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ کے بعد خلیفہ ثالث حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ کے بعد خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ امام مہدی علیہ السلام کی امامت برحق ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے ہیں۔ وہ اب تک زندہ ہیں اور قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے۔ دجال کو قتل کریں گے۔ وغیرہ۔ (محمد ہاشم محمدی ٹانڈوی ۱۴ ذی قعدہ ۱۳۶۵ھ)

سوال۔ کلام مجید میں بکثرت آیات شرک کی رد میں وارد ہیں، شرک کے لیے اللہ ذوالجلال نے سخت وعید بیان فرمائی ہے۔ تلاوت کے وقت طبیعت خائف ہوتی ہے کہ اس مرض سے نجات کیسے ہوگی۔ مہربانی فرما کر شرک کی جامع مانع تعریف تحریر فرمائیں۔

محمد غنی فضل الرحمٰن از جہلم شہر

جواب۔ شرک کی جامع مانع تعریف اور اس کے اقسام سمجھنے کے لیے مولانا اسمٰعیل شہید کی کتاب تقویۃ الایمان پڑھیے (اہلحدیث جلد ۴۴ نمبر ۱)

تشریح۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ بَدَءَ الْاِسْلَامُ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ كَمَا بَدَءَ فَطُوبٰى لِلْغُرَبَاءِ الَّذِيْنَ يُصْلِحُوْنَ مَا اَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ سُنَّتِي (الحديث)

یعنی خدا کا دین اسلام شروع شروع مسافرانہ روش میں چلا ہے۔ ترقی کے بعد پھر مسافرانہ صورت میں ہو جائے گا۔ خوشخبری ہو اُن مسافروں کو جو میری سنت میں لوگوں نے جو بگاڑ کیا ہوگا اس کی وہ اصلاح کریں گے۔ اس حدیث شریف میں اسلام کی زندگی کے چار مراتب فرمائے ہیں (۱) پہلی حالت بے کسی کی تھی جو ہجرت سے قبل مکہ معظمہ میں گذری (۲) دوسرے درجہ میں

---

[1] سفر مدینہ مسجد نبوی ﷺ (روضۃ من ریاض الجنۃ) میں نماز ادا کرنے کی نیت سے ہونا چاہیے پھر روضہ مطہرہ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا عین کار سعادت ہے (راز)

[2] اسلام حالت غریبی میں شروع ہوا اور آخر زمانہ میں پھر حالت غریبی میں ہو جائے گا۔ زہے نصیب ان غریب مسلمانوں کے جو ایسے وقت میں اصلاح مفاسد کا کام کریں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کی ترقی کی طرف اشارہ ہے (۳) تیسرے مرتبے میں پھر اصل اسلام کی کس مپرسی کا ذکر ہے۔ یعنی اصل اسلام خود اہل اسلام میں نسیاً منسیاً ہو کر توحید وسنت کی جگہ شرک وکفر لے لیں گے اور سنت پر بدعات غالب آجائے گی۔ اصل اسلام بتانے والوں کو اسی طرح دیکھا جائے گا جس طرح پہلے طبقہ کے مسلمانوں کو دیکھا جاتا تھا۔ (۴) چوتھے درجہ میں ان مصلحین کی طرف اشارہ ہے۔ جو اس تیسرے درجہ میں پیدا ہو کر مفسدین کے فساد کی اصلاح کریں گے۔ اس حدیث کی واقعات سے تصدیق ہوتی ہے۔ پہلے درجے کی صحت تو مکہ معظمہ کے ایام میں ہوئی۔ دوسرے درجے کا معاملہ مدینہ شریف میں اندر زمانہ خلافت اور اس کے بعد بھی کچھ مدت تک ہوتا رہا ہے تیسرے درجے کا ظہور ہندوستان میں شاہی زمانہ میں کمال کو پہنچ گیا۔ ہر قسم کی پرستش شروع ہو گئی۔ ہر طرح کی بدعات رواج پا گئیں۔ یہاں تک کہ اولیاء اللہ کی پہچان یہ ہوئی۔ کہ شراب کی مستی سے ان کی آنکھیں مست ہوں۔ زلفیں لمبی لمبی معطر ہوں۔ جس راستہ سے چلیں راستہ مہک جائے۔ عام طور پر آوازے کسے جاتے ہیں ؎

اگر باب اجابت بند ہو جائے تو کیا ڈر ہے　　کھلا رہتا ہے دروازہ معین الدین چشتی کا

یہ بھی کہا جاتا ہے ؎

اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے　　جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمدؐ سے

جب یہ حالت اپنے کمال کو پہنچ گئی تو حسب پیشگوئی رسالت پناہی علیہ الصلوٰۃ والسلام دہلی کے خاندان علمیہ میں ایک روشن چراغ (مولانا اسمٰعیل شہید قدس اللہ سرہ) پیدا ہوئے جنہوں نے کڑاکے دار آوازے سے مسلمانوں کو اصل دین اسلام بتایا۔ اس کے جواب میں مسلمانوں نے کیا کہا اور کیا برتاؤ کیا۔ اس کی تفصیل شہید مرحوم کی سوانح عمری "حیات طیبہ" میں دیکھئے۔ جو دفتر[1] اہل حدیث سے مل سکتی ہے۔ اس تحریک میں ممدوح نے کتاب تقویۃ الایمان لکھی جس میں محض قرآن و حدیث کے آئینہ میں اسلام کی تصویر دکھائی۔ اس کتاب کے مواعظ کا اہل دہلی بلکہ اہل ہند پر بہت اچھا اثر ہوا۔ مولانا حالی مرحوم نے اصلاح عرب کے متعلق "مسدس حالی" میں ایک بند لکھا ہے۔ جو ایک لفظ کی تبدیلی سے تحریک اسماعیلی پر پورا صادق آتا ہے ؎

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی　　زمیں ہند کی جس نے ساری ہلا دی

---

[1] اب غالباً دفتر اہل حدیث سوہدرہ یا دفتر الحدیث دہلی سے مل سکے۔ فقط راز۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نئی اک لگن سب کے دل میں لگا دی　　اک آواز میں سوتی بستی جگا دی

پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے
کہ گونج اٹھے دشت و جبل نام حق سے

خدا کے فضل سے کتاب تقویۃ الایمان اتنی مقبول ہوئی کہ آج اسلامی کتب میں بعد کتاب اللہ کے یہی کثیر الاشاعت ہے اس کے برابر کوئی کتاب اتنی کثیر الاشاعت نہیں۔ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ۔ توحید پسند علماء نے اس کو بہت پسند کیا۔ اہل حدیث کے علاوہ سرکردہ علماءِ احناف مولانا رشید احمد گنگوہیؒ مولانا عبدالحیؒ لکھنوی علماء دیوبند اس کی بڑی تحسین فرماتے رہے چنانچہ مولانا گنگوہیؒ کے الفاظ یہ ہیں۔

کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ اور سچی کتاب اور موجب قوت و اصلاح ایمان کی ہے۔ اور قرآن و حدیث کا مطلب پورا اس میں ہے اس کا مؤلف ایک مقبول بندہ تھا جناب مولوی اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ عالم و متقی بدعت کے اکھاڑنے والے اور سنت کے جاری کرنے والے اور قرآن و حدیث پر پورا عمل کرنے والے اور خلق اللہ کو ہدایت کرنے والے تھے اور تمام عمر اسی حال میں رہے اور آخر کار فی سبیل اللہ جہاد میں کفار کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ پس جس کا ظاہر حال ایسا ہووے وہ ولی اللہ اور شہید ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنْ اَوْلِیَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ[1]۔ اور کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور رد شرک و بدعت میں لاجواب ہے۔ استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں۔ اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے اور موجب اجر کا ہے اس کے رکھنے کو جو برا کہتا ہے وہ فاسق اور بدعتی ہے اگر اپنے جہل سے کوئی اس کتاب کی خوبی کو نہ سمجھے تو اس کا قصور فہم ہے۔ کتاب اور مؤلف کتاب کی کیا تقصیر۔ بڑے بڑے عالم اہل حق اس کو پسند کرتے ہیں اور رکھتے ہیں اگر کسی گمراہ نے اس کو برا کہا تو وہ خود ضال اور مضل ہے۔

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ۔ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۲۲)

مولانا گنگوہیؒ نے تقویۃ الایمان کو جن برا جاننے والوں کا اجمالی ذکر کیا ہے۔ ان میں ایک

[1] اولیاء اللہ صرف وہی لوگ ہوتے ہیں۔ جو پرہیزگار خدا سے ڈرنے والے ہوں۔

04215

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی ہیں آپ نے حال میں ایک کتاب موسوم "اطیب الکلام" بتردید تقویۃ الایمان" شائع کی ہے۔ مجھے یہ کتاب ملی تو مجھے خیال ہوا۔ کہ شہید مرحوم کے ساتھ ہو کر مجاہدین کے گھوڑوں کی لید اٹھانے کا موقع تو نہیں ملا۔ اُن کی کتاب کی تائید کر کے اتبعوھم باحسان میں شامل ہو جاؤں۔

فی الجملہ نسبتے بتو کافی بود مرا ۔۔۔ بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است

اس بارے میں میں نے اپنے مخلص دوست حافظ عزیز الدین صاحب مراد آبادی سے مشورہ لیا۔ کیونکہ موصوف کو مراد آبادی کی حیثیت سے اور تجربہ کار ہونے کی وجہ سے میں اس امر کا اہل جانتا تھا۔ کہ اُن سے مشورہ لوں۔ موصوف نے تمنا کی کہ جواب کی خدمت مجھے سپرد کی جائے تاکہ میں بھی شہید مرحوم کے گھوڑے کے پیچھے پیچھے چلنے کے لائق ہو جاؤں اگرچہ میں اس لائق نہیں کیونکہ؟

پہنچ سکتا ہے کب ہم سے ناتوانوں کا غبار ۔۔۔ تیز جاتی ہے بہت اُن کی سواری ان دنوں

میں نے اس نیت سے موصوف کی درخواست کو قبول کیا کہ آپ لکھیں گے اور میں بذریعہ اخبار شائع کروں گا۔ تو دونوں شہید قدس سرہ کے جہادی گھوڑوں کے ساتھ اس طرح دائیں بائیں چلیں گے جس طرح شہید خود اور مولوی عبد الحی مرحوم دہلوی حضرت سید احمد صاحب رائے بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے گھوڑے کے دونوں طرف چلا کرتے تھے۔

نوٹ:۔ ان دونوں حضرات کا ذکر کرتے ہوئے میدانِ جہاد میں اُن کی تگ و دو کا تصور اور بدقسمتی سے اس میدان میں اپنی غیر حاضری کا خیال کر کے میں زار زار رو رہا ہوں میری دونوں آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا رہی ہیں۔ خدا کرے یہ پانی آتش دوزخ مجھ پر سرد کرنے میں کام آئے آہ

عدم کے جانے والو بزم جاناں تک اگر پہنچو ۔۔۔ ہمیں بھی یاد رکھنا ذکر گر دربار میں آئے

جواب اگلے پرچہ سے شروع ہوگا۔ إن شاء الله

ناچیز ابو الوفاء (۱۸ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ)

مولانا حافظ عزیز الدین مرحوم کا مضمون بنام "اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان بجواب اطیب البیان کافی عرصہ تک اخبار اہلحدیث میں چھپتا رہا پھر بھی آٹھواں حصہ بھی شائع نہ ہو سکا کہ انقلاب زمانہ نے سب کچھ منقلب کر دیا۔ الحمد للہ کہ اس کتاب کا پورا مسودہ آن کے صاحبزادے جمیل احمد صاحب کے پاس محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے سامانِ اشاعت مہیا فرمائے آمین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افسوس کہ آج یہ سب بزرگ بزمِ توحید کو سونا کر گئے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو فردوس بریں میں اعلیٰ مقام نصیب کرے۔ اور ناقل کو بھی ان کے نقوشِ قدم پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(ر۔ ا۔ ف)

مولانا اسمٰعیل شہید دہلوی گزشتہ زمانہ میں اہل علم کا دستور تھا کہ علم کی حیثیت سے اپنے مخالف کی بھی قدر اور تعریف کرتے تھے۔ مگر آج کل جہاں اور دستور مٹ گئے۔ یہ دستور بھی مٹ گیا۔ اپنے مخالف کی تعریف کرنا تو کیا سُننا بھی گوارا نہیں۔

گزشتہ جنگ یورپ میں ہمیں خبریں ملتی رہی ہیں کہ انگریز افسر ترکوں کی تعریف کرتے تھے کہ ترک بڑے مہذب اور شریف سپاہی ہیں۔ دشمنی اور اختلاف اور چیز ہے۔ علم اور کمال اور چیز۔ اسی اصول سے ہم مولانا شہیدؒ کی زندگی کے بعض حالات ایک معتبر حنفی رسالہ سے نقل کرتے ہیں جس سے مراد ہماری القاسم دیوبند ہے۔ یہ رسالہ مدرسہ دیوبند کا آرگن ہے مدرسہ دیوبند علم دینی کی عموماً اور مذہب حنفی کی خصوصاً جو خدمت کر رہا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ باوجود اس کے مولانا شہید کی زندگی کو کس عزت سے دیکھتا اور دکھاتا ہے۔ وہ سُننے کے قابل ہے۔ لکھا ہے:

اس آخری دور میں بھی مجدد الف ثانیؒ حضرت سید احمد صاحب بریلوی اور شہید فی سبیل اللہ حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب دہلوی قدس اللہ سرہما و نور مرقدہما۔ تیرھویں صدی میں قرون مشہود لہا بالخیر کا تماشہ دکھلا گئے۔

حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ جس وقت تحصیل علم سے فارغ ہوئے۔ دہلی کا پُرفضا گلزار باوجود مسلمانوں کی دارالسلطنت ہونے کے بدعات اور رسومِ شرکیہ کے جھاڑ اور کانٹوں سے ایک خارستان نظر آتا تھا۔ جہلا کے من گھڑت اختراعات اور بدعات نے اس کو ایک بدعت کدہ بنا رکھا تھا۔ جس کا زہریلا اثر جہلا ہی تک محدود نہ تھا۔ بلکہ علماء کے گھرانے بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے تھے۔ مبتدعین کی کثرت اور قوت اور علماءِ ربانی کی قلت و ضعف نے ان لبوں پہ مہر سکوت لگا رکھی تھی خود حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بعض عزیزوں میں یہ بلا پھیلی ہوئی تھی۔

حضرت شہید قدس سرہ یہ دیکھ کر ایک روز جمعہ کے بعد جامع مسجد دہلی کے مکبرہ پر کھڑے ہو گئے اور آیت کریمہ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما (اے محمد صلعم) آپ کے رب کی قسم وہ لوگ مومن ومسلمان نہ ہوں گے جب تک وہ آپ کو اپنے تمام کاروبار میں فیصلہ کن حاکم نہ بنالیں پھر وہ آپ کے حکم سے دل تنگ نہ ہوں۔ بلکہ اس کو برضا ورغبت تسلیم کرلیں) پڑھ کر وعظ فرمانا شروع کیا۔ آج پہلا دن ہے کہ دہلی والوں کے کانوں میں ان کاموں کی برائی اور قباحت ڈالی جاتی ہے۔ جو ان کے نزدیک فرائض وواجبات سے زیادہ مؤکد تھے۔ جس کو دیکھتے ہوئے خیال ہوتا ہے کہ حضرت شہید کا یہ وعظ جعجعہ ولا طحین (چکی کی آواز ہے مگر آٹا نظر نہیں آتا) کا مصداق ہوکر رہ گیا تھا۔

مگر نہیں نہیں! حق میں ایک مخفی قوت ہوتی ہے۔ جو اپنا اثر دکھلاتی ہے۔ اور ضرور دکھلاتی ہے۔ حضرت شہید نہایت جرأت وبے پروائی کے ساتھ ان کے ہر ہر خیال کو باطل کرتے ہوئے فرمارہے ہیں کہ دین وعبادت محض اتباعِ سنت سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا نام ہے۔ منگھڑت بدعات کو اس میں داخل کرنا جہل مرکب ہے اور بار بار حافظ شیرازی کا یہ شعر وردِ زباں ہے ؎

مصلحت دید من آنست کہ یاراں ہمہ کار بگذارند و سرطرۂ یارے گیرند

اور وہی حق سے ناآشناکان اور قبر پرست سر ہیں کہ ان کے سامنے جھکے جاتے ہیں آخر وعظ سے فراغت ہوئی اور ۹۵۰ آدمی اسی مجلس میں اپنے خیالات سے تائب ہوئے۔ لوگ اپنے اپنے گھروں پر واپس آئے۔ اب دہلی جیسا شہر ہے اور اس کے ہر گھر میں نزاع وجدال کا بازار گرم ہے۔ ہر گھر میں چار آدمی اگر اپنے پرانے خیالات پر مصر ہیں تو ایک وہ بھی ہے جس کو ہدایت خداوندی نے اپنی آغوش میں لے لیا ہے۔ اور اس پہ حضرت شہید کی مؤثر تقریر اپنا رنگ چڑھا چکی ہے۔

تحصیل علم کے بعد یہ پہلا کام ہے جو حضرت شہید کے ہاتھوں ظہور میں آیا ہے۔ اب آپ قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا کے موافق ان کی عمر بھر کے کارناموں کا اندازہ کرسکتے ہیں آپ جب بارادۂ حج بیت اللہ تشریف لے گئے تو بیت اللہ کے اندر مردوں اور عورتوں کو اکٹھے داخل ہوتے دیکھا۔ آپ کو کہاں تاب تھی کہ کوئی امر منکر دیکھیں اور خموش ہورہیں۔ تلوار کھینچ کر دروازہ بیت اللہ پر کھڑے ہوگئے۔ اور فرمایا۔ کہ واللہ جب تک اسمٰعیل زندہ ہے۔ مرد اور عورت مل کر بیت اللہ میں داخل نہ ہوسکیں گے۔ یہ دیکھ کر لوگوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں شور ہوا۔ اور شدہ شدہ یہ خبر ملازمانِ حکومت تک پہنچی۔ حضرت مولانا اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ سے سبب دریافت کیا گیا۔ کہ آپ ایسا تشدد کیوں کرتے ہیں تو فرمایا کہ ان مردوں کے تہبند دیکھے جائیں جو عورتوں کے ساتھ مل کر بیت اللہ میں داخل ہوتے ہیں چنانچہ دیکھا گیا کہ ان سب کے تہبند آگے سے بھیگے ہوئے تھے۔ اس وقت سب کو اس کا احساس ہوا۔ اور اسی وقت سے عورتوں اور مردوں کے ساتھ داخل ہونے کی ممانعت ہوگئی۔

اسی طرح اس سفیان ثانی کے ہاتھوں سیکڑوں مردہ سنتیں زندہ ہوئیں اور یہی وہ کام تھا کہ جس کو آپ نے اپنی زندگی کا مقصودِ اعظم بنایا تھا اور جس کے پورا کرنے میں آپ کو دنیوی جاہ و مال بلکہ عزت و آبرو سے بھی ہاتھ اٹھانا پڑا۔ ہزاروں آفات اور مصائب کا سامنا ہوا۔ دوستوں اور دشمنوں کے طعنے سنے مگر وہ کوہِ وقار تھے کہ اپنی جگہ سے ایک انچ ٹلنا نہ جانتے تھے۔ ان کے مطمح نظر ارشاد خداوندی:۔

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا :۔ اور تم ضرور سنو گے ان لوگوں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی ہے اور مشرکوں سے بہت ایذا کی باتیں ؛ تھا وہ ان کی ایذاؤں کو برضا و رغبت سہنے کے لیے تیار تھے ؎

پیالۂ عشق رسوائے جہانم کن کہ یک چندے ملامتہائے بے دردان شنیدن آرزو دارم

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ جامع مسجد دہلی سے اتر رہے تھے کہ دہلی کے چند شہدوں نے آپ کو گالیاں دینی اور حرامی کہنا شروع کیا۔ اب آپ کا جواب سنئے مسکرا کر نہایت متانت سے فرماتے ہیں کہ بھیئے میں حرامی کیوں کر ہوسکتا ہوں۔ میری والدہ کے نکاح کے گواہ تو اب تک موجود ہیں۔ تبلیغ احکامِ خداوندی اور اشاعت سنت کا خیال ہر وقت دامنگیر تھا۔ ایک روز خیال آیا کہ دہلی میں کسبی عورتیں بہت ہیں۔ ان کو کوئی وعظ و نصیحت نہیں سناتا۔ آخر یہ بھی تو آدمی ہیں۔ ممکن ہے کہ نصیحت کارگر ہو جائے اور ایک ساتھ سیکڑوں خدا کے بندے گناہ سے بچ جائیں۔

آخر رات کو ایک مشہور کسبی کے مکان پر جا کر دروازہ پر پہنچے معلوم ہوا کہ شہر کی اور بھی بہت سی کسبیاں اس مکان پر موجود ہیں اور گانے بجانے میں مصروف ہیں۔ جاتے ہی گداگرد ل کی سی صدا دی۔ مکان کے اندر سے ایک لڑکی بھیک لے کر آئی۔ حضرت شہیدؒ نے فرمایا کہ جا کر صاحب مکان سے کہدو کہ اس فقیر کی عادت ہے کہ جب تک اپنی صدا نہیں سنا لیتا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُس وقت تک بھیک نہیں لیتا۔ لڑکی نے جا کر کہہ دیا جواب ملا کر ہمیں صدا سننے کی ضرورت نہیں تم فقیر ہو تمہیں اپنی بھیک سے مطلب ان باتوں سے کیا غرض۔ مگر حضرت شہیدؒ کو تو غرض ہی اسی سے تھی فرمایا کہ ہم تو بدون صدا سُنائے بھیک نہ لیں گے۔ آخر چند مرتبہ کی رد و کد کے بعد کسبیوں نے بھی خیال کیا کہ یہ کوئی عجیب فقیر ہے۔ اس کی صدا بھی سُن لو۔ دیکھو کیا کہتا ہے یہ بھی ایک تماشہ سہی حضرت شہیدؒ اندر داخل ہوئے اور کھڑے ہو کر

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۔ الاٰية۔

"قسم انجیر کی وزیتون کی اور طور سینین کی اور اس شہر امن والے کی۔ ہم نے بنایا آدمی خوب سے خوب انداز؟"

پڑھ کر وعظ شروع کر دیا۔ حضرت شہیدؒ کا وعظ ہے۔ اور فاحشہ عورتوں کی مجلس۔ یہ عجیب وغریب منظر کچھ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ فواحش کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ طبلچیوں نے اپنے طبلوں اور سارنگیوں کو غلافوں سے نکال کر پھینک دیا ہے کوئی مصروف آہ و زاری ہے تو کسی کو گریہ و بکا دم لینے کی اجازت نہیں دیتا۔ کسی کو کسی کی خبر نہیں۔ گویا یہ لوگ دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ اپنے سامنے دیکھ رہے ہیں۔

نہ معلوم کہ حضرت شہیدؒ نے ان سر دلوں میں وہ کونسی برقی حرارت چھوڑ دی۔ جس کی تاثیر سے معاصی کے تمام نجس مادے پگھل پگھل کر آنکھوں سے بہنے لگے۔

آج اُس بزم میں ہم آگ لگا کر اُٹھے　　یاں تلک روئے کہ اُن کو بھی رلا کر اُٹھے

وعظ کا ختم ہونا تھا اور ساری مجلس کا حضرت شہیدؒ کے قدموں پر گر پڑنا۔ اُن کی ہدایت کا وقت آگیا تھا۔ اسی ایک مجلس میں سب نے حضرت شہید کے ہاتھ پر توبہ کی اور سب کے سب خدائے تعالیٰ کے مقبول بندے ہو گئے۔ صاحب خانہ جو ان سب میں حُسن و جمال اور مال و دولت کے اعتبار سے بڑی تھی۔ اور اکثر رؤسا و نواب اُس سے مبتلا تھے۔ اس سحر بیان وعظ سے اتنی متاثر ہوئی کہ اپنا سارا مال و متاع لُٹا کر شب و روز عبادت میں مشغول ہو گئی۔ اور جب حضرت شہیدؒ نے سکھوں سے جنگ کی تو یہ بھی آپ کے لشکر میں تھی۔ اور وہی ہاتھ جنہوں نے عمر بھر چکی کا ہتھہ نہ دیکھا تھا۔ آج اُن میں گھوڑوں کا دانہ دلتے دلتے مہندی کی بجائے آبلہ پڑے ہوئے ہیں۔ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى سَوَآءِ السَّبِيْلِ۔

مولانا اسمٰعیل صاحبؒ وعظ سے فارغ ہو کر باہر آئے۔ آپ کے ایک عزیز آپ کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فواحش کے گھر کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر آہستہ آہستہ پیچھے ہو لئے تھے اور چھپ کر دروازہ میں یہ سارا ماجرا دیکھ رہے تھے۔ جب اس کے گھر سے نکل کر چند قدم آگے بڑھے تو وہ عزیز سامنے آئے اور عرض کیا۔ کہ حضرت کچھ اپنی عزت کا بھی تو خیال چاہیئے۔ مولانا نے فرمایا :-

"واللہ میری عزت تو اُس وقت ہوگی کہ میرا منہ کالا کر کے مجھے گدھے پر سوار کیا جائے اور دہلی کے چاندنی چوک میں پھرایا جائے مگر میری زبان کسی خلافِ حق کلمہ کے ساتھ ملوث نہ ہو۔ میری زبان پر وہی قال اللہ، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاری ہو۔"

(القاسم بابت شوال و ذیقعدہ ۱۳۴۳ھ)

اہلحدیث :- امرتسر کے حنفی علماء (مولوی رسل بابا مرحوم اور ان کے خاندان کے دیگر افراد) بھی مولانا اسمٰعیل کی بہت عزت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ مولوی غلام مصطفٰے صاحب نے بھی اپنے زمانہ میں مولانا کو شہید دہلوی لکھا ہے۔ جو سب اعلیٰ صفات کا جامع ہے۔ آہ! باوجود ایسے شہید سے عداوت اور رنج رکھنے والے ڈرتے نہیں کہ وہ اس حدیث کے نیچے نہ آجاویں۔ جس میں فرمایا۔

مَن عادی لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب (جو کوئی میرے (خدا کے) ولی سے عداوت رکھتا ہے۔ میرا اس سے اعلان جنگ ہے) (۲۳ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ)

مولانا اسمٰعیل شہیدؒ امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کی نگاہ دور رس میں

اور پھر چند قدم آگے بڑھو۔ مقام عزیمت دعوت کی کیسی کامل اور آشکارا مثال سامنے آتی ہے۔

ساری مثالوں سے آنکھیں بند کرلو صرف یہی ایک مثال زیر بحث حقیقت کے فہم و کشف کے لئے کافی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ کا مقام ہر رنگ میں کس درجہ جامع و کامل ہے بایں ہمہ یہاں جو کچھ ہوا تجدید و تدوین علوم و معارف اور تعلیم و تربیت اصحاب استعداد تک محدود رہا۔ اس سے آگے نہ بڑھ سکا۔ عملاً فعل و نفاذ اور ظہور و شیوع کا پورا کام تو کسی دوسرے ہی مرد میدان کا منتظر تھا اور معلوم ہے کہ توفیق الٰہی نے یہ معاملہ صرف حضرت علامہ شہید رضی اللہ عنہ کے لئے مخصوص کر دیا تھا۔ خود حضرت شاہ صاحب کا بھی اس میں حصہ تھا

می خواست رستخیز زعالم براوردہ
آں باغباں کہ تربیت ایں نہال کرد

اگر خود شاہ صاحب بھی اس وقت ہوتے تو انہیں کے جھنڈے کے نیچے نظر آتے۔ الیٰ آخرہ

(تذکرہ مولانا ابوالکلام آزاد صفحہ ۲۷۵ تا ۲۷۶)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا مولانا اسمٰعیل شہید مقلد تھے؟

قدرت کا قانون ہے کہ جس چیز سے انسان محبت رکھتا ہے اس کو ہر طرف وہی نظر آتا ہے۔ ایک عربی شاعر اس کا نقشہ یوں دکھاتا ہے ؎

أُرِيدُ لِأَنْسٰى ذِكْرَهَا فَكَأَنَّمَا تَمَثَّلُ لِي لَيْلٰى بِكُلِّ سَبِيلِ

یعنی میں لیلیٰ کا ذکر بھول جانا چاہتا ہوں لیکن وہ ہر راستے میں میرے سامنے آجاتی ہے۔ یہی معنی ہیں اس مصرع کے ؎ جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

ارباب تقلید جدھر نظر اُٹھاتے ہیں اسی قانون قدرت کے ماتحت اُن کو تقلید ہی تقلید نظر آتی ہے سب سے پہلے اُن کی نظر امام المحدثین امام بخاریؒ پر پڑتی ہے۔ ان کو بھی یہ لوگ امام شافعیؒ کا مقلد بنا دیتے ہیں۔ حالانکہ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں امام شافعیؒ کا بعض مسائل میں رد بھی کیا ہے اور امام موصوف کا نام بھی سادے لفظوں میں (قال ابن ادریس) لکھا ہے۔ باوجود اس کے ان کو امام شافعیؒ کا مقلد کہا جاتا ہے یا للعجب!

گذشتہ ایام میں حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کا ذکر خیر رسالہ "الفرقان" بریلی میں درج ہوا تھا۔ اس میں بھی اسی قانون قدرت کا جلوہ نظر آتا تھا۔ مضمون نگاروں نے عموماً شاہ صاحب ممدوح کو حنفی مقلد بتایا تھا جس کے متعلق انہی دنوں "اہلحدیث" میں مفصل بحث ہوئی تھی۔ جو کبھی فرصت حاصل ہونے پر رسالہ کی شکل میں بھی شائع ہو گی۔ انشاء اللہ! آج اسی کا تتمہ ہمارے سامنے ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ

رسالہ "المفتی" دیوبند میں ایک فتویٰ شائع ہوا ہے جو مع سوال درج ذیل ہے، سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ مولانا اسمٰعیلؒ مقلد تھے یا غیر مقلد؟ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ حنفی مقلد تھے۔ سوال و جواب کے اصل الفاظ ملاحظہ ہوں۔

"مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کو غیر مقلدین یہ کہتے ہیں کہ وہ غیر مقلد تھے دریافت طلب امر یہ ہے کہ حقیقت میں وہ غیر مقلد تھے یا حنفی تھے۔ جیسا کہ بعض علمائے دیوبند کہتے ہیں۔ اگر حنفی المذہب تھے تو اس کے ثبوت میں ان کی کوئی تصنیف اُردو یا بدرجہ مجبوری فارسی کی ہو۔ جس سے ثابت ہو کہ حنفی المذہب تھے آپ پیش

۱؎ اے لباآرزو کہ خاک شدہ — راز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر سکتے ہیں۔ اگر وہ خدانخواستہ غیر مقلد ہیں تو ان کی تصانیف کو دیکھنا کیسا ہے۔ اور علمائے دیوبند ان کی بہت حمایت کرتے ہیں۔ اگر وہ غیر مقلد ہیں تو ان کی حمایت کرنے سے کیا فائدہ۔ مجھ کو ایک شخص نے تقویۃ الایمان کا حوالہ دکھایا جس میں ایک فصل ہے بیان درردّ تقلید۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بعض دیگر تصانیف مولانا مرحوم موجود ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اہل حدیث تھے دریافت طلب امر یہ ہے۔ کہ یہ دعویٰ ان کا صحیح ہے یا غلط۔ اور ان کی تصنیف علاوہ "تقویۃ الایمان" کے اور "صراط مستقیم" اور "منصب امامت" کے دوسری بھی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اہل حدیث تھے۔ "منصب امامت" اور "صراط مستقیم" کے مسائل سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ حنفی المذہب ہونا۔ مہربانی کر کے ان چاروں باتوں کا جواب دیا جاوے۔ کیونکہ ان کے متعلق متضاد حالات مشہور ہو رہے ہیں۔

الجواب حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب شہید رحمہ اللہ حنفی المذہب عالم ربانی اور بزرگ تھے اور ردّ بدعات میں بہت زیادہ ساعی تھے۔ ہر دینی کام میں جہاں ذرا بھی خلل سمجھتے تھے اس کا ردّ فرماتے تھے۔ مسئلہ تقلید میں بھی ہندوستان میں افراط و تفریط سے کام لیا گیا ہے۔ جیسا کہ غیر مقلدین نے تقلید میں کفر بطی کی اور تقلید کو شرک مقلدین کو مشرک قرار دیا، ائمہ سلف پر طعن و تشنیع کو شیوہ بنالیا۔ اسی طرح بعض مقلدین نے تقلید میں غلو اور افراط سے کام لیا۔ کہ ائمہ مجتہدین کو چھوڑ کر ہر پیر و فقیر کی تقلید شروع کر دی خواہ اس کا فعل و قول شریعت کے دائرہ میں ہو یا نہ ہو۔

تقویۃ الایمان میں چونکہ تمام رسوم بدعیہ پر ردّ لکھا گیا ہے۔ اس لئے اس غلو اور افراط فی التقلید کو بھی منع کیا گیا ہے۔ اسی کے متعلق یہ فصل لکھی گئی ہے۔ جیسا کہ خود تقویۃ الایمان کی عبارت مندرجہ ذیل سے معلوم ہوتا ہے:-

سو سننا چاہیئے کہ اکثر لوگ مولویوں اور درویشوں کے کلام اور کام کو سن کر سند پکڑتے ہیں (الی قولہ) ان مولویوں اور درویشوں کے قول و فعل کے خلاف کوئی آیت اور حدیث پڑے تو اس کا انکار اور اس کے مطلب میں تکرار کرنے کو موجود ہو جاتے ہیں الخ

لہ گویا ائمہ مجتہدین ہی کی تقلید پر کاربند رہنا ضروری تھا سبحان اللہ کیا اچھا فیصلہ ہے۔ ثناء اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت شہیدؒ مطلقاً تقلید کو منع نہیں فرماتے بلکہ صرف اس غلو اور افراط کو روکتے ہیں کہ ائمہ دین مجتہدین سے گذر کر ہر کس و ناکس کی تقلید اختیار کر لی جائے۔ چنانچہ اسی فصل میں ائمہ مجتہدین کی تقلید کی خود ہدایت فرمائی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

تو ایسی بات پر یعنی جس میں کوئی نص صریح قرآن و حدیث و اجماع میں موجود نہ ہو۔ مجتہدوں کے قیاس صحیح کے موافق عمل کرے۔ پر وہ مجتہد بھی ایسا ہو کہ جس کا اجتہاد امت کے اکثر عالم مسلمانوں نے قبول کیا ہو۔ جیسے امام اعظمؒ اور امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اور امام احمدؒ الخ، فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(رسالہ المفتی دیوبند بابت ماہ ذی قعدہ، ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ صفحہ ۳۷-۳۸)

اہل حدیث

مولانا شہیدؒ کا جو فتویٰ "المفتی" نے نقل کیا ہے۔ بعینہٖ یہی حکم معیار الحق میں ملتا ہے۔ اگر متنازعہ تقلید یہی ہے تو اس پر دونوں صاحبوں کا اتفاق ہے ہمارا بھی اسی پر صاد ہے۔ مگر اس کی تفصیل جو مولانا شہید کی اسی کتاب (تقویۃ الایمان) میں ملتی ہے قابل لحاظ ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:-

سب سے بہتر راہ یہ ہے کہ اللہ اور رسولؐ کے کلام کو اصل رکھئے اور اسی کو سند پکڑیئے اور اپنی عقل کو کچھ دخل نہ دیجیے اور جو قصہ بزرگوں کا یا کلام مولویوں کا اس کے موافق ہو اس کو قبول کیجیے اور جو موافق نہ ہو اس کی سند نہ پکڑیئے۔ (ص۳)

یہ ہے مولانا کا مسلک کہ آپ قرآن و حدیث کو اصل اور سند قرار دیتے ہیں یعنی اولاً بالذات انہی پر نظر ڈالنے کا حکم دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ارباب تقلید کا مسلک بھی ملاحظہ کیجیے۔ جو یہ ہے:-

اَمَّا الْمُقَلِّدُ فَمُسْتَنَدُهٗ قَوْلُ مُجْتَهِدِهٖ (مسلم الثبوت ایضاً توضیح)

یعنی مقلد کی سند اپنے امام کا قول ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن و حدیث کو دونوں فریق مانتے ہیں۔ لیکن فرق یہ ہے کہ جو فریق حسب ہدایت مولانا شہیدؒ پہلی نظر قرآن و حدیث پر ڈالے وہ غیر مقلد (اہل حدیث) ہوگا اور جو فریق پہلی نظر امام کے قول پر ڈالے اور بحسن ظن اسی کو واجب العمل سمجھے (گو مزید اطمینان کے لیے قرآن و حدیث کو بھی دیکھے) وہ حسب تصریح علماء اصول مقلد ہے۔ یہی مسلک علماء دیوبند (ومن یتعلقهم) کا ہے۔ اس وقت ہم اس مسلک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی صحت و سقم پر بحث نہیں کرتے۔ صرف یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ مولانا شہیدؒ کا یہ مسلک نہ تھا بلکہ وہی تھا جو ممدوح نے خود بنایا ہے

مولانا کے مسلک کی مزید وضاحت آپ کی کتاب تنویر العینین سے ہوتی ہے جو مسئلہ رفع یدین کے اثبات میں ہے۔ جس کا خلاصہ ان دو لفظوں میں ہے جو مولانا نے اپنے دیباچہ میں لکھے ہیں۔ یثاب فاعلہ ولا یلام تارکہ یعنی عندالرکوع رفع یدین کرنا ثواب کا کام ہے۔ کیا رفع یدین کے متعلق علماء حنفیہ کا یہی مذہب ہے؟ اگر یہی ہے تو نعم الوفاق و

ناظرین کرام! حبذا الاتفاق۔ مختصر یہ ہے کہ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کا مسلک وہی تھا۔ جو ان کے دادا مرحوم شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہم کا تھا کہ اولاً و بالذات قرآن و حدیث پر نظر رکھتے تھے۔ گویا ان کا یہ قول تھا ؎

اے داغ مقلد ہیں اسی طرز کے ہم بھی ہر شعر میں ہو بلبل شیراز کا انداز پیدا

اہلحدیث

(۲۴ صفر ۱۳۶۱ھ)

شیخ بشیر احمد بی اے۔ معتمد محمد قاسم ولی اللہ سوسائٹی لاہور۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ولی اللہ پارٹی کے کارکن کی حیثیت سے جو امام عبدالعزیز کی قیادت میں کام کر رہا تھا۔ فقط حنفی فقہ کو ماننا کلیتہً ضروری تھا مگر خلیفۃ المسلمین بن جانے کے بعد اُن کی دعوت میں عمومیت آگئی۔ جس کے ساتھ نجدی اور یمنی طریقوں سے کام کرنے والوں کا درجہ بڑھ گیا۔ جو فقہ حنفی کی پابندی ضروری نہیں سمجھتے تھے اس کا انجام یہ ہوا کہ افغانوں کو جو فقہ حنفی کے شدت سے پابند تھے مجاہدین کے ساتھ دشمنی ہوگئی۔ یہ بات وہابیت کی تاریخ میں واضح طور پر موجود ہے کہ وہابی کی اصطلاح کا عمومی اطلاق "جماعت اہل حدیث" پر ہوتا ہے۔ سید احمد شہیدؒ کی جماعت میں فی الحقیقت اہلحدیث ہی کا غلبہ تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت اسماعیل شہیدؒ اعتقاداً و عملاً اہل حدیث تھے اور آپ لشکر کے کمانڈر انچیف یا سپہ سالار تھے (اخبار زمزم لاہور۔ ۷ مئی ۱۹۴۵ء ص ۲۱ جلد ۸)

تقویۃ الایمان! اور اس کا مصنف عالیشان اسمٰعیل وما ادراک ما اسمٰعیل

آج کل بعض اخباروں میں مجاہد فی اللہ شہید فی سبیل اللہ مولانا اسمٰعیل رضی اللہ عنہ کی کتاب "تقویۃ الایمان" پر ذکر اذکار ہو رہا ہے۔ کتاب کی نسبت بحث ایک عالمانہ رنگ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہوسکتی تھی مگر افسوس ہے کہ اس بحث کو اٹھانے والوں نے اصل بحث سے گذر کر مصنف کی ذاتیات پر بھی بُرے لفظوں میں حملہ کیا۔ ناظرین کو معلوم ہوگا کہ آجکل اس بحث کو اٹھانے والے حضرت فاخر صاحب الہ آبادی ہیں جن کا ذکر خیر اہلحدیث مورخہ ۵ ستمبر میں ہو چکا ہے۔ ان ہی صاحب نے اخبار شوکت بمبئی مورخہ ۱۶ اگست میں مولانا شہیدؒ اور مولانا کے ہم صحبت حضرت مولوی عبدالحی مرحومؒ کو ڈٹ کے کہہ کر دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں۔ جس کے جواب میں بجز اس عربی شعر کے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے ؎

و اذا اتتك مذمتي من ناقص فهي الشهادة لي بانی کامل

مولانا شہید رضی اللہ عنہ سے جن علماء کو اختلاف رائے بھی ہے وہ بھی ممدوح کی عزت کرتے ہیں۔ مولوی میر احمد اللہ صاحب مرحوم امرتسری کو ریاست خیرپور سندھ میں تعلق تھا ریاست کے والی میر علی مراد شیعہ تھے۔ مولوی صاحب مرحوم نے تین دفعہ یہ روایت بیان کی کہ نواب میر علی مراد علماء کے ذکر پہ کہا کرتے تھے کہ ہندوستان میں عالم ہوا ہے تو اسمٰعیل ہوا ہے۔ ان کے بعد تو سب ملانے ہیں

مدرسہ دیوبند میں ھدایہ کی کتاب الشہادۃ کا سبق ہو رہا تھا۔ جس میں یہ ذکر آیا۔

"لا تقبل شهادة من يظهر سب السلف لظهور فسقه" یعنی جو شخص سلف صالحین کو گالیاں دے اس کی شہادت مقبول نہیں کیونکہ اس کا فسق خود اس سے ظاہر ہے"

حضرت مولانا محمود الحسن صاحب نور اللہ مرقدہ سے میں نے سوال کیا کہ جو لوگ مولانا اسمٰعیل کو بُرا کہتے ہیں اُن کا کیا حکم ہے؟ فرمایا" ان کی شہادت مقبول نہیں"۔ بعد ذرہ من تامل آہ۔ آج یہ کیسا زمانہ آیا کہ مقبولانِ بارگاہ، شہیدانِ راہ خدا کے حق میں ایسے مکروہ الفاظ سننے میں آتے ہیں۔ الی اللہ المشتکی (۲۰ صفر ۱۳۴۳ھ)

آج کل بعض اخباروں (خلافت بمبئی اور زمیندار لاہور وغیرہ) میں کتاب "تقویۃ الایمان" کے برخلاف مضامین نکلے ہیں۔ نامہ نگاروں کی شکایت تو جو ہے سو ہے۔ اڈیٹر صاحب خلافت کی کن لفظوں میں شکایت کریں جو کتاب مذکور کی نسبت لکھتے ہیں کہ چونکہ اس کتاب کو بہت سے مسلمان ناپسند کرتے ہیں۔ اس لئے آئندہ اس کا ذکر اخبار خلافت میں نہ ہوگا۔ ساتھ ہی اس کے دوسرے پرچے میں لکھتے ہیں کہ ہم نے یہ کتاب پڑھی نہیں۔ بتائیے جب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اڈیٹران اخبار بھی اتنے بے پرواہ ہوں کہ ایک بابرکت کتاب کی نسبت چند لوگ محض سُنے سنائے ناراضگی کرتے ہوں ان کی خاطر سے اتنے ذمہ دار اخبار کا اڈیٹر کہے کہ ہم نے پڑھی نہیں۔ اس لیے آئندہ اس کتاب کا ذکر نہیں ہوگا۔

فاضل اڈیٹر" خلافت" اگر تکلیف کر کے کتاب مذکورہ کو دیکھتے یا کم سے کم جناب شوکت علی محمد علی صاحبان سے اس کتاب اور اس کے جلیل القدر مصنف کی بابت دریافت کرتے تو کتاب مذکور کا نام" خلافت" کے سرورق پر ہمیشہ لکھا کرتے۔ خیر جو کچھ آپ سے ہو سکا وہ آپ نے کیا۔ اِلَی اللّٰہِ المشتکی۔

اب ہم مولانا فاخر الہ آبادی کے مضمون کی تنقید کرتے ہیں جو ان کی طرف سے اخبار" شوکت" بمبئی ۱۰ر اگست میں نکلا ہے۔

مولانا فاخر میرے ذاتی دوست ہیں اس لئے میں آپ سے ذاتی محبت رکھتا ہوں۔ مگر اُن کی علمی واقفیت محدودہ کی وجہ سے اُن کی نسبت اگر یہ رائے ظاہر کروں کہ شرعیات اور عقائد میں اُن کی رائے بصورت فتویٰ پیش ہونے کے لائق نہیں تو کچھ بیجا نہیں۔ ہاں میں نے سُنا ہے کہ وہ شاعر ہیں۔ قوالی میں اچھا دسترس رکھتے ہیں۔ بہت سی تکشوفات ان کی شاگرد ہیں گذشتہ تحریک خلافت میں جہاں اور بہت سے لوگ مولانا بنے تھے۔ آپ بھی اسی زمانہ کے سند یافتہ ہیں جن سب کی نسبت یہ کہا گیا تھا ؎

نہ مذہب سے ہوئے واقف نہ دینِ حق کو پہچانا　　پہن کر جبہ و شملہ لگے کہلانے مولانا

باوجود اس کے مجھے اُن سے ذاتی طور پر جو مراسم دوستانہ ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ مذہبی عقائد اور مسائل میں میں اُن کی رائے کسی علمی اصول پر مبنی نہیں جانا کرتا۔

فاخر صاحب نے اخبار" شوکت" میں مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی چھوٹی عمر کے حالات لکھے ہیں جو محض اُن کے خیالات کا عکس ہیں اس لئے ہم اُن سے تعرض نہیں کرتے۔ بلکہ اصل کتاب" تقویۃ الایمان" (جزی اللہ مصنفہ عن اھل الاسلام) کی طرف سے جواب دیتے ہیں۔ فاخر صاحب نے کتاب مذکور پر دو اعتراض کئے ہیں۔

(۱) اس میں لکھا ہے۔ ولی اور رسول اللہ کے یہاں ذرہ ناچیز سے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔

(۲) دوسرا یہ کہ تقویۃ الایمان محمد بن عبد الوہاب نجدی کی کتاب" التوحید" کا ترجمہ ہے۔ ہمارے خیال میں دوسرا الزام تو ایسا ہے کہ اس کے قائل کی نسبت یہ کہنا بجا ہے کہ ؎

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قدرِ مے ...... تو کیا جانے ہائے کم بخت تو نے پی ہی نہیں

معلوم ہوتا ہے کہ قائل نے دونوں کتابوں کو مقابلہ میں نہیں دیکھا ورنہ وہ یہ نہ کہتا۔ دونوں کا طرز تحریر الگ۔ دونوں کی فہرست الگ۔ ہاں بقول شخصے " سومیانے ایکومت "

دونوں اس مضمون پر متفق ہیں جو مولانا حالی مرحوم کے ایک بند میں مذکور ہے ؎

کہ ہے ذاتِ واحد عبادت کے لائق زباں اور دل کی شہادت کے لائق
اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق اسی کے ہیں فرماں اطاعت کے لائق
لگاؤ تو لو اپنی اُس سے لگاؤ
جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

ہم اس الزام کے جواب میں اتنا ہی کہتے ہیں کہ دونوں کتابوں کو سامنے رکھ کر کسی اردو داں سے فیصلہ کرا لو۔ کہ کون ان میں سے اصل ہے اور کون ترجمہ۔

علاوہ اس کے ہم حیران ہیں کہ کتاب التوحید نجدی میں مصنف کے الفاظ کتنے ہیں۔ جن کا ترجمہ قبیح سمجھا جائے۔ اُس میں تو آیات ہیں یا احادیث ۔ ان کا ترجمہ اگر کیا جائے تو کیا جرم؟ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نجدی بزبانِ حال کہتا ہے ؎

ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم از ما بجز حکایتِ مہر و وفا مپرس

جواب نمبر اوّل یہ الزام بالکل غلط ہے کہ مولانا شہیدؒ نے ایسا لکھا ہے۔ کہ انبیاءؑ (قرآن و حدیث) اولیاء خدا کے نزدیک چوڑھے چماروں کے برابر ہیں۔ واللہ اگر وہ ایسا کہتے یا لکھتے تو سب سے پہلے (باوجودیکہ میری عادت کسی کی تکفیر کرنے کی نہیں) میں اُن کو کافر بلکہ اکفر کہتا۔ مگر افسوس کہ اُن کے کلام کو نکتہ چینیوں نے شرک و بدعت کی محبت میں سمجھا نہیں۔ سچ ہے ؎

سرِ مستاں منطق الطیر است جامی لب بہ بند جز سلیمانے نہ شاید فہم ایں گفتار را

مولانا شہید مرحوم نے توحید اور شرک کی مثال سمجھانے کو لکھا ہے کہ

" خدا کے ساتھ شرک کرنا ایسا ہے جیسے بادشاہ کا تاج چمار کے سر پر رکھنا "

یہ تمثیل گو بادی الرائے میں صحیح معلوم ہوتی ہے ۔ مگر واقعہ میں کمزور ہے ۔ اس لئے کہ بادشاہ اور چمار دونوں میں گو درجہ کا فرق ہے لیکن انسانیت میں دونوں شریک ہیں۔ نسلِ انسانی میں دونوں متحد۔ مگر خدا کے ساتھ کسی مخلوق کو کسی قسم کا اتحاد نہیں۔ اس لئے مولانا مرحوم نے اس مثال سے ترقی کر کے فرمایا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"جاننا چاہیے سب مخلوق چھوٹی بڑی خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔" اٰمَنَّا وَ صَدَّقْنَا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نسبت جو چمار کو بادشاہ سے ماتحتی کی ہے۔ سب مخلوق کو خدا کے سامنے اس سے زیادہ ماتحتی ہے کیونکہ اتحاد نوعیت جو چمار کو بادشاہ سے ہے وہ خدا کے ساتھ کسی مخلوق کو نہیں۔ صدق اللہ۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ

صوفیائے کرام کے اقوال مولانا شہیدؒ کی تائید میں بکثرت ہیں۔ ہم ان میں سے صرف ایک نقل کرتے ہیں عارف باللہ مولانا جامی مرحوم خالق و مخلوق کی نسبت کے متعلق فرماتے ہیں

او چو جان ست وجہاں چوں کالبد ۔۔۔ کالبد از وے پذیرد آلبد

یعنی دُنیا ساری مثل ایک بُت بیجان کے ہے۔ اور خدا کا حکم اس کے لئے مثل جان کے ہے۔

پھر بتایئے کہ جان اور بت میں سے کون اعلیٰ اور کون ادنی۔ صدق اللہ۔

مَا يَسْتَوِى الْاَحْيَاءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ

مولانا جامیؒ کے اس شعر پر غور کریں تو مولانا شہیدؒ سے معنی میں بڑھ کر پائیں۔ خیر جو کچھ اس شعر کا مطلب ہے۔ یہی مولانا مرحوم کے کلام کا ہے۔ مختصر یہ کہ شہید مرحوم نے جو لکھا ہے۔ قرآن و حدیث اور اقوال صوفیاء کے بالکل مطابق ہے۔ اسی لئے علماء اہل حدیث کے علاوہ محققین علماء حنفیہ بھی کتاب تقویۃ الایمان اور اس کے جلیل القدر مصنف کے حق میں تحسین کی رائے رکھتے ہیں۔ چنانچہ ہندوستان کے حنفیہ کرام کے سرتاج مولانا رشید احمد گنگوہی مرحوم فرماتے ہیں:

"مولوی محمد اسمٰعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ عالم متقی، بدعت کے اکھاڑنے والے اور سنت کے جاری کرنے والے اور قرآن و حدیث پر پورا عمل کرنے والے اور خلق اللہ کو ہدایت کرنے والے تھے اور تمام عمر اسی حال میں رہے۔ آخر کار فی سبیل اللہ جہاد میں کفار کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ پس جس کا ظاہر حال ایسا ہو وہ ولی اللہ اور شہید ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ۔ اور کتاب "تقویۃ الایمان" نہایت عمدہ کتاب ہے اور ردِ شرک و بدعت میں لاجواب ہے۔ استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں۔ اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے اور موجب اجر کا ہے۔ اس کے رکھنے کو جو برا کہتا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ فاسق اور بدعتی ہے۔ اگر اپنے جہل سے کوئی اس کتاب کی خوبی کو نہ سمجھے تو اس کا قصور فہم ہے۔ کتاب اور مؤلف کتاب کی کیا تقصیر بڑے بڑے عالم اہل حق اس کو پسند کرتے ہیں اور رکھتے ہیں۔ اگر کسی گمراہ نے اس کو برا کہا تو وہ خود ضال و مضل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۱۲۷)

برادران اسلام! اس فتوے کو پڑھئے اور غور سے پڑھئے اس کے بعد طوعاً یا کرہاً ایک دفعہ تقویۃ الایمان کو بھی دیکھ جائیے تاکہ آپ اس کی نسبت جو کچھ رائے رکھیں بصیرت سے رکھیں، بے خبری سے نہ رکھیں ؎

نہیں معلوم تم کو ماجرائے دل کی کیفیت — سنائیں گے تمہیں ہم ایک دن یہ داستاں پھر بھی

(۵ ستمبر ۱۹۲۴ء)

سوال: یہاں کچھ لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ جب آپ لوگ قرآن شریف اور حدیث کے ماننے والے ہیں تو پھر آپ اہل حدیث کیوں کہلاتے ہیں۔ یعنی صرف حدیث والے کیوں کہلاتے ہیں۔ کیا آپ لوگ قرآن شریف کو بھی حدیث کہنا صحیح سمجھتے ہیں۔

ڈاکٹر موسیٰ ازا گرہ

جواب: قرآن شریف متن ہے اور حدیث اس کی شرح ہے۔ شرح میں متن آجاتا ہے۔ دوسری مثال اس کی کلمہ شریف ہے جس کا دوسرا حصہ محمد رسول اللہ ہے۔ کیا کوئی شخص اس معترض کی طرح اگر یہ کہے کہ محمد رسول اللہ کہتے ہو کیا موسیٰ رسول نہیں تھے اس کا جواب علمائے اصول نے یہی دیا ہے کہ محمد رسول اللہ کہنا متضمن ہے موسیٰ رسول اللہ کو بھی۔ واللہ اعلم۔

(اہلحدیث جلد ۲۴ ص ۱۹)

سوال: ہماری طرف ہندو قوم اپنے باپ دادوں کے ایصال ثواب کے لئے ایک جانور داغ کر مطلق العنان چھوڑ دیتی ہے۔ جو ان کی ملکیت سے بھی خارج ہو جاتا ہے اور مَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ کا حکم بھی ان پر صادق نہیں آتا۔ اس جانور سے فصلوں کا سخت نقصان ہوتا ہے کیا ایسے جانور کو ذبح کر کے کھا لینے میں شرعاً کوئی حرج ہے۔

عبدالجلیل سنظر بستی

جواب: مشرک جو کچھ بھی چھوڑے اس میں مَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ کا اثر ضرور ہوتا ہے علاوہ اس کے مال غیر ہے۔ بلا اجازت اس کا کھانا جائز نہیں

اہل حدیث جلد ۲۴ ص ۱۹

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"قرآن کی رو سے جن چیزوں کا کھانا حرام ہے ان میں ایک وہ چیز بھی ہے۔ جس پر تعظیم و تقرب کے لئے کسی غیر اللہ کا نام پکارا جائے یعنی غیر خدا کے لئے اس کو شہرت دے دی جائے وہ چیز مَا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللهِ میں داخل ہے" (ترجمان)

سوال:۔ نبی سب حیات ہیں یا نہیں۔

جواب: قرآن شریف میں صاف ارشاد ہے۔ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۔ (اے نبی تم بھی مرنے والے ہو۔ اور یہ مخالفین بھی سب ایک دن مرنے والے ہیں (مترجم) حدیث: بخاری شریف میں ہے۔ آنحضرت علیہ السلام کے انتقال پر اختلاف ہوا کہ آپ زندہ ہیں یا فوت ہو چکے ہیں۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرۂ مبارک سے کپڑا اٹھایا اور دیکھ کر فرمایا۔ اَمَّا الْمَوْتَةُ الْاُوْلٰى فَقَدْ ذُقْتَهَا۔ حضور آپ ایک موت کا ذائقہ چکھ چکے ہیں۔ رہی روحانی زندگی سو وہ انبیاء اور اولیاء اور شہداء سب کو حاصل ہے یُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَا آتٰهُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهٖ (سورہ آل عمران) اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جو کچھ ان کو دیا ہے اس پر وہ مگن رہتے ہیں) (اہل حدیث جلد ۴۲ ص۱۵)

تشریح از علامہ ابو القاسم سیف بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

حیات برزخی کا مسئلہ قیاسی نہیں ہے کہ حیات شہداء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد الممات کو قیاس کیا جائے۔ بلکہ اس کے لیے نص کا ہونا ضروری ہے آنحضرت ؐ کے لئے صاف ارشاد ہے۔ اِنَّكَ مَيِّتٌ (زمر پ۲۳) اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ (آل عمران) حضرت صدیق اکبر نے خطبہ میں ہزارہا صحابہ کی موجودگی میں فرمایا تھا۔ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ (بخاری پ۵) اور اس پر سب صحابہؓ نے سکوت فرمایا۔ ابوداؤد میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مَا مِنْ اَحَدٍ يُّسَلِّمُ عَلَىَّ اِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَىَّ رُوْحِىْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ (مشکوٰۃ ص۸۶) اگر آنحضرت ؐ قبر میں زندہ ہوتے تو رد روح چہ معنی دارد؟ بخلاف شہداء کے کہ اُن کی بابت اللہ تعالیٰ نے صاف

۱؎ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پجاری تھا یعنی محض آپ کے ڈر سے مسلمان ہوا تھا اس کو معلوم ہونا چاہئے کہ آج حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے اب ایسے لوگوں کو اختیار ہے مسلمان رہیں یا کافر ہو جائیں اور جو لوگ اسلام کو دین الٰہی برحق مذہب جان کر مسلمان ہوتے ہیں۔ ان کو حضور کے انتقال سے کوئی مخالفانہ اثر نہ لینا چاہیے جس اللہ پر وہ ایمان لائے ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والا غیر فانی ہے الخ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا ہے بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ۔

ارسال کردہ مولانا عبدالرؤف جھنڈے نگری

سوال۔ نذر اللہ بنام حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی پیر یا ماں باپ کی نیت سے کی جانے کیا جائز ہے؟

جواب۔ نذر غیر اللہ جائز نہیں ہے۔ نذر للہ کا ثواب میت کو پہنچانا جائز ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ ھٰذِہٖ لِاُمِّ سَعْدٍ۔

اہل حدیث جلد ۴ ۲ ص ۱۵

حضرت سعدؓ ایک صحابی ہیں انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے اپنی والدہ مرحومہ کو ایصال ثواب کرنے کے لئے ایک کنواں بنوا دیا تھا جو اسی نام مشہور ہوگیا تھا کہ کنویں کا ثواب سعد کی ماں کے لئے ہے۔ (راز)

غیر اللہ کی نذر و منت حرام ہے اور منذور یعنی جو چیز نذر کی جائے شیوہ بنام ہو یا فیری کھانا ہر امیر و فقیر پر حرام ہے۔ کما بسطہ فی بحر الرائق والدر المختار و غیرھما۔ مجموعۃ الفتاویٰ مولانا عبدالحی لکھنوی مرحوم ج ا ص ۲۶۱ وجلد ۲ ص ۲۹۹

سوال۔ یا اللہ صدقے اپنے رسول مقبول علیہ السلام کے میری دعا قبول فرما کر کوئی بھی دعا ہے۔ کیا ایسا کہنا جائز ہے؟

اہل حدیث جلد ۲۴ ص ۱۱

جواب۔ ایسا کہنا مجھے کسی حدیث میں نہیں ملا۔ اللہ اعلم

سوال۔ وَاِذْ قُلْنَا۔۔۔۔ فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِیْسَ میں استثناء متصل ہے یا کہ منقطع کیا یہ صحیح ہے کہ ابلیس پہلے کثرت سے عبادت کیا کرتا تھا؟

جواب۔ ملائکہ کے ساتھ ابلیس کو بھی سجدہ کا حکم ہوا تھا لقولہ تعالیٰ۔ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ لَمْ یَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ قَالَ مَا مَنَعَکَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُکَ (آل عمران) آیت کی تقدیر عبارت یوں ہے قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَةِ وَ اِبْلِیْسَ ط پس اس تقدیر عبارت پر استثناء متصل ہے۔ بہت سے حضرات منقطع بھی کہتے ہیں۔ ہمارے علم میں قرآن و حدیث سے ابلیس کی عبادت کا کوئی ثبوت نہیں کسی اعلم سے پوچھئے۔

اہل حدیث جلد ۴ ص ۳۷

لہ۔ اصل میں ایسا ہی ہے۔ (راز)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شر فیہ۔ میں کہتا ہوں بدلیل مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ تقدیر عبارت یہی مناسب ہے۔ سورہ کہف میں ہے فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِیْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ اور صحیح مسلم میں ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُلِقَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ نُّوْرٍ وَّ خُلِقَ الْجَآنُّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ (الحدیث مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۰) یہ اتصال سے مانع ہے۔ ہاں اگر ابن عباسؓ کی تفسیر کہ ایک قسم ملائکہ کی ایسی ہے جو نور سے مخلوق نہیں۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہو جائے تو تخصیص بعض ملائکہ از نار اتصال صحیح ہو سکتا ہے۔ مگر یہ روایت ابن عباسؓ کی اسرائیلی روایات میں سے ہے اور صحیح مسلم کی مرفوع حدیث کے خلاف ہے۔ لہٰذا استثنار منقطع صحیح معلوم ہوتا ہے اور تقدیر عبارت یہی صحیح ہے جو مولانا نے لکھا ہے۔

سوال۔ کیا قیام مولود و فاتحہ کرنا کسی حدیث شریف سے ثابت ہے

سلطان احمد نیا تالاب ڈمراؤں ضلع آرہ

جواب۔ یہ کسی حدیث شریف سے جائز نہیں۔ لہٰذا بدعت ہے (اہل حدیث جلد ۳ ص ۱۹)

بزم میلاد

مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ ہمارے دینی اور دنیاوی تنزل کی وجہ صرف یہی ہے کہ ہم نے اسلام کی اصلی تعلیم کو چھوڑ دیا۔ باوجود اس کے وہ ہر ایک ممتاز موقع پر اسلامی تعلیم کے بخلاف کرنے پر تل جاتے ہیں۔ ہندوستان میں محرم کا مہینہ ایک خاص شہرت رکھتا چلا آیا ہے جو بوجہ شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ایک ماتمی مہینہ مشہور ہے۔ یہاں تک کہ شعراء نے اس مہینہ کو بغیر اظہار ماتم کے ماتمی بنا رکھا ہے۔ چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے ؎

شادی و عیش تو گھر گھر ہے رچی پر قسمت عید کا چاند محرم نظر آتا ہے ہمیں

علمائے اسلام محرم کی رسومات کے بند کرنے کی فکر میں رہتے تھے۔ اسی نام سے ہنوز فرصت نہ ہوئی تھی کہ دوسرے مہینے ربیع الاول نے بھی قریب قریب اس کے شہرت حاصل کر لی۔ جس کی وجہ یہ بتلائی جاتی ہے کہ اس ماہ میں حضور پر نور احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی تھی۔ اس لئے اس میں خوشی کرنی چاہیے

حالانکہ ربیع الاول کے مہینے میں آنحضرت فِدَاہُ اَبِیْ وَاُمِّیْ کی ولادت ہوئی ہے تو وفات بھی ہوئی ہے۔ اس اتفاقیہ دو قوعہ حیات و ممات کو لحاظ کر کے چاہیے تو یہ تھا کہ خوشی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور غم دونوں بالمقابل مساوی کر کے خاموشی رہتی جیسی کہ صدر اوّل کے مسلمانوں میں تھی مگر مسلمانوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ سابق زمانہ سے آج کل بڑھ کر اس پر زور دے رہے ہیں۔

پہلے اس مہینہ میں کوئی شخص فرداً فرداً مجلسِ میلاد کیا کرتا تھا۔ مگر اب اس کا نام عید میلاد رکھ کر قومی تہوار بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ گو ایسی کوشش کرنے والوں کو اس کوشش میں ہنوز کامیابی نہیں ہوئی خدا نے چاہا تو نہ ہوگی مگر وہ اپنی کوشش میں خوب چست ہیں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس میں نقصان کیا ہے اور مانعین کیوں منع کرتے ہیں۔ ان دونوں سوالوں کا جواب ہم اس مضمون میں دیں گے۔ انشاء اللہ۔

شریعت محمدیہ کا عام قانون ہے کہ جو کام دینی ہو یا بالفاظ دیگر جس کام میں ثواب سمجھا جائے۔ اس کی اجازت شرع شریف سے ہونی چاہیئے۔ اگر کوئی کام ایسا کیا جائے۔ جس کی بابت شرع سے ثبوت نہ ہو تو اس کو بدعت کہا جاتا ہے۔ اسلام میں بدعت کا درجہ شرک سے درجہ دوم پر ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا ۔ (پارہ ع)

تم ایمانداروں کے لئے اللہ کے رسولؐ کی تابعداری میں نیک نمونہ ہے جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور خدا کو بہت یاد کرتے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ (پارہ ع)

تو اے نبی ان لوگوں کو کہہ دے۔ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو۔ خدا تم کو دوست رکھے گا۔ اور تمہارے گناہ بخشے گا۔

غرض قرآن مجید کو کہیں سے کھول کر دیکھو یہی پاؤ گے کہ شرعی رنگ میں جو کام ہو اس میں حضور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت یا ثبوت ہونا چاہیئے اگر یہ نہیں تو بدعت ہے یہی مضمون اس حدیث شریف کا ہے۔ جس کے الفاظ طیبہ یہ ہیں۔

مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ (مشکوٰۃ باب الاعتصام بالسنۃ)

جو کوئی ہمارے دین میں کوئی نیا کام نکالے جو اس دین سے نہیں تو وہ مردود ہے۔

بدعت کی مذمت میں احادیث اور اقوال بکثرت آتے ہیں۔ جن سب کا متفقہ مضمون یہ ہے کہ بدعت کا کام بجائے ثواب کے باعث عذاب ہے۔ بدعتی کا کوئی کام خدا کے ہاں مقبول

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں۔ وغیرہ

مانعین اس لئے منع کرتے ہیں تاکہ بدعت کے پھیلنے سے اصل دین الٰہی پر برا اثر نہ پہونچے جیساکہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا اصول تھا ؎

ہمارا کام سمجھانا ہے یارو اب آگے چاہو تم مانو نہ مانو

بدعت کی پہچان کے لئے آسان صورت یہ ہے کہ زمانہ رسالت یا خلافت میں اس کی تلاش کی جائے اگر ثبوت مل جائے تو سنت ہے نہیں تو بدعت۔ اس امر کی تحقیق کہ ربیع الاول میں مجالس میلاد بدعت ہیں یا سنت اسی اصول سے ہو سکتی ہے۔ آؤ اس کی تحقیق کا آسان طریقہ ہم بتلائیں۔

جو کام کسی زمانہ میں عام طور پر ہوتا ہے اس کی تاریخ اور وقت میں اختلاف نہیں ہوتا۔ جیسے مسلمانوں کے تہوار عید الفطر عید البقر وغیرہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ دنیا بھر میں مسلمانوں کا کوئی فرقہ یا کوئی فرد ایسا نہیں جو یہ کہے کہ عید الفطر شوال کی چوتھی تاریخ کو ہے۔ دوسرا کہے آٹھویں کو۔ کیوں؟ اس لئے کہ ابتدا سے آج تک یہ دن بطور تہوار کے مانے جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں بحکم نبوی مقرر ہوئے تھے اور ان کی شان قومی تہواروں کی تھی جو آج تک بھی ہے۔

برخلاف اس کے یوم ولادت آں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا........ روایات حدیثیہ میں تو اس کا ثبوت بلکہ ذکر تک بھی کسی حدیث سے نہیں ملتا۔ کتب تواریخ میں ملتا ہے تو ۳۔ قول ہیں علامہ ابن اثیر (کامل) مورخ کے الفاظ یہ ہیں:۔

ولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین لاثنتی عشر لیلۃ مضت من ربیع الاول۔ و قیل ولد لعشر خلون منہ و قیل لیلتین خلتا منہ۔ (تاریخ کامل جلد اول صفحہ ۲)	"آنحضرت پیر (دوشنبہ) کے روز بارہ تاریخ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ بعض کا قول ہے دس کو۔ بعض کہتے ہیں دو ربیع الاول کو ولادت باسعادت ہوئی"

اس اختلاف سے ہر ایک آدمی سمجھ سکتا ہے کہ زمانہ نبوت اور زمانہ خلافت میں یہ دن بطور تہوار کے نہیں سمجھا گیا تھا نہ اس کی بابت کوئی اہتمام تھا جیسے آجکل کے شوقین کر رہے ہیں جس کا نمونہ دکھانے کو ہم امرتسر ہی کے ایک دو اشتہار نقل کرتے ہیں۔

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم - ۱۲ ربیع الاول یوم میلاد النبیؐ قریب آگیا ہے۔ جب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مبارک دن کی عظمت و فضیلت پر غور کیا جاتا ہے تو ہر مسلمان کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اسلام کے جتنے تہوار عیدین اور خوشی کی تقریبیں ہیں۔ وہ سب اس مبارک دن کی برکتیں اور نتائج ہیں۔ یہی دن تمام اسلامی خوبیوں اور نیکیوں کا منبع ہے[1]

اگرچہ قدیم الایام[2] سے اس دن مولود شریف کی مجالس منعقد کرنے کا دستور چلا آتا ہے لیکن انجمن اسلامیہ امرتسر نے مناسب سمجھا ہے کہ مثل سال گزشتہ مسلمانان امرتسر کی توجہ اس طرف مبذول کرائی جاوے۔ کہ اس مبارک دن کو ایسے احسن طریق و عمدہ انتظام کے ساتھ منائیں کہ موجودہ صورت کی نسبت ثواب بھی زیادہ حاصل ہو۔ اور یہ موقع نہایت عظیم الشان اور پُر اثر تقریب بن سکے اس لیے مسلمانان امرتسر کی خدمت میں التماس ہے کہ

۱۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ کے دن صبح کو نہا دھو کر اُجلا لباس پہنا جاوے اور خوشبو لگائی جاوے۔

۲۔ صبح سے لے کر ۱۲ بجے دوپہر تک لوگ اپنے گھروں اور محلّوں میں مجالس مولود کریں۔

۳۔ ۴ بجے دوپہر سے شام تک مدرسۃ المسلمین امرتسر میں ایک عظیم الشان قومی مجمع ہوگا جس میں علماء و لیکچرار عظمت یوم المیلاد کی مختلف پہلوؤں پر مؤثر طریق سے تقریریں کریں گے۔ جن میں زیادہ تر رسول پاکؐ کی مبارک زندگی کے حالات بیان کرنے پر زور دیا جائے گا۔ اس جلسہ میں تشریف لا کر شامل ثواب ہوں۔

۴۔ رات کو اپنے گھروں، مسجدوں پر چراغاں کریں چنانچہ عمارت مدرسۃ المسلمین امرتسر میں چراغاں کی جائے گی اور غرباء کو کھانا تقسیم کیا جائے گا۔

امید ہے کہ مسلمانانِ امرتسر اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر اس عظیم الشان طور پر منانے میں کوتاہی نہ کریں گے (۵ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ)

حیرت ہوتی ہے۔ مشتہرین نے کس جرأت سے کام لیا ہے۔ اکٹھے تین حکم صادر کیے ہیں جن میں سے ایک کا ثبوت بھی شرع سے نہیں۔ تیسرے حکم کی بابت ہم منتظر تھے کہ لیکچرار اور واعظان جناب سرورِ کائنات علیہ افضل السلام والصلوٰۃ کی زندگی کے حالات بتلاتے

---

[1] ساری نیکیوں کا منبع یوم بعثت یعنی وہ دن ہے جس میں حضورؐ کو رسالت ملی جس کو آپ لوگ جانتے بھی نہیں۔ (مؤلف)

[2] قدیم الایام سے نہیں بلکہ چند ایام سے۔ (مؤلف)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے یہ بھی فرما دیں گے کہ حضور کی رسالت اور نبوت کی یہ بڑی قوی دلیل ہے کہ آپ نے اپنی شخصیت کو اتنا امتیاز بھی نہیں دیا کہ ساری عمر میں ایک دن بھی اپنے روزِ ولادت کی خوشی کے لئے مقرر فرماتے۔ مگر افسوس کسی صاحب نے یہ نہیں فرمایا۔ کم از کم یہ روایت ہمارے کانوں تک نہ پہنچی۔

اس کے جواب میں کہیئے یا حقیقتِ حال کہیئے۔ حقانی تعلیم کا ایک اشتہار بھی امرتسر ہی سے شائع ہوا تھا جو درج ذیل ہے۔

"مسلمان اور عید میلاد"
از انجمن اہلحدیث امرتسر

اسلام ایک ایسا دین ہے کہ اس میں ثواب و عذاب کی تعیین صرف اس پر رکھی گئی ہے کہ خدا کی وحی سے اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بتلا دے۔ جب تک کسی کام کو قرآن و حدیث میں ثواب نہ بتلایا گیا ہو اس کو ثواب سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ قرآن مجید میں بار بار یہی ذہن نشین کیا گیا ہے۔ کہ مسلمان کوئی کام ایسا نہ کریں جس کا نمونہ حضور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نہ ملتا ہو۔ ارشاد ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. أَطِيعُوا اللهَ وَرَسُولَهُ. مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ۔

یعنی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے لئے نیک نمونہ ہیں۔ اللہ اور رسولؐ کی تابعداری کرو۔ جو کوئی رسولؐ کی تابعداری کرے، اُس نے اللہ کی تابعداری کی۔

شیخ سعدی مرحوم نے کیا اچھا کہا ہے ؎

مپندار سعدیؔ کہ راہِ صفا
تواں رفت جز در پئے مصطفےٰ

یعنی بغیر تابعداری سنتِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہرگز نجات نہیں ہوگی۔

اس لئے مسلمانوں پر فرض ہے کہ جو کام کریں پہلے یہ دیکھا کریں کہ ہمارے سردار، ہمارے نبی، ہمارے شفیع، ہمارے آقائے نامدار سرورِ کائنات علیہ افضل التحیۃ والصلوٰۃ نے فرمایا ہے یا نہیں؟ اس سنہرے اصول پہ مسلمان آجاویں۔ تو آج ان کے بہت سے نفرقے مٹ سکتے ہیں۔

ربیع الاوّل کے مہینے میں مجالس میلاد یا عید میلاد کی رسم کو بھی اسی اصول سے جانچنا چاہیئے کہ جس ذات ستودہ صفات کی پیدائش کا دن سمجھ کر ہم یہ مجالس کرتے اور چراغاں جلاتے یا میلہ مناتے ہیں۔ اُس سردار نے ہم کو فرمایا ہے۔ یا اصحابِ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس روز کچھ کیا ہے؟ ہرگز کچھ نہیں کیا۔ اگر کیا ہوتا تو آں حضرت کے روزِ پیدائش میں اختلاف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیوں ہوتا۔ کتب تواریخ میں صاف مرقوم ہے کہ روز پیدائش میں بہت اختلاف ہے۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ زمانہ نبوت اور زمانہ خلافت میں اس دن کو مذہبی تہوار کی طرح کسی نے با ورنہ کیا تھا۔ آج اگر کوئی شخص دعویٰ کرتا ہے تو ہم کو کسی معتبر کتاب سے دکھاوے کہ حضور علیہ السلام نے اپنی زندگی میں اس روز ایسے کام کرنے کا حکم فرمایا۔ بعد انتقال آپکے صحابہ کرام نے کیا یا ائمہ اہل بیت یا ائمہ اربعہ میں سے کسی امام نے حکم دیا یا فقہ کی کسی کتاب میں اس کا ذکر ہے۔

www.KitaboSunnat.com

بھائیو! جب کچھ نہیں تو پھر ہم کس منہ سے کہہ سکتے ہیں کہ ۱۲ ربیع الاول کو عید مناؤ۔ چراغاں جلاؤ کام چھوڑ کر میلہ کرو۔ یاد رکھو جس کام میں خرچ کرنے کی اجازت شرع شریف میں نہ آئی ہو۔ اس میں خرچ کرنا اسراف اور فضول خرچی ہے۔ فضول خرچی کا گناہ سب کو معلوم ہے۔

اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ (فضول خرچی کرنے والے شیطان کے ساتھی ہیں)

جب تک قرآن و حدیث یا فقہ کی کسی معتبر کتاب میں مجالس میلاد کا ثبوت نہ ہو اس قسم کے کام اور اخراجات سب گناہ اور خدا تعالیٰ کے ہاں ناپسندیدہ ہیں شیخ سعدیؒ مرحوم نے کیا سچ کہا ہے ؎

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا ولیکن میفزائے بر مصطفےٰ"

اس اشتہار میں کس خوبی اور نرمی سے اسلام کی وہ شاہراہ دکھائی گئی ہے جس میں کسی ایک متنفس کو بھی اختلاف نہیں۔ اس دعوے پر گو کسی شہادت کی ضرورت نہیں تاہم دو شہادتیں بھی پیش کی جاتی ہیں۔ اول شہادت حضرت مولانا شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کی ہے جو فرماتے ہیں:۔

اجعل الکتاب والسنۃ امامك قرآن اور سنت کو اپنا امام بنالو اور دلیل

(فتوح الغیب)

حضرت سید الطائفہ مجدد صاحب سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بہترین مصقلہا برائے دور کردن محبت غیر اللہ اتباع سنت است (مکتوبات)	غیر اللہ کی محبت دل سے نکال کر خدا کا مقرب بندہ بننے کا ذریعہ اتباع سنت ہے اور بس

ان جوابات اور روایات کے مقابلہ پر کسی مجوز کا یہ کہنا:۔

"چونکہ ہندو، عیسائی اور سکھ وغیرہ اپنے بزرگوں کی ولادت کے دن کی بڑی تعظیم کرتے ہیں۔ اس لئے ہم مسلمانوں کو بھی ایسا کرنا چاہیئے" کہاں تک صحیح ہوسکتا ہے؟

www.KitaboSunnat.com

ہمارے خیال میں مجوزین کی یہ رائے کہ چونکہ غیر مسلم قومیں ایسا کرتی ہیں ہم کو بھی کرنا چاہیے ایک اصولی تنقیح پر مبنی ہے جو یہ ہے۔

"ہم مسلمانوں کو اپنے نبی کے ساتھ اس طریق سے برتاؤ کرنا چاہیے۔ جو انھوں نے خود سکھایا اور جو برتاؤ صحابہ کرام نے آنحضرت کے ساتھ کیا یا وہ برتاؤ کرنا چاہیے جو ہندو کرشن جی کے ساتھ اور سکھ باوا نانک جی کے ساتھ اور عیسائی حضرت مسیح کے ساتھ کرتے ہیں"؟

ہمارے خیال میں کوئی مسلمان دوسری صورت اختیار کرنے کی رائے نہ دے گا۔ بلکہ یہی آواز آئے گی کہ ہم تو وہی طریقہ اختیار کریں گے جو حضورؐ نے سکھایا اور صحابہ کرامؓ نے برتا۔ خواجہ حالی نے ایک حدیث کا ترجمہ کیا اچھا کیا ہے ؎

نصاریٰ نے جس طرح کھایا ہے دھوکا کہ سمجھے ہیں عیسیٰؑ کو بیٹا خدا کا
مجھے تم سمجھنا نہ زنہار ایسا مری حد سے رتبہ بڑھانا نہ میرا

سب انساں ہیں واں جس طرح سر فگندہ
اسی طرح ہوں میں بھی اک اس کا بندہ

بنانا نہ تربت کو میری صنم تم نہ کرنا مری قبر پر سر کو خم تم
نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم کہ بیچارگی میں برابر ہیں ہم تم

مجھے دی ہے حق نے بس اتنی بزرگی
کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور ایلچی بھی

اس تنقیح کے فیصلہ کے بعد کون مسلمان ہے جو یہ کہے کہ چونکہ ہندو اپنے بڑوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتے ہیں۔ ہم کو بھی ایسا کرنا چاہیے۔ یاد رہے اسلام دوسرے مذاہب کی طرح پنچایتی مذہب نہیں بلکہ اسلام الٰہی مذہب ہے۔ جس میں کسی بات کے حکم دینے سے پہلے یہ سوچنا ضروری ہے کہ خدا نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت اس بارے میں کیا حکم فرمایا ہے۔ اس قسم کی خود رائی کو اگر دخل دیا جائے تو ہر ایک اُمتی پیغمبر بن جائے گا اور ہر ایک کا دین و مذہب الگ ہوگا اور نہ وہ اس مذہب پر چلنے میں کسی طرح مورد الزام نہ ہوگا۔

معقول سوالات

اگرچہ اس تقریر پر اصولاً تو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کوئی دانشمند سوال کر سکتا ہے لیکن دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا قصہ مشہور ہے۔

"ایک مولوی صاحب نے کسی بے نماز کو نصیحت فرمائی کہ نماز پڑھا کر۔ بے نماز نے جواب دیا۔ آپ نے دعوت کی تھی۔ تو نمک زیادہ کیوں ڈالا تھا۔ مولوی صاحب نے کہا اس بات کو میری بات سے کیا تعلق۔ جواب دیا تعلق ہو یا نہ ہو۔ بات سے بات نکل آتی ہے۔"

اسی اصول سے مجوزین کی طرف سے بھی مانعین پر چند سوال ہوتے ہیں۔ مثلاً
"آپ بائیسکل پر چڑھتے ہیں کیا یہ سنت ہے؟ اپنے بیٹے کی شادی پر دعوت ولیمہ بڑی دھوم سے کی۔ آپ نے دعوتی خط چھپوائے وغیرہ۔

اے صاحب! سنیئے آپ کے سوالات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ہم مانعین کا مطلب نہیں سمجھا۔ بلکہ یوں کہئے کہ سمجھنے کی طرف توجہ بھی نہیں کی اس لئے ایسے معمولی سوال آپ کو پیدا ہوئے ہیں۔

اے جناب سوال وہی معقول اور پسندیدہ سمجھا جاتا ہے جو اصل مضمون کو سمجھ کر کیا جائے اور جو بے سمجھی سے کیا جائے اس کی بابت یہ کہا جاتا ہے۔ ؎

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطاست　　سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجاست

ہمارا مطلب یہ ہے کہ جس کام کو کار ثواب جان کر کیا جائے اس پر شریعت کی طرف سے ثبوت ہونا چاہیئے۔ اگر شریعت سے ثواب کا ثبوت نہیں اور کرنے والا اس کو ثواب سمجھے تو وہ بدعت ہے اور کرنے والا بدعتی۔ یہی بدعت کی تعریف ہے۔

پس اس اصول سے اگر کوئی شخص بائیسکل پر اس نیت سے سوار ہو کہ یہ ثواب کا کام ہے تو اس کا فرض ہے کہ اس کا ثبوت شرع شریف سے دے اور اگر نہ دے تو بدعتی ہے۔ اور اگر اس نیت سے سوار ہو کہ چونکہ شرع میں ممانعت نہیں آئی۔ اس لئے جائز ہے تو اس پر مواخذہ نہیں۔ جواز کے بخلاف دعویٰ کرنے والا مدعی ہے۔ اس کا فرض ہے کہ اس کا ثبوت شرع شریف میں دکھا دے۔

پس بائیسکل ہو یا ریل، ململ کا لباس ہو یا لٹھہ، دعوت ہو یا دعوتی خطوط۔ ان سب میں یہی طریق ہے جو کوئی یہ سمجھ کر کہ شریعت میں اس فعل کی ممانعت نہیں۔ جواز کی نیت سے کرتا ہے وہ بدعت نہیں۔ مگر جو شخص ثواب کے ارادہ سے کرتا ہے وہ بدعت ہے۔ جب تک شرع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

شریف سے ثواب کا ثبوت نہ دکھا دے۔ ہاں اس امر کی تنقیح کرنے کی ضرورت نہیں کہ مجوزین مجالس میلاد اس کام کو ثواب کی نیت سے کرتے ہیں۔ نہ محض جواز کی نیت سے کیونکہ مذہبی کام کوئی بھی ہو بغیر نیت ثواب کے نہیں ہو سکتا۔

مجالس میلاد کب سے جاری ہیں۔؟ عام طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ رسم صحابہ تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ دین کے زمانہ میں نہ تھی۔ تو کب سے جاری ہوئی ہے؟

گو یہ ایسا سوال ہے کہ اس کی تحقیق پر کوئی امر شرعی موقوف نہیں۔ کیونکہ بدعت ہر حال میں بدعت ہے۔ خواہ اس کی ایجاد کا زمانہ معلوم ہو یا نہ ہو۔ تاہم ہم اس کی ایجاد کا زمانہ بتلاتے ہیں۔

موصل کے ملک میں اربل شہر کا ایک بادشاہ تھا جس کا نام تھا؛ سلطان ابوسعید مظفر؛ اس سلطان کے زمانہ میں یعنی ۶۰۴ھ ہجری میں ایک شخص عمر بن محمد نے مولود ایجاد کیا اس کے بعد شاہ اربل کے بیٹے اور قائم مقاموں نے اس کو بہت رواج دیا۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے حسن المقصد میں اور علامہ شامیؒ نے سیرت میں یہ تاریخ لکھی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ چھ سو برس تک اسلام میں اس کا کہیں وجود نہ تھا پس بانصاف ناظرین خود ہی انصاف فرمائیں۔ کہ چھ سو سال تک اسلام میں جس کام کا نشان نہ ملتا ہو۔ اس کے بدعت ہونے میں کیا شک ہے؟

اظہار تعجب ہندوستان میں اس رسم کے کرنے والے حنفی مذہب کے پیرو کہلاتے ہیں۔ گو سارے حنفی نہیں بلکہ محقق حنفیہ جن کو علم فقہ کے ساتھ علم حدیث سے بھی واقفی ہے۔ یا یوں کہیے کہ جن کو بوجہ حدیث دانی کے مذہب حنفی اور رسومات بدعیہ میں تمیز ہے۔ جیسے علماء دیوبند، گنگوہ، میرٹھ، سہارنپور، مرادآباد، دہلی وغیرہ۔ جن کو عام طور پر دیوبندی کہا جاتا ہے۔ ان کو چھوڑ کر باقی جتنے لوگ میلاد کی رسم کے دلدادہ ہیں۔ وہ سب کے سب اپنے آپ کو مذہب حنفی کا مقلد کہتے ہیں۔ خیر اس کا تو تعجب نہیں۔ تعجب تو اس امر کا ہے کہ کہلا دیں مقلد۔ مگر کام کریں تقلید کے صریح برخلاف۔ مقلد کی شان بحیثیت تقلید یہ ہے جو کتب اصول میں لکھی ہے کہ۔

انما المقلد فمستندہ قول مجتہدہ (مسلم الثبوت) "مقلد کی دلیل امام کا قول ہے اور بس"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس اصول کو مدنظر رکھ کر ہمارے حنفی بھائی مہربانی کر کے کسی آیت حدیث سے نہیں دکھا سکتے۔ تو امام ابوحنیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قول ہی سے دکھا دیں کہ ربیع الاول کی مجالس مروجہ کرنا کار ثواب ہے۔ یا فقہ کی کسی کتاب میں کسی متاخر امام یا عالم کا فتوی پیش کریں۔ ہاں مہربانی کر کے ایسے قیاسات نہ کریں کہ۔

"چونکہ غیر مسلم قومیں اپنے بزرگوں کی پیدائش کے دن مناتی ہیں۔ ہم کو بھی ایسا کرنا چاہیے" کیونکہ ایسے قیاسات کے حق میں امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا فتوی ہے۔

اَوَّلُ مَنْ قَاسَ اِبْلِیْسُ (سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا تھا)

جس طرح کسی مسلمان کو مذہبی کاموں میں یہ اجازت نہیں کہ بغیر حکم خدا اور رسول کے کوئی کام کرے اور اس پر ثواب کی امید رکھے اسی طرح حنفی مقلد کو یہ جائز نہیں کہ بغیر اجازت اپنے امام کے کوئی کام کرے اور اس کو ثواب جانے۔ اگر جانے گا تو وہ دائرہ تقلید سے نکل جائے گا۔

ایک اور بات قابل غور کہا جاتا ہے کہ روز ولادت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ دنیا کے لیے موجب رحمت ہے اس لئے ہمیں اس روز کو عید منانا چاہیے۔ حالانکہ یہ ٹھیک نہیں۔ کیونکہ روز ولادت سے چالیس سال تک آں حضرت کو کسی قسم کی نبوت یا رسالت یا بالفاظ دیگر یہ عہدہ نہ ملا تھا۔ آپ رحمت بنے یا ہادی ہوئے تو وصف رسالت سے ہوئے نہ کہ وصف ولادت سے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالی نے اسی نکتہ کو سمجھانے کے لیے جہاں حضور کے رحمۃ للعالمین ہونے کا ذکر کیا ہے۔ یہ فرمایا ہے،

مَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ "ہم نے تجھ کو (اے نبی) رسول بنا کر بھیجا تو اس لئے کہ دنیا کے لوگوں پر رحمت کریں"

یہ نہیں فرمایا۔ مَا خَلَقْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ۔ جس کا ترجمہ ہوتا۔ ہم نے تجھ کو پیدا کیا ہے۔ پیدا ہونے اور رسول بننے میں بہت فرق ہے۔ ان دونوں اوصاف میں چالیس سال کی مدت ہے۔

پس اگر غور کیا جائے اور قرآن و حدیث اور کتب فقہ اور ائمہ دین کے فتوے سے قطع نظر کر کے اپنے ہی قیاس سے کام لینا ہو تو یوں کہنا چاہیے۔ کہ جس روز حضور کو رسالت کا پیغام پہنچا ہے اس روز کو مثل عید کے تہوار بنایا جائے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ اس دن کی بلکہ اس مہینے کی تعیین میں بھی اختلاف ہے۔ کوئی ربیع الاول کہتا ہے۔ تو کوئی رمضان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بتلاتا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ مجالس میلاد کا ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام سے نہیں اور یہ کہ روز ولادت سے یوم رسالت افضل ہے۔ جس کو مجوزین میلاد نے بالکل چھوڑ رکھا ہے۔

اعلان ہم جانتے ہیں کہ ہماری تحریر کا جواب دیا جائے گا۔ ہم بھی اس کو شوق سے دیکھیں گے۔ مگر یاد رہے کہ ہم کسی ایسی تحریر کو وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھا کرتے جس میں کسی کی ذاتیات پر حملہ ہو۔ یا کسی فرقہ کے حق میں دشنام دہی ہو۔ بلکہ ایسی تحریرات لکھنے والوں کو ہم بطور نصیحت استاد صائب کا شعر سنایا کرتے ہیں ؎

دہنِ خویش بدشنام میالا صائب — کہ ایں زرِ قلب بہر کس کہ دہی باز دہد

ہاں ہم اس تحریر کو عزت کی نگاہ سے دیکھا کرتے ہیں۔ جس میں ہمارا مدعا سمجھ کر محض دلیل کے زور سے جواب دیا گیا ہو۔ خدا کرے ہمارے دوست جواب دینے سے پہلے ہمارے مطلب پر ٹھنڈے دل سے غور کریں جو یہ ہے کہ

"ہم مجالس میلاد کو کار ثواب نہیں جانتے۔ اس لئے کہ زمانہ رسالت و خلافت میں اس کا ثبوت نہیں ملتا"

جو کوئی ان کو کار ثواب جانے بحکم البینۃ للمدعی۔ اس کا فرض ہے کہ اس کا ثبوت دے واللہ الموفق

"اہلحدیث" فروری ۱۹۱۶ء

سوال بعض لوگ کہتے ہیں کہ مولود شریف کرنا چاہیے۔ لیکن خوشی پر منحصر ہے خواہ کرے خواہ نہ کرے۔ فقط محبتی ہے کچھ قرآن شریف سے مولود ثابت نہیں ہے۔!

جواب: مولود کی مجلس ایک مذہبی کام ہے جس پر ثواب کی امید ہوتی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ کسی کام پر ثواب کا بتلانا شرع شریف کا کام ہے اس لئے کسی کام پر ثواب کی امید رکھنا جس پر شرع شریف نے ثواب نہ بتلایا ہو اس کام کو بدعت بنا دیتا ہے۔ مولود کی مجلس بھی اسی قسم سے ہے۔ کیونکہ شریعت مطہرہ نے اس پر ثواب کا وعدہ نہیں کیا۔ اس لئے ثواب سمجھ کر تو یقیناً بدعت ہے۔ رہا محض محبت سے کرنے کی صورت یہ بھی بدعت ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا بھی ایک مذہبی حکم ہے جس پر ثواب کی امید ہے۔ پس جس طریق سے شرع شریف نے محبت سکھائی ہے اسی طریق سے ہوگی تو سنت ورنہ بدعت

(۲۳ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انعقاد محفل میلاد اور قیام وقت ذکر پیدائش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرون ثلاثہ سے ثابت نہیں ہوا۔ پس یہ بدعت ہے۔ اور علیٰ ہذا القیاس بروز عیدین و پنجشنبہ وغیرہ میں فاتحہ مرسومہ ہاتھ اٹھا کر پایا نہیں گیا۔ البتہ نیابۃً عن المیت بغیر تخصیص ان امور مرقومہ کے للٰہ مساکین و فقراء کو دے کر ثواب پہنچانا اور دعاء و استغفار کرنے میں امید منفعت ہے اور ایسا ہی حال سوم دہم، چہلم وغیرہ اور پنج آیت اور چنوں اور شیرینی وغیرہ کا عدم ثبوت حدیث و کتب دینیہ سے ہے۔ خلاصہ یہ کہ سب بدعات مخترعات ناپسندیدہ شرعیہ ہیں۔

سید محمد نذیر حسین	حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ	محمد محمود دیوبندی	محمد یعقوب مدرس اول مدرسہ دیوبند	

(فتاوی نذیریہ ج ۱ ص ۱۳۱)

عَقْدُ مَجَالِسِ الْمِيْلَادِ الشَّائِعَةِ فِيْ هٰذَا الزَّمَانِ بِدْعَةٌ لِعَدَمِ سِرَايَتِهِ فِيْ كَوْنِهَا بِدْعَةً لِأَنَّ عَقْدَهَا أَمْرٌ مُحْدَثٌ وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ فَعَقْدُهَا بِدْعَةٌ الخ كتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری (فتاوی نذیریہ ج ۱ ص ۱۲۱)

قاضی شہاب الدین دولت آبادی تحفۃ القضاۃ میں لکھتے ہیں کہ جاہل لوگ سالانہ ربیع الاول میں جو مجالس میلاد در وجہ کے نام سے کرتے ہیں۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور ذکر ولادت کے وقت جو قیام کرتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک یہاں حاضر ہوتی ہے یہ اُن کا محض گمان باطل ہے بلکہ ایسا عقیدہ شرک ہے اور ائمہ اربعہ نے ایسے عقیدوں اور کاموں سے قطعاً منع فرمایا ہے۔ (فتاوی نذیریہ جلد اول ص ۱۵۱)

قیام و ہاتھ باندھنا بوقت ذکر ولادت بدعت و ناجائز ہے۔ کسی دلیل شرعی سے اس کا ثبوت نہیں ہے اور مولود و غزلیات جو آج کل چھپ کر شائع ہیں وہ ناجائز مضامین اور روایات موضوعات و مفتریات سے مملو ہیں۔ ان کا پڑھنا اور سننا بلاشبہ ممنوع و ناجائز ہے۔ (ملخص) حررہ محمد عبد الحق ملتانی عفی عنہ (فتاوی نذیریہ جلد ۱ ص ۱۱۵)

تشریح از حضرت مولانا ابو المکارم ظفر عالم صاحب میرٹھی۔

اسلام کے محققین علماء جیسے علامہ حافظ جلال الدین سیوطیؒ و حافظ ابن کثیر و ابن جوزی وغیرہم کی تالیفات کے مطالعہ کرنے سے اس کی پوری پوری تحقیق ہو جاتی ہے کہ مجلس مولد النبیؐ کا موجد اور مخترع ایک مسرف بادشاہ تھا۔ جس نے سب سے پہلے اس بدعت کے رچانے میں اقدام کیا۔ چنانچہ حافظ جلال الدین سیوطی اپنے رسالہ احسن المقصد فی عمل المولد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ارقام فرماتے ہیں واوّل من احدث ذلك ابن المظفر ابو سعید ابن زین العابدین بن علی یعنی سب سے پہلے جس شخص نے مجلس مولود ایجاد کی ہے وہ ابوسعید زین الدین ہے۔ اسی طرح سے حافظ ابن کثیر و ابن جوزی نے اپنی تواریخ میں لکھا ہے۔ اور اسی طرح ابن خلکان اپنی مشہور کتاب وفیات الاعیان میں سب سے زیادہ اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں اور اس کا موجد مظفر الدین صاحب اربل کو تلاتے ہیں اور یہاں تک لکھتے ہیں کہ سلطان موصوف کی قائم کردہ محفل مولد النبی کو سن کر لوگ دور دور سے آتے اور اس کے اس حسن عقیدت کو دیکھ کر ہر سال جمع ہوتے اور محرم الحرام سے لے کر ربیع الاول کے پہلے ہفتہ تک برابر آتے رہتے اور سلطان موصوف ان لوگوں کے لئے لکڑی کے چار چار پانچ پانچ منزل کے عارضی مکان بنواتا اور صفر کے پہلے ہفتہ سے ان مکانات کی زیبائش اور آرائش شروع ہو جاتی۔ ہر مکان میں ایک گروہ گانے والوں کا، ایک گروہ اصحاب خیال کا۔ اور ایک گروہ باجے وغیرہ بجانے والوں کا ہوتا۔ اور کوئی منزل ایسی باقی نہ رہتی جس میں ان گروہوں میں سے کوئی گروہ نہ ہوتا۔ ان دنوں میں لوگوں کے کاروبار خراب ہو جاتے اور ان کا اس کے سوا اور شغل نہ ہوتا کہ ان گانے بجانے والوں کا تماشہ دیکھتے پھرتے۔ اور ابن جوزی اپنی کتاب مرآۃ الزمان میں ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ویعمل للصوفیة سماعا من الظهر الی العصر ویرقص بنفسه معهم۔ صوفیوں کے لئے ظہر سے عصر تک مجلس سماع (راگ) منعقد کراتا اور خود شاہ اربل بھی ان لوگوں کے ساتھ ناچتا (دیکھو فتاویٰ میلاد صلا)

حضرات! اس مختصر تحریر اور کیفیت کے بعد آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ مجلس میلاد کی تاریخی حیثیت کیا ہے۔ یہ مجلس محض خوشنودی طبع اور ہوا پرستی کے لئے قائم کی گئی تھی۔ نہ اس کا ثبوت صحابہؓ کے زمانہ میں، نہ ائمہ دین کے وقت میں پایا جاتا ہے۔ بلکہ یہ محض رسمی تقریب تھی۔ جس کو آج تک منایا جاتا ہے۔ (ملخص)

(اہلحدیث [illegible])

میلاد نمبر "الفقیہ"

امرتسر کے حنفی اخبار "الفقیہ" نے ایک رسالہ "میلاد نمبر" نکالا ہے جو بغرض ریویو ہمیں بھیجا ہے۔ اس کی نسبت ظاہر کیا گیا ہے کہ اس کے لکھنے والے مولوی حکیم محمد عالم صاحب آسی مدرس مدرسہ اسلامیہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امرتسر ہیں۔ ہم نے رسالہ مذکورہ کو بغور دیکھا۔ اس لئے ہم عجیب مخمصے میں ہیں۔ ایک طرف ہم مولوی صاحب موصوف کی علمی قابلیت کو ذہن میں رکھتے ہیں۔ دوسری طرف رسالہ مذکور کو سامنے رکھتے ہیں تو ہماری حیرت کی حد نہیں رہتی۔ ہم سوچتے ہیں کہ مولوی صاحب کی علم و فضل سے انکار کریں۔ یا اس رسالہ کی نسبت کو غلط قرار دیں۔ یعنی یہ کہیں کہ مولوی صاحب اپنا پڑھا پڑھایا بھول گئے۔ یا رسالہ کو اُن کی تصنیف بتانے میں غلطی کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک دوسری صورت آسان تر ہے۔ کیونکہ رسالہ مذکور کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لکھنے والے کو علم مناظرہ کی ترتیب طبعی سے بھی اطلاع نہیں۔ اس لئے مناظرہ میں مستدل کا فرض ہے کہ سب سے پہلے اپنے دعوے کی تعیین کرے۔ پھر جو حصہ اس کا نظری ہو اس پہ دلیل لائے۔ رسالہ مذکورہ کو ہم اس طریق مناظرہ سے خالی پاتے ہیں۔ نہ اس میں دعوے کی تعیین ہے نہ اُس کے نظری حصہ پر دلیل ہے۔ بلکہ ابتداء ہی سے مضمون ایسا لکھنا شروع کیا ہے کہ اگر اُس سے کچھ ثابت ہوتا ہے تو اُن کے دعوے کی تردید ہوتی ہے۔ مثلاً

گروہ اہل توحید (عام اس سے کہ اہل حدیث ہوں یا حنفی دیوبندی) کا دعویٰ ہے کہ آج کل کی مجالس مولود۔ جس میں ذکر ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا ہے اور بروقت ذکر ولادت سب لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں اور یہ شعر پڑھتے ہیں ؎

اٹھو مومنو! بہر تعظیم سب　　　تولد ہوئے آج شاہِ عرب

یہ شعر بھی پڑھا جاتا ہے ؎

ندا از حاملانِ عرش آمد　　　کہ برخیز از پے تعظیم احمدؐ

اس فعل کے فاعلین اس مجموعی کام کو شرعی، مستحسن اور کار ثواب جانتے ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُم مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَن بِهِ اللَّهُ (پ ۲۵ ع ۴)

"یعنی کیا ان مشرکوں کے کچھ شریک ہیں جنہوں نے ایسے کام اُن کے لئے موجب ثواب بنا دئیے ہیں۔ جن کی خدا نے اجازت نہیں دی"

اس آیت کے ماتحت اہل توحید کا عقیدہ ہے کہ ہر اُس کام کے لئے جس کو کار ثواب سمجھا جائے۔ شرعی دلیل سے ثبوت ہونا ضروری ہے۔ اس لئے جو کام ایسا ہو کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن میں یا حدیث میں اصلاً یا فرعاً اس پر ثواب کا وعدہ نہیں آیا۔ اس کو کارِ ثواب جان کر کرنا بدعت ہے۔ یہی ایک اصول ہے۔ جس کے ماتحت سنت اور بدعت میں تمیز کر سکتے ہیں فاضل مصنف شروع سے لکھتے ہیں۔

"اس میں شک نہیں کہ مجالسِ میلاد جو موجودہ وقت میں پیش کی جاتی ہیں یا جس طرز پر آج کل جریدہ "ایمان" پیش کر رہا ہے نہ عہدِ رسالت میں موجود تھیں اور نہ عہدِ صحابہ رض میں اس کا ثبوت ملتا ہے اور نہ ہی بعد میں کئی صدیوں تک اس کا نشان نظر آتا ہے۔ کیونکہ عہدِ رسالت میں ابھی حضور علیہ السلام دنیا میں تشریف رکھتے تھے۔ اس لئے میلاد مع وفات کا ذکر ہوتا تو کیسے ہو سکتا تھا اور عہدِ صحابہ میں ابھی اتنی فرصت ہی کہاں ملی تھی کہ اس قسم کی شان و شوکت ظاہر کرنے کے لئے مسلمان اپنے آپ کو پیش کرتے۔ علاوہ بریں اس وقت ابھی تمدن سادہ تھا اور ضروریاتِ اسلام کی تکمیل زیادہ مصروفیت رکھتی تھی۔ کبھی جمع قرآن کی سلسلہ جنبانی تھی کبھی نمازِ تراویح کا سوال پیش تھا۔ اور کبھی اذانِ جمعہ پر حیص بیص ہو رہی تھی۔ اسی طرح مطلقہ ثلاثہ کا تنازعہ یا وراثت کے پیچیدہ مسائل حکومتِ اسلام کی توجہ اپنی طرف منعطف کئے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ انتخابِ خلیفہ کی معرکۃ الآراء لڑائیاں اور محیر العقول تنازعات اس طرح پر تو افگن تھے کہ مجالسِ میلاد جیسے مستحسنات کی طرف ممکن نہ تھا۔ کہ ذرہ بھر بھی نظر ڈالی جاتی۔

اس کے بعد جب عہدِ امامت آیا تو اس وقت مجالسِ میلاد سے بڑھ کر دینی اور اسلامی ضرورتیں رونما ہو گئیں کہ جن کے سرانجام دینے میں مسلمان شب و روز کی پیہم کوشش سے بھی بمشکل عہدہ برآ نہ ہو سکے۔ کیونکہ اسلام میں رخنہ اندازی شروع ہو گئی تھی۔ عہدِ رسالت کے ستارے غروب ہو رہے تھے۔ علوم جدیدہ اور اقوامِ عجمیہ کی دخل دہی نے اسلامی دنیا میں ایک بہت بڑا انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ اب اگر مجالس میلاد وغیرہ مستحسنات کی طرف مسلمان توجہ کرتے تو جمع احادیث، تدوینِ مسائل اور جمع روایات کا سلسلہ کیسے چل سکتا تھا۔ اور کیسے آج مسلمان اپنی مذہبی روایات سے روشناسی حاصل کر سکتے تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رفتہ رفتہ جب اسلامی تبلیغ کا انتظام دلخواہ طریق پر ہوگیا۔ اور بنی امیہ اور بنی عباس کے درمیان سیاسی اور اقتصادی تحریکات کا پُر آشوب فتنہ فرو ہوگیا۔ تو سب سے پہلے تصنیف وتالیف اور نشر و اشاعت علوم وفنون جدیدہ کی طرف مسلمانوں نے اپنی توجہات منعطف کیں۔ ابھی یہ قصہ ختم ہی نہیں ہوا تھا کہ مذہبی اختلافات اور مذاہب جدیدہ اور حکمت وفلسفہ یونان سے مقابلہ کرنے میں مسلمانوں کو ذکر و شغل اور عزلت وتحنث کی فرصت نہ ملی تاکہ مجالس میلاد کی نشر و اشاعت میں اپنا وقت صرف کرسکیں۔

تاریخی نقطہ نگاہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ مجالسِ میلاد یا مجالس ذکر و شغل کی طرف مسلمانوں کو زیادہ تر توجہ اس وقت ہوئی جب کہ ضروریات اسلام سے فراغت پاکر مسلمان اپنی حکومت اور اسلامی ترقیات سے بہرہ ور ہوکر آرام سے زندگی بسر کرنے لگے۔ اور غیر اقوام کے میل جول نے ان کو اس امر کی طرف مجبور کیا کہ جس طرح وہ لوگ اپنے اسلاف کی یادگاریں قائم کرتے تھے، اسی طرح دوش بدوش مسلمان بھی اسلامی شان وشوکت ظاہر کرنے کے لئے مجبور ہوگئے کہ وہ بھی ایام اللہ کے منانے میں کوشش کریں۔ علاوہ اس کے ساتویں صدی ہجری میں جب تاتاری قوم کی ظالمانہ حکومت سے مسلمانوں کی حکومت اور اسلامی خلافت کا شیرازہ بکھر گیا۔ اور لوگ اپنی جان بچانے کی خاطر کچھ تو ہندوستان یا افغانستان وغیرہ پُرامن ممالک میں پناہ گزیں ہوئے اور کچھ عزلت نشین ہوکر دنیا سے بے تعلق ہوکر خانقاہوں اور مساجد یا عبادت خانوں میں یکسوئی حاصل کرکے سیاسیات سے ایسے روکش ہوگئے کہ شب وروز ذکر وشغل اور ورد وظائف یا تلقین وارشاد میں ہمہ تن مصروف ہوکر اپنی حیات مستعار کے دن پورے کرنے لگے۔ کیونکہ ساتویں صدی اور اس کا پس وپیش زمانہ کچھ ایسا تھا کہ غیر جانبدار طبائع کے لئے سوائے اس وقت زہد وتقوی اور گوشہ نشینی کے کوئی چارہ نہ تھا۔" (ص ۲۳)

اہلحدیث

ہم مصنف ممدوح کے شکر گذار ہیں کہ ہمارے دعوے کا ثبوت انہوں نے خود پیش کردیا۔ کس بلاغت اور لطافت سے مروجہ مجالس مولود کی بیخ کنی کی ہے کہ زبان اور قلم سے بے ساختہ نکلتا ہے۔ مرحبا جزاک اللہ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

ہاں جناب زمانہ رسالت میں مجلسِ میلاد کی ضرورت نہ ہوئی کہ اس وقت حضور زندہ سلامت تھے۔ جب کہ چھوٹے چھوٹے نیک کام بھی سکھائے جاتے اور کرائے جاتے تھے تو مجلس مولود جیسا نیک کام کیوں چھوڑا ہا۔ جہاں سال بھر میں دو عیدیں ہوتی تھیں، تیسری عید میلاد بھی ایک ہو جاتی تو کیا ہرج تھا۔ بہر حال ہم میں آپ میں اختلاف نہیں رہا کہ زمانہ رسالت میں یہ کام نہیں ہوتا تھا۔ اس سے لطیف تر یہ فقرہ ہے۔ "عہدِ صحابہؓ میں اتنی فرصت کہاں تھی" خدا کے فضل سے صحابہ کرام نے کوئی چھوٹے سے چھوٹا دینی کام نہیں چھوڑا۔ کیا عہد صحابہؓ میں کارِ خیر کرنے کی فرصت نہ تھی۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! جس زمانہ کو کل اہل سنت اسلام کا مکمل نمونہ اور خیر و برکت کا زمانہ جانتے ہیں، اس کی بابت یہ بدگمانی ہو کہ ان کو ایک ضروری اور بڑے کام کی فرصت نہ ہوتی تھی بہر حال اس میں بھی ہمارا آپ کا اتفاق ہے کہ زمانۂ خلافت میں بھی مجلس مولود نہ ہوتی تھی۔ فالحمد للہ

زمانہ امامت (شائد مراد زمانہ ائمہ اربعہ ہے) اس زمانہ میں بھی یہ کام نہ ہوتا تھا کیونکہ اس میں اور اہم کاموں پر توجہ تھی۔

عجیب بات ہے ہر جمعہ کو تعطیل منائیں، سال میں دو عیدیں کریں، ہر ہفتہ میں جمعہ کا اہتمام کریں، نماز جمعہ پڑھائیں، مگر سال میں ایک گھنٹہ مجلس میلاد کرنے کی فرصت نہ ہو۔ بہر حال ہمارا آپ کا اس میں بھی اتفاق ہوا کہ زمانۂ امامت میں بھی مروّجہ طریق نہ تھا۔ لہ الحمد۔ آخر بات نکلی تو یہ کہ

"جس طرح کفار اپنے اسلاف کی یادگاریں قائم کرتے تھے۔ مسلمان بھی ایسا کرنے پر مجبور ہو گئے"

پس مطلع صاف ہے۔ مرکز بحث یہ ہوا کہ کفار کا فعل بھی ادلہ شرعیہ میں ہے یا نہیں۔ جہاں تک علم اصول کی شہادت ہے۔ دلائل شرعیہ چار ہیں۔ قرآن۔ حدیث۔ اجماع اور قیاس۔ آج سننے میں آیا ہے کہ پانچواں اصل "فعل کفار" بھی ہے۔ جو لوگ کفار کے فعل کو شرعی امر کے لئے مقیس علیہ بنائیں۔ ان کے حق میں یہ شعر موزوں ہے ؎

رل گئی اسے دل تجھے کفرانِ نعمت کی سزا
میرے پہلو سے گیا پالا ستمگر سے پڑا

اسی تقریب میں فاضل مصنف نے مانعین میلاد کو یہ طعنہ دیا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"جو وہابی آج مجالس میلاد کو بدعت سمجھے ہوئے ہیں وہ ماتھے پر سیندھور لگا کر ہندوؤں کو خوش کرنا سعادت دارین سمجھتے ہیں" (ص ۵)

ہمیں ایسے وہابی نہیں ملے جو سیندھور لگاتے ہوں۔ واللہ! اگر ملیں تو ہم ہاتھوں سے ان کا سیندھور اتار دیں۔ ہوسکے تو دو طمانچے ان کے منہ پر رسید کریں۔ مگر مصنف صاحب یہ تو بتا دیں کہ جو لوگ محبت رسول میں میلاد کرنا ثواب جانتے ہیں وہ قبروں پر اور پیروں کے پیروں پر سجدے کیوں کرتے ہیں۔ کیا اُن کے فعل کا ذمہ دار بھی کوئی ہے؟ مولانا است

این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

بدعت کیا ہے؟

سب سے بڑا شبہ کہ یہ کتاب مولوی محمد عالم صاحب مدرس اسلامیہ اسکول کی تصنیف نہیں ہے۔ یہ سُرخی ہے۔ کیونکہ اس سُرخی کے نیچے یوں تو بہت لمبی چوڑی تقریر کی گئی ہے۔ مگر اصل بات ناخنوں سے چھیلنے سے بھی نہیں ملتی۔ ناظرین اس سُرخی (بدعت کیا چیز ہے؟) کو اپنے سامنے رکھیں اور اس کے ماتحت عبارت بغور پڑھیں۔ قابل مصنف لکھتے ہیں:

"قرآن شریف موجودہ ترتیب کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سعی بلیغ کا نتیجہ ہے۔ سنت تراویح کی باقاعدہ جماعت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کوشش ہے۔ ترتیب ابواب کے ساتھ مسائل فقہ کو جمع کرنے کا سہرا حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے سر لہلہا رہا ہے۔ تدوین احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم تابعین اور تبع تابعین کے لیے خداوند تعالیٰ نے مخصوص کر رکھا تھا۔ علیٰ ہذا القیاس مسجد نبوی عہد رسالت میں سادہ چھپر کی بنی ہوئی تھی۔ عہد خلافت راشدہ میں اس میں ترمیمات کے ساتھ اضافے کیے گئے۔ اس کے بعد عہد سلاطین اسلامیہ میں اس میں اسی شان و شوکت کی زینت کی شان دکھلائی گئی کہ آج اسلامی دنیا میں اس سے بہتر اور قیمتی پتھر سل کی بنی ہوئی اور مسجد صفحہ دنیا میں نہیں ہے۔ اسی طرح قرآن شریف پر حرکات و سکنات اور اوقاف و رکوعات کی محنت خلفاء بنی امیہ کے عہد میں ٹھکانے لگی۔ اس کے بعد مفسرین نے اپنے اپنے عہد تالیف میں قرآن و حدیث کے دو سمندروں کو ملا کر مجمع البحرین بنا دیا اور وہ تفاسیر لکھیں۔ کہ قرآن و حدیث کے تطابق کی زحمت امت محمدیہ سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے اٹھا دی۔ اس کے بعد جب اور بھی سہولت کو مد نظر رکھا گیا تو سب سے پہلے شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم نے قرآن شریف کا ترجمہ کیا۔ جس کی پاداش میں آپ کو حرمین شریفین میں سر چھپانا پڑا۔ بعد میں جب لوگوں نے اس بدعت کو مفید سمجھا تو خود تراجم میں شروع ہو گئے۔ چنانچہ آج یہ بدعت یہاں تک پھیل گئی ہے۔ اور اس قدر زور پکڑ گئی کہ ہندوستان کے وہابی عموماً اور بعض حضرات معتزلہ خصوصاً اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ نماز جمعہ کا خطبہ بھی غیر عربی میں ہونا چاہیئے۔ معلوم نہیں کہ چند سالوں کے بعد اسی جماعت وہابیہ کے جانشین انہی حدود کے اندر پابند رہیں گے یا ساری عبادات اور ادعیہ کو بھی غیر عربی میں رائج کر دیں گے۔ بہت ممکن ہے کہ انقلاب ترکی سے متاثر ہو کر اب ہی سے غیر عربی میں نماز کی اشاعت کر دیں گے"! (صہ ۳)

ناظرین! مصنف کی علمی قابلیت سے ہمیں توقع تھی کہ بطریق محصلین بدعت کی جامع و مانع تعریف کریں گے۔ پھر اس پر آثار مرتب فرمائیں گے۔ لیکن افسوس کہ

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

المختصر بحث کو جتنا لمبا کریں کر سکتے ہیں۔ مگر بات صرف اتنی ہے کہ اہل توحید کے دو فقرے ہیں۔ جن پر سارا مدار ہے۔

(۱) مجلس میلاد زمانہ رسالت و خلافت میں نہ تھی (۲) جو کام ان زمانوں میں نہ ہو وہ دینی کام نہیں۔ نتیجہ یہ کہ مجلس میلاد دینی کام نہیں۔

شکر ہے کہ ہمارے مخاطب کو پہلا فقرہ (جو زیادہ بحث طلب ہے) مسلّم ہے۔ ملاحظہ ہو ان کی منقولہ عبارت (از صہ ۲ الفقیہ مذکور)۔ دوسرا فقرہ تو ہر ایک مسلم کو مسلم ہے۔ یہی معنے ہیں اس حدیث کے۔

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ (مشکوٰۃ) "جو کوئی ہمارے دین میں نئی بات پیدا کرے وہ مردود ہے"۔ پس سہ

مپندار سعدیؔ کہ راہِ صفا
تواں رفت جز در پئے مصطفیٰ

(اہلحدیث ۵ اگست ۱۹۳۲ء)

مولود شریف کا ثبوت؟ مَا شَآءَ اللّٰهُ وَ "اہلِ حدیث" ۵ اگست میں ہم نے "الفقیہ"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ایک رسالہ کے جواب میں مختصر سا مضمون دربارہ مولود لکھا تھا ہماری نیت میں تھا کہ آئندہ ربیع الاوّل میں اس کا جواب مفصل دیں گے۔ انشاء اللہ۔

اس کے بعد "الفقیہ" مورخہ ۱۴؍ اگست میں ایک مضمون نکلا ہے۔ جسے ہم پہلے کی طرح فیصلہ کن جانتے ہیں۔

قابل مجیب نے اپنے ناظرین کو اہل حدیث سے نفرت دلانے کا کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ مثلاً لکھتا ہے۔

"آئے دن وہابیوں کی طرف سے تکفیر، تلعین یا تجہیل و توہین کی تحریرات شائع ہوتی رہتی ہیں کبھی فروعات پر خامہ فرسائی کر کے مثلین تکفیر و تلعین سے گرم بازاری کی جاتی ہے"

(الفقیہ ۱۴ اگست ۱۹۳۲ء ص ۷)

حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ سب کچھ انہی لوگوں کی طرف سے ہو رہا ہے جن کا فتویٰ ہے کہ افراد اہل حدیث کے پیچھے اقتداء جائز نہیں کیوں، مومن صالح ہیں؟ نہیں مومن ہونا تو وجہ عدم جواز کی نہیں۔ اچھا بدعتی ہیں؟ بدعتی کے پیچھے بھی نماز جائز ہے۔ خاص کر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جن کا فتویٰ اس حدیث کے ماتحت ہے۔

صلوا خلف کل بر و فاجر (شرح فقہ اکبر) (ہر ایک نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھا کرو) پھر کیوں جائز نہیں؟ اس کے سوا کیا وجہ ہے کہ ان مفتیان کے نزدیک وہ کافر ہیں۔ برخلاف اس کے اہل حدیث ابتداء سے حنفیہ کے پیچھے اقتداء جائز کہتے اور کرتے آئے ہیں۔ پھر بتاؤ تکفیر کس نے کی؟

۵؍ اگست کے "اہل حدیث" میں ہم نے لکھا تھا کہ مصنف رسالہ خود لکھتے ہیں کہ مولود کی رسم نہ زمانہ رسالت میں تھی نہ زمانہ خلافت میں نہ زمانہ امامت میں" تو پھر اس کے بدعت ہونے میں کیا شبہ؟ اس کا جواب مجیب نے جو دیا ہے۔ اس کو بھی ہم فیصلہ کن جان کر ناظرین تک پہنچاتے ہیں۔

"جس امر کی اجمالی تصویر بھی خیر القرون میں نہ ملے وہ بدعت ہے" (ص ۷ کالم ۱)

ہم اس تعریف کو صحیح مان کر فاضل مجیب کو مجمل کی تعریف پر توجہ دلاتے ہیں جو یہ ہے۔

المجمل ما ازدحمت فیه المعانی واشتبه المراد به اشتباها لا یدرك بنفس العبارة بل بالرجوع الی الاستفسار ثم الطلب ثم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

التامل۔ (نورالانوار صلا۹)

"یعنی مجمل نہ ہوتا ہے جس کے معانی کثیرہ جمع ہوں اور مراد ایسی مشتبہ رہ جائے کہ استفسار از متکلم۔ پھر طلب پھر تامل کے بغیر سمجھ میں نہ آئے"

اس تعریف کے مطابق آپ مولود کی مجمل صورت قرون ثلاثہ (زمانہ رسالت و زمانہ امامت) میں دکھاویں۔

نوٹ واضح رہے کہ مولود متنازعہ یہ ہے۔

"مجلس میں قرآن خوانی، نعت خوانی، ذکر ولادت، ذات رسالت۔ اس میں جزو اعظم ذکر ولادت کے وقت بہ نیت تشریف آوری آنحضرت قیام کرنا۔ اور دست لبستہ سلام وصلوٰۃ بایں الفاظ پڑھنا الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ"

اس مفصل کا مجمل پتہ قرون ثلاثہ میں دکھادیں تو ہم مجیب صاحب کے مشکور ہوں گے۔ مگر یاد رہے کہ مجمل اس طرح کا ہو جو علماء اصول نے بتایا ہے۔ جن کی عبارت ہم نے اوپر نقل کی ہے۔

نوٹ مجیب موصوف نے بڑے دعوے سے لکھا ہے کہ مولود کرنا اگر شرک ہے تو کیا فلاں بزرگ مشرک تھے۔ مثلاً علامہ سیوطی رحمہ اللہ، شیخ عبدالحق رحمہ اللہ، مولانا عبدالحی رحمہ اللہ وغیرہ۔

ہم اس کے جواب میں صرف اتنا عرض کرتے ہیں کہ مولانا! اہل علم کا اصول ہے۔

"ثبت العرش ثم انقش" (پہلے تخت بناؤ پھر رنگ کرو)

پہلے آپ ان بزرگوں کی تحریرات سے مروجہ مولود کا ثبوت تو دکھائیں۔ پھر فتویٰ بھی پوچھیں سنیئے۔ ہم بطور معارضہ آپ کے گواہوں میں سے ایک زبردست گواہ مولانا عبدالحی لکھنوی مرحوم کو پیش کرتے ہیں۔ پس آپ انصاف سے سنیئے اور داد انصاف دیجئے مولانا موصوف فرماتے ہیں۔

"قیام کرنا جو وقت ذکر ولادت کے کرتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ بے اصل ہے اور ادلہ شرعیہ سے ثابت نہیں" (فتاویٰ لکھنوی جلد اول ص۳۲۹ بار چہارم ۱۳۱۴ھ)

مروجہ مولود سے قیام اگر الگ کر دیا جائے تو باقی جسد بلا روح (مردہ) رہ جائے گا اور اگر قیام کو شامل کیا جائے محض قیام کی نظر سے تو حسب فتوے مولانا مرحوم بے ثبوت ہونے سے مجموعہ مولود بدعت ہے۔ اور اگر بہ نیت حاضر و ناظر کیا جائے تو چونکہ ہر جگہ حاضر و ناظر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونا خدا کی صفت ہے۔ لہٰذا شرک ہے۔

یہ ہے تفصیل ہمارے اور جملہ اہل حق کے مذہب کی۔ اب آپ کو اختیار ہے۔ جو صورت چاہیں اختیار کریں۔ مختصر یہ کہ آپ حسب قاعدہ مناظرہ پہلے مولود کی حقیقت متضمن اجزا بیان کریں۔ پھر اس کا حکم بتا دیں۔ پھر زمانہ خیر میں اس کی مجمل صورت دکھائیں۔ اگر ایسا نہ کریں گے اور محض غصہ اور رنج کا اظہار کر کے اپنے ناظرین کو بھڑکائیں گے۔ تو لاچار ہم یہ کہنے پہ مجبور ہوں گے ؎

مدعی چوں رگ گردن بفراز د بجدل نیم تصدیق بیانش نہ و تحسینش کن (۲۱ ستمبر ۱۹۳۲ء)

مروجہ مجالس میلاد اور جشن میلاد النبی ﷺ پر تبصرہ

مندرجہ بالا عنوان پہ ایک مضمون معاصر الفرقان بریلی بابت ماہ ربیع الآخر ۱۳۸۰ھ میں مولوی حبیب احمد صاحب کیرانوی کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ چونکہ یہ ایک علمی اور تحقیقی مضمون ہے اور ایک حنفی المذہب کا مرقومہ ہے۔ اس لئے ہم ناظرین اہل حدیث تک اسے پہنچاتے ہیں۔ تاکہ مدعیانِ حنفیت بھی اس سے خاص کر مستفیض ہوں۔ (مدیر) اخبار "الاماں" دہلی کے میلاد نمبر میں ایک مضمون مجالس نبویہ کے انعقاد پر "محققانہ بحث" کے عنوان سے شائع ہوا ہے جس میں صرف ذاتی تحقیق پہ ہی اکتفا نہیں کیا گیا۔ بلکہ مخالفین پر طعن بھی موجود ہے۔ لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ اس تحقیق کی حقیقت ظاہر کر دیں۔ تاکہ فاضل محقق اپنی تحقیق کی غلطی پر متنبہ ہو کر حق کی طرف رجوع کریں پس ہم کہتے ہیں کہ

(الف) اس امر پر دونوں فریق متفق ہیں کہ ان میلادی محافل کا وجود نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا اور نہ صحابہ کے زمانہ میں اور نہ تابعین کے زمانہ میں اور نہ تبع تابعین کے زمانہ میں۔ جن کی خیریت کی شہادت رسول اللہ نے دی ہے۔ یہ صرف شر القرون کی ایجاد ہے۔ جب کہ زمانہ اجتہاد ختم ہو چکا تھا اور کوئی مجتہد باقی نہ رہا تھا۔ صرف مقلد ہی مقلد باقی رہ گئے تھے۔ جن کو اجتہاد کا حق نہ تھا۔ بلکہ ان کا کام صرف مجتہدین کی تقلید تھا۔

(ب) یہ حقیقت بھی فریقین کے نزدیک مسلّم ہے کہ ان مجالس کا موجد کوئی دیندار عالم نہ تھا جس نے آیات و احادیث کے تابع ہو کر ان کا احداث کیا ہو۔ بلکہ وہ ایک دنیا دار بادشاہ تھا۔ جس کو قرآن و حدیث سے کوئی واقفیت نہ تھی۔ اور نہ اس کو ان سے مسائل کا استنباط کا حق تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ج) یہ حقیقت بھی ناقابل انکار ہے کہ ہر زمانہ میں علماء دو قسم کے ہوئے ہیں۔ ایک دُنیادار، دوسرے دیندار۔ دنیادار دین کو دُنیا کی عوض بیچ دیتے ہیں۔ لیکن دیندار ایسا نہیں کرتے۔

(د) یہ حقیقت بھی ناقابل انکار ہے کہ اختلاف اُفہام مجتہدین میں بھی ہوتا ہے اور غیر مجتہدین میں بھی اور بعض لوگوں کی نظر سطحی ہوتی ہے اور بعض کی نہایت گہری۔ گہری نظر اور دقیق فہم والے افراد کم ہوتے ہیں اور سطحی نظر والے افراد زیادہ۔ چنانچہ خدا نے امام ابوحنیفہؒ کو جو نظر دقیق عطا فرمائی تھی وہ دوسرے مجتہدین کے لئے بھی حاصل نہ تھی۔ اسی وجہ سے انہوں نے ان کو "صائب رائے" کا لقب دیا۔ پس جب کہ مجتہدین میں یہ اختلاف افہام موجود ہے تو غیر مجتہدین میں یہ اختلاف بالاولیٰ ہوگا۔

(ہ) یہ حقیقت بھی فریقین کے نزدیک مسلّم ہے کہ صرف مقلّدین کا اجماع بھی حجت نہیں۔ چہ جائیکہ کثرت۔

(و) یہ حقیقت بھی متفق علیہ ہے کہ اس مسئلہ میں ابتدا ہی سے اختلاف موجود ہے۔ چنانچہ علّامہ تاج الدین فاکہانی، ابن الحاج مالکی، مولانا عبدالرحیم معتزلی حنفی، مولانا نصیرالدین شافعی، مولانا شرف الدین حنبلی، مولانا قاضی شہاب الدین دولت آبادی وغیرہ مانع ہیں اور دوسرے بعض حضرات مجوّز۔

(ز) یہ حقیقت بھی متفق علیہ ہے کہ مقلد کو بلا ضرورت ملجیہ براہِ راست دلائل شرعیہ سے استنباط مسائل کا حق نہیں۔ کیونکہ یہ کام صرف مجتہد کا ہے۔ اگر مقلّد کو بھی یہ حق ہو تو وجوب تقلید کے کوئی معنی نہیں۔

جب کہ یہ تمام امور ہمارے اور ان کے درمیان متفق علیہ ہیں تو اُن سے معاملہ کی حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ کہ جس بادشاہ نے ان محافل کو احداث کیا ہے۔ اس نے دلائل شرعیہ کی بنا پر اس کو ایجاد نہیں کیا۔ بلکہ اس نے اس مسئلہ میں عیسائیوں کے کرسمس ڈے کی نقل اُتاری تھی۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ اس نے کسی بُری نیت سے ایسا کیا تھا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اس کی نیت اچھی ہو لیکن یہ ضروری نہیں کہ جس فعل کی نیت اچھی ہو۔ وہ فعل بھی اچھا ہو چنانچہ قوم موسیٰ نے بُت پرستوں کو بت پرستی کرتے دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی تھی "اجعل لنا الٰھًا کما لھم الٰھۃ" اور صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی تھی کہ "اجعل لنا ذات انواط کما لھم ذات انواط" اور ظاہر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ اس بارہ میں اصحاب موسیٰ اور اصحاب محمد علیہما السلام کی نیتیں بُری نہ تھیں۔ بلکہ صرف ناواقفی کی وجہ سے ایسی درخواست کی تھی۔

پس اس بادشاہ نے بھی اپنی ناواقفی سے حضرت عیسیٰ کی ولادت کی خوشی عیسائیوں کو مناتے ہوئے دیکھ کر خیال کیا۔ کہ ہمارے نبیؐ اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ ہم ان کی ولادت کی خوشی منائیں اس لیے اس نے یہ محفل ایجاد کی۔ اس پر بعض خام ذہنیت رکھنے والے علماء نے بادشاہ کی خوشنودی کے لیے قرآن و حدیث کی ورق گردانی کی اور جس قدر ان کو اس بدعت کی تائید میں دلائل مل سکے۔ انھوں نے ان کو جمع کر دیا۔ اُن دلائل کو دیکھ کر دیندار علماء میں دو فریق ہو گئے۔

ایکؔ وہ جو اہلِ بصیرت تھے۔ دوسرے وہ سطحی نظر کے لوگ تھے۔ اہلِ بصیرت نے ان دلائل کی کمزوری کو محسوس کر لیا۔ اور اس سے اختلاف ہو گیا۔ اور اس کے بدعت ہونے کا حکم لگایا۔ سطحی نظر والوں نے ان کو صحیح سمجھ کر ان کے ساتھ موافقت کی اور اس کو بدعت حسنہ قرار دیا۔ اب محقق کا کام یہ ہے کہ فریقین کے دلائل کو پیش نظر رکھ کر انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے۔

(۱) مانعین کی دلیل یہ ہے کہ قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ حدیث خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل و تقریر کا نام ہے۔ اگر مجوزین کے وہ دلائل صحیح ہیں۔ جن کو قرآن و حدیث سے پیش کرتے ہیں تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دلائل سے ان مجالس کا استحسان کیوں نہ سمجھا اور نبوت کے تیئیس ۲۳ برس کے عرصہ میں تیئیس ۲۳ دفعہ بارہ ربیع الاول کا دن آیا اور کرسمس ڈے کی نظیر بھی آپ کے آنکھوں کے سامنے موجود تھی۔ مگر باوجود اس کے ایک مرتبہ بھی آپ نے اس کرسمس ڈے کی نقل کا استحسان نہ قولاً بیان فرمایا نہ فعلاً۔ اس کے تیس برس تک خلافت راشدہ کا زمانہ رہا۔ اس زمانہ میں بھی مسلمانوں کے سامنے یہ دلائل موجود تھے۔ مگر ان کو بھی توفیق نہ ہوئی کہ وہ اس عیسائیوں کی نقل کا استحسان قرآن و حدیث سے استنباط کرتے۔ اس کے بعد چار سو برس تک مجتہدین کا زمانہ رہا۔ اور اس عرصہ میں سیکڑوں بلکہ ہزاروں مجتہد گزرے اور انھوں نے قرآن و حدیث سے مسائل استنباط کے لیے انتہائی قوت صرف کی۔ مگر باوجود اس کے اس بدعت کا استحسان ان کو بھی نظر نہ آیا۔ اب جب کہ زمانہ علم ختم ہو گیا اور زمانہ جہل شروع ہوا۔ تو اس زمانہ جہل میں بھی دو ۲ سو برس تک اس بدعت کا استحسان کسی کو نظر میں نہ آیا۔ اب جب کہ جہل اپنی پوری قوت پر پہنچ گیا تو اس وقت بھی اس کا استحسان کسی دیندار عالم کی نظر میں نہ آیا۔ بلکہ اس کا استحسان ایک ایسے شخص کو نظر آیا۔ جس میں کوئی قابلیت نہ تھی۔ اس غیر عالم شخص

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے علماء کی رہنمائی کی اور اب اُن کو بھی تمام قرآن و حدیث میں یہ بدعت نظر آنے لگی۔ اب اگر ہم علمائے مجوزین کے دلائل کی صحت کو تسلیم کرلیں۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر اس بدعت کی ایجاد کے وقت تک تمام علماء امت، صحابہ و تابعین و تبع تابعین اور دوسرے مجتہدین و غیر مجتہدین کو نعوذ باللہ "جاہل" اور "نافہم" مان لیں۔ تاکہ اس کے مجوزین کی علمی پوزیشن محفوظ رہ سکے۔ سو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ کہ کوئی مسلمان اس کی جرأت کر سکے گا۔ بجز مجوزین اور اُن کے دوسرے ہمنواؤں کے۔

(۲) تمام مقلدین کا اس پر اتفاق ہے کہ دلائل شرعیہ سے براہ راست مسائل کا استنباط کا حق صرف مجتہدین کو ہے اور غیر مجتہدین کو یہ حق نہیں بلکہ اُن کا فرض صرف مجتہدین کا اتباع ہے[1] (الا بضرورۃ ملجئۃ) اور جب کہ یہ مسلّم ہے۔ تو اب کسی مدعی تقلید کو یہ حق نہیں کہ وہ تقلید ائمہ کو چھوڑ کر براہ راست دلائل شرعیہ سے اس مسئلہ کو ثابت کرنے کی کوشش کرے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو یہ اس کی انتہائی نافہمی ہے کیونکہ وہ اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ میرے قول اور فعل میں تناقض ہے۔ کیونکہ اس کے دعویٰ تقلید کے معنی یہ ہیں کہ اس میں اجتہادی قابلیت نہیں ہے اور اس بدعت کو دلائل سے ثابت کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اس میں اجتہادی قابلیت ہے۔

(۳) ایسے لوگ تارکین تقلید سے بھی زیادہ قابل الزام ہیں۔ کیونکہ ان کے اجتہاد کا حاصل تو صرف یہ ہے کہ وہ ایک مجتہد فیہ مسئلہ میں ایک مجتہد کے قول کو ترجیح دے لیتے ہیں اور تمام مجتہدین کے خلاف کوئی بدعت ایجاد نہیں کرتے بلکہ بدعت کو نہایت بُرا جانتے ہیں۔ اور اُن کے اجتہادی مسائل میں اگر ایک مجتہد ان کا تخطیہ کرتا ہے تو دوسرا مجتہد ان کی تصویب بھی کرتا ہے اور یہ لوگ (باوجود ادعائے تقلید محض) اجتہاد کرتے ہیں۔ اور پھر اپنے اجتہاد میں کسی مجتہد کی موافقت

---

[1] کتب اصول فقہ کی تصریحات آپ کی تائید کرتی ہیں توضیح میں ہے دلیل المقلد ان یقول هذا ما ادّی الیه رأی ابی حنیفة وکلما ادّی الیه رأی ابی حنیفة فهو عندی صحیح نیز اصول کی بلند پایہ کتاب مسلّم الثبوت میں مرقوم ہے اما المقلد فمستند ہ قول مجتہد ہ اسی طرح دیگر کتب اصول میں بھی یہ تصریحات ملتی ہیں۔ اخبار اہلحدیث جب سنتے ہیں کہ بعض علمائے مقلدین فتویٰ دیتے ہیں کہ غیر مقلدین کے پیچھے اقتدا جائز نہیں تو وہ اس بنا پر ان سے سوال کرتے ہیں کہ اس فتویٰ کی دلیل ائمہ مجتہدین کے قول سے دکھائیے کیونکہ مقلد کو حق نہیں ہے کہ وہ بغیر قول امام کے فتویٰ دے تو اس کے جواب میں وہ خاموش ہو جاتے ہیں چونکہ یہ اصول ارباب تقلید کا مسلمہ ہے اس لئے اس سے انحراف نہیں کرنا چاہیے بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ اس سے انحراف کرنے والے کو دائرہ تقلید سے باہر سمجھنا چاہیے۔ (اہلحدیث)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی نہیں کرتے۔ بلکہ سب سے الگ ایک مسلک اختیار کرتے ہیں۔ اس لئے کسی مجتہد کی تائید اُن کو حاصل نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا یہ اُن سے زیادہ قابل الزام ہیں اور اُن کا دعویٰ تقلید بھی سراسر جھوٹا ہے

(۴) مروجہ حال "عید میلاد" میں جو مفاسد پیشتر تھے وہ بحالہا باقی ہیں اور اُن کے علاوہ اس میں دوسرے مفاسد کا بھی اضافہ ہوگیا ہے جس کی وجہ سے اب وہ علماء بھی اس کو جائز نہیں کہہ سکتے جو قدیم میلاد کو جائز کہتے تھے۔ مثلاً جلوس نکالنا۔ جو کہ موجودہ یورپ کی تقلید ہے چراغاں کرنا جو کہ دیوالی کی نقل ہے۔ باجے گاجے جو کہ بالکل حرام ہیں وغیرہ وغیرہ۔ پس اس بارہ میں مجوزین کے قول سے بھی استدلال صحیح نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ جس وقت انھوں نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا تھا اس وقت وہ مفاسد اس میں موجود نہ تھے جو آج ہیں۔

(۵) ان افعال شنیعہ کے اثبات میں قرآن و حدیث میں تحریف کرنی پڑتی ہے۔ جس کا حاصل خدا اور رسول پر بہتان باندھنا ہے۔ جو کہ انتہائی ظلم ہے۔ ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا۔

یہ وہ مضبوط دلائل ہیں جن سے مانعین تمسک کرتے ہیں۔ اب رہے وہ لچر اور پوچ دلائل جن سے مجوزین تمسک کرتے ہیں۔ ان کی حقیقت اگرچہ اجمالی طور پر سطور بالا میں معلوم ہو چکی ہے۔ لیکن ہم ان پر تفصیلاً بھی گفتگو کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

(۱) فاضل محقق نے واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ سے ان مجالس کے استحسان پر استدلال کیا۔ حالانکہ یہ کلام الٰہی کی صریح تحریف ہے۔ کیونکہ اس آیت میں ان مجالس کی طرف کوئی اشارہ بھی نہیں اس لیے کہ آیت کا حاصل یہ ہے۔ کہ تمام انبیاء سے یہ عہد لیا گیا تھا۔ کہ اگر تمہارے پاس کوئی خدا کا رسول آئے تو تم کو اس کی تصدیق و تائید کرنی ہوگی اور ظاہر ہے کہ اس مضمون کو جشن میلاد سے کچھ بھی تعلق نہیں۔

فاضل محقق نے اس آیت کے ذیل میں طبری سے حضرت علیؓ کی ایک روایت نقل کی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ "لو یبعث اللہ نبیا من اٰدم فمن دونہ الا اخذ علیہ العھد فی محمد صلی اللہ علیہ وسلم لئن بعث وھو حی لیؤمنن بہ ولینصرنہ" لیکن اول تو یہ روایت ہی ثابت نہیں کیونکہ اس کا راوی سیف بن عمرو ضباح وکذاب اور متہم بالزندقہ ہے" قال ابن حبان یروی الموضوعات عن الاثبات قال وقالوا انہ کان یضع الحدیث اتھم بالزندقۃ وقال الحاکم اتھم بالزندقۃ وھو فی الروایۃ ساقط

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقال ابو حاتم متروك الحديث"

اور بالفرض اگر ثابت ہو تو اس سے فقط اتنا ثابت ہوتا ہے کہ تمام انبیاء سے اس بات کا عہد لیا گیا تھا۔ کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے زمانہ میں رسول بنا کر بھیجے جائیں تو تم اُن پر ایمان لانا اور اُن کی مدد کرنا۔ لیکن اس مضمون کو بھی عید میلاد سے کوئی تعلق نہیں ہاں اگر روایت میں یہ مضمون ہوتا کہ اگر محمدؐ تمہارے زمانہ میں پیدا ہوں تو تم ان کی پیدائش کی اسی طرح خوشی منانا۔ جس طرح عیسائی حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کی مناتے ہیں تو بے شک ان کا مدعا ثابت ہو جاتا۔ لیکن واقعہ یہ نہیں ہے تو پھر ان کا مدعا کیوں کر ثابت ہو۔

(۲) فاضل محقق نے حضرت عیسیٰؑ کے اس قول سے بھی جشن میلاد نبوی پر استدلال کیا ہے "وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا" لیکن یہ بھی سراسر غلط ہے کیونکہ اول تو اس کو مروجہ جشنِ میلاد سے کوئی تعلق نہیں اور اگر ہو بھی تو اس سے کرسمس ڈے" کا ثبوت ہوگا۔ نہ کہ عید میلاد النبیؐ کا۔ اس لئے اُن کو چاہیے کہ عیسائیوں کے ساتھ مل کر "کرسمس ڈے" منایا کریں۔ پھر اگر اس سے جشنِ میلاد کا ثبوت ہوتا ہے تو والسلام علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا سے جشنِ میلاد اور جشنِ وفات دونوں کا ثبوت ہوتا ہے کیونکہ اس میں یوم ولادت اور یوم وفات کو ایک حیثیت میں رکھا گیا ہے۔ لیکن وہ جشنِ میلاد مناتے ہیں اور جشنِ وفات نہیں مناتے اس کی وجہ بجز نصاریٰ کی تقلید کی اور کوئی نہیں معلوم ہوتی۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ فاضل محقق نے حضرت عیسیٰؑ کے قول سے تو استدلال کیا لیکن خود حق تعالیٰ کے قول کو نظر انداز کر دیا۔

(۳) فاضل محقق نے اپنے استدلال میں لقد جاءکم رسول اور قد جاءکم برھان من ربکم اور یا ایھا النبی انا ارسلناك شاھدًا اور ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی کا ذکر بھی کیا ہے۔ لیکن ان آیات میں بھی نہ ولادت کا ذکر ہے نہ یوم الولادت کا اور نہ جشن میلاد کا۔ بلکہ بعثت اور ارسال کا ذکر ہے جو کہ ولادت کے چالیس سال بعد کا واقعہ ہے۔ پس اگر ان آیات کی بناء پر جشن کا منانا صحیح ہو سکتا ہے تو جشنِ بعثت منانا چاہیے۔ ان آیات کی رو سے جشنِ ولادت منانا کون سی تک ہے۔ اور ہم عرض کر چکے ہیں کہ دراصل ان آیات کو کسی جشن سے کوئی تعلق ہی نہیں اور اُن سے جشنِ میلاد جیسی بدعات کو ثابت کرنا بعض آریہ پنڈتوں کے کونوا قردۃ خاسئین۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ آیات سے تناسخ ثابت کرنے سے بھی زیادہ مضحکہ خیز ہے۔

(۴) فاضل محقق نے اپنے مدعا پر" اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ "سے بھی استدلال کیا ہے لیکن یہ بھی سراسر جہالت ہے۔ کیونکہ نعمت میں ولادت کی تخصیص نہیں۔ تو پھر جشن میں ولادت کی تخصیص کی سوائے پیروی نصاریٰ کے اور کون وجہ ہو سکتی ہے۔ پھر اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے کہ تم خدا کی نعمتیں بیان کرو۔ اور یہ ظاہر ہے کہ آپ نے اپنی ولادت کا جشن نہیں منایا۔ تو اس کی وجہ یا تو یہ ہوگی کہ اس آیت میں اس جشن کا حکم ہی نہ تھا۔ اور اس سے ایسا سمجھنا خود اہل بدعت کی غلطی ہے یا اس میں حکم تھا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نہیں سمجھا یا سمجھ کر اس پر عمل نہیں کیا۔ تو یہ بھی اہل بدعت ہی کہہ سکتے ہیں۔ غرضیکہ یہ استدلال بھی سراسر باطل اور مہمل ہے اور اس کی بنا پر معاذاللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر الزام آتا ہے۔

(۵) فاضل محقق نے قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا سے بھی استدلال کیا ہے۔ لیکن یہ استدلال بھی غلط ہے کیونکہ اس سے پہلی آیت یہ ہے۔ یٰایھا الناس قد جاء تکم موعظۃ من ربکم وشفاء لما فی الصدور وھدی ورحمۃ للمؤمنین۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بذلک میں مجیئ موعظۃ وشفاء وھدی ورحمۃ کی طرف اشارہ ہے اور اسی پر خوش ہونے کا حکم ہے اور معنی یہ ہیں کہ قل قد جاءکم ما ذکر بفضل اللہ ورحمتہ فبذلک المجئ فلیفرحوا۔ سو اس میں ولادت کا ذکر ہی نہیں تو یہ استدلال بھی غلط ہے اور اگر اس میں فضل ورحمت ہی کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ اہل بدعت کا مقصود ہے تب بھی اس سے ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس فضل ورحمت کا اولیٰ تعلق بھی اسی مجیئ موعظہ وغیرہ سے ہے نہ کہ ولادت سے۔ پھر استدلال بے معنی ہے۔ اور اگر فضل ورحمت کو عام بھی لیا جاوے تب بھی ولادت کی تخصیص بے معنی ہے۔ بلکہ ہر ایک فضل و رحمت پر جشن منانا چاہیئے۔ الغرض یہ استدلال بھی ہر پہلو سے باطل اور سراسر جہالانہ ہے۔

پھر ان لوگوں کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ "فلیفرحوا" کے معنی بھی نہیں جانتے۔ فرح کے معنی خوش ہونے کے ہیں جس کا تعلق دل سے ہے اور جو کہ ایک طبعی کیفیت ہے جو کسی خوش کن واقعہ کے وقت پیدا ہوتی ہے نہ کہ خوشی منانے کے۔ جس کا تعلق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جشن سے ہے۔ پس فلیفرحوا کے معنی یہ ہوں گے کہ ان کو اس سے خوش ہونا چاہیئے۔ نہ یہ کہ ان کو اس کی خوشی کرنی اور بطور جشن خوشی منانی چاہیئے جیسا کہ یہ لوگ سمجھتے ہیں اور اگر اس کے معنی جشن منانے کے ہوں تو ماننا پڑے گا کہ صحابہؓ نے اس پر عمل نہیں کیا۔ پھر یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ اس حکم کے مخاطب عامۃ الناس ہیں نہ کہ خاص مومنین۔ جیسا کہ آیتِ سابقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں عنوان خطاب یاایھا الناس ہے نہ کہ یاایھا الذین امنوا۔ اور یہ دلیل ہے اس بات کی کہ فلیفرحوا کے معنی جشن منانے کے نہیں۔ اور نہ سرورِ قلبی کے ہیں۔ بلکہ اس کے لازمی معنی مراد ہیں یعنی فلیتقبلوہ بطیب النفس (یعنی اس کو بطیب خاطر قبول کریں) اور اس صورت میں بنا استدلال ہی منہدم ہے۔

اس موقعہ پر فاضل محقق نے ایک نوٹ دیا ہے اور کہا ہے کہ حضورؐ کی ولادت خدا کا سب سے بڑا فضل و رحمت ہے اور اس پر مسرت کا نام عید میلاد ہے۔ سو اس نوٹ میں بھی سراسر نافہمی سے کام لیا گیا ہے کیونکہ اول تو یہ دعوٰی ہی غلط ہے کہ حضورؐ کی ولادت خدا کا سب سے بڑا فضل و رحمت ہے۔ کیونکہ آپ کو عطائے نبوت و کمالات نبوت ضرور اس سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ انہی کی وجہ سے ولادت کو شرف حاصل ہوا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ ولادت ذریعہ ہے ان کمالات کا۔ اگر ولادت نہ ہوتی تو وہ کمالات کیسے حاصل ہوتے۔ تو یہ اس سے بھی بڑھ کر جہالت ہوگی۔ کیونکہ ذرائع ہمیشہ مقاصد سے ادنیٰ ہوتے ہیں اور پھر اگر یہ صحیح ہو تو آپ کے والد کی ولادت کو آپ کی ولادت سے افضل ہونا چاہیئے۔ کیونکہ وہ ذریعہ ہے آپ کی ولادت کا غرضکہ یہ دعوٰی سراسر مغالطہ ہے۔ پھر ان کا یہ کہنا کہ اس پر مسرت کا نام عید میلاد ہے یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ مسرت اور چیز ہے اور عید میلاد دوسری شے۔ مسرت کا تعلق دل سے ہے جو کسی خوشی کن واقعہ کے وقت طبعی طور پر ہوتی ہے۔ اور عید میلاد جشن ہے۔ پھر ولادت کا تحقق تو ہر وقت ہے۔ اس لئے ہر وقت جشن کرنا چاہیئے اور خاص دن میں خوشی منانے کے معنی سوائے تقلید نصاریٰ کے اور کچھ نہیں ہو سکتے۔

(۴) فاضل محقق نے "ذکرھم بایام اللہ" سے بھی استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ خدا کے دنوں میں حضورؐ کی ولادت کا دن عظیم المرتبت ہے۔ اس کی یاد دلانا مسلمانوں کے لئے ضروری ہوا۔ اس سے فاضل محقق کی فضیلت اور ادعائے تحقیق کا بھانڈا اچھی طرح پھوٹ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے۔ اولاً اس لئے کہ یہ حکم حضرت موسیٰؑ کو دیا گیا تھا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ انھوں نے اس پر کس طرح عمل کیا۔ کیا ان کو اپنی ولادت کا دن یاد دلایا۔ اور ان کو اس دن جشن منانے کی ہدایت کی۔ یا اطلاً کو حضرت ابراہیمؑ و حضرت نوحؑ وغیرہ کی ولادت کے دن یاد دلائے اور ان پر جشن منانے کی تعلیم دی۔ اگر نہیں تو جو معنی اس کے اس وقت نہ تھے۔ اب وہ معنی اس کے کیسے ہو گئے پھر آیت کا مطلب یہ تھا کہ اپنی قوم کو وہ واقعات سنا کر جو نافرمان قوموں کو پیش آئے ہیں۔ ان کو نافرمانی سے روکو اور اطاعت پر آمادہ کرو۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ ان کو خدا کے دن یاد دلاؤ کیونکہ یہ ترجمہ ذَكِّرْهُمْ أَيَّامَ اللَّهِ کا ہے نہ کہ ذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللَّهِ کا اور ان دونوں میں جو فرق ہے وہ ایک معمولی استعداد کے طالب علم پر بھی مخفی نہیں۔ چہ جائیکہ ایک فاضل محقق پر۔ اور اگر یہ بھی ہو تو اس میں بڑے اور چھوٹے کی کوئی قید نہیں۔ لہٰذا ہر روز اور ہر کام کے لئے جشن منانا چاہیئے۔ غرضکہ یہ استدلال بھی سراسر سفسطہ ہے۔

(۷) فاضل محقق نے "رفعنا لك ذكرك" سے بھی استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ جب احکم الحاکمین حضورؐ کے ذکر کو بلند فرما دیں تو ہمارا بھی فرض ہے کہ حضورؐ کا ذکر کریں! کیا کہنے ہیں اس تحقیق کے! یہ مسلم ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کا ذکر بلند کیا اور اس کے لئے خاص طریقوں کی تعلیم کی۔ لیکن اس سے یہ کب لازم آیا۔ کہ ہم جس طرح چاہیں آپ کا ذکر کریں اور اگر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کو منع فرمائیں تو ہم ان کی بھی نہ مانیں اور جب یہ لازم نہیں تو پھر عید میلاد کا اس سے ثبوت کیسے ہوا۔؟

(۸) فاضل محقق نے والضحی واللیل اذا سجی سے بھی استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ علماء نے ضحیٰ سے مراد ولادت اور لیل سے شب ولادت ہی کو لیا ہے۔ لیکن اول تو یہ بیان سراسر غلط ہے۔ علمائے کرام کو تو ایسی لغو باتوں کا خطرہ بھی نہیں گزرتا۔ یہ تو صرف جاہلوں کی ایجاد ہے اور نہ قرآن میں یہ معنی مراد ہو سکتے ہیں اس لئے کہ ضحیٰ کے معنی ولادت نہ لغت میں ہیں نہ عرف میں۔ اور اگر استعارہ کیا جائے تو اول تو یہ استعارہ صحیح نہیں اور اگر ہو بھی تو وہ مجاز ہے اور مجاز کے لئے قرینہ کی ضرورت ہے اور یہاں کوئی قرینہ اس کا نہیں۔ اسی طرح "لیل" سے شب ولادت مراد ہونے پر بھی کوئی قرینہ نہیں۔ بلکہ آگے "اذا سجی" صاف اس کے خلاف شہادت دے رہا ہے کیونکہ اذا مستقبل کے لئے آتا ہے۔ اور شب ولادت مدت ہوئی گزر چکی تھی۔ پس ایسا دعویٰ ضرور ایک گونہ تحریف ہوگا۔ اور اس تحریف کے بعد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی یہ بدعت ثابت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ نے آپ کی ولادت اور شب ولادت کی قسم کھائی۔ سو اس سے یہ کب ثابت ہوا کہ اس دن جشن منانا جائز ہو۔ آپ قرآن کو پڑھیے اور دیکھیے کہ قرآن میں حق تعالیٰ نے ہر والد اور مولود کی قسم کھائی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ "ووالد وما ولد ٥ لقد خلقنا الانسان فی کبد" اور اس کے علاوہ اور بہت سی چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں۔ مثلاً چاند، سورج، تین، زیتون وغیرہ وغیرہ۔ تو کیا ان سب کا جشن منانا جائز ہو گا۔ حد ہے اس لغویت کی۔ آپ انصاف فرمائیں کہ ایسے لوگوں کو کوئی ذی علم کس طرح قابل خطاب سمجھ سکتا ہے اور ان کی مہملات و خرافات کے جواب میں وقت ضائع کرنا کیونکر گوارہ ہو سکتا ہے۔ جن کی گفتگو کا کوئی اصول ہی نہیں اور اس لیے وہ ایک دیوانہ کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔

خیر یہ تو دلائل قرآنیہ تھے۔ اب دلائل حدیثیہ کی حالت معلوم فرمائیے۔ اس سلسلہ میں اوّل نمبر یہ حدیث پیش کی گئی ہے۔

"اخبرکم باول امری دعوۃ ابراھیم وبشارۃ عیسیٰ ورؤیا امی التی رأتھا حین وضعتنی قد خرج منھا نور اضاء لھا منہ قصور الشام"

ناظرین غور فرمائیں۔ اس روایت کو جشن میلاد سے کیا تعلق۔ اگر آپ نے کسی موقعہ پر کسی سلسلہ گفتگو میں یہ تذکرہ فرما دیا کہ میں ابراہیمؑ کی دعا کا نتیجہ اور عیسیٰؑ کی بشارت کا مصداق اور اپنی ماں کی خواب کی تعبیر ہوں تو اس کے یہ معنی کب ہوئے کہ تم ہر سال عیسائیوں کی تقلید میں میری ولادت کا جشن منایا کرو۔ قرآن میں موسیٰؑ کی ولادت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت اور مریم علیہا السلام کی ولادت۔ بلکہ جمیع انس و آسمان و زمین وغیرہ کی پیدائش کے تذکرے موجود ہیں۔ تو کیا مسلمانوں نے ان کی ولادت اور پیدائش کے جشن منائے۔؟ اگر نہیں تو آپ کے اتنا فرما دینے سے جشن میلاد کا جواز کیسے ثابت ہو گیا۔ افسوس ہے کہ اس گروہ کو علم کی استعداد تو کجا، غالباً اس سے معمولی مناسبت بھی نہیں اگر ان کے ان دلائل کو کسی غیر مسلم کے سامنے رکھ دیا جائے۔ تو وہ بھی یہی کہے گا کہ ان سے زیادہ غیر معقول کوئی نہ ہو گا پھر کس قدر افسوس کی بات ہے کہ اس حالت پر یہ لوگ اجتہاد کے مدعی ہیں اور اس کے ساتھ ہی ان کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ پکے مقلد ہیں (ضدان لا یجتمعان)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے نمبر پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ "کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یضع لحسان بن ثابت منبرا فی المسجد الخ" لیکن یہ استدلال بھی سراسر مغالطہ ہے کیونکہ نہ اس میں ولادت کا ذکر ہے۔ نہ یوم ولادت کا بلکہ اس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ جس طرح کفار اسلام کا مقابلہ تلوار سے کرتے تھے اور مسلمان اس کا جواب تلوار سے دیتے۔ یوں ہی جب کفار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں قصیدے لکھتے تھے تو وہ اُن کا جواب قصائد کی صورت میں دیتے تھے اور اس جہاد لسانی کو زیادہ تر حضرت حسان بن ثابت انجام دیتے تھے اور ان کے واسطے حضورؐ مسجد میں منبر رکھوا دیتے تھے اس کو جشن میلاد سے کیا تعلق ہے؟

تیسرے نمبر پر حضرت صحابہؓ کے ذکر رسولؐ سے استدلال کیا ہے۔ لیکن جب تک اس ذکر کی نوعیت نہ معلوم ہو اور یہ نہ معلوم ہو کہ اس مروجہ جشن میلاد کے طریقے پر ہوتا تھا۔ اس وقت تک اس سے استدلال سراسر جہالت ہے اور یہ ثابت ہونا محال ہے۔

چوتھے نمبر پر مجالس ذکر اللہ میں ملائکہ کے حضور سے استدلال کیا ہے۔ لیکن اس میں اس بدعت کا کچھ پتہ و نشان نہیں۔ بلکہ اس میں ذکر اللہ کا بیان ہے۔ لہٰذا یہ استدلال بھی محض سفاہت اور حماقت پر مبنی ہے۔ یہ دلائل حدیثیہ تھے جن سے معلوم ہو گیا کہ ان لوگوں کے پاس تنکے کا سہارا بھی نہیں۔

اس کے بعد فاضل محقق نے تعین تاریخ پر بحث کی ہے اور اس میں بھی اپنی قابلیت کے کرشمے دکھلائے ہیں۔ اگر حق تعالیٰ نے کسی کام کے لیے کوئی وقت مقرر فرمایا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس کی مصلحت کو جانتا ہے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام کے لیے کوئی وقت مقرر فرمایا ہے تو اگر وہ تشریع کی قسم سے ہے۔ تو وہ بھی حق تعالیٰ ہی کا مقرر کردہ ہے اور اگر وہ تشریع کے قبیل سے نہیں تو وہ محل بحث ہی نہیں جیسا کہ آپ کا ان عورتوں کو وقت دینا جنھوں نے آپ سے وعظ کی درخواست کی تھی۔ رہے وہ علماء جنھوں نے اس بنا پر معمولات کے لیے اوقات کی تعیین کی کہ ان اوقات اور تاریخوں میں خدا کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ سو ان کا یہ فعل اس لیے حجت نہیں کہ یہ تعیین بلا دلیل شرعی ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حق تعالیٰ اس کے زیادہ مستحق تھے کہ وہ اُن کے لیے ان اوقات کو وجوباً یا استحباباً معین کرتے۔ کیونکہ ان کو ان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوقات کا بھی علم ہے۔ اور ان کاموں کا بھی اور ان کے درمیان مناسبت کا بھی۔ برخلاف علماء کے کہ ان کو ان میں سے کسی بات کا بھی یقینی علم نہیں۔

پس ان کی تعیین کو تعیین شارع پر قیاس کرنا۔ قیاس الجھل علی العلم والادنی علی الاعلیٰ ہے۔ جو کہ بالاجماع باطل ہے یہی وجہ ہے کہ مقلدین کو قیاس اور اجتہاد سے روکا گیا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ وہ باز نہ آئے اور اس وجہ سے دین میں بے انتہا مفاسد پیدا ہو گئے۔ اس کے بعد "فاضل محقق" نے بعض علماء کے فتاوے نقل کئے ہیں۔ سو اوّل تو ان فتاویٰ کی بناء معلوم ہو چکی ہے۔ اور معلوم ہو گیا ہے کہ ان کے پاس اس کی کوئی کمزور دلیل بھی نہیں۔ پھر اس کے مقابل ہم دوسرے علماء کے فتاوے پیش کرتے ہیں۔ جو اُن کے علم و فہم اور دین کی کسی بات میں بھی کم نہیں۔ بلکہ اُن سے بڑھے ہوئے ہیں۔ تو یہ فتاوے بھی بے سود ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ اس باب میں ان مولوی مفتی صاحب کے پاس کوئی بھی حجت صحیحہ نہیں۔

یہ مسلّم ہے کہ جس طرح انبیاء کی مساعی سے دنیا سے کفر و ضلالت کا خاتمہ نہیں ہوا اور جن گمراہوں کی قسمت میں ہدایت سے محرومی مقدر تھی وہ اب بھی گمراہ ہی رہے۔ یوں ہی ان کے جانشینوں کی مساعی جمیلہ سے دنیا میں شرک و بدعت، اتباع یہود و نصاریٰ وغیرہ کا خاتمہ نہیں ہو سکتا۔ اور جن کی قسمت میں محرومی مقدر ہے وہ ہدایت پر نہیں آسکتے۔ لیکن یہ اُن کے لئے فخر کی بات نہیں۔ کیونکہ اس کا نتیجہ ان کو مرنے کے بعد معلوم ہو جائے گا۔ ؎

بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت که باکہ باختۂ عشق در شب دیجور

امید ہے کہ "فاضل محقق" اور ان کے ہم خیال دوسرے افراد اگر علم و فہم کا کچھ حصہ رکھتے ہیں تو ہماری اس تحریر سے فائدہ اٹھا دیں گے۔ اور اگر ان کو ان چیزوں سے حصہ نہیں ملا ہے۔ تو تقلید باطل کو چھوڑ کر مسلک احتیاط کو اختیار کریں گے۔ اور اگر دین مقصود ہی نہیں تو اس کا کچھ علاج ہی نہیں والسلام علی من اتبع الهدیٰ

(الفرقان بریلی) ۳۰ صفر ۱۳۵۶ھ

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ماہ محرم میں دسویں تاریخ کا اور ماہ ربیع الاوّل کی بارھویں تاریخ کی عظمت کا ثبوت حدیث شریف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن وصحابہ، تابعین وتبع تابعین، ائمہ اربعہ ومحدثین سے ہے یا نہیں؟

(۲) ماہ ربیع الاوّل کی بارہ تاریخ اور محرم کی دسویں تاریخ کو تمام دن کاروبار بند کرنا اور اس کی عظمت سمجھنا۔ اور اس دن محفل میلاد کرنا کیا وقعت رکھتا ہے۔ اس دن کی عظمت اور محفل میلاد کرنے کا ثبوت قرآن وحدیث اصحابہ وتابعین ائمہ محدثین سے ہے یا نہیں؟

(۳) ماہ ربیع الاول میں شریعت مطہرہ سے محفل میلاد کرنے کا ثبوت ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب: دنیا کا کاروبار بند کر دینا مسلمانوں کے لئے بغرض اظہار غم عاشورہ کے روز بھی شرعاً ادلہ شرعیہ اربعہ میں سے کسی ایک دلیل سے بھی ثابت نہیں اس بندش پر بارہویں ربیع الاوّل کی بندش قیاس کرنا صحیح ہو سکتا ہے خلفائے راشدین وائمہ مجتہدین وسلف صالحین کے زمانے میں اس بارھویں تاریخ میں دنیا کے کاروبار بند رکھنا ثابت نہیں۔ اور اس طرح پر محفل میلاد کا منعقد کرنا بھی اس مروج طور پہ ثابت نہیں اور شرعاً کسی میت پر تین روز سے زائد صدمہ کا اظہار کرنا جائز نہیں۔ ماسوا بیوہ عورت کے کہ اس کے لئے صرف چار مہینے دس دن مقرر ہیں کہ ان ایام میں زینت وآرائش نہ کرے۔ لیکن دنیاوی ضروری کام کے ترک کر دینے کا حکم شرعی اس کے لئے بھی نہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی بارہویں تاریخ کے روز اگر اس زمانے میں دنیاوی روز گار وبازار کا بند کر دیا جانا جاری کر دیا جائے گا۔ تو چند سال کے بعد عوام الناس اس حکم کو شرعی وضروری ٹھہرانے کی وجہ سے گنہگار وگمراہ ہوں گے اور ایسا کام جو ذریعہ معصیت کا ہوتا ہے۔ تو وہ بھی ناجائز اور گناہ ہو جاتا ہے۔

اجابہ وکتبہ حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی (حنفی)

الجواب صحیح مولوی محمد موسیٰ خان مدرس مدرسہ حسینیہ (حنفی) دہلی الجواب صحیح محمد اسحٰق عفی عنہ محلہ گڑھیا دہلی (حنفی) الجواب صحیح ابو یحییٰ عبد اللطیف (اہلحدیث) صدر دہلی۔

بغرض اظہار غم کاروبار بند کرنا یہ ایک دنیاوی رسم ہے۔ شرعاً اس کا ثبوت نہیں ہے اور اظہار عظمت کے واسطے بھی کاروبار بند کرنے کا شرع شریف سے بالکل ثبوت نہیں۔

محمد شفیع عفی عنہ مدرس مدرسہ عبد الرب (حنفی) دہلی

جواب صحیح ہے۔ بے شک اس روز کاروبار بند کرنا کوئی شرعی حکم نہیں ہے۔ اس کو شرعی حیثیت دے کر تعطیل جاری کرنا ایک ایسا احداث فی الدین ہوگا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، (حنفی) صدر جمعیۃ علماء ہند دہلی

اصل جواب اور بعد کی تصدیقات از روئے ادلہ شرعیہ صحیح ہیں۔

بندہ محمد میاں مدرسہ حسین بخش (حنفی) دہلی

محفل میلاد مروجہ ساتویں صدی کی بدعت اور اس دن کاروبار بند کرنا چودھویں صدی کی بدعت ہے۔ بدعتی خدا اور رسولؐ کے دشمن ہیں۔ اس دن دکانیں بند کرنے والے دنیادی نقصان کے ساتھ ہی ساتھ اخروی نقصان بھی کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو مل جل کر اس بدعت کو اٹھا دینا چاہیئے۔ واللہ الموفق

محمد اذیر محمدی دہلی

الجواب صحیح: مولوی احمد اللہ شیخ الحدیث دہلی

الجواب صحیح: مولوی عبد السلام مدرس مدرسہ حاجی علی جان دہلی (اہل حدیث)

الجواب صحیح: مولوی محمد یونس مدرس مدرسہ حضرت میاں صاحب پھاٹک حبش خان دہلی اہلحدیث

الجواب صحیح مولوی ابوالفضل عبد الحنان دہلی (اہل حدیث)

(اخبار اہلحدیث ۱۹ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوالات عشرہ حنفیہ کے جوابات سُنّیہ

جو چاہے کہ لوگ میرے ساتھ معاملہ صاف رکھیں۔ اُسے خود پہلے صاف رکھنا چاہیئے چونکہ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے مخاطب ہمارے مطلوبہ جوابات ہم کو دیں۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کے سوالات کے جوابات دیں اور آن سے صحیح جواب کی امید رکھیں

سوال ۱:۔ "علماء اسلام کی ایک جماعت محدثین یا اہلِ حدیث کے نام سے مشہور ہے۔ مگر ایک قوم اہل حدیث کہ جس کا بچہ بچہ بھی اہل حدیث کہلاتا ہے۔ کس صریح دلیل سے تیار کی گئی ہے؟"

(الفقیہ ۷ نومبر ۱۹۳۲ء صفحہ ۹ کالم ۳)

جواب ۱: جو کوئی کسی کتاب کو اپنا دستور العمل سمجھے اس کو اس کتاب کی طرف نسبت کرنا جائز ہے قرآن مجید میں اصول کے مطابق یہودیوں کو اہل الکتاب اور عیسائیوں کو اہل الانجیل فرمایا ہے قُلْ یَا اَھْلَ الْکِتَاب ولیحکم اھل الانجیل۔ جس فرقہ کا دستور العمل حدیث نبوی ہے وہ اس اصول کے ماتحت اہل حدیث کہلانے کا حق رکھتا ہے۔ اس لقب کے لئے علم حدیث ہونا ضروری نہیں نقطہ ذہن میں نصب العین ہونے کی ضرورت ہے۔

لطیفہ البتہ فقہ حنفیہ کی مستند کتاب ردالمختار شامی میں لکھا ہے کہ مذہب اس کا ہوتا ہے جو مذہب میں واقفیت رکھتا ہو۔ عامی آدمی کا حنفی یا شافعی کہلانا ایسا ہے۔ جیسے نحوی اور منطقی۔ اس قاعدہ کو ملحوظ رکھ کر ہمارے احناف دوست اپنا نام حنفی رکھتے ہوئے غور کر لیا کریں کہ کہاں تک زیبا ہے۔

سوال ۲:۔ "حضور علیہ السلام کو معاذ اللہ طارش[1] کہنا اور آپ کو صرف قاصد کی ہستی تصور کرنا کس دلیل شرعی پر مبنی ہے؟ جواب میں صرف آیت قرآنی پیش کی جائے یا حدیث۔ ورنہ شیخ نجدیہ کا قول حجت نہ ہوگا"

(الفقیہ مذکور)

جواب ۲: ہمارا جو عقیدہ ہے ہم تو اس کے جواب دہ ہیں کسی غیر کے نہیں۔ ہمارا اہل حدیث کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قاصدِ خدا و مبین پیغام الٰہی ہیں اس کا ثبوت چاہتے ہو تو لو ان علیک الا البلاغ۔ ان انت الا نذیر علیک البلاغ وعلینا الحساب

[1] اس لفظ سے کیا مراد ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لتبین للناس ما نزل الیھم۔ ان آیات میں آنحضرت کو مبلغ اور مبین کتاب فرمایا ہے اس کے سوا ہم کیا کہہ سکتے ہیں یہ تو ہم سے امید نہ رکھئے کہ ہم بھی آپ کی طرح اس شعر کو ورد زبان کریں

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر
اتر پڑا وہ مدینہ میں مصطفےٰ ہو کر

کیونکہ اگر ہم ایسا کہیں تو دوسری طرف سے عیسائی حضرت عیسیٰ کے حق میں اور ہندو کرشن جی کے حق میں یہی کہیں گے۔ پھر تو ہماری عیسائیوں کی اور ہندوؤں کی اچھی خاصی متساوی الاضلاع مثلث بن جائے گی۔ اس لئے ہم اس مثلث کا ضلع بننا نہیں چاہتے۔ اللھم تبرأنا الیک

سوال ۱۲: "یہ کس دلیل شرعی سے ثابت ہے کہ نماز میں کسی جانور کا تصور آ جائے تو نماز نہیں ٹوٹتی۔ مگر حضور علیہ السلام کا خیال آجائے تو فوراً ٹوٹ جاتی ہے" (الفقیہ مذکور)

جواب ۱۲: یہ ہمارا عقیدہ نہیں ہے نہ ہمارے کسی معتبر مصنف نے لکھا ہے۔ دکھاؤ گے تو جواب پاؤ گے۔

سوال ۱۳: "کس صریح آیت یا حدیث سے ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء علیہم السلام کو چوہڑے چماروں کی صف میں کھڑا کیا گیا ہے" (الفقیہ مذکور)

جواب ۱۳: یہ بھی ہمارا عقیدہ نہیں کہ چوہڑے چمار اور انبیاء خدا کی بارگاہ میں ایک صف میں کھڑے ہیں۔ معاذ اللہ۔ بلکہ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ سب بنی آدم سے بہتر انبیاء کرام ہیں ان کے بعد اولیاء عظام وغیرہ۔ اس دعوے کی دلیل چاہو گے تو بتا دی جائے گی۔

سوال ۱۴: "کونسی صریح آیت یا حدیث بتا رہی ہے کہ جمعہ کا خطبہ عربی زبان کے سوا کسی دوسری زبان میں پڑھنا جائز ہے اور بدعت نہیں ہے" (الفقیہ مذکور)

جواب ۱۴: قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ۔ "ہم (خدا) نے جو رسول بھیجے ہیں وہ اس قوم کے ہم زبان بھیجے تاکہ وہ ان کو خدائی احکام واضح طور پر بیان کر کے سنائیں"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس جگہ مخاطبوں کو کوئی مضمون سمجھانا مقصود ہو۔ وہاں متکلم اور مخاطب کی زبان ایک ہونی چاہیے۔ خطبہ میں چونکہ سمجھانا مقصود ہوتا ہے۔ اس لئے ہم خطبہ میں دیسی زبان میں وعظ کیا کرتے ہیں۔ فقہ حنفیہ کی مستند کتاب میں یہی لکھا ہے کہ خطیب خطبہ میں وعظ کیا کرے۔

سوال ۱۵: کسی آیت یا حدیث میں آیا ہے کہ حضور علیہ السلام کے روضہ مبارک پر زیارت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے حاضر ہونا حرام ہے" (الفقیہ مذکور)

جواب ۱۸: حرام کا فتویٰ تو ہم نے دیا نہیں البتہ ہمارا عقیدہ ہے۔ کہ مسجد نبوی کی زیارت کی نیت کرے، اسی ضمن میں دوسرا کام بھی ہو جائے تو جائز ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے۔

لا تشد الرحال الا الی ثلاث مساجد۔ — یعنی مسجد کعبہ مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے سوا کسی مکان کی بحیثیت مکان زیارت کرنا منع ہے۔

یہ حدیث ہمارے عقیدہ کی دلیل ہے۔

نوٹ روضہ مبارک قبر شریف کا نام ہے۔ کیا قبر شریف کی زیارت ممکن بھی ہے؟ ذرا حاجی جماعت علی شاہ صاحب سے پوچھ کر بتایئے۔

سوال ۱۹: کانفرنس اہل حدیث یا دیگر تبلیغی مجالس کس صریح آیت یا حدیث سے ثابت ہے؟ (الفقیہ مذکور)

جواب ۱۹: قرآن مجید میں خدائے تعالیٰ نے سب زبانوں کو اپنی صنعت بتایا ہے۔ ارشاد ہے۔

وَمِنْ اٰيَاتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ۔ — "آسمان زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگتوں کے اختلاف خدا کی قدرت کے نشان ہیں"

پس ہم جس زبان سے چاہیں اپنا مطلب ادا کریں۔ کانفرنس ہو یا انجمن یا ایسوسی ایشن ہو یا جمعیۃ سب زبانیں خدا کی ہیں۔ نیز اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ نص قرآنی ہے

نوٹ اگر غیر عربی میں بولنا آپ کے نزدیک ناجائز ہے تو سب سے پہلے "خدا" کا استعمال نہ کیجئے۔ پھر اخبار الفقیہ کو اردو کی بجائے عربی میں نکالئے۔ ورنہ کہا جائے گا۔ لم تقولون ما لا تفعلون۔

سوال ۲۰: نانی یا دادی سے نکاح کا جواز کس صریح آیت یا حدیث سے ثابت کیا جاتا ہے؟ (الفقیہ مذکور ص کالم ۱)

جواب ۲۰: نانی، دادی سے نکاح کرنا حرام ہے بحکم حرمت علیکم امہاتکم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو ان سے نکاح کا فتویٰ دے وہ غلط کہتا ہے۔

سوال ۹: بنک کا سود کس آیت یا حدیث سے ثابت ہے کہ جس کو چند مجتہد وہابی ہضم کر رہے ہیں؟ (الفقیہ مذکور)

جواب: جو لوگ بنک سے معاملہ کرنا جائز کہتے ہیں وہ بنک کے معاملہ کو اصول تجارت کے ماتحت کہتے ہیں۔ آپ کے حنفی برادر مفتی ملیح بخدا اور مفتی جمعیتہ العلماء دہلی کا یہی فتویٰ ہے۔ ہاں آپ کے حقیقی حنفی بھائی تو بنک کے علاوہ عام طور پر سود دینا لینا ہندوستان میں جائز سمجھتے ہیں۔ مولوی محمد حسن حنفی مرحوم ساکن تھیں ضلع جہلم کی کتاب "رد ضمن المربی" دیکھئے یا ان کے عزیز معزز کرم الدین جہلمی سے پوچھئے جن کے یہ بول ہیں۔

سوال ۱۰: کس دلیل سے یوں کہنا جائز ہے کہ ابن قیم محدث قاضی شوکانی مدرسے (؟)

جواب: مذہبی اصطلاح میں جائز نہیں، شاعرانہ اصطلاح کے ہم ذمہ دار نہیں۔

الحمد للہ ہم نے سائل کے جوابات سے فراغت پائی۔ اب سائل سے ہم ایک اور سوال کرنا چاہتے ہیں۔

سوال: حنفی، شافعی، مالکی یا حنبلی نام رکھنے کس آیت یا حدیث یا اجماع یا قیاس سے ثابت ہیں؟

یاد رہے: قیاس مجتہد کا فعل ہے۔ اور اجماع میں کافروں اور مقلدوں کو دخل دینے کا حق نہیں (علم اصول کی معتبر کتاب مسلم الثبوت ملاحظہ ہو)

ادھر آ پیارے ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

۲۵ / زلزلہ نمبر ۔۔۔

سوال: اس زمانے کے صوفیائے کرام اس امر پر زور دے رہے ہیں کہ ہر شے میں خدا تعالیٰ کا ظہور اور حلول ہے۔ یہ حضرات ہمہ اوست کا عقیدہ پھیلانے کی بھی کوشش کر رہے ہیں کیا سلف کے صوفیائے کرام کا یہی عقیدہ تھا۔ اور کیا عام کرام اولیاء اللہ کے مزاروں پر سالانہ میلہ کا انعقاد میں شرکت کرنا جائز اور مستحب

ف اصل فتویٰ مع اپنی تفصیلات کے اخبار محمدی جلد ۱۵ نمبر ۱۲ میں ملاحظہ فرمائیے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: سلف کے صوفیاء کا یہ عقیدہ نہ تھا، وہ تو شرک اور بدعت سے اتنے متنفر تھے کہ اس کی ہوا کو بھی مضر جانتے تھے۔ ان بزرگوں سے مسئلہ ہمہ اوست کا ثبوت تو ان کی تحریرات وغیرہ میں کہیں بھی نہیں ملتا۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی اور مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہم کے ملفوظات فتوح الغیب اور مکتوبات دیکھنے سے ان بزرگوں کے مذہب اور روش کا پتہ ملتا ہے۔ (۲۳ / نومبر ۱۹۳۲ء)

مسئلہ وحدت الوجود اس صورت میں اس پر بحث کی جائے کہ قرآن و حدیث سے اس کا ثبوت دیا جاسکے۔ صحابہ کرام و من بعدہم کے زمانہ میں نہ تھا۔ اس کا مدعا بیان کرتے ہیں دو قول ہیں۔ ایک موافق شرع۔ دوسرا مخالف شرع۔ (۱) ساری دنیا کا وجود یعنی ہستی بخشنے والا ایک ہے جس کا نام القیوم ہے (۲) دوسرے معنی ہیں موجودات بلحاظ اصل کے سب ایک ہیں ؎

در معنی فرق نہاں خانہ جمع بالذات ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

(۲۴ / مارچ ۱۹۳۳ء)

رشد قیوم میں کہتا ہوں یہ امر مروجہ تصوف جوگیوں اور سادھوؤں کا فلسفہ ہے۔ ہمہ اوست کا عقیدہ صریح کفر ہے یہ قرآن و حدیث کی تکذیب ہے۔ اس عقیدہ پر نہ اللہ تعالیٰ معبود رہتا ہے نہ خالق، نہ رازق، نہ عابد، نہ معبود۔ پھر نہ کچھ حلال نہ حرام۔ ایسے خیالات رکھنے والے اور پھر مسلمانی کا دم بھرنے والے حقیقت میں شیطان کے بندے ہیں۔ جو بے ایمان ہیں۔ یہ لوگ محض تقیہ اور نفاق کے طور پر شریعت کا دم بھرتے ہیں۔ رسمی طور پر نہ دل سے۔

وحدۃ الوجود اور اس کی تشریح رسالہ معارف" اعظم گڑھ میں مسئلہ وحدۃ الوجود لکھتے ہوئے راقم مضمون نے ایک فقرہ یہ بھی لکھ دیا کہ ہم نے مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی سے مسئلہ وحدۃ الوجود کے متعلق دریافت کیا تھا وحدۃ الوجود کے سوا چارہ نہیں۔

یہ جواب جن اصحاب کی نظر میں اہل حدیث کے مسلک سے اجنبی معلوم ہوا۔ انہوں نے مجھ سے سوال کیا۔ کہ آپ کی کیا رائے ہے۔ میں اپنے قصور علم اور مسلک تصوف سے علیحدگی کا مقر ہوں۔ میں نے مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی مرحوم سے سنا تھا کہ یہ مسئلہ مزلۃ الاقدام ہے۔ اس لئے مجھے اس میں دخل دینے کی جرأت نہیں ہوتی مگر احباب کے اصرار سے جو کچھ میں نے سمجھا وہ عرض کرتا ہوں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وحدۃ الوجود کی دو تشریحیں ہیں ان دونوں میں وجود کے معنی قابل غور ہیں۔ وجود کے اصلی معنی ہیں مَا بہ الموجودیۃ یعنی جس کی وجہ سے کوئی چیز موجود ہو جائے اس کی پہلی تشریح یہ ہے کہ جتنی اشیاء نظر آتی ہیں ان سب کا وجود یعنی ما بہ الموجودیت صرف ایک ہی چیز ہے۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس اللہ سرہٗ نے اس کے متعلق ایک پُر معنی رباعی لکھی ہے ؎

لا آدم فی الکون ولا ابلیس — لا ملک سلیمان ولا بلقیس

فالکل عبارۃٌ وانت المعنی — یا من ھو للقلوب مقناطیس

شیخ ممدوح فرماتے ہیں کہ دنیا میں کسی چیز کا مستقل وجود نہیں ہے۔ یہ سب تیری قدرت کے نشان ہیں اور تیری طرف توجہ دلانے والے ہیں۔ یہی مضمون ایک اردو شاعر نے یوں ادا کیا ہے

نظر آتا ہے جو کچھ نورِ وحدت کی تجلی ہے — ہر نقش اہل بصیرت کے لئے وجہ تسلی ہے

اس تشریح کے مطابق وحدۃ الوجود کی مثال یہ ہے کہ کسی مکان کی کھڑکیوں میں مختلف رنگ کے شیشے لگا دیئے جائیں۔ کوئی سفید، کوئی سرخ، کوئی سبز، کوئی سیاہ۔ ان کے پیچھے ایک لیمپ رکھ دیا جائے تو باہر سے دیکھنے والا ان شیشوں کو مختلف رنگوں میں دیکھے گا لیکن نور الالمپ کی وحدت کو ملحوظ رکھے گا۔ قرآن مجید بھی اس تشریح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ اللہ نور السموات والارض۔ اس تشریح کے مطابق وحدۃ الوجود کے معنی وحدۃ الموجد کے ہوں گے جو بالکل ٹھیک ہے۔ مولانا سیالکوٹی کا مطلب غالباً یہی ہوگا۔ وحدۃ الوجود کی دوسری تشریح میں وحدۃ الموجودات لئے جاتے ہیں۔ چنانچہ صوفیا دہلی اس تشریح کی بابت اظہار کرتے ہیں ؎

در دلق گدا و در اطلس شاہ ہمہ اوست — در منزل جاناں چو قدم از خویش گذشتی

در انجمن فرق و نہاں خانہ جمع — باللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

اس عقیدے کے صوفیاء کے نزدیک انجمن فرق سے مراد یہ دنیاوی امتیازات ہیں نہاں خانہ سے مراد وہ وحدت بحت ہے جو ان امتیازات سے پہلے تھی۔ شاعر کہتا ہے اس انجمن دنیا میں بھی اور نہاں خانہ میں بھی وہی ایک ہے دوسرا کوئی نہیں۔ غالب مرحوم گو اس فن کے آدمی نہ تھے۔ مگر پھر بھی کچھ کہہ گئے ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

؎ یہ مصرعہ یاد نہیں۔ کسی صاحب کو یاد ہو تو مطلع فرمائیں۔ (اہل حدیث) ؎ تلاش کرے قمر اعظمی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب کہ تجھ بن یہاں نہیں کوئی   پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے

سکھوں کے گرونانک جی کا بھی یہی عقیدہ تھا جو کہہ گئے ہیں ؎

آپے ٹھاکر آپے سیوک نانک جنت بیچارہ

یہ تشریح ایسی ہے کہ اس کو کوئی (مالک) اپنی شریعت نہیں مان سکتا۔ بدقسمتی سے یہی تشریح زیادہ مشہور بھی ہو گئی ہے۔

قادیانی آواز مرزا صاحب قادیانی نے بھی ایک ٹریکٹ وحدۃ الوجود کے متعلق لکھا تھا اس میں آپ لکھتے ہیں کہ

وجودی ہر ذرہ کو خدا مانتا ہے۔ پھر بڑے مزے کی بات لکھتے ہیں کہ وجودیوں سے گفتگو کرتے ہوئے ان کو زور سے کاٹنا چاہیئے۔ اگر وہ سی کرے تو کہنا چاہیئے کیا خدا بھی "سی" کہتا ہے (کیا ہی عامیانہ طریق گفتگو ہے)

مقام حیرت حیدرآباد دکن سے ایک کتاب نکلی تھی جس میں وحدۃ الوجود بہ تشریح ثانی کی تائید کی گئی تھی۔ مرزا ابشیر احمد قادیانی کو اس میں وحدۃ الوجود کے قائلین میں لکھا تھا۔ (یا للعجب)

اطلاع ناظرین کی آگاہی کے لئے میں بتاتا ہوں کہ اس مسئلہ کے متعلق حضرت مجدد صاحب سرہندی کا ایک مکتوب اور مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کا بھی ایک عربی مکتوب شائع شدہ ہے۔ ناظرین ان سے مزید فائدہ اٹھائیں۔ مولانا حالیؒ نے اس کے متعلق ایک رباعی لکھی ہے۔ جو یہ ہے ؎

مسلم نے حرم میں راگ گایا تیرا   ہندو نے صنم میں جلوہ پایا تیرا
دہری نے کیا دہر سے تعبیر تجھے   انکار کسی سے بن نہ آیا تیرا

(اہلحدیث ۱۲ جولائی ۱۹۲۹ء)

اسلام اور صوفیاء کرام علی گڑھ کالج کے پروفیسر آرنلڈ (انگریز) نے سر سید احمد خان علی گڑھی کی فرمائش پر ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام "پریچنگ آف اسلام" تھا۔ اس کا ترجمہ بھی سر سید احمد نے اردو میں شائع کیا

ملہ بسلسلہ بحث : بعض مسائل تصوف یہ ان مضامین کو یہاں جگہ دی گئی۔ راز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ جس کا نام "دعوتِ اسلام" ہے۔ مصنف موصوف نے دنیا کے مختلف ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع لکھے تھے۔ ان ذرائع میں لکھ دلیے بتایا تھا۔ کہ صوفیائے کرام کی وجہ سے اسلام کو بہت ترقی ہوئی۔ مثلاً راجپوتانہ میں اسلام کی اشاعت حضرت معین الدین چشتی کے ذریعہ ہوئی۔ کشمیر میں حضرت علی ہمدانی کے ذریعے سے اسلام پھیلا۔ دہلی کے گرد و نواح میں حضرت نظام الدین کا خاص اثر تھا۔ حضرت مجدد صاحب سرہندی کی خدمت اسلام بھی خصوصاً قابل قدر ہے۔ رضی اللہ عنہم و ارضاہم۔ ان بزرگانِ دین کی خدمت اسلام سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ان بزرگوں کے حالات جو صحیح طور پر ہم تک پہنچے ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حضرات اپنے اپنے مسلک کے مطابق متبع سنت تھے۔ چنانچہ حضرت مجدد صاحب کے مکتوبات کا مندرجہ ذیل فقرہ ممدوح کے مسلک کی خبر دیتا ہے آپ فرماتے ہیں۔

"بہترین مصقلہا برائے زدودن محبت غیر اللہ اتباع سنت است"

"یعنی سب سے بہترین آلہ خدا کی محبت پیدا کرنے اور غیر خدا کی محبت دل سے نکال دینے کا اتباع سنت ہے"

مگر ان حضرات کے مزارات پر بیٹھنے والے مجاوران کے ساتھ وہی نسبت رکھتے ہیں جو مولانا روم مرحوم نے اس شعر میں بتائی ہے ؎

آں گدا گوید خدا از بہر نال   متقی گوید خدا از عین جاں

(گدا اس لئے اللہ اللہ کرتا ہے اور متقی خدا کے عذاب سے بچنے کے لئے خدا کی یاد کرتا ہے)

ہم بعینہٖ آج یہ فرق دیکھ رہے ہیں۔ الخ۔ (ملخص) **یکم جمادی الاول سنہ ۱۳۶۱ھ**

حقیقی تصوف پر ایک نامۂ مبارکہ

از حضرت استاذ العلماء فخر المتأخرین مولانا سید نذیر حسین صاحب قدس سرہٗ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بنام شاہ سلیمان[1] قادری چشتی پھلواروی۔

---

[1] پسلسلہ بحث "بعض مسائل تصوف"! ان مضامین کو یہاں جگہ دی گئی۔ مرتب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"هو الرسول الهادی الی الصراط المستقیم" ای عزیز از محاسبہ وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللَّهُ اندیشہ کن، ومانند أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بحظوظ نفسانی مباش، ودر مراقبہ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ فرو بر. ودیدۂ دل در مشاہدہ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ بکشائے ونظارہ کن وسکۂ طلب استقامت در بوتۂ فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا در آتش يُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ بگداز وخالص کن تا شایان مہر لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا گردد ودر بازار إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ روا شمہ باشد وبال سرمایہ تو آن کہ بضاعت دل خالص کہ أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ حاصل کنی تا شاید مرے از اسرار وَالْمُخْلِصُونَ عَلَىٰ خَطَرٍ عَظِيمٍ بر تو کشاید وازلوامع انوار أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِنْ رَبِّهِ شعاعے بر تو تابد. تا از حضیض قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ پائے ہمت بیرون نہی وبر اوج وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ عبور کنی ومبشر اقبال ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ بشارت چنیں وارساند أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ورضوان جنّت النعیم رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ ندا دہد كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ۔

ترجمہ مکتوب مقدس

"وہی مولا صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرنے والا ہے۔ اے عزیز فرمانِ الٰہی کے اس محاسبہ سے ڈرتا رہ وان تبدوا الخ (اور اگر تم اپنے دلوں کی بات ظاہر کرو یا چھپاؤ تو اللہ تعالیٰ اس کا محاسبہ کرنے والا ہے) اور مانند أولٰئك كالأنعام (اور وہی ہیں مانند چوپایوں کے) اپنے نفس کی خواہش میں مبتلا نہ رہ۔ اور فاذکرونی اذکرکم (تم ہمیں یاد کرو ہم تمہیں یاد کریں گے) کے مراقبہ میں غور کر۔ اور دل کی آنکھ بمصداق وجوہ الخ مشاہدہ الٰہی کے نظارہ میں لگا رہ سے اور اس کا نظارہ کر اور فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ الخ (موافق حکم الٰہی مستقیم ہو اور راہ حق میں جہاد) کے بوتہ میں استقامت وطلب صادق کے زر وجواہر کو رکھ اور آگ میں يُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ (خوف خدا سے اپنے نفسوں کو بچاؤ) کے اس طلب صادق کے زر کو پگھلا کر خالص کرلے تا کہ شایانِ مہر ہدایت لَنَهْدِيَنَّهُمْ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(تو ہم ان کو اپنی راہوں کی طرف ہدایت کر دیں گے) ہو جائے تاکہ وہ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى الخ (اللہ نے مومنین کی جانیں اور ان کے اموال جنت کے عوض خرید لئے ہیں) کے بازار میں کسی قیمت کے قابل ٹھہرے اور اس سرمایہ سے تدین خالص لی ہو بھی بمصداق اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ (ہوشیار کہ خدا ہی کے لئے دین خالص ہے) حاصل کر سکے شاید اس طرح کی کوشش سے کوئی بھید اسرارِ الہیات سے تجھ پر کھل جائے۔ کیونکہ وَالْمُخْلِصُوْنَ عَلٰى خَطَرٍ عَظِيْمٍ (مخلص بڑے خطروں میں ہیں) اور اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ الخ (کیا ایسا نہیں کہ جس کا سینہ اللہ کی جانب سے اسلام کے لئے کھل چکا ہے۔ پس وہ اپنے رب کی طرف سے نور میں ہے) کے انوار میں سے کوئی شعاع تیرے اوپر چمکنے لگے تاکہ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ (فرما دیجئے کہ دنیا کی متاع ہیچ ہے) کی پستی سے نکل کر تو اپنی ہمت کا پیر باہر رکھ سکے اور وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے) کی بلندی پر تو چڑھ جائے اور ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ الخ (یہ اللہ کا بڑا فضل ہے دیتا ہے جس کو چاہے) کی بشارت دینے والا اقبال مندی کی بیل بشارت دے کر اَلَّا تَخَافُوْا الخ (خبردار نہ ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور خوش ہو اس جنت سے جس کا وعدہ دیا گیا ہے) اور جنت النعیم کے دربان (اللہ ان سے راضی ہوا) ندا کریں کہ كُلُوْا الخ کہ جی بھر کر کھاؤ اور پیو بدلے اس کے جو تم کرتے تھے۔[1]

اہل حدیث امرتسر جلد ۱۷ رمضان ۱۳۳۱ھ

سوال: آپ نے تفسیر ثنائی میں فرمایا ہے کہ جنت میں دو دو زوجہ ملیں گی اور ستر حور والی حدیث صحیح نہیں ہے۔ اگر دنیا میں ایک شخص کی یکے بعد دیگرے چار یا دس زوجہ ہو گئی ہیں تو ان کو کل ملنا چاہیئے یا صرف دو۔ اگر جنتی ہزار زوجہ کا طالب ہو تو ملیں گی یا نہیں۔ اگر نہیں تو لَهُمْ مَا يَشَاءُوْنَ کا کیا مطلب ہے؟

جواب: جو عورت جس مومن کے نکاح میں مرے گی وہ اسی کو ملے گی۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ (پ۲۵ ع۱۳) تفسیر ثنائی

---

[1] مفتی مرحوم نے تبرکا ۱۹۱۲ء رسالہ کے طور پر اس نامۂ مبارک کو شائع کیا تھا۔ اسی اہمیت کے پیش نظر اس کو فتاویٰ ثنائیہ میں جگہ دی گئی۔ فالحمد للہ علی ذالک۔ (راز)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں جہاں دو حوروں کا ذکر کیا ہے۔ اس سے مراد ایک دنیا کی عورت اور ایک جنت کی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔ [illegible] ایک بیوی والے کے لیے ہے۔ ہر ایک کے لئے نہیں۔ جنتی جو خواہش کرے اس کو بیشک ملے گا۔ العلم عند اللہ

اہل حدیث جلد ۴ نمبر ۲۷

تشریح: قول باری تعالیٰ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ الآیۃ کا مقتضیٰ یہ ہے کہ جس مومن کی ازواج اس کے نکاح میں مری ہیں۔ اگر وہ بھی جنت میں جائیں گی تو اس کو ملیں گی جتنی بھی ہوں گی تعداد کی کوئی شرط نہیں۔ یہ حد کی تحدید صرف دنیا میں ہے اور حدیث نبوی لكل امرئ منهم زوجتان من الحور العين يرى مخ سوقهن من وراء العظم من الحسن۔ متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۴۹۷ - یہ علاوہ ان دنیاوی ازواج کے ہوں گی۔ جن کی یہ صفت بیان کی گئی ہے۔ بظاہر قرینہ حوریں جنت کی مخلوق سے معلوم ہوتی ہیں۔ علامہ ابن حزم کی ترجیح یہی لگتی ہے ایسے ہی لَهُمْ مَّا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ (پ ۲۶ ع ۱۶) کا انعام طلبہ۔

سوال: جس نے اپنے لڑکے کو قرآن شریف پڑھایا۔ اس کو آخرت میں ایسی ٹوپی ملے گی جس کی روشنی سورج سے بہت گنا ہوگی۔ تو کیا تاج والے کا جسم بدن بھی سورج سے زیادہ روشن ہوگا اور جس نے قرآن کا درس دیا اس کو بھی ملے گا یا نہیں؟

سائل مذکور

جواب: حدیث کے الفاظ میں تاج کی روشنی کا ذکر ہے۔ بدن کی روشنی کا نہیں۔ لہٰذا یہ غیر ثابت ہے۔ درس دینے والے کا ذکر بھی حدیث شریف میں نہیں ہے۔ امید ہے کہ اس کو بھی ملے گا۔

اہل حدیث جلد ۴ ص ۲۵

(یہ حدیث مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۶ باب فضائل القرآن فصل ثانی میں معاذ جہنی کی روایت سے مروی ہے)

سوال: کیا جنتی جنت میں صرف ایک مرتبہ ایک گلاس شربت پینے سے پچاس ہزار برس سیر رہے گا۔ اور ان کو بالکل بھوک و پیاس نہیں لگے گی اور پچاس ہزار کا برس دنیا کے مقدار برس ہوگا یا کم یا زیادہ۔

سائل مذکور

جواب: یہ شربت کا گلاس جو ملے گا وہ میدان حشر میں ملے گا جس کا اثر میدان حشر تک ہوگا۔ جنت میں جنتی خوب کھائیں پئیں گے۔ ارشاد ہوگا۔ كُلُوا وَاشْرَبُوا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مُنِيبًا أَسْتَغْفِرُ لِي وَلَكُمْ يَا مَعْشَرَ الْحَنَفِيَّةِ ۔ (اہلحدیث [illegible])

سوال: زید کہتا ہے کہ ایک دن ایسا ہوگا کہ تمام مخلوق، آسمان، جنت و دوزخ انسان وغیرہ سب فنا ہوں گے اور آیت کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ پیش کرتا ہے اور بکر کہتا ہے کہ جنت و دوزخ باقی ہیں ان کو فنا نہیں اور مشرک کبھی نہیں بخشا جائے گا۔ کس کا قول صحیح ہے۔

(عبدالاحد ... المورخہ)

جواب: زمین و آسمان کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے: وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا۔ یعنی ہم زمین کو چٹیل میدان کر دیں گے۔ لَا تَرَىٰ فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا (اس میں اونچائی اور نیچائی نہیں دیکھو گے۔ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ) جب کہ یہ زمین بدل کر اور طرح کی زمین کر دی جائے گی اور علیٰ ہذا القیاس آسمان کے متعلق ارشاد ہے۔ إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ۔ جب آسمان اپنے رب کے حکم سے پھٹ جائے گا۔ وَانشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ۔ اور آسمان پھٹ جائے گا۔ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ زمین و آسمان میں کچھ تبدیلیاں ہوں گی بالکلیہ فنا نہیں ہوں گے۔ سوال میں مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ کا تتمہ مرقوم ہے جو قرآن مجید کی آیت ہے۔ یعنی جو اشخاص اور چیزیں زمین پر ہیں۔ ان سب کو فنا کر کے زمین صَعِيدًا جُرُزًا کر دی جائے گی۔ مشرک کے متعلق جمہور کا یہی مذہب ہے کہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ مگر بعض صحابہ اور بعض ائمہ ہُدیٰ و شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیمؒ وغیرہما کی تحقیق ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ جہنم خالی ہو جائے گی۔ اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْحَالِ۔

(اہلحدیث ۱۳ رجب [illegible])

سوال: کیا جنتی جنت میں ہمیشہ رہے گا۔ جب تک خدا کی خدائی رہے گی یا آخر میں چل کر کبھی معدوم ہو جائے گا۔ زید کہتا ہے خدا کی خدائی جب تک رہے گی تب تک جنتی کا جنت میں رہنا غیر ممکن ہے جیسا کہ پارہ عم کے سورہ لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ میں مذکور ہے کہ کافر اور مشرک ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ اور آپ نے ۱۷ ربیع الثانی [illegible] کے پرچہ میں فتویٰ پر جواب لکھا ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ جہنم خالی ہو جائے گی۔ جب کہ خَالِدِينَ فِيهَا ہے .... ایسا ہی جنت بھی ایک دن خالی ہو جائے گی۔ چونکہ جنت کے بارے میں کیا جہنم بھی ارشاد کی جائے گی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خٰلِدِیْنَ فِیْھَا آیت ہے بہ قرآن و حدیث صحیح سے جواب دیں۔ خدا اجر عظیم دے گا۔

جواب: جنت اور جہنم میں فرق ہے یہ فرق در اصل قرآن مجید کی آیتوں میں صاف ملتا ہے۔ جہنمیوں کی بابت ارشاد ہے۔ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۝ جنتیوں کی بابت آیا ہے خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَاۗءَ رَبُّكَ ۭ عَطَاۗءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ۝ (سورۂ ہود) پہلی آیت سے بعض علماء نے سمجھا ہے کہ جہنم کا عذاب ختم ہو جائے گا۔ صحابہؓ میں سے اس کے قائل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں اور متاخرین علماء میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیمؒ اور ان کے اتباع ہیں۔ دوسری آیت میں جنتیوں کے غیر مجذوذ کا لفظ آیا ہے۔ یعنی جنتیوں کی عطاء غیر منقطع دائمی ہوگی۔ اس لئے جنت اور دوزخ میں فرق ہے۔ واللہ اعلم۔ (اہل حدیث جلد ۰ ص ۳)

تنقید از حضرت علامہ نواب صدیق حسن خان صاحب رحمۃ اللہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۔ یہ آیت قرآن میں بہت جگہ آئی ہے اور فرمایا وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ اور حدیث ابن عمرؓ میں فرمایا ہے کہ جب اہل جنت، جنت میں اور اہل نار نار میں داخل ہو چکیں گے تو ایک موذن درمیان ان کے اذان دے گا۔ کہ یا اھل الجنۃ لا موت ویا اھل النار لا موت کل خالد فیما ھو فیہ رواہ الشیخان۔ اور حدیث ابو سعید خدری میں ذکر موت کے ذبح کرنے کا درمیان جنت اور نار کے آیا ہے۔ پھر یہ کہہ دیا جائے گا۔ یَا اَھْلَ الْجَنَّۃِ خُلُوْدٌ وَلَا مَوْتَ وَیَا اَھْلَ النَّارِ خُلُوْدٌ وَلَا مَوْتَ۔ رواہ الشیخان۔ اس باب میں کئی حدیثیں نزدیک ترمذی و حاکم و ابن ماجہ کے آئی ہیں اور صحت کو پہنچی ہیں۔ غرض کہ قرآن و حدیث دونوں کی دلیلوں سے خلود اہل دارین کا ابدالآباد تک بخوبی ثابت ہے اور اہل سنت و جماعت نے اس بات پر اجماع اور اتفاق کیا ہے۔ کہ نہ عذاب کفار کا منقطع ہوگا اور نہ نعیم اہل جنت کو انقطاع ہوگا۔ ہاں جہمیہ فنائے جنت و نار کے قائل ہیں اور اس مسئلہ میں سات قول ہیں جن کا ذکر اصل رسالہ میں موجود ہے جو عربی ہے اور جس کا نام یقظۃ اولی الاعتبار مما ورد فی النار واصحاب النار ہے)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن بعض صحابہؓ اور تابعین نے یہ کہا ہے کہ جنت غیر منقطع ہے اور نار ایک دن فانی ہو کر عذاب نابود و زائل ہو جائے گا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگرد امام ابن القیمؒ بھی اسی طرف مائل ہیں۔ مگر یہ قول ان کا شاذ و نادر ہے۔ ہم ان سے اس مسئلہ میں موافقت نہیں کرتے بلکہ۔ ابن القیمؒ نے کچھ اوپر بیس وجہ سے اس مسئلہ کو راجح کہا ہے۔ یہ لوگ اگرچہ اسلام میں کبراء ائمہ ہیں لیکن حق اکبر تر ہے۔ یہ قول ظاہر کتاب و سلف کے خلاف ہے۔ کوئی حاجت صرف نصوص ظاہرہ کی ان کے ظواہر الفاظ و ادلالات سے ہٹانے کی نہیں ہے۔ شیخ مرعی کرمی حنبلی نے اس باب میں ایک رسالہ لکھا ہے توفیق الفریقین علی خلود اهل الدارین۔ اور اس باب میں ایک رسالہ سید محمد بن اسماعیل الامیر یمنی کا اور ایک رسالہ امام ربانی قاضی محمد بن علی شوکانی کا بھی ہے۔ حاصل ان رسائل کا یہ ہے کہ جنت و نار دونوں باقی رہیں گے۔ اور اہل جنت و نار ہمیشہ ان میں خالد و مخلد ہوں گے کسی کو فنا نہ ہوگی۔ یہی حق ہے اور کتاب و سنت و اجماع ائمہ و امت بھی اس پر دلیل ہے۔ قرطبی نے کہا ہے۔ علماء اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ اہل نار مخلد ہوں گے کبھی اس سے باہر نکلیں گے جیسے ابلیس و فرعون و ہامان و قارون اور ہر کافر متکبر اور طاغی متجبر، ان کے لئے نار جہنم متعین ہے۔ یہ اس آگ میں نہ مریں گے نہ جئیں گے۔ اللہ نے ان سے وعدہ عذاب الیم کا کیا ہے۔ قَالَ عَزَّوَجَلَّ: كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ۝ نیز اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ نار میں کوئی مومن باقی نہیں رہے گا۔ خلود واسطے کافر جاحد کے ہے۔ اس جگہ بعض علماء سے لغزش ہو گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایک دن ہر کافر معطل شیطان بھی آگ سے خارج ہو کر جنت میں جائے گا۔ اور یہ بات عقلاً جائز ہے کہ صفت غضب کی منقطع ہو جائے۔ سو جواب اس کا یہ ہے کہ اس طرح عقلاً یہ بھی جائز ہے کہ صفت رحمت کی منقطع ہو جائے اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ انبیاء و اولیاء معاذ اللہ معذب فی النار ہوں۔ اور یہ عقیدہ فاسد ہو گا ہے اس لئے کہ اللہ جو سب سچوں کا سچا ہے اور اس کا وعدہ سب سے زیادہ پکا اس نے حق میں اہل جنت کے یوں فرمایا ہے عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ اور فرمایا ہے لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ۔ یعنی غیر منقطع اور فرمایا ہے لَهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ۝ اور کفار کے حق میں کہا ہے۔ لَا يَنْخَلُوْنَ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ فرمایا ہے۔ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ۔ اور بہت سی وارد و مذکور ہیں۔ عقول کو اس جگہ کچھ دخل نہیں ہے اس اعتقاد کی بنا تو صرف ہی احادیث و نقول صحاح گئی ہے۔ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ماننی۔ میں کہتا ہوں کہ شاید مراد قرطبی کی اس جگہ امثال شیخ ابن عربی ہیں۔ اس لئے کہ ان کے اتباع اسی طرف گئے ہیں۔ غالباً ان حضرات کی نظر میں مذہب جہم و بشر کرم کی اتباع ضروری ہے۔

بخاری میں رفعاً آیا ہے۔ سَبَقَتْ رَحْمَتِيْ عَلٰى غَضَبِيْ یا بنیاد اس قول کی اس بات پر ہے۔ کہ وعید میں خلف جائز ہے اور وعدہ میں ناجائز۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ ظاہر نظم قرآنی اور صحیح نص بحق اس خلود اہل ملتین بہ جنت و نار میں دلیل ہے۔ اور یہی حق ہے مطابق با ادلہ شرعیہ صحیحہ علیہا کے بلکہ خود شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے ایک سوال کے جواب میں یہ لکھا ہے۔ قد دلت الادلة على بقاء الجنة والنار واهلهما۔ بالجملہ جنت و نار و لوح و قلم و عرش و کرسی و حور و قصور کو بوقت نفخ صور کے فنا نہ ہو گی۔ اس لئے کہ یہ واسطے بقاء کے پیدا کئے گئے ہیں۔ یہ تو ابدالآباد تک بلا انقطاع مع لوازم و حوائج خود باقی و قائم رہیں گے۔

فقط از حضرت والا جاہ جناب العلامہ نواب صدیق حسن خان والی بھوپال رحمۃ اللہ علیہ۔ در کتاب نذیر العریان ... ص۹ تا ۱۰ مطبوعہ مفید عام آگرہ سنہ ۱۳۰۲ھ

سوال: بعض لوگ پیغمبروں یا اماموں یا اولیاؤں کی یا اپنے پیروں کی تصویروں کی تعظیم کرتے اور اپنے پاس باعث برکت سمجھ کر رکھتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا شریعت کے خلاف نہیں ہے؟

محمد مسیح الزمان عظیم آبادی

جواب: تصویروں کا برکت کے لئے پاس رکھنا کسی طرح جائز نہیں۔ حدیثوں میں اس سے سخت منع آیا ہے۔ اگر یہ چیز جائز ہوتی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر جو خانہ کعبہ میں رکھی ہوئی تھی آنحضرت ﷺ اپنے ہاتھ سے نہ گراتے۔ اللہ اعلم!

اہل حدیث جلد ۴۱۔ ص۱۲

سوال: اگر کوئی سخت بیمار ہو جاتا ہے تو اس کی صحت کے لئے یہ خیال کر کے کہ جان کے بدلہ میں ایک جان صدقہ کرنی چاہیئے چنانچہ ایک بکرا یا بھیڑ ذبح کر کے غرباء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو تقسیم کر دیا کرتے ہیں۔ ایسا فعل شرعاً جائز ہو سکتا ہے؟ (ایک خریدار اہلحدیث)

جواب: جان کے بدلے جان دینی بدعت سیۂ ہے بلکہ قریب کفر ہے۔ جس جان کا وقت آتا ہے وہی جاتی ہے۔ (اہلحدیث جلد ۳۱ ص ۱۲)

سوال: اخبار اہلحدیث کے سابقہ پرچوں میں یہ سوال ہوا تھا کہ زلیخا کا عقد یوسف علیہ السلام سے ہوا تھا یا نہیں۔ آپ نے نفی میں جواب لکھا تھا۔ حالانکہ تفسیر احسن التفاسیر میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔ ملاحظہ ہو ص ۱۹۱ (محمد عثمان خان جنرل مرچنٹ از محبوب نگر حیدر آباد)

جواب: نکاح کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ بلکہ بائبل میں اس کے خلاف ہے۔ حضرت یوسفؑ کا نکاح کسی اور جگہ ہوا تھا۔ قاضی سلیمانؒ نے تفسیر سورہ یوسف میں نکاح کا انکار کیا ہے۔ اللہ اعلم! (اہلحدیث جلد ۴۲ ص ۶)

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ ہونے کے متعلق کیا کوئی روایت قوی یا ضعیف موجود ہے؟ (ایم عبد اللہ)

جواب: مجھے اس کے متعلق کوئی حدیث معلوم نہیں۔ کسی صاحب کو معلوم ہو تو مجھے بھی مطلع کریں۔ مشکور رہوں گا۔ (اہلحدیث جلد ۳ ۴ ص ۱۳)

تشریح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ نہ ہونے کی کوئی حدیث ثابت نہیں۔ بعض کا قول یا غلط روایت ہے۔

سوال: زید کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص کو بقدر ظرف کے روحانیت سے سرشار کیا۔ یعنی جس قدر کسی کی استعداد تھی۔ اسی قدر اسرار حد رموز کا انکشاف کیا۔ لہٰذا بعض باتیں آپ نے صرف خواص کو بتائیں۔ اور وہ ضبط تحریر میں نہیں ہیں۔ صرف سینہ بسینہ چلی آتی ہیں۔ کیا حضورؐ نے فرق مراتب کو ملحوظ رکھا ہے۔ (ایم عبد اللہ چھیا لالہ)

جواب: تبلیغ سب احکام کی فرمائی ہے۔ کچھ چھپا کر نہیں رکھا۔ اور یہی مقصد حکم خداوندی کا ہے۔ اِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ۔ باقی حدیثوں کے متعلق مجھے صحیح علم نہیں۔ (اہلحدیث جلد ۳ ۴ ص ۲۲)

تشریح: جواب صحیح ہے کیونکہ نص قرآنی ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۭ الآیۃ (پ ۶ ع ۱۴)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ بھی فرمایا ہے۔ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ الایۃ (پ۲۸ - ع۱۴) تو یہ آیت عام ہے اور کتاب اور حکمت بھی انہوں کے لئے تھی تو پھر تخصیص ترجیح صحیح نہیں۔ لہٰذا اعتقاد مذکورہ بالا قطعاً باطل ہے۔ ہاں استعداد ہر شخص کی الگ ہے کہ ہر ایک کی سمجھ اور حافظہ یکساں نہیں۔ کسی نے کم یاد رکھا یا سمجھا۔ کسی نے زیادہ۔

سوال: قانون فطرت کا متبع خدا کی وحدانیت کا قائل اور اس کی ہستی کا مقر۔ برگزیدہ حضرات دینی کا معترف محض اس بنا پر کہ وہ اپنا طریقہ عبادت طریق اسلامیہ سے جدا رکھتا ہے مشرک کافر دوزخی کہا جا سکتا ہے یا نہیں۔ ثناء اللہ بریلوا قرآن پور

جواب: قرآن مجید کا منکر دو طرح سے ہے۔ ایک اس کو منزل من اللہ نہ جاننے والا دوسرا اپنے حق میں واجب العمل نہ جاننے والا۔ یہ دونوں کافر ہیں۔ اہل حدیث جلد ۳۱ ش ۲۱

قرآن کریم کے متعلق مغربی دنیا کی رائے

از محمد عنایت اللہ مالک آل انڈیا ممک لانظیر کمپنی متوطن راما ایڈی نظام دکن

قرآن عالم اسلامی کا ایک مشترکہ قانون ہے جو معاشرتی، ملکی، تجارتی، فوجی، عدالتی، تعزیری معاملات پر حاوی مذہبی ضابطہ جس نے ہر چیز کو با قاعدہ بنایا۔ مذہبی رسوم سے لے کر حیات معمورہ کے افعال روحانی نجات سے جسمانی صحت۔ اجتماعی حقوق سے انفرادی حقوق تک ہے وراثت اور دنیاوی سزا سے لے کر اخروی عقوبت تک تمام امور کو ایک ضابطہ میں منسلک کر دیا ہے۔ جس کو خدا تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر انسانوں کی رہنمائی کے لئے نازل فرمایا۔ تمام مذاہب عالم میں ایسا مکمل دستور العمل ہونے کا فخر اسلام اور صرف اسلام ہی کو حاصل ہے۔ جس پر ستر کروڑ انسان فخر کر رہے ہیں۔ مغرب کے نامور علماء کی ایک بڑی جماعت اسلام کو دنیا کا سب سے برگزیدہ اور مکمل مذہب مانتی ہے۔ اور جس کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔ ان میں سے چند مستشرقین کے خیالات جو بجائے خود ایک ضخیم کتاب کی صورت ہوگی۔ اس لئے بہ اختصار درج کئے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر موریس جو فرانس کے مشہور ماہر علوم عربیہ ہیں جنہوں نے بحکم گورنمنٹ فرانس قرآن کریم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں کیا تھا۔ اپنے ایک مضمون میں جو" لاہاردل فرانس رومان" میں شائع ہوا تھا۔ ایک اور فرانسیسی مترجم قرآن موسیو سالان رینیاش کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مقاصد کی خوبی اور مطالب کی خوش اسلوبی کے اعتبار سے یہ کتاب (قرآن) تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے۔ اس کی فصاحت و بلاغت کے آگے سارے جہان کے بڑے بڑے انشاء پرداز و شاعر سر جھکا دیتے ہیں۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں (ملاحظہ ہو تنقید الکلام مصنفہ سید امیر علی باب د ۱۷) روم کے عیسائیوں کو جو کہ ضلالت کی خندق میں گر پڑے تھے کوئی چیز نہیں نکال سکتی تھی بجز اس آواز کے جو غارِ حرا سے نکلی۔

پروفیسر اڈوائر مونتے اپنی تالیف " اشاعت مذہب عیسوی اور اس کے مخالف مسلمان" (صفحہ ۱۸ د پیرس ۱۸۹۰ء) میں لکھتے ہیں "حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مذہب تمام کا تمام ایسے اصولوں کا مجموعہ ہے۔ جو معقولیت کے امور مسلّمہ پر مبنی ہے۔ اور یہ وہ کتاب ہے جس میں مسئلہ توحید ایسی پاکیزگی اور جلال جبروت کمال تیقن کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اسلام کے سوا اور کسی مذہب میں اس کی مثال مشکل سے ملے گی۔

ریورنڈ آر۔ بکسویل کنگ اپنی تقریر " دین اسلام " میں جو ۱۷ر جنوری ۱۹۱۵ء کو قدیم پر لیبا ٹیرین چرچ نیو نارٹز میں کی گئی۔ فرماتے ہیں۔

" اسلام کی آسمانی کتاب قرآن ہے۔ اس میں صرف مذہب اسلام کے اصول و قوانین درج ہیں۔ بلکہ اخلاق کی تعلیم روزمرہ کے متعلق ہدایات اور قانون ہے۔ اکثر کہا جاتا ہے کہ قرآن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تصنیف سب توریت و انجیل سے لیا گیا ہے۔ مگر میرا ایمان ہے کہ اگر الہامی دنیا میں الہام کوئی شے ہے اور الہام کا وجود مکمل ہے تو قرآن شریف ضرور الہامی کتاب ہے۔ بلحاظ اصولِ اسلام مسلمانوں کو عیسائیوں پر فوقیت ہے۔

موسیو اوجین کلاقل نامور فرانسیسی مستشرق ہیں جنھوں نے مسلمانوں اور یہودیوں عیسائیوں کے مذہب کی تحقیق میں عمر صرف کر دی ۱۹۰۱ء کے فرانسیسی اخبارات میں مضمون شائع کرتے ہیں کہ قرآن مذہبی قواعد و احکام ہی کا مجموعہ نہیں بلکہ وہ ایک عظیم الشان ملکی اور تمدنی نظام پیش کرتا ہے۔

کونٹ ہنری دی کاسٹری اپنی کتاب " اسلام " جس کا ترجمہ مصر کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشہور مصنف احمد فتحی بک زاغلول نے ۱۸۹۵ء میں شائع کیا لکھتے ہیں: کہ عقل بالکل حیرت زدہ ہے کہ اس قسم کا کلام اس شخص کی زبان سے کیونکر ادا ہوا جو بالکل امی تھے۔ تمام مشرق نے اقرار کیا کہ یہ وہ کلام ہے کہ نوع انسانی لفظاً و معناً ہر لحاظ سے نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قرآن کو اپنی رسالت کی دلیل کے طور پر لائے جو تاحال ایک ایسا مہتم بالشان راز چلا آتا ہے کہ اس طلسم کو توڑنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔

انگلستان کا نامور مورخ: ڈاکٹر گبن اپنی تصنیف "انحطاط و زوال سلطنت روما" کی جلد ۵ باب ۵۰ میں لکھتے ہیں: - قرآن کی نسبت بحر اٹلانٹک سے لے کر دریائے گنگا تک نے مان لیا ہے کہ وہ شریعت ہے اور ایسے دانشمندانہ اصول اور عظیم الشان قانونی انداز پر مرتب ہوئی کہ سارے جہان میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

مسٹر مارماڈیوک پکھتال: نے "اسلام اینڈ ماڈرنزم" پر لندن میں تقریر کرتے ہوئے بیان کیا کہ وہ قوانین جو قرآن میں درج ہیں اور جو پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سکھائے۔ وہی اخلاقی قوانین کا کام دے سکتے ہیں۔ اور اس کتاب کی سی کوئی اور کتاب صفحہ عالم پر موجود نہیں ہے" گذشتہ چند سالوں میں مسلمانوں نے کسی شیخ الاسلام یا مجتہد کے فتوے کی اندھی تقلید میں قرآن کے اصلی مدعا کو خبط کر دیا ہے۔ حالانکہ اس قسم کے تمامی امور کو قرآن نے بہت مذموم قرار دیا ہے" (شیدایان تقلید و مقلد مولوی صاحبان غور کرو۔ دیکھو کہ "کہتی ہے تجھے خلق خدا غائبانہ کیا"

الکس لوازون: فرانسیسی فلاسفر اپنی کتاب "لائف آف محمدؐ" میں لکھتے ہیں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے، جو فصاحت و بلاغت شریعت کا دستور العمل دنیا کے سامنے پیش کیا یہ وہ مقدس کتاب (قرآن) ہے۔ جو اس وقت تمام دنیا کے ۱/۴ حصہ میں معتبر اور مسلم سمجھی جاتی ہے۔ جدید علمی انکشافات میں جن کو ہم نے بزور علم حل کیا ہے یا ہنوز وہ زیر تحقیق ہیں وہ تمام علوم اسلام (قرآن) میں سب کچھ پہلے ہی سے پوری طرح موجود ہیں۔

موسیو سیدلو: فرانسیسی خلاصہ تاریخ عرب صفحہ ۵۹ و ۲۳۲ و ۲۴۷ میں لکھتے ہیں "اسلام بے شمار خوبیوں کا مجموعہ ہے اسلام کو جو لوگ وحشیانہ مذہب کہتے ہیں۔ ان کو تاریک ضمیر بتلاتے ہیں۔ وہ غلطی پر ہیں۔ ہم بزور دعوے کرتے ہیں کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ قرآن میں تمام آداب و اصول حکمت فلسفہ موجود ہیں۔

موسیو گاسٹن کار نامور فرنچ مستشرق کے مضمون کا ترجمہ اسی زمانہ کے بیروت کے مشہور اخبار "البلاغ" ۱۲ صفر ۱۳۳۲ھ نے شائع کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ "اسلام حقیقت میں ایک طرح کا اجتماعی مذہب ہے۔ جس کو دنیا کی ۱/۲ حصہ آبادی نے حق تسلیم کرلیا ہے۔ اس علاقہ نہ مذہب کے قانون (قرآن) میں وہ تمام فوائد و مصالح موجود ہیں جن سے زمانہ حال کا تمدن بنا ہے۔ اسلام ہی نے دنیا کی عمرانی ترقی کے لئے ہر قسم کے ذرائع یورپ کو بہم پہنچائے۔ اگرچہ کوئی ہم سے اعتراف نہ کرے۔ مگر امر واقعہ یہی ہے" اور سوال کرتا ہے کہ "روئے زمین سے اگر اسلام مٹ گیا، مسلمان نیست و نابود ہو گئے۔ قرآن کی حکومت جاتی رہی تو کیا دنیا میں امن قائم رہ سکے گا؟" پھر خود ہی جواب دیتا ہے "ہرگز نہیں"

نامور جرمن فاضل اور مستشرق جو ایکبرڈی بولف، جرمن کے رسالہ "دی ہارٹ لف" بابت ۱۹۱۲ء میں "اسلام اور حفظ صحت" پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قرآن کریم کو حفظ صحت کے اعتبار سے ساری دنیا کی آسمانی کتابوں میں خاص امتیاز حاصل ہے۔ اسلام نے صفائی طہارت اور پاکبازی کے صاف صریح ہدایات نافذ کر کے جراثیم ہلاکت کو مہلک صدمہ پہنچایا ہے۔"

محقق عمانویل ڈی اتش (اسرائیلی) کوارٹرلی ریویو جلد ۱۲ نمبر ۲۵۴ میں زیر عنوان "اسلام" تحریر فرماتے ہیں "یہی عرب لوگ (قرآن کی مدد سے) یورپ کو انسانیت کی روشنی دکھانے آئے۔ جنہوں نے یونان کی مردہ عقل اور علم کو زندہ کیا۔ اور مغرب و مشرق کو فلسفہ طب اور ہیئت اور دلچسپ فن سکھانے کے لئے آئے۔ اور علوم جدیدہ کے بانی ہوئے۔

پروفیسر ٹی ڈبلیو۔ آرنلڈ اپنی کتاب "پریچنگ آف اسلام" صفحہ ۳۷۹، ۳۸۱ میں لکھتے ہیں۔

"مدارس میں قرآن کی تعلیم دی جائے تو کچھ کم ترقی کا ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ افریقہ کو ایک یہ بھی فائدہ ہوا کہ بجائے اپنی رائے سے حکومت کرنے کے انتظام سلطنت کے لئے ایک ضابطہ اور دستور العمل مل گیا۔ مسلمانوں کی تاثیر اور طرز اسلام سے افریقہ کے ملک میں لاتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بڑے بڑے شہر قائم ہو گئے۔ کہ یورپ کو اولاً ان باتوں کا یقین نہ آیا۔

مسٹر ایچ ایس لیڈر[۱۴] بعنوان "عربوں کا احسان تمدن پر" اور نیشنل ہیرلڈ لندن میں فرماتے ہیں کہ قرآن حدیث کی تعلیم دینی و دنیوی ترقیوں کا سرچشمہ ہے۔ عرب بحیثیت فاتح قوم امن و ترقی بخش قوم کی شان اختیار کرنے لگے تو اس کے لئے بھی قرآن و حدیث کی جانب رجوع کرنا ہو گا۔

مسٹر ای ڈی ماریل[۱۵] نے ۱۹۱۲ء میں رائل سوکا آف آرٹس میں ایک لیکچر شمالی نائیجیریا پر دیتے ہوئے فرمایا کہ قرآن نے نظام تہذیب و تمدن پیدا کیا۔ شائستگی کی روح پھونکی سول گورنمنٹ کا نظام اور حدود عدالت کے قیام میں (اسلام) بڑا معاون ثابت ہوا ہے۔ جہاں ابھی تک اسلام کی روشنی نہیں پہنچی لوگوں کے فائدہ کے یہ بہت ضروری ہے کہ حکومت برطانیہ اس کو (اسلام) قائم رکھ کر اس کو مضبوط اور طاقتور بنانے کی کوشش کرے۔

جان جاک ولیک[۱۶] مشہور فلاسفر جرمن نے مقامات حریری، تاریخ ابوالفدا اور معلقہ طرفہ عربی تصانیف کا لاطینی میں ترجمہ کیا ہے اور ان پر حواشی لکھے ہیں۔ لکھتا ہے کہ تھوڑی عربی جاننے والے قرآن کا تمسخر اڑاتے ہیں۔ اگر وہ خوش نصیبی سے کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معجز نما قوت بیان سے تشریح سنتے تو یقیناً یہ شخص بے ساختہ سجدہ میں گر پڑتے اور سب سے پہلی آواز ان کے منہ سے یہ نکلتی کہ پیارے نبی پیارے رسول خدا ہمارا ہاتھ پکڑ لیجئے اور ہمیں اپنے پیروؤں میں شامل کرکے عزت اور شرف دینے میں دریغ نہ فرمایئے۔

لندن کا مشہور ہفتہ وار اخبار[۱۷] "نیر ایسٹ" ۱۳ اپریل ۱۹۲۲ء کی اشاعت میں لکھتا ہے قرآن کی حسن و خوبی سے جن کو انکار ہے وہ عقل و دانش سے بیگانہ ہے۔

ایک عیسائی فاضل[۱۸] داؤد آفندی مجاعص نے بیروت کے مسیحی اخبار "الوطن" ۱۹۱۱ء میں "دنیا کا سب سے بڑا ہیرو کون ہے؟" پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"جب کوئی مسلمان قرآن و حدیث کا یکسوئی سے مطالعہ کرے یا اس پر تدبر کی نظر ڈالے

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن میں دین و دُنیا کے فلاح و بہبودی کے تمامی اسباب پائے گا۔

مشہور مسیحی پادری[19] "ڈین وسینٹلی" نے "مشرقی کلیسا" کے صلے ۲۷ میں لکھا ہے۔ "قرآن کا قانون بے شبہ بائبل کے قانون سے زیادہ مؤثر ثابت ہوا ہے"۔

مسٹر رچرڈسن[20] نے "قانون ازالہ غلامی انڈیا کونسل میں پیش کرتے وقت سنہ ۱۸۱۳ء میں فرمایا۔ غلامی کی مکروہ رسم کے اٹھانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہندو شاستر قرآن سے بدل دیا جائے۔

کرنل انگرسال امریکہ[21] کے ایک مشہور دہریہ ہیں۔ جن کو اسلام اور عیسائیت تو کجا دُنیا کے کسی مذہب سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے اس فہرست میں اُن کو خاص طور پر شریک کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہند سے کا رواج۔ الجبرا، علم المثلثات کے گر، علم پیمائش، ستاروں کے نقشے۔ زمین کا حجم۔ اعوجاج طوق شمس، سال کی صحیح مدت۔ آلات ہیئت وغیرہ مختلف قسم کے کلاک۔ علم الکیمیا، علم الادویات علم المناظر وغیرہ جنھوں نے اس قدر ایجادات و اختراعات کیں۔ اور علوم و فنون کو اس قدر نشو و نما دی وہ عیسائی نہ تھے ہم کو خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ موجودہ سائنس کا سنگ بنیاد پیروان اسلام ہی کو رکھنے کا فخر حاصل ہے جو کسی مفید کام کے لئے عیسائیت یا کلیسا کے منت پذیر نہیں ہیں۔

ہسٹری آف دی مورش ایمپائر ان یورپ[22] کے مصنف اور مشہور مستشرق جناب ایس پی اسکاٹ لکھتے ہیں۔ "ہم کو چاہیئے کہ اس غیر معمولی مذہب (اسلام) کی سرعت ترقی اور اس کے دوامی اثرات کی قدر کریں کہ جو ہر جگہ امن و امان، دولت و حشمت فرح و سرور اپنے ساتھ لے گیا۔

مشہور فرانسیسی مؤرخ والٹیر[23] تہذیب اسلام پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے پادریو! راہبو! اور مجاورو! اگر تم کو ماہ جولائی میں رجب کہ رمضان المبارک کا مہینہ اُس مہینہ میں آئے) ۴ بجے صبح سے ۱۰ بجے شب تک آپ پر کھانے پینے کی ممانعت کا قانون عاید کر دیا جائے۔ کسی قسم کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قمار بازی ہو سب سے منع کر دیا جائے۔ شراب حرام کر دی جائے۔ تپتے ہوئے صحراؤں سے گذر کر حج کو جانے کے لئے کہا جائے۔ اپنی آمدنی کا ۲ ۱/۲ فیصدی حصہ محتاجوں میں تقسیم کر دیں۔ اگر آپ ۱۸ عورتوں کی رفاقت کا لطف اٹھاتے ہوں اور ان میں سے ۱۴ کو یک لخت کم کر دی جائیں تو کیا آپ ایمانداری سے یہ کہنے کی جرأت کر سکتے ہیں؟ کہ ایسا مذہب عیش پرست ہے میں پھر کہتا ہوں کہ وہ لوگ جاہل، ضعیف العقل ہیں جو مذہب اسلام پر اتہامات والزام عائد کرتے ہیں۔ یہ سب بیجا او صداقت سے معرا ہیں۔

بلبل ہند مسز سروجنی نائیڈو ان سے کون ناواقف ہے۔ مسجد ورکنگ میں جماعت مسلمین کے روبرو ۲۸ دسمبر ۱۹۱۹ء میں تقریر کرتے ہوئے کہا (از اسلامک ریویو جنوری ۱۹۲۰ء) "قرآن کریم غیر مسلموں سے رواداری کا برتاؤ سکھاتا ہے۔ دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب کم وبیش ایثار علی النفس کی تعلیم دیتے ہیں مگر اسلام اس باب میں سب سے آگے ہے۔ بنی نوع انسان کی خدمت تعلیم اسلام کا سرمایہ ناز ہے۔ اسی لئے اسلام نے تمام عالمگیر اخوت کا اصول دنیا کے روبرو پیش کیا ہے۔ دنیا اس اصول کی پیروی کرنے سے خوشحال ہو سکتی ہے۔

مہاتما گاندھی اپنے مضمون میں جو (خلافت) کے موضوع سے آپ ہی کے اخبار "ینگ انڈیا" میں شائع ہوا فرماتے ہیں کہ مجھے قرآن کو الہامی کتاب تسلیم کرنے میں ذرہ برابر تأمل نہیں ہے۔ ہندو مسلم اتحاد اور مولویوں کے بلوہ پر گاندھی جی نے ایک مضمون اپنے اخبار میں لکھا کہ پیغمبر اسلام کی تمام زندگی کے واقعات مذہب میں کسی سختی کو روا رکھنے کی مخالفت سے لبریز ہیں جہاں تک مجھ کو علم ہے کسی مسلمان نے آج تک زبردستی مسلمان بنانے کو پسند نہیں کیا۔ اسلام اگر اپنی اشاعت کے لئے قوت اور زبردستی کو استعمال کرے گا تو تمام دنیا کا مذہب باقی نہ رہ جائے گا یہ ہے وہ اسلام" ماخوذ از پیام امن۔

آج کل جو محض ضد اور اندھی تقلید اور زعم باطل کی وجہ سے انصاف سے ہٹ کر مقدس برگزیدہ اسلام پر بیجا الزام تراشنے میں جو مشغول ہیں۔ ان کو چاہئے کہ میدان علم میں آنکھ کھولیں اور دیکھیں کہ مشاہیر عالم کے آراء کیا ہیں؟ اور خود اپنے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاں کے نامور اہل قلم چندر پال و مسٹر بھوپندر ناتھ ماسوا اسلام کے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں۔ دور حاضرہ کی عالمگیر شخصیت کا انسان مہاتما گاندھی کے زرین ارشاد کو بنظر غائر دیکھو کہ صداقتِ اسلام کے وہ کس قدر دلدادہ ہیں۔

کیا وہ طبقہ جو اسلام پر اعتراض و الزام دھرتا ہے۔ یہ جاہل، ضعیف العقل و عقل و دانش سے بیگانہ نہیں۔ اس کا جواب فرانس کا مؤرخ والٹیر و لندن کا مشہور اخبار ہفتہ وار رائیٹر ایسٹ ۱۳ اپریل ۱۹۲۲ء کی اشاعت میں دے چکا ہے کہ "بے شک اسلام کو الزام دینے والا جاہل، ضعیف العقل عقل و دانش سے بیگانہ ہے۔"

(محمدی دہلی۔ یکم ستمبر ۱۹۳۵ء)

سوال: آپ نے کتاب حضرت محمد رشی علیہ السلام جو لکھا ہے اور ہندوؤں کی مذہبی کتاب سام وید کی عبارات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رشی (رسول) ہونا ثابت کیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا وید بھی زبور، توریت، انجیل کی طرح کتب آسمانی میں سے ہے اگر نہیں تو مذکورہ وید کی عبارتوں سے ثابت کرنا اس کتاب کو آسمانی کتب کا درجہ دینا ہوا یا نہیں؟ کیونکہ نبی اور رسول کے متعلق بشارت آمد سوائے آسمانی کتب کے دیگر کتب میں ہرگز نہیں ہو سکتیں۔ لہٰذا اگر یہ بھی دیگر اگلی آسمانی کتابوں میں سے ہے تو اس کا ثبوت قرآن مجید و احادیث سے ہونا چاہیئے۔ | محمد سلیمان از چکر دھرپور |

جواب: ہمارا اعتقاد ہے کہ وید مجموعی طور پر الہامی نہیں۔ لیکن بعض کلام اس میں کسی صاحب باطن کا درج ہونا ممکن ہے۔ جس کلام سے محمد رشی لکھا گیا ہے۔ وہ کشفی معلوم ہوتا ہے اگر اس جواب سے آپ کی تشفی نہیں ہوئی تو سمجھئے کہ محمد رشی معتقدین وید کے لیے الزامی دلیل ہے۔ جیسے انجیل، توراۃ موجودہ کے حوالے الزامی ہیں۔

| اہل حدیث ۱۸ اگست ۱۹۳۳ء |

وید اور اس کے تراجم اور تفاسیر

نوشتہ (پنڈت) مقصود حسن صاحب حنیف چترویدی۔ متوطن رڑکی ضلع سہارنپور

۱؎ مرحوم کی مشہور ترین کتاب "محمد رشی" میں یہ تفصیلات موجود ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام پیارا پیارا۔ اسلام ۔ نورانی اسلام ۔ ایک تبلیغی مذہب ہے اور اس حیثیت سے دیگر مذاہب کی تسلیم کردہ الہامی کتابوں سے واقفیت رکھنا اس کے مبلغین کے لئے فرض کفایہ ہے ۔ ہمارے ملک ہندوستان کے عام باشندے وید کو الہامی کتاب مانتے ہیں اور اس ملک میں فریضۂ تبلیغ کے ادا کرنے کے لئے مسلمانوں کا وید سے واقف ہونا ضروریاتِ دین سے ہے ۔ لیکن آج کتنے مسلمان ہیں جو اس دینی ضرورت کے پورا کرنے والے ہیں ۔ ہمارے اندازمیں آٹھ کروڑ میں بمشکل دس بیس حد پچاس مسلمان ایسے نکلیں گے جنھوں نے چار ویدوں یا اُن کے ایک معتدبہ حصے کا مطالعہ کیا ہو۔

آج جب کہ ہمارے ملک میں کانگریس کا صرف اثر بلکہ حکومت قائم ہوتی جا رہی ہے اور شدھی یا اشدھی کا سلسلہ بھی مستقل طور سے قائم ہو چکا ہے ۔ مسلمانوں کے لئے پہلے سے زیادہ ضروری ہو گیا ہے کہ وہ ویدوں کا مطالعہ کریں جس سے نہ صرف اشاعتِ اسلام میں مدد ملے بلکہ اغیار کے حملوں کی مدافعت بھی کما حقہٗ ہو سکے ۔ اسی واسطے اس عاجز کی دلی آرزو ہے کہ مسلمانوں میں کم از کم ایک چھوٹی سی جماعت جس کی تعداد چند سو تک پہنچتی ہو ایسی تیار ہو جائے جو ویدوں سے خاصی طور پر واقفیت رکھتی ہو۔

ہمارے بہت سے نوجوانوں کے لئے ایک ایسی جماعت کے افراد بن جانا کوئی مشکل کام نہیں ہے ۔ کیونکہ اس کام کے لئے سنسکرت کا جاننا اب چنداں ضروری نہیں رہا ہے ۔ وجہ یہ ہے کہ جب تک ویدک دھرم ایک تبلیغی مذہب نہیں کہا جاتا تھا ۔ اُس وقت تک وید کے پیرو اُس شخص سے جو وید کا مطالعہ کرنا چاہیے یہ کہنے کا ایک حد تک حق رکھتے تھے کہ جناب پہلے سنسکرت پڑھ آئیے تب اس مقدس کتاب کو ہاتھ لگائیے گا لیکن اب جب کہ ویدک دھرم تبلیغی مذاہب کی شان ہی یہ ہے کہ وہ کسی ایک زبان جاننے والوں کے لئے مخصوص نہیں ہوتے۔ بلکہ اُن کی کتب مقدسہ کے ترجمے ہر زبان میں پڑھے جا سکتے ہیں اور پڑھے جاتے ہیں غرض کہ سنسکرت کا نہ جاننا ہمارے نوجوانوں کے لئے وید کے مطالعہ کا مانع نہ ہونا چاہیے ۔ بلکہ اُن میں سے جو افراد انگریزی یا ہندی سے ایک اچھی حد تک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقف ہوں۔ انھیں ویدوں کو ضرور ہی پڑھنا اور اپنے دیگر بھائیوں کو پڑھانا چاہیے کیونکہ انگریزی میں بہت پہلے سے اور آجکل ہندی میں بھی ویدوں کے متعلق بہ کثرت لٹریچر فراہم ہو چکا ہے۔ اس سے فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے۔ پیروانِ وید کا جدید ترین فرقہ (آریہ سماج) اگرچہ انگریزی تراجم اور اکثر ہندی تراجم کو مستند نہیں مانتا۔ لیکن ان کے اس انکار سے ان کے مستند ہونے میں فرق نہیں آ سکتا۔ یہ تراجم ہندوؤں کے کثیر طبقہ (سناتن دھرمیوں) کے نزدیک مستند ہیں اور مستند رہیں گے اور اگر کوئی چھوٹا سا طبقہ ان کی صحت سے انکار کرے۔ تو اسے چیلنج دیا جا سکتا ہے کہ ترجمہ میں غلطی ثابت کرے۔

البتہ ایک امر ہے جو انگریزی یا ہندی داں مسلمان نوجوانوں کو شوق رکھنے پر بھی ویدوں کے مطالعہ میں مانع آ سکتا ہے۔ اور آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ عزیز مفید کتابوں کے ناموں اور پتوں سے ناواقف ہیں اور اسی وجہ سے وہ ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ یہ مضمون ہم اسی غرض سے لکھ رہے ہیں کہ ان کتابوں کا تذکرہ ایک جا کیا جائے۔ تاکہ شائقین ان سے فائدہ اُٹھا سکیں۔ ان کتابوں کے پڑھنے سے پہلے جو جو معلومات طالب علم کو ہونی چاہئیں۔ ان کو بھی اس مضمون میں فراہم کر دیا گیا ہے۔

ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ جو لوگ انگریزی یا ہندی نہیں جانتے وہ بھی ویدوں کو پڑھیں ان کے لیے ہم نے ویدوں کے ضروری حصص کا ترجمہ اُردو میں کر لیا ہے۔ خدا وہ دن بھی کرے کہ یہ انتخابات کتابی شکل میں طبع ہو کر تمام شائقین کے ہاتھوں تک پہنچ سکیں

شرتی اور سمرتی کا بیان

واضح ہو کہ برادرانِ ہنود کی کتبِ مقدسہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک شرتی یعنی الہامی کتابیں۔ دوسرے یعنی کتب روایات عام ہندوؤں یعنی سناتن دھرمیوں کے نزدیک تو بہت سی الہامی کتابیں ہیں لیکن فرقہ آریہ سماج الہام کو صرف چار ویدوں میں محدود مانتا ہے۔

اُن چار ویدوں کے نام یہ ہیں۔

رگ[۱] وید۔ سام[۲] وید یجر[۳] وید اتھرو[۴] وید

یہ چاروں وید نظم میں ہیں۔ اگرچہ یجر وید اور اتھرو وید کہیں کہیں نثر کے فقرے بھی پائے جاتے ہیں۔ وید کی نظم کا ہر شعر منتر یا رچا کہلاتا ہے۔ منتروں کے ایک بڑے مجموعے کو وید کہتے ہیں۔ مجموعہ کے لیے سنسکرت میں سنگھتا کا لفظ ہے اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کبھی کبھی وید کے بعد سنگھتا کا لفظ بھی ملا دیتے ہیں۔

مثلاً رگ وید سنگھتا۔ یجر وید سنگھتا۔ یعنی مجموعہ رگ وید۔ مجموعہ یجر وید وغیرہ۔

وید سنگھتاؤں کے بعد ہندوؤں کی مقدس ترین کتابیں وہ ہیں جو برہمن گرنتھ کہلاتی ہیں یہ کتابیں وید کی عمدہ ترین تفسیریں ہیں۔ سناتن دھرمی ان گرنتھوں کو الہامی بلکہ ویدوں کے ہی جز لاینفک کے طور پر مانتے ہیں۔ لیکن آریہ سماجی اُن کو شرتی کا درجہ نہیں دیتے۔ بلکہ سمرتی کے درجہ میں رکھتے ہیں۔ یعنی ان کو غیر الہامی مقدس کتابیں سمجھتے ہیں۔

برہمن گرنتھ اگرچہ متعدد ہیں۔ لیکن ان میں چھ زیادہ مشہور ہیں (۱) ایتریہ برہمن۔ (۲) کوشیتکی برہمن۔ یہ دونوں برہمن رگ وید کے متعلق ہیں۔ (۳) تانڈیہ مہا برہمن یہ سام وید کے متعلق ہے۔ چونکہ اس میں ۲۵ ابواب ہیں۔ اس لئے اس کو پنج ونش برہمن بھی بولتے ہیں (۴) شت پت برہمن (۵) تیتریہ برہمن۔ یہ دونوں یجر وید کے متعلق ہیں۔ (۶) گوپتھ برہمن۔ (۷) یہ اتھر وید کے متعلق ہے

برہمن گرنتھوں کے خاص خاص فلسفیانہ اور صوفیانہ حصص آرنیکوں اپنشدوں کے نام سے مشہور ہیں۔ اس لئے سناتن دھرمیوں کے نزدیک وید گویا چار طرح کی کتابوں کو کہتے ہیں یعنی سنگھتا۔ برہمن۔ آرنیک اور اپنشد ان کے نزدیک سمرتیاں ہیں۔ ہندوؤں کے ہر طبقہ میں اپنشد بڑی مقبول اور خوب پڑھی جانے والی کتابیں ہیں۔ عام طور پر ان کو ویدوں کا عطر سمجھا جاتا ہے۔

سمرتیوں میں اگرچہ منوسمرتی بہت مشہور ہے۔ لیکن ہم اس کا ذکر نہیں کریں گے۔ کیونکہ ویدوں سے اس کا تعلق دور کا ہے۔ قریب کا نہیں ہے۔ ویدوں سے قریب کا تعلق رکھنے والی وہ سمرتیاں ہیں جو شروت سوتر کے نام سے مشہور ہیں۔ شروت کے معنی ہیں۔ وہ کتاب جو شرتی سے تعلق رکھے۔ اور سوتر سوت یا تاگے کو کہتے ہیں۔ شروت سوتر بھی متعدد ہیں۔ لیکن ان میں سے چند مشہور سوتروں کے نام یہ ہیں۔

(۱) اشولائن (۲) شانکھاین۔ یہ دونوں رگوید کے متعلق ہیں (۳) آپستمب۔ (۴) بودھاین (۵) کاتیاین۔ یہ تینوں یجر وید کے متعلق ہیں۔ (۶) لاتیاین۔ سام وید کے متعلق ہے۔ (۷) کوشک۔ (۸) ویتان۔ یہ دونوں اتھر وید کے متعلق ہیں

وید سنگھتاؤں کی ضخامت اور اُن کے مختلف نسخے

آج کل عموماً ویدک نیترالیہ اجمیر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے چھپے ہوئے وید دیکھے جاتے ہیں۔ یہ وید سنگھ سنسکرت میں معمولی کتابی سائز پر جو ساڑھے چھ انچ چوڑا اور دس انچ لمبا ہوتا ہے چھپی ہیں۔ ہر صفحہ میں ۲۹ سطریں ہیں۔ اور ہر وید کے صفحات کی تعداد حسب ذیل ہیں۔

رگ وید ۵۹۶ صفحات۔ سام وید ۱۲۰ صفحات۔ یجر وید ۱۵۹ صفحے، اتھروید ۴۹۸ صفحے۔ میزان کل چار ویدوں میں بارہ سو چھتیس صفحات۔

یہ ضخامت ان ویدوں کی ہے۔ جو آج کل عام طور پر ملتے ہیں۔ اور جو ہر ایک وید کی مشہور ترین قسم ہے۔ ورنہ ایک ایک وید کئی طرح کا ملتا ہے۔ کہتے ہیں کہ قدیم زمانہ میں صرف سام وید صرف ایک ہزار طرح کا یا ایک ہزار شاخوں کا ملتا تھا۔ چاروں ویدوں کی ایک ہزار ایک سو اکتیس شاخیں مشہور ہیں۔ گویا باقی تین ویدوں کی ملا کر ۱۳۱ شاخیں (شاکھائیں تھیں) یہ شاخیں اس طرح سے پیدا ہو گئیں ہوں گی۔ کہ ایک گھرانا ایک وید کو کسی طرح سے پڑھتا ہوگا۔ دوسرا گھرانا اسی وید کو ذرا فرق سے پڑھتا ہوگا۔ تیسرے گھرانے میں کچھ اور فرق ہوگا۔ ایک استاد کسی طرح پڑھتا ہوگا۔ دوسرا کسی طرح۔ پھر ان شاگردوں اور شاگرد در شاگردوں میں اختلاف ہوا ہوگا۔

آج کل بھی بہت سے ویدوں کی کئی کئی شاخیں چھپی ہوئی ملتی ہیں۔ رگ وید پہلے ۲۱ قسم کا ملتا تھا۔ اب اس کی صرف ایک قسم یعنی شاکل شاکھا (شاخ) ملتی ہے۔ رگ وید کی ایک دوسری شاخ یعنی واشکل شاکھا کی نسبت معلوم ہے۔ کہ اس میں اور شاکل میں بہت کم فرق تھا۔ یعنی واشکل میں شاکل سے چند گیت زائد تھے۔ اور بعض کی ترتیب مختلف تھی یہ زائد گیت آج بھی ملتے ہیں۔ اور شاکل نسخہ میں عموماً بطور ضمیمہ شائع کر دیئے جاتے ہیں۔ اس طرح گویا رگ وید کی دو شاکھائیں اس وقت موجود ہیں۔

سام وید کی آج کل جو شاخ عام طور پر پائی جاتی ہے۔ وہ رانائنی شاکھا ہے۔ سام وید کی ایک دوسری شاخ کوتھمی ہے۔ رانائنی اور کوتھمی شاخوں میں تھوڑا ہی سا فرق تھا۔ آج کل کوتھمی شاخ کا صرف ایک حصہ ہی پایا جاتا ہے۔ ایک تیسری شاخ سام وید کی جے متی ہے۔ غالباً اس شاکھا کا بھی کچھ حصہ موجود ہے۔

یجر وید کی بھی متعدد شاخیں تھیں۔ جن میں سے اب پانچ چھ شاخیں ملتی ہیں۔ اوّل مادھینندنی جو عام طور پر ملتی ہے۔ دوم کانوی۔ یہ بھی بمبئی وغیرہ میں چھپ گئی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مادھیندنی اور کانوی شاخوں میں بہت تھوڑا فرق ہے۔ جرمنی کے پروفیسر ویبر نے غدر ہندوستان سے چند سال پیشتر دونوں شاخوں کو یکجائی طور پر شائع کیا تھا۔ یجروید کی یہ دونوں شاخیں شکل یعنی سفید کہلاتی ہیں۔ شکل یجروید کو داجسنی سنگھتا بھی کہتے ہیں یجروید کی تیسری شاخ تیتری سنگھتا کہلاتی ہے۔ یہ گورنمنٹ پریس میسور اور دیگر مقامات میں چھپی ہے۔ اس شاکھا کی ضخامت مادھیندنی شاکھا سے تقریباً تین گنی ہے۔ چوتھی شاخ کٹھ اور پانچویں میترایئی کہلاتی ہے۔ ان دونوں شاخوں کو پروفیسر شروڈر نے ۱۸۸۱ء کے پس وپیش وائنا دارالسلطنت آسٹریا سے شائع کیا تھا۔ یجروید کی آپس تمبی شاخ کے کچھ حصص بھی غالباً پائے جاتے ہیں۔ تیتری کٹھ، میترایئی وغیرہ شاخیں کرشن یعنی سیاہ یجروید کہلاتی ہیں۔

کرشن یجروید کا رواج دکھن میں اور شکل یجروید کا رواج شمالی ہندوستان میں زیادہ ہے۔ اتھروید کی کسی زمانہ میں نو شاخیں تھیں۔ جن میں سے صرف شونک شاکھا ہی آج کل عام طور پر ملتی ہے۔ اس وید کی ایک دوسری شاخ یعنی پیپلاد شاکھا کا دنیا میں صرف ایک نسخہ کشمیر میں تھا۔ اس واسطے یہ شاکھا کشمیر شاکھا بھی کہلائی جانے لگی ہے۔ اس نسخہ کے کئی ورق گم ہیں۔ پروفیسر ماریسن بلوم فیلڈ اور پروفیسر رچاڈ رگاربے کی حسن سعی سے یہ نسخہ ۱۹۰۱ء میں کرومولوگرافی سے چھپ کر شائع ہو چکا ہے

اہل حدیث امرتسر صفحہ ۲۷ رجب ۱۳۵۶ھ

فاضل محترم کے اس مضمون کی یہ ابتدائی قسطیں ہیں۔ مضمون بہت کافی طویل اور معلومات سے پُر ہے جو اہل حدیث کی کئی اشاعتوں میں نکلا ہے۔ مناسب تھا کہ ہم یہ مضمون سارا نقل کرتے۔ مگر فتاویٰ کی محدود ضخامت ہمیں اس کے چھوڑنے پر مجبور کر رہی ہے۔ جو صاحب سارا مضمون پڑھنا چاہیں وہ اہل حدیث مرحوم ۱۳۵۶ھ و ۱۳۵۷ھ کے فائل ملاحظہ فرمائیں (جامع)

"کیا وید الہامی ہیں؟" اس علمی بحث کی تفصیلات کے لئے ۹ رجب ۱۳۵۶ھ سے اہل حدیث کے فائلوں کو ملاحظہ فرمایئے۔ افسوس کے ساتھ ہم اس بحث کو بھی بوجہ عدم گنجائش کے یہاں درج نہیں کرسکے۔ فقط۔ ثنائی

سوال، مشکوٰۃ شریف باب اثبات عذاب القبر میں ایک حدیث ہے کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مُردہ سے قبر میں نکیرین سوال کرتے ہیں کہ مَنْ رَبُّكَ ۔ تو اگر مُردہ مومن ہے تو جواب دیتا ہے کہ يَقُوْلُ رَبِّيَ اللهُ پھر سوال ہوتا ہے مَا دِيْنُكَ پھر جواب دیتا ہے يَقُوْلُ دِيْنِيَ الْإِسْلَامُ۔ پھر سوال ہوتا ہے۔ فَيَقُوْلَانِ مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ جواب دیتا ہے۔ فَيَقُوْلُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ حدیث مذکورہ بالا کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مُردے کے سامنے لائے جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ کہا جاتا ہے کہ مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ کیونکہ لفظ هٰذَا سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلعم وہاں موجود ہوتے ہیں۔ اور اگر اس لفظ هٰذَا کے اور دوسرے معنی ہوتے ہیں تو معہ دلیل وحوالجات کے شائع فرمایئے گا۔ اور اگر لفظ هٰذَا سے موجودگی ثابت ہوتی ہے تو بھی شائع فرما دیجئے گا تاکہ عوام اس سے فائدہ اٹھائیں اس کے جواب دیکھنے کے بہت سے لوگ منتظر ہیں۔

رحمت اللہ خان ہانسی

جواب: حدیث شریف میں هٰذَا کے ساتھ اَلَّذِيْ بُعِثَ بھی آیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول مبعوث سے سوال ہے۔ معنی یہ ہیں کہ جو شخص تم میں رسول کرکے بھیجا گیا تھا۔ اس کو کیا کہتے ہو۔ هٰذَا کے ساتھ جب اَلَّذِيْ آئے تو وہاں موجود مراد نہیں ہوتا۔ بلکہ موصول معہ صلہ کی طرف کلام کا رخ ہوتا ہے اس کی مثالیں قرآن مجید میں بکثرت ہیں اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ اسی قسم سے۔ جن لوگوں نے کہا ہے کہ آنحضرت صلعم کی شکل دکھائی جاتی ہے یہ اُن کا اپنا خیال ہے۔ جس کے ذمہ دار وہی ہیں

۱۵ر جنوری ۱۹۳۲ء

تشریح، وقت سوال منکر نکیر کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لانا کسی حدیث یا آثار سے ثابت نہیں اور اعتقاد رکھنے والا اس کا گمراہ ہے (فتاویٰ نذیریہ جلد ا ص۱۵۱)

لفظ هٰذَا اس مذکورہ موجود شے کی طرف اشارہ کرنے کے لئے موضوع ہے جو قریب ہو۔ عام اس سے کہ مذکور حقیقی ہو یا حکمی اور موجود خارجی ہو یا ذہنی روایت مذکورہ فی السوال نیز دیگر روایات مختلفہ فی الباب کے مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف ذکر کئے جاتے ہیں۔ اور پھر اشارہ کرکے کہا جاتا ہے تو اگر بندہ مومن ہے۔ تو تمام اوصاف کو سن کر جواب دے گا۔ عبداللہ ورسولہ۔ پس لفظ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہٰذا سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بعضوں نے روایت مذکورہ فی السوال کی بنا پر یہ بھی کہا ہے کہ ممکن ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک مکشوف ہوتا ہوا ور مکشوف ہونے کے بعد کہا جاتا ہے کہ مَا تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ الَّذِیْ۔ مگر اس بارے میں کوئی صریح روایت نہ ملی وھٰذہٖ بشارۃ عظمٰی لمومن وما ذالک علی اللہ بعزیز واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

فقط محمد نانا عفا اللہ عنہ سیملکی — مرسلہ صالح یعقوب جوہانسبرگ ساؤتھ افریقہ

جواب صحیح ہے۔ اوّل تو سوال میں لفظ اَلَّذِیْ بُعِثَ فِیْکُمْ موجود ہے۔ جس سے اشکال ہی واقع نہیں ہوتا۔ یا رفع ہو جاتا ہے پھر ھٰذا میں اشارہ عام ہے۔ خصوصاً مومن کے ذہن میں کلمہ توحید ہے۔ لہٰذا ما حضر فی الذہن بھی صحیح ہے اور کشفِ صورت کے بارے میں کوئی صحیح روایت نہیں۔ محض لفظ ھٰذا سے لوگوں کو وہم ہوتا ہے۔

راقم ابو سعید محمد شرف الدین ناظم مدرسہ سعیدیہ عربیہ پل بنگش دہلی ۲۲۰ رجب ۱۳۵۵ھ

جواب یہی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر میں مردہ کے سامنے ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ آپ کا ذکر اور وصف ہے۔ اَلَّذِیْ بُعِثَ فِیْکُمْ۔ یعنی یہ شخص جو تمہارے میں نبی بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اس کے بارے میں کیا جواب ہے۔ اس کے جواب میں کہتا ہے۔ ھُوَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی وہ رسول اللہ کے ہیں ھو میں اور ھٰذا میں فرق ہے۔ ھو ضمیر غائب کی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ھٰذا سے مراد آپ کا وصف بعثت ہے۔ ھو سے جواب آپ کے وجود کا ہے جو نبی ہو کر آئے تھے۔ آپ کا حاضر ہونا تو ثبوت چاہتا ہے۔ اور ہر مومن کے عقیدہ وایمان میں ہر وقت موجود ہیں۔ وہی وجود ھٰذا سے مراد ہے۔ یعنی جو کچھ ذہن میں آپ کے وصف نبوت ہے۔ اور ھو سے مراد آپ کا وجود یا نبوت ہے۔

الراقم العاجز عبید الرحمٰن کفاہ المنان مدیر اشاعۃ الحق دہلی

جواب صحیح۔ ھٰذا سے اشارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب باعتبار شہرت اور وصف کے ہے۔ اس اعتبار سے نہیں کہ آپ اس وقت قبر میں مردہ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ کیونکہ ایسا ماننے سے بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور ایسا ثابت بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو نیک عقیدے کی توفیق دے۔ آمین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالوکیل خطیب ناظم ریاض توحید نواب گنج دہلی

الجواب صحیح سید تقریظا احمد مدرس مدرسہ رشیدیہ اجمیری دروازہ دہلی
(اہل حدیث گزٹ دسمبر ۱۹۵۵ء)

شرفیہ، یہ ھذا الرجل الذی بعث فیکم ایسا ہے جیسا کہ ہرقل شاہ روم نے ملک شام میں تجارِ مکہ کو بلاکر ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دریافت کیا تو ان سے پوچھا اور کہا۔ ایکم اقرب نسبا بھذا الرجل الذی یزعم انہ نبی الی قولہ قال (ای ھرقل) لترجمانہ قل لھم (ای تجار مکۃ) انی سائل عن ھذا الرجل (ای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) الی ان قال ھرقل کیف نسبہ فیکم (ای الرجل المذکور) فیکم قلت (ای قال سفیان) ھو فینا ذو نسب الخ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳) دیکھیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تھے اور ہرقل شاہ روم ملک شام میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ھذا الرجل سے اشارہ کر رہا ہے۔ اور تجار مکہ اہل لسان ہی اس کا کلام نقل کر رہے ہیں۔ ثابت ہوا کہ کبھی ھذا سے محسوس مبصر کی طرف اشارہ نہیں بھی ہوتا۔ بلکہ ماحضر فی الذہن۔ یا سیاق کلام کی طرف اشارہ ہوتا ہے خصوصاً جب آگے موصول مع صلہ موجود ہو۔ کما فی الحدیث

دیگر: اس مضمون کی تین حدیثیں آئی ہیں۔ تینوں کے الفاظ درج ہیں۔

۱۔ ما کنت تقول فی ھذا الرجل۔

۲۔ ما کنت تقول فی ھذا الرجل المحمد

۳۔ ما ھذا الرجل الذی بعث فیکم (مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر)

پہلی روایت کا ترجمہ یہ ہے کہ اے میت تو اس آدمی کے حق میں کیا کہتا تھا۔

دوسری روایت کے یہ معنی ہیں۔ اے میت تو اس آدمی یعنی محمد کے حق میں کیا کہتا تھا۔

تیسری روایت کے معنی یہ ہیں۔ اے میت تو اس آدمی کے حق میں جو تمہاری طرف بھیجا گیا تھا کیا کہتا تھا۔

ان تینوں روایتوں کے ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلی الفاظ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہیں وہ آخری الفاظ ہیں پہلی اور دوسری روایتوں میں راوی نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختصار کر دیا ہے۔ پس ساری گفتگو کا مدار کار آخری روایت ہے۔ اس میں نہ صورت دکھانے کا کوئی لفظ ہے نہ تصویر کا ذکر ہے۔ بلکہ صرف یہ لفظ ہے کہ یہ آدمی محمدؐ جو تمہاری طرف بھیجا گیا تھا۔ اس کی بابت تو کیا کہتا تھا۔ اس سوال میں آنحضرتؐ کی بعثت کا ذکر کر کے سوال اس غرض سے ہے کہ آنحضرتؐ کی نبوت کی بابت تصدیق یا تکذیب کا اقرار کرے۔ یہ نہیں کہ تصویر دکھائی جائے۔

ھذا الرجل کی تشریح کرنے میں بعض علماء نے کہدیا ہے کہ آنحضرتؐ کی قبر مبارک تک پردہ اٹھ جاتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ تصویر دکھائی جاتی ہے۔ یہ سب اُن کے اپنے خیالات ہیں۔ کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ھذا کا استعمال مشہور آدمی کے لئے بھی آیا کرتا ہے۔ اس کے ثبوت میں سردست ہم تین مثالیں پیش کر سکتے ہیں۔

(۱) تاریخ ابن خلدون کی جلد اوّل کے صـ۲۸ پر لکھا ہے۔ ھذا جوھر الصقلی الکاتب قائد جیش العبید بین الخ مصنف اپنے سے بہت پہلے کا واقعہ لکھتا ہوا کہتا ہے "یہ جوہر صقلی جب لڑائی کو چلا وغیرہ" (۲) اسی جلد کے صـ۱۳۷ پر لکھا ہے ھذا عثمان لما حصر فی الدار (یہ عثمان رضی اللہ عنہ جب گھر میں گھر گئے)۔ (۳) اسی صفحہ پر لکھا ہے ھذا علی اشار علیہ المغیرۃ" یہ علی رضی اللہ عنہ ہیں جن کو مغیرہ نے مشورہ دیا تھا۔ پس نہ خود صورت منورہ دکھائی جاتی ہے۔ نہ تصویر۔ نہ کچھ بلکہ شہرت کی وجہ سے صرف یہ کہا جاتا ہے کہ یہ نبی جو تم میں رسول کر کے بھیجا گیا تھا۔ تو اس کے حق میں کیا کہتا تھا۔ ایسے موقعہ پر ھذا کا استعمال عام طور پر کیا جاتا ہے چنانچہ مثالیں ہم بتا چکے ہیں۔ واللہ اعلم۔

از قلم حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم۔ در اہلحدیث ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ

سوال: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ مردوں کو جلاتے تھے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب مردے جی اٹھتے ہوں گے تو ان سے حالات موت و بابت عذاب و ثواب قبر ضرور دریافت کئے جاتے ہوں گے۔ تو اگر مردوں نے کچھ اظہار کیا ہو تو بہ اسناد صحیح اطلاع کریں اور اگر اظہار نہ کیا ہو تو کیا ممکن ہے کہ اظہار کر سکتے ہوں یا بعد زندہ ہونے کے اور لوگ ضرور ان سے تفتیش کرتے ہوں گے۔ لہٰذا کوئی معقول جواب بہ اسناد صحیح ہو تو اطلاع کریں کہ وہ کس طرح زندہ ہو جاتے تھے۔ (ظہیر الحق)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: قرآنی لفظ اُحْیِ الْمَوْتٰی سے صرف احیاءِ موتیٰ ثابت ہوتا ہے۔ سوال از عذاب و ثواب کا ثبوت قرآن یا حدیث میں نہیں ہاں حضرت عزیر پر قیاس کیا جائے جو زندہ ہوئے تھے تو یہی سمجھا جائے گا کہ کسی نے پوچھا ہی نہیں۔ (۸ اگست ۱۹۳۰ء)

تشریح: کہا جاسکتا ہے کہ ان کی وہ موت عالم برزخ کی نہ تھی جو اُن سے سوال منکر نکیر ہوتا۔ ان کو ابھی دنیا میں رہنا تھا جیسے حضرت موسیٰ کے ساتھ جو لوگ کوہ طور پر گئے اور کچھ عرصہ کے لئے مرگئے تھے پھر جی اٹھے۔ وہ موت بھی برزخی نہ تھی۔ ایسے ہی ایک قوم بنی اسرائیل کا ذکر ہے۔ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَھُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَھُمُ اللّٰہُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْیَاھُمْ الآیۃ (پ۲ - ع۱۶)۔ یہ زندگی بھی برزخی نہ تھی۔ لہٰذا جواب اوّل ہی صحیح ہے کہ کسی نے اُن سے دریافت نہ کیا ہوگا۔ اور اتنا موقعہ بھی نہ ملا ہوگا کہ دریافت کریں۔ ایسے امور کی اشاعت سے ایمان بالغیب میں فرق بھی آتا ہے۔

ابو سعید شرف الدین دہلوی

سوال: کیا بجز انبیاء علیہم السلام کے کسی اور شخص کو بھی معصوم کہہ سکتے ہیں۔

جواب: امت میں کوئی معصوم (بے خطا) نہیں۔

اہل حدیث ۳۰ محرم ۱۳۵۲ھ

سوال: اگر مقلد کی یہ تعریف ہے کہ وہ قولِ امام کو بلا دلیل کے مان لے تو صاحبین اور بعض دیگر حنفیہ علماء نے حضرت امام سے کیوں اختلاف کیا۔

جواب: واقعی سوال قابل غور ہے۔ مقلدین اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ صاحبین خود مجتہد فی المذاہب تھے اس لئے ان کو اختلاف کرنے کا حق تھا۔ اس مسئلہ کی تفصیل ہمارے رسالہ تقلید شخصی اور سلفی میں ملتی ہے۔

اہل حدیث ۳۰ محرم ۱۳۵۲ھ

سوال: کیا واقعی اب ہر قسم کے اجتہاد کا دروازہ بند ہے؟

جواب: اجتہاد ملکہ کسبی ہے۔ اس لئے یہ بند نہیں۔ خود حنفیہ کی تصریح ہے کہ شیخ ابن ہمام شارح ہدایہ درجہ اجتہاد کو پہنچا ہوا تھا۔

اہل حدیث ۳۰ محرم ۱۳۵۲ھ

شرفیہ: اجتہاد جاری ہے اور قرب قیامت تک جاری رہے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر میں جو خطبہ دیا اس میں فرمایا تھا۔ فلیبلغ الشاھد الغائب فرب مبلغ اوعی من سامع۔ متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۲۳۲ ج ۱۔ اور دوسری روایت میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فحفظھا ووعاھا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرب حامل فقه غیر فقیه ورب حامل فقه الی من هو افقه منه الحدیث رواه الشافعی والبیهقی فی المدخل واحمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجة والنسائی ـ مشکوٰة ج ا ص۳۵ وقال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یزال من امتی امة قائمة بامر الله لا یضرهم من خذلهم ولا من خالفهم حتی یاتی امر الله وهو علی ذالك ـ متفق علیه ـ مشکوٰة ص۵۸۳ ج ۲)۔ ان احادیث سے ثابت ہوا کہ صحابہؓ نے آپ کے حکم سے تابعین کو احکام شریعت پہنچائے۔ انہوں نے آگے اپنے شاگردوں کو۔ علی ہذا القیاس تا قیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ اور ہر زمانہ میں پہلوں سے بھی بعض افقہ ہوں گے اور قیامت تک بسبب تفقہ حق پر رہیں گے۔ پس ثابت ہوا کہ قیامت تک اجتہاد جاری رہے گا۔ اس لئے کہ تمام جزئیات کتاب و سنت میں مصرحہ نہیں۔ پس سوائے اجتہاد کے کوئی چارہ نہیں اور یہ امر بدیہی ہے کوئی جاہل مطلق ہی اس سے انکار کر سکتا ہے۔ فافہم و تدبر اور مقلدین کا دعویٰ انقطاع اجتہاد رجما بالغیب اور قول باطل بلا دلیل ہے۔

ابو سعید شرف الدین ۔ دہلوی

سوال: اگر کوئی مقلد کسی مذہبی پیشوا سے یہ سوال کرے کہ اس مسئلہ میں آپ مجھے دلیل سے سمجھائیں تو کیا وہ تقلید سے باہر ہو جائے گا۔

جواب: تقلید کی تعریف میں چونکہ دلیل کا عدم علم داخل ہے۔ اس لئے صورت مرقومہ تقلید کے برخلاف ہے۔

اہل حدیث ۳۰ محرم ۱۳۵۲ھ

سوال: سورہ کہف میں حضرت خضرؑ کے متعلق لکھا ہے کہ وعلمناه من لدنا علما زید کہتا ہے کہ حضرت خضرؑ کو اللہ تعالیٰ نے علم لدنی عطا کیا تھا۔ جو اس آیت میں مذکور ہے۔ عمر کہتا ہے کہ علم لدنی کی تعریف کیا ہے۔ اس آیت میں تو علم لدنی کا تذکرہ نہیں ہے۔ زید اس کے ثبوت میں صحیح بخاری کے باب العلم کی ایک حدیث جو حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قسم کے علم بتلائے تھے۔ ایک کو تو ہم نے سب کے لئے پھیلایا اور سب پر ظاہر کر دیا۔ اگر دوسرے کو ظاہر کر دوں تو میرا حلقوم کٹ جاوے گا۔ یعنی میں قتل کیا جاؤں گا۔ یہ دوسرا علم وہی علم باطن یا علم لدنی ہے۔ سوال یہ ہے کہ علم لدنی کی تعریف کیا ہے۔ علم لدنی کوئی علم ہے یا نہیں؟

احمد ظہیر الحسن بانسدیہہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: علم لدنی اس علم کو کہتے ہیں جو بغیر کسب و اکتساب کے خدا کی وحی یا الہام سے حاصل ہو اسی لئے سارا قرآن علم لدنی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: تَذْكِرَةً ۚ آتَيْنَاكَ مِن لَّدُنَّا ذِكْرًا (طٰہٰ)۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو جو بتایا گیا تھا اس کی اشاعت کرنے کا حکم یا منع نہیں تھا۔ اسی لئے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بعض واقعات نہیں بتلائے جو ظالم امراء کے متعلق تھے بمصلحت مبنی تھی۔ گناہ نہیں تھا۔ گناہ جب ہوتا کہ حکم کے خلاف ہوتا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ موت سے ہمرے تھے۔

اہل حدیث ۵ رجب ۱۳۶۲ھ

تشریح: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو دو قسم کی احادیث معلوم تھیں ایک متعلق احکام دین دوسری متعلق شرور و فتن آپ نے احادیث احکام کی اشاعت فرمائی۔ مگر فتن کی احادیث کو حکام ظلمہ کی وجہ سے حسب موقع بیان کیا اور بس۔

سوال: ہمارے گاؤں میں ایک شخص ہے جو نماز اپنے پیر کے گاؤں کی طرف یا جس طرف اس کا پیر جائے۔ اسی طرف پڑھتا ہے۔ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز نہیں پڑھتا۔ اس کا پیر بھی اس کو اس بیہودہ فعل سے منع نہیں کرتا۔ لہٰذا آپ اس پر روشنی ڈالیں

قمر الدین اسمٰعیل سکنہ ٹھٹھہ بھٹیاں شیخوپورہ

جواب: صورت مرقومہ میں شخص مذکور کا فعل قرآن و حدیث کے صریح خلاف ہے۔ اور شرک ہے۔ قرآن مجید میں صاف ارشاد ہے۔ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ واللہ اعلم۔

۱۱ جمادی الاول ۱۳۶۳ھ

سوال: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ محمد رسول اللہ کا وظیفہ پڑھنا یا کلمہ خوانی اس طور پر کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔؟

محمد شہادت اللہ۔ خریدار اہلحدیث ۱۱۴۹

جواب: کلمہ طیبہ کے دو حصے ہیں۔ ایک میں توحید کی تصدیق ہے۔ دوسرے میں رسالت کی تصدیق ہے۔ دونوں کا ذکر قرآن مجید میں مذکور ہے۔ دونوں حصوں کو تصدیق کے طور پر پڑھنا جائز بلکہ شرعی حکم ہے۔ اس کو وظیفہ نہیں سکتے۔ وظیفہ ہے یا اللہ۔ یا رحمن۔ ندا کے ساتھ اسی طرح کوئی یا محمد۔ یا رسول کہے تو بیشک ناجائز ہے۔

یکم محرم ۱۳۶۵ھ

تشریح از علامہ ابوالقاسم بنارسی رحمۃ اللہ علیہ!

بات یہ ہے کہ کلمہ طیبہ پڑھنے کے دو موقع ہیں۔ ایک تو بطور اقرار و شہادت کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے بطور ذکر و عبادت کے۔ موقع اوّل میں تو دونوں جزء ملا کر پڑھنا ضروری ہے۔ کیونکہ بغیر ان دونوں جزؤں کے شہادت ہی نہ ہوگی۔ اسی لئے فرمایا گیا۔ الاسلام ان تشہد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ (متفق علیہ) لیکن موقع ذکر و عبادت میں فقط لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہی ہے۔ کیونکہ عبادت کے لائق صرف اللہ کی ذات ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو صرف عبد ہیں نہ معبود۔ جیسا کہ عبدہٗ و رسولہٗ کے لفظ سے ظاہر ہے۔ اور حدیثوں میں بھی ایسے مقام پر صرف لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہی آیا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔ لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (مسلم) مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ. لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ (ابوداؤد) اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (ترمذی ابن ماجہ) یا ایہا الناس قُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ واترکوا اللات والعزیٰ۔ ما قال عبد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الا فتحت لہ ابواب السماء (ترمذی) قل لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (شرح السنۃ و مشکوۃ) ان اور ان جیسی احادیث میں "محمد رسول اللہ" کا لفظ نہیں ہے۔ غالباً اسی لئے صوفیاء کے نزدیک بھی ذکر عبادت میں صرف لا الٰہ الا اللہ ہی ہے۔ اور اس کے پڑھنے کے خاص طریقے مقرر ہیں۔ لہٰذا اہل حدیث باتفاق صوفیائے کرام یہ کہتے ہیں کہ ذکر و عبادت کے موقعہ پر تو صرف لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہی ہے۔ جیسا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور اس پر صوفیا کا عمل ہے۔ ہاں اقرار شہادت کے وقت محمد رسول اللہ کہنا ضروری ہے۔ ورنہ بغیر اس کے ایمان ہی مقبول نہ ہوگا۔ اور اس میں کسی کا اختلاف بھی نہیں ہے۔ فافترقا۔

عاجز محمد ابوالقاسم سیف محمدی بنارسی ۷ ار شعبان ۱۳۳۹ھ

سوال: ہمارے ہاں وبا کے حملہ سے محفوظ رہنے کے لئے اکثر مسجدوں اور محلوں میں سات اذان دیتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے۔

سلطان احمد از ڈمراؤں

جواب: اس فعل کا ثبوت قرآن اور حدیث میں نہیں ملتا۔ ایسا کرنا لوگوں کی ایجاد ہے۔ لہٰذا بدعت ہے۔

۸ محرم ۱۳۴۵ھ

سوال: ایک شخص غیر مسلم کمزور مسلمان کو مار رہا تھا۔ تو زید نے اس کو منع کیا چنانچہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس غیر مسلم نے زید کے سر پر کاری ضرب لگادی۔ اس ضرب سے وہ انتقال کر گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ زید شہید ہوا یا غیر شہید؟ **حافظ سلطان احمد**

جواب: ایک قسم شہادت مظلومی کی موت ہے۔ ان معنی سے وہ شہید ہوا ہے۔ لیکن اس کا غسل، کفن، جنازہ وغیرہ کیا جائے گا۔ واللہ اعلم **۱۳ شعبان ۱۳۶۵ھ**

سوال: ماہِ محرم میں حجامت بنانا، نئے کپڑے پہننا، شادی کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: جائز ہے منع کی کوئی دلیل نہیں۔ **۳ ربیع الآخر ۱۳۶۵ھ**

تشریح: دعوی سنت وجماعت کسے رامی رسد کہ استقامت بر آں طریقہ داشتہ باشد کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمود۔ ما انا علیہ واصحابی وارتکاب تعزیہ پرستی وساختن ضرائح وعلم وغیرہ وآوردن از جائے گل وبالائے چبوترہ نہادہ۔ نعش سبطین رسول الثقلین قرار دادن وتعظیم وتکریم آں نمودہ برآں چیز ہائے مثل شربت ومالیدہ وشیرینی وگل وسہرہ داشتہ فاتحہ براں ودرود خواندن وایں امور مذکورہ راموجب نجات اخروی ووسیلہ ترقی درجات وانجام مقاصد وبرآمدن مطالب دنیوی دانستن۔ ودیگر حرکات نامشروعہ نمودن ملتزم مخالفت ومشاقت جناب سید المرسلین واتباع غیر سبیل مومنین واعراض وتولی از طریقہ مسلمین است کہ موجب سخط خدا ومستحق دخول آتش جہنم است۔ الی آخرہ

فتاوی نذیریہ ج ۱ ص۱۷۱

خلاصہ اس عبارت کا یہ کہ تعزیہ اور اس کے لوازمات علم، شدے وغیرہ بنانا اور ان کا احترام کرنا۔ اور شربت ومالیدہ، شیرینی وغیرہ ان پر چڑھانا اور درود دلانا اور ان کاموں کو دارین کی کامیابیوں کا وسیلہ جاننا یہ سارے افعال سراسر ناجائز حرام اور صریح اللہ اور رسول کے خلاف ہیں۔ اہل سنت والجماعت کے واسطے ہرگز لائق نہیں کہ ایسے بدعی کاموں کے مرتکب ہو کر خدا اور رسول کے غضب میں گرفتار ہوں اور آگ دوزخ کو اپنے لیے ضروری قرار دیں۔

سوال: روح انسان کا اور چرند پرند کا ایک قسم کا ہے۔ یا کہ مختلف اور روح بڑھتا گھٹتا ہے یا نہیں، جوان ہوتا ہے یا بوڑھا ہوتا ہے۔؟ **علی حسن خان آزاد برنیڈہ**

جواب: سوال کے پہلے حصہ کے جواب کے متعلق مجھے کوئی حدیث یاد نہیں کسی اور عالم سے پوچھیے۔ اور بڑھنا گھٹنا جسم کا خاصہ ہے۔ روح جسم نہیں ہے۔ اللہ اعلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرفیہ: حجۃ اللہ البالغہ باب حقیقۃ الروح میں شاہ ولی اللہ مرحوم محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ جس کو لوگ بادی النظر میں روح جانتے ہیں وہ حقیقی روح نہیں وہ روح حقیقی کا مطیہ یعنی سواری ہے۔ وہ گھٹتی بڑھتی بھی ہے۔ تغیر پذیر ہے اور جو روح حقیقی ہے وہ ایک نقطۂ نورانیہ ہے۔ اس میں تغیر و تبدل نہیں۔ انتہیٰ خلاصۃ تعریفہٖ۔ چونکہ روح ایک جنس ہے لہٰذا اختلاف انواع ضرور ہوگا۔

سوال: نحن اقرب جو خدا نے قرآن مجید میں کہا ہے۔ یعنی ہم تمھاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ کیا کافر و زانی و چور و مشرک و ہندو مسلمان سب کی رگوں کے نزدیک رہتا ہے یا صرف مومن و مسلمان کے؟

جواب: بے شک سب کی شہ رگ کے قریب ہے مگر اس کی حقیقت معلوم نہیں۔ چنانچہ فرمایا۔ نحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون۔ اللہ اعلم۔ ۲۶ ربیع الاول ۱۳۶۵ھ

سوال: قوالی سننا کیسا ہے؟ ہماری طرف قوال بہت ہیں۔ چنانچہ خوشی کے وقت لوگ قوالی کراتے ہیں اور سب چھوٹے بڑے شریک ہوتے ہیں؟ سائل مذکور

جواب: قوالی سننا لہو لعب اور گناہ ہے۔ اللہ اعلم۔ ۲۶ ربیع الاول ۱۳۶۵ھ

سوال: ہمارے علاقہ میں ایک خانقاہ ہے۔ بعض لوگ اس خانقاہ کے پیر کے نام کا بکری کا بچہ چھوڑتے ہیں اور جب بچہ سال بھر کا ہو جاتا ہے یا جب وہاں عرس ہوتا ہے تو چڑھاتے ہیں۔ کیا خانقاہ کے نام کا چھوڑا ہوا بکرا اگر بیمار ہو جائے تو اس کو ذبح کر کے مسلمان اس کا گوشت کھا سکتے ہیں؟ عبدالغنی ٹیچر زٹریننگ سکول جموں توی

جواب: صورت مرقومہ میں بکرے کا گوشت کھانا حرام ہے۔ کیونکہ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ کے حکم میں ہے۔ اللہ اعلم۔ اہل حدیث ۱۰ رجب المرجب ۱۳۶۵ھ

تشریح از علامہ عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث مبارکپوری مدظلہ العالی | لغت میں اہلال کے معنی مطلق رفع صوت کے ہیں یا مطلق نام ذکر دینے کے کما لا یخفی علی من لہ ادنی ممارسۃ بکتب اللغۃ وموارد مادۃ ھذا اللفظ فی الحدیث والادب العربی۔ پس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ نے اس جانور کو حرام کیا ہے جو بہ نیت تقرب و

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعظیم غیر اللہ کے لئے نامزد کر دیا گیا ہو۔ یا اس چیز کو جو اللہ کے سوا اللہ کسی کے نام سے پکاری گئی ہو۔ اس تحقیق کی رو سے ثابت ہوا کہ جانور یا کسی چیز کی حرمت کی علت اور مناط غیر اللہ کے تقرب اور تعظیم کی نیت سے غیر اللہ کے نام پر اس جانور یا چیز کو نامزد کر دینا ہے۔ پس اگر ایسے جانور کو جسے غیر اللہ کے تقرب اور تعظیم کے لئے نامزد کر دیا گیا ہے۔ اسی غیر اللہ کی تعظیم تقرب کی نیت دل میں رکھ کر ذبح کیا جائے تو وہ حرام ہوگا۔ عند جمهور المحدثين والفقهاء الحنفية۔ عام ازیں کہ وقت ذبح اللہ کا نام لیا جائے یا نہ بوقت ذبح بسم اللہ کہنے سے وہ حلال نہ ہوگا۔ جب کہ دل میں نیت غیر اللہ کے واسطے ذبح کرنے کی ہے۔ اس لئے کہ عوام ایسے جانور کو ذبح کرنے میں غیر اللہ کی تعظیم و تقرب کا قصد کرتے ہیں اور محض عادۃً و رسماً بسم اللہ بھی پڑھتے ہیں اور اعتبار نیت کا ہے نہ ظاہری الفاظ کا۔ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ الخ (مصباح ص۹ جلد ۱ ج۳)

حضرت مجدد الف ثانی رح اور زمانہ حال کے اہل بدعت

بہت سے جاہل نام کے مسلمان شہیدوں اور بزرگوں کے لئے مرغوں، بکروں وغیرہ جانوروں کی نذریں مانتے ہیں۔ اور جب ان کے پورا کرنے کا وقت آتا ہے۔ تو ان جانوروں کو ان شہیدوں یا بزرگوں کی قبروں یا ان سے خصوصیت رکھنے والے کسی اور مقام پر لیجا ذبح کرتے ہیں (میاں کبیر کی گائے شیخ سدو کا بکرا سید سالار یا شاہ مدار کا مرغا یہ سب اسی قبیل سے ہیں)

علمائے اہل سنت اس فعل کو "شرک" کہتے ہیں اور ہمارے زمانہ کے اہل بدعت ایصال ثواب کی تاویل سے اس سب خرافات کو ٹھیک، درست اور ان ذبائح کو حلال طیب ٹھہراتے ہیں۔ اہل سنت اور اہل بدعت کا یہ بھی ایک مشہور نزاعی مسئلہ ہے اب حضرت مجدد قدس سرہ کا فیصلہ اس بارہ میں ملاحظہ فرمایئے۔

"و حیوانات را کہ نذر مشائخ می کنند و بر سر قبرہائے ایشاں رفتہ ان حیوانات ذبح مے نمایند در روایات فقہیہ ایں عمل را نیز داخل شرک ساختہ اند و دریں باب مبالغہ نمودہ ایں ذبح را از جنس ذبائح جن انگاشتہ اند کہ ممنوع شرعی است و داخل دائرہ شرک" (مکتوب ۴۱ دفتر سوم ص۸)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بزرگوں کے لئے جو حیوانات (مرغوں، بکروں وغیرہ) کی نذریں مانتے ہیں اور پھر ان کو قبروں پر لے جا کر ذبح کرتے ہیں۔ تو فقہی روایات میں اس فعل کو بھی شرک میں داخل کیا ہے۔ اور فقہاء نے اس باب میں پوری شدت سے کام لیا ہے۔ اور ان قربانیوں کو جنوں (دیوتاؤں اور دیویوں) کی قربانی کے قبیل سے ٹھیرایا ہے جو شرعاً ممنوع اور شرک ہیں۔

حضرت مجدد قدس سرہٗ کا یہ واضح فیصلہ ہے کہ جاہل، قبر پرست۔ شہیدوں اور بزرگوں کی نذر کے طور پر جو جانوروں کی قربانی کرتے ہیں وہ داخل شرک ہیں۔ نیز حضرت قدس سرہٗ کی اس تصریح سے یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ "روایات فقہیہ" میں بھی اس کو شرک ہی قرار دیا گیا ہے۔ اور "فقہاء" کے نزدیک اس کی حیثیت "ذبائح جن" ہی کی سی ہے۔ یعنی ان جانوروں کی سی جن کی قربانی دیوتاؤں دیویوں یا پریوں کے لئے کی جاتی ہے۔

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ"

پیروں اور بیبیوں کا روزہ اور ایام معینہ میں خاص طریقوں اور مخصوص کھانوں کے ساتھ بزرگوں کی فاتحہ کا بہت سے مقامات پر جاہل عورتوں میں اب تک رواج ہے کہ وہ اپنی حاجتوں کے لئے خاص خاص دنوں میں پیروں، شہیدوں اور بعض بیبیوں مثلاً حضرت بی بی فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے نام کے روزے رکھتی ہیں۔ اور ان کو اپنی حاجت برآری کا ذریعہ سمجھتی ہیں۔ علماء اہل سنت کے نزدیک یہ بھی داخل شرک ہے۔ اور اہل بدعت اس میں بھی ایصال ثواب کا وہی فرسودہ حیلہ نکال کر اس کو بھی جائز بلکہ "امر مستحسن" گردانتے ہیں۔ حضرت مجدد قدس سرہٗ اس بارہ میں بھی صاف ارقام فرماتے ہیں۔

"وازیں عالم است صیام نساء کہ بہ نیت پیراں و بیبیاں نگاہ دارند و اکثر نامہائے ایشاں را از خود تراشیدہ روزہائے خود را بنام آنہا نیت کنند و در وقت افطار از برائے ہر روزہ خاص بوضع مخصوص تعین مے نمایند و تعین ایام نیز مے کنند از برائے صیام و مطالب و مقاصد خود را بایں روزہا مربوط مے سازند و بتوسل ایں روزہ ازینہا حوائج مے خواہند و روائے حاجت خود را از آنہا مے دانند۔ ایں شرکت در عبادت است و بتوسل عبادت غیر حاجات خود را ازاں غیر خواستن است۔ شناعت ایں فعل را نیک باید دریافت ... وحیلہ است آنچہ بعضے از زنان در وقت اظہار شناعت ایں فعل گویند کہ ما ایں روزہ ہا برائے خدا نگاہ مے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

داریم و ثواب آں بہ پیراں مے بخشیم اگر دریں امر صادق باشند تعیین ایام از برائے صیام چہ در کار است و تخصیص طعام و تعیین اوضاع شنیعہ مختلفہ در افطار برائے چیست (مکتوب ۴۱ دفتر سوم صفحہ)

ترجمہ: اور شرک ہی کے قبیلہ سے ہیں عورتوں کے وہ روزے جو وہ پیروں اور بیبیوں کی نیت سے رکھتی ہیں اور ان میں سے اکثر کے تو نام بھی خود انہی کے تراشے ہوتے ہیں۔ اور انہی خود ساختہ ناموں پر وہ روزے رکھتی ہیں۔ اور سرِ افطار کے لئے انہوں نے خاص طریقے مقرر کئے ہیں۔ اور ان روزوں کے دن بھی الگ الگ مقرر ہیں یہ بدبخت اور جاہل عورتیں اپنی حاجتوں کو ان روزوں سے وابستہ کرتی ہیں۔ اور ان روزوں ہی کے وسیلے سے اپنی مرادیں ان پیروں یا بیبیوں سے مانگتی ہیں اور ان کی حاجت روائی کا اعتقاد رکھتی ہیں۔ اور یہ بلاشک شرک فی العبادت اور غیر اللہ کی عبادت کے ذریعہ اسی غیر سے اپنی مرادیں چاہنا ہے۔ اس مشرکانہ فعل کی شناعت و خرابی اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے ..... اور وہ جو بعض عورتیں اس کے جواب میں یہ تاویل کرتی ہیں کہ ہم یہ روزے اللہ کے واسطے رکھتے ہیں۔ اور ان کا ثواب پیروں کو بخشتے ہیں۔ سو یہ محض ان کا حیلہ ہے۔ ورنہ اگر وہ اس بات میں سچی ہوتیں تو ان روزوں کے لئے خاص ہی دنوں کا تعین کیوں ہوتا۔ اور پھر افطار میں خاص قسم کے کھانوں اور خاص طریقوں کے اہتمام کے کیا معنی؟

حضرت مجدد قدس سرہ کے اس ارشادِ گرامی سے ایک طرف تو پیروں اور بیبیوں کے نام کے روزوں" کا شرک ہونا معلوم ہوا۔ اور دوسری طرف یہ اصول بھی صاف ہو گیا کہ اگر کسی بزرگ کو صرف ایصالِ ثواب مقصود ہو تو پھر دن، تاریخ کے تعیین اور کسی مخصوص ہی کھانے کے اہتمام اور کسی خاص ہی طریقے کے التزام کے کوئی معنی نہیں۔ اور جو جاہل لوگ بزرگوں کی فاتحہ میں یہ سارے التزامات و اہتمامات کرتے ہیں۔ وہ درحقیقت کسی مخفی اعتقادی خرابی اور مشرکانہ قسم کی کسی توہم پرستی میں مبتلا ہیں اور "ایصالِ ثواب" کی آڑ وہ صرف حیلے کے لئے دیتے ہیں۔

یہی ہے وہ زریں اصول جس کی بناء پر علماء اہل سنت مروجہ گیارہویں، بارہویں، بی بی کی صحنک، شیخ عبدالحق کے توشہ، سہمنی شاہ بو علی قلندر وغیرہ وغیرہ کو سختی سے ناجائز کہتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور اس بارہ میں غیر معمولی شدت برتتے ہیں۔"

(الفرقان بریلی صفحہ بابت ربیع الاول ۱۳۵۲ھ)

اہل حدیث ۹ جون ۱۹۳۳ء

سوال: امام مہدیؑ کی آمد کے نشانات جیسے اصلی نام، جائے پیدائش، قومیت، حلیہ وغیرہ نیز آمد کی غرض و غایت جو احادیث میں مرقوم ہیں بالفاظ بحوالہ صفحہ و کتاب حدیث تحریر فرمائیں

حکیم غلام نبی

جواب: امام مہدی کا نام محمد، جائے پیدائش مکہ معظمہ، حلیہ مثل حلیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آمد کی غرض و غایت ہدایۃ الناس یملأ الارض عدلا کما ملئت جورا۔ مفصل در حجج الکرامہ

۲۸ اگست ۱۹۳۱ء

سوال: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں یا نہیں۔

جواب: ایک روایت میں ایسا آیا ہے "نبی اللہ حی"۔ مگر اس حیات کی حقیقت ہم نہیں جانتے۔ اور یہ دنیاوی حیات نہیں۔

۶ نومبر ۱۹۳۱ء

سوال: مقلدین کو رسولؐ کی شفاعت نصیب ہوگی یا نہیں۔؟

جواب: ہر کلمہ گو غیر مشرک کو شفاعت ہوگی۔ مقلدین بھی اس میں داخل ہیں۔ ۶ نومبر ۱۹۳۱ء

تعاقب: جناب مفتی صاحب اس حدیث کا کیا مطلب ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متفرق ہوگی میری امت اوپر تہتر گروہ کے۔ وہ سب دوزخ میں جائیں گے مگر ایک گروہ۔ صحابہؓ نے عرض کیا کونسا ہوگا وہ گروہ۔ اے رسول خدا!۔ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب۔ قرآن و حدیث سے صاف صاف ظاہر ہے کہ نجات پانے والی جماعت اہل حدیث ہی ہے۔ جب مقلدین کو بھی شامل کرلیا تو باقی فرقے خارج ہیں

ابو القاسم خالد

جواب: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ پورے پورے توحید و سنت کے پابند ہوں گے وہ تو دوزخ سے بالکل دور ہی رہیں گے۔ اولئک عنها مبعدون اور جن میں کچھ کمی ہوگی (بشرطیکہ شرک کے مرتکب نہ ہوں گے) تو ان کو سزا مل کر نجات ہو جائے گی۔ چنانچہ حدیث شفاعت میں تفصیل آئی ہے۔

۲۲ جنوری ۱۹۳۲ء

سوال: کسی ولی کے نام پر چھوڑا ہوا بکرا اگر ولی کا نام لئے بغیر فقط بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر کاٹا جائے۔ کیا تب بھی حرام ہو جاتا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: جو چیز کسی غیر اللہ کے نام پر بطور خیرات کے رکھی جائے وہ حرام ہے۔ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ۔

(۷ ہر نومبر سنہ ۱۹۳۱ء)

سوال: تقدیر کے لکھے ہوئے کے خلاف انسان کام کر سکتا ہے یا نہیں۔ تقدیر لکھی ہوئی تبدیل ہو سکتی ہے یا نہیں۔

جواب: تقدیر کو تقدیر والا ہی تبدیل کر سکتا ہے۔ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ

(۱۳ر مئی سنہ ۱۹۳۰ء)

تقدیر کی تفسیر بطرز جدید

تقدیر کیا ہے؟ آئندہ ہونے والے واقعات کا اندازہ یا موازنہ۔ جس طرح سلطنتوں کا نظم و نسق اور موازنہ شائع ہوتا ہے۔ مگر فرق اتنا ہے کہ سلطنتوں کا موازنہ انسانی ہاتھوں کا مرتبہ ہوتا ہے۔ اس لئے سال ختم ہونے تک اس میں کمی بیشی ہونے کا امکان رہتا ہے بلکہ بعین طور کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔

موازنہ میں ہر ایک کام کے لئے ایک مقدار رقم کی شریک رہتی ہے۔ لیکن اتنی رقم خرچ نہیں ہونے پاتی۔ یا زیادہ خرچ ہو جاتی ہے۔ کام جیسا مطلوب تھا انجام نہیں پاتا۔ اسی قسم کے سینکڑوں انقلابات رونما ہوتے ہیں۔ یہ خود دلیل انسانی کمزوری کی ہے۔ موازنہ قدرت کا حال ایسا نہیں۔ اس کی بیشی ناممکن۔ اس میں افراط و تفریط ناممکن۔ اس میں مقررہ کام کی کمی ناممکن۔ غرض اس میں مقدار مقررہ اور حدود مقررہ سے تجاوز ناممکن ہوتا ہے۔ یہ اس لئے کہ موازنہ موصوفہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کا مرتب فرمودہ ہے۔ جس کے قبضہ قدرت میں سارا جہان اور جہانیاں ہیں۔ اور جس سے ذرہ ذرہ کسی طرح پوشیدہ نہیں۔

نیز ایک فرق یہ ہے کہ دنیوی سلطنتوں کا موازنہ صرف رقمی آمد و خرچ کے حسابات تک محدود رہتا ہے۔ اور صانع حقیقی کا موازنہ ہر امر کلی و جزئی، ارضی و سماوی، ملکی و ملکی اور جملہ تغیرات و تصرفات وغیرہ پر محیط رہتا ہے۔ سلطنتوں کا موازنہ ایک محدود زمانہ سال دو سال تک کے لئے ہوتا ہے اور موازنہ الٰہی ازلی و ابدی ہوتا ہے۔ کیونکہ انسان اپنی جہل کی وجہ سے ہر چیز کی تفصیلات پر احاطہ نہیں کر سکتا۔ اور اپنے حادث ہونے کی وجہ سے محل تغیر و انقلاب میں ہے۔ خداوند تعالیٰ کی ذات قدیم، تغیر و فساد سے بری اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔ اور کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں، تو اس کا موازنہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُسی شان کا ہونا چاہیئے اور ہے ۔ چنانچہ ارشاد ہے :-
كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ
" اللہ سبحانہ کے پاس ہر چیز ایک اندازہ پر ہے وہ حاضر و غائب سب کو جاننے والا ۔ بڑائی والا اور سربلندی والا ہے "

اور دوسری جگہ ارشاد ہے :-
إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ
" ہم نے ہر ایک چیز کو ایک اندازہ سے پیدا کیا ہے ۔ اور ہمارا ہر امر صرف ایک پلک جھپکنے کے برابر ہے "

جس طرح سلطنتوں کے موازنہ میں قیدیوں کے خوراک کی رقم ۔ ان کے پوشاک کی رقم اور ان کے جملہ اخراجات کا اندازہ شریک رہتا ہے ۔ اور اُن کے جرم سے سلطنت ناراض اور اُن کے جرائم کے خلاف حکومت سے حکم صادر ہوتے ہیں لیکن باوجود اس کے ان کے جملہ اخراجات عدالت ، پولیس ، مجلس فوج وغیرہ کے مصارف شریک موازنہ ہوتے ہیں ۔ اسی طرح خداوند تعالیٰ شانہ بھی عاصیوں کے عصیان سے ناراض ہے ۔ اور اُن کی نافرمانی خلاف امر الٰہی ہے اور اس کی سزادہی کے لئے اللہ پاک نے دنیا میں مذکورہ اسباب اور آخرت میں دوزخ اور اس کے عذاب پیدا کئے ہیں ۔ اللہ محفوظ رکھے آمین ۔

مثلاً کسی جگہ قتل کی واردات ہو جاتی ہے ۔ تو اس میں شک نہیں کہ قاتل سرکاری ملازم یا رعایائے سرکاری اس کا ہتھیار جس کے ذریعہ خون کیا ہے وہ بھی سرکاری ۔ یا کم از کم سرکاری حکم و اجازت سے بنایا ہوا ۔ یا سرکاری اجازت سے درآمد کیا ہوا ہوتا ہے ۔ لیکن سرکاری اجازت کسی بے گناہ کے متعلق قتل کی ہرگز نہیں ہوتی ۔ اسی طرح ان واقعات کو تقدیر الٰہی کے تحت سمجھنا چاہیئے ۔ کہ ایک خدا کے بندے نے اللہ کے بندے کو اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہتھیار سے اللہ کے ملک میں اللہ کی دی ہوئی قوت سے قتل کیا ۔ لیکن اللہ پاک نے اُس بے گناہ کو قتل کرنے کا حکم کبھی نہیں دیا تھا ۔ اس لئے سزا و جزا کا اس سے متعلق ہونا سلطنت کے نزدیک بھی واجبی بات ہے ۔ اور خداوند تعالیٰ شانہ کے پاس بھی ۔ فرق اس قدر ہے کہ سلطنت کے موازنہ میں ان امور کا اندراج

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے۔ اس لیے کہ ان واقعات کو رقمی آمد و خرچ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ صرف قیدی مذکور کی خوراک، پوشاک، مجلس، محافظ دستہ کے اخراجات، فیصلہ کنندہ حاکم اور محکمہ کے اخراجات وغیرہ وغیرہ رقمی مدات درج موازنہ ہیں۔ اور اللہ پاک نے اپنے علم محیط اور قدرت علی الاطلاق وغیرہ کے مدنظر ہر امر کو تقدیر میں لکھا ہے۔ جس میں بے شمار حکمتیں ہیں۔ جن کو وہی خوب جانتا ہے اور کسی کو اس میں چون وچرا کرنے کی کوئی مجال نہیں۔ ارشاد ہے۔

لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ۔ اس کے کیے ہوئے کی نسبت کوئی سوال کا جاز نہیں۔ خود ان لوگوں سے بازپرس ہوتی ہے۔ جب ہتھیار کی تیاری یا درآمد، اور اس کی فروخت، اس کے طریقہ استعمال کی تعلیم، وغیرہ (امور جو مبادی قتل ہیں) کے باوجود حکومت پر قتل کی ذمہ داری نہیں اور قاتل کو سزا دینے میں وہ حق بجانب ہے۔ تو کس کا منہ ہے کہ باری تعالیٰ شانہ کی جناب میں کوئی دریدہ دہنی کرے۔ اور اس کے کسی فعل پر حرف شکایت یا اعتراض زبان پر لائے۔ معاذ اللہ معاذ اللہ۔ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُوْلُوْنَ إِلَّا كَذِبًا "بہت بڑی گستاخی کی بات ہے جو معترضین کی زبان سے نکل جاتی ہے۔ وہ صرف جھوٹ کہتے ہیں" ان کو ایسا کہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

چونکہ بعض نافہم یا کج فہم یا کم فہم لوگ کچھ کا کچھ سمجھ لیتے اور اعتراض کر بیٹھتے ہیں۔ اور مسئلہ تقدیر باریک مسئلہ ہے۔ اس بارے میں حصہ لینے اور اس میں موشگافیاں کرنے یا بحث کرنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔

دوسرے انسان کا کام اپنے فرائض کی انجام دہی ہے۔ نہ کہ موازنہ پر غور و خوض کرنا۔ کام کرنے والوں کو تو موازنہ سے غرض ہی نہیں۔ ان کو صرف اپنے دستور العمل پر کاربند رہنا چاہیے۔

سلطنت کا موازنہ چونکہ انسانی ہاتھوں کا بنا یا ہوا ہوتا ہے۔ جس میں کمزوریاں بھی ہیں اور اعتراض بھی۔ کسی کی حق تلفی بھی ہے اور دیگر اصولی لغزشیں بھی۔ اس لیے اس پر وہ لوگ بحث کرتے ہیں جو اس کی اصلاح کرا سکتے ہیں۔ تو ان کا بحث کرنا بھی بجا ہے۔ لیکن خداوند تعالیٰ کا ہر حکم اکمل ہے اور ہر امر کی بنیاد مستحکم۔ یہاں دم مارنے کی کسی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو کیا مجال ہے۔ لہٰذا بحث کر کے اپنے اوقات ضائع کرنے کے سوا تقدیر میں بحث کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔

پس یہ اعتقاد رکھنا چاہیئے کہ ہر امر خواہ خیر ہو یا شر۔ اللہ سبحانہ کی طرف سے ہے۔ خیر سے خدا راضی اور اُس کا حکم فرماتا ہے۔ اور شر سے خدا ناراض اور اس کے کرنے کا کبھی حکم نہیں فرماتا۔ جتنے بُرے کام دُنیا میں ہوتے ہیں۔ وہ اگرچہ تقدیر الٰہی سے باہر نہیں لیکن خلافِ امرِ الٰہی ضرور ہیں۔ اسی طرح اچھے کام جس قدر ہوتے ہیں۔ وہ بھی تقدیر الٰہی میں داخل اور حکمِ الٰہی کے مطابق ہیں۔ لہٰذا برے کام کی سزا اور اچھے کام کی نیک جزا ملنی بھی واجبی بات ہے۔ اور یہ بھی تقدیر الٰہی میں داخل اور موازنہ الٰہی میں شامل ہے۔

ابوالنصر محمد شفیع مئوی مدرس مدرسہ محمدیہ دیوریا	اہل حدیث ۲۶ مئی ۱۹۳۲ء

سوال: فرقہ شیعہ بلحاظ اپنے عقائد سب وشتم خلفاء کیا داخل اسلام ہے یا خارج۔

جواب: اسلام کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک یہ کہ آمنوا باللہ و رسولہ اس لحاظ سے تو اصحاب کی تصدیق داخل اسلام نہیں دوسری حیثیت صحبتِ رسولؐ کی ہے جس کی بابت ارشاد ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھ والے ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں سخت ہیں۔ آپس میں رحمدل ہیں۔ تم ان کو دیکھتے ہو کہ رکوع سجود کرتے ہوئے اللہ کا فضل چاہتے ہیں۔ وغیرہ اس آیت کی تصدیق بھی داخل اسلام ہے۔ اس لئے اصحاب کے حق میں سب وشتم کرنے والے کو کافر یا مومن کہنے کے بارے میں کف لسان اور قلم کو روکتا ہوں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ (اہلحدیث ۱۷ دسمبر ۱۹۳۱ء)

تشریح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرح خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم بھی مہاجر ہیں اور یہ امر بدیہی اور تواتر سے ثابت ہے بفحوائے ارشاد باری تعالیٰ

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (پ ۱۱ ع ۲)
اس آیت شریفہ سے روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ خلفاء ثلاثہ وغیرہ صحابہ مہاجرین رضی اللہ عنہم کو کافر و منافق کہنا ان کو سب و شتم کرنا۔ ان کو دائمی دوزخی بتانا قرآن شریف کی تکذیب ہے اور یہ کہنا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد مرتد ہو گئے تھے یا پہلے ہی سے منافق تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ان کو جنتی بتا کر ان کو بشارت بھی دی اور پھر اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر مطلع نہ کیا۔ تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم کیسے رہے اور اگر اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم نہ تھا۔ تو یہ اللہ کی تجہیل ہے۔ بہر حال خلفائے ثلاثہ کے بارے میں ایسے ناپاک خیالات صراحتاً کفر ہیں۔ اب فیصلہ قارئین کرام کے اختیار میں ہے۔ جن کو اللہ عالم الغیب نے دائمی جنتی بتایا۔ ان کو دوزخی کہنا دلوائے علم غیب اور قرآن پاک کی تکذیب ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کو ان کے کفر و نفاق کا علم نہ تھا۔ نیز جو اولاد خلفاء ثلاثہ کے ایمان دار اور جنتی ہونے کے ہیں۔ اگر وہ صحیح نہیں ہیں۔ تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حسین کو شیعہ اپنا پیشوا اور جنتی جانتے ہیں۔ سوائے اُن کے ایمان اور اخلاص کے اور کچھ بھی نہیں۔ وَمَن ادّعیٰ فعلیہ البیان بالبرہان ودونہ خرط القتاد۔

ابو سعید شرف الدین دھلوی

سوال: ہم لوگوں میں دو فریق ہیں۔ ایک فریق کہتا ہے کہ جادو برحق ہے اس کا کرنے والا کافر ہے۔ اور دوسرا فریق کہتا ہے کہ جادو جھوٹا ہے اور کرنے والا مشرک ہے۔

جواب: تم دونوں میں اختلاف نہیں جو جادو غیر اللہ کے نام کا ہے وہ بالکل شرک و کفر ہے۔ اس کا کرنے والا کافر ہے جو جادو کفر کے یا کسی دوسری طرح کے کلام سے ہے وہ بھی بُرے اثر کی وجہ سے بُرا ہے۔ جو شخص جادو کو برحق کہتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ جائز ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ جادو کا اثر واقعی ہے چنانچہ ہاروت ماروت کے جادو کا قرآن شریف سے ثبوت ملتا ہے۔ اللہ اعلم

۲۶ر فروری ۱۹۳۰ء

سحر کیا چیز ہے؟ سحر لغت میں پھرا دینا ایک چیز کا ایک چیز کی طرف ہے۔ اس لحاظ سے اس کو چند معنے پر اطلاق کرتے ہیں۔ اول جو چیز لطیف اور باریک ہو۔ اس پر سحر کا لفظ اطلاق ہوتا ہے۔ اسی پر کئی ایک محاورے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استعمال کرتے ہیں (۱) جیسا اسحرت الصبی - یعنی مہربانی کی میں نے بچہ پر (۲) جیسا شاعروں کو کہتے ہیں - سحر العیون - یعنی اس نے ٹھنڈی کی آنکھیں (۳) طبیب لوگوں کا محاورہ الطبیعۃ ساحرۃ - یعنی مزاج نرم ہے جب مریض کی طبیعت سست ہو (۴) اللہ تعالیٰ کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے ایک قوم کو - بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ - یعنی بلکہ ہم لوگ ایسی قوم ہیں جو لطیف اور ارق دل والے ہیں معرفت سے (۵) اور آپ نے فرمایا اسی معنی کے لحاظ سے ان من البیان لسحرا - یعنی بعض بیان (وعظ) میں لطافت جو دل کو نرم کر دینے والی ہے -

ثانی سحر کا اطلاق دھوکہ اور خیالی چیز جو حقیقت میں ٹھیک نہ ہو - اس پر بھی ہوتا ہے جیسے شعبدہ باز اور افسوں گر اور تمڑی والے ہیں - یہ لوگ اکثر دیہاتی لوگوں میں اور شہریوں میں جاکر آنکھیں بند کر کے رسی پر کھیلتے اور آنکھ سے کا نٹا نکالتے ہیں - پس دوسرے معنی کر کے اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کو (جو کہ شعبدہ بازوں سے مقابلہ کیا تھا) بیان کیا - ملاحظہ ہو سورہ طٰہٰ " يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعٰى یعنی محض خیالی طور سے اُن ساحروں، شعبدہ بازوں کو رسی وغیرہ سے سانپ وغیرہ کی شکل دوڑتی ہوئی نظر آتی تھی - دوسرے - سَحَرُوْٓا أَعْيُنَ النَّاسِ - یعنی اُن ساحروں نے صرف تخیل عین کو بدل دیا - یعنی ظاہر نظر کو پلٹ دیا حقیقت میں تو رسی وغیرہ بعینہٖ رہی تھی - مگر ناظرین کی آنکھوں میں سانپ بچھو نظر آنے لگے - بس ٹھیک آج مسمریزم اسی کو کہتے ہیں - چنانچہ مولانا شیر پنجاب ضیغم قادیانی نے اپنی تفسیر القرآن میں تحت آیت وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ پر حاشیہ لگا کے اس واقعہ کو مسمریزم فرمایا ہے -

ثالث - لفظ سحر کا اطلاق اُن کے قول پر بھی ہوتا ہے جو لوگ شیاطین کی معرفت حاصل کرتے ہیں - یعنی شیاطین سے دوستی و لگاؤ پیدا کر کے اُن سے سیکھتے ہیں - جیسا پنڈت او جان گر و لوگ شیاطین کی معرفت تھوڑی سی حقیقت اور جھوٹ ملا کر لوگوں میں شائع کرتے ہیں - بلحاظ ان معنے کے اللہ پاک اللہ فرماتا ہے - وَلٰكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ - یعنی لیکن شیاطین لوگ کافر ہوئے لوگوں کو جادو سکھاتے تھے -

رابع : اس معنے پر بھی اطلاق لفظ سحر ہے جو کہ ستارہ کے ذریعے سے نجومی لوگ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالت بتاتے ہیں۔ یعنی علوم نجوم بھی از قسم سحر ہے۔
ناظرین کرام! اب تو آپ نے سن لیا کہ یہ چاروں معنے سحر کے ہیں۔ بعض قرآن پاک میں مستعمل ہیں اور بعض عرب کی اصطلاح میں۔ اب صرف اس بات کو سوچنا چاہیے کہ آیا اس سحر میں بنفسہٖ تاثیر ہے یا نہیں؟ آیئے سلف صالحین کی تحقیق کو سنیئے:

قال النووی والصحیح ان له حقیقة وبه قطع الجمهور وعلیه عامة العلماء ویدل علیه الکتاب والسنة الصحیحة المشهورة۔
فتح الباری انصاری ص۲۴ ج۱۰

"یعنی امام نوویؒ کہتے ہیں صحیح بات یہ ہے کہ اس میں بنفسہٖ تاثیر ہے اور اسی پر جمہور اور علماء عام نے بات کو طے کیا اور صحیح حدیث مشہور اور قرآن پاک اسی پر دلالت کرتے ہیں۔"
گویا امام نوویؒ رد کرتے ہیں ان لوگوں کی باتوں کو جو لوگ کہتے ہیں کہ اس میں بنفسہٖ تاثیر نہیں ہے۔ بتاتے ہیں کہ اس میں حقیقی اثر خداداد۔ یعنی اس میں اللہ پاک نے حقیقی اثر دیا ہے جو کرنے والے کرتے ہیں۔ اور اس پاک ذات کی مرضی سے ہوتا ہے۔
اب مرقومہ بالا شہادت کو معلوم کر لینے کے بعد جو لوگ کہتے ہیں کہ جادو کوئی چیز نہیں ہے وہ غلط ہے۔ ضرور جادو ایک چیز ہے جو قرآن پاک میں اللہ پاک نے مختلف لغات ہونے کی وجہ سے مختلف معنوں میں بیان کیا۔ عیاں راچہ بیاں۔ اور جادو کوئی چیز نہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ پر کیوں اثر کرتا۔ اور دو سورۃ معوذتین اس کے دفع کرنے پہ کیوں اترتیں۔ معلوم ہوا کہ یہ ایک چیز بری ہے اور اس کا کرنے والا کافر ہے وہ فلاح نہ پائے گا۔ خدا خود فرماتا ہے۔ لَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ۔ یعنی جادو جیسا بھی ہو کرنے والا فلاح (نجات) نہ پائے گا۔ اور کرانے والا بھی فلاح نہ پائے گا۔ کما هو الظاهر۔
اور بعض لوگوں کا گمان یہ بھی ہے کہ جادو پر یقین کرنے والا بے ایمان ہے۔ تو ان کی بات بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ مومن کا جادو پر یقین اس معنی کر کے ہے کہ وہ ایک بری چیز ہے جو کہ برے لوگ کرتے ہیں۔ اس یقین سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ وہ بے ایمان ہے۔ مثلاً ہم جانتے ہیں شیطان کا وجود دنیا میں ہے اور وہ رجیم ہے اور وہ لوگوں کو بہکاتا پھرتا ہے۔ تو کیا ہم ان باتوں کو جو خداوند کریم نے بتادی ہیں نہ یقین کریں اور نہ سچ جانیں۔ اسی طرح سے جادو کی حالت قرآن میں بیان کی۔ پس اس کو بھی من حیث جادو مؤثر ہے۔ بحکم خدا یقین کرتے ہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس کو برا جان کر حکم خدا کو پالن کرتے ہیں۔ یعنی خدا اور رسول کے منع کرنے کی وجہ سے ہم نہیں کرتے۔ اور ساحروں کو لائق قتل ہم جانتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ اپنے عامل کو خط میں لکھتے ہیں۔ ان اقتلوا کل ساحر وساحرۃ۔ فتح الباری انصاری پ۴۔ ص۱۴۹۔ یعنی قتل کرو تمام جادوگر مرد اور جادوگر عورتوں کو

والسلام۔ محمد گلزار مدرس مدرسہ کفر دصول۔ پوسٹ گاجل ضلع مالدہ۔

اہلحدیث ۱۳ رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۱ھ

سوال: عذاب قبر و سوال نکیرین کا اعتقاد جو شریعت محمدیہ میں مسلم الثبوت و احادیث صحیحہ کثیرہ سے ثابت ہے۔ بعض احباب اس کا ثبوت قرآن شریف سے چاہتے ہیں (ظہیر حسن)

جواب: عذاب قبر کا ثبوت ملتا ہے۔ فرعونیوں کے حق میں مذکور ہے۔ اَلنَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ (پ۲۴۔ ع۱۹) فرعونیوں کو آگ کے عذاب پر صبح و شام پیش کیا جاتا ہے) اس کے علاوہ ارشاد ہے۔ وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ۔ حدیثوں میں ان ہی دو آیتوں کی تفصیل ہے۔ اللہ اعلم۔ ۲۰ ذی قعدہ سنہ ۱۳۶۲ھ

تشریح: یہ عذاب قبر بطور حوالات کے ہے۔ پورا عذاب قیامت میں ہوگا۔ اسی طرح اسے کلاس کے لوگوں کے لیے قبر میں کچھ راحت بھی ہے۔ پوری راحت قیامت کو ملے گی۔

مولانا عبد السلام شیخ الحدیث دھلوی　　اہل حدیث دہلی۔ ۱۵ جون سنہ ۱۹۵۱ء

سوال: کیا کتاب اور شریعت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں؟

جواب: کتاب کے دو معنی ہیں۔ ایک آسمانی وحی جو الہامی لفظ میں انبیائے کرام پر نازل ہوتی تھی۔ جیسے قرآن۔ توراۃ وغیرہ اس کے علاوہ انبیاء کے قلب پر مضمون القا ہوتا تھا جسے وہ اپنے لفظوں میں بیان کرتے تھے۔ اسی کو حدیث انبیا کہتے ہیں ان معنی سے کتاب خاص ہے اور شریعت عام ہے جو دونوں کو شامل ہے دوسرے معنی کتاب کے ہیں شریعت الٰہیہ جو دونوں حصوں کو شامل ہے۔ ان معنی سے کتاب اور شریعت ایک ہی چیز ہے۔

۱۰ شعبان سنہ ۱۳۶۱ھ

تشریح: یہی سنت نبوی کا مفہوم ہے۔ حضرت علامہ سید سلیمان ندوی سیرت نبوی ج۴ ص

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر لکھتے ہیں۔
کتاب اصولی احکام ہیں۔ اور سنت ان اصولی احکام کی عملی تشریح اور بیان ہے۔ کتاب براہ راست وحی الٰہی کا نتیجہ اور سنت ملکۂ نبوی ہے۔ کتاب بلفظ وحی ہے اور سنت بالمعنیٰ پیغمبر کی وحی اور ملکۂ نبوت دونوں کے احکام واجب الاتباع ہیں۔ "وحی اور ملکۂ نبوت" پر ایک علمی مقالہ اہل حدیث ۱۰ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۱ھ میں دیکھئے۔

سوال: ہمارا لین دین ہندوؤں سے ہے۔ کسی وجہ سے فریقین میں جھگڑا ہوگیا ہے اور لین دین بند ہوگیا۔ ہر فریق کے پاس جتنی رقم رہ گئی ہے اس نے روک لی ہے تو کیا روزِ محشر ہندو کی رقم کا معاوضہ مسلمانوں سے دلایا جائے گا۔

جواب: ہندو اس ملک ہندوستان کے مسلمانوں کے ساتھ معاہد ہیں۔ حربی نہیں ہیں۔ معاہد کا حکم مسلمان کا حکم ہے۔ اللہ اعلم (۱۴ جمادی الآخر ۱۳۶۲ھ)

سوال: برقع اوڑھ کر مسلمان عورتوں کو سینما اور ناٹک کے تھیٹروں میں جا کر سینما اور ناٹک جائز ہے یا نہیں اور بعض عورتیں ہندو عورتوں کا لباس پہن کر سینما میں جایا کرتی ہیں۔ ایسی عورتوں کے بارے میں خدا اور رسول کا کیا حکم ہے؟

جواب: سینما دیکھنا عورتوں کا ہو یا مردوں کا ناجائز ہے۔ فواحش ہے اس سے بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ہندوانہ لباس پہن کر جانا ڈبل گناہ ہے۔ واللہ اعلم (۷ رجمادی الآخر ۱۳۶۵ھ)

سوال: اس جگہ کے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تصور نہیں کرتے۔ قرآن و حدیث سے ان کے سایہ کا ثبوت دو۔

جواب: یہ بات یوں ہی بے ثبوت مشہور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ جو کوئی بیان کرے۔ اس سے اس کا ثبوت طلب کیجیے۔ اگر مل جائے تو ہمیں بھی اطلاع دیجیے۔ اللہ اعلم (۱۱ نومبر ۱۹۳۸ء ۱۷ رمضان ۱۳۵۷ھ)

سوال: ۱۷ رمضان کے پرچے میں نمبر ۱۶ اگر درج کر دیں تو تنقید کی توقع ہے۔ جو میرے واسطے مفید ہے وھو ھذا ولم یکن لہ صلی اللہ علیہ وسلم ظل فی شمس ولا قمر لانہ کان نورا۔ روی ابن الجوزی عن ابن عباس انہ لم یکن للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ظل ولم یقم مع الشمس الا غلب ضوءہ الشمس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرح زرقانی علی المواہب صفحہ ۲۲ قال عثمان ان اللہ اوقع آیۃ ولولااذ سمعتموہ اسی طرح تذکرۃ الموتیٰ قاضی ثناء اللہ پانی پتی صفحہ ۳ پر لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔

المجیب ابو عبد الغنی فیض پوری

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت مسلّم ہے اور بشریت کے لئے جسم لابدی اور جسم کو سایہ ضروری ہے۔ جب تک اس کے خلاف کوئی معتبر ثبوت نہ ہو۔ یہ تسلیم نہیں کیا جاسکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر احادیث سے ثابت ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ "ثم افاض علی سائر جسدہ" کہ آپ نے اپنے سارے جسم مبارک پر پانی ڈالا۔ اس حدیث سے جسم اطہر کا ثبوت ہوا۔ اور جسد کا سایہ ہونا ضروری ہے۔ سائل نے جو اقوال نقل کئے ہیں وہ بے دلیل ہیں۔ اور ایسے اقوال حجت شرعیہ نہیں ہیں۔ امام ابن جوزی ہوں۔ یا صاحب مدارک ان کے اقوال حجت موجبہ نہیں ہیں۔

اہل حدیث ۲۲ دسمبر ۱۹۳۸ء

سوال: زید کا دعویٰ ہے کہ کوئی شخص ہندو ہو یا عیسائی۔ سکھ ہو یا یہودی۔ غرض کسی مذہب کا آدمی ہو اور اپنے مذہب پر پختہ رہے۔ نماز نہ پڑھے۔ روزہ نہ رکھے۔ غرض کہ اسلام کی کوئی بات بھی نہ مانتا ہو۔ مگر اتنا کہہ دے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہیں تو اس کی نجات لازمی ہے۔ نماز روزہ زکوٰۃ وغیرہ نجات کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ درجات کے لئے ہیں۔ کیا یہ عقیدہ از روئے قرآن و حدیث صحیح ہے۔

عبد الحکیم

جواب: عقیدہ نمبر ۱ و نمبر ۲ صحیح نہیں۔ توحید باری والے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کی تصدیق کے بعد اسلام کے کسی حکم کا بھی انکار کرنے والا کافر ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ (بخاری و مسلم) یعنی اسلام کی بناء پانچ چیزوں پر ہے۔ خدا کی وحدانیت کی شہادت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی۔ نماز پڑھنا۔ زکوٰۃ دینا۔ حج کرنا۔ ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔

اہلحدیث ۸ نومبر ۱۹۳۸ء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: جب نبی صلی اللہ علیہ سلم نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ جاؤ لوگوں میں اعلان کردو کہ جس شخص نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا۔ جنت میں داخل ہو گیا۔ تو بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کہنے کے آپ نے حضرت ابوہریرۃ کو منع کر دیا۔ اب سائل کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رائے سے حکم دیا تھا یا وحی الٰہی کے ذریعہ سے؟

جواب: نبی کوئی حکم شرعی اپنی رائے سے نہیں دیتا۔ یہ حکم بھی وحی الٰہی سے تھا۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے: وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوحٰی (نہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے دینی امور میں وہ جو بھی کہتے ہیں۔ سب اللہ کی طرف سے وحی کی جاتی ہے)

۱۸ نومبر ۱۹۳۸ء

سوال: جغرافیہ دان جو بیان کرتے ہیں کہ زمین سورج کے گرد گھومتی ہے۔ آیا اس کی بابت قرآن شریف و حدیث میں ذکر ہے۔

محمد شریف

جواب: آیت قرآنیہ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ (دیکھنے والے تو پہاڑوں کو جامد دیکھ رہا ہے) (ایک دن آنے والا ہے کہ یہ پہاڑ) بادلوں کے مثال اڑیں گے) کی ایک تفسیر یہ بھی مضارع حال اور مستقبل دونوں زمانوں کو شامل ہے۔

۱۰ شعبان ۱۳۶۳ھ

تشریح رشرفیہ) اگر زمین سورج کے گرد گھومتی تو پھر سورج ہمارے سر پہ دکھائی نہ دیتا۔ واذ لیس فلیس:

تعاقب اہل حدیث ۱۰ شعبان ۱۳۶۳ھ جواب میں بیان کیا گیا ہے کہ زمین حول الشمس گھومتی ہے۔ اس کی دلیل آیت قرآنیہ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ بیان کی گئی ہے۔ زمین گھومتی ہے۔ یا آسمان یہ بحث حکماء کا ہے۔ فیثاغورث اور بطلیموس دو یونانی حکماء کے درمیان اختلاف ہے کہ زمین گھومتی ہے یا آسمان۔ ایک زمین گھومنے کے قائل ہیں۔ دوسرا آسمان جس قول کی تائید پہ ہدایت الحکمت والا نے لکھا ہے۔ ان الفلك يتحرك على الاستدارة دائما۔ قانون قدرت الٰہی نے دونوں قول کے خلاف نعرہ احتجاج بلند کرتا ہوا بابانگ دہل پکارتا ہے۔ وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝ جس سے معلوم ہوا کہ چاند سورج اپنے محور میں متحرک ہیں۔ بندہ کے خیال میں زمین یا آسمان کے متحرک ہونے کا ثبوت قرآن کریم سے نہیں ملتا۔ آیۃ تری الجبال میں احوال قیامت کا بیان ہے۔ جبال کی صورت اول بیان کی گئی ہے۔ وتکون الجبال کالعھن المنفوش جب کہ جبال کی حالت عہن منفوش کی طرح ہو جائے گی تو وہی تمر مر السحاب کا ہونا اظہر من الشمس ہے۔ علاوہ بریں مسو ر و دو ر ایک چیز نہیں۔ دونوں علیحدہ علیحدہ شئے ہے۔ جبال کی جمادات۔ ثقالت وضخامت کے باوجود ہول قیامت کی وجہ سے سحاب کی صورت پہ فضائے آسمان پر نظر آنے کا بیان ہے۔ فطرت الٰہی یا قانون قدرت کا کرشمہ کا بیان مقصود بالذات نہیں۔ واللہ اعلم

الراقم عبد السلام بنگالی۔ بگوروی

اہلحدیث

اس امر میں بحث کا مدار یہ ہے کہ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً میں تری کا صیغہ جو فعل مضارع ہے یا بمعنی حال۔ حضرات مترجمین دونوں طرف گئے ہیں۔ امام غزالیؒ جیسے باریک بین بزرگوں نے اس امر کی تصریح کی ہوئی ہے کہ علوم جدیدہ میں جن امور کا انکشاف ہو اور قرآن شریف سے اس کا تائیدی اشارہ ملتا ہو۔ تو انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ میرا بھی یہی مسلک ہے۔

یکم رمضان ۱۳۴۸ھ

سوال: یہاں چند اہل حدیث اور حنفی شافعی اس بات پر متفق ہیں۔ کہ خدا آسمانوں میں عرش پر ہے اس کا علم و قدرت سارے جہان میں موجود ہے۔ جیسا کہ سلف صالحین عقیدہ رکھتے ہیں۔ مگر ایک مولوی صاحب نے یہاں آکر بیان کیا ہے۔ کہ خدا ہر جگہ اپنے علم اور وجود سے موجود ہے۔ اس کو ایک جگہ یعنی عرش پر ٹھہرانا غلط عقیدہ ہے اور دلیل سے علی کل شئ محیط۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ اور دوسری دلیلوں سے دلیل دے کر اللہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے کر کے کہہ دیا۔ اب یہاں کے لوگوں میں کھلبلی پڑ گئی ہے۔ جواب سے مطلع فرمائیں۔

محمد علی کاڈوی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب : محدثین نے صاف لکھا ہے کہ جو لفظ خدا کی صفات کے متعلق آئے ہیں ان کو بلا تاویل رکھنا چاہیے۔ اَمِرُّوْھَا کَمَا وَرَدَتْ (ترمذی وغیرہ) قرآن شریف میں استوی علی العرش بھی ہے اور ھُوَ اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بھی ہے۔ دونوں کو بجائے خود رکھنا چاہیے۔ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ عقیدۃ السلف میں اس کا ذکر مفصل لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ رہا اختلاف سو یہ مدت سے چلا آرہا ہے۔ اس میں منازعت یا مناقشت کرنی منع ہے کل من عند ربنا۔ (۱۳ / جمادی الاول ۱۳۶۴ھ)

ایک تعاقب کا جواب

اخبار اہل حدیث مورخہ ۱۳/ جمادی الاول ۱۳۶۴ھ میں مسئلہ عقیدہ استوار علی العرش کی بابت لکھا گیا تھا۔ کہ قرآن شریف میں استوار علی العرش بھی ہے اور ھُوَ اللّٰہُ فی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بھی ہے۔ دونوں کو بجائے خود رکھنا چاہیے۔ اس پر مدراس کے اخبار رفیق نے اس عقیدہ کو خلاف اہل حدیث سمجھ کر تعاقب کیا ہے۔ واضح ہو کہ یہ مضمون میں نے امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدۃ السلف سے لیا ہے۔ آپ تکلیف کر کے اس کو ملاحظہ فرمالیں۔ (۱۳/ شوال ۱۳۶۵ھ)

سوال : استوی علی العرش میں اہل السنت والجماعت کا کیا عقیدہ ہے اور معتزلی کا کیا؟

جواب : اس امر میں اہل سنت کے دو فریق ہیں مفوضین و ماولین۔ خاکسار کا مسلک تفویض کا ہے۔ حضرت شاہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں غیر کی قسم میں فرماتے ہیں۔ وَ

اتفقوا علی اثبات الاستواء علی العرش والوجه والضحك علی الجملة ثم اختلفوا فقال قوم انما المراد معان مناسبة فالاستواء هو الاستیلاء والوجه الذات رطواها قوم علی غرها وقالوا لا ندری ماذا ارید بهذه الکلمات وهذا القسم لست استصح ترفع احدی الفرقتین علی صاحبتها بانها علی السنة (ص ۱ مطبوعہ مصر)۔ علماء نے اثبات استوار علی العرش پر اور وجہ اور ضحک پر اجمالاً تو اتفاق کیا ہے۔ لیکن تفسیر میں مختلف ہوئے ہیں کسی نے تو کہا کہ ان سے ظاہر کے سوا ان کے مناسب معانی مراد ہیں۔ پس استوار سے مراد استیلاء (غلبہ ہے) اور وجہ سے مراد ذات ہے اور بعض نے ان کو بحال خود (غیر متکیف) چھوڑ دیا اور کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ ان کلمات سے کیا مراد ہے۔ اس قسم (غیر منطوق کی نسبت میں کسی فریق کو دوسرے پر ٹھیک طور پر ترجیح نہیں دے سکتا کہ فلاں گروہ اس امر میں سنت پر ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح کتاب الاسماء والصفات میں امام بیہقی استاد ابو منصور سے نقل کرتے ہیں۔
وفیما کتب الی الاستاذ ابو منصور بن ابی ایوب ان کثیرا من متاخری اصحابنا ذهبوا الی ان الاستواء هو القهر والغلبة ومعناه ان الرحمن غلب العرش وقهره (ص ۲۹۳) کہ انہوں نے جو تحریر میری طرف لکھی اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ ہمارے متاخرین اصحاب میں سے بہت سے اس طرف گئے ہیں کہ استواء سے مراد غلبہ ہے اور اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ رحمٰن نے عرش پر تصرف کیا۔ اور اس پر اپنا حکم چلایا" باقی رہا۔ سائل صاحب کا یہ سوال کہ اس امر میں معتزلی کا کیا عقیدہ ہے۔ سو اس کی نسبت معروض ہے کہ ہر شخص اپنے عقیدے کو خوب بیان کر سکتا ہے۔ دوسرے کی اسے کیا پڑی۔ اس لئے کسی معتزلی سے دریافت کریں ؎

ما اہلحدیثیم دغا را نہ شناسیم

علم کلام میں ایک طوفان بے تمیزی برپا ہو گیا ہے کہ منطوق اور غیر منطوق امور میں فرق نہ کرکے علماء کے فہم و استنباط کی بنا پر بھی مذاہب مدوّن ہو گئے ہیں ہر ایک نے اپنے فہم کو سنت قرار دیا ہے اور دوسرے کے قیاس کو الحاد و زندقہ حالانکہ اہل سنت ہونے کے یہ معنی تھے کہ امور منصوصہ میں سنّت کے خلاف اعتقاد نہ رکھیں اور غیر منصوصہ امور پہ مذہبی تفریق کی بنا نہ رکھیں۔ کیونکہ جس امر کی تفصیل اور چگونگی صاحب شریعت سے ثابت نہیں۔ اس امر میں علماء میں اختلاف پڑے اور ضرور ہے کہ پڑے تو بوجہ اس کے ایک کا فہم دوسرے پر حجت نہیں کوئی فریق دوسرے کو الزام نہیں دے سکتا۔ اسی طرح استواء علی العرش تو بے شک ثابت ہے لیکن اس کی کیفیت ماثور نہیں ہے۔ تو اب الزام کیسا۔ یہی امر حضرت شاہ صاحب پہ جنہوں نے اس امر پر تنبیہ کی۔ اب علماء کا کام ہے کہ اسے معقول پاکر قبول کریں یا اس سے بہتر لائیں۔ تمت۔ والحمد للہ۔

خاکسار محمد ابراہیم سیالکوٹی (۸ اردسمبر ۱۹۱۴ء)

صفات کے متعلق عقیدہ سلف
از قلم حضرت العلام مولانا مفتی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

محدثین اور سلف صالحین سب کا عقیدہ صفات کے متعلق تفویض تھا۔ یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدائی صفات کے متعلق جو جو الفاظ فرمائے ہیں۔ ان کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان ہی لفظوں میں ماننا اور ان کی کسی قسم کی تاویل نہ کرنا۔ چنانچہ امام ترمذیؒ لکھتے ہیں۔

والمذهب في هذا عند اهل العلم من الائمة مثل سفيان الثوري و مالك بن انس وسفيان بن عيينة وابن المبارك ووكيع وغيرهم انهم رووا هذه الاشياء و قالوا نروي هذه الاحاديث ونومن بها ولا يقال كيف وهذا الذي اختاره اهل الحديث ان يرووا هذه الاشياء كما جاءت ويؤمن بها ولا تفسر ولا يتوهم ولا يقال كيف وهذا امر اهل العلم الذي اختاروه وذهبوا اليه (ترمذی جلد ۲۔ ص۷)

اہل علم (مثل سفیان ثوری۔ امام مالک۔ سفیان بن عیینہ۔ ابن المبارک وغیرہ) کے نزدیک یہی مذہب معتبر ہے کہ وہ روایات صفات کو روایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ حدیثیں نقل کی جائیں اور ہم ایمان لائیں۔ اور کیفیت نہ بتلائیں۔ یہی مذہب ہے جو محدثین نے پسند کیا ہے کہ ان روایات کو نقل کرتے ہیں۔ جیسی یہ آئی ہیں اور ایمان لایا جاتا ہے اور ان کی تفسیر نہیں کی جاتی اور نہ وہم کیا جاتا ہے۔ اور نہ کیفیت بتلائی جاتی ہے۔ یہی مذہب ہے جو اہل علم نے اختیار کیا ہے اور اسی کو پسند کیا ہے۔

امام بیہقیؒ لکھتے ہیں:۔

فاما الاستواء فالمتقدمون من اصحابنا رضي الله عنهم كانوا لا يفسرونه ولا يتكلمون فيه كنحو مذهبهم في امثال ذلك، سمعت سفيان ابن عيينة كل ما وصف الله تعالى من نفسه في كتابه فتفسيره تلاوته والسكوت عليه۔ (كتاب الاسماء والصفات ص۲۹۰۔۲۹۱)

"ہمارے متقدمین سلف استویٰ علی العرش کی تفسیر نہ کرتے تھے۔ اور نہ اس میں کلام کرتے تھے۔ جیسے وہ اس کی مثل اور صفات میں بھی نہیں کرتے تھے۔ امام سفیان بن عیینہ کہتے تھے۔ جس لفظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنی تعریف کی ہے اس کی تفسیر صرف اس کا پڑھنا اور خاموش رہنا ہے۔"

امام شوکانیؒ لکھتے ہیں:۔

وكما نقول هذا في الاستواء والكون في تلك الجهة فكذا نقول في مثل قوله تعالى وهو معكم اينما كنتم وقوله سبحانه وما يكون من نجوى

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثلاثة الا هو رابعهم ولا خمسة الا هو سادسهم و فی نحو ان الله مع الصابرين ۔ وان الله مع الذين اتقوا والذين هم محسنون ۔ الی ما يشابه ذلك ويماثله ويقاربه ويضارعه فنقول فی مثل هذه الايات هكذا جاء فی القرآن ان الله سبحانه مع هولاء ولا نتكلف بتاويل ذلك كما يتكلف غيرنا بان المراد بهذا الكون والمعية هو كون العلم و معيته فان هذا شعبة من شعب التاويل تخالف مذاهب السلف وتباءن ماكان عليه الصحابة وتابعوهم رضوان الله عليهم اجمعين واذا انتهيت الی السلامة فی ذالك فلا تجاوز" (التحف ملخصاً)

جیسا ہم استواء اور جہت فوق کی نسبت اعتقاد رکھتے ہیں۔ ویسا ہی ان اقوال خداوندی (ھو معکم وغیرہ) کی نسبت اعتقاد رکھتے ہیں۔ قرآن شریف میں ایسا ہی آیا ہے کہ خدا تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے۔ ہم اس کی "تاویل علم کے ساتھ یا نصرت کے ساتھ کرنے میں تکلف نہیں کرتے۔ جیسا کہ اور لوگ تکلف کرتے یعنی وہ کہتے ہیں کہ ساتھ ہونے سے اس کا علم مراد ہے کیونکہ یہ بھی تاویل کی ایک شاخ ہے۔ جو مذہب صحابہؓ و تابعین وغیرہ سلف کے مخالف ہے جب تو حد سلامت کو پہنچے تو اس سے آگے نہ بڑھیو!!

نواب صدیق حسن خان مرحوم لکھتے ہیں۔

فی احادیث الصفات مذهبان احدهما الايمان والتسليم لما جاء فی آيات الصفات واحاديثها ووجوب الاعتقاد بظاهرها كما جاءت واحالة علمها الی الله تعالی مع تنزيهه سبحانه عن التشبيه والتمثيل والتحريف والتبديل والتعطيل وهو قول سلف هذه الامة وائمتها۔ (تفسیر فتح البیان جلد اول مصری ص۲۷)

احادیث صفات کے متعلق دو مذہب ہیں۔ ایک یہ کہ جیسی وہ آئی ہیں۔ ویسی ہی مانی جائیں اور ان پر اعتقاد رکھا جائے اور ان کا علم خدا کے سپرد کیا جائے۔ نہ خدا کو کسی سے تشبیہ دی جائے۔ نہ تمثیل۔ اور نہ کلام کی تحریف یا تبدیل کی جائے۔ یہی سلف صالحین اور ائمہ اسلام کا مذہب تھا۔"

کہاں تک مزید حوالجات دیئے جائیں۔ سلف صالحین۔ محدثین اور غیر محدثین سب کا قریباً

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی مذہب تھا۔

(اللہ اعلم بذاتہ وصفاتہ) خدا ہی اپنی ذات و صفات کو خوب جانتا ہے۔

کتاب الاسماء والصفات وغیرہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت عرصہ بعد علماء میں ایک گروہ پیدا ہوا۔ جو صفات میں تاویل کرنے لگا۔ بعض نے کسی صفت کی تاویل کی۔ بعض نے کسی کی مثلاً بعض نے کہا آیت اِسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ تاویل پذیر ہے۔ بعض نے کہا ھو معکم کی تاویل ہے۔ یہاں سے دو شاخیں متکلمین کی پیدا ہوئیں۔ پھر جس جس کو جو جو تاویل پسند آئی۔ وہ اُدھر کو ہو لیا۔ مگر متبعان سلف اپنے پہلے عقیدے پر ثابت قدم رہے۔ کہ جو لفظ خدا اور رسولؐ نے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی بابت فرمایا ہے اس کو بلا تاویل ہم مانتے ہیں خاکسار راقم آثم کا ذاتی اعتقاد یہی ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی کسی صفت کی تاویل یا تحریف کی ضرورت نہیں۔ وہ ویسا ہی ہے۔ جو اس نے اور اس کے رسولؐ نے خود بتلایا ہے جیسے قرب و معیت اُس کے بے تاویل ہیں۔ استوار علی العرش بھی بے تاویل ہے۔

چنانچہ امام شوکانیؒ کی منقولہ بالا عبارت اس مدعا میں صاف ہے کہ سلف صالحین کسی صفت میں تاویل یا کیفیت نہیں بتلاتے تھے۔ قرب و معیت۔ ید۔ وجہ۔ اور استواء علی العرش بلا تاویل اور بلا کیف جانتے اور بتلاتے تھے

۲۷ رجولائی ۱۹۱۷ء

دیگر: میرا اعتقاد بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنی ذات اور صفات کو جانتا ہے یہی معنی تفویض کے ہیں۔ مگر میدان مناظرہ میں جہاں پر مخالفوں کے سامنے تفویض کافی نہیں ہوتی۔ اور دوسرا مسلک (تاویل) بھی اہل علم بلکہ بعض محدثین سے منقول ہے۔ اس لئے وہاں تاویل کیا کرتا ہوں۔ اس فرق کو جو لوگ نہیں جانتے۔ وہ مجھ پر ناراضگی کا اظہار۔ بلکہ طرح طرح کی چہ میگوئیاں کرتے ہیں۔ جن سب کے جواب میں اسی قدر کافی ہے ؎

قاضی ار با ما نشیند بر فشاند دست را
محتسب گر مے خورد معذور دارد دست را

ابو الوفاء ۱۸ دسمبر ۱۹۱۴ء

نوٹ: حضرت مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے جو اوپر تفصیلی بیان دیا تھا۔ مولانا مرحوم کی یہ تحریر اسی بیان سے متعلق ہے۔ فقط۔ ثناء اللہ

فیصلہ[1] | آیت استویٰ کی تفسیر کی بابت فیصلہ ہوا کہ مصنف تفسیر (تفسیر القرآن بالقرآن) نے آیت

[1] حضرت مولانا ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ جب حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے۔ تو آپ کے مخالفین نے آپ کی طرف منسوبہ عقائد دربار سلطانی میں پیش کیے۔ سلطان نے علماء نجد کی ایک جماعت کے سامنے فریقین کے بیان سن کر فیصلہ دیا جس کی تفصیلات ۸ رجنوری ۱۹۲۷ء کے اہل حدیث میں ملاحظہ فرمایئے۔ فقط۔ محمد داؤد راز

www.KitaboSunnat.com

استوی کی تفسیر جو بطرز فریق متکلمین کی ہے۔ وہ ترک کر کے موافق سلف صالح کے تفویض الی اللہ کر دے۔ فریق مدعی اپنا مطبوعہ فتویٰ اربعین جلا دے۔ میں نے اس فیصلہ کو علی الرأس والعین رکھ کر تفسیر طبع ثانی میں عمل کر دیا۔ ناظرین تفسیر طبع دوم کا صفحہ ۱۲ ملاحظہ فرمائیں۔ ۲۵ر اگست ۱۹۲۳ء

ادارہ اخبار توحید امرتسر کی طرف سے

جلالۃ الملک کے اس فرمان کے مطابق ہم اعلان کرتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے استوی علی العرش اور دوسری آیاتِ صفات کی تاویل سے رجوع کرنے اور مذہب سلف اختیار کرنے میں قابل تعریف رویہ کا ثبوت پیش کیا ہے۔ ہم تہ دل سے اس کا خیر مقدم کرتے ہیں اور اس پر اپنی دلی خوشی کا اظہار کرتے ہیں اور اس کو ان کے علم و فضل کے کمال سے تعبیر کرتے ہیں۔

اخبار توحید امرتسر ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۲ھ

www.KitaboSunnat.com

بنام حضرت مولانا محمد صاحب اڈیٹر اخبار محمدی دہلی

فاضل اڈیٹر صاحب "محمدی" السلام علیکم۔ آپ نے اخبار محمدی ۱۵ر فروری ۱۹۳۹ء میں صفات باری تعالیٰ کے متعلق اپنا عقیدہ تفویض لکھا ہے۔ میں اس کی تائید کرتا ہوں۔ میں بھی صفاتِ باری تعالیٰ میں وہی عقیدہ رکھتا ہوں جو سلف صالح نے کہا ہے۔ اَمِرُّوْھَا کَمَا وَرَدَتْ بِلَا کَیْفٍ (ترمذی) پس آپ میری طرف سے یہ چند سطور درج اخبار کر کے مشکور فرمائیں۔

ثناء اللہ از امرتسر، اخبار محمدی دہلی یکم مارچ ۱۹۳۹ء

مبارکبادی از مولانا عبدالجلیل صاحب سامرودی

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مولانا موصوف (مولانا ثناء اللہ صاحب) نے بذریعہ پرچہ محمدی یکم مارچ ۱۹۳۹ء اعلان کرا دیا ہے کہ میں بھی صفات باری تعالیٰ میں وہی اعتقاد رکھتا ہوں جو سلف صالح نے کہا ہے۔ اَمِرُّوْھَا کَمَا وَرَدَتْ بِلَا کَیْف (ترمذی) ہم تہ دل سے مولانا کو مذہب سلف صالحین کے اعتصام پر مبارکباد دیتے ہیں۔

محمد عبدالجلیل سامرودی۔ ۱۷ر محرم الحرام ۱۳۵۸ھ — اخبار محمدی یکم اپریل ۱۹۳۹ء

سوال: اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ خود سو سال مرا رہا۔ یعنی پوری صدی تک اس کی میت پڑی رہی اور کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی۔ اسی دوران میں اس کا گدھا تو ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا۔ مگر فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وہ جوں کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرن رہا۔ یہ کہانی خلاف عقل اور بچوں کا بہلاوہ معلوم ہوتی ہے۔ **بی۔ اے اکبر**

جواب: بچوں کا بہلاوہ تو نہیں۔ قرآنی منصوصات میں آپ کو اگر ظاہری الفاظ پر اطمینان نہیں ہے تو سر سید احمد خان مرحوم کی تاویل ہی مان لیجئے جو اس کو خواب کا قصہ بتاتے ہیں۔ یا کسی اور صاحب سے دریافت کر لیں۔ اللہ اعلم۔ **اہل حدیث ۱۲ر اکتوبر ۱۹۴۵ء**

سوال: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں بعض صحابہؓ نے دجال کو ایک جزیرے میں زنجیروں سے جکڑا ہوا دیکھا۔ وہ جزیرہ کون سا ہے۔ اب تو دنیا کا کونا کونا معلوم ہو چکا ہے۔ اور کیا یاجوج ماجوج اور دجال اکٹھے ہی خروج کریں گے یا علیحدہ علیحدہ اور یہ نسل انسانی ہے یا جن بھوت؟

جواب: پوری دنیا کی تلاش ابھی تک نہیں ہوئی مَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ (یاجوج وماجوج) حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں نکلیں گے اور ان ہی کے زمانہ میں مریں گے۔ دجال بھی ان ہی کے ہاتھ سے قتل ہوگا۔ یہ قومیں نسل انسانی سے ہیں حدیثوں میں ایسا ہی آیا ہے۔ **۱۲ر اکتوبر ۱۹۴۵ء**

سوال: قرآن میں ہدہد پرندے کی لمبی چوڑی تقریر درج ہے جس میں توحید باری تعالیٰ اور تردید شرک میں زبردست دلائل دئے گئے ہیں۔ کیا پرندے بھی ان امور کو سمجھ سکتے ہیں۔ تو پھر مقدس مقامات کو ناپاک کیوں کر دیتے ہیں۔ یا صرف اسی زمانہ کے پرندے ٹرینڈ تھے۔ مگر اب محض جانور ہیں۔ اگر وہ بقول قادیانیوں کے آدمی تھا۔ تو اس کا ثبوت درکار ہے۔ قرآن کے الفاظ سے تو نہیں نکلتا کہ وہ آدمی تھا۔ **سائل مذکور**

جواب: ہدہد ایک خاص پرند کا نام ہے جو اردو میں ٹھوک بجھیا اور پنجابی میں چکی راہا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی صحبت سے باشعور ہو گیا تھا جیسے اصحاب کہف سے کتا اور یہ پرند اپنی اصلی حالت پر ہیں۔ یہ خصوصیت اس میں امتیازی تھی۔ **۱۲ اکتوبر ۱۹۴۵ء**

تشریح: کائنات کی ہر چیز اپنی اپنی حیثیت کے مطابق كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ (قرآن مجید) کے ماتحت معرفت الٰہی و خالق کائنات کو جاننے کا شعور رکھتی ہے

ؒ اس وسوسہ کا جواب خود قرآن نے اسی مقام پر ان لفظوں میں دے دیا ہے۔ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ فقط (محمد داؤد راز)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ کے ماتحت حضرت سلیمان علیہ السلام کو بارگاہ احدیت سے یہ علم ملا تھا۔ کہ وہ پرندوں کی بولیاں سمجھ جاتے تھے۔ ان قرآنی نظریات کے ماتحت ہُدہُد اور سلیمان علیہ السلام کا مکالمہ بعید از عقل نہیں۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ (معارف)

سوال: زید کہتا ہے کہ تصویر کا اتارنا اور رکھنا جائز ہے۔ بشرطیکہ تصویر کی پشت پر ہاتھ پھرایا نہ جائے۔ جائز ہے ایسی تصویر جو آج ہر جگہ فوٹو نظر آرہی ہے۔ اتار لینا جائز ہے۔ بکر بحوالہ قرآن و حدیث کہتا ہے۔ اسلام میں خواہ کیسی ہی تصویر ہو! جاندار کی اتارنا اور تصویر کا مکان میں رکھنا جائز نہیں بلکہ مطلقاً حرام اور ممنوع ہے۔ زید بحوالہ قرآن و حدیث ایک نظیر پیش کرتا ہے۔ کہ شریعت میں تاکیدی امر ہونے پر بھی ہمارے پیشوا۔ بڑے بڑے علمائے دین۔ جیسے کہ شوکت علی صاحب مولانا ابوالکلام آزاد۔ مولانا محمد علی صاحب اور خواجہ حسن نظامی صاحب وغیرہ وغیرہ۔ کیوں اپنی تصویر لیتے ہیں۔ کیا ان کو خدا کا خوف نہیں۔ یا اُن کے لئے جائز ہے۔ ہمارے لئے ممنوع ہے۔

جواب: اوّل تو یہ قاعدہ ہے کہ خدا اور رسول کے حکم کے خلاف کسی کا قول وفعل سند ہو کیا قابل قبول بھی نہیں۔ مولانا آزاد نے تصویر کی اجازت سے خود رجوع کیا ہوا ہے (دیکھو دیباچہ تذکرہ) دوسرے اور تیسرے صاحب علمائے دین نہیں ہیں۔ اخبارات میں عزت کے طور پر اُن کو مولانا لکھتے ہیں خواجہ حسن نظامی کی کوئی تحریر اجازت کی ہم نے نہیں دیکھی۔ اگر انہوں نے بھی اجازت دی ہے۔ تو یہ اجازت ان کی ویسی ہی ہوگی۔ جو سجدۂ پیر کی بابت انہوں نے دے رکھی ہے۔ اس لئے شریعت میں سوائے نبی علیہ السلام کے کسی کا قول وفعل سند نہیں۔ اللہ اعلم

۱۷ جمادی الثانی ۱۳۴۴ھ

شرفیہ صحیح بخاری، مسلم کی حدیث ہے۔ کہ یہود و نصاریٰ قبروں پر تصویریں بناتے بنواتے تھے۔ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اولئك شرار الخلق۔ انتہی۔ مشکوٰۃ۔ تصویریں بنانے، رواج دینے والے مخلوق میں شریر ہیں۔ اور دوسری حدیث مرفوع میں ہے۔ من رضي عمل قوم كان شريك من عمل به اخرجه ابو یعلی وغیرہ۔ ہدایہ ص ۲۶۵ پس تصویر بنانا۔ رکھنا پسند کرنا شرار الخلق بننا ہے۔

ابوسعید شرف الدین۔ دہلوی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال : بخدمت جناب مولانا مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

واضح ہو کہ آپ نے جو معجزوں کا انکار اپنی تفسیر میں کیا ہے اور خود آپ ہی اپنی تصنیف میں لکھتے ہیں۔ کہ میں نے اس روش کو اختیار کیا ہے تفسیر لکھنے میں جس کو امام جوزیؒ اور امام سیوطیؒ نے اختیار کیا ہے۔ کہ امام جوزیؒ اور امام سیوطیؒ نے آیت سے آیت کی تفسیر کی۔ تو میں نے بھی انہیں کی روش کو اختیار کیا ہے۔ تو کیا (نعوذ باللہ) امام جوزیؒ اور امام سیوطیؒ نے آیت سے آیت کی تفسیر کر کے کسی معجزہ کا بھی انکار کیا ہے۔ لہذا آپ بذریعہ اخبار اہل حدیث کے مطلع فرمائیں۔

جواب : میں معجزات کا منکر نہیں۔ میں نے اپنی دونوں تفسیروں (اردو اور عربی) میں خاص کر "ترکِ اسلام" میں جو آریوں کے جواب میں ہے۔ معجزات کا کافی ثبوت دیا ہے ملاحظہ ہو! معجزات موسوی اور عیسوی۔ تفسیر عربی کے صفحات ۱۳، ۱۵، ۵۷، ۵۸ وغیرہ تفسیر ثنائی اردو میں تو سرسید کے ہر انکار پر تعاقب کیا ہے۔ میرے مخالفوں کا مجھ پر یہ ویسا ہی اتہام ہے۔ جیسا جماعت اہل حدیث پر تھا کہ یہ لوگ معجزات اور کرامات کے منکر ہیں نہیں معلوم جو لوگ کسی پر ناجائز اتہام لگاتے ہیں۔ وہ خدا کو کیا جواب دیں گے۔

ہاں ہیں اگر کسی واقعہ سے منکر ہوں۔ تو اپنے خیال میں۔ اس کے عدم ثبوت کی وجہ سے ہوں۔ نہ اس لئے کہ میں معجزے کا منکر ہوں۔ اس کی مثال بعینہ یہ ہے۔ جس طرح اہل حدیث حضرت پیر صاحب کی اس کرامت کے منکر ہیں کہ بارہ برس کے بعد ڈوبی کشتی نکالی۔ نہ اس لئے کہ یہ کرامت اولیاء اللہ کے منکر ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ اس کا ثبوت نہیں محض ماتحت قدرت ہونے سے وقوعہ پر اعتقاد نہیں ہو سکتا۔ ہاں تفسیر کے متعلق میرا دعویٰ ہے کہ میں نے وہی اصول مدنظر رکھے ہیں۔ جو سلف صالحین کے مدنظر تھے۔ جن کا ثبوت میری کتاب تقلید شخصی اور سلفی سے مل سکتا ہے۔ (۱۶ رجب المرجب ۱۳۴۲ھ)

سوال : کلام اللہ میں جو معجزے نبیوں سے صادر ہوئے ہیں۔ ان کو آپ حقیقت مانتے ہیں یا مجاز پر حمل کرتے ہیں۔ جیسے ابراہیم علیہ السلام سے جانوروں کا بلانا۔ اور داؤد علیہ السلام سے لوہے کا موم ہونا اور عیسیٰ علیہ السلام سے مردوں کا زندہ ہونا۔

جواب : معجزات کیا قرآنیہ اور کیا حدیثیہ سب حقیقی ہوئے ہیں جب تک حقیقتاً قلب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماہیت نہ ہو۔ معجزہ کس طرح ہوسکتا ہے۔ ہاں کسی خاص امر کے معجزے ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہوسکتا ہے۔ سو اس کی بنا اس بات پر نہیں ہے کہ فریق ثانی مطلقاً معجزہ سے منکر ہے بلکہ اس میں خاص امر کی صورتِ اعجازی کے ثبوت میں اختلاف ہوتا ہے۔ سو اس کا کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ جو لوگ امر معجزے کے سرے سے منکر ہیں وہ کسی معجزہ کو بھی نہیں مانتے اور ان کے انکار کی بنا اس بات پر ہے کہ کوئی شے بغیر علت کے موجود نہیں ہوسکتی۔ اور علت تامہ بشرائطہا موجود ہو تو معلول کا تخلف نہیں ہوسکتا۔ لیکن ہمارے نزدیک علت و معلول کا سلسلہ سب کچھ خدائے قادر کے ہاتھ میں ہے۔ وہی علت بناتا ہے وہی معلول کو موجود کرتا ہے۔ وہ کسی چیز کا محتاج نہیں لَا مؤثرَ اِلَّا اللّٰہ والصمد۔ ہر چیز اس کے کلمۂ کن کے ماتحت ہے۔ ؎

کسی موجود سے ایجاد کرنا نام رکھتا ہے
مگر لوحِ عدم پر نقش کرنا کام رکھتا ہے (منہ)

طیورِ ابراہیم علیہ السلام کی نسبت خاکسار کی تحقیق یہ ہے کہ وہ حقیقتاً زندہ کر کے دکھائے گئے تھے۔ لیکن قرآن شریف کے الفاظ میں اس کا فیصلہ قطعی نہیں۔ فہم و استنباط و استدلال کے دخل سے خالی نہیں۔ اس لئے فریق ثانی اگر یہ کہے کہ زندہ جانوروں کو بلا کر سمجھایا گیا تھا کہ جس طرح یہ جانور تم سے مانوس ہو کر تمہارے بلانے سے دوڑے چلے آتے ہیں۔ اسی طرح مردے ہمارے حکم سے جی اٹھیں گے۔ تو یہ بعید نہیں۔ کیونکہ محسوسات سے معقولات کی تفہیم قرآن و حدیث میں بکثرت وارد ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سوال کیف یاتیک الوحی کے جواب میں فرمایا تھا کہ احیانا یاتینی مثل صلصلۃ الجرس۔ تو یہ گھنگرو کی آواز سے تشبیہ محض تفہیم کے لئے تھی۔ کہ سائل اس سے آشنا تھا۔ ورنہ وحی کی حقیقت دیگر ہے۔ اسی طرح ہوسکتا ہے کہ سوال کیف تحیی الموتٰی کے جواب میں ایسی معروف صورت بتلائی جائے۔ جس سے سائل معتاد ہے۔ کیونکہ انتقالِ ذہن کا فائدہ اس سے بھی ہوسکتا ہے۔ قرآن مجید میں اس کے لئے صرف فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ وارد ہے۔ جس کی دو قراءتیں ہیں۔ اول بضم صاد جو معروف و متواتر ہے۔ اور اس کے معنی مائل کرنے اور سدھانے کے ہیں۔ دوسری بکسر الصاد جس کے معنی قطع کرنے کے ہیں (تفسیر معالم) پس جس نے صرف سدھانا مراد لیا۔ اس نے قراءت متواترہ کی بنا پر کہا اور جس نے قطع کرنا وغیرہ مراد لیا اس نے دوسری قراءت کی بنا پر کہا۔ لہٰذا کسی فریق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر الزام نہیں۔ تفسیر جلالین میں بھی اس کے معنی اَمِنْتُمُوْهُنَّ لکھے ہیں۔ اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نے بھی یہ ترجمہ کیا ہے۔ "پس ہلا ان کو" قراءت متواترہ کی رُو سے استدلالی طور پر سمجھایا گیا۔ اور دوسری قراءت کی رُو سے عیانی طور پر دکھایا گیا۔ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ ہاں اگر یہ امر حدیث میں علی التعیین وارد ہو جاتا تو کوئی گنجائش باقی نہ رہتی۔ لیکن کوئی حدیث مرفوع اس باب میں ثابت نہیں ہوئی۔ اور جو امور قرآن و حدیث میں منطوق نہ ہوں اور علماء کے فہم و استنباط وغیرہ کے نتائج ہوں۔ یا اُن کی بنا غیر مرفوع روایات پر ہو۔ ان میں علماء مختلف ہو جائیں تو ایک دوسرے پر الزام نہیں آسکتا۔ جیسا کہ حجۃ اللہ البالغہ کی عبارت[1] میں اِسْتَوٰی کے سوال کے جواب میں گذر چکا۔ فتدبر۔ اسی طرح داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہے کا موم ہو جانا قرآن مجید میں مذکور نہیں۔ صرف اَلَنَّا کا لفظ ہے۔ جس کے معنی نرم کرنے کے ہیں اور نہ حدیث مرفوع میں مذکور ہے۔ لہٰذا فریق ثانی کا انکار اس وجہ سے نہیں کہ وہ ایک پیغمبر برحق کے ہاتھ میں لوہے کا موم ہونا ممکن نہیں جانتا۔ بلکہ اس وجہ سے ہے کہ اس کا ثبوت قرآن و حدیث میں نہیں پایا گیا۔ اگرچہ خاکسار کی تحقیق میں اس لوہے کا نرم ہونا بھی اعجازی صورت میں تھا۔ لیکن چونکہ اس کی بناء استدلال و رعایت قواعد و اصول پر ہے۔ لہٰذا منطوق نہ ہونے کے سبب دوسرے فریق کو الزام نہیں دے سکتا باقی رہے معجزات عیسویہ وہ تو سب کے سب حقیقی ہیں۔ ان میں تاویل کی گنجائش نہیں۔ نہ لغتاً نہ عقلاً۔ کیونکہ وہ سب ثبوت رسالت میں پیش کئے گئے ہیں۔ اور ثبوت رسالت میں بعد از دعوئ رسالت وہ امر پیش ہو سکتا ہے جس سے دوسرے پر حجت پوری ہو سکے اور ماسوا رسول کے دوسرے میں موجود نہ ہو۔ اور ظاہر ہے کہ یہ سب امور مجازی صورت میں انبیاء وغیر انبیاء میں برابر پائے جاتے ہیں۔ پس ان کے سوائے حقیقت کے اور کوئی صورت جائز نہیں۔

خاکسار محمد ابراہیم سیالکوٹی۔ ۱۸ دسمبر ۱۹۳۱ء

مسئلہ خلق قرآن کے متعلق

مسئلہ خلق قرآن کے متعلق میرے عنایت فرما کچھ لکھتے رہتے ہیں۔ لہٰذا میں اعلان کرتا ہوں۔ کہ مسئلہ ہذا میں۔ میں وہی عقیدہ رکھتا ہوں۔ جو امام بخاریؒ کا ہے

ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری

[1] یہ عبارت آپ صفحہ ۲۰۱ پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں:۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

از مولانا محمد صاحب مرحوم	خدا آپ کو جزائے خیر دے۔ اور آپ کی عزت و وقعت دوبالا کرے

(محمدی ۱۵ اپریل ۱۹۲۹ء)

تشریح: باب ما جاء فی تخلیق السموات والارض وغیرھا من الخلائق وھو فعل الرب وامرہ فالرب بصفاتہ وفعلہ وامرہ وکلامہ ھو الخالق المکون غیر مخلوق .... وما کان بفعلہ وامرہ وتخلیقہ وتکوینہ فھو مفعول مخلوق مکون۔ (بخاری شریف جلد دوم ص۱۱۱۱)

مقصد امام المحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے۔ کہ آسمان و زمین اور جملہ خلائق اللہ تعالیٰ کے فعل اور امر سے عالم تکوین میں آئی اس لئے یہ سب کچھ مخلوق قرار پائے۔ پس رب تعالیٰ اپنی صفات اپنے فعل اپنے امر اور اپنے کلام کی رو سے خالق ہے۔ غیر مخلوق پس جس طرح وہ خود غیر مخلوق ہے۔ اسی طرح اس کی صفات بھی غیر مخلوق ہیں۔ اور امر و کلام اس کی صفات ہیں۔ لہٰذا یہ غیر مخلوق ہیں اور تخلیق و تکوین کے نتائج میں جو کچھ عالم کون میں ہے وہ مخلوق ہے۔ پس بقول علامہ ابن حجرؒ شارح بخاری۔ ان ذاتہ وصفاتہ غیر مخلوقۃ والقرآن صفۃ لہ ھو غیر مخلوق (حوالہ مذکور کا حاشیہ) بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات جس طرح غیر مخلوق ہے۔ اسی طرح اس کی جملہ صفات بھی غیر مخلوق ہیں اور قرآن مجید بھی اس کی صفات میں سے ہے۔ لہٰذا یہ غیر مخلوق ہے یہ عقیدہ ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا جس کی طرف مولانا مرحوم نے اشارہ فرمایا ہے۔

(از مولانا ظفر عالم صاحب میرٹھی صدر مدرس دار الحدیث مالیگاؤں)

حضرت شاہ سید محمد شریف صاحب گھڑیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار

شاہ صاحب مرحوم کو روپڑی امرتسری نزاع کا بہت صدمہ تھا۔ انہوں نے مجھے اس غرض سے دہلی بھیجا تھا کہ میں علماء اہل حدیث دہلی سے مولانا ثناء اللہ صاحب کی بابت فتویٰ لاؤں۔ وہ فتویٰ میں لایا۔ مگر شاہ صاحب جلدی فوت ہو گئے۔ اس لئے ان کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے فتویٰ مذکور بھی بذریعہ اشتہار شائع کر کے ناظرین سے حضرت ممدوح کے لئے ترقی درجات کی دعا چاہتا ہوں۔

(خادم حافظ عبد الرحمٰن زیلدار از گھڑیالہ ضلع لاہور)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتویٰ علمائے دہلی

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے اہل حدیث اس مسئلہ میں ایک بزرگ کی طبیعت بہت دنوں سے علیل تھی اور حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری بیمار پرسی کے لئے آئے۔ اور اس کے بعد ایک اور حافظ صاحب[1] تشریف لائے۔ اس حافظ صاحب نے اس بزرگ کو یہ کہا۔ کہ تم نے مولوی ثناء اللہ صاحب کو کیوں آنے دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہاں سے تمہاری خاص دوستی ہے۔ بزرگ کو ان صاحب نے یہ بھی کہا کہ تم مولوی ثناء اللہ صاحب سے دوستی نہ رکھو۔ کیونکہ وہ بے دین آدمی ہے اور ان صاحب نے اس بزرگ سے یہ بھی کہا کہ تم خود اپنے ہاتھ سے لکھ دو کہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری مشرک و بیدین ہے اب علمائے اہل حدیث سے پوچھتا ہوں کہ اس مسئلہ کے بارے میں آپ لوگوں کا کیا خیال ہے۔؟

الجواب: حافظ صاحب مذکور کا مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو مشرک، بیدین کہنا یا بتلانا بالکل قول باطل ہے جو حسد یا لاعلمی پر مبنی ہے۔ مولانا ثناء اللہ صاحب عالم دین موحد اہل حدیث ہیں۔ عالم دین کو بیدین کہنا خود بے دینی ہے۔ مولانا ثناء اللہ صاحب نے قرآن مجید کی خدمت کی۔ آریوں، عیسائیوں وغیرہ غیر مسلموں کو دندان شکن جواب دیئے۔ جنہوں نے قرآن مجید اور خود رسول اللہ صلعم پر سخت حملے کئے۔ لاجواب کر دیا۔ ان بے دینی کا فتویٰ دینے والوں سے کچھ بھی نہ ہوا۔ اہل بدعت کو بھی مولانا ثناء اللہ صاحب نے جواب دے کر ساکت کر دیا۔ الغرض حتی الامکان مولانا نے دین کی کافی خدمت کی ہے اور کر رہے ہیں۔ اور ان صاحبان کے پاس سوا کفر کی ٹکسال کے اور کیا رکھا ہے۔ مگر کفر بھی مسلموں موحدوں کے سلئے ڈھالتے ہیں۔ ملحدین کفار کے لئے نہیں۔ یہ سب حسد یا لاعلمی یا خود غرضی ہے اور کچھ نہیں۔ ہاں شاید ان صاحب کا مولانا ثناء اللہ صاحب پر اعتراض ہو۔ کہ ان کی تفسیر یا اور کسی تحریر میں کچھ غلطیاں ہیں تو جواب یہ ہے کہ کتاب و سنت صحیحہ کے سوا کوئی تفسیر کسی کی بھی یا دیگر کوئی تحریر غلطی سے خالی نہیں۔ پھر مولانا کی کیا تخصیص ہے۔ سب پر ہاتھ صاف کریں۔ میں نے مولانا کی تفسیر اور تحریروں کو دیکھا ہے۔ ان میں کوئی ایسی غلطی نہیں جو مولانا کو اہل حدیث سے خارج کرنے کی

[1] غالباً مولانا مولوی حافظ عبد اللہ صاحب روپڑی مراد ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجب ہو۔ جیسے اور تفسیریں ہیں۔ ایسے ہی ان کی تفسیر بھی ہے۔ اور بزرگ مرحوم [1] نے جو کام کیا ہے وہ قابل تحسین ہے۔ اہل اسلام اور خصوصاً اہل حدیث کو ان حافظ صاحب کی طرف بالکل توجہ نہ کرنی چاہیئے۔ اس لئے کہ وہ بالکل راہ راست سے منحرف ہو کر ایسے فتوے دیتے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور اُن سب کو معاف فرمائے۔ صراط مستقیم پر قائم رکھے آمین

الراقم۔ ابو سعید محمد شرف الدین ناظم مدرسہ سعیدیہ پُل بنگش دہلی

(۲)

حافظ عبدالرحمٰن صاحب گھڑیالوی نے دریافت فرمایا ہے کہ آپ حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب کو کافر یا بدعتی سمجھتے ہیں یا اہل حدیث؟ جواباً گذارش ہے کہ میں حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب سے بعض مسائل میں اختلاف رکھتے ہوئے بھی آپ کو شیخ الاسلام معدن العلوم والفنون رئیس المناظرین۔ علمبردار مذہب اہل حدیث مانتا ہوں۔ آپ کے اہل حدیث ہونے میں کیا شک ہے۔ بلکہ آپ کے فیوض علمیہ و کمالات باطنیہ سے ہزار دل بندگان خدا اہل حدیث ہو چکے ہیں۔ آپ کا مرتبہ معاصرین میں ممتاز ہے۔ آپ کی تصانیف کو علمائے ہندوستان اپنے لئے مایۂ ناز سمجھتے ہیں۔ اعدائے اسلام کے لئے آپ تمام علماء کی طرف سے فرض کفایہ بنے ہوئے ہیں۔ اس دور کفر و الحاد میں عیسائیوں و آریوں و دیگر مخالفین و اعداء دین کا آپ نے ناطقہ بند کر رکھا ہے۔ آپ کے علم و فضل کا غلغلہ چہار دانگ عالم میں بلند ہے۔ میری قلم آپ کے مناقب لکھنے میں یقیناً قاصر ہے ؎

بحر مواج آپ معارف و معانی ہیں جن کا ثانی نہیں وہ بے مثانی ہیں

خاکسار محمد یونس۔ مدرس مدرسہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ پھاٹک حبش خاں دہلی

(۳)

بلاشبہ حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری موحد اہل حدیث ہیں۔ ان کی تصانیف میں مجھ کو کوئی ایسی تحریر نہیں ملی۔ جس سے اُن کا مشرک اور بیدین ہونا ثابت ہو۔ جو لوگ ان کو مشرک یا بیدین کہتے ہیں۔ جہل و حسد کی وجہ سے کہتے ہیں۔ حضرت مولانا ممدوح کی دینی، علمی خدمات جماعت اہل حدیث کے لئے باعث فخر ہیں۔ ادام اللہ برکاتہ علی المسلمین و متعھم بطول حیاتہ۔

عبید اللہ رحمانی مدرس دار الحدیث رحمانیہ دہلی

[1] حضرت شاہ گھڑیالوی مرحوم مراد ہیں۔ سا آ ذ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۴) میرے خیال میں تو حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری متع اللہ المسلمین بطول بقائہم کے معتقد، متبع سنت اہل حدیث ہونے پر بحث کرنا ایسا ہی ہے جیسے شیعوں کے مقابلے میں حضرات شیخین سیدنا ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے ایمان پر اور بدعتی مبتدعین کے مقابلہ میں شہید ملت حضرت مولانا اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کے اسلام پر بحث کرنا۔ جس طرح ان بزرگوں کا اسلام اپنے بے شمار براہین کے باوجود بعض معاندین حاسدین اور شپرہ چشم غرض پرستوں کے نزدیک مشکوک ہے۔ ورنہ مولانا کی تحریروں میں میرے نزدیک کوئی بھی ایسی تحریر شائع نہیں جس کو جمہور سلف کے خلاف کہا جائے۔ یا ان کی وجہ سے ان پر شرک و بے دینی کا فتویٰ لگایا جائے محض اپنے جاہل مریدوں میں اپنی پیریت برقرار رکھنے کے لئے فضول غوغا آرائی ہے اور کچھ نہیں۔ مسلمانوں کو ایسے فتنہ انگیز مولویوں کے دام فریب میں آکر راہ حق سے انحراف نہ کرنا چاہیے۔

نذیر احمد اعظمی رحمانی مدرس مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی

(۵)

حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب مشہور معروف عالم جماعت اہل حدیث کے ہیں۔ ان کو بے دین و مشرک کہنا بعید از عقل و نقل ہے۔ اور کوتاہ نظری پر مبنی ہے۔ مولانا ثناء اللہ صاحب پکے موحد، دین دار عالم و فاضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اہم مسلمانوں کو بھوٹ کی وبا سے محفوظ رکھے۔ جو ذرہ ذرہ بات پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں۔ اور فتویٰ لگانے سے خود کافر ہو جاتے ہیں۔

الٰہی بخش مدرس مدرسہ دار الہدیٰ محلہ [illegible] دہلی

(۶)

الاجوبة كلها صحيحة

تقریظ احمد ایڈیٹر اخبار محمدی دہلی

میری درخواست ہے کہ ناظرین حضرت شاہ صاحب مرحوم کے حق میں مغفرت اور ترقی درجات کی دعا کریں۔[1]

المشتہر

خاکسار (حافظ) عبدالرحمن زمیندار گھریالہ ضلع لاہور۔ خادم حضرت شاہ صاحب مرحوم

(۴ر اکتوبر ۱۹۳۸ء) اہل حدیث امرتسر ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۸ء

[1] اللھم اغفرلہ وارحمہ واکرم نزلہ ووسع مدخلہ آمین۔ ورحمنا اللہ جمیعا قال آمینا۔ (خادم داؤد راز)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: مٹھائی وغیرہ سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ کیا ائمہ اربعہ نے ایسا کیا ہے؟

جواب: یہ طریقہ بدعت ہے کسی امام کا قول یا مذہب نہیں ہے۔ (اہل حدیث ج ۲ ص ...)

تشریح: از قلم حضرت مولانا عبدالسلام صاحب (مولوی فاضل) بستوی مصنف تصانیف کثیرہ

سوال: (۱) کیا حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وقت میں کسی کی نیاز یا فاتحہ دی تھی یا دلائی تھی؟

سوال: (۲) آج کل جو ہندوستان میں عام طور سے بڑے بڑے پیر صاحبؒ۔ نظام الدین اولیاءؒ۔ یا خواجہ معین الدینؒ اجمیری کے نام پر نیاز یا فاتحہ کرتے ہیں۔ اس کھانے کو فقیر اور مساکین کے علاوہ بڑے امراء و روساء بھی بہ شوق کھایا کرتے ہیں۔ کیا اس قسم کے کھانے عوام کے لئے جائز ہیں یا ناجائز؟

سوال: (۳) اگر نیاز یا فاتحہ نہ بھی کی جائے۔ صرف بزرگانِ دین کے نام سے کھانا پکایا جائے تو اس کھانے کو فقراء و مساکین کے علاوہ اور لوگ بھی کھا سکتے ہیں کہ نہیں۔ براہِ کرم تینوں باتوں کے جواب میں فقہ کا حوالہ بھی دیں۔

جواب: (۱) نہیں (۲) ناجائز ہے۔

(۳) دن۔ تاریخ اور رسموں کی پابندی کے بغیر جائز ہے۔ اور صرف فقراء و مساکین کا حق ہے۔ اب ان کا مفصل جواب سنیئے:

(۱) شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وصیت نامہ میں لکھتے ہیں۔ از بدعاتِ شنیعہ ما مردم اسراف است۔ در ماتم یا در سوم و چہلم و ششماہی و فاتحہ رسالینہ وایں ہمہ را در قرون اولیٰ وجود نہ بود مصلحت آنست کہ غیر تعزیہ وارثانِ میت تا سہ روز و طعام ایشاں یک شبان و روز زر سے نہ باشد۔ یعنی۔ جو بدترین بدعتیں ہم میں جاری ہیں۔ ان میں ماتم کی فضول خرچی اور تیجہ و چالیسواں و ششماہی و فاتحہ و برسی ہے۔ خیر القرون میں ان تمام بدعتوں کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ صرف تین روز تک میت کے وارثوں کی تسکین و تسلی و ہمدردی اور غمخواری اور ایک دن رات تک انہیں تیار کھانا بھیجنے کے سوا اور سب رسموں کو ترک کر دینا چاہیئے۔

(۲) امام سندھی مدنی حاشیہ ابن ماجہ میں لکھتے ہیں۔

قد ذکر کثیر من الفقھاء ان الضیافۃ من اھل المیت قلب المعقول لان الضیافۃ حقھا للسرور لا للحزن۔ یعنی۔ اکثر فقہاء نے یہ لکھا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ میت والے دعوت کریں۔ یہ تو بالکل الٹی بات ہے اور خلافِ عقل ہے۔ ضیافت خوشی کے موقع پر ہوتی ہے۔ نہ کہ غم کے موقع پر۔

(۳) حنفیہ کے سرتاج امام ابن الہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں۔

یکرہ اتخاذ الضیافۃ من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الحزن وھی بدعۃ مستقبحۃ۔ یعنی۔ اہل میت کی طرف سے دعوتوں کا ہونا مکروہ ہے کیونکہ مشروع تو یہ ہے کہ خوشی کے وقت دعوتیں کی جائیں نہ کہ غمی کے وقت۔ پس مصیبت کے وقت۔ یعنی میت کے بعد یہ دعوتیں سب کی سب بدترین بدعت ہے

(۴) مولانا عبد الحی حنفی لکھنوی مجموعہ فتاویٰ میں فاتحہ مروجہ کے طریقہ کی نسبت لکھتے ہیں

" اس کی اصل شرع میں نہیں ہے۔ اور سوائے ہندوستان کے کسی ملک میں مروج نہیں۔

(۵) مجموعہ فتاویٰ جلد سوم میں مروجہ فاتحہ کی نسبت لکھتے ہیں۔

" ایں طور مخصوص نہ در زمانِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود۔ و نہ در زمانِ خلفاء بلکہ وجود آں در قرونِ ثلاثہ کہ مشہود لہا بالخیرات منقول نہ شدہ یعنی مروجہ فاتحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفاء اربعہؓ کے یا صحابہؓ اور تابعینؒ کے زمانہ میں نہ تھی۔ تیجے کی نسبت اسی کتاب میں لکھتے ہیں۔ در شریعتِ محمدیہ ثابت نیست۔ اسلام میں یہ ثابت نہیں۔

(۶) خلاصہ میں ہے لا یباح اتخاذ الضیافۃ عند ثلاثۃ ایام ..... یعنی تیجہ کرنا درست نہیں۔

(۷) فتاویٰ بزازیہ میں ہے۔ یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثانی والثالث وبعد الاسبوع۔

یعنی۔ میت کے بعد پہلے، دوسرے اور تیسرے دن اور ہفتہ کے بعد دعوت کرنی مکروہ ہے۔

(۸) ملّا آفندی حنفی رسالہ ردّ بدعات میں لکھتے ہیں۔

والاجتماع علی المقبرۃ فی الیوم الثالث وتقسیم الورد الطیب والثمار وغیرھا ثمہ والاطعام فی الایام المخصوصات کالثالث والخامس والتاسع والعاشر والعشرین والاربعین والشھر السادس۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی۔ جو خلاف شرع باتیں ہمارے زمانہ میں ہو رہی ہیں۔ ان میں یہ بھی ہیں کہ قبر پر تیسرے روز جمع ہونا۔ اور خوشبو چھل وغیرہ تقسیم کرنا۔ اور خاص خاص دنوں میں کھانا کھلانا۔ جیسے تیسرے، پانچویں۔ نویں۔ دسویں، بیسویں۔ چالیسویں دن اور چھ ماہ کے بعد۔

(۹) شیخ عبد الحق دہلویؒ "مدارج النبوۃ" میں لکھتے ہیں "عادت نہ بود کہ برائے میت جمع شوند و قرآن خوانند ختمات خوانند۔ نہ بر سر گور نہ غیر آں و ایں مجموع بدعت است۔ یعنی قبرستان میں یا میت کے گھر پر یا کسی اور جگہ لوگوں کو جمع ہو کر قرآن خوانی ختم کرنے کی سلف صالحین میں عادت نہ تھی۔

(۱۰) شیخ علی متقی "رسالہ ردّ بدعات" میں لکھتے ہیں۔ الاجتماع للقراءة بالقرآن علی المیت بالتخصیص فی المقبر والمسجد او البیت بدعة مذمومة۔

یعنی میت پر قرآن پڑھنے کے لئے قبرستان یا مسجد یا گھر میں لوگوں کا اجتماع بدترین بدعت ہے۔

(۱۱) حنفی مذہب فقہ کی معتبر کتاب جامع البرکات اور کشف الغطاء میں ہے۔ "آنچہ بعد سالے یا ششماہی یا چہل روز درپی و یا طعام پر ند و بخشش کنند آں را بھاجی گویند۔ چیزے داخل اعتبار نیست۔ بہتر آنست کہ نخورند"

یعنی جو کھانا ان اطراف میں برسی ششماہی اور چہلم میں پکا کر کھلاتے ہیں۔ اس میں کوئی بھلائی نہیں بلکہ اسے کھانا بھی نہ چاہیے۔

(۱۲) ماۃ مسائل جو مولانا شاہ اسحاق صاحب حنفی نے ۱۲۴۵ھ میں خاندان تیموریہ کے بعض اراکین کے سوالات کے جواب میں تحریر فرمائی ہے۔ جس کا اردو ترجمہ امداد المسائل بھی خود حنفیوں کے نامور مولوی صاحب مولانا عبد الحی صاحب نے کیا ہے اس کے ص۳۲ پر لکھا ہے۔ "شریعت سے چالیسویں کی فاتحہ کے لئے دن مقرر کرنا ثابت نہیں۔ بلکہ چہلم وغیرہ میں کھانے کا انتظام بھی اچھا نہیں سمجھا گیا (۱۳) اسی کتاب کے صفحہ ۸۶ پر ہے۔ روٹیوں پر فاتحہ دینا۔ جیسا کہ مروج ہے۔ کسی حدیث اور مجتہدین کی کسی روایت سے ثابت نہیں۔ (۱۴) اسی کتاب کے صفحہ ۸ پر لکھتے ہیں۔ فاتحہ مروجہ کی کچھ بھی اصلیت نہیں۔ اس لئے کہ یہ امور جو لوگوں میں رائج ہیں۔ وہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ اور تابعین رحمہم اللہ سے منقول نہیں۔

(۱۵) حنفی مذہب فقہ کی کتاب عالمگیری میں ہے۔ قراءة الکافرون الی الآخر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مع الجمع مکروهة لانها بدعة لم ینقل ذلك عن الصحابة .....
یعنی سورہ قل یاایها الکفرون سے آخر تک لوگوں کا جمع ہو کر پڑھنا مکروہ ہے
اس لئے کہ یہ صحابہؓ سے منقول نہیں۔

(۱۶) فقہ حنفیہ کی کتاب نصاب الاحتساب میں ہے۔ قرأة الکافرون الی الاخر مع الجمع مکروهة لانه بدعة لم ینقل ذلك عن الصحابة والتابعین۔ یعنی سورۂ قُل یَا سے آخر تک مجمع کر کے پڑھنا مکروہ ہے اس لئے کہ یہ بدعت ہے۔ صحابہؓ اور تابعینؒ سے منقول نہیں۔

(۱۷) ہدایہ میں ہے کہ صبح صادق کے بعد دو سنتوں کے علاوہ اور کچھ پڑھنا مکروہ ہے اس لئے کہ باوجود حرص کے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو سنتوں کے علاوہ اور کچھ نہیں پڑھا۔ اور اسی طرح عیدگاہ میں عید کی نماز سے پہلے نفل پڑھنے کو منع کرتے ہوئے یہی دلیل وارد کی ہے۔ کتاب الحج میں صحابہؓ کے فعل کی نقل نہ ہونے کو دلیل بنا کر مسئلہ ثابت کیا ہے اور ۱۲ اور ۱۵ کی دلیل میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ صحابہؓ اور تابعینؒ سے منقول نہ ہونے کو کراہیت کی دلیل میں پیش کیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ کسی فعل شرعی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ اور تابعینؒ سے منقول نہ ہونا اس فعل کے مکروہ اور بدعت ہونے کی دلیل ہے پس مروجہ فاتحہ اور رسوم چہلم وغیرہ بھی بوجہ عدم ثبوت از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدعت و مکروہ ہوگا۔

(۱۸) مولانا شاہ اسحاق صاحبؒ کی کتاب مائۃ مسائل کے ترجمہ اردو امداد المسائل ص۱۱۹ میں ہے۔ کھانے کی چیزوں شیرینی وغیرہ پر فاتحہ دلانا ان راتوں میں یعنی معراج کی رات شب جاشور شب برات، شب قدر وغیرہ میں احادیث اور کتب معتبرہ کی روایات سے ثابت نہیں اور احادیث صحیحہ مرفوعہ متصل الاسناد سے ارواح کا ان راتوں میں آنا بھی ثابت نہیں۔

خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی سوئم اور چہلم کے عنوان سے اپنے رسالہ "درویش" مجریہ یکم جون ۱۹۲۲ء میں لکھتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں۔ مرگئے مردود جن کی فاتحہ نہ درود۔ میں کہتا ہوں۔ فاتحہ درود کرنے والوں کو مرنے والوں کے ایصال ثواب سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ وہ تو محض اپنی ناموری کے لئے سوئم اور چہلم کی رسمیں ادا کرتے ہیں۔ سوئم، چہلم، دسویں، بیسویں کا رواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت نہیں ہے۔ یہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب رسمیں مسلمانوں نے ہندوؤں سے سیکھی ہیں[1] یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا عبدالباری صاحب مرحوم لکھنوی نے وصیت فرمائی تھی۔ کہ ان کا سوئم چہلم نہ ہو۔ جیسے حیدرآباد والے زیارت کہتے ہیں۔ قبر میں میرے اعمال میرے ساتھ جائیں گے۔ میں کسی کا محتاج مرنا نہیں چاہتا۔ جو خرچ سوئم اور چہلم میں ہوتا ہے وہ میں اپنی زندگی میں نیک کاموں کے لئے کروں گا۔ تاکہ میں اپنے والوں کا محتاج نہ رہوں۔ پس ہر مسلمان مرد وعورت کے لئے لازم ہے کہ سوئم چہلم کی رسم ترک کر دے اور جو نیکی کرنی ہو۔ اپنی زندگی میں کرے۔ زندگی میں جو نیک کام کیا جاتا ہے اس کا ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے۔ مرنے کے بعد سوئم چہلم چونکہ نام ونمود کے لئے کئے جاتے ہیں۔ اور ہندوؤں کی دیکھا دیکھی اس کا رواج ہوا ہے اس واسطے بجائے ثواب کے الٹا عذاب مردے کی روح کو ہو گا۔

(۱۹) شامی میں ایک لمبی بحث کر کے ان تمام افعال کی نسبت فیصلہ لکھا ہے کہ فَلَا شَكَّ فِي حُرْمَتِهٖ وَبُطْلَانِ الْوَصِيَّةِ بِهٖ یعنی یہ تمام کام بے شک وشبہ حرام محض ہیں۔ اور اگر مرنے والے نے ان کاموں کی وصیت کی ہو۔ اس کی وصیت بھی یقیناً باطل اور بے کار ہے۔

(۲۰) ردّ المحتار جو حنفی مذہب کی چوٹی کی کتاب ہے۔ اس میں تحریر ہے وما یصنع فی بلاد العجم من فرش البسط والقیام علی القوارع الطریق من اقبح القبائح۔ یعنی ہندوستان وغیرہ میں جو بد رسم ہے کہ میت کے بعد راستوں پر دریاں وغیرہ بچھا کر بیٹھتے ہیں۔ یہ بہت بری رسم ہے۔

(۲۱) صاحب قاموس مجدالدین فیروزآبادی سفر السعادت میں لکھتے ہیں۔

وعادت نبود کہ برائے میت جمع شوند۔ قرآن خوانند وختمات کنند نہ بر گور نہ غیر آں مکان وایں بدعت است۔ ومکروہ۔ یعنی سلف صالحین میں یہ دستور نہ تھا کہ قبر پر یا کسی اور جگہ جمع ہو کر کسی مردے کے لئے قرآن خوانی کریں یا ختم پڑھیں۔

(۲۲) حنفی مذہب کی بہت ہی معتبر کتاب خانیہ میں ہے۔ اوصٰی بایتخذ الطعام بعد موتہ للناس ثلثۃ ایام فالوصیۃ باطلۃ۔

---

[1] بدعت پسند حضرات کے لئے کیا اس بیان میں کچھ عبرت ہے؟ کیا فرماتے ہیں حضرات؟ خواجہ حسن نظامی دہلوی کے بارے میں؟ (راز)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی اگر مرنے والا وصیت بھی کرجائے کہ میری موت کے بعد آنے جانے والوں کو تین دن کھلاتے پلاتے رہنا۔ تو یہ وصیت بھی باطل ہے۔ وارثوں کے لئے اس کو پورا کرنا جائز نہیں۔

(۲۳) تذکرہ قرطبی میں ہے قال احمد بن حنبل ہو من فعل الجاھلیۃ۔ یعنی جن کے ہاں میت ہوگئی ہو وہ لوگوں کی دعوت کریں یہ فعل اسلام سے پہلے کے جاہلوں کا ہے۔

(۲۴) اسی کتاب میں ہے الطعام الذی یصنعہ اھل المیت فیجتمع علیہ النسآء والرجال فہو قوم لاخلاق لھم فی الدین۔ یعنی جس گھر میں کوئی مر گیا ہو وہ کھانا پکائیں۔ یہ کام ان لوگوں کا ہے۔ جن کا دین اسلام میں کوئی حصہ نہ ہو۔

(۲۵) تلخیص السنن میں ہے ان ھذا الاجتماع الخ یعنی میت کے مخصوص مقررہ دنوں میں جمع ہونا مطلقاً ثابت نہیں۔ بلکہ ایسا کرنے والے گویا سلف رح پر صحابہ رضی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بلکہ خدا پر طعنہ کرنے والے ہیں۔ کہ امر دین اور میت کے نفع کی چیز ان سب کو تو معلوم نہ ہوئی۔ اور اس کے کرنے والوں نے معلوم کرلی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

عبدالسلام بستوی	اہلحدیث دہلی ۱۵ ارمئی ۱۹۵۱ء

سوال: یہ اعتقاد رکھنا کہ وصال کے بعد اولیاء اللہ اپنی کرامت دکھا سکتے ہیں (شرک ہے یا نہیں)۔ اگر شرک ہے۔ تو منصور کی لاش سے انا الحق کی صدا کیوں کر آتی تھی؟ مجدد الف ثانی نے اپنی تربت سے یہ جواب (کدام مرزا شیفتہ ما) کیوں کردیا۔ قصہ اس کا یوں ہے کہ کوئی بزرگ مجدد الف ثانی کی زیارت کو گئے تھے۔ وقت چلنے کے ان سے مرزا مظہر جان جاناں نے اپنا سلام کہلا بھیجا۔ جب فاتحہ سے فارغ ہوکر ان کا اسلام ان کو پہنچایا۔ تو تربت سے یہ آواز آئی تھی جو اوپر مذکور ہوئی۔

جواب: ایسے اعتقاد کا ثبوت قرآن وحدیث میں نہیں۔ منصور اور مجدد صاحب کا قصہ بھی کسی صحیح روایات سے نہیں آیا۔ مریدوں کی خوش اعتقادی ہے۔

۲۳ رجب المرجب ۱۳۲۱ھ

شرفیہ: یہ قصہ سراسر جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَہٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَھُمْ عَنْ دُعَائِہِمْ غَافِلُوْنَ (پ۲۰۔ع۱) وقال ایضا فانک لا تسمع الموتی (پ۲۱۔ع۴) - نیز جب قبر سے آواز آئی تھی تو پیغام رساں سے کیوں نہ کہا۔ کہ حضرت میں نے تو آپ کو مُردہ جان کر فاتحہ پڑھی میں نے غلطی کی کہ آپ زندہ ہے۔ آپ کو مردہ تصور کیا۔ معاف فرمایئے۔ اور قبر سے باہر تشریف لایئے۔ چھپے ہوئے کاہے کو ہیں۔ باہر آکر لوگوں کو تبلیغ سے فائدہ پہنچایئے۔

ابوسعید شرف الدین دہلوی

سوال: کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ اپنے صفات میں ظہور کرے۔ اور خدا کی صفات اسمائیہ آثار میں جلوہ گر ہوں۔ کیا یہ درست ہے۔ اگر ہے تو دلیل قرآن شریف اور حدیث نبوی سے تحریر فرمائی جائے۔

جواب: اللہ تعالیٰ کے ظہور کرنے سے مراد اگر یہ ہے کہ اس کی صفات کا اثر مخلوق میں پایا جائے۔ مثلاً قدرت کا اثر مقدور میں۔ اور خالق کا اثر مخلوق میں تو ٹھیک ہے چنانچہ یہ دیکھ ہی رہے ہیں۔ اور قرآن مجید صاف بتا رہا ہے۔ وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۔ اور اگر اس سے یہ مراد ہے کہ وہ خود جلوہ گر ہو۔ جیسا عیسائیوں کا حضرت مسیحؑ کے نسبت اور ہندوؤں کا اپنے بزرگوں کی نسبت جن کو وہ اوتار کہتے ہیں عقیدہ ہے۔ تو یہ عقیدہ قرآن مجید و حدیث شریف۔ بلکہ جملہ اہل اسلام کے خلاف ہے واللہ اعلم۔

۳۰ رجب المرجب ۱۳۴۲ھ

سوال: حدیثوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ۔ اور حضورؐ نے فرمایا ہے۔ بعض لوگ میری امت سے ایک جماعت کے لوگوں میں شفاعت کریں گے۔ بعض ان میں سے وہ شخص ہے کہ ایک قبیلہ کی شفاعت کرے گا۔ یہاں تک کہ تمام امت جنت میں داخل ہو گی۔ الفاظ حدیث شریف یہ ہیں۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ قال ان من امتی من یشفع للقبیلۃ (الحدیث) (ترمذی باب صفۃ القیمۃ)

لہٰذا آپ بذریعہ اخبار اہل حدیث ان احادیث کے تحقیق و مفہوم معنی سے مطلع فرمائیں۔

جواب: ایک شفاعت کبریٰ ہو گی۔ جو عام امت کے لئے ہو گی۔ جس کے بابت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارشاد ہے۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ۔ دوسری شفاعت اسی تفصیل سے بلکہ اس سے بھی زیادہ مفصل ہوگی جس میں کچا، گرا ہوا بچہ بھی ماں باپ کی شفاعت کرے گا یہاں تک کہ سب سے اخیر خدائے تعالیٰ فرمائے گا کہ سب نے شفاعت کرلی۔ لَمْ يَبْقَ إِلَّا أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ۔ اب تو ارحم الراحمین (خدا) ہی باقی رہ گیا۔ وہ رحمت کے دونوں ہاتھوں سے دوزخیوں کو نکال دے گا، یہاں تک کہ سب امت بہشت میں داخل ہوجائے گی۔ ان پچھلے لوگوں کا نام ہوگا عُتَقَاءُ اللّٰهِ[1]۔

(۲ شعبان المعظم ۱۳۴۲ھ)

سوال: خطبہ، جمعہ، یا وعظ میں آنحضرت رسولِ کائنات کا نام نامی۔ اسم گرامی سن کر درود بھیجتے ہیں۔ اور درمیان اذان کے بھی جواب کے ساتھ درود پڑھتے ہیں۔ آیا از روئے شریعت یہ امور جائز ہیں۔ یا نہیں۔

جواب: حدیث شریف میں آیا ہے۔ جب میرا نام (آنحضرت) سنو تو درود پڑھو۔ اس حدیث پر تعمیل کرنے کو درود پڑھیں تو جائز بلکہ کار ثواب ہے۔

(۲ ذی قعدہ ۱۳۴۲ھ)

شرفیہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی واسم گرامی کا جب ذکر ہو تو درود شریف پڑھنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رغم انف رجل ذکرت عندہ فلم یصل علی (الحدیث اخرجہ الترمذی وقال حسن غریب کذا فی تنقیح الرواۃ ص[illegible] ج۱۔ ہذا عن ابی ہریرۃ واخرجہ ایضا الطبرانی عن کعب بن عجرۃ وفیہ قال جبرئیل رغم انف امرئ ذکرت عندہ فلم یصل علیک فقلت آمین رجالہ ثقات کما قال العراقی واخرجہ ایضا الطبرانی عن جابر بلفظ قال جبرئیل شقی من ذکرت عندہ فلم یصل علیک فقلت آمین انتہیٰ کذا فی نیل الاوطار ص۲۲۷ ج۲۔

مقصد ان روایات کا یہ ہے کہ آپ کے نام نامی کو سن کر آپ پر درود شریف پڑھنا بہت ہی ضروری ہے جو اس میں کوتاہی کرے وہ بخیلوں کا بخیل ہے۔ درود شریف بہتر وہی ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ مختصر پڑھنا ہو تو صلی اللہ علیہ وسلم ہی پڑھ دیا جائے۔

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

---

[1] یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کے آزاد کردہ بندے۔ اللھم اعتقنا من النار آمین۔ (راز)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: جو شخص جماعت اہل حدیث کو گمراہ اور جہنمی قرار دیتا ہے اور علمائے اہل حدیث کے پیچھے نماز ناجائز قرار دیتا ہے۔ ایسے شخص پر منجانب قرآن واحادیث نبویہ کوئی حرف اطلاق ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اور ایسے شخص کے خلف نماز ہوتی ہے یا نہیں الخ

سائل ابو طیب محمد فرید کوٹی

جواب: ایسے شخص کی وہی سزا ہے جو حدیث میں آئی ہے۔ کہ جو شخص کسی کو کافر یا فاسق کہے اور وہ اصل میں نہ ہو۔ تو وہ الفاظ اس پر لوٹ پڑتے ہیں۔ لیکن ایسے شخص کو امام نہیں بنانا چاہیئے۔ اگر نماز پڑھا رہا ہو تو اقتدا جائز ہے۔ صحیح بخاری میں باب امامۃ المفتون و المبتدع ملاحظہ ہو۔

۵ نومبر ۱۹۳۷ء

سوال: ایک شخص کا عقیدہ کہ قرآن مجید کے موجودہ تیس پاروں میں کوئی منسوخ الحکم آیت نہیں ہے۔ اور وہ شخص قائلین نسخ کو ضال یا گمراہ بھی نہیں کہتا ہے اور ایک دوسرا شخص قرآن مجید کی بعض آیات کو بعض آیات سے منسوخ الحکم قرار دیتا ہے۔ اور نسخ قرآن کے نہ ماننے والے کو گمراہ اور ضال کہتا ہے۔ ان دونوں میں کون حق پر ہے۔

ابو سعید عبد الرحمن فرید کوٹی

جواب: کسی آیت مخصوصہ کو منسوخ کہنا منصوص امر نہیں ہے۔ بلکہ مفسر یا مترجم کا اپنا فہم ہے۔ جو عند التعارض اس کو پیش آتا ہے اس لئے ممکن ہے جو تعارض کی وجہ سے ایک مفسر کسی آیت کو منسوخ کہے دوسرا اس تعارض کو اور طرح سے رفع کرے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی نے فوز الکبیر میں اس کے متعلق کافی روشنی ڈالی ہے۔ کوئی عالم صحیح معنی میں قرآن کی آیت منسوخہ میں تطبیق دے سکے۔ اور وہ تطبیق کسی دوسری آیت یا حدیث کے خلاف نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ بلکہ فعل ممدوح ہے۔ اس لئے نسخ کے بارے میں اتنا تشدد کرنا اچھا نہیں ہے[1]۔ اللہ اعلم

۵ نومبر ۱۹۳۷ء

سوال: حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِىْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا الخ "ا مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا (پ۔ سورہ کہف)۔ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقرنین نے سورج کو بیچ چشمے کیچڑ کے ڈوبتا پایا۔ اگر یہ

---

[1] اسباب نسخ کی تفصیلات کے لئے حجۃ اللہ البالغہ ج ا ص ۱۲۳ ملاحظہ فرمائیے۔ محمد داؤد راز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بات صحیح ہے تو جس وقت سورج کیچڑ کے چشمے میں ڈوبتا ہے۔ اس وقت تمام دُنیا میں رات ہونی چاہیئے تھی۔ مگر ادھر جغرافیہ دان کہتے ہیں کہ جس وقت دُنیا کے ایک حصّہ میں دن ہوتا ہے دوسرے حصے میں رات ہوتی ہے۔ براہ مہربانی بہت جلد اپنے جواب سے ہمیں یہ بات ذہن نشین فرمایئے۔

جواب: وَجَدَ کے معنی "گمان کیا" بھی آتے ہیں۔ علم نحو میں وَجَدَ افعال قلوب میں لکھا ہے۔ افعال قلوب یہ ہیں ؎

خلت باشد باعلمت پس حسبت بازعمت ‏ پس ظننت بارایت پس وجدت بے خطا

اس شعر میں افعالِ قلوب شمار کئے گئے ہیں۔ یعنی وہ افعال جو دل سے تعلق رکھتے ہیں پس معنی یہ ہیں کہ ذوالقرنین نے سورج کو غروب ہوتے ہوئے دلدل میں ڈوبتا سمجھا۔ ذوالقرنین سے کیا مخصوص ہے۔ اب بھی سمندر کے کنارے غروب کے وقت کوئی نظر کر کے دیکھے تو یہی سمجھے گا کہ سورج سمندر میں ڈوب گیا۔ ایسا ہی ذوالقرنین نے گمان کیا۔

۴ر مارچ ۱۹۳۲ء

سوال: فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دیکھا میں نے چند ایسے لوگوں کو جن کے منہ میں خون بھرا ہوا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ نیز فرمایا کہ جہنم میں زیادہ تر عورتوں کو دیکھا۔ اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حشر کے دن تمام مخلوق سے حساب و کتاب لینے کے بعد اپنے اپنے اعمال کے مطابق دوزخ یا جنت میں بھیجے گا۔ تو یہ لوگ جن کو آپ نے معراج میں دیکھا تھا۔ کون تھے جو ابھی سے دوزخ میں بھیجے گئے اور اپنے بداعمال کا نتیجہ بھگت رہے ہیں۔ نیز اگر دوزخ میں گنہگار ہیں تو جنت میں بس نیک لوگ بھیجے گئے ہوں گے جو ابھی تک وہاں آرام سے بسر کرتے ہوں گے۔

جواب: جس روز آنحضرتؐ نے دیکھا۔ اس سے پہلے جو لوگ ایسے گذر چکے تھے۔ ان کو دیکھا تھا۔ بعض اکابر (مثل شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ قدس سرہ) عالم مثال کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک عالم مثال میں ہر چیز کی تمثال ہے۔ وہ بعینہٖ اصل کی طرح ہے۔ آنحضرتؐ نے اس تمثال کو دیکھا تھا۔ اس کی حکایت فرمائی ہے جو اصل کے حکم میں ہے۔ اللہ اعلم۔

۱۱ر مارچ ۱۹۳۲ء

سوال: ارہاص معجزہ کرامت معرفت۔ استدراج وغیرہ کا مفہوم ایک ہی ہے یا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الگ الگ حقیق اول معجزہ جو دلیل نبوت کہا جاتا ہے اور جس سے خاص انبیا علیہم السلام ممتاز ہیں یہ اور یہ شخص جس کی معاشرت ٹھیک اور اس سے استدراج صادر ہو۔ ان کے مفہوم اور وقعت حقیقی میں آیا کچھ فرق ہے؟

جواب: ارہاص استدراج وغیرہ مشق کے نتیجے ہیں معجزہ مشق کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ وہبی طریق سے فوری ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جس نبی کی معرفت معجزہ ہوتا ہے۔ اس کو ایک منٹ بلکہ سکنڈ بھر بھی پہلے خبر نہیں ہوتی اور کرامت تو ماتحتی نبوت کا نتیجہ ہے۔ اسی لئے علماء کلام کہتے ہیں کہ ولی کی کرامت درحقیقت اس نبی کا معجزہ ہوتی ہے۔ جس نبی کا وہ تابع ہے۔

۲۹ نومبر ۱۹۱۸ء

سوال: سیرت النعمان کے صفحہ ۱۱ میں ۷۳ فرقوں والی حدیث کو بناوٹی حدیث بتلایا ہے یہ حدیث صحیح ہے یا بناوٹی۔

جواب: حدیث ۷۳ فرقوں والی صحیح نہیں ہے۔ مگر بناوٹی بھی نہیں ہے کیونکہ بناوٹی موضوع کو کہتے ہیں۔ البتہ ضعیف ہے۔

یکم محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

۷۳ فرقوں والی حدیث کو امام احمد و ترمذی و ابوداؤد و حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے۔ ترمذی نے اس کو حسن غریب کہا ہے۔ ایک راوی ترمذی کی سند میں مختلف فیہ ہے۔ بعض نے اس میں کلام کیا ہے۔ قال الامام البخاری یقوی امرہ و وثقہ۔ ایضا یحیی بن سعید القطان و سندہ احمد و الحاکم حسن۔ (تنقیح الرواۃ ج ۱ ص ۴۲)

حدیث بالا کے ماتحت فرقہ ناجیہ کی تشریح[1]

از قلم حضرت مولانا ابو تمیم محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی

حضرات! "فرقہ ناجیہ" کا تصور و خیال ایک حدیث شریف سے اٹھتا ہے۔ جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میری امت تہتر فرقوں میں منقسم ہو جائے گی، ایک فرقہ کے سوائے دیگر سب دوزخ میں جائیں گے۔"

اس ایک فرقہ کے قائم رکھنے میں حکمت خداوندی یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم کی ساری امت گمراہ نہ ہو جائے اور دین محمدی محرف نہ ہو جائے۔ نیز یہ کہ اس فرقہ حقہ سے دوسروں پر حجت پوری ہوتی رہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ میں فرماتے ہیں:-

---

[1] حضرت مولانا نے یہ تقریر جلسہ سالانہ مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی منعقدہ ۲۶/۲۷ دسمبر ۱۹۳۱ء فرمائی تھی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"فَإِنَّ لِلّٰهِ طَائِفَةً مِّنْ عِبَادِهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حُجَّةُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ"
(حجۃ اللہ مصری جلد اوّل صفحہ ۱۵۳)

"یعنی خداتعالیٰ کے بندوں میں سے ایک گروہ ہے جن کو کوئی شخص جو اُن کا ساتھ چھوڑ دے کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ اور وہ زمین میں خدا کی حجت ہیں۔"

اگلے دین اسی سبب سے محرف ہوگئے کہ اختلاف کے وقت اُن میں کوئی فرقہ بھی سننِ انبیاء پہ قائم نہ رہا تھا۔ یہ امر اس شخص پر بہت آسان ہے۔ جو تاریخ یہود و نصاریٰ اور ان کی کتابوں کا مطالعہ گہری نظر سے کرے۔ اور ان کے باہمی اختلافات کو فکرِ صائب سے سوچے۔

یہ ایک فرقہ کون سا ہوگا؟ جن لوگوں کی آنکھ پر تحزب و تشنیع کی پٹی بندھی ہے۔ وہ حقیقت کو نہ دیکھتے ہوئے یہی زعم کریں گے کہ بس وہ فرقہ ہمارا ہی ہے۔ باقی سب فی النار والسقر۔ جیساکہ اگلی امتوں کے اختلاف کی نسبت ان کے مزعومات کا ذکر کیا۔
فَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ.
(مومنون پ)

"یعنی انبیاء علیہم السلام کے بعد اُن کی اُمتوں نے دین (واحد) کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ہر فرقہ اپنے عندیے پہ نازاں ہو رہا ہے۔" لیکن قربان جائیں اس رسول پاک صلعم کے کہ آپ نے اس فرقہ ناجیہ کی حقیقت پر کوئی پردہ نہیں رہنے دیا۔ اور اس کی تعیین کے لیے ہمیں بھول بھلیوں میں نہیں چھوڑ گئے کہ ہر کوئی اپنے مزعومات و تخیلات و توہمات پہ ڈینگیں مار سکے۔ چنانچہ حدیث مذکور الفوق کا تتمہ یوں ہے کہ
"صحابہ نے عرض کیا حضرت! وہ فرقہ کون سا ہوگا؟ آپ نے فرمایا۔ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي۔ یعنی جو اس طریقے پر ہوں گے جس پہ میں ہوں اور تم میرے اصحاب ہو پیارے بھائیو! حدیث کے پہلے ٹکڑے یعنی اختلاف امت اور مختلف فرقے بن جانے کی تصدیق واقعات نے کر دی۔ اور اب اس کے لیے کسی حالت منتظرہ کا انتظار باقی نہیں ہے۔ تو کیا دوسرا ٹکڑا تعیین مصداق کے سوا ہی رہے گا، یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ مخبر صادق کی خبر کی ایک جزو تو درست اُترے اور دوسری میں ہم ڈانواں ڈول رہیں۔ اب تعصب کی پٹی کھول کر "مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي" کے مطابق ہر فرقے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مسائل (اصولی و فروعی) کو دیکھ لیا جائے۔ جس کے عقائد اور عملیات سنت رسول اللہ صلعم کے مطابق، اور تعامل صحابہؓ کے موافق ہوں، اُسے حق پر جانتے ہوئے اس میں شامل ہو جائیے۔ بس اللہ اللہ خیر سلا۔ نہ اس میں آپ کو کوئی تردد ہوگا نہ ہونا چاہیئے۔

اس حقیقت کو مکدر کرنے کے لئے قرآن و حدیث کے نصوص میں بہت کچھ کھینچ تان کی گئی ہے۔ اور طرح طرح کی تاویلات بلکہ تحریفات سے کوشش کی گئی ہے کہ اپنے مزعومات کو قرآن و حدیث سے ماخوذ بنایا جائے۔ لیکن حضرات! میں یہ مضمون ایک ایسے طریق پر بیان کرتا ہوں۔ جس میں اپنے اپنے خیال کی پیچ نہیں ہے اور وہ فرقہ بندی کی قید سے آزاد ہے حقیقتِ مطلوبہ کو نمایاں کرنے کے لئے ایک امر کی وضاحت ضروری ہے۔ جس پر اس کی بنیاد ہے۔ وہ یہ کہ صحیح بخاری میں حضرت مغیرہؓ سے اور صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ اور ثوبانؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا "میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ رہے گا جو حق پر ہو کر لڑتا رہے گا۔ حتیٰ کہ خدا کا حکم آجائے۔ اور وہ اسی حالت معنونہ پر ہوگا"۔

اس وقت میرا استدلال حدیث کے لفظ "لا تزال" (ہمیشہ رہے گا) سے ہے کہ آنحضرت صلعم اپنی امت میں سے ایک جماعت کے ہر زمانے میں قائم رہنے کی بشارت سناتے ہیں۔ اس بنا پر ہم کو تاریخی طور پر دیکھنا چاہیئے کہ کس فرقے کا وجود بلحاظ عقائد و عملیات کے ہر زمانے میں پایا جاتا رہا ہے! یا یہ کہ کسی کی روش کے آثار حوادث کی پامالی سے کسی زمانہ میں بھی نہیں مٹ سکے۔ سو معلوم ہو کہ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے آخری سال میں ایک یہودی الاصل شخص عبد اللہ بن سبا نے آپ کے برخلاف سیاسی ایجی ٹیشن شروع کی۔ جس سے سبائی دو جماعتیں بن گئیں۔ اور اس کا انجام حضرت عثمانؓ کی شہادت سے ہوا آپ کے بعد حضرت علیؓ خلیفہ ہوئے اور سبائی ان کے ساتھ ہو گئے۔ عثمانی حضرت عثمانؓ کے خون کا انتقام لینے کے لئے ان کے بالمقابل کھڑے ہو گئے اور باقاعدہ صف آرائی سے جنگ شروع ہو گئی۔ جنگ صفین میں اس بات پر لڑائی ختم ہو گئی کہ ایک منصف حضرت علیؓ کی طرف سے اور ایک حضرت معاویہؓ کی طرف سے مقرر ہو۔ جو کچھ وہ دونوں فیصلہ کریں۔ طرفین منظور کر لیں۔ سبائی صلح نہیں چاہتے تھے ایک بہانے سے کہ حضرت علیؓ نے ایک انسان کو حکم مانا ہے۔ اور خدا کو چھوڑ کر انسان کو حکم ماننا شرک ہے کوئی بارہ ہزار سبائی حضرت علیؓ کی طاعت سے خارج ہو گئے۔ اور ان کا نام خارجی ہوا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرفدار تھے اُن کے مقابلہ ان کا نام شیعہ علی رضی اللہ عنہ یعنی حضرت علی کی جماعت پڑا۔ اس فتنۂ عظیم کے وقت ایک بڑی جماعت غیر جانب دار رہی۔ اور انھوں نے کسی طرف بھی حصہ نہ لیا۔ اس لیے کہ آنحضرت صلعم نے ایسے موقع پر فتنے میں حصہ نہ لینے کی بات حکم دیا تھا۔ رفتہ رفتہ اس سیاسی فتنے نے مذہبی صورت اختلاف پکڑ لی۔ اور ہر طرح کی عملی اور اعتقادی بدعات شروع ہوگئیں۔

جس طرح ایک کثیر جماعت نے سیاسی فتنے میں حصہ نہیں لیا تھا۔ اور ہر طرح سے فتنے سے بچتے رہے تھے۔ اسی طرح ان بدعات کے وقت بھی ایک بھاری جماعت طرز اوّل اندطرز قدیم پر قائم رہی۔

یعنی آنحضرت صلعم کے عہد میں اور اس فتنے سے پہلے صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت میں دین کی جو حالت تھی اس پر قائم رہی۔ اور ان کا نام اہل سنت ہوا۔ اہل سنت ان اہل بدعت کی (بدعی) روایات کی قبولیت سے پرہیز کرتے رہے۔ چنانچہ محمد بن سیرین رحمہ اللہ تابعی کا قول ہے فَيُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ السُّنَّةِ فَيُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ وَيُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ الْبِدَعِ فَلَا يُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ (مقدمہ صحیح مسلم) اس قول سے معلوم ہوا کہ امام محمد بن سیرین کے وقت تک ایک گروہ کا نام اہلِ سنت پڑ چکا تھا۔ جن کی روایات قابلِ اعتبار سمجھی جاتی تھیں۔ امام محمد بن سیرین تابعی ہیں۔ اپنے وقت کے امام تھے ۳۳ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں پیدا ہوئے۔ بڑے بڑے مشہور صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت لی۔ مثلاً حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ (نواسہ آنحضرت صلعم) وغیرہم۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ آپ کی وفات ستتر سال کی عمر میں ۹ شوال ۱۱۰ھ کو ہوئی۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ اہل سنت نام پہلی صدی ہجری ہی میں پڑ چکا تھا۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اہل سنت کا مذہب مذاہب اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی) میں منحصر ہے۔ اور جو کوئی ان چاروں کی تقلید سے خارج ہو۔ وہ اہل سنت سے خارج ہے؛ صریحاً غلط ہے۔ کیونکہ پہلی صدی ہجری میں ان مذاہب اربعہ کا وجود وکذائی ہرگز موجود نہیں تھا۔ کیونکہ حنفی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی طرف منسوب ہیں۔ آپ سنہ۸۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ اور سنہ۱۵۰ھ میں بغداد میں قید خانہ میں خلا زہر سے شہید کئے گئے اور مالکی امام مالکؒ کی طرف منسوب ہیں۔ اور آپ سنہ۹۳ھ میں مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے اور اسی پاک زمین میں سنہ۱۷۹ھ میں فوت ہوئے اور شافعی امام محمد بن ادریس شافعیؒ کی طرف منسوب ہیں، اور آپ سنہ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ۲۰۴ھ میں مصر میں فوت ہوئے۔ اور حنبلی امام احمد بن حنبل کی طرف منسوب ہیں۔ آپ سنہ۱۶۴ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ اور بغداد ہی میں سنہ۲۴۱ھ میں فوت ہوئے۔ چنانچہ ہم ناظرین کی سہولت اور بیک نظر دیکھنے کے لئے ان کی ولادت اور وفات کی تواریخ ایک نقشہ میں لکھ دیتے ہیں۔

نقشہ تواریخ ولادت و وفات حضرات ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم

نمبر شمار	نام امام	تاریخ ولادت	تاریخ وفات
۱	ابو حنیفہ رحؒ	سنہ۸۰ھ	سنہ۱۵۰ھ
۲	امام مالکؒ	سنہ۹۳ھ	سنہ۱۷۹ھ
۳	امام شافعیؒ	سنہ۱۵۰ھ	سنہ۲۰۴ھ
	امام احمدؒ	سنہ۱۶۴ھ	سنہ۲۴۱ھ

اس تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ پہلی صدی ہجری میں مذاہب اربعہ کا وجود ہی نہیں تھا تو ان کی تقلید کہاں تھی؟ کہ جو شخص ان کی تقلید سے خارج ہے وہ اہل سنت سے خارج ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ معاذ اللہ صحابہ و تابعین اہل سنت نہیں تھے۔ یہ کیسی غلط اور بے معنی بات ہے کہ ائمہ اہل سنت اہل سنت تھے۔ کیونکہ اہل سنت نام تو ان ائمہ اربعہؒ سے پیشتر ہی مشہور و مروج ہو چکا ہے۔ اب نفی کے کیا معنی؟

نیز یہ کہ صحیح بخاری میں حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا: خَیْرُ اُمَّتِیْ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ قَالَ عِمْرَانُ فَلَا اَدْرِیْ اَذَکَرَ بَعْدَ قَرْنِهٖ مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلٰثًا۔ (الحدیث)

یعنی آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میری امت میں سے میرا زمانہ سب سے بہتر ہے۔ پھر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ لوگ جو اُن سے ملیں گے۔ یعنی ان کے بعد ہوں گے پھر وہ جو اُن سے ملیں گے حضرت عمران رضی صحابی کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں رہا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے زمانہ کے ذکر کے بعد دو دفعہ (دو زمانوں کا) ذکر کیا یا تین دفعہ" اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ و تابعین و اتباع تابعین بہترین امت ہیں اور انہی کو قرون ثلاثہ کہتے ہیں۔ اور چونکہ آنحضرت ﷺ نے ان کی خیریت کی شہادت دی ہے۔ اس لئے انہیں مشہود لہا بالخیر کہتے ہیں۔

ان تینوں زمانوں کی حدیں بھی سُن لیجئے۔

پیارے بھائیو! میں پھر عاجزی سے کہتا ہوں۔ کہ میں کوئی بھی بات اپنی طرف سے بنا کر نہیں کہتا۔ جو کچھ کہتا ہوں صحیح صحیح کتابی حوالہ سے کہتا ہوں۔ اور خدا کے فضل سے وہ بات ہوتی بھی حق الحمد درست اور مطابق واقعہ اور عقل و دین میں مقبول ہے) واللہ الموفق۔

(۱) آنحضرت صلعم کا زمانہ سنہ ۱۱ھ تک رہا۔ یعنی آنحضرت صلعم کی وفات سنہ ۱۱ھ میں ہوئی

(۲) صحابہ رضی کا زمانہ سنہ ۱۱۰ھ تک رہا۔ کیونکہ آخری صحابی ابو طفیل سنہ ۱۱۰ھ میں فوت ہوئے

(۳) تابعین رحمہم کا زمانہ سنہ ۱۸۰ھ تک رہا۔ اور

(۴) اتباع تابعین کا زمانہ سنہ ۲۲۰ھ تک رہا۔

نوٹ: ان زمانوں کی مذکورہ بالا تحدید فتح الباری (ج ۱۴ ص ۳۵۳) اور تدریب الراوی (صفحہ ۲۰۹ و ۲۱۵) میں مذکور ہے۔ اس سے بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ قرون خیار کی میعاد ۱۸۰ھ تک یا زیادہ سے زیادہ ۲۲۰ھ تک ہے۔ اور ہر چہار مذہب کی تقلید اس میعاد تک نہیں تھی۔ کیونکہ چوتھے امام احمد رح کی وفات سنہ ۲۴۱ھ میں ہوئی۔ اور یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ امام احمد رح کی تقلید ان کی زندگی میں واجب جانی جاتی تھی۔ پس جس طریق پر قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر گذرے۔ وہی طریقہ حق اور موجب نجات ہے۔

اور وہ کیا تھا؟ بغیر اینچ پیچ اور کھینچ تان کے اور بغیر کسی خاص شخص کی تقلید کے قرآن و حدیث پر عمل کرنا۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

اِعْلَمُوْا اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا قَبْلَ الْمِائَةِ الرَّابِعَةِ غَيْرَ مُجْمِعِيْنَ عَلَى التَّقْلِيْدِ الْخَالِصِ لِمَذْهَبٍ وَاحِدٍ بِعَيْنِهٖ۔

(حجۃ اللہ مطبوعہ مصر جلد اوّل ص ۱۵۲)

"اس بات کو جان رکھو کہ (امت محمدیہ کے) لوگ چوتھی صدی (ہجری) سے پیشتر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعینہٖ کسی خاص مذہب کی تقلید پہ جمع نہیں تھے"۔

ان تاریخی حوالوں کے بعد یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جماعت اہل حدیث کو اہل سنت کا مصداق قرار دینا میرا اپنا اختراع و ایجاد نہیں ہے۔ بلکہ ائمہ محدثین انہی کو قرار دیتے آئے ہیں۔

چنانچہ امام ترمذیؒ حضرت قرہ بن ایاسؓ صحابی کی حدیث نقل کرکے لکھتے ہیں۔ قال محمد بن اسماعیل (البخاری) قال علی بن المدینی هم اصحٰب الحدیث (ترمذی جلد ۲ صـ۴۲) امام بخاریؒ نے کہا کہ (میرے استاد) علی بن مدینی نے کہا کہ وہ اصحاب حدیث ہیں"۔

اسی طرح حافظ ابن حجرؒ حضرت مغیرہؓ والی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔ اَخرَجَ الْحَاکِمُ فِیْ عُلُوْمِ الْحَدِیْثِ بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ عَنْ اَحْمَدَ اِنْ لَمْ یَکُوْنُوْا اَهْلَ الْحَدِیْثِ فَلَا اَدْرِیْ مَنْ هُمْ۔" امام حاکم نے اپنی کتاب علوم الحدیث میں امام احمد سے بسند صحیح نقل کیا کہ آپ نے فرمایا اگر اس سے مراد اہل حدیث نہیں تو پھر میں نہیں جانتا کہ کون لوگ مراد ہیں"۔

اور حضرت پیران پیر صاحبؒ فرقہ ناجیہ کے ذکر میں فرماتے ہیں کہ ان کا نام تو بس اصحاب الحدیث اور اہل سنت ہی ہے۔ (غنیۃ صـ۲۱۲ مترجم فارسی)

اسی طرح امام ابن حزم قرطبی فرماتے ہیں:۔ وَاَهْلُ السُّنَّةِ الَّذِیْنَ نَذْکُرُهُمْ اَهْلُ الْحَقِّ وَمَنْ وَّرَاءَ هُمْ فَاَهْلُ الْبَاطِلِ فَاِنَّهُمُ الصَّحَابَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَکُلُّ مَنْ سَلَکَ نَهْجَهُمْ مِنْ خِیَارِ التَّابِعِیْنَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِمْ ثُمَّ اَصْحَابُ الْحَدِیْثِ۔ وَمَنِ اتَّبَعَهُمْ مِنَ الْفُقَهَاءِ جِیْلًا فَجِیْلًا۔ اِلَی یَوْمِنَا هٰذَا وَمَنِ اقْتَدٰی بِهِمْ مِنَ الْعَوَامِ فِیْ شَرْقِ الْاَرْضِ وَغَرْبِهَا رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِمْ (کتاب الفصل جلد ۲ صـ۱۱۳)

" اور اہل سنت جن کو ہم اہل حق کے نام سے یاد کریں گے۔ اور ان کے سوا کو اہل باطل کہیں گے۔ پس تحقیق وہ "اہل سنت" تو صحابہؓ ہیں۔ اور نیک تابعین میں سے ہر وہ جو ان کے طریق کی پیروی کرے۔ پھر ان کے بعد اصحاب حدیث ہیں اور ہمارے اس زمانہ تک جس قدر فقہاء یکے بعد دیگرے جو بھی ان کے پیرو ہوئے۔ دنیا کے مشرق مغرب تک وہ سب عوام بھی جنہوں نے ان کی پیروی کی۔ ان سب پر خدا کی رحمت ہو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حوالہ سے معلوم ہوگیا کہ لقب اہل سنت کے پورے مستحق اہل حدیث ہی ہیں۔ اور انہی کی بابت آنحضرت صلعم کلی نجات کی بشارت سنا رہے ہیں۔ وللہ الحمد۔

دفع دخل بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ جماعت اہل حدیث تھوڑے عرصہ سے قائم ہوئی ہے۔ یہ بات بالکل غلط اور تاریخی ناواقفیت کی وجہ سے ہے۔ ہم فقہ کی ایک معتبر اور مشہور کتاب کے حوالہ سے ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ جماعت اہل حدیث خدا کے فضل سے قدیمی گروہ ہے۔ بلکہ ہر چار مذاہب کے قائم ہونے سے بھی پہلے کی ہے۔ چنانچہ شامی شرح درِّ مختار میں ہے۔

حکی ان رجلا من اصحاب ابی حنیفة خطب الی رجل من اصحاب الحدیث ابنته فی عهد ابی بکر الجوزجانی فابٰی الا ان یترك مذهبًا فیقرء خلف الامام ویرفع یدیه عند الانحناء ونحو ذالك فاجابه فزوجه (شامی جلد ۳ صـ۲۹۳)

"روایت ہے کہ قاضی ابو بکر جوزجانی رح کے عہد میں ایک حنفی نے ایک اہل حدیث سے اس کی بیٹی کا رشتہ مانگا تو اس (اہل حدیث) نے انکار کر دیا۔ مگر اس صورت میں کہ وہ (حنفی اپنا) مذہب چھوڑ دے۔ اور امام کے پیچھے (سورہ فاتحہ) پڑھا کرے اور رکوع جاتے وقت رفع یدین بھی کیا کرے مثل اس کے (اہل حدیث کے دوسرے کام بھی کیا کرے پس اس (حنفی) نے اس بات کو منظور کر لیا تو اس (اہل حدیث) نے اپنی لڑکی اس کے نکاح میں دے دی۔"

اب قاضی ابو بکر جوزجانی کا زمانہ دیکھنا چاہیئے کہ کونسا زمانہ ہے؟ آپ تیسری صدی کے قاضی ہیں۔ اور ابو سلیمان رح کے شاگرد ہیں۔ اور وہ بلا واسطہ امام محمدؒ کے شاگرد تھے (الفوائد البہیہ صـ۱۲)

اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ تیسری صدی میں بھی مستقل ایک گروہ موجود تھا۔ جن کو لوگ اصحاب الحدیث یا اہل حدیث پکارتے تھے۔ اور ان کے امتیازی مسائل میں سے قرأت خلف الامام۔ اور رکوع جاتے وقت رفع یدین بھی تھے۔

کیا اس زمانہ میں بھی انہی مسائل کی وجہ سے اہل حدیث سے عداوت نہیں کی جاتی۔ جس کے جواب میں ہماری طرف سے صرف یہی مظلومانہ آواز ہے ؎

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کشش بہ تیغ ستم والہان سنت را نکردہ اند بجز پاس حق گناہ دگر

ھٰذا واللہ الھادی وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔

نیاز مند درگاہ کریم محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (اہل حدیث امرتسر ۲۷ رمضان ۱۳۵۰ھ)

سوال: عامل بالحدیث جو کہ تقلید شخصی کا قائل نہیں جس کے اعتقاد کا مدار فقط حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو اور وہ خود کو ائمہ اربعہ رحمہم اللہ میں سے کسی ایک کی جانب ملسوب نہیں کرتا۔ بلکہ خود کو اہل حدیث کہلاتا ہے۔ کیا یہ بدعت نہیں اور اس سے ایک نیا فرقہ اسلام میں پیدا نہیں ہوتا۔ خدائے پاک نے ہم کو قرآن مجید میں مسلم اور مسلمان کے پیارے لقب سے یاد کیا ہے اتنا بس نہیں؟ کیا خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم تابعین یا تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کسی نے اپنے کو اہل حدیث کہلایا ہے۔ پھر یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

جواب: اہل حدیث میں جو لفظ حدیث ہے۔ اس کا مضاف الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پس معنی اس لقب کے یہ ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر عمل کرنے والے یہی معنی مسلم کے ہیں۔ دیگر فرقوں کی نسبتیں اس طرف نہیں۔ آپ خود دیکھ لیں۔ حنفی اور شافعی کے کیا معنی ہیں۔ ان بزرگوں کی طرف منسوب ہیں۔ اس لئے یہ لقب ایک جدید فرقہ پیدا کرتے ہیں۔ اہل حدیث کا لقب جدید فرقہ پیدا نہیں کرتا۔ رہا یہ سوال کہ یہ لقب پہلے نہ تھا۔ اب کیوں رکھا گیا؟ اس کا جواب یہ کہ اسلام میں جب مذاہب مختلف ہوئے۔ تو ایک فریق اس وقت بھی ایسا تھا۔ جس کا یہی دعویٰ تھا کہ ہم مذہبی امور میں کسی اور کی ہدایت نہ سنیں گے۔ نہ عمل کریں گے۔ بلکہ خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم بصورت قرآن و حدیث ہماری نصب العین رہے گی۔ چونکہ قرآن مجید امت میں مشترک تھا اور حدیث ہی مابہ الامتیاز چیز تھی۔ اس لئے اس گروہ کا نام اصحاب الحدیث یا اہل حدیث مشہور ہو گیا پس یہ اہل حدیث عملی امتیازی لقب ہے مسلمان مذہبی لقب ہے در حقیقت دونوں کا مصداق ایک ہے۔

(۱۱ جمادی الثانی ۱۳۴۵ھ)

تشریح: یہ نام مرفوع حدیث اور صحابہ کرام سے ثابت ہے۔ عن انس قال قال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم القیامۃ یجیئ اصحاب الحدیث و معھم المحابر فیقول اللہ لھم انتم اصحاب الحدیث الی قولہ انطلقوا الی الجنۃ اخرجہ الطبرانی (القول البدیع للسخاوی ص۱۸۹)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو اہلحدیث کہا۔ (دیکھو اصابہ ج ۲ ص ۲ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۹)

حضرت عبداللہ بن عباس کو بھی اہل حدیث کہا گیا۔ دیکھو تاریخ بغداد ج ۴ ص ۲۲۷ ج ۹ ص ۱۵۴)

حضرت ابوسعید خدری نے فرمایا۔ انتم خلوفنا واھل الحدیث بعدنا (کتاب الشرف للخطیب ص۱۲)

امام شعبی تابعی جنہوں نے ۵ سو صحابہ کو دیکھا اور ۴۸ صحابیوں سے حدیثیں پڑھیں تھیں۔ وہ کہتے ہیں کہ تمام صحابہ اہل حدیث تھے (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۷۹) حدیث مرفوع لا یزال طائفۃ من امتی منصورین لا یضرھم من خذلھم (۱) جس طائفہ حقہ کی بابت حضور نے پیشگوئی فرمائی ہے۔ ابن مدینی جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس سے اصحاب الحدیث مراد ہیں۔ رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۸۴۔

ایک ضروری سوال

ایک مخلص دوست نے سوال کیا کہ اہل حدیث اہل حدیث کیوں کہلاتے ہیں چونکہ سوال وجواب عام ناظرین اور جماعت اہل حدیث سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے درج اخبار کئے جاتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:۔

"مولانا! دام فیوضکم: السلام علیکم: ۔ آپ کا اور مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی وغیرہم کا دعویٰ ہے کہ ہم اہل حدیث ہیں۔

اہل حدیث کون تھے

اس ہیچمدان کے خیال میں اہل حدیث وہ لوگ تھے۔ جو کہ کسی خاص مجتہد کی تقلید نہیں کرتے تھے بلکہ مسئلہ کو پہلے قرآن مجید، حدیث شریف۔ صحابہ کرامؓ کے عمل سے تلاش کرتے۔ پھر مجتہدین کی عرق ریزی سے فائدہ اٹھاتے۔ پھر اپنا دماغ خرچ کرتے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوٹ:۔ اصل مذہب بھی یہی ہے۔ احقر بھی اسی کو قابل عمل یقین کرتا ہے۔

کیا وہ اہل حدیث کہلائے؟

میرے خیال میں اس درجے کے علماء نے اپنے آپ کو اس نام سے بالکل نہیں گردانا بلکہ دوسرے علماء نے واسطے شناخت ان کا نام ایسا رکھ دیا۔ کیونکہ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی کے مقابلہ ان کا نام اہل حدیث رکھا۔ انہوں نے اپنے نام کے ساتھ یہ لفظ بالکل نہیں لگایا۔

کیا عامی لوگ بھی اہل حدیث کہلا سکتے ہیں

جوہری وہ ہے۔ جو کہ ہر ایک قسم کے جوہر سے پوری مہارت رکھتا ہو۔ ہر فرد جوہری نہیں ہے۔ مولوی وہ ہے جو کہ علوم شرعیہ عربی فارسی سے واقف ہو۔ ہر آدمی مولوی نہیں کہلا سکتا۔ بالکل اسی طرح اہل حدیث وہ ہے جو کہ مذکورہ تعریف پر پورا اترے جس کو قرآن مجید پڑھنا نہیں آتا۔ یا بالکل ان پڑھ ہے۔ وہ اہل حدیث کس طرح ہو سکتا ہے

آج کل کے اہل حدیث ان پڑھ یا معمولی لیاقت کے آدمی کیا ہیں؟

حضرت مولانا آپ معاف فرمائیں گے اگر احقر آپ کے پیروؤں کو آپ کا مقلد کہے۔ جو کہ دراصل صحیح ہے۔ کیا وجہ۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ میں قرآن مجید کو نہیں جانتا۔ اور نہ ہی حدیث شریف کو۔ لہذا میرے لئے ضروری ہے۔ کہ میں آپ کے علم پر بھروسہ کروں اور آپ سے فتوے طلب کر کے اس کے مطابق عمل کروں۔ بس اسی کو مقلد کہتے ہیں۔ لہذا اس بات سے بخوبی ثابت ہے کہ عامی لوگ مقلد ہوتے ہیں۔ خواہ آپ کے یا مولوی ابراہیم صاحب کے یا اپنے شہر کے قاضی کے۔

کیا آپ کا مقلد اچھا ہے یا ائمہ اربعہ کا؟

میرے خیال میں ائمہ اربعہ کا مقلد آپ کے مقلد سے اچھا ہے۔ کیونکہ وہ عالم بے بدل فاضل اجل تھے۔ ان کے علم میں اور تقوی میں کسی کو کلام نہیں انہوں نے اپنی زندگیاں فی سبیل اللہ خرچ کر دیں۔ اور اپنے مرشد کامل و پیر اکمل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے فقہ تدوین کی اور نہایت جانفشانی و ایمانداری اور ہر طرح کی مصیبت جھیلنے سے ہر ایک مسئلہ کی بال کی کھال نکالی اور کتابیں تصنیف کیں۔ تاکہ عامۃ مسلمین ان کی تصنیفات سے مستفید ہوویں۔ اور جو کچھ کیا۔ فی سبیل اللہ کیا اور آپ بھی ان ہی بزرگوں کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوشہ چین ہیں۔

نتیجہ: لہٰذا صاف ثابت ہے کہ عامہ مسلمین کا مقلد ہونا ضروری ہے۔ اور ائمہ اربعہ کا مقلد موجودہ عالموں کے مقلدوں سے اچھا اور افضل ہے۔

مذاہب خمسہ: مذاہب اربعہ کہا جاتا تھا تو کہا جاتا تھا کہ ان چاروں اماموں کے مقلدین نے اہل سنت والجماعت کو چار ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اور یہ تقسیم نہایت ہی بری ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن جب سے ایک گروہ نے دعوٰی کیا ہے کہ ہم اہل حدیث ہیں۔ اور ہم ہی اصل مسلمان ہیں۔ اُس سے ہمارے پانچ گروہ ہو گئے ہیں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، اہل حدیث۔ اس قسم کے الزام میں جیسے کہ ایک حنفی پر تشنیع کی جا سکتی ہے۔ بالکل اتنی ہی کا اہل حدیث بھی مستحق ہے۔ سر مو فرق نہیں ہے۔ لہٰذا بالکل واضح ہو گیا کہ مذکورہ بالا پانچ گروہوں میں شامل ہونے والا اہل سنت والجماعت کو پانچ حصوں میں تقسیم کرنے والا ہے۔

ہم کو کیا کہلانا چاہیے؟: اس بات میں ہم کو کسی اور شخص۔ عالم۔ مجتہد۔ بادشاہ۔ امیر کی تابعداری نہیں کرنی چاہیے بموجب اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ؕ اب دنیا کی ساری کتابوں کو الگ کر دیجئے کہ قرآن کریم ہمارا نام کیا رکھتا ہے۔ آئیے قرآن مجید کو کھول لیں اور پڑھیے۔ (۱) وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ۔ (۱۶: ۸۹) (۲) قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (۶: ۱۶۳) (۳) فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (۱۰: ۷۲) (۴) وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۭ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۭ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ (۲۲: ۷۸)

قرآن مجید میں شاید پچاس دفعہ مسلمین کا لفظ آیا ہے۔ اگر زیادہ فہرست دوں تو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہت لمبی ہو جاوے گی۔ در خانہ اگر کسی ہست. یک حرف بس است۔ مولانا! آپ عالم فاضل ہیں. بلکہ باریک بین ہیں. میرے خیال میں یہ بھی ایک ٹھوکر ہے. جو کہ ہم نے کھائی ہے۔ اور فرقہ فرقہ مبارک اسلام کو کر دیا ہے. کوئی اہل حدیث ہے کوئی حنفی کوئی حنبلی وغیرہ وغیرہ۔

نتیجہ ہم کو مسلمان کہلانا چاہیے اور شرع میں مقدم قرآن مجید. پھر حدیث شریف پھر صحابہ کرام کے اقوال وافعال۔ پھر ائمہ مجتہدین کی محنت اور جانفشانی کی قدر کرنی چاہیے اور دعا مانگنی چاہیے۔ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین. آمین. والسلام

احقر العباد غلام حسین کلرک محکمہ نہر

اہل حدیث کچھ شک نہیں کہ اسلام ہاں سچا مذہب اسلام وہی ہے. جس کی تعلیم حضور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو دی۔ اور اپنے سامنے عمل کرتے اس کو دیکھا۔ وہ کیا تھا۔ قرآن اور سنت نبی علیہ السلام اصل دین بس یہی دو ہیں۔ اور بس۔ ان ہی دو کی وجہ سے ہمارا نام مسلمان تھا۔ یعنی تا بعد ار آج اگر اس صورت اور شکل کو دیکھنا ہو کہ اسلام جو کچھ حضور علیہ السلام سکھا گئے تھے کہاں ہے تو اس کی پہچان صاف ہے. کہ ہر ایک فرقہ کے انتسابات کو دیکھا جائے کہ وہ کس کس طرف اپنے آپ کو منسوب کرتا ہے۔ یعنی جو فرقہ اسلام کی ماہیت میں ایسے کچھ اجزاء داخل کرتا ہے. جن کا دخول نہ حضور کے حکم سے ہوا. نہ حضور کے زمانہ میں تھا تو سمجھا جائے گا۔ کہ وہ فرقہ اسلام میں بوجہ چند باتیں اضافہ کرنے کے جدید اور جو فرقہ اپنے اندر کسی زائد بات کو یہاں تک کہ اپنی نسبت کو بھی داخل نہیں کرتا۔ وہی اسلام کا نمونہ اور وہی قدیم ہے۔ آج جس فرقہ کا نام اہل حدیث ہے اس کا دعویٰ ہے ؎

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن پس حدیث مصطفےٰ برجاں مسلم داشتن

یہ فرقہ نہ تو اپنی نسبت کسی غیر کی طرف کرتا ہے نہ کرنا جائز جانتا ہے۔ اس فرقہ کا نام اہل حدیث بھی اسی بنا پر ہے کہ یہ لوگ سوائے قرآن و حدیث کے کسی اور کلام کو حجت شرعی نہیں جانتے۔ ہاں یہ بات میں صاف لفظوں میں کہتا ہوں کہ اس فرقہ کا نام جو اہل حدیث بولا جاتا ہے. یہ نام مسلمان کی طرح مذہبی اسم یا لقب نہیں۔ بلکہ عملی طریق کا اظہار ہے۔ اس لیے کوئی شخص اگر قرآن و حدیث پر عمل کرے اور اپنی نسبت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی غیر کی طرف نہ کرے۔ تو گو وہ اہل حدیث نہ کہلائے تاہم وہ اہل حدیث کی اصطلاح میں اہل حدیث ہے۔ گو وہ اپنا نام مسلمان ظاہر کرے اور مسلمان کے سوا کوئی دوسرا نام اپنے اوپر بولنا پسند نہ کرے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اہل حدیث مذہبی نام نہیں۔ مذہبی نام صرف مسلمان ہے اور یہ نام علمی ہے۔ اس کی مثال بالکل یہ ہے کہ ایک شخص جس کا والدین نے "ابراہیم" رکھا ہے۔ اس کو علمی زندگی کے لحاظ سے اس کو "مولوی ابراہیم" کہا جاتا ہے اگر وہ اپنے دستخطوں میں صرف ابراہیم لکھے تو بھی وہ "مولوی ابراہیم" ہے۔

عام و خاص میں کیا فرق ہے؟

ردالمختار میں شامی نے لکھا ہے۔ حنفی وہ ہے جسے مذہب حنفی میں بصیرت اور واقفی ہو۔ جس کو مذہب سے واقفی نہیں۔ اس کا اپنے آپ کو حنفی یا شافعی کہنا ایسا ہے۔ جیسے وہ اپنے آپ کو نحوی یا منطقی کہنے لگے۔ (جلد ۳ مصری صفحہ ۱۹۶) ۔ اس تعریف سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام ہندوستان میں حنفیوں کی تعداد ہزار پانسو سے زائد نہ ہوگی۔ کیونکہ ایسے لوگ جو مذہب حنفی میں براہ راست بصیرت رکھتے ہوں۔ اسی قدر ہوں گے۔ اللّٰہُ اَعْلَمُ۔

تو کیا ہمارے حنفی بھائیوں کو یہ شمار منظور ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ تو اپنی شمار کروڑوں تک پہنچاتے ہیں کیونکر؟ اس طرح کہ حنفی کی تعریف ان کے نزدیک ایک تو یہ ہے جو علامہ شامی نے کی ہے۔ اس کو اصطلاح خاص میں رکھ کر ایک اور اصطلاح بیان کرتے ہیں۔ حنفی وہ ہے جو امام ابوحنیفہ رح کی فقہ کا تابع ہو۔ عام اس سے کہ اپنی واقفیت سے ہو یا کسی دوسرے کے بتلانے سے ہو۔ (بہت خوب) یہی اصطلاح اہل حدیث کے متعلق ہے۔ ایک تو وہ اصطلاح ہے جو آپ نے لکھی ہے۔ جو قرآن و حدیث کے واقف پر اطلاق پاتی ہے۔ دوسری اصطلاح یہ ہے کہ جو محض قرآن و حدیث کی تابعداری اپنے نفس پر واجب جان کر عمل کرتا ہو۔ عام اس سے کہ وہ قرآن و حدیث کا خود واقف ہو یا کسی کے بتلانے سے واقف ہوا ہو۔ ان معنی سے وہ عام لوگ بھی جو آج کل اہل حدیث کہلاتے ہیں۔ اہل حدیث ہیں جیسے کہ آج کل عوام حنفی ہیں۔ اسی اصطلاح کو ہم اور ذرا وسیع کریں تو مسلمان پر بھی اس کا اجرا ہوتا ہے۔ مسلمان وہ ہے جو مذہب اسلام میں براہ راست واقفی حاصل کر کے اس کا تابعدار ہو۔ ان معنی سے مسلمانوں کی تعداد جتنی ہوگی "عیاں راچہ بیان" دوسرے معنی مسلمان کے یہ ہیں کہ جو شخص اسلام کا تابعدار ہو۔ عام اس سے کہ خود واقف ہو۔ یا کسی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بتلانے سے واقف ہُوا ہو۔

رہا یہ مسئلہ کہ ائمہ اربعہ کے مقلد آج کل کے اہل حدیث سے جو علماء کو پوچھ کر عمل کرتے ہیں اچھے ہیں قابل غور ہے کسی کی اچھائی اور بُرائی کا علم تو اللہ کو ہے۔ مگر قواعد علمیہ سے جو معلوم ہوسکتا ہے یہ ہے کہ اصل مقصود حضور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ہے یہی معیار ہے اچھائی اور برائی کا۔ پس اس اصول سے معلوم کرنا آسان ہے۔ کہ مقلدین کو اس منزل تک پہونچنے میں کتنے وسائط طے کرنے پڑتے ہیں۔ اور اہل حدیث کو کتنے۔ کچھ شک نہیں۔ آج کل کا مقلد آج کل کے علماء کو پوچھے گا۔ ایک مرحلہ یہ ہُوا پوچھے گا تو یہ کہ ہمارے امام نے اس مسئلہ کی بابت کیا ارشاد فرمایا ہے۔ تاکہ ہم اس کی پیروی کرکے اطاعت رسول کی منزل پر پہونچیں۔ یہ دو مرحلے ہیں۔ اہل حدیث کو حضور نبوی میں پہونچنے کے لئے صرف ایک مرحلہ ہے۔ یعنی اپنے زمانہ کے عالم کو پوچھ کر عمل کرلینا۔ تبلائیے بلحاظ بعد و قرب مسافت کون اچھا ہے۔ ہاں یہ خیال آپ کا کہ ائمہ اربعہ موجودہ علماء سے ہر بات میں افضل تھے۔ واجب الایمان اور قابل تسلیم امر ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ موجودہ زمانہ کا مقلد براہ راست تو ائمہ اربعہ سے نہیں پوچھ سکتا۔ آخر وہ اپنے زمانہ کے کسی عالم سے پوچھے گا۔ کہ کیا موجودہ زمانہ کے مقلد عالم کی نسبت بھی یہی خیال کرنا چاہیئے۔ کہ اہل حدیث عالم سے ہر بات میں افضل ہے۔ جہاں تک میرا خیال ہے آپ بھی اس کے قائل نہ ہونگے مختصر یہ کہ اہل حدیث نہ کوئی نیا فرقہ ہے نہ اس کا نام (اہل حدیث) کوئی مذہبی اسم ہے بلکہ طریق عمل کا نام ہے۔ جو حسب ضرورت رکھا گیا۔ اس فرقہ کے عامی آدمی بھی اپنے خیال اور اعتقاد (اتباع قرآن و حدیث) کی رو سے اہل حدیث ہیں کوئی شخص قرآن و حدیث پر عمل کرکے اہل حدیث نہ کہلائے تو خدا کے ہاں اس کو کوئی مؤاخذہ نہ ہوگا۔ اس لئے میں آپ کی دعا میں شریک ہونے کو کہتا ہوں:۔

اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَالسُّنَّةِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ۔ اَللّٰهُمَّ اَلْحِقْنَا بِاَهْلِ الْاِسْلَامِ وَ الْاِيْقَانِ ۔ اٰمِين ۔

(اہل حدیث ۱۸ ستمبر ۱۹۱۴ء)

مزید تشریح از مولانا ابو مسعود خان صاحب قمر بنارسی۔ پروفیسر چندوسی کالج | جس طرح ہمیں قرآن شریف نے مسلم کہا ہے اسی طرح یہود و نصاریٰ وغیرہ لگے دین والو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو بھی مسلم کا خطاب دیا گیا ہے۔ نصرانیوں کے اولین گروہ یعنی حواریوں کا مقولہ قرآن شریف میں ہے۔ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ۔ یعنی گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ لیکن ان مسلمانوں کو پھر خود قرآن فرماتا ہے۔ وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ۔ یعنی اہل انجیل کو خدا کی نازل کردہ وحی کے مطابق ہی احکام جاری کرنے چاہئیں۔

ان دونوں آیتوں سے روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ مسلمان اپنی کتاب کی طرف بھی منسوب ہو سکتے ہیں۔ عیسائیوں کا مسلم ہونا پھر ان کا اہل انجیل ہونا قرآنی لفظوں سے ثابت ہے ان کی کتاب کا نام انجیل تھا۔ ہماری کتاب کا نام خود کتاب ہی میں "حدیث" رکھا گیا ہے۔ ارشاد ہے فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ الخ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد ہے۔ إِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا۔ مختصر یہ کہ قرآن و فرمان سنت رسول کا نام حدیث ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ نَضَّرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا الخ۔ یعنی خدا تعالیٰ اسے تروتازہ رکھے جو میری حدیث کو سن کر یاد کر کے دوسروں کو پہنچائے۔ پس ان دونوں کے ماننے والوں اور ان پر عمل کرنے والوں کو اہل حدیث کہتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ جَاءَ أَصْحَابُ الْحَدِيثِ مَا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَمَعَهُمُ الْمَحَابِرُ فَيَقُولُ اللَّهُ أَنْتُمْ أَصْحَابُ الْحَدِيثِ كُنْتُمْ تُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُدْخُلُوا الْجَنَّةَ۔ (تاریخ خطیب بغدادی ص۳ و صواعق الہیہ وجواہر الاصول) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ جب قیامت کا دن آئے گا۔ اہل حدیث جناب باری کی خدمت میں پیش ہوں گے اور ان کے بکثرت درود لکھنے پڑھنے کی وجہ سے ان سے خدا فرمائے گا کہ تم جنت میں چلے جاؤ۔

حضرت امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے شرف اصحاب الحدیث کے ص۲۱ پر ایک روایت بیان کی ہے کہ:۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ كَانَ إِذَا رَأَى الشَّبَابَ قَالَ مَرْحَبًا بِوَصِيَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُوَسِّعَ لَكُمْ فِي الْمَجْلِسِ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاَنْ تُفْہِمُکُمُ الْحَدِیْثَ فَاِنَّکُمْ خُلُوْفُنَا وَاَھْلُ الْحَدِیْثِ بَعْدَنَا ۔ یعنی حضرت ابی سعید خدری صحابی رضی اللہ عنہ، جب نوجوانان طالب علم حدیث کو دیکھتے تو فرماتے تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت مبارک ہو۔ ہمیں اللہ کے پیغمبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دے رکھا ہے کہ ہم تمہارے لئے اپنی مجلسوں میں کشادگی کریں اور حدیثیں سمجھائیں۔ تم ہمارے لئے ہو۔ اور ہمارے بعد تم ہی اہل حدیث ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام بھی اپنے کو اہل حدیث ہی کہتے تھے۔ تذکرۃ الحفاظ میں امام شعبیؒ جو پانچ سو صحابہ رضؓ کے شاگرد تھے۔ ایک موقع پر فرماتے ہیں:۔ لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِیْ مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا حَدَّثْتُ اِلَّا مَا اُجْمِعَ عَلَیْہِ اَھْلُ الْحَدِیْثِ ۔ یعنی اگر مجھے پہلے سے یہ نتیجہ معلوم ہوتا...... تو میں صرف وہی حدیثیں بیان کرتا۔ جن پر اہل حدیث یعنی صحابہؓ کا اجماع ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تابعین (رضی اللہ عنہم) بھی صحابیوں کو اہل حدیث ہی جانتے۔ اور کہتے تھے۔ نیز کتاب حدائق الحنفیہ مطبوعہ نول کشور صـ۱۳۴ ملاحظہ کیجئے۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت سفیان بن عیینہ اور خود حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما بھی اپنے آپ کو اہل حدیث ہی کہا کرتے تھے۔

مندرجہ بالا سے صاف ثابت ہو گیا کہ اہل حدیث نام عملی اور منسوب الی النبی ہے اور خدا و رسول خدا سے ثابت ہے اور جملہ اصحاب و تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین اپنے کو اہل حدیث ہی کہا کرتے تھے۔ پس ہم کو بھی اپنے کو اہل حدیث ہی کہنا چاہیئے۔

حنفی، شافعی وغیرہ منسوب الی الامتی ہے۔ اس لئے محبان رسول کو رسول ہی کی طرف منسوب ہونا چاہیئے لا غیر ۔

بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است

عاجز ابو سعود خالق قمر بنارسی بسعید منزل شہر بنارس۔ المرقوم ۳۰ رجون ۱۹۱۸ء

اہل حدیث امرتسر ۲۰ رجب ۱۳۳۶ھ

مولانا عبد العلی بحر العلوم نے شرح مسلم الثبوت میں لکھا ہے۔ وقیل لا یجب الاستمرار ویصح الانتقال وھذا ھو الحق الذی ینبغی ان یؤمن بہ ویعتقد علیہ لکن ینبغی ان لا یکون الانتقال للتلھی فان التلھی حرام قطعاً

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی التمذهب کان او غیرہ اذ لا واجب الا ما اوجبه الله تعالیٰ و رسوله ولم یوجب علی احد ان یتمذهب بمذهب رجل من الامة فایجابه تشریع جدید (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۱۰۰)۔ خلاصہ اس عبارت کا یہ کہ مذاہب مروجہ میں سے کسی ایک ہی مذہب کو اپنے اوپر لازم کرنا شرعاً کوئی چیز نہیں ہے۔ بلکہ (دلیل حق معلوم ہو جانے پر) ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہو جانا صحیح ہے لیکن یہ انتقال محض لہو و لعب کے طور پر نہ ہونا چاہیے۔ (اس طرح کہ نفسانی خواہش کے لیے کسی صحیح دلیل کو چھوڑ کر کوئی اس کے خلاف ضعیف دلیل پا دیں اور اس کے پیچھے لگ جاویں) ایسا کرنا قطعاً حرام ہے۔ مذہب کے بارے میں لہو و لعب یا دیگر امور میں بہر حال حرام ہے۔ اور واجب صرف وہی چیز ہے جس کو اللہ نے واجب کیا ہے الغرض یہ ایک حقیقت ہے کہ امت میں کسی آدمی کے مذہب کو لازم پکڑنا اللہ نے ہرگز واجب قرار نہیں دیا۔ ایسا خیال اپنی طرف سے ایک نئی شریعت گھڑنا ہے۔

طوالع الانوار میں ہے وجوب تقلید مجتهد معین لا حجة علیه لا من جهة الشریعة ولا من جهة العقل کما ذکره الشیخ ابن الهمام من الحنفیة فی فتح القدیر وفی کتابه المسمّٰی بتحریر الاصول (محمد داؤد راز)

حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی اور اہل حدیث

مولانا عبدالحی لکھنوی کا فتویٰ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ اکابرین علمائے احناف کو جماعت اہل حدیث سے کسی قسم کا اختلاف نہ تھا تعصب اور عناد تو بجا ہے خود۔ چنانچہ ذیل میں مولانا ئے ممدوح و موصوف کا فتویٰ نقل کر کے ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں تاکہ موجودہ احناف کا تعصب اور عناد جو جماعت اہل حدیث سے ہے دور ہو۔ یہ فتویٰ ۱۲ر جنوری [illegible] کا ہے۔ شاید احناف کے لیے موجب عبرت ہو سکے وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ:۔

"سوالات و جوابات متعلقہ مقدمہ آرہ جو بذریعہ وکیل عدالت بہ سوالات بتاریخ ۱۲ر جنوری [illegible] میں آیا تھا۔ حضرت مولانا استاذنا الحافظ الحاج ابو الحسنات محمد عبدالحی صاحب قبلہ نے جواب اس کا تحریر فرمایا تھا۔

سوال نمبر ا:۔ مسلمان ہونے کے لیے ایک مذہب حنفی شافعی وغیرہ ہونا خدا و رسولؐ نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرط کیا ہے یا نہیں۔ اور پیغمبر صاحب اور اصحاب اور اماموں کے وقت میں لوگ حنفی یا شافعی وغیرہ کہلاتے تھے یا نہیں۔ اور اماموں نے اپنی اپنی تقلید کرنے کو کہا ہے یا نہیں۔ اور پیغمبر صاحب کے بعد کئی سو برس تک مسلمان لوگ تقلید ایک امام خاص کی نہیں کرتے تھے اور وہ مسلمان غیر مقلد اصحاب اور تابعین اچھے پکے مسلمان تھے یا اُن کے بعد کے مقلدین حنفی شافعی کہلانے والے۔ حدیث اور قرآن کے عامل سے ناراض ہونے والے اچھے ہیں۔ اور پیغمبر صاحب نے صحابہ اور تابعین غیر مقلد لوگ کے زمانہ کو اچھا کہا ہے یا نہیں۔ اور اس کے بعد کے زمانہ میں جھوٹ اور گناہ پھیلنے کی خبر دی ہے یا نہیں۔ قوی دلیل بیان کیجیے۔

جواب سوال نمبر ا۔ نام میرا مولوی عبدالحی ابن مولوی عبدالحلیم صاحب ساکن فرنگی محل عمر تخمیناً ۳۲ سال بقول صالح بیان کرتا ہوں۔ حنفی وغیرہ ہونا ہونا مسلمانی میں شرط نہیں کیا گیا ہے۔ اور پیغمبر صاحب اور اصحاب اور امام کے وقت میں حنفی شافعی وغیرہ سے مسلمان موسوم نہ تھے۔ اماموں نے اپنے قول کی تقلید کی اجازت دی ہے۔ اس حالت میں جب خلاف قرآن و حدیث نہ ہو۔ مسلمان زمانہ اصحاب اور تابعین کے اچھے تھے۔ ان لوگوں سے جو عامل متدین قرآن و حدیث سے ناراض ہیں۔ اور پیغمبر صاحب نے زمانہ صحابہ تابعین اور تبع تابعین کو اچھا کہا ہے۔ اور پچھلے زمانہ میں جھوٹ اور گناہ پھیلنے کی خبر دی ہے۔

سوال نمبر ۲۔ اگر کسی ایک امام کا مقلد بادشاہ ہو۔ یا کوئی اور مسجد بنا دے۔ تو وہ مسجد بنانے والے کی ملکیت میں باقی رہتی ہے یا نہیں۔ اور ہر مسجد میں ہر مسلمان اپنے طور مشروع پر مستحق نماز پڑھنے کا بیک وقت و بیک جماعت ہے یا نہیں؟

جواب نمبر ۲۔ مسجد بنانے والے کی ملکیت نہیں رہتی۔ اور اس میں سب مسلمان بطور شرع نماز ادا کر سکتے ہیں اور ایک وقت اور ایک جماعت سے پڑھ سکتے ہیں۔ مگر ایک ساعت میں ایک ہی مسجد میں دو جماعت نہیں پڑھ سکتے۔

سوال نمبر ۳۔ جو شخص بموجب قرآن و حدیث کے نماز ادا کرے۔ اور مسئلوں میں مقلد ایک امام خاص کا نہ ہو۔ اور سب اماموں کو برابر حق جان کر جس کا مسئلہ موافق حدیث کے سمجھے عمل کرے تو وہ مسلمان سنت جماعت ہے یا نہیں؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب نمبر ۳۔ ایسا شخص مسلمان سنت جماعت ہے۔ بشرطیکہ قابلیت قرآن و حدیث سمجھنے کی رکھتا ہو۔ اور تخریب دین اس کو منظور نہ ہو۔

سوال نمبر ۴۔ آمین بالجہر کہنا نماز میں پیغمبر اسلام کا قول اور فعل ہے یا نہیں۔ اور یہ اسلام کی بات ہے یا کفر کی۔ اور حنفی کتابوں سے اور صحیح صحیح حدیثوں سے ثابت ہے یا نہیں۔ اور مسلمانوں کا فعل ہے یا نہیں ؟

جواب نمبر ۴۔ آمین بالجہر کہنا پیغمبر صاحب کا فعل ہے۔ اور یہ اسلام کی بات ہے اور صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ اور حنفی بھی اس مضمون کو لکھتے ہیں۔ مگر اختلاف ہے اور بہت سے مسلمانان قدیم کا یہ فعل ہے۔

سوال نمبر ۵۔ حنفیوں کی کس کتاب میں آمین بالجہر کہنے والے کے یا اس کے ساتھ کے نماز پڑھنے والوں کی نماز کا ٹوٹنا اور کسی اور قسم کا حرج اور نقصان ہونا اس کے امام نے لکھا ہے یا نہیں ؟

جواب نمبر ۵۔ آمین بالجہر کہنے سے کہنے والے یا اس کے ساتھیوں کی نماز کا ٹوٹنا یا نقصان ہونا اور پہنچنا کسی کتاب معتبر حنفی میں نہیں لکھا ہے۔

سوال نمبر ۶۔ آمین بالجہر سے ناراض ہونا مسلمان کا فعل ہے یا یہودیوں کا۔ حدیث سے کیا ثابت ہے۔ اور کسی امام یا عالم کے قول سے قرآن اور حدیث پر عمل نہ کرنے والا اور جو شخص پیغمبر صاحب کے حکم کو معیوب سمجھ کر خود عمل نہ کرے اور عمل کرنے والے کو برا جانے وہ از روئے قرآن و حدیث کون ہے ؟

جواب نمبر ۶۔ باوصف علم اس امر کے کہ آمین بالجہر کہنا فعل نبوی ہے۔ اس سے ناراض ہونا مسلمان کا کام نہیں ہے۔ اور حدیث کا حال اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اور جو قول امام کا یا کسی عالم کا یقیناً خلاف قرآن اور حدیث کے ہو۔ اس پر عمل کرنا اور قرآن و حدیث کو چھوڑ دینا مسلمان کا فعل نہیں ہے۔ اور جو شخص پیغمبر صاحب کے حکم کو باوجود اس بات کے کہ یہ حکم نبوی ہے۔ معیوب سمجھے وہ شخص مسلمان نہیں ہے اور عاملوں کو برا جاننا درست نہیں ہے۔

سوال نمبر ۷۔ امور مذہبی میں خشد آمد قدیم و رسم و رواج کو دخل ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو زور سے آمین کہنے والا مسلمان۔ آہستہ آمین کہنے والے حنفیوں کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں ؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب نمبر ۷۔ امور واحکام مذہبی میں رسم ورواج کو دخل نہیں۔ اور زور سے آمین کہنے والا اگر منظور اس کو اتباع شریعت ہو اور فساد منظور نہ ہو تو حنفیوں کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے۔

سوال نمبر ۸۔ اگر کسی کو کوئی شخص مسجد میں نماز پڑھنے سے یا اور کسی طرح سے یا والیٰ سے روکے تو روکنے والے کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بڑا ظالم اور اس کے واسطے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب سخت کا حکم کیا ہے یا نہیں ؟

جواب نمبر ۸۔ جو شخص کسی کو مسجد میں نماز پڑھنے سے یا والی سے بغیر وجہ شرعی کے روکے اس کو اللہ تعالیٰ نے ظالم کہا ہے۔ اور عذاب سخت کا موعود ہے۔

سوال نمبر ۹۔ کسی حاکم کا یہ حکم کہ مسلمان لوگ مسجد میں اندر نماز کے آمین بالجہر نہ کہیں، دست اندازی امور مذہبی میں ہے یا نہیں۔ اور آمین بالجہر کہنے والوں کو اس حکم امتناعی سے نقصان دینی ہے یا نہیں۔ اور مسجد میں اذنِ عام واسطے ہر مسلمان کے اپنے طور پر ہے یا نہیں ؟

جواب نمبر ۹۔ آمین بالجہر کو منع کرنا امور مذہبی میں دست اندازی ہے اور آمین بالجہر کہنے والوں کا نقصان دینی ہے اور مسجد میں ہر مسلمان کے واسطے بطور شرعی نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔

ابو الحسنات محمد عبد الحی عفی عنہ لکھنوی

(نقل مطابق اصل از فتاوی مولانا عبد الحی صفحہ ۱۰۴ تا ۱۰۹)

اہل حدیث امرتسر صفحہ ۱۴ ۸ ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ

ہندوستان میں مسلک عمل بالحدیث تاریخ کی روشنی میں

(از قلم حضرت مولانا حکیم عبد الشکور صاحب ناظم دار العلوم شکراوہ ضلع گوڑگاؤں)

بہت سے بھولے بھٹکے عوام اور جعلی مولویوں کا گروہ یہ کہتا رہتا ہے کہ مسلک اہل حدیث ایک نو پیدا شدہ مذہب ہے۔ جو ابھی ماضی قریب میں پیدا ہوا تھا۔ جس کے جوابات ہمیشہ ہمارے جماعت کے عالم قدیم اسلامی لٹریچر سے دیتے رہتے ہیں۔ اس کی اس قدر تکرار کی گئی ہے۔ اور اتنی کتابیں اس مضمون پہ لکھی گئی ہیں کہ ہم ان کی تعداد کا اپنے ذہن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تصور بھی نہیں لا سکتے مگر پھر بھی کہیں نہ کہیں سے کوئی نہ کوئی پیر اور مولوی بول ہی پڑتے ہیں۔ اور اس پرانے جھوٹ کا اعادہ کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے آج کی صحبت میں پھر ہم اس پر کچھ لکھنا چاہتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں سے اللہ کا واسطہ دے کر باادب درخواست کرتے ہیں کہ جن کو مسند علم پر بیٹھ کر جماعت اہل حدیث اور علمائے محدثین پر ہمیشہ غلط اور پُرفریب الزامات لگانے کی عادت ہو چکی ہے۔ کہ وہ اللہ سے ڈریں۔ اور یوم الحساب کا تصور کریں کہ جب بارگاہِ الٰہی میں جھوٹے اور پُرفریب الزامات کے مقدمات پیش ہوں گے اور عاملین بالحدیث اور علمائے محدثین بارگاہِ الٰہی میں یہ فریاد کریں گے۔ کہ اے ہمارے پاک مولا ان ہمارے بھائیوں نے ہمارے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح طریقہ پر عمل کرنے کی وجہ سے ہم پر جھوٹے الزامات لگائے بہتان بازیاں کی تھیں۔ اور صرف تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنے والوں کو یہ دستارِ علم دین باندھنے والے گمراہ' وہابی' بے دین کہا کرتے۔ اور اپنے رائے و قیاس والے معمولات و محدثات کو عوام میں پھیلانے کے لئے لمبی لمبی تقریریں کیا کرتے تھے۔ اور مسند تعلیم پر بیٹھ کر اپنی پُرپیچ تاویلوں اور لطیفوں اور حیلہ جوئیوں سے حدیثوں کو رد کر دیتے تھے اور اپنے احبار و رہبان کے مذاہب کو رواج دینے کے لئے ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگایا کرتے تھے۔ آج جبکہ پریس و طباعت کی آسانیوں۔ سلسلہ رسل و رسائل کی سہولتوں۔ اور دیگر آمد و رفت کے ذرائع پونے چودہ سو سالہ اسلامی لٹریچر کو جمع کر دیا ہے۔ کوئی بات اندھیرے میں نہیں رہی۔ بلکہ نقلی اور عقلی علوم جو اب تک نوشتوں کی شکل میں ملتے تھے قطعی طور پر اب سارے کے سارے انسان کے سامنے آچکے ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ ایسا کہنے والے اور غلط الزام لگانے والے کیونکر ایسی جرأتیں کرتے رہتے ہیں اور حقائق پر پردہ ڈالنے کی کس لئے اس قسم کی بدعنوانیاں اور غلط بیانیاں کرتے رہتے ہیں۔ کیا اب بھی ان کو یہ توقع ہے کہ وہ غلطی خوردہ اور فریب خوردہ لوگوں کو اپنا کر عوام کو اس کی دعوت دیتے چلے جائیں گے۔ اور پھر اس کو ان سے منوا لیں گے۔ ایک دانشمند اور ذی علم انسان کا تو یہ کام نہیں ہو سکتا کہ وہ ایسی جرأت کرے۔ بلکہ ہر ذی ہوش انسان اس بات کو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ آج تاریخ کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ریسرچ ہو رہا ہے۔ اور قدیم تاریخ کا کھوج لگایا جا رہا ہے۔ جملہ پیروایانِ مذاہب اپنے مذہبوں کی تحقیقات کر رہے ہیں۔ اور اپنے اسلاف کے غلط معتقدات و محدثات کو چھوڑ کر اپنے مذاہب کے صحیح حقائق کو تلاش کر رہے ہیں۔ پیر پرستیاں امام پرستیاں شخصیت پرستیاں اور بت پرستیاں، ختم ہو رہی ہیں۔ اور عنقریب مذاہب کی ان غلطیوں کا راز فاش ہو جائے گا۔ جن کی وجہ سے اسلام کے ستر دو بہتر ٹکڑے بنے اور قرآن حدیث کے تکے بوٹیاں کی گئیں۔ اور قرآن کریم کا یہ فرمان سچ ہوا۔ وَجَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ۔

بھلا یہ کہیں ٹھکانے لگتی بات ہے کہ جو جماعت اپنے منہ سے ہر وقت اور ہر موقع پر خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الهدی هدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وشر الامور محدثاتہا وکل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار نکالتی ہو اور اس پر اس کا عمل بھی ہو؟ تو وہ جماعت کیونکر نو پیدا شدہ خیال کی جا سکتی ہے۔ کیا یہ نعرہ آج کسی عامل بالحدیث نے وضع کیا ہے۔

بڑے ہی شرم کی بات ہے کہ جس جماعت کا عمل کتاب وسنت پر ہو۔ اس کو نو پیدا شدہ بتلایا جائے اور جو مذاہب کتاب اللہ کے نزول وتکمیل دین سے صدیوں بعد وضع کیے جائیں۔ اور ان کی نسبتیں صدیوں بعد کے امتیوں سے جوڑی جائیں ان کو اصلی وقدیم بتایا جاوے۔ فیاللعجب ثم العجب۔

کیا یہ حقیقت نہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب دوسری صدی میں ان کے شاگردوں نے مدون کیا۔ اور صدہا علماء اور فقہاء کے رائے قیاس اس میں شامل کیے گئے پھر اس کی سند کا بھی کوئی التزام نہیں کیا گیا۔ جس کی وجہ سے اس میں صدہا عالموں نے اپنی رائے، قیاس اور فتووں کو شامل کر دیا۔ اس کو تو صحیح اسلام قرار دیا جاوے اور جس مذہب کا ڈھانچہ کتاب اللہ اور حدیث صحیح سے تیار کیا گیا ہو۔ جس کی صحت اور سند کا التزام اس قدر حزم واحتیاط اور صحیح نقل کے ساتھ کیا گیا ہو۔ کہ اس سے زیادہ صحت اور سند کا التزام آج تک انسانی دنیا نہ کر سکی ہو۔ اس کو نیا، جعلی اور بناوٹی مذہب قرار دیا جاوے۔ اَللّٰهُمَّ اشْفِ صُدُوْرَ الْعٰلِمِيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مقام پر ہم نواب محسن الملک سید مہدی علی خان بہادر مرحوم کی مشہور کتاب تاریخ تقلید اور عمل بالحدیث سے تھوڑا سا نقل کرتے ہیں۔ جو عمل بالحدیث اور جدید مذاہب کے حقائق پر روشنی ڈالنے کے لئے کافی ہے۔ وہو ہذا۔

مذاہب اربعہ کے رواج اور ترک اجتہاد کا سبب

تبع تابعین کے زمانہ میں حدیث و فقہ کی تعلیم و تعلم کی صورت تو وہی تھی۔ جو تابعین کی تھی لیکن اس وقت میں بسبب کثرت مسلمانوں کے اور شروع ہونے جھگڑے اور فساد کے اور جاہل ہونے خلفاء وقت کے اور شائع ہونے جھوٹ اور اختراع کے اور واقع ہونے اختلاف کے خدا نے لوگوں کو مسائل کے جمع کرنے اور اصول و قواعد کے منضبط کرنے اور ارکان و آداب و عبادات کی تشریح کرنے اور اجتہاد اور استنباط اور استخراج کے قاعدے ترتیب دینے پر راغب کیا۔ اس وقت کے نیک اور پاک لوگوں کو حدیث و فقہ کی تدوین کا شوق دیا۔ چنانچہ دوسری صدی کے اوسط سے جس شہر میں جو نامی اور عالم تھا۔ ان میں بعض بعض نے حدیث کی تالیف اور تدوین پر کمر باندھی اور مسائل کا جمع کرنا شروع کیا۔ چنانچہ مکہ میں ابن جریج اور ابن عیینہ رح نے اور مدینہ میں امام مالک رح اور محمد بن عبدالرحمان، ابن ابی ذئب رح نے اور کوفہ میں ثوری رح نے اور بصرہ میں ربیع ابن صبیح نے اول اول حدیث میں تالیف کی اور امام ابوحنیفہ رح اور امام مالک رح نے فقہ کی تدوین شروع کی۔ سب سے پہلے حنفی مذہب کی بنیاد پڑی۔ اس لئے امام ابوحنیفہ رح کو خدا نے اجتہاد اور استنباط مسائل اور استخراج فروعات کی ایک خاص قسم کی استعداد دی تھی اور وہ زہد و ورع میں بھی کامل تھے۔ پس انہوں نے اپنے شہر کے امام و فقیہ ابراہیم نخعی کی احادیث و اقوال اور روایات پر اپنے مذہب کی بنیاد قائم کی۔ اور انہیں کے اصول پر استخراج کرنا جزئیات مسائل کا شروع کیا۔ چنانچہ یہ امر بخوبی اس شخص پر ظاہر ہے۔ جس نے امام محمد کی کتاب الآثار اور جامع "عبدالرزاق" اور مصنف ابی بکر ابن شیبہ رح کو دیکھا ہے۔ اور پھر ابراہیم نخعی کے اقوال کو امام ابوحنیفہ رح کے مذاہب سے ملایا ہے۔ غرض جب امام ابوحنیفہ رح نے اس طور پر فقہ کی تدوین شروع کی۔ تب لوگوں نے ان کی طرف رغبت کی۔ اور ان کے اصول و فروع کو پسند کر کے ان سے سیکھا۔ اور فقہائے کوفہ نے ان سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجتہاد کو قبول اور اُن کے استخراجی مسائل پر عمل کیا۔ اور جب قاضی ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ سے دو شاگردان کے ہوگئے۔ تب پہلے شاگرد کی امارت اور قضاء کے سبب سے اور دوسرے شاگرد کے علم اور تالیف کی برکت سے امام کا مذہب سارے عراق اور خراسان ما وراء النہر میں پھیل گیا۔

حنفی مذہب کے بعد بنیاد مالکی مذہب کی پڑی۔ امام مالکؒ حدیث اور فقہ و زہد تقویٰ میں بہت مشہور تھے۔ اُن کو احادیث نبوی بہت سی یاد تھیں اور روات کے ضعف و ثوت سے بھی بخوبی واقف تھے۔ چنانچہ انہوں نے نہایت عمدہ اور صحیح اور جامع کتاب حدیث کی لکھی۔ جس کا نام "موطا" ہے۔ اس کی مقبولیت اعلیٰ درجہ پر پہنچی اور ہزاروں آدمیوں نے امام مالکؒ سے حاصل کی۔ پس امام مالکؒ کی اس کتاب کی برکت سے ایسا فائدہ لوگوں نے پایا۔ کہ جس کا کچھ بیان نہیں ہوسکتا۔ پس جہاں جہاں ان کے اصحاب اور شاگرد پہنچے۔ ان کی کتاب کو لوگوں نے دیکھا۔ اور ان کے مذہب پر عمل کرنا شروع کیا۔ پھر تو اُنؒ کے بعد ان کے شاگردوں نے ان کے مذہب کے اصول اور دلائل کو ترتیب دیا۔ اور اُن کی کتاب کے خلاصے کیے۔ ان کے کلام اور فتووں کی شرح کی۔ جہاں تک کہ آخر ان کا بھی ایک جدا مذہب قرار پایا اور نواحِ مغرب کی طرف جہاں ان کے تلامذہ زیادہ ہوئے۔ مالکی مذہب پھیل گیا۔ ان دونوں مذاہب کی بنیاد پڑ چکی تھی۔ کہ امام شافعی پیدا ہوئے۔ انہوں نے دونوں مذہبوں کے اصول و فروع کو دیکھ کر اور ان کے کلیات و جزئیات پر نظر کرکے ان باتوں کو جو ان مذہبوں میں ناقص تھیں۔ پورا کیا اور نئے طور سے اصول و قواعد کو ترتیب دیا۔ امام شافعیؒ نے سب سے اول ایک کتاب اصول کی تالیف کی۔ اور اس میں احادیث مختلف کے جمع کرنے کے قاعدے مرتب کیے۔ ۔ ۔ ۔ اور احادیث مرسل اور منقطع پر استناد کرنے کا بغیر پائے جانے کے اس کی شرائط کا التزام ترک کیا۔ انتہیٰ کلامہ

یہ تو تھا مذہب اور تقلید کے متعلق ہمارے زمانے کے مؤرخ کا بیان۔ اب ذرا ایک پرانی تاریخ کا بیان بھی ملاحظہ کیجیے۔ ۶۲۴ھ میں عیسیٰ بن ملک نامی ایک بادشاہ بڑی سلطنت والا ابو حنیفہ رحؒ کے مذہب پر تھا اور پرلے درجہ کا متعصب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا کتاب "مسعودی" اس کو تمام یاد تھی۔ لوگوں کو حنفی مذہب اختیار کرنے کی ترغیب دیتا تھا۔ اور کہتا تھا۔ کہ سب کے سب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہی کے اقوال پر عمل کرو۔ صاحبین یعنی ان کے شاگردوں کے اقوال پر بھی عمل نہ کرو۔ اور اس کے حکم کے بموجب فقیہوں نے ایک ایسی کتاب اس کو بنا دی تھی۔ کہ جس میں بجز اقوال ابو حنیفہ رحمہ کے اور کسی کا کوئی حکم نہ تھا۔ اس کو بھی اس نے یاد کر لیا تھا۔ اور بسبب تعصب اپنے مذہب کے جس قدر شافعی مذہب والے اس ملک میں تھے۔ سب کو قتل کر ڈالا تھا۔ انتہی ملخصاً

("تاریخ ابن خلکان")

حضرت حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا معتبر بیان بھی ملاحظہ فرمائیے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

إِعْلَمْ اَنَّ النَّاسَ كَانَ قَبْلَ الْمِائَةِ الرَّابِعَةِ غَيْرَ مُجْمِعِيْنَ عَلَى التَّقْلِيْدِ الْخَالِصِ لِمَذْهَبٍ وَّاحِدٍ بِعَيْنِهٖ۔

ترجمہ: تم اس بات کا یقین کر لو کہ مسلمان چوتھی صدی سے پہلے کسی خاص مذہب کی تقلید پر متفق نہ تھے)۔ مختصراً ان حوالہ جات سے یہ بات بخوبی روشن ہوتی ہے کہ مذاہب اربعہ کا رواج کب ہوا اور کس طرح ہوا۔ اب ذرا مسلک عمل بالحدیث کی دردناک داستان ملاحظہ ہو۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں آپ نے مسلمانوں کے دلوں اور دماغوں میں یہ سمو دیا تھا کہ میں دو چیزیں تمہارے لیے چھوڑ کر جاؤں گا۔ کتاب اللہ و سنت۔ چنانچہ فرمایا:

تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ كِتَابُ اللهِ وَسُنَّتِيْ۔ اور قرآن مجید کا یہ حکم ہر مسلمان سن چکا تھا۔ کہ اَطِيْعُوا اللهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ اس پر تمام مسلمان اور صحابہؓ عمل پیرا تھے۔ اور مسائل دینی میں صرف کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حجت سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ ہمارے زمانے کے مشہور مؤرخ مولانا اکبر شاہ خان صاحب اپنی کتاب قول حق میں تحریر فرماتے ہیں جو احقاق حق اور اظہار صداقت کے لیے مرحوم نے تصنیف فرمائی تھی۔ گذشتہ صدی میں اگرچہ دوسرے علوم اور قرآن مجید کے سوا دوسری کتابوں کے لکھنے اور پڑھنے کی طرف مسلمان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متوجہ ہو چکے تھے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کے متعلق ابھی تک یہی دستور چلا آتا تھا۔ کہ تابعی اور تبع تابعی احادیث کو اپنے حافظے میں محفوظ رکھتے اور زبانی ہی اپنے شاگردوں کو یاد کراتے اور لوگوں کو سناتے تھے۔ اجتہادی مسائل میں علماء کے فتوے مختلف ہو جاتے تھے۔ یہ اختلاف کبھی تو حدیثوں کے مطالب مختلف ہونے کی وجہ سے ہوتا۔ یعنی ایک عالم ایک حدیث کو اپنے فتوے کی بنیاد قرار دیتا اور دوسرا عالم دوسری حدیث کو اختیار کرتا۔ اس قسم کا اختلاف صحابہ کرامؓ کے زمانہ سے موجود تھا۔ اور اس کو مسلمانوں کے لئے رحمت بتایا گیا تھا۔ مسلمان اس کو رحمت سمجھتے بھی تھے۔ ایک دوسرے پر نہ معترض ہوتا اور نہ اس کو خاطی اور گنہگار خیال کرتا۔ کبھی یہ اختلاف ایک ہی حدیث سے دو قسم کے مطالب اخذ کرنے پر واقع ہوتا تھا۔ مثلاً ایک عالم نے ایک نتیجہ اخذ کیا اور دوسرے نے دوسرا نتیجہ نکالا۔ اس طرح دو مختلف فتوے صادر ہوئے۔ کہ یہ اختلاف بھی اسی پہلی قسم کا اختلاف اور مسلمانوں کے لئے رحمت تھا۔ کبھی اختلاف کی وجہ یہ ہوتی کہ ایک عالم کو ایک حدیث پہنچی تو اس نے اس حدیث کے موافق فتویٰ دیا۔ اور دوسرے عالم کو وہ حدیث نہیں پہنچی۔ اس نے اپنے اجتہاد کی بنیاد پر فتویٰ صادر کر دیا۔ یہ اختلاف بھی مسلمانوں کے لئے رحمت اور اذیت کا موجب تھا۔ کیونکہ جو شخص حدیث کی غیر موجودگی میں رائے قیاس سے کوئی فتویٰ دیتا۔ تو یہ شرط لگاتا۔ کہ اگر حدیث مل جائے تو میرا فتویٰ چھوڑ دینا اور حدیث پر عمل کرنا۔ فتویٰ دیتے وقت مذکورہ شرط کا لگانا اس لئے ضروری سمجھا جاتا تھا۔ کہ ان لوگوں کو معلوم تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ احادیث جو صحابہ کرامؓ کے ذریعہ روایت ہو کر لوگوں کو پہنچی ہیں وہ ساری کی ساری ایک جگہ مجتمع نہیں ہیں۔ بلکہ مختلف شہروں اور مختلف عالموں تک پہنچ چکی ہیں۔ اور دوسرے شہروں میں جانے اور دوسرے عالموں سے ملاقات کرنے سے واقفیت بڑھتی رہتی ہے۔ کہ مدینہ دمشق قاہرہ کوفہ بصرہ وغیرہ صحابہ کرامؓ کے بھی قیام گاہ رہے ہیں۔ اور ان مقامات میں ان کے شاگرد یعنی تابعی لوگ اور تابعین کے شاگرد تبع تابعین موجود تھے۔ جن جن صحابیوں کے شاگرد جن جن شہروں میں زیادہ موجود تھے۔ ان شہروں میں ان صحابیوں کی روایت کردہ احادیث لوگوں کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادہ یاد تھیں اور انھیں احادیث کا زیادہ چرچا تھا۔ اور اُن ہی صحابیوں یا اُن کے شاگردوں کے اجتہادی مسائل زیادہ مروج تھے۔ اور انہیں پر قیاس کر کے نئے نئے اجتہادی بھی کئے جاتے تھے۔ اور اس دوسری قسم کے تمام مسائل فرعی ہوتے تھے با وجود اس اختلاف کے کوئی تفریق اور کوئی گروہ بندی نہ تھی۔ مدینہ والے۔ مکہ والوں کو۔ کوفہ والے بصرہ والوں کو کسی الگ مذہب کا متبع اور دوسرے فرقہ کا پیرو نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ وہ لوگ اختلاف کے اس ناگزیر سبب سے واقف تھے ایک کے ذریعہ دوسرا اپنی واقفیت کو وسیع کرنا چاہتا تھا۔ اور سب کا ایک ہی اسلام تھا۔ جس کے عقائد نہایت صاف اور سادہ۔ اور اعمال نہایت آسان تھے۔ دماغ کو پریشان کرنے والی موشگافیاں اور پیچیدگیاں اعمال وعقائد میں مطلق نہ تھیں۔ ان کا قبلہ قرآن مجید اور اس کے بعد احادیث نبوی اور آثار صحابہ تھے۔ کتاب وسنت کے سوا وہ لوگ اسلام کے لئے اور کسی چیز کو ضروری اور لازمی نہ سمجھتے تھے۔ (۱۵ اپریل ۵۲ء)

خواجہ حسن نظامی دہلوی کے سوالات
علمائے اہلحدیث سے

خواجہ صاحب دہلوی نے مختلف فرقوں سے چند سوال کئے ہیں۔ مثلاً شیعوں سے، قادیانیوں سے اور علمائے اہل حدیث سے خواجہ صاحب نے جو سوالات کئے ہیں اہل حدیث کی طرف سے ان کے جوابات خواجہ صاحب کو غالباً معلوم ہوں گے۔ چونکہ مذہب اہل حدیث اور اسلام دو مترادف لفظ ہیں اس لئے جواب سے پہلے ہماری گذارش تو یہی ہے ؎

سنئے لوگوں کی کیجیے آزمائش ضرورت کیا ہمارے امتحاں کی

بہر حال خواجہ صاحب کے سوالات مع جوابات درج ذیل ہیں۔

سوال (۱)۔ کیا فرماتے ہیں جماعت اہل حدیث کے علما اس مسئلہ میں کہ جو مسلمان آیات قرآنی اور احادیث نبوی پر ایمان رکھتے ہیں۔ مگر چاروں اماموں میں سے کسی ایک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام کی تقلید ان کے ایمان میں کوئی فتور پیدا کرتی ہے یا نہیں؟
(منادی دہلی صـ۳ ۸ جنوری ۱۹۴۱ء)

جواب (۱): اس سوال کا جواب شمس العلماء مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی۔ المعروف میاں صاحب نے اپنی کتاب "معیار الحق" میں دیا ہوا ہے۔ مرحوم نے مسئلہ تقلید شخصی کو چند قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ ان میں سے ایک قسم مباح بتائی ہے۔ یعنی اس پر کوئی گناہ مرتب نہیں ہو سکتا۔ وہ یہ ہے کہ مقلد کسی ایک امام کو محقق سمجھ کر ہمیشہ اسی کی بات مانتا رہے۔ مگر اس تعیین کو شرعی حکم نہ سمجھے۔ بلکہ ایسے مقلد کو اگر اپنے امام کے قول کے خلاف کوئی حدیث معلوم ہو جائے تو فوراً اس کی طرف رجوع کرے۔ اپنے امام کی بات پر اصرار نہ کرے۔ مرحوم نے دوسری قسم کو حرام بتایا ہے۔ یہ وہ تقلید ہے جس میں مقلد اس تعیین کو حکم شرعی سمجھے۔

اس فتوے میں میاں صاحب مرحوم متفرد نہیں ہیں۔ بلکہ فقہاء حنفیہ بھی اس کے قائل ہیں۔ ردالمحتار شامی شرح درمختار میں بالتصریح مذکور ہے۔ لَيْسَ عَلَى الْاِنْسَانِ اِلْتِزَامُ مَذْهَبٍ مُعَيَّنٍ۔ (شامی مطبوعہ مصر جلد ۱ صـ۵۳)

بس اس سوال کا جواب تقلید کرنے والوں کی نیت پر موقوف ہے

دوسرا سوال: جو مسلمان اہل حدیث کے عقائد اور اعمال سے الگ ہیں۔ اور کسی امام کی تقلید میں اس طرح ارکان اسلام کو ادا کرتے ہیں جن میں جماعت اہل حدیث کے عقائد اور اعمال کے مقابلہ میں کچھ فروعی فرق اور اختلاف معلوم ہوتا ہے۔ تو ایسے مقلد مسلمانوں سے مزاحمت کرنا ضروری ہے یا نہیں۔ ایسی حالت میں کہ وہ مقلد مسلمان غیر مقلد مسلمانوں کے عقائد اور اعمال کے خلاف کچھ نہ کہتا ہو۔ (منادی تاریخ مذکور)

جواب نمبر۲۔ اس کا جواب بھی پہلے سوال کے جواب میں آگیا ہے۔ تقلید کرنے والا پہلی دو قسموں میں سے جس قسم میں داخل ہوگا۔ ویسا ہی حکم اس پر لگے گا۔ فقہاء حنفیہ نے تقلید شخصی کے متعلق صاف لکھا ہے۔ کہ "کوئی شخص کسی ایک امام کی تقلید اپنے اوپر لازم کرلے تو بھی یہ لازم نہیں ہوتی" (ردالمحتار مصری جلد ۳ صـ۱۹۶)

تیسرا سوال: کیا علمائے اہل حدیث سیاسی معاملات میں اپنے عقائد کے اختلافات کو محدود رکھنا اور دوسرے فرقوں کے مسلمانوں سے متحد ہو جانا جائز سمجھتے ہیں یا نہیں؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(منادی دہلی۔ تاریخ مذکور)

جواب نمبر۲۔ بے شک جائز سمجھتے ہیں۔ کیونکہ علماء اہل حدیث از روئے علم منطق جانتے ہیں کہ انواع ممتازہ اپنی جنس اور جنس الاجناس میں ضرور شریک ہوتی ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ **الانسان والفرس والبقر ما ھم** کے جواب میں حیوان آتا ہے۔

اگر آپ چاہیں گے تو ہم ان علمائے اہل حدیث کے نام بتا دیں گے جو اس وقت بھی ہندوستان کی سیاسیات میں بلا تکلف شریک ہیں۔

خواجہ صاحب! ہم آپ کے سوالات سے فارغ ہو گئے ہیں۔ اب ہمارا بھی ایک سوال حل کر دیجیے اگر آپ اسے حل کر دیں گے تو ہم آپ کے بہت مشکور ہوں گے۔ پس توجہ سے سنیئے!

آپ جو اپنی تحریر میں جملہ ھوالکل لکھا کرتے ہیں اس کے کیا معنی ہیں؟ اس میں تو شک نہیں کہ ھُوَ کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے اور الکل سے مراد کل کائنات ہے پس ہمارا سوال یہ ہے کہ یہ کل افرادی ہے یا مجموعی۔ افرادی ہونے کی حالت میں کائنات میں سے ہر شے اس ھُوَ کی جو مبتدا ہے خبر بنے گی۔ اس صورت میں اس کے معنی ہوں گے ھو کل شیئ جو بحکم عکس القضیہ یوں بولا جائے گا۔ کل شی ھو۔ مثلاً انسان، چڑیا، کوا، طوطا، مینا وغیرہ میں سے ہر ایک اللہ کا مصداق ہوگا۔ یعنی اللہ انسان ہے۔ چڑیا ہے۔ طوطا ہے اور مینا ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس قول کے قائل کے نزدیک ہر ایک جانور طوطا۔ مینا وغیرہ الٰہ (معبود) ٹھہرے گا۔ کیونکہ یہ ھُوَ (مبتدا) کی خبر ہے۔ کل کو مجموعی کہنے کی صورت میں یہ ترجمہ ہوگا۔ کہ کل کائنات کا مجموعہ مل کر معبود ہے۔ جس میں اس قول کا قائل بھی داخل ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ معبودیت میں وہ بھی حصہ دار ہے۔ آپ خود ہی فرمایئے کہ ان دونوں تشریحوں میں سے آپ کی مراد کون سی تشریح ہے۔ یا ان کے علاوہ اور کوئی تشریح مراد ہے۔ ہم سے پوچھیں تو ہم اپنا عقیدہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں پیش کئے دیتے ہیں۔ جو فرماتے ہیں ؎

اے بروں از وہم و قال و قیل من   خاک بر فرق من و تمثیل من

اس مضمون کو آپ کے دہلوی شاعر مرزا غالب مرحوم نے یوں ادا کیا ہے ؎

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے پرے سرحد ادراک سے اپنا معبود مسجود قبلہ کو اہلِ نظر قبلہ نما کہتے ہیں

(۲، محرم ۱۳۷۱ھ)

تشریح مزید از قلم حضرت العلامہ مولانا مفتی ابو الوفاء ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آج اسلامی دنیا سے ایک گونج دار آواز آرہی ہے۔ کہ مسلمانوں کو فرقہ بندی نے تباہ کردیا مگر یہ نہیں بتایا جاتا کہ فرقہ بندی کیا چیز ہے اور اس کی ابتدا کب سے ہوئی ہے۔ کچھ شک نہیں کہ زمانۂ رسالت اور عہد خلافت میں اسلام ایک ہی شکل میں تھا مسائل میں اختلاف تھا۔ باوجود اس کے فرقہ بندی نہ تھی۔ جس کسی کو ضرورت پیش آتی۔ وہ اپنے ہاں کے جس عالم سے چاہتا مسئلہ پوچھ لیتا شیخ ابن الہمام رئیس الحنفیہ کا قول رد المختار شامی میں ایسا ہی منقول ہے۔ (مصری جلد سوم ص۱۹۶)

اتفاق حسنہ سے رسالہ برہان" دہلی بابت جولائی ۱۹۴۵ء میری نظر سے گذرا۔ تو اس میں یہ مضمون بالفاظ ذیل ملا۔ مولوی مناظر احسن صاحب حیدر آباد سے لکھتے ہیں کہ عہد صحابہ ہی سے مسلمان ان امور میں مختلف ہوتے رہے۔ لیکن نہ اس اختلاف کو انہوں نے چنداں اہمیت دی، اور یہ تو کبھی ہوا ہی نہیں کہ محض اس اختلاف کی وجہ سے مسلمانوں کے کسی گروہ کو دوسرے طبقہ سے جدا کیا گیا ہو بلکہ اس اختلاف میں افادے کے نت نئے پہلو مختلف زمانوں میں مسلمان جو پیدا کرتے رہے ان کی ایک حد تک تفصیل سنائی جا چکی ہے۔ (برہان دہلی بابت ماہ جولائی ۱۹۴۵ء ص۶)

اہلِ حدیث اس کے ساتھ ہی حضرت حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کا بیان ملایا جائے تو بات واضح ہوجاتی ہے کہ فرقہ بندی ارباب تقلید نے پیدا کی ہے۔ حضرت ممدوح حجۃ اللہ میں فرماتے ہیں۔ تین سو سال تک فرقہ بندی بشکل تقلید نہیں تھی۔ چوتھی صدی کے شروع میں اس کی ابتدا ہوئی۔ انا للہ!

نتیجہ صاف ہے کہ مسائل میں اختلاف ہونے سے فرقہ بندی نہیں ہوتی۔ ہاں فرقہ بندی یہ ہے کہ کہا جائے۔ کہ یہ ہمارا مذہب ہے۔ اور وہ شافعیؒ کا اور وہ مالکؒ کا۔ یہاں تک کہ طریق استدلال بھی جدا جدا بتایا جائے۔ چنانچہ صاحب توضیح نے حنفی مقلد کا طریق استدلال یوں بتایا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هذا ما ادّی الیه رای ابی حنیفة وکل ما ادّی الیه رای ابی حنیفة فهو عندی صحیح۔

یعنی۔ یہ مسئلہ ابو حنیفہؒ کی رائے ہے اور جو ابو حنیفہؒ کی رائے ہے وہ میرے نزدیک صحیح ہے۔

یہی حق شافعیوں کو دیا گیا ہے۔ هذا رای الشافعی وکل رای الشافعی فهو عندی صحیح۔

اس فرقہ بندی کی مثال؟

منطقی اصطلاح میں یوں سمجھنی چاہیئے۔ کہ ہر صنف کو نوع بتایا جائے۔ جیسا یہ غلط ہے۔ ویسا ہی فرقہ بندی بھی غلط ہے۔ مولانا حالی مرحوم نے ایک بند اس کے متعلق یوں لکھا ہے ؎

سدا اہلِ تحقیق سے دل میں بل ہے۔ حدیثوں پہ چلنے میں دیں کا خلل ہے

فتاووں پہ بالکل مدارِ عمل ہے۔ ہر اک رائے قرآں کا نعم البدل ہے۔

کتاب اور سنت کا ہے نام باقی

خدا اور نبیؐ سے نہیں کام باقی

(۲۶ رجب المرجب ۱۳۶۵ھ)

تقلید اور اقتدا

اس عنوان سے اخبار "سچ" لکھنؤ میں ایک سلسلہ مضمون نکلا ہے فاضل مضمون نگار (مولانا مناظر احسن استاد جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن) کا نام دیکھ کر ہم نے اس مضمون کو بغور دیکھا۔ گمان تھا کہ فاضل موصوف مسئلہ تقلید کو اپنے علم وفضل سے کماحقہ منقح کر کے ناظرین کو مستفید فرمائیں گے۔ مگر سارا مضمون دیکھ کر ہماری تشنگی بحال رہی۔ کیوں؟

اس لئے کہ بحکم وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا) مسئلہ تقلید کی تنقیح اور تحقیق کرنے والے کا فرض ہوتا ہے کہ پہلے تقلید کی تعریف کرے۔ پھر اس کی تقسیم پھر اس کا حکم ہونا چاہیئے۔ سلسلۂ مذکورہ کو ہم نے اس سے خالی پایا بلکہ مولانا موصوف ان سب مراتب سے آگے جا کر ایک فقرہ لکھ گئے۔ جس کی وجہ سے ہمیں یہ نوٹ لکھنا پڑا۔ ورنہ ہم اس پر توجہ نہ کرتے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

"سچ ہے کہ ائمہ اسلام اصول میں نہیں۔ بلکہ بہت دور کے بعض فروعی مسائل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں باہم کچھ اختلاف ضرور رکھتے ہیں۔ لیکن ان اختلافات کو تم اتنی اہمیت کیوں دیتے ہو۔ اختلاف جس سے تفرق پیدا ہوتا ہو۔ قابل ملامت ہے۔ ہم سے کہا گیا ہے۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ "اور نہ ہو جانا ان لوگوں کے مانند جو بکھر گئے اور مختلف ہوئے کھلی باتوں کے آجانے کے بعد" لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ حنفیت و شافعیت کے اختلاف نے باہم مسلمانوں کو جدا کیا۔ حنفیوں نے ہمیشہ شافعیوں سے تعلیم حاصل کی۔ شافعیوں نے بسا اوقات حنفیوں کے ہاتھ پر بیعت کی، مرید ہوئے اور دیکھو! عرب میں، عجم میں، مصر میں، مراکو میں، کیا مالکیوں نے حنفی امام کے پیچھے نمازیں نہیں پڑھیں؟ کتنے حنفی تھے جن کو شافعی غزالیؒ نے صوفی بنایا۔ اور کتنے شافعی تھے جو حنبلی شیخ الشیوخ قطب الاسلام گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے توسل سے فلاح و فوز کی بلندیوں تک پہنچے۔ ۱۴ ۸/ا

اہلحدیث:۔ اس دعویٰ کی تحقیق کے لئے ائمہ اصول کے اقوال سامنے رکھ کر پوچھیں گے کہ خدارا انصاف!

تقلید کی جامع مانع تعریف یہ ہے کہ۔ التقليد اخذ قول من غير معرفة دليله (متن جمع الجوامع للسبکی) یعنی کسی غیر نبی کا قول بغیر اس کی دلیل پہچاننے کے قبول کرنا تقلید ہے۔ اس کا نتیجہ شارح الفاظ میں یوں ہے۔ واخذ قول الغير مع معرفة دليله اجتهاد وافق اجتهاد القائل۔ (شرح جمع الجوامع جلد ۲ صلہ ۲۵) یعنی کسی غیر نبی کی بات کو اس کی دلیل کے ساتھ قبول کرنا تقلید نہیں بلکہ اجتہاد ہے۔"

فاضل مضمون نگار حیدرآباد میں رہتے ہیں۔ اس لئے تعریف تقلید میں حیدرآباد کے ایک بزرگ کا قول ہم نقل کرتے ہیں۔

"تقلید کے معنی یہ ہیں کہ کسی شخص کو معتبر سمجھ کر اس کے فعل و قول کی پیروی بغیر طلب دلیل کی جائے۔" (حقیقۃ الفقہ مصنفہ مولانا انوار اللہ مرحوم حیدرآبادی حصہ دوم ص)

اس تعریف کے بعد تقلید کی تقسیم۔ تقلید مطلق یہ ہے کہ بغیر تعیین کسی عالم سے مسئلہ پوچھ کر عمل کیا جائے۔ جو اہل حدیث کا مذہب ہے۔ تقلید شخصی یہ ہے کہ خاص ائمہ اربعہ میں سے ایک امام کی بات مانی جائے۔ جو مقلدین کا مذہب ہے۔ یہ ہے تعریف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور تقسیم۔ اب سوال یہ ہے کہ تقلید کا حکم کیا ہے۔ اصحاب تقلید کہتے ہیں کہ تقلید فرض واجب ہے۔ اس پر غور طلب امر یہ ہے کہ جس صورت میں تقلید کی تعریف میں عدم معرفت دلیل" داخل ہے اور ان کے نزدیک دلیل نام ہے قرآن و حدیث اجماع اور قیاس کا تو اس صورت میں تقلید کے فرض واجب ہونے کا صاف نتیجہ ہے کہ مقلد کو بوقت تقلید قرآن و حدیث وغیرہ کا پڑھنا حرام ہے۔ کیونکہ اس تقلید کی فرضیت میں نقص آتا ہے۔ یا للعجب۔ خیر یہ تو ہے تقلید کی تعریف تقسیم اور حکم پر بحث۔ اب ہم فاضل مضمون نگار کے مقولہ پر متوجہ ہوتے ہیں۔ آپ نے لکھا ہے کہ:

"ائمہ اسلام اصول میں مختلف نہیں تھے" حالانکہ علماء اصول کی تصریحات اس کے خلاف ہیں۔ علامہ تاج الدین سبکی لکھتے ہیں

فان ابا یوسف و محمدا یخالفان اصول صاحبهما	"یعنی صاحبین امام صاحب رحمہ اللہ کے اصول میں مخالف تھے۔"

(طبقات سبکی ج ۱ ص ۲۴۳)

مولانا عبدالحی لکھتے ہیں

فان مخالفتهما لامامهما فی الاصول غیر قلیلة حتی قال الامام الغزالی فی المنخول انهما خالفا ابا حنیفة فی ثلثی مذهبه (مقدمہ شرح وقایہ)	"یعنی امام ابو یوسف اور محمد کی امام صاحب سے اصول میں مخالفت بہت زیادہ ہے یہاں تک کہ امام غزالی نے لکھا ہے کہ یہ دونوں صاحب امام صاحب کے مذہب کے دو ثلث مخالف تھے۔"

قاضی دبوسی نے کتاب "تاسیس النظر" میں ان کی اصول کی تفصیل درج ہے۔ جن میں شاگرد اپنے استاد معظم کے مخالف تھے۔ اس کے سوا وہ اصول بھی لکھے ہیں جن میں ائمہ اربعہ باہمی مخالف ہیں۔

نوٹ: اس بحث کی تفصیل ہمارے رسالہ" تقلید شخصی اور سلفی" میں ملتی ہے۔ اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ فاضل مضمون نگار نے جو حنفیت اور شافعیت وغیرہ کو موجب تفریق ہونا تسلیم نہیں کیا۔ ہماری دلی تمنا ہے کہ موجب تفریق نہ ہو۔ مگر علماء اصول کی تصریحات اس کے خلاف ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاضل موصوف سے مخفی نہ ہوگا کہ جن دو فریقوں میں حجت شرعیہ اور طریق استدلال الگ الگ ہو توان میں فرق لازمی ہے۔ ذرا تفصیل سے سنیئے!

علم اصول کی مستند کتاب توضیح کے مصنف صدر الشریعہ حنفی مقلد کی دلیل اور طرز استدلال بتاتے ہیں۔ ھذا عندی صحیح لانہ ادّی الیہ رای ابی حنیفۃ فھو عندی صحیح۔ (توضیح تعریف علم الفقہ)۔

یعنی حنفی مقلد کی دلیل یوں ہونی چاہیئے کہ:۔

"یہ قول ابوحنیفہؒ کا ہے اور جو قول ابوحنیفہؒ ہے وہ میرے نزدیک صحیح ہے"۔

ٹھیک اسی طرح شافعیہ کا اصول ہے اور ہونا چاہیئے کہ:۔

"یہ قول شافعیؒ کا ہے۔ اور جو قول شافعی کا ہے میرے نزدیک وہی صحیح ہے"۔....

علیٰ ہذا دوسرے مقلدین کا — فرمایئے جب ہر فریق کے نزدیک اس کے امام کی بانسبت داخل فی الدلیل ہے تو تفریق ہوئی یا وحدت۔

منطقی اصطلاح میں اس کی مثال یوں ہے کہ جنس فصول مختلفہ سے مل کر انواع مختلفہ بنتی ہے۔ اور انواع مختلفہ قسیم ہیں جو یقیناً الگ الگ ہیں۔

اسی طرح دلیل (قرآن اور حدیث) کی حجیت میں جب امام کا فہم داخل ہے۔ تو قرآن اور حدیث بمنزلہ جنس کے ہوئے۔ جو فہم ابوحنیفہؒ اور فہم شافعیؒ وغیرہ سے مل کر انواع بنتے ہیں پس تفریق لازم۔

اسی کا نتیجہ ہوا کہ کعبہ شریف جیسے واحد مرکزی مقام میں چار مصلے بنائے گئے۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ ایک گروہ کے جماعت کراتے ہوئے دوسرا اور دوسرے کے کراتے ہوئے تیسرا اور تیسرے کے کراتے ہوئے چوتھا گروہ بیٹھا رہتا تھا۔ حتیٰ کہ کسی عارف خدا کو کہنا پڑا ؎

دین حق را چار مذہب ساختند | رخنہ در دین نبی انداختند

خدا جزائے خیر دے جلالۃ الملک ابن سعود (ایدہ اللہ بنصرہ) کو جن کی حکمت عملی سے چار مصلوں کی بجائے ایک ہی جماعت ہوگئی۔ فللہ الحمد۔

(اہل حدیث امرتسر۔ صـ۱۲ ۔ ۱۲ رجمادی الاول ۱۳۵۵ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: کیا فرماتے ہیں علمار کرام و فضلار انام و فقہار عظام اس مسئلہ میں کہ چار مصلوں کا ایجاد کرنا قرآن شریف و احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ائمہ اربعہ سے ثبوت ہے یا نہیں۔ بینوا بیانا شافیا توجروا عند اللہ اجرا عظیما۔

الجواب: چار مصلے قائم کرنا خود ائمہ مجتہدین سے ثابت نہیں۔ نہ اُن کے زمانہ میں قائم ہوئے ہیں۔ بلکہ اُن کے زمانہ سے بہت دنوں بعد ایک بادشاہ نے قائم کر دیے ہیں۔ اس میں یہ خرابی تو ظاہر ہے کہ جماعت ہو رہی ہے اور دوسرے مصلے کے لوگ بیٹھے ہیں جماعت اولیٰ میں شریک نہیں ہوتے۔ اسی طرح ان میں اور بھی خرابیاں ہیں۔ بس یہ فعل دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف ہے حرمین شریفین کی وہ باتیں جن میں کوئی ممانعت شرعی موجود ہو۔ قابل حجت اور استدلال نہیں اور خود مذہب اربعہ کے محققین نے ان مصلوں کو ناجائز فرمایا ہے۔

واللہ اعلم واتم واحکم

کتبہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ
مدرس مدرسہ امینیہ دہلی سکریٹری جمعیت علماء ہند

الجواب صحیح الجواب صواب
بندہ محمد یامین، مدرسہ امینیہ
بندہ ضیاء الحق عفی عنہ دہلی (مرحوم مہتمم) مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

الجواب صحیح والمجیب العلام نجیح الجواب صحیح
احقر الزمن محمد مہدی حسن غفرلہ
سید لطیف مدرسہ امینیہ دہلی شہری مسجد مدرس مدرسہ فتحپوری رحال وارد راندیر ضلع سورت الہلی

الجواب صحیح
بندہ عبد العزیز عفی عنہ، مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی

جواب صحیح ہے
مظہر الحسن مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی

اخبار محمدی بابت پندرہ ستمبر ۱۹۲۷ء
جلد ۲ عدد ۱

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک علمی سوال

مولوی محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے جلسہ احناف منعقدہ ضلع الہ آباد میں خطبہ صدارت پڑھا۔ خطبہ میں ساری توجہ مسئلہ تقلید پر مبذول رکھی۔ اور جلسہ امرتسر میں بھی منتظمین نے تقلید کا عنوان داخل کیا ہے۔ اسی لئے میرے دل میں خیال آیا کہ اسی جلسہ میں دیوبندی علماء کی خدمت میں ایک سوال پیش کر کے حل کراؤں۔ امید ہے کہ علماء ممدوحین اس سوال کو علمی مذاکرہ سمجھ کر تحریری جواب سے خورسند فرمائیں گے۔

تقلید۔ آپ حضرات سے مخفی نہیں کہ علماء اصول کی اصطلاح میں نفس مسائل شرعیہ کا جاننا علم نہیں بلکہ کتاب و سنت کی روشنی میں دلائل کے ساتھ جاننا علم ہے۔ ان مدعیان کی مثال قدوری اور ہدایہ ہے۔ تقلید کی تعریف میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ (التقلید ھو قبول قول بلا حجۃ) کتاب المستصفی مصری ج ۲ ص ۳۸۷۔

صاحب مسلم الثبوت لکھتے ہیں۔ (التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجۃ (مسلم ص ۲۸۹)

علامہ ابن حاجب مصنف کافیہ فرماتے ہیں۔ (فالتقلید العمل بقول غیرك من غیر حجۃ (مختصر ابن حاجب ج ۲ ص ۳۰۵)

جمع الجوامع میں تقلید کی تعریف میں یوں مرقوم ہے۔ (التقلید اخذ القول من غیر معرفۃ دلیلہ۔ (جمع الجوامع لابن السبکی ج ۲ ص ۲۵۱)

نور الانوار میں تقلید کی تعریف یوں ہے۔ التقلید اتباع الرجل غیرہ فیما سمعہ بقولہ او فی فعلہ علی زعم انہ محقق بلا نظر فی الدلیل (حاشیہ نور الانوار ص ۲۱۶ مطبع انوار محمدی لکھنؤ)

ان سب تعریفات کا مفہوم مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم نے یوں ادا کیا ہے۔ تقلید کہتے ہیں کسی کا قول محض اس حسن ظن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق بتلا دے گا۔ اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا۔ (الاقتصاد ص ۱)

حضرات! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ تقلید کی تعریف میں بالاتفاق دلیل کی عدم معرفت داخل ہے۔ گویا وہ فصل مقوم ہے جس کے بغیر تقلید کی ماہیت متقرر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہو سکتی پس جو شخص مسائل دینیہ کو دلیل کے ساتھ جانتا ہو نہ صرف جانتا ہو۔ بلکہ تعلیم دیتا ہو۔ بلکہ ان کو حق ثابت کرنے کے لیے ہر وقت مستعد رہتا ہو۔ جیسے آپ حضرات کی ذوات مبارکہ ہیں۔ ایسے شخص کے علم و فضل پر تقلید کی تعریف کیونکر صادق آسکتی ہے۔ اور اس کو مقلد کیونکر کہا جا سکتا ہے۔ اس کے متعلق بھی علمائے اصول کا فیصلہ پیش کرتا ہوں شرح جمع الجوامع میں تقلید کی تعریف پر جو امر متفرع کیا گیا ہے۔ وہ قابل غور ہے۔ فرماتے ہیں:

اخذ قول الغير مع معرفة دليله اجتهاد وافق اجتهاد القائل (ج ۲ صلہ ۱۱) یعنی کسی مجتہد کے مسئلہ کو دلیل کے ساتھ صحیح سمجھنا اجتہاد ہے جو مجتہد اول کے موافق واقع ہوا ہے۔ تقلید کی تعریف اور تشریح کے بعد میں آپ حضرات کی علمی حیثیت کا ذکر کرتا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ آپ لوگ مسائل دینیہ کو بالدلیل جانتے ہیں..... ایسا جانتے ہیں کہ نہ صرف طلباء کو سمجھانے کی قدرت رکھتے ہیں۔ بلکہ ان کو عالم بالدلیل بناتے ہیں۔ تو کیا آپ حضرات کی علمی حیثیت کو ملحوظ رکھ کر آپ کو مقلد کہا جائے یا غیر؟ یہ ایک سوال ہے۔ جس کے لیے میں نے آپ حضرات کو متوجہ کیا ہے۔ میں اپنا عندیہ عرض کئے دیتا ہوں کہ کسی شخص کو مقلد کہنا اس کے عالم ہونے کی نفی کے برابر ہے۔ اس لئے آپ حضرات کو مقلد کہنے کے علاوہ تعریفات مذکورہ کے مجھے امام غزالیؒ سخت مانع ہوئے ہیں۔ گویا وہ فرماتے ہیں کہ دیوبندی علماء چونکہ مسائل کو دلیل کے ساتھ جانتے ہیں۔ اس لئے ان کو مقلد نہ کہو۔ کیونکہ (ليس ذالك التقليد طريقا الى العلم لا فى الاصول ولا فى الفروع حوالہ مذکور) تقلید علم کا درجہ نہیں ہے۔ اور نہ علم کا ہے۔ بلکہ جہالت کا درجہ ہے۔ یہی معنی ہیں علماء اصول کے اس قول کے۔

إِنَّمَا التَّقْلِيْدُ وَظِيْفَةُ الْجَاهِلِ:

پس آپ حضرات ان اصولی حوالجات کے ماتحت اعلان فرمائیں کہ آپ کو مقلد کہیں یا غیر۔ بَيِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

پس اس امر کا فیصلہ کہ آپ مقلد ہیں یا غیر۔ آپ حضرات کے جواب پر موقوف ہے۔

نوٹ: اس مضمون میں میں نے بوجہ خاص خطاب حضرات دیوبندیہ سے کیا ہے۔ مگر دراصل یہ خطاب جملہ ان علماء کو ہے جو مسائل دینیہ کو دلیل کے ساتھ جانتے ہوں۔ خواہ وہ دہلی کے ہوں یا لکھنؤ کے۔ دہلی کے ہوں یا لاہور کے۔ پنجاب کے ہوں یا ہندوستان کے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سندھ کے ہوں یا بنگال کے، عرب کے ہوں یا عجم کے سب میرے مخاطب ہیں۔ وہ علماء اصول کی تصریحات ملحوظ رکھ کر اپنے لیے جو نام تجویز فرمائیں۔ ہم اسی کو قبول کر لیں گے۔ اس سے زیادہ طول دینا نہیں چاہیے۔ کیونکہ استاد غالب مرحوم کہتے ہیں ؎

نہ دے نامے کو اتنا طول غالبؔ! مختصر لکھدے

کہ حسرت سنج ہوں عرض ستم ہائے جدائی کا

خادم العلماء ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری۔ ۱۳ ستمبر ۱۹۲۷ء

علمی سوال کا جواب الجواب متعلق تقلید علماء

علماءِ سلف میں علمی مذاکرات ہوا کرتے تھے جن کو وہ موجب ترقی سمجھتے تھے۔ مگر آج ہماری حالت اس کے برخلاف ہے جونہی کوئی علمی سوال ہمارے سامنے پیش آتا ہے۔ اس کو سائل کی بدنیتی پر محمول کرکے ہم اعلانِ جنگ کر دیتے ہیں یہ طریقہ علماءِ سلف کا پسندیدہ نہیں ہے۔

اہل حدیث مورخہ ۵ دسمبر ۱۹۲۷ء میں ناظرین کی نظر سے ایک علمی سوال گذرا ہوگا جو مسئلہ تقلید کے متعلق تھا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تقلید اپنی جامع مانع تعریف کے لحاظ سے علماءِ مقلدین پر صادق نہیں آتی۔ پھر وہ مقلد کیوں کہلاتے ہیں۔ سوال کی عبارت نہایت شیریں تھی اور مضمون بالکل صاف تھا۔ اس کا جواب جمعیت الاحناف متونا تحد بعض ضلع اعظم گڈھ کی طرف سے دیا گیا۔ جن صاحب نے یہ جواب لکھا ہے۔ ہم ان کو جانتے ہیں۔ اس لیے اُن کو مخاطب کرکے کہتے ہیں۔ ؎

چھپ نہ تو ہم سے کہ او ماہ جبیں دیکھ لیا

ناظرین اس اشتہار کا جواب الجواب پڑھیں:-

امرتسر کے جلسۂ احناف منعقدہ ۵ دسمبر ۱۹۲۷ء کے موقع پر میں نے ایک اشتہار کے ذریعے ارباب تقلید سے ایک علمی سوال کیا تھا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تقلید کی تعریف جو علماءِ اصول نے کی ہے وہ ان علماء پر صادق نہیں آتی جو خدا کے فضل سے علمی استعداد اتنی رکھتے ہیں کہ مسائل فقیہہ کو دلائل کے ساتھ جانتے ہیں۔ جتنے اقوال تقلید کی تعریف میں میں نے نقل کئے تھے۔ ان کا ترجمہ اور مطلب بھی میں نے اپنے الفاظ میں نہیں بیان کیا تھا۔ بلکہ مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم کے لفظوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بتایا تھا۔ جو یہ ہیں۔

تقلید کہتے ہیں کسی کا قول محض اس حسن ظن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق بتلائے گا۔ اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا۔ (الاقتصاد صہ۱۷)

اس اشتہار سے میری غرض یہ تھی کہ میں معزز علماءِ تقلید کو ان کے علم کی حیثیت سے اطلاع دوں کہ آپ مقلد کے درجہ میں کیوں بیٹھے ہیں جو ادنیٰ درجہ ہے۔ آپ اعلیٰ درجہ میں بیٹھئے۔ جس کا ٹکٹ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کی واضح مثال یہ ہے کہ کوئی مسافر جس کے پاس اول یا دوم درجہ کا ٹکٹ ہو۔ وہ تھرڈ کلاس (تیسرے درجہ) میں بیٹھ جائے۔ تو اس کو کہا جائے گا کہ آپ اپنے ٹکٹ کی عزت کیجیے۔

میری یہ غرض نہ تھی کہ جماعت مقلدین کی کسی خاص شخص کی توہین کی جائے۔ مگر افسوس ہے کہ علماءِ مقلدین نے میری منشاء بلکہ روش کے بھی خلاف سخت توہین آمیز الفاظ میں ایک اشتہار دیا ہے جو مئو ضلع اعظم گڑھ سے ۱۶ مارچ سنہ رواں کو میرے پاس پہنچا ہے۔ جس میں میری نسبت بہت سے الفاظ ایسے لکھے ہیں جن سے ان کا غیظ و غضب نمایاں معلوم ہوتا ہے۔ لیکن میں اُن کے جواب میں اپنے مسلک کو نہیں چھوڑ سکتا۔ بقول ؎

مجھے تو ہے منظور مجنوں کو لیلیٰ نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

اس لئے میں ان الفاظ کو نہ نقل کرتا ہوں۔ اور نہ جواب دیتا ہوں۔ جواب مذکور کا خلاصہ یہ ہے کہ مجیب نے میری منقولہ تعریفات تقلید کو صحیح مان کر لکھا ہے۔ کہ دلیل کی پوری معرفت ہدایہ وغیرہ پڑھنے سے نہیں ہوتی۔ کیونکہ معرفت دلیل اس کو کہتے ہیں کہ دلیل کو پورے طور پر جاننا بالفاظ دیگر یہ جاننا کہ اس کا معارض کوئی نہیں۔ اور یہ منسوخ بھی نہیں وغیرہ۔ ایسا جاننا مجتہد کا خلاصہ ہے۔

میں کہتا ہوں کہ مجیب نے جو کچھ لکھا ہے بالکل صحیح ہے مگر مجیب صاحب نے یہ خیال نہیں فرمایا کہ جن علماء کی نسبت میرا سوال ہے وہ تو دلیل کی معرفت تامہ رکھتے ہیں۔ اب میں مجبوراً چند علماء کے اسماءِ گرامی بطور مثال پیش کر کے پوچھتا ہوں کہ کیا۔ مولانا رشید احمد گنگوہی مرحوم، مولانا انور شاہ دیوبندی مرحوم، مولانا محمود الحسن مرحوم، مولانا حسین احمد سلمہ، مولانا اشرف علی مرحوم، مولانا احمد رضا بریلوی مرحوم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(مجدد مائۃ حاضرہ) وغیرہ اکابر علماء حنفیہ کو بھی دلیل کی معرفت تامہ حاصل تھی یا نہ تھی ہوا للہ مجھے اس کی نفی کرتے ہوئے جھجک محسوس ہوتی ہے۔ کیونکہ میں ایسا خیال کرنا ان بزرگوں کی ہتک سمجھتا ہوں۔ کیا ہی لطف ہے کہ درسوں میں تصنیفوں میں زور شور سے اپنے مسائل کو مدلل بیان کریں۔ اور فریق مخالف (اہل حدیث ہوں یا شافعیہ، مالکیہ ہوں یا حنبلیہ اشعریہ ہوں یا ماتریدیہ) کے دلائل کی تردید اور اپنی تائید پورے طور پر کریں۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ حضرات جو کچھ کہتے اور لکھتے ہیں۔ علیٰ وجہ البصیرت کہتے اور لکھتے ہیں چنانچہ مجیب صاحب خود مانتے ہیں کہ

"علماء دیوبند اور دیگر علماء مقلدین حدیث کا درس دیتے ہیں اور علل حدیث و رجال پر نہایت محققانہ و عالمانہ گفتگو کرتے ہیں" (اشتہار مذکور)

پھر معلوم نہیں کہ مجیب صاحب ہماری تائید کرتے ہیں یا تردید۔ مختصر یہ ہے کہ ہماری دلیل کے دو مقدمے ہیں۔ اول یہ کہ آج کل کے اکابر علماء حنفیہ دلائل شرعیہ کی معرفت تامہ رکھتے ہیں۔ دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ جس صاحب کو دلیل کی معرفت تامہ حاصل ہو وہ مقلد نہیں ہے۔ مجیب صاحب کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو دونوں مقدمے مسلم ہیں۔ اور ہر ایک طالب علم جانتا ہے۔ کہ جس دلیل کے دونوں مقدمے (صغریٰ کبریٰ) مسلم ہوں۔ نتیجہ بھی مسلم ہوتا ہے۔ اس لئے مقام شکر ہے کہ ہمارا اور ہمارے مجیب کا دعویٰ کی صحت پر اتفاق ہو گیا۔

شکر للہ کہ میان من او صلح فتاد　　حوریاں رقص کناں سجدۂ شکرانہ زدند

مقلد کے بعد دوسرا مرحلہ مجتہد کا ہے پہلے اشتہار میں ہم نے اپنا سوال محض تقلید اور مقلد پر منحصر رکھا تھا۔ اب مجیب کی تحریک سے ہم مجتہد کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ خدا جانے ان حضرات نے مجتہد کا رتبہ کیا سمجھا ہوا ہے۔ کتب اصول فقہ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ دلالات اربعہ (عبارت النص، اشارت النص، اقتضاء النص، دلالت النص) سے کام لینا مجتہد کا کام ہے (نور الانوار صفحہ ۱۲ مطبوعہ انوار احمدی لکھنؤ) پس مجتہد وہ ہے جو ان دلالات اربعہ سے استدلال کر سکے۔

ہمارا خیال ہی نہیں۔ بلکہ یہ امر واقع ہے کہ ہندوستان کے اکابر علماء مقلدین دلالات اربعہ سے استدلال کر سکتے ہیں بلکہ کرتے ہیں۔ یہ ان پر خدا کا فضل اور علمی نعمت ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقلد کہلانے سے اس نعمت کی ناقدری لازم آتی ہے۔ اس بات کا ان کو اختیار ہے کہ خدا کی نعمت کی قدر کریں یا ناقدری ؎

من نگویم کہ ایں مکن آں کن ۔۔۔ مصلحت بیں و کار آساں کن

دفع خلل

کسی اہل علم سے مخفی نہیں ہے کہ ہر علم کی معرفت اس علم کے ائمہ کے اقوال سے ہوتی ہے۔ علم صرف اور نحو کے متعلق علماء صرف اور علماء نحو سے ماخوذ ہیں۔ علم لغت کی تحقیق علماء لغت سے ہوتی ہے اس کا نام تقلید رکھ کر تقلید مذہبی کو ثابت کرنا تار عنکبوت سے زیادہ ضعیف ہے۔ پس مجیب کے سوال مندرجہ اشتہار کا جواب مختصر یہ ہے کہ بقول آپ کے جو علما وعلی وجہ البصیرت علوم شرعیہ کا درس دیتے ہیں وہ مقلد نہیں ہیں۔ بلکہ میں تو ان کو باصطلاح علم اصول مجتہد کہنا بھی جائز سمجھتا ہوں۔ ہاں آپ کو اختیار ہے کہ فسٹ و سیکنڈ کلاس (اعلیٰ و دوم درجوں) کا تمغہ رکھنے والوں کو تھرڈ کلاس (تیسرے درجہ) میں بٹھلائیں۔ میں آپ کو اس سے منع نہیں کر سکتا۔ ہاں میں اپنا عندیہ ان لفظوں میں عرض کروں گا ؎

گر بہ سرو چشم من نشینی ۔۔۔ نازت بکشم کہ نازنینی

"خادم العلماء ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسری" - ۲۴ / مارچ ۱۹۵۱ء

تنقید بر تقلید

امسال جلسہ احناف مئو آئمہ ضلع الہ آباد میں خطبہ صدارت مولوی محمد طیب صاحب دیوبندی نے پڑھا۔ قریباً سارے خطبہ میں آپ نے مسئلہ تقلید ہی کا ذکر کیا۔ پھر اس مضمون کو اتنی اہمیت دی کہ رسالہ دارالعلوم دیوبند کے خاص نمبر میں اس کو جگہ دی گئی اس لئے فریق ثانی نے بھی بغرض تحقیق "ایک علمی سوال" کے عنوان سے اشتہار شائع کیا۔ جو ۵ دسمبر ۱۹۳۸ء کو جلسہ احناف امرتسر میں تقسیم ہوا۔ اور اسی تاریخ کے اہل حدیث میں بھی درج کیا گیا۔ سوال اس بناء پر تھا کہ علم معقول میں یہ بات مصرح ملتی ہے کہ ہر تعریف کے لئے ضروری ہے کہ وہ دو اوصاف (جامع و مانع) سے موصوف ہو۔ اس لئے ہم نے تقلید کی تعریف علماء اصول کے لفظوں میں بتائی تھی اور امام غزالی سے لے کر مولانا اشرف علی تھانوی رحمہم اللہ تک اقوال نقل کئے تھے۔ ساری تعریفوں کا خلاصہ مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم کے لفظوں میں یہ بتایا تھا کہ

تقلید کہتے ہیں۔ کسی کا قول محض اس حسن ظن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بتلائے گا۔ اور اس سے دلیل کی تحقیق ذکر نا۔ (الاقتصاد ص۹)

بات تو مختصر تھی کہ تقلید کی تعریف جامع مانع ہونی چاہیے۔ برادران احناف باوجود عالم معلم علی وجہ البصیرت مصنف ہونے کے اور معرفت تامہ رکھنے کے مقلد کہلاتے ہیں اس سے تقلید کی تعریف مانع نہیں رہتی۔ ایسے حضرات کو چاہیے کہ تقلید کی تعریف پر غائر نظر ڈال کر اپنے کو اس سے علیحدہ رکھیں۔ اس معقول سوال کے جواب میں ایک اشتہار جمعیت الاحناف مئو ضلع اعظم گڑھ کی طرف سے نکلا۔ جو تردید کی بجائے ہمارے سوال کی تائید میں تھا۔ کیونکہ اس میں لکھا تھا کہ

علماء دیو بند جو ہر سال دورۂ حدیث پڑھاتے ہیں اور علل حدیث و رجال پر نہایت محققانہ و عالمانہ گفتگو کرتے ہیں۔ اسی طرح ہندوستان کے اور بہت سے علماء ہیں جو اپنی تصانیف میں بہت خوبی سے بحث کرتے ہیں۔

اہل دانش کے نزدیک اس اعتراف سے ہمارا خیال مزید قوت پا گیا کہ جو حضرات اتنی قابلیت رکھتے ہیں۔ ان پر تقلید کی تعریف صادق نہیں آتی۔ مگر بغرض مزید توضیح ہم نے ایک مضمون بعنوان "جواب الجواب" اہل حدیث مورخہ ۲۴ مارچ سنہ رواں میں اور بذریعہ اشتہار مورخہ ۱۰ مارچ (سنہ رواں) کو شائع کیا۔ جو ناظرین کے ملاحظہ سے گذرا ہو گا۔ اس کے جواب میں پھر ایک دوسرا اشتہار جمعیت الاحناف مئو نے (بے تاریخ) شائع کیا۔ جو ۱۷ مارچ سنہ رواں کو بذریعہ ڈاک ہمیں ملا۔ اس جواب میں بحث کو اصل مرکز سے دور لے جانے کی کوشش کی گئی ہے۔ جو آداب محصلین سے بعید ہے۔ اس لئے میں بحث کو مرکز پر لا کر گفتگو کرتا ہوں۔ پس ناظرین اور سامعین غور سے پڑھیں اور سنیں:۔

خدا جزائے خیر دے علماء اصول کو جنھوں نے تقلید کی جامع مانع تعریف کرنے کے علاوہ مقلد کے استدلال کا طرز ایسے صاف الفاظ میں پیش کیا ہے۔ جو ہمارے اور ہمارے مخاطبوں کے درمیان فیصلہ کن ہیں۔ پس ہمارے مخاطب نظر انصاف سے دیکھیں اور سماع قبول سے سنیں۔ علم اصول میں توضیح چوٹی کی کتاب ہے۔ اس میں مقلد کا طریق استدلال یوں لکھا ہے کہ:۔

هذا رأى ابى حنيفة وكلما ادى اليه رأى ابى حنيفة فهو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عندی صحیح۔

یعنی مقلد کا استدلال یوں ہے کہ یہ مسئلہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے ما اور امام ابو حنیفہ کی جو رائے ہو۔ وہ میرے نزدیک صحیح ہے۔

برادران احناف

کیا آپ کا طرز استدلال یہی ہے۔ کیا شیعہ کے سامنے مسئلہ خلافت کے ثبوت میں آپ اس طرز عمل پر قناعت کر سکتے ہیں۔ ہاں اہل حدیث اور شوافع وغیرہ کے مقابلہ میں مسئلہ فاتحہ خلف الامام کے متعلق اتنا ہی کہنا کافی جانتے ہیں کہ فاتحہ خلف الامام نہ پڑھنا امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے۔ اس لئے یہی مسئلہ صحیح ہے۔ واللہ مجھے یقین ہے کہ آپ ہرگز ایسا نہیں کرتے اور نہ کر سکیں گے کیونکہ ایسا کرنا آپ کے نزدیک بھی بلکہ بجرگے تیر نزد[1] کا مصداق ہے۔ بلکہ اس سے آگے چل کر آیات اور احادیث سے استدلال کریں گے۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ وہ استدلال آپ کا علی وجہ البصیرت اور معرفت تامہ کے ساتھ ہوگا یا بے بصیرت اور معرفت ناقصہ کے ساتھ۔ پس یہ ایک سوال ہے جس کے متعلق آپ لوگوں کے ضمیر سے میری اپیل ہے۔

خدا بھلا کرے مولوی خیر محمد صاحب جالندھری کا جنہوں نے باوجود دیوبندی مقلد ہونے کے مسئلہ تقلید کا بہت سا حصہ صاف کر دیا۔ آپ اپنے رسالہ خیر التنقید میں لکھتے ہیں۔ کہ قرآن و حدیث کی نصوص میں تقلید نہیں ہے۔ تقلید صرف مسائل استنباطیہ میں ہے۔

اس بناء پر میں جملہ علماء احناف سے پوچھا کرتا ہوں۔ آپ نماز میں جو ارکان ادا کرتے ہیں یہ آپ کے نزدیک منصوص ہیں یا نہیں؟ مثلاً قیام، رکوع، سجود اور قعدہ وغیرہ۔ منفرد حالت میں فاتحہ کا پڑھنا، مقتدی ہونے کی صورت میں نہ پڑھنا۔ کیا یہ سب افعال منصوص نہیں ہیں؟ اسی طرح دیگر ارکان سب منصوص ہیں۔ پھر بتایئے کہ ارکان اسلام کے ادا کرنے میں آپ مقلد ہوئے یا محقق؟

بس یہ ایک سوال ہے جو قابل غور ہے۔ باوجود اس کے اگر آپ مقلد ہی کہلانا چاہتے ہیں تو ہمارا اس میں کوئی نقصان نہیں۔ البتہ اس سے دو خرابیاں لازم آئیں گی۔ ایک یہ کہ تقلید کی تعریف مانع نہ رہے گی۔ دوسری یہ کہ آپ کا مخاطب آپ کا میدان کلام تنگ

---

[1] جو برابر قدر نہیں رکھتا۔ ۱۲ منہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کو کہہ سکتا ہے۔ کہ آپ بحیثیت مقلد پیش ہوتے ہیں تو صرف اپنے امام کا قول پیش کیجئے استدلال بالنص نہ کیجئے بس یہ ہے مدارِ گفتگو اور یہ ہے مرکزِ بحث۔

ناظرین کرام! حضرات مقلدین کی تصنیفات ملاحظہ کیجئے۔ کہ ہر مسئلہ پر نصوص پیش کرتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ نصوص ان کے مدعا کو مثبت ہوں یا نہ ہوں حضرات دیوبند نے کتب حدیث کی جو شروح لکھی ہیں ان پر سرسری نظر ڈال کر دیکھئے تو عیاں معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ مصنف جو کچھ لکھتا ہے۔ بڑی بصیرت اور معرفت کے ساتھ لکھتا ہے۔ مگر جب پوچھا جائے تو مجیب صاحب کہتے ہیں کہ ان کو معرفت تامہ حاصل نہیں۔ کیا خوب! ہم بہت خوش ہو کر اپنا سوال واپس لے لیں گے۔ اگر حضرات مقلدین یہ اعلان شائع کر دیں کہ ہم نے اپنی تصنیفات میں جو کچھ لکھا ہے۔ یا ہم درس میں بیان کرتے ہیں وہ جہلات کی قسم میں ہیں جو ہم کہتے ہیں۔ سب بے بصیرت اور بے معرفت کہتے ہیں۔ اس وقت ہم صرف یہ عرض کریں گے۔ کہ آپ نے منطق تو ذرا غور فرمایئے کہ جزئی کی نقیض کلیہ عامہ ہوتی ہے۔ اور یہ منطقی قاعدہ آپ کی جملہ تحقیقات علمیہ کے متزلزل کرنے کو کافی ہوگا۔

باقی رہی بحث مجتہد کی۔ اس کے لئے محاذ قائم کرنا ابھی ہمارا مقصود نہیں وقت آنے پر اس بحث کے لئے بھی ہم تیار ہیں۔ ہم علماءِ اصول کی تصریحات سے دکھائیں گے کہ اجتہاد کا منصب رسالت کی طرح وہبی نہیں ہے۔ بلکہ کسبی ہے اور یہ کبھی بند نہیں ہوا۔ بلکہ برابر جاری چلا آیا ہے۔ بعض یاروں نے امام بخاری جیسے مجتہد کو بھی مقلد لکھ دیا ہے۔ تو یہ ان کی خوش فہمی اور خوش اعتقادی ہے۔

مجیب نے دوسرے اشتہار میں یہ بھی سوال کیا ہے۔ کہ تم علماءِ دیوبند میں سے مولانا حسین احمد صاحب سے پوچھو کہ وہ معرفت تامہ رکھتے ہیں یا نہیں؟

مجیب نے اس سوال کو مدارِ فیصلہ قرار دیا ہے۔ میں کہتا ہوں۔ مولانا حسین احمد (بجاہ اللہ من تہید الفرنگ) کو پوچھنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ آپ نے ان کو درس دیتے ہوئے دیکھا ہوگا۔ اگر نہیں دیکھا تو جب رہا ہو کر آئیں گے۔ تو آپ دیکھ لیجئے گا۔ وہ اپنے مذہب کا اثبات اور فریق مخالف کا ابطال معرفت تامہ سے کرتے ہیں۔ یا معرفتِ ناقصہ سے؟ اچھا اسے جانے دیجئے۔ میں دو عادل گواہ پیش

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہوں۔ مولانا انور شاہ مرحوم کی درسی نوٹ دو کتابوں کی شکل میں شائع ہوئے ہیں۔ ترمذی کے حواشی عرف الشذی اور بخاری کے حواشی فیض الباری کے نام شائع ہوئے ہیں۔ یہ کتابیں بڑے فخر و مباہات کے ساتھ مصر میں چھپوائی گئی ہیں۔ ان دونوں کتابوں کو دیکھیے۔ تو ان کے درس کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ کہ مرحوم کس طرح اپنے مسائل کو معرفت تامہ کے ساتھ مدلل بیان کرتے ہیں۔ ہاں اس سوال کا جواب میرے ذمہ نہیں ہے۔ کہ علماء دیو بند وغیرہم باوجود معرفت تامہ رکھنے کے مقلد کیوں کہلاتے ہیں۔ یہ کیوں کا یہ ان کی تواضع ہے۔ یا یہ ایک دستور ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ ان کا طریق عمل کیا ہے۔ اگر ان کا طریق عمل امام صاحب ترجیحی عمل امام کے قول سے استدلال ہے۔ تو بے شک مقلد ہیں۔ اگر اس سے بڑھ کر نصوص کے ساتھ استدلال ہے تو آپ ہی ان کا نام تجویز کیجیے۔

اطلاع

ہماری یہ گفتگو سر دست محض تقلید کی جامع مانع تعریف پر ہے۔ ابھی مسائل فرعیہ پر نہیں ہے۔ مشتہرین نے مولانا حسین احمد صاحب سے دریافت کرنے کو لکھا ہے۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم مئو ہی کی جماعت احناف کو خطاب کر کے پوچھتے ہیں کہ وہ اپنا حلفیہ بیان شائع کر سکتے ہمارے علماء کو مسائل شرعیہ کی معرفت تامہ نہیں ہے۔ اس وقت ہم بڑی خوشی سے مندرجہ ذیل شعر ان کی نذر کریں گے ؂

برا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

۵ ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چند دینی سوال

ہمارے پاس یہ سوال عیسائی کالج لاہور کے پروفیسر یوسف خان نے بھیجے ہیں جو مع جواب مندرج ذیل ہیں۔

جناب ایڈیٹر صاحب "اہل حدیث" سلام!

براہِ کرم مفصلہ ذیل سوالات کے جوابات مختصر یا مفصل جیسی رائے ہو جلد عنایت فرما کر شکر گذاری کا موقع دیجئے گا۔ یہ سوالات محض احقاق اور حقیقت پسندی کی خاطر کئے گئے ہیں۔ تاکہ مختلف مذاہب کا موازنہ کیا جا سکے۔ آپ کی ذات سے یقین ہے کہ مجھے واقعی امداد سے محروم نہ فرمائیں گے۔

سوال نمبر ۱۔ "وہ طریقہ کیا ہے جس کے ذریعہ سے ایک شخص آپ کے مذہب میں داخل ہو سکتا ہے؟

جواب نمبر ۱۔ صرف کلمہ شریف لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ معنی سمجھ کر بالیقین پڑھ لینے سے داخل اسلام ہو جاتا ہے۔

سوال نمبر ۲۔ آپ کا مذہب اختیار کرنے کے بعد کیا اس شخص میں کوئی فوری تبدیلی ہو جاتی ہے۔

جواب نمبر ۲۔ احکام اسلام کی پابندی اپنے اوپر لازمی جاننے تو صحیح معنی سے شائستگی یعنی خدا خوفی پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر پہلے ہے تو اس میں ترقی ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید میں اس کا ثبوت یوں ملتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتَاهُمْ تَقْوٰهُمْ (پ ۲۶۔ ع ۶) یعنی جو لوگ ایمان میں ہدایت یاب ہوئے۔ خدا ان کو ہدایت زیادہ دیتا ہے۔ اور ان کو تقویٰ نصیب کرتا ہے۔

سوال نمبر ۳۔ کن احکام کی پابندی اس شخص پر عائد ہوتی ہے۔ تاکہ وہ راسخ العقیدہ مومن بنا رہے؟

جواب نمبر ۳۔ قرآن مجید میں اس کی تفصیل کئی جگہ آئی ہے۔ ان میں سے ایک مقام کی فہرست درج ذیل ہے:۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا
وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ○ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ
وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ○ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ
نُفُوْسِكُمْ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ○
وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ
تَبْذِيْرًا ○ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ
لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ○ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ
تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ○ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً
اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ○
اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ
خَبِيْرًا بَصِيْرًا ○ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ
نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ○ وَلَا تَقْرَبُوا
الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا ○ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ
الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا
لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ○
وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ
وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ○ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا
كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ
تَاْوِيْلًا ○ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ
وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ○ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ
مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ○
كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ○ ذٰلِكَ مِمَّآ
اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ
فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ○ (پ ۱۵ - ع ۳)

" یعنی تمہارے پروردگار نے قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ میرے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ماں باپ سے سلوک کرو۔ اگر اُن میں سے ایک یا دونوں تمہاری موجودگی میں بڑھاپے کو پہنچیں تو خدمت کرتے ہوئے ان کے سامنے ہائے بھی نہ کہو۔ اور ان کے سامنے نرمی سے جھکے رہو۔ اور اُن کے حق میں دُعا کرتے رہو کہ اے ہمارے پروردگار، ان پر رحم کر جیسا انہوں نے مجھ کو چھوٹی عمر میں پرورش کیا (سُنو) اگر تم نیک اور فرمانبردار رہوگے۔ تو تمہارا پروردگار بھی نیک بندوں کے حق میں بخشنے والا مہربان ہے۔ (ان حقوق خداوندی اور آبائی کے علاوہ پھر سُنو اکہ) قرابتداروں اور مسکینوں اور مسافروں کے حقوق ادا کیا کرو۔ یعنی حسب مقدور اُن سے سلوک کیا کرو اور فضول خرچی مت کیا کرو۔ کیونکہ فضول خرچ شیطانوں کے بھائی ہوتے ہیں۔ اور شیطان تو خدا سے منکر ہے۔ اور اگر کسی بھلائی کی امید پر جس کی تم آئندہ کو توقع رکھتے ہو۔ رشتہ داروں سے سردست سلوک نہ کر سکو تو ان کو نہایت آسان اور نرم بات کہا کرو۔ جس سے اُن کی دل شکنی نہ ہو۔ اور تمہاری معذرت ظاہر ہو۔ اور اپنا ہاتھ خرچ کرنے سے نہ تو بالکل بند کر لیا کرو، کہ کوڑی بھی نہ خرچ کرو اور نہ بالکل فراخ دستی ہی اختیار کرو۔ کہ جو ہاتھ لگا سو اڑایا۔ ایسا کرنے سے تم خود شرمندہ اور لاچار ہو جاؤ گے (سُنو) یہ نہ سمجھو کہ تمہارا پروردگار جو تم کو خرچ کرنے کا حکم دیتا وہ کوئی محتاج ہے بلکہ) تمہارا پروردگار ہی جس کو چاہتا ہے فراخ رزق دیتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے۔ تنگ کر دیتا ہے (سب قبضہ اسی کا ہے) تحقیق وہ اپنے بندوں کے حال پر خبردار اور بینا ہے۔ (ان احکام کے علاوہ تمدنی احکام سُنو اکہ) اپنی اولاد کو بھوک کے خوف سے جان سے نہ مارا کرو۔ ہم ہی اُن کو اور تم کو رزق دیتے ہیں۔ بیشک ان کا قتل کرنا بڑا گناہ ہے۔ زنا کے قریب بھی نہ جانا تحقیق وہ بے حیائی اور بدکاری کی راہ ہے۔ اور کسی نفس کو ناحق قتل نہ کیا کرو۔ جو کوئی مظلوم مارا جائے۔ ہم نے اس کے والیوں کو حق دلایا ہے۔ پس وہ بھی قتل کرنے میں جلدی نہ کیا کریں۔ کچھ شک نہیں کہ سرکار کی طرف سے ان کی حمایت کی جائے گی۔ اور یتیم کے مال کے نزدیک بھی مت جایا کرو۔ ہاتھ سے چھونا بھی تم کو جائز نہیں۔ ہاں جس طریق سے ان کو فائدہ ہو (مثلاً ان کے مال کو تجارت میں لگا کر نفع حاصل کرو) جب تک وہ جوان ہو۔ یہی حکم ہے اور عہد و پیمان کو پورا کیا کرو بیشک عہد سے سوال ہوگا۔ کہ پورا کیوں نہ کیا۔ اور جب ناپ تول کرنے لگو تو پورا کرو۔ اور سیدھی ترازو سے تولا کرو۔ یہ تمہارے حق میں خدا کے نزدیک بہتر ہے اور دنیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں بھی اس کا انجام اچھا ہے۔ ذکر دکان کی نیک نامی ہونے سے فائدہ پہنچتا ہے) اور جس بات کی تم کو خبر نہ ہو۔ اس کے پیچھے مت پڑا کرو (کہ خواہ مخواہ بے دیکھے بھالے تہمتیں سنانے کشیدہ خاطر ہو جاؤ) بے شک کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے سوال ہو گا۔ کہ ان کو کہاں کہاں استعمال کیا۔ اور زمین پر متکبرانہ وضع اختیار نہ کرو۔ کیونکہ تم زمین کو نہیں پھاڑ سکو گے یا لمبے ہو کر پہاڑ پر نہیں چڑھ جاؤ گے بس سنو! یہ تمام کام تمہارے پروردگار کے نزدیک بُرے ہیں (پس ان سے بچتے رہو)۔ اے پیغمبر! یہ دانائی کی باتیں ہیں۔ جو تیرے پروردگار نے تیری طرف الہام کیں۔ پس ان پر عمل کیا کر اور خدا کے ساتھ شریک نہ بناؤ۔ ورنہ شرمندہ اور ذلیل ہو کر تو جہنم میں ڈالا جائے گا۔

اس فہرست کے شروع میں جو عبادت کا حکم ہے۔ اس کی تفصیل بھی کئی ایک جگہ مذکور ہے کہ نماز، روزہ وغیرہ کیا کرو۔

نوٹ:۔ اس سوال کے متعلق ہمارے دو مستقل رسالے قابل دید ہیں۔ "الفرقان العظیم" اور "تعلیم القرآن"۔

سوال نمبر ۴۔ مومنانہ زندگی بسر کرنے کا نتیجہ کیا ہو گا۔

جواب نمبر ۴۔ مومنانہ زندگی کا نتیجہ دنیا اور آخرت میں پاک زندگی ملتی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (پ۱۴۔ ع۱۹) "یعنی جو کوئی ایمانداری کی حالت میں نیک کام کرے۔ مرد ہو یا عورت ہم (خدا) اس کو پاک زندگی بخشتے ہیں۔ اور ان کو بہت اچھا بدلہ دیتے ہیں"

سوال نمبر ۵۔ "مومنانہ زندگی کا کوئی معیار آپ کی کتاب میں پیش کیا گیا ہے؟ اس معیار تک پہنچنے کے لئے آپ کی کتاب اس شخص کو کیا طاقت عطا کرتی ہے"؟

جواب نمبر ۵۔ اس سوال کا مطلب میں یہ سمجھا ہوں کہ "مومنانہ زندگی حاصل کرنے کا زینہ یا کورس کیا ہے" اور مومنانہ زندگی حاصل ہونے کے بعد مومن کی پہچان کیا ہے۔ اس کا جواب قرآن مجید کے کئی ایک مقامات سے ملتا ہے۔ مگر بغرض اختصار ہم ایک ہی نقل کرتے ہیں۔ ارشاد ہے:۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیَاتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ۔ اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا۔ لَھُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَمَغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ ۝ (پ ۹ - ع ۱۵)

اس آیت میں تین مضمون بیان ہوئے ہیں۔ تینوں سوال ہذا سے تعلق رکھتے ہیں پہلے نمبر میں مومنانہ زندگی کا معیار بتایا ہے۔ دوسرے میں کورس یا زینہ کا بیان ہے۔ تیسرے میں نتیجہ کا بیان ہے۔ اب سنئے اس آیت کا ترجمہ۔ ارشاد ہے۔

(۱) کچھ شک نہیں ایماندار وہ لوگ ہیں۔ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اُن کے دل کانپ جاتے ہیں۔ اور جب ان کو خدائی احکام سنائے جاتے ہیں تو ان کا ایمان بڑھتا ہے اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسہ کیا کرتے ہیں۔

(۲) یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو نماز ادا کرتے رہتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے تھوڑا بہت نیک کاموں میں خرچ کیا کرتے ہیں۔ یہی پکے مومن ہیں۔

(۳) خدا کے نزدیک ان کے بہت درجے ہیں اور بخشش ہے اور عزت کی روزی۔

پس یہ تینوں نمبر سوال کے دونوں جزوں کے علاوہ تیسرے فائدے (بیان نتیجہ) پر حاوی ہیں۔ فالحمد للہ۔ یکم مئی ۲۵ء

سوال: کسی کے ماں باپ تمام عمر شرک و بدعت میں مرے ہوں۔ اور نہ اس بارے میں توبہ ہی کی ہو۔ بظاہر تو یوں ہو۔ باطن کی خدا جانے۔ ایسے شخص کی اولاد اُن ماں باپ کے واسطے دعا مانگ سکتی ہے یا نہیں؟ اور نماز میں درود اور تشہد کے بعد دُعا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ مانگ سکتا ہے یا نہیں؟ اگر دعا اُن کے واسطے مانگ سکتا ہو جب تو اچھا ہے اور جو گنہگار ہونے کا ڈر ہو تو اس بارے میں کون دُعا یا کن لفظوں میں ہے۔ جس سے کہ گنہگار ہونے کا خوف نہ رہے اور اولاد کا حق ادا ہو۔

جواب: قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ مَاکَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ وَلَوْ کَانُوْا اُولِیْ قُرْبٰی (مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکوں کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حق میں دعا بخشش مانگیں چاہے وہ قریبی ہوں پس جس ماں باپ کی بابت علم ہو کہ وہ مشرک تھے۔ ان کے حق میں تو یہی حکم ہے۔ اگر زیادہ شفقت غالب آئے تو یوں دعا کریں "خداوندا! میرے ماں باپ تیرے علم میں بخشش کے اہل ہیں تو ان کو بخش دے"۔

۲۲ ذی قعدہ ۱۳۳۹ھ

ایک پادری کے چند سوال؟!

مجھ احقر سے اور ایک پادری مشن سے حضرت محمد رسول اللہ کے بارے میں گفتگو ہوئی تو اس نے مجھ سے یہ سوال کیے جو بغرض جواب ارسال ہیں۔

مرسلہ امین الدین خریدار اہل حدیث ۵۱۹۵ سکندرہ راؤ

سوال ۱:۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ تک ایک ہی خاندان ہے اور اسی میں انبیاء گذرے ہیں ہم ان سب کو مانتے ہیں۔ چونکہ حضرت محمد صاحب اس خاندان سے نہیں ہیں اس لیے ہم ان کو نبی نہیں مانتے۔

جواب ۱: اس کا کچھ ثبوت ہے کہ سارے انبیاء ایک ہی خاندان سے گذرے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے إِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ۔ ہر ایک قوم میں کوئی نہ کوئی رسول گذرا ہے۔ پھر ہم یہ کیونکر مان لیں کہ ایک ہی خاندان میں سب گذرے ہیں بفرض محال ثابت ہو جائے کہ ایک ہی خاندان سے گذرے ہیں تو اس سے یہ کیونکر ثابت ہوگا کہ دوسرے خاندان کے نبیوں کو ماننا ضروری نہیں۔ اس ممانعت کے لیے کوئی حکم ہے؟ ہو تو دکھایئے ورنہ غلط دعویٰ کرنے سے شرمایئے۔

سوال ۲:۔ یہ جو امت محمدیہ کا یہ قول ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر ہوئے ہیں یہ بات بالکل غلط ہے اور اگر غلط نہیں ہے تو آپ ہم کو کل پیغمبروں کے نام بنام فہرست دیجئے۔

جواب ۲: ہم بھی اس روایت کو صحیح نہیں مانتے۔ بلکہ ہمارا اعتقاد ہے کہ ہم نبیوں اور رسولوں کی تعداد صحیح نہیں جانتے قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ مِنْهُم مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ۔ یعنی بعض رسول ہم نے تمہیں بتائے ہیں اور بعض نہیں بتائے۔

سوال ۳:۔ جس خاندان میں حضرت محمد صاحب پیدا ہوئے ہیں ان سے قبل اس خاندان میں کوئی اور نبی پیدا ہوا تھا؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب ۳ :۔ اس خاندان کے جد امجد حضرت اسمٰعیل نبی تھے۔ قرآن مجید میں مذکور ہے وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا۔ یعنی اسمٰعیل بڑا راستباز نبی تھا۔ بائبل سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسمٰعیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا موعود فرزند تھا۔ (پیدائش باب)

سوال ۷ :۔ یہ ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ حضرت محمدؐ صاحب زمین عرب میں پیدا ہوئے حالانکہ جتنے انبیاء گذرے ہیں کل زمین کنعان میں پیدا ہوئے۔

جواب ۷ :۔ ہمارا اعتقاد تو یہ ہے کہ انبیاء ہماری دنیا میں پیدا ہوئے۔ یہاں تک کہ ہندوستان میں بھی پیدا ہوئے۔ لہٰذا ہم پر یہ سوال وارد نہیں ہو سکتا۔

سوال ۸ :۔ اس بات کا ہم کو کافی طور پر پکی اور مستند روایات کا پتہ بتلایئے کہ قیام دنیا کب سے ہے؟

جواب ۸ :۔ دنیا کی ابتدا اور ابتدا سے آج تک کتنی مدت ہوئی ہے اس کا علم ہم کو نہیں۔ قرآن و حدیث میں اس کا ذکر صاف لفظوں میں نہیں ملتا جو کوئی کہتا ہے اس کا خیالی اعتقاد ہے دگر ہیچ۔ آپ کے پاس کوئی ثبوت ہو تو پیش کیجئے (۴ / شعبان ۱۳۴۸ھ)

حالات بائبل[1] بقلم حضرت مولانا محمد ابوالقاسم صاحب سیف بنارسی

بائبل :۔ انبیائے بنی اسرائیل پر جس قدر کتب سماویہ نازل ہوئیں ان کو علمائے مسیحی نے لقب بائبل (بمعنی کتاب) دے کر دو حصوں میں تقسیم کیا ہے (۱) عہد عتیق یعنی حضرت مسیح کے قبل جتنی کتابیں انبیائے بنی اسرائیل پر اتریں۔ (۲) عہد جدید یعنی اناجیل اربعہ کے ساتھ حواریوں کے اعمال خطوط اور مکاشفات پہلے عہد عتیق کا حال ملاحظہ ہو۔

عہد عتیق | مروج عہد عتیق میں ۳۹ کتابیں ہیں لیکن علمائے یہود نے ان کو ۲۴ کتابوں میں شمار کر کے تین حصوں میں منقسم کیا ہے۔ (۱) توراۃ جس کو قانون بھی کہتے ہیں اس میں پانچ کتابیں ہیں تکوین۔ خروج۔ احبار۔ اعداد۔ استثناء (۲) نبیم ان میں یوشع۔ قضاۃ سموئیل اول و دوم۔ ملوک اول و دوم۔ یشعیاہ۔ یرمیا۔ حزقیل اور بارہ چھوٹے بڑے پیغمبر

---

[1] کتب عیسائیت کی معلومات کے پیش نظر یہ مضمون یہاں درج کیا گیا ہے۔ محمد داؤد راز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شامل ہیں (۳) بتیم۔ ان میں زبور۔ امثال سلیمان۔ ایوب۔ دعوت۔ نوحہ یرمیاہ۔ واعظ استیر دانیال۔ عزرا۔ نحمیاہ۔ ایام اول و دوم ہیں۔

معدوم صحیفے موجودہ مجموعہ عہد عتیق کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سی کتب سماوی معدوم اور لاپتہ ہو گئیں صرف ان کا حوالہ عہد عتیق میں باقی رہ گیا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو (۱) عہد نامہ موسیٰ لاپتہ ہے۔ حوالہ اس کا خروج ۲۴/۷ میں ہے (۲) جنگ نامہ خداوند۔ حوالہ اعدادی ۲۱/۱۴ (۳) کتاب بشیر۔ حوالہ یوشع ۱۰/۱۳ (۴) کتاب ناتن نبی واجید و مکاشفات یعدو کاہن۔ حوالہ ایام دوم ۹/۲۹ (۵) کتاب یاہو بن حنانی۔ حوالہ ایام دوم ۲۰/۳۴ (۶) کتاب اشعیا بن عموص۔ حوالہ ایام دوم ۲۶/۲۲ (۷) امثال و نغمات سلیمان و کتاب خواص نباتات و حیوانات و کتاب اعمال سلیمان حوالہ ملوک اول ۴/۳۲-۳۳ و ۱۱/۴۱ (ماخوذ از تاریخ صحف سماوی) پروفیسر نواب علی۔

اسباب تباہی کتب سماوی یہود کی کتب سماوی کی بربادی کا سب سے بڑا سبب وہ ہولناک حوادث ہیں جو حضرت سلیمان کے بعد پے در پے واقع ہوئے۔ آپ کی وفات کے بعد اسباط بنی اسرائیل میں تفرقہ پڑ گیا۔ اور ان کی دو جداگانہ سلطنتیں جو ایک دوسرے کی رقیب تھی قائم ہو گئیں۔ دو اسباط یعنی یہود اور بنیامین نے رحبعام بن سلیمان کی اطاعت کی لیکن دس اسباط بغاوت کر کے علیحدہ ہو گئے اور بجانب شمال سماریہ کو اپنا دارالسلطنت قرار دیا۔ عبادت الٰہی کے ساتھ سونے کے بچھڑوں کی بھی پرستش کرنے لگے (ملوک اول ۱۲/۲۸) آخر ۷۲۱ قبل مسیح میں اسٹریلیا والوں نے اس سلطنت کو تباہ کیا اور بنی اسرائیل کو نینوا پکڑ لے گئے۔ اس طور سے دس اسباط فنا ہو گئے۔ یا بت پرست قوموں میں جذب ہو کر یہودیت سے ہمیشہ کے لئے علیحدہ ہو گئے۔ دوسری سلطنت کو بھی ۵۸۶ ق م میں بخت نصر تاجدار بابل نے برباد کر دیا۔ اور بیت المقدس کو مع تورات و تبرکات کے جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔

۵۳۲ ق م عزرا اور نحمیاہ کی کوششوں سے بیت المقدس کی تکمیل ہوئی۔ عزرا نے توراۃ یعنی سلسلہ اول کی پانچ کتابوں کو مؤرخانہ حیثیت سے قلم بند کیا (نحمیا باب ۸) پھر نحمیا نے دوسرے سلسلہ بتیم کی کتابوں کو مع زبور جمع کیا (کتاب مقابیان دوم ۲/۱۳) دو سو برس کے بعد یونانیوں کی فتوحات کا سیلاب آیا۔ انطاکیہ کے یونانی بادشاہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انطونیس نے بیت المقدس میں یونانی دیوتا زئیس کا مندر بنا دیا اور توراۃ وغیرہ کی تلاوت بند کر دی۔ یہود کے شعائر کی ممانعت کر دی۔ پھر تمام مقدس صحیفوں کو جلوا دیا۔ یہ کتب مقدسہ کی دوسری بار تباہی ہوئی۔ پھر یہودا مقابی نے شاہ انطاکیہ کو شکست دی بیت المقدس کو پاک صاف کیا، اور مقدس صحیفے محض اپنی یاد سے جمع کیے۔ ساتھ ہی تیسرے سلسلہ کتبیہ کا بھی اضافہ کر دیا۔ اب رومیوں کی تلوار چمکی۔ ۷۰؁ء میں ٹائٹس رومی نے بیت المقدس کو فتح کر کے ہیکل سلیمانی کو مسمار کر دیا۔ اور مقدس صحیفوں کو بطور یادگار فتح کے روم لے گیا۔ (ملخص)

(اہل حدیث امرتسر ص ۹ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ)

سوال:۔ کیا قرآن پاک اور حدیث شریف دونوں کا ماننا ضروری ہے یا صرف قرآن پاک کافی ہے۔ جونسا شق اختیار کیا جائے مدلل قرآنیہ سے ہو یعنی دلیل قرآن پاک کی آیت ہو اور بس۔

(محمد سلیم از پٹنہ)

جواب:۔ دونوں کا ماننا ضروری ہے۔ قرآن کی آیت ہے:۔ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ (پ ۱۸ ع ۱۳)

(اہل حدیث ۴ مئی ۱۹۳۴ء)

حدیث کی شرعی حیثیت

از جناب امین افغانی صاحب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت زمانہ سے لے کر پچھلی صدی تک کے تمام مسلمان اس بات پر متفق رہے ہیں کہ قرآن کریم کے بعد احادیث نبوی مسلمانوں کے لیے رشد و ہدایت کا منبع اور خیر و برکت کا سرچشمہ ہیں۔ لیکن جہاں اس صدی میں بعض لوگوں نے مذہب کے دوسرے مسائل کو ملیا میٹ کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہاں ایک گروہ اس قسم کا بھی پیدا ہوا ہے جس نے اعلان کیا ہے کہ احادیث نبوی کو مذہبی حیثیت سے کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے اس لیے کہ خود قرآن کریم ہر مذہبی امر کو کافی وضاحت سے بیان کرتا ہے۔ اور وہ مسلمانوں کی رہنمائی کرنے میں کسی معاون کسی مددگار اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شریک کا محتاج نہیں۔ یہ زعم فاسد ان لوگوں کے دل و دماغ پر اس طرح مسلط ہو چکا ہے کہ ان کے نزدیک احادیث نبویہ پر عمل کرنا اور آنحضرت کے بتائے ہوئے دستور العمل پر چلنا راہ حق سے بھٹک جانے اور اسلام کی روشن تعلیمات سے دور پڑ جانے کے مترادف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ کھلے بندوں احادیث نبویہ کی تردید کرتے اور رہزنا جائز طریقہ سے اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے ہاتھ سے آنحضرت کا دامن چھڑا لیں۔

وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اگر انہوں نے اس قلعہ کو سر کر لیا تو پھر مسلمان من مانی تاویلوں کے گورکھ دھندے میں پھنس کر قرآن مجید کو خود بخود چھوڑ بیٹھیں گے اور ایک دفعہ پھر ہندوستان کی زمین توحید کے نور سے خالی ہو جائے گی اور مادر وطن کے سپوت متحدہ قومیت کے خواب کی تعبیر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ۔

انکار حدیث کی اصل وجہ

میں نے اس فرقہ کے ذمہ دار حضرات سے اس بارہ میں گفتگو کی ہے اور گھنٹوں ان کے ساتھ بیٹھ کر یہ سمجھنے کی کوشش کرتا رہا ہوں کہ ان لوگوں کا نظریہ کیا ہے۔ اور چاہتے کیا ہیں اصل بات جو میں نے سمجھی ہے وہ یہ ہے کہ یہ لوگ مذہبی پابندیوں اور شرعی قیود سے تنگ آ گئے ہیں اور ان احکام کو ماننے کے لئے تیار نہیں جو بہ تفصیل تمام احادیث میں مذکور ہیں۔ اس لئے چاہتے ہیں کہ کسی طرح اسلام کی چلتی گاڑی کا ایک پہیہ (احادیث) توڑ دیں، دوسرا پہیہ خود بخود بیکار ہو جائے گا۔ اور اپنے منصوبے میں کامیاب ہو کر آزادی سے زندگی کے دن بسر کریں گے۔

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ

ایک مبصر کی رائے

ایک دفعہ میں ایک کیمبرج کے ایک مشہور فاضل سے گفتگو کر رہا تھا۔ مرزا صاحب کی نبوت کا تذکرہ شروع ہوا تو اس فاضل نے کہا کہ نبوت کا دعویٰ کرنے سے مرزا صاحب کا مقصد دراصل یہ تھا کہ وہ خود نبی بن کر نبوت کی اہمیت لوگوں کی نظر میں گھٹا دیں۔ اس طرح

www.KitaboSunnat.com

آہستہ آہستہ خود مذہب کی اہمیت گھٹ جائے گی اور فلسفیانہ مذاہب دہریت و زندقہ کے لیے رستہ کھل جائے گا۔ لیکن مرزا صاحب نے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے جو رستہ اختیار کیا وہ عاقبت اندیشی پہ مبنی نہیں تھا۔ اس لیے ان کو کامیابی نہیں ہوئی۔ مسلمانوں نے فوراً ان کو جماعت سے الگ کر دیا اور اس کے متبعین ایک حقیر سی اقلیت بن کر رہ گئے۔ چال صاحب (امام اہل قرآن) نے نفسیات کے اس مسئلہ پہ اچھی طرح غور کیا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ جماعت کے عقائد دیر میں اور تدریجی طور پہ بدلتے ہیں اس لئے جب انہوں نے دیکھا ہے کہ اب لوگ فقہ کی بندش سے تقریباً آزاد ہو گئے ہیں تو انہوں نے احادیث پر نکتہ چینی شروع کر دی ہے اور جب کچھ دنوں میں یہ مرحلہ بھی طے ہو جائے گا تو وہ جمع و تدوین قرآن میں رخنے نکالنے شروع کر دیں گے اور جب تک لوگوں کو اس عیاری کا پتہ نہ چلے گا وہ عوام اور نئے تعلیم یافتہ طبقہ کے دل و دماغ کو اتنا مسموم کر چکے ہوں گے کہ اس کا تدارک کسی سے بھی نہ ہو سکے گا یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ۔

جماعت اہل قرآن ناظرین غالباً یہ سمجھتے ہوں گے کہ اہل قرآن کسی خاص جماعت کا نام ہے جن کا مذہبی نظریہ ایک ہے اور وہ کسی خاص عقیدے کو ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں پہلے میرا بھی یہ خیال تھا۔ لیکن معلوم ہوا کہ حقیقت ایسی نہیں ہے ان میں کا ہر ایک شخص خود امام اور مجتہد ہے اس کو کسی دوسرے کی تقلید کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ تقلید نام ہے پابندی کا۔ اور اسی پابندی سے بھاگنے کے لئے تو یہ سارا کھیل کھیلا گیا ہے۔ اس لئے یہ لوگ ایک دوسرے کی بالکل نہیں سنتے۔ ہر شخص قرآن مجید کو جس طرح سمجھتا ہے اسی طرح اس پر عمل کرنے کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی کوئی خاص جماعت موجود نہیں ہے۔ تَحْسَبُھُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُھُمْ شَتّٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ۔

انکار حدیث یہی وجہ ہے کہ انکار حدیث کے بارے میں بھی ان کا نظریہ ایک نہیں ہے۔ بعض تو سرے سے حدیث کو قابل استدلال ہی نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھتے۔ بعض صرف اس کو تاریخی حیثیت دیتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اصولاً حدیث سے مذہبی مسائل کے بارے میں استناد درست ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ احادیث کی تدوین بہت بعد میں ہوئی ہے۔ اس لیے ہم کسی حدیث کے متعلق وثوق سے نہیں کہہ سکتے کہ وہ آنحضرت کی فرمودہ ہے گویا وہ لوگ چند ایک ضعیف یا موضوع روایتوں کی وجہ سے احادیث کے تمام ذخیرے کو نظرانداز کرتے ہیں۔ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ

اگر ہم ان میں سے ہر ایک نظریہ کی الگ الگ تردید شروع کردیں تو بحث لمبی ہوجائے گی اور غالباً اس کا یہ نتیجہ بھی کچھ نہیں نکلے گا۔ اس لیے ہم ذیل میں ان لوگوں کے باہمی اختلافات سے قطع نظر کر کے صرف عام مسلمانوں کے فائدے کے لئے حدیث کی مذہبی حیثیت کو پیش کرتے ہیں۔

ضرورت حدیث ازروئے قرآن

(۱) قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جو حضرت جبریل کی وساطت سے آنحضرت ﷺ پر تیئیس سال کے عرصہ میں نازل ہوئی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا اس کتاب کے متعلق آنحضرت ﷺ کی حیثیت صرف ایک چٹھی رساں کی تھی جس کا کام مکتوب کے مضمون سے واقفیت حاصل کیے بغیر اس کو مکتوب الیہ تک پہنچانا ہوتا ہے۔ یا یہ کتاب آپ پر اس لیے نازل ہوئی تھی کہ آپ اسے دوسروں کو سنائیں، پڑھائیں اور سمجھائیں۔ ظاہر ہے کہ آپ حامل قرآن ہونے کے ساتھ معلم قرآن بھی تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

بیشک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ نے بڑا ہی احسان کیا جو ان میں ان ہی کی قوم کا ایک رسول بھیجا وہ ان کو خدا کی آیتیں سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور علم سکھاتا ہے۔

اس آیۃ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا منصب یہ ہے کہ آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی آیتیں سنائیں اور ان کو قرآن کی باقاعدہ تعلیم دیتے وقت آپ یقیناً آیات کی تشریح اور توضیح کے لئے اپنی طرف سے کچھ ارشاد فرمائیں گے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی مجمل آیت کی تفصیل بیان فرمائیں گے۔ کسی عام حکم کی تخصیص کریں گے کسی مطلق کی تقیید کریں گے۔ کسی عمل کا مفصل طریقہ بتائیں گے۔ اور وہ ارشادات فہم قرآن کے لئے نہایت ضروری اور لازمی ہوں گے۔ آپ کے انہی ارشادات کو ہم حدیث کہتے ہیں۔ اور ان کو اس وجہ سے مذہب کا دوسرا رکن سمجھتے ہیں کہ ان کے ذریعے قرآن کریم کی مختصر آیتوں کی تفسیر ہوتی ہے اور مسلمان زید و عمر کی من گھڑت تاویلوں سے بچ کر آنحضرت کے دامن سے وابستہ رہتے ہیں۔

(تنبیہ) یاد رہے کہ جو شخص اس آیت پر ایمان رکھتا ہے اور آنحضرتؐ کو معلم قرآن تسلیم کرتا ہے وہ کسی طرح احادیث کی مذہبی اہمیت کا انکار نہیں کر سکتا۔

(۲) اس امر پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ہمارا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف اسی قدر نہیں ہے کہ آپؐ حامل قرآن تھے۔ بلکہ اگر ہم مسلمان کامل بننا چاہیں تو ہمیں اپنی دنیوی زندگی کے ہر شعبہ میں آپؐ کی پیروی کرنی پڑے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا

اس آیت میں اللہ جل شانہ نے مسلمانوں کو نصیحت کی ہے کہ وہ اخلاق، طرز معاشرت، ملکی معاملات اور قلبی اعمال وغیرہ سب میں آنحضرتؐ کے اقوال و اعمال کی پیروی کریں۔ آنحضرت کے اقوال و اعمال کا یہ بیش بہا ذخیرہ مسلمانوں کو کہاں سے ملے گا؟ آپ کی زندگی کے مفصل حالات کہاں سے دستیاب ہوں گے۔ اس کا جواب صرف یہ ہے کتب حدیث سے اس لئے ہم کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی اس آیت پر ایمان لانے والے لوگ مجبور ہیں کہ احادیث نبویہ پر عمل کریں اور ان کو مشعل راہ بنا کر منزل مقصود تک رسائی حاصل کریں۔

(۳) قرآن کریم ایک جامع کتاب ہے اور اپنی جامعیت کی وجہ سے تشریح اور توضیح طلب ہے وہ توضیح آنحضرت فرمائیں یا کوئی اور۔ مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن توضیح اور بیان کا محتاج ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی ایک آیت سے ثابت ہوتا ہے۔

لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ (اے نبی! تم قرآن پڑھنے میں اپنی زبان کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۔

حرکت نہ دو تاکہ اسے جلدی یاد کر لو بے شک اس کا یاد کرا دینا اور اس کا پڑھا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ پھر جب ہم اس کو پڑھ چکیں تو تم اس کے پڑھنے کی پیروی کرو پھر اس کا واضح کرنا ہمارے ذمہ ہے"۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کی قراءت، جمع، تدوین اور بیان کا خود ذمہ لیا ہے۔ اگر اس ذمہ داری کا ظہور اس طرح ہوا کہ قرآن کریم کی قراءت اور تدوین آنحضرت نے فرمائی تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کے مطالب کا بیان کون کرے گا۔ کیا اس کام کے لیے ہمیں کسی اور کے در پر دستک دینی پڑے گی؟ اگر نہیں تو ماننا پڑے گا کہ فہم قرآن کے لئے بیان نبویہ کو پیش نظر رکھنا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ آپ معلم اور مبین تھے اور آپ نے قرآن کے جو رموز بیان کئے ہیں وہ سب کتب حدیث میں موجود ہے۔ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۔

قرآن کریم نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ آنحضرتؐ کی پیروی کریں اور اسی پیروی کو حب الٰہی اور نجات کی نشانی قرار دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۔

ان سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تاکہ اللہ تم سے خوش ہو اور تمہارے گناہ معاف کر دے۔

کیا منکرین حدیث یہ بتا سکتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے اقوال و افعال سے انکار کرنے کے بعد بھی آپ کی پیروی کی جا سکتی ہے اور کیا اتباع کے معنے یہی ہیں کہ آپ کی ہر بات اور آپ کا ہر عمل متروک قرار دیا جائے۔

(خلاصہ) قرآن کریم میں اس قسم کی آیتیں بہت کافی ہیں۔ جن میں مسلمانوں کو اطاعت رسول کا حکم دیا گیا ہے اور ان کے ساتھ یہ تخصیص نہیں ہے کہ اطاعت رسولؐ سے مراد فقط اس پر نازل شدہ آسمانی کتاب کو ماننا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں نے ہر زمانہ میں حدیث و سنت کی مذہبی قدر و قیمت کو محسوس کر کے ان کی خدمت کی ہے اور مسلمانوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو ایک روشن اور سیدھے راستہ پر ڈال کر منصب وراثت نبوت کا حق ادا کیا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر اس صدی تک باوجودیکہ مسلمان بہت سے فرقوں میں منقسم ہو چکے ہیں لیکن استناد حدیث سے کسی نے بھی انکار نہیں کیا ہے۔ تمام علماء، صلحاء، مجتہدین، ائمہ، تابعین اور صحابہ کرام برابر قرآن کریم کے بعد احادیث نبویہ سے استدلال کرتے رہتے ہیں۔ بلکہ کسی سُنی، کسی شیعہ، کسی خارجی، کسی ناصبی، کسی ظاہری، کسی باطنی نے کبھی حدیث کے حجت شرعی ہونے کا انکار نہیں کیا ہے اور جن اسلاف کے متعلق یہ پروپگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ وہ حدیث کو حجت شرعی نہیں مانتے تھے۔ یہ صرف ان لوگوں کے نفس کا دھوکہ ہے۔ ورنہ احادیث صحیحہ کا حجت شرعی ہونا ایک ایسا واضح مسئلہ ہے جس پر تمام دنیائے اسلام کا ہمیشہ اجماع رہا ہے۔

حدیث اور امت اسلامیہ

اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس تیرہ سو سال کے اندر تمام دنیا میں جتنے بھی مسلمان گذرے ہیں وہ سب کے سب حدیث اور سنت کو حجت اور سند مانتے رہے اور وہ ہمیشہ قرآن مجید کی تعلیمات کو احادیث کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ اب اگر ان چند متفرق الخیال آدمیوں کی بات صحیح مان لی جائے اور کہا جائے کہ مسلمانوں نے حدیث کو حجت شرعی سمجھ کر غلطی کی ہے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ آنحضرتؐ کے زمانہ سے لے کر اب تک جتنے مسلمان ہو گذرے ہیں انہوں نے اسلام کو قطعاً نہیں سمجھا ہے بلکہ نعوذ باللہ انہوں نے اسلام میں تحریف کی ہے کیونکہ انہوں نے ایک غیر متعلقہ امر کو مذہب کا جزو بنا کر وہ گناہ کیا ہے جس کا ارتکاب امم سالقہ میں احبار یہود کیا کرتے تھے۔ دین کو نہ سمجھنے یا دین میں تحریف کرنے کا یہ اعتراض اگر ما وشما تک محدود رہتا تو چنداں معیوب بات نہیں تھی۔ لیکن یہ اعتراض تو اتنا ہمہ گیر ہے کہ اس کی زد میں وہ بزرگ بھی آ جاتے ہیں جو قرآن مجید کے اوّل مخاطب، آنحضرتؐ کے درس کے تربیت یافتہ اور بلا واسطہ آپ کے شاگرد تھے کیونکہ وہ حضرات برابر حدیث کو حجت شرعی مانتے اور ہمیشہ اس سے استدلال کیا کرتے تھے۔ پس اگر وہ سب اس گناہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مرتکب ہوئے ہیں اور کسی ایک کو راہِ حق معلوم کرنے کی توفیق نصیب نہیں ہوئی ہے
تو ہم اس گناہ کو کار ثواب سمجھتے ہیں۔

انکارِ حدیث اور اسلام

اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ حدیث کو شرعی حجت سمجھ کر تمام دنیا کے مسلمان ہمیشہ سے غلطی کرتے چلے آئے ہیں تو کیا اس کے معنے یہ نہ ہوں گے کہ نبی کریم اپنے مشن میں سخت ناکام رہے ہیں اور آپ جس اسلام کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ اس کو تیرہ سو سال تک کسی ایک انسان نے بھی نہیں سمجھا۔ یہاں تک کہ اسلام کا نور ایک ہندوستانی کے دل میں جلوہ گر ہوا۔ اور اس نے قرآن کے رموز و اسرار لوگوں پر ظاہر کر کے ان کو شرک اور تحریف کے گناہوں سے بچا کر راہ حق پر ڈالا۔

انکارِ حدیث اور قرآن

(۱) ظاہر ہے کہ قرآن مجید توریت کی طرح بیک وقت نازل نہیں ہوا۔ بلکہ ۲۳ سال کے عرصہ میں موقع اور ضرورت کے مطابق تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا کبھی ایک واقعہ پیش آجاتا تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک قطعی حکم نازل ہو جاتا۔ کبھی کوئی شخص آپ سے کوئی مسئلہ پوچھتا تو اس کا جواب حضرت جبرئیل لے آتے۔ سو جب تک اس واقعہ کو مفصل طور پر نہ سمجھا جائے، یا اس سوال کو پیش نظر نہ رکھا جائے قرآن کریم کا حکم ہرگز نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس لئے قرآن کی متعلقہ آیت ان واقعات یا سوالات کے بارے میں افسر اعلیٰ کے آخری فیصلے کی طرح ہوتی ہے جس کا سمجھنا مقدمہ مذکورہ کی ساری مثل کو سمجھنے پر موقوف ہوتا ہے۔ اس واقعہ اور سوال کی تفصیل احادیث ہی سے مل سکتی ہے اس لئے فہم قرآن کے لئے احادیث کو پیش نظر رکھنا ناگزیر ہے۔

(۲) کبھی قرآن مجید ایک کام کا حکم دیتا ہے لیکن اس کے کرنے کا طریقہ نہیں بتاتا مثلاً ارشاد ہوتا ہے۔ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ۔ (نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو) لیکن یہ نہیں بتاتا کہ نماز کس طرح پڑھنی چاہیئے۔ اس کے اوقات کیا ہیں۔ شرائط کیا ہیں۔ اور زکوٰۃ کن لوگوں سے اور کس حساب سے وصول ہونی چاہیئے۔ یہ تمام تفصیلات کتب حدیث میں ملتی ہیں۔ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کے فرائض میں سے ایک بہت بڑا فرض قرآن مجید کی تشریح اور توضیح کرنا تھا جو آپ نے بطریق احسن انجام دیا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس جب تک احادیث کو پیش نظر نہ رکھا جائے صرف ڈکشنری (لغات) کی مدد سے قرآن مجید کا مطلب سمجھا نہیں جا سکتا۔

(۳) کبھی قرآن مجید میں ایک لفظ آجاتا ہے جس کے معنی متعین کرنے کے لئے حدیث کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً قرآن نے خمر کو حرام قرار دیا ہے لیکن یہ نہیں بتایا ہے کہ خمر کسے کہتے ہیں اور اس کی کتنی مقدار حرام ہے۔ یہ تمام تفصیلات حدیث سے مل سکتی ہیں۔

(۴) قرآن مجید کی موجودہ ترتیب وہ نہیں ہے جس پر وہ نازل ہوا تھا۔ اس لیے جب اس میں ایک مسئلہ کے متعلق دو مختلف حکم دکھائی دیں تو اس وقت یہ سمجھنے کی سخت ضرورت ہوتی ہے کہ ان میں سے کونسی آیت پہلے اور کونسی بعد میں نازل ہوئی ہے۔ اور جب تک یہ معلوم نہ کیا جائے قرآن مجید سے مسئلہ نہیں نکالا جا سکتا۔ اور اس کا اصل مطلب سمجھا نہیں جا سکتا۔ اس لئے بھی فہم قرآن کے لئے حدیث کی سخت ضرورت ہے۔

(۵) ہمارا دعویٰ ہے کہ اسلام نے دنیا کے سامنے ایک نظام اخلاق، ایک نظام معاشرت، ایک نظام سیاست اور ایک نظام فکر پیش کیا ہے اور اس طرح پیش کیا ہے کہ تمام مہذب دنیا آج تک اسی سے فائدہ اٹھا رہی ہے۔ اس "نظام اسلام" کی تفصیل یقیناً قرآن مجید سے دستیاب نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اسلامی تہذیب، اسلامی تمدن اور اسلامی روح کو باقی رکھنے کے لئے حدیث کو ماننا اور ان کو قرآنی تعلیمات کا جزو سمجھنا نہایت ضروری ہے۔

ایک عرض

ہمارے بعض بھائی اصولاً حدیث کو حجت مانتے ہیں۔ لیکن وہ کہتے ہیں کہ احادیث میں بعض ایسی باتیں ہیں جو خلاف قرآن، خلاف عقل اور خلاف تجربہ ہیں۔ اس لئے ہم حدیث کو حجت شرعی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ان کی خدمت میں عرض ہے کہ واقعی بعض خود غرض اور نفس پرست لوگوں نے آنحضرت کے نام سے غلط باتیں مشہور کی ہیں۔ لیکن علماء نے احادیث کی چھان بین کر کے ایسی باتوں کو بالکل غلط اور خلاف تعلیمات اسلام قرار دیا ہے۔ اور انہوں نے احادیث کو پرکھنے کے لیے تصحیح سند کے علاوہ دوسرے اصول و ضوابط بھی بتائے ہیں جن کی روشنی میں ان کی یہ مشکل حل ہو سکتی ہے اس لئے ان کو مایوس نہیں ہونا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہیئے۔ اور اس چھوٹے سے دھبے کے لئے سارے کپڑے کو آگ نہیں دکھانی چاہیئے۔

(اہل حدیث امرتسر ۱۰ جنوری سنہ ۱۹۴۱ء)

ایک ضروری استفسار

بحضور علامہ مدیر اہل حدیث دام فیوضہم

السلام علیکم۔ واضح ہو کہ کئی ایک طرق ہائے باطلہ نے حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو محض اپنی کم علمی اور عدم فہمی کی وجہ سے مورد الزام و طعن بنا رکھا ہے اور یا ہر وقت کوئی نہ کوئی الزام اس شریف علم کے سر تھوپا جا رہا ہے باقی فرقہ ہا کو جانے دیجئے صرف فرقہ شیعہ ہی کو لیجئے اس کو علم حدیث سے اس قدر دوری ہے کہ خدا کی پناہ۔ کئی ایک رسالے و اخبارات حدیث کی برائی اور ہجو میں سیاہ ہو رہے ہیں۔ آج خاکسار ان کے ایک رسالے "اصلاح" کے دو اعتراض نقل کر کے آنجناب کی خدمت میں بغرض جواب بھیج رہا ہے۔ ملاحظہ ہو کہ کس قدر دریدہ دہنی سے مضمون نگار نے حدیث شریف پر بیجا حملہ کیا ہے۔ وہو ہذا۔

(۱) رسول اللہ کی چوری: چنانچہ پہلی صفت چوری کرنا ہے۔ اس کی روایات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ملاحظہ ہوں۔ سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی سے جو دونوں صحاح ستہ میں داخل ہیں۔ کتاب تلخیص الصحاح مطبوعہ لاہور جلد اول صـ۱۴۲ میں یہ عبارت مرقوم ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال نزلت ھذہ الایات وما کان لنبی ان یغل فی قطیفۃ حمراء فقدت یوم بدر فقال بعض القوم لعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذھا فانزل اللہ تعالیٰ ھذہ الایات (ابوداؤد، ترمذی)۔

یعنی ابن عباسؓ سے آیت مبارکہ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ (یعنی نبی کا یہ کام نہیں ہے کہ کوئی چیز چرا لے) کی شان نزول اس طرح مروی ہے کہ بدر کی لڑائی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں غنیمت کے مال سے ایک سرخ رنگ کی روئیدار چادر کھوئی گئی تو بعض صحابہ نے کہا کہ شاید رسولِ خدا صلعم نے چرائی ہو تب خدا نے یہ آیت شریف نازل فرمائی۔ ابوداؤد ترمذی اس کے راوی ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

(۲) رسول اللہ کا ارادہ زنا روایت صحیح بخاری کا دوسرا حصہ یا مضمون یہ ہے کہ کوئی شخص زنا بھی کرے تو جنت میں جائے گا۔

حضرات اہل سنت نے اس میں بھی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو مبتلا کر دکھانے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ اسی بخاری مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۱۶۷ کتاب الطلاق میں ہے۔ (نوٹ) حدیث شریف کے صرف ترجمہ پر اکتفا کی جاتی ہے) یعنی اوزاعی کہتے ہیں کہ میں نے زہری سے دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے کس نے جناب رسولِ خدا سے خدا کی پناہ مانگی تھی تو زہری نے کہا مجھ سے عروہ نے بیان کیا ہے کہ اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ جون کی بیٹی جب حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائی گئی اور حضرت صلعم اس سے قریب ہوئے تو اس نے حضرت کو خطاب کر کے کہا اعوذ باللہ منک (اے محمد میں تم سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں) تو حضرت نے اس سے فرمایا کہ تم نے بڑی ذات کی پناہ مانگی۔ اپنے خاندان میں واپس چلی جاؤ۔

ابو اسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم لوگ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے باہر ایک باغ کی طرف چلے جس کو شوط کہتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم لوگ دو باغوں کے قریب پہنچے اور ان دونوں کے درمیان میں بیٹھ گئے تاکہ دونوں باغ دونوں طرف سے پردہ کا کام کریں اور ہم لوگوں کی کاروائی کسی آنے جانے والے پر ظاہر نہ ہو۔ وہاں پہنچنے پر جناب رسولِ خدا صلعم نے ہم لوگوں سے فرمایا کہ تم لوگ یہیں بیٹھ جاؤ۔ اور خود حضرت اندر داخل ہوئے۔ جہاں جونیہ لائی گئی تھی اور امینہ بنت النعمان بن شراحیل کے گھر میں کھجور کی شاخوں میں ایک کمرہ میں بٹھائی گئی تھی اور اس کے ساتھ اس کی دایہ حاضنہ بھی تھی۔ غرض جب آنحضرت اس جونیہ کے پاس پہنچے تو اس سے کہا مجھے اپنا نفس بخش دے۔ اس پر وہ فوراً بولی، کیا شہزادی بھی بازاری لوگوں کو اپنا نفس بخشتی ہے؟ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

www.KitaboSunnat.com

نے اپنا ہاتھ ادھر بڑھایا اس کے بدن پر رکھتے تھے تاکہ وہ نرم ہو جائے مگر وہ بگڑ گئی اور کہا (اعوذ باللہ منک) میں تم سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔ کیونکہ اس کے سوا اس مجبوری میں اور کیا کر سکتی تھی جب معاملہ ایسا پیش آ گیا تھا تو غالباً اس نے بلند آواز سے کہا ہوگا جو باہر تک گونج گئی ہوگی (کیونکہ جب وہ راضی نہیں تھی تو آہستہ کہنے کی کوئی وجہ نہ تھی) تو حضرت نے اس سے کہا تو نے بڑی پناہ مانگی پھر حضرت (مایوس ہو کر اس گھر سے نکل آئے اور مجھ سے کہا اے ابو اسید اس کو دو رازقیہ پہننے کو دے دو (جو کتان کا سپید کپڑا ہوتا ہے) اور اس کے گھر تک واپس پہنچا دو۔ انتہی" شیعہ مضمون نگار اس حدیث کے ترجمہ سے فراغت حاصل کر کے اپنا ریمارک لکھتا ہے۔

"اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ عورت جونیہ نہ خود سے آئی نہ اپنے اہل وعیال کی اجازت سے طلب کی گئی۔ اور یہ معاملہ اس درجہ مخفی کیا گیا کہ حضرت اپنے مخصوص اصحاب کے ساتھ مدینے سے باہر دو باغوں کے درمیان میں ٹھہرے اور مجبوراً ایک کمرہ بنایا گیا اس میں وہ رکھی گئی۔ حضرت نے اس سے اپنی خواہش ظاہر کی تو اس نے انکار کیا اس پر حضرت نے ہاتھ بڑھا کر کوشش کرنی چاہی مگر اس نے تیور بدل دیا جس پر حضرت مجبور ہو گئے۔ جو واضح کرتا ہے کہ حضرت کی نیت اس عورت کے ساتھ کیا تھی؟ حالانکہ اسی صحیح بخاری کی پہلی حدیث یہ ہے "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" یعنی انسان کے اعمال اس کی نیت پر موقوف ہے۔ پس جب حضرت کی نیت واضح ہو گئی تو اب کیا امر باقی رہا۔ اس روایت سے ایک اور امر معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہشہائے نفسانی کے پورا کرنے میں خداوند عالم کے دوسرے احکام کی مخالفت کا بھی ذرہ برابر پرواہ نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ یہ عورت جونیہ کسی کتاب سے معلوم نہیں ہوتا کہ مسلمان رہی ہو اس لیے کہ جو مسلمان عورت حضرت کی صحبت میں ایک سکنڈ بھی بیٹھ جاتی تھی وہ صحابیہ کی صفت سے متصف ہو جاتی تھی پس اگر یہ عورت مسلمان ہوتی تو یہ بھی صحابیہ ہوتی حالانکہ علامہ ابن حجر عسقلانی نے اصابہ فی تمیز الصحابہ میں جن اصحابی عورتوں کا نام لکھا ہے ان میں اس عورت کا نام بھی نہیں لیا گو دوسری عورتوں کے ذکر میں اس کا قصہ لکھا ہے مگر صحابیات میں اس کا ذکر نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ عورت مسلمان نہیں تھی بلکہ مشرکہ تھی اور غالباً یہی وجہ ہے کہ جب وہ باغ میں لائی گئی اور حضرت اس کے پاس تشریف لے گئے تو اس سے یہ نہیں فرمایا کہ (انکحی ایاک ایای یا انکحی نفسک ایای) اپنا نکاح مجھ سے کر دے نہ یہ فرمایا کہ زوجی نفسک منی یعنی اپنی تزویج مجھ سے کر دے۔ بلکہ وہ لفظ فرمایا جو ناجائز طریقے پر مطلب حاصل کرنے کے لئے مشرکہ عورتوں سے کہا جاتا ہے کہ ھبی نفسک لی یعنی تو اپنا نفس مجھے بخش دے حالانکہ مشرکہ عورتوں سے تو نکاح تک کرنے کے لیئے خدا نے منع فرمایا ہے چہ جائیکہ بغیر نکاح کے اس سے مطلب پورا کرنا۔ چنانچہ سورہ بقر رکوع ۱۱ میں فرماتا ہے وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ یعنی اے رسول تم اور کل مسلمان مشرکہ عورتوں سے نکاح تک نہ کرنا لیکن حضرات اہل سنت کی نہایت صحیح دینی کتاب صحیح بخاری کہتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکہ عورت سے بغیر نکاح ہی کے مطلب برآری کی کوشش کی۔ شاید اسی بارے میں کہا گیا ہے ؎ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

(راقم ع - ح صدر الا فاضل۔ نقل رسالہ اصلاح از ص ۳۲ لغایت ص ۳۹ نمبر ۱ جلد ۱۴ء)
رقیمہ نیاز فقیر ابو نعیم عبدالرحیم متعلم جامعہ مٹل حسن خان ڈاکخانہ کوٹ سمابہ ریاست بہاولپور

اہلحدیث ۔ سائل ہذا نے جس سوال نمبر ۱ کو آج شیعہ رسالہ سے نقل کر کے بڑی تڑپ سے جواب طلب کیا ہے۔ اس کا جواب اہل حدیث مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۲۲ء میں ہم نے دیا ہوا ہے۔ آج بھی حسب منشاء سائل دیگر جدید خریداروں کے لئے مختصر طور پر ہم بتاتے ہیں۔

جواب (۱) ۔ قرآن شریف کی شہادت ہے کہ بعض بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ کو کچھ ایسا الزام یا عیب لگایا جس سے ان کو تکلیف ہوئی اور خدا نے ان کو اس الزام سے پاک کیا۔ غور سے پڑھیے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَىٰ فَبَرَّأَهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا ط

یعنی مسلمانو! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے حضرت موسیٰ کو تکلیف دی ۔ پھر خدا نے اس کو اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَكَانَ عِندَ اللهِ وَجِيهًا ط - الزام سے پاک کیا"

(پ۲۲ ع۶)

بتائیے دشمن تہمت لگائے، اور خدا اس تہمت کو دور کرے تو یہ کوئی نقص ہے یا تعریف! یہ ہے قرآنی فیصلہ اور فرقانی اصل الاصول۔

اب سنئے! اسی طرح کسی بے ایمان منافق نے کہہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر غلین کر لی۔ خدا نے بالفاظ خود اس الزام کو دفع کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال عصمت ثابت ہوئی یا نقصان؟ کیا یہ سچ ہے ع

گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است

جواب (۲):۔ اصل باعث فساد راقم مضمون کا وہ عناد ہے جو سارے ائمہ اسلام خصوصاً حضرت امام بخاری سے ان کو ہے۔ ورنہ دیانت اور صداقت سے کام لیتے تو جو روایت معترض نے صحیح بخاری کی نقل کی ہے اس میں اس اعتراض کا جواب موجود ہے

تزوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم امیمۃ بنت شراحیل فلما ادخلت علیہ بسط یدہ الیھا فکانھا کرھت ذالک فامر ابا اسید ان یجھزھا ویکسوھا ثوبین رازقیین (صحیح بخاری ص۷۹۰)

اس روایت کے شروع میں صاف لفظوں میں ذکر ہے کہ آنحضرت اس عورت سے نکاح کر چکے تھے جب اس کے پاس گئے تو اس نے آپ کو دیکھا نہ تھا اس لئے پہچانا نہیں اس عدم پہچان میں اس نے کراہت کی حالت میں آنحضرت کو کہہ دیا۔ اعوذ باللہ منک جیسے حضرت مریم نے جبرائیل کو مرد کی صورت میں دیکھ کر کہا انی اعوذ بالرحمٰن منک (مریم) آنحضرت نے اس کراہت کا جواب ترک سے دیا۔ کیونکہ آپ نے سمجھا کہ جبراً اس کو رکھنا اچھا نہیں۔ حکم دیا کہ اس کو جوڑہ کپڑوں کا دے کر عزت کے ساتھ رخصت کر دو۔

ہم نے جو کہا کہ اس عورت نے عدم معرفت میں ایسا کیا۔ اس کا ثبوت ہمارے پاس یہ ہے کہ قالوا لھا اتدرین من ھذا قالت لا قالوا ھذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ب۱۲ ص۸) لوگوں نے اس عورت کو کہا تو جانتی ہے یہ کون ہیں؟ اس نے کہا نہیں میں نہیں جانتی۔ لوگوں نے کہا یہ رسول اللہ ہیں۔ الخ"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس اس قصہ کی ساری روایات سامنے رکھ کر غور کریں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس نیت سے جونیہ کے پاس گئے تھے جس نیت سے خاوند بیوی کے پاس جاتا ہے جو کسی مذہب میں ناجائز نہیں۔ پس ایسے رفاض معترضین کو کہہ دو کہ

این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

۴ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ

سوال: سُنا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے راشدین کی خلافت کی مدت ظاہر فرمائی ہے غالباً چالیس سال چھ ماہ، اسی چالیس سال میں چھ ماہ کم تھی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رحلت فرمائی۔ یہ چھ ماہ کی مدت حضرت حسین رضؓ نے خلیفہ بن کر پوری کی اس بناء پر پانچ خلفائے راشدین ثابت ہوئے غرض صحیح کیا ہے حقیقت سے آگاہ فرمایئے۔

جواب: خلافت راشدہ علیٰ طریق النبوت کی مدت حدیث شریف میں تیس سال آئی ہے۔ چالیس سال نہیں۔

۲۰ جولائی ۱۹۳۲ء

سوال: بعد دفن بوقت حساب کتاب قبر میں عذاب روح اور جسم دونوں کو ہے یا ایک کو۔

چودھری رحیم بخش نظام آباد

جواب: اس کی تشریح مجھے یاد نہیں اتنا ہے کہ بفعل میت کو بٹھاتے ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عذاب میں جسم بھی شریک ہے اس کے بعد روح جب اپنے مقام میں چلی جاتی ہے تو اس کے لائق اس کو جسم مل جاتا ہے۔ اس جسم کے ساتھ عذاب یا راحت بھوگتی ہے۔ واللہ اعلم

۲۷ جولائی ۱۹۳۲ء

سوال: عذاب قبر تا حشر جاری رہے گا یا کم و بیش۔

جواب: احادیث سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ عذاب میں تا قیامت مبتلا رہے گی۔ قرآن مجید میں بھی ہے وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ

۲۷ جولائی ۱۹۳۲ء

سوال: صوفیائے کرام کی اصطلاح میں سنا گیا ہے کہ فنا فی اللہ ہونے کے لئے فنا فی الشیخ، اور فنا فی الرسول ہونا ضروری ہے بغیر اس کے فنا فی اللہ ہونا ناممکن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ کیا یہ دونوں درجے صحیح اور شرعاً جائز ہیں۔ اگر نہیں تو عدم جواز کے جو دلائل ہوں ان کو واضح فرمائیے۔ اور اگر جائز ہیں تو ان کے دلائل۔

جواب: صوفیائے کرام کی اصطلاح میں فنا فی الشیخ کے معنی ہیں شیخ کی محبت کامل اور فنا فی الرسول کے معنی ہیں کامل محبت اور اتباع رسول۔ یہاں تک کہ اپنی کوئی امنگ خلاف سنت نہ ہو جیسا حدیث شریف میں ہے لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ (یعنی کوئی شخص مومن نہ ہوگا جب تک اس کی دلی خواہش اور امنگ میری تعلیم کے ماتحت نہ ہو) یہی مضمون مولوی روم مرحوم کی مثنوی کے اس شعر میں ہے ؎

تا ہوی تازاست ایمان تازہ نیست ؛ کایں ہوی جز قفل آں دروازہ نیست

یعنی جب تک انسان کی اپنی خواہش زندہ ہے ایمان مردہ ہے کیونکہ یہ خواہش ایمان کے لئے بمنزلہ قفل کے ہے۔

پس محبت شیخ اور محبت رسول در حقیقت اصل مقصود تعلق باللہ اور تبتل الی اللہ کے لئے تمہید ہے تعلق بالالوہیت ہی کا نام ہے فنا فی اللہ یعنی پہلے درجہ میں مرید اپنے شیخ کو صرف استاد جانتا ہے جیسے طفل مکتب اپنے معلم کو۔ دوسرے درجے میں رسول کو بطور ہادی کے دیکھتا ہے۔ آخری درجہ میں خدا کو بحیثیت معبود کے دیکھتا ہے اس لئے اس درجہ میں نہ کوئی دوسری چیز اس کے مساوی ہو سکتی ہے۔ نہ اس سے بلند۔ اسی لئے بعض صوفیا کے منہ سے بجوش توحید یہ شعر نکل گیا ہے ؎

من چہ پروائے مصطفیٰ دارم ؛ پنجہ در پنجہ خدا دارم

یعنی الوہیت کے درجے میں میری نظر کسی طرف نہیں جا سکتی۔ کیونکہ وہاں ذات بحت اور فرد واحد ہے (جل جلالہ) اس تشریح پر تو کوئی اعتراض نہیں۔ دوسری تشریح جو آجکل کے گرا صوفی کرتے ہیں وہ سراسر محل اعتراض ہے۔ یعنی شیخ کا تصور سامنے رکھے، اس کی اتنی مشق کرے کہ جدھر نظر کرے شیخ کی شکل سامنے ہو۔ اس کے بعد رسول سے بھی یہی برتاؤ کرے۔ پھر ترقی کر کے اس درجہ پر پہنچے کہ خدا کو ہر طرف دیکھے اور اس کی زبان سے صحیح طور پر یہ مصرع نکلے ؏

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

یہ تشریح سراسر تعلیم اسلام کے خلاف ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔

اہل حدیث امرتسر ص ۱۳ ۱۸ جنوری ۱۹۳۵ء

سوال:۔ مولانا محمد اسمٰعیل شہید نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان فصل پہلی فی الاجتناب عن الشرک میں لکھا ہے کہ "ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے" کیا اس "ہر مخلوق" کے لفظ میں انبیاء کرام و اصحاب عظام و اولیاء ذی شان داخل ہیں یا نہیں؟ اگر داخل ہیں تو اس سے اہانت انبیاء علیہم السلام و صالحین کرام کی ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ اور انبیاء کرام کی اہانت کرنے والا کون ہوتا ہے؟

جواب:۔ ساری عبارت سامنے رکھی جائے تو معنے صحیح ہوتے ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں "خدا کے ساتھ شرک کرنا ایسا ہے جیسا کسی بادشاہ کا تاج اس کی رعیت میں سے چمار کے سر پر رکھ دینا" یہ نسبت فرماتے ہیں "سب مخلوق چھوٹی اور بڑی خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے" یعنی چمار بادشاہ کی شان کے سامنے بہت کم حیثیت ہے تاہم انسان ہونے کی حیثیت سے بادشاہ کے برابر ہے لیکن انسان چھوٹے اور بڑے خدا کے ساتھ ہم کفوی کی حیثیت نہیں رکھتے کیونکہ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ اس کلام ہدایت التیام سے حضرات انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی توہین یا منقصت منظور نہیں بلکہ شان خدا ارفع بتانی مقصود ہے۔ وَاَنَّهٗ تَعَالٰى جَدُّ رَبِّنَا کے یہی معنے ہیں۔

اہل حدیث امرتسر ص ۱۳ ۹ دسمبر ۱۹۳۲ء

سوال:۔ توسل بالموتی والاحیاء جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی شخص پر کوئی مصیبت ہو تو اللہ جل شانہ سے بحرمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی اولیاء کے طفیل سے دعا مانگے کہ یا اللہ بحرمت فلاں میری مشکل کو آسان کر، یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اس قسم کے الفاظ حدیثوں میں نہیں آئے۔ ایسا توسل نہیں سکھایا۔ ہاں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ توسل سکھایا ہے کہ دُعا سے پہلے خدا کی تعریف کرو اور آنحضرت پر درود پڑھو پھر دُعا کرو امید ہے قبول ہو جائے گی۔ (اہل حدیث امرتسر ص ۱۳، ۹ دسمبر ۱۹۳۲ء)

سوال: قیامت کب ہونے والی ہے اور اس کے کیا کیا آثار ہیں؟ کوئی خدا کا بندہ قیامت دیکھنے کی آرزو کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: قیامت کی تاریخ اور دن معلوم نہیں۔ آثار یہ ہیں۔ شراب نوشی۔ زنا کاری۔ جھوٹ، دغابازی وغیرہ کی کثرت۔ قیامت دیکھنے کی آرزو موت سے پوری ہو سکتی ہے اور موت کی آرزو کرنی حدیث میں منع ہے (اہل حدیث امرتسر ص ۱۳، ۴ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ)

سوال: وظیفہ شیئاً للہ کب سے ایجاد ہوا ہے اور کس نے ایجاد کیا ہے۔ کہا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے زمانہ مبارک کے بعد ایجاد ہوا ہے۔ اس کے پڑھنے والے کو کیا گناہ ہے؟

جواب: شیئاً للہ کے معنی ہیں کوئی چیز دیجیے اللہ کے لیے یہ آواز عرب کے گداگروں کی تھی۔ جو گھروں سے باہر کھڑے ہو کر کہا کرتے تھے۔ اے گھر والو اللہ کے لیے کچھ دو۔ اس میں مخاطب گھر والے ہوتے تھے جو اس سائل کو کچھ دے سکتے تھے۔ اس صورت میں بھی بعض علماء نے ایسے کہنے والے پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے وجہ یہ لکھی ہے کہ اس میں اللہ کے نام کی ہتک ہے (درمختار) اس کے بعد لوگوں نے فوت شدہ اولیاء اللہ کو مخاطب کر کے بطور سوال کے یہ کہنا شروع کیا۔

خُذْ بِیَدِیْ یَا شَاہ جِیلَانِی	اے پیر جیلانی میرا ہاتھ پکڑیے اللہ
خُذْ بِیَدِیْ شَیْئاً لِلّٰہِ اَنْتَ نُوْرُ اَحْمَدَ۔	کے لیے کچھ دیجیے۔ آپ نور احمد ہیں۔

یا یہ کہتے ہیں

شیئاً للہ چوں گدائے مستمند المدد خواہم ز خواجہ نقش بند

(میں فقیر کی طرح خواجہ نقشبند کی خدمت میں عرض کرتا ہوں للہ مجھے کچھ دیجیے) ایسا کہنے میں تین طرح سے شرک آتا ہے۔ ایک تو وہی وجہ جو گداگروں کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئے بعض فقہاء نے بتائی ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ فوت شدہ کو حاضر ناظر یا عالم الغیب سامع صوت (آواز سننے والا) جانتا ہے۔ تیسری وجہ یہ کہ ان کو معطی (دینے والا) سمجھتا ہے اس لئے ایسے وظیفے سے بچنا چاہیئے۔ خدا فرماتا ہے۔ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ۔ یہ خدا کی صفت خاصہ ہے۔ اَلَا هُوَ مَعْلُوْمٌ

(اہل حدیث امرتسر ۱۳ ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ)

یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ

امرتسر میں ایک رسالہ اس نام کا شائع ہوا ہے جو ہم نے سرخی میں لکھا ہے۔ اسی کی طرف ہمارا روئے سخن ہے۔ اس رسالہ کے دیکھنے سے ہمیں خوشی ہوئی کیونکہ اس سے اختلاف کا بہت سا حصہ طے ہوگیا۔ اصل معنے اس فقرے کے یہ ہیں "اے شیخ عبد القادر اللہ کے واسطے کچھ دیجئے" مفہوم صاف ہے کہ پڑھنے والا شیخ ممدوح سے کچھ مانگتا ہے۔ اس لئے علمائے توحید اس کے پڑھنے سے منع کرتے ہیں۔ کیونکہ ایسا کرنے میں تین گناہ ہیں۔ ایک تو فوت شدہ کو پکارنا۔ دوم اس کو قاضی الحاجات سمجھنے کا اعتقاد۔ تیسرا اس سے مانگنا۔ یہ تینوں امور ایسے ہیں کہ نصوص قرآنیہ میں ممنوع ہیں۔ ہمارے اس دعوے کی بابت ایک ہی آیت کافی ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۝ "یعنی جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہاری طرح کے بندے ہیں پس ان کو بلاؤ چاہئے کہ وہ تمہاری دعا قبول کریں۔ اگر تم سچے ہو"

(پ ۹ ع ۱۴)

یہ آیت جملہ اُن لوگوں کو چیلنج ہے جو اللہ کے سوا زندہ اور مردہ بزرگوں کو پکارتے ہیں جن میں حضرت مسیح وغیرہ بھی داخل ہیں اسی لئے ان کو عباد (بندے) فرما کر مشرکوں کو ڈانٹا ہے

سچ تو یہ ہے کہ اس مضمون کی متعدد آیات سے متاثر ہو کر وظیفہ شیئاً للہ پڑھنے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والوں نے اب نرم چال اختیار کی ہے جو اس رسالے میں درج ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

"جو شخص حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کو حاضر و ناظر یا عالم الغیب یا حاجت روا مطلق سمجھ کر اس (وظیفہ شیئاً للہ) کو پڑھے تو یہ پڑھنا شرک اور کفر ہے" ص۴

الحمد للہ! اتنے حصے میں تو اتفاق ہو گیا۔ اب رہا دوسرا پہلو جو اس رسالے میں اختیار کیا گیا ہے وہ یہ ہے۔

"اگر بلا عقیدہ مذکورہ بالا ان کلمات کی برکت سے باذن اللہ تعالیٰ طلب فیض و حل مشکلات چاہے تو جائز ہے" ص۵

اس کی مزید تشریح یوں کی ہے۔

"اگر کوئی شخص حضرت غوث پاک کی طرف متوجہ ہو کر بلا اعتقاد شرکیہ اس کلام کو پڑھے اور حضرت غوث پاک باذن اللہ تعالیٰ اس کو ہمیں امداد اس غریب کے حال پر توجہ فرمائیں تو اللہ جل شانہ کی قدرت اور اولیاء اللہ کے خاصہ اور کرامت سے کچھ بعید نہیں" (ص۶)

اللہ اکبر! اتنا بڑا وظیفہ اور اتنا زور دار مسئلہ جس سے مسلمانوں میں اختلاف کی خلیج وسیع ہو کر کفر تک پہنچے ثبوت اس کا یہ کہ "بعید نہیں" اس کی مثال یہ ہے کہ مولوی صاحب وعظ میں فرمائیں جو شخص صبح سویرے خواجہ نظام الدین اولیا کے مزار کی زیارت کو جائے خدا کی قدرت سے بعید نہیں کہ روزانہ راستے میں روپوں کی تھیلی پائے"

ناظرین کرام غور فرمائیں یہ بعید اور غیر بعید کا لفظ کتنا وسیع ہے اس لئے ہم اس فقرہ کے متعلق چند سوالات کرتے ہیں۔

(۱) "یا شیخ عبد القادر" اس کی نحوی ترکیب کیا ہے۔ "شیخ" نکرہ اور عبد القادر معرفہ۔ یہ بات علم نحو کے خلاف ہے کہ نکرہ اور معرفہ باہمی صفت موصوف ہوں۔

(۲) شیئاً منصوب کیوں ہے۔ اگر جواب ملے کہ اعط کا مفعول بہ ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توسوال ہے کہ فعل امر یہاں کس قاعدے سے حذف کیا گیا ہے۔ ان دو سوالوں کے لاینحل ہونے سے ثابت ہوگا کہ اس وظیفہ کی تعلیم دینے والا علوم عربیہ سے واقف نہ تھا۔

(۳) یہ سوال فیصلہ کن ہے۔ غور سے سنیں۔ یہ وظیفہ کس نے سکھایا۔ خداتعالی نے یا رسول اللہ نے یا خود شیخ عبدالقادرؒ نے جو صورت اختیار کریں مہربانی کر کے اس کا حوالہ دیں۔

(۴) اگر خدا یا رسولؐ یا خود شیخؒ نے نہیں سکھایا تو پھر کیونکر معلوم ہو سکے کہ اس پڑھنے میں برکت ہے

(۵) اگر کوئی مسلمان اس وظیفہ کو بے ثبوت جان کر نہ پڑھے بلکہ اس کے ظاہر معنے کے لحاظ سے اس کا پڑھنا گناہ سمجھے تو اس کا کیا قصور ہے۔

(۶) اس کے اصلی ترجمہ سے تو یہی مفہوم ہوتا ہے کہ پڑھنے والا پیر صاحب کو داتا جاننا اور معطی خیر سمجھتا ہے محض برکت کے لئے پڑھتے وقت اس کے اصلی ترجمے کا خیال نہ رکھے؟ یا اس کو خیال نہ آئے گا۔

(۷) عربی زبان میں رَاعِنَا اور اُنْظُرْنَا کے ایک ہی معنے ہیں (کہ ہماری طرف نظر کرو) مگر رَاعِنَا کے ایک معنی ناپسند بھی ہو سکتے ہیں۔ اس لئے قرآن مجید میں ارشاد ہوا کہ لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا تم مسلمان رَاعِنَا "مت کہا کرو بلکہ اُنْظُرْنَا کہا کرو) شیئًا للہ کے بھی دو معنے ہیں ایک شرکیہ دوسرے بقول آپ کے غیر شرکیہ۔ پھر ہم بماتحت لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا" کیوں نہ اس کو چھوڑنے کا حکم دیں۔

(۸) فقہ کی مستند کتاب ردالمختار میں مرقوم ہے۔ اِذَا تَرَدَّدَ الْحُكْمُ بَيْنَ سُنَّةٍ وَّبِدْعَةٍ كَانَ تَرْكُ السُّنَّةِ رَاجِحًا عَلٰى فِعْلِ الْبِدْعَةِ۔ (مصری جلد اوّل صنـ۴۷۵)

ترجمہ "جب کسی امر کے سنت اور بدعت ہونے میں تردد ہو تو سنت کو چھوڑ دینا بدعت پر عمل کرنے سے اولیٰ (بہتر) ہے" یعنی کسی غیر منصوص امر میں تردد ہو کہ سنت ہے یا بدعت تو اس کو بالکلیہ چھوڑ دینا اچھا ہے۔ مثلاً رسمی میلاد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے متعلق کوئی شخص اگر فیصلہ نہ کر سکے، قائل فریق کے دلائل سن کر سنت سمجھے اور غیر قائل کے دلائل سن کر بدعت خیال کرے۔ تو اس صورت میں اس فعل کو نہ کرنا ہی اچھا ہے۔ یہ ہے اس عبارت کا مطلب۔ اس اصل الاصول کے ماتحت وظیفہ شیئاً للہ کیوں نہ چھوڑ دیا جائے۔

ناظرین کرام! جب تک یہ سوالات حل نہ ہوں، اس وظیفہ کا پڑھنا کسی طرح بھی جائز نہیں۔ اصل بات تو یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہر قسم کے وظائف موجود ہیں، دفع امراض، قضائے حاجات، طلب امداد، مغفرت گناہ، مغفرتِ اموات، صلاحیت اولاد وغیرہ سب کے لئے دعائیں اور وظائف ملتے ہیں۔ پھر کیا ضرورت ہے کہ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو چھوڑ کر غیر معلوم اشخاص کی تعلیم کے پیچھے جائیں۔ ایسا کرنا خدا و رسولؐ کی بڑی ہتک ہے۔ خدا ہم کو ہر قسم کے فعلِ قبیح کے ارتکاب سے بچائے۔ بھائیو! شیخ سعدیؒ مرحوم کی نصیحت سنو! ؎

مپندار سعدیؒ کہ راہِ صفا توان رفت جز در پئے مصطفیٰؐ

۴ / رمضان ۱۳۵۲ھ

سوال: حاضر و ناظر کے کیا معنی ہیں۔ کیا حضرت رسول کریم صلعم اور اولیائے کرام حاضر و ناظر ہیں اور کیا استحضار خیالی سے ندا آسکتی ہے؟

جواب: حاضر و ناظر کے معنی ہیں سامنے موجود۔ پس انبیاء، اولیاء کو حاضر و ناظر جاننا شرک ہے۔ کیونکہ خدا کی کسی صفت خاصّہ سے کسی دوسرے کو موصوف جاننا شرک ہے[1]۔

اہل حدیث امرتسر جلد ۱۳ / ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ

حاضر ناظر کون ہے؟ (اللہ جل شانہ) اخبار الفقیہ

فقہ کے نام سے موسوم ہے۔ مگر اشاعت اس فقہ کی کرتا ہے جو اسلام سے پہلے بھی عرب میں مروج تھی اور لطف یہ ہے کہ بڑی ہوشیاری سے لکھتا ہے۔ مدرسہ دیوبند وغیرہ مدارس وہابیہ سے جو طالب علم فارغ ہو کر نکلتے ہیں۔ دو

---

[1] اس مسئلہ کی پوری بحث کیلئے مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی جھنڈانگری کی کتاب "حاضر و ناظر" ملاحظہ کیجیے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھیلیاں ان کے گلے میں لٹکائی جاتی ہیں۔ ایک شرک کی۔ دوسری بدعت کی۔ فارغ شدہ طالب علم گلی کوچہ میں کہتا پھرتا ہے کہ لوگو! شرک لے لو! بدعت لے لو۔

الفقیہ مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۲۷ء ص ۸

ہمارے خیال میں اس واقعہ کے بیان کرنے میں "الفقیہ" سے تھوڑی سی غلطی ہوئی ہے۔ وہ شرک لے لو اور بدعت لے لو نہیں کہتا بلکہ "شرک لو اور بدعت سے بچو" کہتا ہے۔ جس شخص کو ہماری بات ماننے میں تامل ہو وہ طلبا مدرسہ دہلی سے تحقیق اور تصدیق کر سکتا ہے۔ یہ تو اس مضمون نگار کی ایک تمہیدی غلطی ہے جسے وہ نہیں سمجھا اصل مضمون اس سے بھی زیادہ غلط ہے۔

"الفقیہ" کا نامہ نگار آنحضرت علیہ السلام کو حاضر و ناظر ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے۔ اس کی سر دفتر دلیل یہ آیت ہے:۔

لِيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا۔

اس کے معنی کرتا ہے کہ رسول تم پر حاضر و ناظر ہو۔ پھر آں چند تفسیروں کے حوالے نقل کرتا ہے۔ جن کو اس مضمون سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ مگر ہم اس بے تعلقی کا ذکر پھر کریں گے۔ سردست جو بات ہم کو کھٹکتی ہے۔ اسے پیش کرتے ہیں۔

آیت کریمہ کے سارے الفاظ یوں ہیں:۔

كَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا۔ (پ ۲۔ ع ۱)

ترجمہ اس کا یہ ہے کہ ہم نے تم کو اعتدال والی امت (موصوفہ باوصاف حمیدہ) بنایا تاکہ تم مسلمان لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو جائے)

"الفقیہ" کے مضمون مذکورہ پر ہم نے بہت ہی غور کیا کہ اس کا فاضل نامہ نگار معطوف علیہ (لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ) کی تفسیر کیا کرتا ہے۔ کیونکہ وہ مقدم ہے۔ افسوس ہے کہ اس نے اس لفظ کو چھوا تک نہیں۔ شاید اس کے قلمی قرآن مجید میں یہ لفظ مرقوم ہی نہ ہوگا۔ ورنہ ایسی بددیانتی کوئی مسلمان نہیں کر سکتا۔ پس جو معنی معطوف علیہ کے ہیں وہی معنی معطوف کے کرنے چاہئیں۔ اگر معطوف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا) کی تفسیر سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آنحضرت علیہ السلام ہر جگہ حاضر ناظر ہیں تو معطوف علیہ (لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ) کا نتیجہ بھی یہی ہونا چاہیئے۔ کہ کل مسلمان ہر جگہ حاضر ناظر ہیں۔ وَهٰذَا خَلْفٌ)

الفقیہ کے قابل نامہ نگارو! نقض اجمالی جانتے ہو کیا ہوتا ہے اور اس کا ضرر مدعی کو ہوتا ہے یا سائل کو؟

ناظرین کرام! آیت کے دونوں جملے آپ کے سامنے ہیں۔ لِتَكُونُوا اور يَكُونَ۔ دونوں کا مصدر بھی ایک ہے۔ اور دونوں کی خبریں بھی ایک ہیں۔ اس لئے ہمارا سوال ہے۔ اگر شهيدا کے معنے حاضر و ناظر کے ہیں یعنی آنحضرت علیہ السلام ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ تو حضرات ابو بکرؓ اور ابوہریرہؓ اور انسؓ وغیرہ رضی اللہ عنہم بھی بلکہ اور بھی جتنے مسلمان باایمان گزرے ہیں۔ کیا وہ سب ہر جگہ حاضر ناظر ہیں اگر ہیں تو کیا ثبوت؟ اگر نہیں تو کیوں نہیں۔ بس آپ حضرات الفقیہ پارٹی سے اس نقض اجمالی کو اٹھوا دیئے اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیجیے ؎

لگا رہنے دے جھگڑے کو بار تو باقی
رکے ہے ہاتھ ابھی ہے رگِ گلو باقی

(۳۰ رجمادی الآخر ۱۳۵۳ھ)

سوال:۔ اگر کوئی عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ذوق و شوق سے درود شریف پڑھے۔ کیا درود بذریعہ ملائکہ سیاحین بھیجا جاتا ہے یا خود بخود بھی پہنچتا ہے؟

جواب:۔ درود اور سلام بذریعہ ملائکہ کے پہنچائے جاتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ملائکہ مقرر ہیں۔ مجالس درود کو تلاش کرتے ہیں اور اسے آنحضرتؐ تک پہنچاتے ہیں۔

(اہل حدیث ص ۱۳ ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ)

سوال:۔ بعض وظائف عربی کے علاوہ فارسی یا دیگر زبانوں میں ہوتے ہیں اور بعض میں ندائے غیر اللہ بھی ہوتی ہے۔ مثلاً

بمدگاہت پناہ آوردہ ام یا مصطفےٰ دستے
بہ بحر غم گرفتارم علی مرتضیٰ دستے

زحالات از شب معراج ناشستم یدِ الٰہی
چرا دستم نگیری یا علی بہر خدا دستے

جواب:۔ شیعہ میں بھی بعض لوگ اہل شرک ہیں جو حضرت علیؓ کو اسی طرح حاجت روا مشکل کشا مانتے ہیں۔ جس طرح بعض سنی حنفی حضرت پیر جیلانیؒ کو دستگیر اور حاجت روا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مانتے ہیں۔ درحقیقت یہ دونوں اسلامی تعلیم سے دور ہیں۔ خدا نے قرآن مجید میں ایسی ندا غیر اللہ کو شرک قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ	اللہ کے سوا کسی شخص کو مت پکارو جو تم کو نفع دیوے نہ نقصان۔ اگر تو نے ایسا کیا تو تو ظالموں سے ہو جائے گا

(پ ۱۱ ع ۱۱)

یہ آیت صاف اور صریح لفظوں میں غیر اللہ کو بغرض قضاء حاجت پکارنا ظلم بتا رہی ہے۔ اور ظلم شرک ہے۔ شیخ عطار مرحوم نے کیا اچھا فرمایا ہے ؎

غیر حق را ہر کہ خواند اے پسر　　کیست در دنیا ازو گمراہ تر

(اہل حدیث امرتسر ص ۱۲، ۲۴ نومبر ۱۹۳۳ء)

لطیف واقعہ

میں ایک دفعہ کسی مذہبی مقدمہ کی پیروی کے لئے ضلع اجمیر میں گیا وہاں مولوی معین الدین مرحوم مدرس مدرسہ عثمانیہ اجمیر سے ملاقات ہوئی۔ مرحوم حنفی مذہب کے ذی علم بزرگ تھے۔ اثناء گفتگو میں فرمایا۔ میں ان لوگوں کو جو مزار خواجہ معین الدین پر آتے ہیں کہا کرتا ہوں کہ تم مشرک نہیں ہو جو تمہیں مشرک کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے۔ کیونکہ مشرک اس کو کہتے ہیں جو خدا سے مانگے اور غیر خدا سے بھی مانگے۔ تمہیں تو خدا سے واسطہ ہی نہیں۔ تم جو مانگتے ہو خواجہ غریب نواز سے مانگتے ہو اس لئے تم مشرک نہیں ہو۔ میں نے کہا خوب آپ کی ہجو ملیح بھی اس شعر کے مصداق ہے ؎

واعظ شہر کہ مردم ملکش می خوانند　　قول ما نیز ہمیں است کہ او مردم نیست

ملاحظہ فرمائیے ان لوگوں کی حالت یہاں تک پہنچ چکی ہے۔ کہ وہ مشرک نہیں بلکہ دہری ہیں۔ اس پر قادیانی نبی اور ان کے اتباع کہتے ہیں کہ ہم تبلیغ اسلام کرتے ہیں جس پر بیساختہ منہ سے نکلتا ہے ؎

گر مسلمانی ہمیں است کہ ایشاں دارند　　وائے گر از پس امروز بود فردائے

(اہل حدیث امرتسر ص ۵، ۲۷ جولائی ۱۹۴۵ء)

سوال: جو شخص تمام علمائے دین کو یہ کہے کہ سب علماؤں پر لعنت ہے تو ایسے شخص

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر خدا و رسول کا کیا حکم ہے؟

جواب: حدیث شریف میں ہے جو کسی پر ناحق لعنت کرتا ہے وہ لعنت لوٹ کر اس پر پڑتی ہے۔

(اہل حدیث امرتسر ۱۳ / ۱۱ اکتوبر ۱۹۲۸ء)

سوال: کیا اولیائے کرام سے وساطت جائز ہے؟ اور وساطت کے کیا معنے ہیں اور کیا اولیاءِ کرام سے براہِ راست خطاب کر کے حاجت براری کرانا جائز ہے یا ناجائز؟ اولیاءِ کرام جب وفات پا چکے ہیں تو حاجت براری کیسے کر سکتے ہیں؟

جواب: وسیلہ کے معنے سفارش کے ہیں۔ زندہ بزرگ سے کہنا کہ آپ دعا کریں کہ خدا میرے حال پر رحم کرے۔ یہ جائز ہے۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ط

دوسرا وسیلہ ہے کہ مردگان کو مخاطب کر کے کہے اے پیر میرے لئے دعا کیجئے یہ ناجائز ہے کیونکہ وہ اس کی آواز کو سنتے نہیں وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ۔ براہِ راست صلحاء امت سے حاجت براری کی دعا کرنا کسی طرح جائز نہیں نہ زندوں سے نہ مردوں سے۔ ارشادِ خداوندی ہے۔ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ (ان لوگوں کو ذرا بھی اختیار نہیں) اسی لئے فرمایا۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

(اہل حدیث امرتسر ص ۱۳ / ۲۸ اپریل ۱۹۳۳ء)

سوال: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعلم الاولین والآخرین ہیں؟ اور کن کن غیب کی باتوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے واقف نہیں فرمایا؟

جواب: خدا کی ذات اور صفات کی معرفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ حاصل تھی یہی معنی ہیں اس حدیث کے اوتیت علم الاولین والآخرین۔ جو اخبارِ غیب قرآن و حدیث میں آئی ہیں وہی معلوم ہیں۔ ان کے سوا سب غیر معلوم لَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ۔ اللہ اعلم۔

(اہل حدیث امرتسر ص ۱۳ / ۲۸ اپریل ۱۹۳۳ء)

سوال: فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ۔ تفسیروں سے معلوم ہوتا ہے کہ میلہ جانے کے عذر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں میں نظر کر کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِنِّي سَقِيمٌ کہا۔ میلہ تو دن کو ہوتا ہے اور ستارے غائب۔ اگر مراد علم نجوم سے ہو تو یہ ممنوع ہے۔ نہ اس وقت ایجاد ہوا ہوگا۔ مطلب اس آیت کا کیا ہے۔ شیخ قاسم علی لدھیانوی

جواب: بعض میلے رات کے اوقات میں بھی ہوتے ہیں۔ جیسے لاہور میں میلہ چراغاں اور آپ کے لدھیانہ میں میلہ روشنی اسی طرح کا میلہ ان مشرکوں کا ہوگا۔ آیت مرقومہ میں دو فعل آئے ہیں ایک نَظَرَ دوسرے قَالَ۔ ف محض تعقیب کے لئے ہے یعنی دوسرا فعل پہلے سے پیچھے واقع ہوا ہے جیسے حدیث شریف میں آیا ہے۔ قاءَ فتوضاء یعنی قے کی اور وضو کیا۔ پس مطلب آیت کا یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آسمان کی طرف نظر کی اس کے بعد کہا میں بیمار رہوں۔ ان دو فعلوں میں علت و معلول کا تعلق نہیں۔ بلکہ محض تعاقب ہے۔ ۲۱ دسمبر ۱۹۳۴ء

حدیث ابراہیمی پر اعتراض اور جواب

از حضرت العلام مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

حدیث شریف میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بابت ایک حقیقت کا اظہار کیا ہے۔ اس پر بہت سے منکرین حدیث بلکہ بعض قائلین حدیث بھی اعتراض کرتے ہیں۔ جماعت مرزائیہ نے تو آج کل اس حدیث کو اپنا سہارا بنا رکھا ہے۔ اس لئے آج ہم اس مشکل کو اپنے ناقص علم کے مطابق حل کرتے ہیں۔ انشاء اللہ!

حدیث شریف مذکورہ کے الفاظ یہ ہیں۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم لم يكذب ابراهيم عليه الصلوٰة والسلام الا ثلاث كذبات۔

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا مگر تین جھوٹ (بخاری شریف ج ۱ ص ۴۷۳)

معترضین اس حدیث پر دو طرح اعتراض کرتے ہیں۔ ایک اس طرح کہ نبی کی شان نہیں کہ جھوٹ بولے۔ دوسرا اس طرح کہ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صدیق کہا گیا ہے اور حدیث شریف میں ان کی تین جھوٹ بیان ہوئے ہیں۔ اس لئے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ حدیث قرآن کے مخالف اور ناقابل قبول ہے۔ مرزائی اس حدیث سے یہ فائدہ بھی لینا چاہتے ہیں کہ ایک '' دو'' تین جھوٹوں کے باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام نبی صدیق رہے۔ تو مرزا صاحب کے اگر چند جھوٹ ثابت ہو جائیں تو ان کی نبوت میں کیا خرابی لازم آتی ہے؟ پس ان سب اعتراضوں کے جوابات غور سے سنئے۔ اصل اصول ایسے امور سمجھنے کا وہ حدیث ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔ انما الاعمال بالنیات۔ یعنی اعمال کا شرعی وجود نیتوں سے ہے۔ جیسی نیت ویسا پھل۔ مناسب ہے کہ اصل مقصد سے پہلے ایک حدیث بطور مثال پیش کردوں۔ اس مثالی حدیث میں غلط گوئی کی اجازت لے کر صحابہ کی ایک جماعت کار خاص کو جاتی ہے۔ اور کامیاب ہو کر دربار رسالت میں رپورٹ کرتی ہے۔ وہ حدیث یہ ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الکعب ابن الاشرف فانہ قد اذی اللہ ورسولہ فقام محمد بن مسلمۃ فقال یا رسول اللہ اتحب ان اقتلہ قال نعم فاذن لی ان اقول شیئا قال قل فاتاہ محمد بن مسلمۃ فقال ان ھذا الرجل (محمدا) قد سالنا صدقۃ وانہ قد عنانا وانی اتیتک استسلفک قال وایضا لتملنہ قال انا قد اتبعناہ فلا نحب ان ندعہ حتی ننظر الی ای شیئ یصیر شانہ فقال اتاذن لی ان اشم راسک قال فلما استمکن منہ قال دونکم فقتلوہ ثم اتوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبروہ (بخاری ص ۵۷۶)

ترجمہ: ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہے کوئی جو کعب بن اشرف سے بدلہ لے۔ اس نے اللہ اور رسول کو ایذا دی ہے۔ یعنی بغاوت پھیلا رکھی ہے۔ یہ سن کر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ یارسول اللہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اس کو قتل کردوں۔ فرمایا ہاں۔ اس نے عرض کیا تو پھر مجھے اجازت دیجئے۔ کہ میں آپ کے حق میں کچھ نامناسب الفاظ اس کے سامنے کہہ دوں۔ فرمایا کہہ دینا۔ پس محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کعب کے پاس آکر کہا۔ کہ اس شخص

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(محمدؐ) نے ہم سے بار بار صدقہ مانگ کر ہم کو تنگ کر رکھا ہے۔ میں آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ آپ مجھ کو کچھ قرض دیں۔ اس نے کہا آئندہ وہ اتنا مانگے گا کہ تم اس سے تنگ ہو جاؤ گے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا اب تو ہم اس کے پیچھے ہو لئے کر دیکھیں اس کا کیا انجام ہوتا ہے؟ اس گفتگو کے بعد محمد بن مسلمہ نے کعب کو کہا۔ کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ آپ کے سر کے بالوں سے خوشبو سونگھوں؟ اس نے کہا ہاں پس اس نے اس کے سر کو سونگھا اور اپنے ساتھ والوں کو سونگھایا۔ پھر کہا ایک دفعہ اور اجازت دیجئے۔ جب اس نے اجازت دے دی تو اچھی طرح سے اس کے سر کو پکڑ لیا اور ساتھیوں کو آواز دی کر پکڑ لو۔ پس انہوں نے اس کو قتل کر کے دربار رسالت میں اطلاع دی۔

ناظرین:۔ اس حدیث میں صحابہؓ نے کعب کے سامنے بحق رسالت جو کچھ کہا وہ قطعاً نادرست ہے۔ بلکہ ایمان کے سراسر خلاف ہے۔ مگر کیا کوئی کہے گا کہ واقعی انہوں نے ایمان کے خلاف کام کیا۔ نہیں تو کیوں نہیں؟ اس لئے کہ دینی مقصد کے لئے اجازت لے کر یہ کام کیا۔ اس واقعہ کو یاد رکھ کر سنئے۔

(۱) قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب بت توڑ دیئے تو ان کو ماخوذ کر کے پنچوں کے سامنے لایا گیا اور سوال ہوا کہ تو نے یہ کام کیا۔ تو انہوں نے جواب دیا۔

بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَٰذَا فَاسْأَلُوهُمْ إِن كَانُوا يَنطِقُونَ ط	میں نے نہیں بلکہ ان کے اس بڑے بت نے ایسا کیا ہے اگر یہ بول سکتے ہیں تو ان سے پوچھ لو۔

اس کلام میں فعل کا فاعل بڑے بت کو بنایا ہے۔ مگر حقیقت یہ نہیں۔ نہ بڑے بت نے دوسرے بتوں کو توڑا نہ مشورہ دیا نہ حکم دیا (۲) چونکہ کفار حضرت ابراہیمؑ کو بت خانہ کی طرف لے جانا چاہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے بطور معذرت کہا "إِنِّي سَقِيمٌ" (میں بیمار ہوں) بقرینہ مقام بیماری سے مراد وہ بیماری ہونی چاہیئے جو چلنے پھرنے سے مانع ہو۔ چونکہ آپ کی حالت ایسی نہ تھی۔ لہٰذا کلام غلط ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳) تیسری بات حدیث میں یہ آئی کہ ایک ظالم حاکم کے سامنے بغرض حفاظت اپنی منکوحہ (بیوی) کو اخت (بہن) کہہ کر بچالیا۔ یہ ہیں وہ تین جملے جن میں سے دو تو قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے۔

ان سارے واقعات کے متعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کلام حدیث میں یوں منقول ہے۔

انی کذبت ثلاث کذبات　میں نے تین دفعہ جھوٹ کہا۔

مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حدیث میں بغرض بریت فرمایا۔

ما منها كذبة إلا ما حل بها عن دين الله. (متفق علیہ)

یعنی یہ تینوں جھوٹ ایسے تھے کہ ان کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام دینی مواخذہ سے نکل گئے! لہ الحمد!

مطلب اس کا یہ ہے کہ دینی کام میں جو ان پر تکلیف آئی تھی۔ ایسا کرنے سے اس تکلیف سے آپ بچ گئے۔ اس لفظ میں پیغمبر علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس طرح جھوٹ کے مواخذہ سے بری ظاہر فرمادیا۔ جس طرح کہ محمد بن مسلمہؓ قاتل کعب بن اشرف کو باوجود اکودہ بالکذب ہونے کے کذب سے بچالیا۔ پس جس طرح محمد بن مسلمہ کا کذب باوجود وقوع پذیر ہونے کے اہل معرفت کے مقولہ سب صحابی ثقہ ہیں کے خلاف نہیں۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام باوجود ان تین واقعات کے "صدیقاً نبیاً" ہیں۔ لاشك فيه لكمه ہاں مرزا صاحب قادیانی کے کذبات ایسے نہیں وہ تو اپنے دعوے کے اثبات کے لئے بطور دلیل کے لاتے ہیں جو وقوع پذیر نہیں ہوتے تو منکرین کو دین اسلام پر اعتراض کرنے کا موقع ملتا ہے۔ پھر اس سے اس کو کیا نسبت سوائے اس کے کہ کہا جائے۔

شیر قالین دگر است و شیر نیستاں دگر است

اسی لئے مرزا صاحب قادیانی نے اس حدیث پر اعتراض کرنے والوں کو

نتیجہ؟ بہت مکروہ الفاظ سے یاد کیا ہے

(آئینہ کمالات)

اہل حدیث ۲۵ رمضان ۱۳۵۲ھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال، پلیگ، ہیضہ، جل کر، ڈوب کر مرنے، گر کر مرنے، سانپ کے کاٹنے سے مرنے تلوار یا بندوق لگ کر مرنے سے جو لوگ مرتے ہیں۔ یہ لوگ موت کے پیشتر مرتے ہیں یا ان کی عمر ہی ختم ہو جاتی ہے اور زندگی کے دن پورے ہو جاتے ہیں؟

جواب: قرآن مجید کی آیت صاف ہے۔ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ۔ یعنی جب انسانوں کا وقت آتا ہے تو اس سے ایک منٹ ایک سیکنڈ بھی ادھر ادھر نہیں ہو سکتے۔ پس ہر کوئی اپنی موت سے مرتا ہے۔

۹ محرم ۱۳۴۲ھ

سوال: ایک شاعر نے ایک مخمس تصنیف کر کے شائع کرایا ہے جو یہ ہے۔

احمد میں اور احد میں ہے میم کی دوئی — وہ جانتے ہیں عقل میں جن کے ہے کچھ کمی
تکوین انہیں سے اصل ہے کائنات کی — دانی اگر بہ معنی لولاک وارسی
خود ہر چہ از حق است از آن محمد است

جواب: احد اور احمد میں اتنا فرق ہے جتنا ان دونوں (احد اور احمد) نے خود بتلایا ہے۔ کسی دوسرے کے بتلانے کی حاجت نہیں وہ کیا مالک اور عبد کا معراج کا موقعہ قرب کا تھا اس موقع پر بھی اس فرق کو ملحوظ رکھ کر فرمایا۔ سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ۔ اس کے بعد نماز میں سب سے زیادہ قرب ہوتا ہے۔ اس میں بھی یہ ملحوظ ہے۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پھر کسی شاعر یا صوفی صافی کی بات کو کیا سنا جائے۔

۲۳ نومبر ۱۹۲۱ء

تشریح: سوال احمدؐ اور احد میں فرق نہیں یہ عقیدہ سورہ اخلاص قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ الآیۃ اور وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ۔ الآیۃ وغیرہ آیات کی صریح تکذیب ہے۔ اور آیاتِ قرآنیہ کی تکذیب سراسر کفر ہے پس ایسا عقیدہ صریح کفر ہے۔

سوال: ایک پروفیسر کالج لاہور لکھتے ہیں کہ تلاوت کرتے وقت کچھ طعام سامنے رکھنا اور صدقہ دینا گو اس عمل کی کوئی صریح صورت سلف میں مروج نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مگر جب علیحدہ بجائے خود ہر دو عمل مشروع ہیں تو ان دونوں کے جمع کرنے سے کون
کمی مانع ہے۔ اور اس ممانعت کی کوئی دلیل ہونی چاہیے۔ مع ہذا اکابر امت کے
ایک جم غفیر کا ہر ایک زمانہ میں اس پر کاربند رہنا اس کے مستحسن ہونے پر دال ہے
پس کیا یہ مضمون قابل قبول ہے۔

جواب: ایسے ہی خیالات کی تردید کرنے کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہوا
ہے کہ دین اگر قیاس سے ہوتا تو موزے کے نیچے کی جانب مسح کیا جاتا۔ ایسے حضرات
سے یہ سوال ہونا چاہیے کہ جناب کا یہ قول آیت یا حدیث یا اجماع تو نہیں ہے۔ ادلہ اربعہ
میں سے چوتھی دلیل قیاس ہے۔ سو وہ مجتہد کا فعل ہے۔ آپ تو مقلد ہیں مجتہد نہیں۔
پھر آپ یہ قیاس کیوں کرتے ہیں جو آپ کا حق نہیں ہے۔ علاوہ اس کے قیاس کے
لئے بہت سی شروط ہیں۔ جن کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ قرآن مجید چونکہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کو مسلمانوں کے لئے اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (نیک نمونہ) قرار دیتا ہے۔ اس
لئے مذہبی رنگ میں جو کام بھی ہو اس نمونہ کے مطابق ہونا چاہیے۔ (۷ صفر ۳۶ھ)

شرفیہ: اسکول کے ایک پروفیسر کا قیاس کہ اگرچہ یہ بدعت سلف میں مروج نہیں۔ مگر
جب الگ الگ دو چیزیں مشروع ہیں تو پھر دونوں کو جمع کرنے میں کیا حرج ہے۔ ال
جناب خوب قیاس کیا نماز مشروع بلکہ فرض ہے اور رفع حاجت بیت الخلا میں مشروع
ہے۔ کیا آپ ان دونوں کو یکجا جمع کریں گے سکولوں میں اکثر غیر مسلم اساتذہ ہوتے ہیں
اور کتے بلے گدھے وغیرہ کے قصے پڑھائے جاتے ہیں وہ ایسے ہی قیاس کے لائق ہیں
اور اکابر صالح بھی گذرے ہیں طالح بھی۔ قَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا
فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا (پ ۲۲ ع ۵) پروفیسر صاحب دوسری قسم کے اکابر سے
استدلال کرتے ہیں۔

سوال: ہمارے ہاں کھجور یا دیگر کوئی چیزیں سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھتے ہیں اور فجر کی نماز
کے بعد یا جمعہ کی نماز کے بعد پیش امام مسجد دعا کے بعد جماعت حاضر کی طرف منہ کر کے
"الفاتحہ" کہتا ہے۔ یہ لفظ حاضرین سنتے ہی سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص اور درود
شریف پڑھتے ہیں۔ اور ان کا ثواب جناب محمد مصطفیٰ کی روح پاک کو بخشتے ہیں کیا
یہ جائز ہے؟

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: سب مسلمانوں میں یہ مسلمہ اصول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے اسوۂ حسنہ عمدہ نمونہ ہیں۔ اس قسم کے افعال اس نمونہ میں نہیں ملتے۔ اس لئے بدعت ہیں۔ مسلمانوں کو کسی اور دلیل کی حاجت نہیں۔ مسلمان کا فرض ہے کہ اس امر کا خیال رکھے کہ جو کام آنحضرت نے کیا ہے وہ کرے اور جو نہ کیا وہ نہ کرے۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔ (۷ صفر ۱۳۴۶ھ)

سوال: دور دراز کے فاصلہ سے سفر کر کے اکابر اور اولیاء اللہ کے مزاروں کی زیارت کے لئے جانا اور اس کام کو موجب حصول سعادت اور عفو گناہان ماضی وحال جاننا کیسا ہے (عبد الرؤف بلند شہر)

جواب: حدیث شریف میں آیا ہے۔ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی... الحدیث سوائے تین مساجد کے کسی مکان کی طرف بحیثیت اس کی وقعت اور عزت کے سفر نہ کیا جائے۔ یعنی مسجد الحرام، مسجد اقصیٰ، مسجد نبوی۔ (۲۷ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ)

سوال: عشرۂ محرم میں اگر کوئی شخص سنی المذہب بلا تخصیص و تعیین تاریخ دلوم اہل محلہ احباب کی محفل منعقد کروا کر شہادت امام عالی مقام علیہ السلام کے صحیح صحیح حالات خود پڑھ کر سنائے۔ یا کسی دوسرے لائق آدمی سے سنوائے۔ تو یہ جائز ہوگا یا نہ؟

جواب: صحیح واقعات کا سننا کسی طرح ناجائز نہیں مگر چونکہ زمانہ ہذا میں اس فعل کی شکل بہت کچھ متغیر ہو کر بدنما ہو چکی ہے۔ اس لئے ان ایام میں کوئی مجلس اس غرض سے نہ کرنی چاہیے۔ جیسے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا یعنی رَاعِنَا مت کہا کرو اور اُنْظُرْنَا کہا کرو۔ حالانکہ رَاعِنَا اور اُنْظُرْنَا کے معنی ایک ہی ہیں۔ مگر چونکہ رَاعِنَا یہودی بولتے اور بُرے معنی مراد لیتے تھے۔ اس لئے مسلمانوں کو اس لفظ کے استعمال کرنے سے روک دیا گیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو کام اپنی شکل سے نکل کر کسی ناجائز شکل میں آ گیا ہو اس کو بالکل بند کر دینا چاہیے۔ واقعات شہادت کا صرف علم حاصل کرنا ہو تو سوائے محرم کے بھی کر سکتے ہیں۔ پھر محرم میں ایسی مجلس کی کیا ضرورت ہے۔ عشرہ محرم میں اہل وعیال پر فراخی کرنے کے متعلق ایک ضعیف سی روایت آئی ہے سو اس کو واقعہ شہادت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ حضرت موسیٰ کی فرعون سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاصی پانے کی وجہ سے بطور خوشی کے ہے۔ نہ بطور ماتم کے، مسلمانوں نے اس تہوار کو کچھ ایسا مرکب تیار کیا ہے کہ بظاہر تو غم دکھاتے ہیں۔ مگر کام خوشی کے کرتے ہیں۔ اس لئے متبع سنت آدمی کا فرض ہے کہ اس مہینے کی جملہ رسومات کو یک قلم روکنے کی کوشش کرے۔

۱۱ ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ

شیعہ اور محرم

محرم کے کربلائی واقعات نے جس قدر شہرت حاصل کی ہے۔ دوسرے واقعات تاریخیہ اس قدر شہرت نہیں پا سکے۔ ابتدا میں تو اس شہرت کی غرض وغایت سیاست عباسیہ تھی۔ جسے بنوامیہ کو مغلوب کرنا مقصود تھا اس کے بعد اس نے فرقہ شیعہ کے ذریعہ مذہبی رنگ اختیار کر لیا۔ جس میں زمین و آسمان کے وہ قلابے ملائے گئے۔ کہ بے ساختہ الامان والحفیظ منہ سے نکلتا ہے۔ اتنے مبالغے کئے گئے ہیں کہ محققین کو تحقیق کرنے میں بڑی دقت پیش آئی۔

چنانچہ علامہ ابن خلدون واقعہ کربلا پر پہنچے تو اپنی کتاب کے دو تین صفحے خالی چھوڑ دئیے...... گویا یہ کہہ کر چھوڑ دئیے کہ مجھے کوئی صحیح واقعہ نہیں ملا جس کو ملے وہ یہاں درج کرلے۔ ہندوستان میں یہ سب شور وغل ایران سے ہمایوں بادشاہ کی معرفت پہنچا۔ اس کے بعد واجد علی شاہ نے اس کو ترقی دی۔ آج جو کچھ ہو رہا ہے وہ بے شک اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ ایک دردمند مسلمان کے منہ سے بے ساختہ نکلتا ہے۔

فَلْيَبْكِ عَلَى الْاِسْلَامِ مَنْ كَانَ بَاكِيًا: تعزیہ فی نفسہ جو کچھ ہے وہ مسلمان کے دل کو دکھانے کے لئے کافی ہے۔ پھر اس کو بازاروں میں لئے پھرنا اور یوں پنجتن کے نعرے لگانا۔

"پنج نعرے پنجتنی اک نعرہ حیدری یا علی یا علی"

اس کے علاوہ ایک رسم مہندی کی ہے۔ معلوم نہیں امرتسر کے سوا اور جگہ بھی نکلتی ہے یا نہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ میدان کربلا میں امام قاسم کا نکاح رچایا گیا ساتویں محرم کو اسے مہندی لگائی گئی۔ یہ یادگار بھی بشکل جلوس منائی جاتی ہے۔ چنانچہ ۱۷ دسمبر کو امرتسر میں مہندی کا جلوس نکلا۔ اور بڑے بڑے بازاروں کا گشت لگا کر گھر میں جا بیٹھے۔ اس کے بعد دسویں محرم عاشورہ کے دن بھی تعزیوں کے ساتھ بہت بڑا جلوس نکلا۔ دونوں دن خیریت سے گزر گئے خطرہ تو بہت تھا مگر پولیس کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کافی انتظام سے خطرہ ٹل گیا۔

شیعہ سُنی دوستو! کیا یہی تعلیم اسلام ہے؟ لطف یہ کہ ایسی رسوم قبیحہ کو بجائے بند کرنے کے مزید قوت دی جاتی ہے۔ اور اس کو مذہبی شکل میں یادگار بنایا جاتا ہے۔ چنانچہ اخبار شیعہ میں ایک مضمون نکلا ہے۔ جس میں مضمون نگار نے علمی جوہر دکھا کر اپنے دین و دیانت کا پورا مظاہرہ کیا ہے۔ چنانچہ وہ مضمون نمبروار درج ذیل ہے

"عقلائے زمانہ نے اس بات کا فیصلہ کر لیا ہے کہ ہر چیز جو اپنی قابل قدر خصوصیتوں کے سبب سے دنیا میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنا نام چھوڑ جائے یا ایسے کارنمایاں کر جائے جو آئندہ نسل انسانی کے لیے سبق دینے والے ہوں۔ تو وہ اس کی حقدار ہے کہ اس کی یاد ہمیشہ تازہ رکھی جائے۔ اس میں کسی مذہب و ملت کی تفریق بھی نہیں ہے۔ ایک دریا دل صاحب جود و سخا انسان اپنی خصوصی صفت کے باعث انسان کی محبت کا باعث ہوتا ہے۔ ایک سچائی پر جان دینے والا پر جگر شخص ہر انسان کی عقیدت کا مرکز بن جاتا ہے۔ ایک نیک دل خوش اخلاق آدمی کی ہر ایک تعریف کرتا ہے یہ تمام انسانی اوصاف ہیں۔ جن کا قدر دان ہر انسان ہے۔

اسی طرح غیر انسان جاندار مخلوق میں امتیازی صفات ہر شخص کی توجہ کا باعث ہو سکتے ہیں۔ مہذب اور متمدن جماعتیں یادگار قائم کرتی ہیں۔ اور یاد تازہ رکھتی ہیں۔ ان جانوروں کی بھی جو کسی اہم واقعہ میں کوئی نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ مذہبی روایات میں اصحاب کہف کے کتے کا قرآن مجید تک میں ذکر موجود ہے۔ اور وہ بھی انہیں امتیازی خصوصیتوں میں شریک کیا گیا۔ جو اصحاب کہف کے لئے حاصل ہیں"

(شیعہ لاہور محرم نمبر ۱۳۳۲ھ ص۱۵)

نقض اجمالی علم مناظرہ میں ایک اصطلاح ہے۔ جس کو نقض اجمالی کہتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ کسی مدعی کی دلیل کو بایں طریق توڑا جائے کہ فلاں جگہ متخلف ہو جاتی ہے اس لئے اس میں تقریب تام نہیں ہے۔ یہاں اس کا اجرا اس طرح ہے۔ اگر ایسی یادگاریں بنانا ضروری ہے تو کیا ائمہ اہل بیت نے بھی ایسا کیا تھا۔ مگر نہیں کیا تو ان کو عقلاء دنیا کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں شمار کریں گے یا نہیں۔ انھوں نے اس عقلمندی اور دینداری کو کیوں چھوڑا اور اگر نہیں چھوڑا اور اس پر عمل کیا تو اس کا ثبوت دیجئے۔ اصحاب کہف کا ذکر قرآن مجید میں ان کی تعلیمی حیثیت سے ہے کہ انہوں نے ایسا کیا ویسا کیا۔ آپ کو اس سے کون منع کرتا ہے کہ جو واقعات صحیحہ کتابوں میں درج ہیں۔ ان کو اصحاب کہف کے قصہ کی طرح غور سے پڑھیں۔ چاہے محرم کا مہینہ ہو یا رمضان کا۔ یہ تو نہ کریں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے روضہ کی نقلیں بازاروں میں پھرائیں۔ جس کی وجہ سے ملک میں فساد ہو۔

شیعہ مصنفو! قیاس کرتے ہوئے مقیس مقیس علیہ میں مشابہت بھی تو دیکھا کرو۔ کیا قرآن کے نزول کے وقت سے آج تک مسلمانوں کے کسی طبقہ نے اصحاب کہف یا ان کے کتے کے سوانگ بھرے۔ جیسا کہ آج تعزیوں کے بھرے جاتے ہیں۔ کہتے ہوئے کچھ تو سوچا کرو کہ کیا کہتے ہو۔ آخر خدا کے سامنے جانا ہے۔ وہاں جاکر ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہوگا۔ ایسا نہ ہو کہ اہل بیت کے سچے تابعداروں کو یہ کہنے کا موقع ملے ؎

عجب مزا ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوہ وہ منتوں سے کہیں چپ رہو خدا کے لئے

دوسرا امر اس سے بھی عجیب تر ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔

"کربلا کا اہم واقعہ جو ۶۱ھ میں دسویں محرم کو رونما ہوا۔ وہ اپنے نتائج کے اعتبار سے تمام دنیا کی تاریخ کا ایک اہم سبق آموز صحیفہ ہے۔ جہاں تمام انسانی صفات و خصائل کلی طور پر پیش کئے گئے۔ اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے دم توڑتی ہوئی انسانیت کو نئے سر سے زندہ کر دیا۔ اور انسانیت کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو ساحل مراد تک پہنچا دیا۔ اور اپنی جان دے کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وہ نمونہ قائم کر دیا۔ جس کی پیروی ہمیشہ کے لئے معیار انسانیت رہے گی۔ پس ایسے اہم واقعہ کی یادگار قائم کرنا ہر اس صورت سے جو اس واقعہ کی یاد باقی رکھنے میں مفید ثابت ہو سکے ایک اہم انسانی فرض ہے" (حوالہ مذکور)

اہل حدیث اس موقعہ پر ہمیں کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ صرف اتنا ہی عرض کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے داماد عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ذوالنورین داماد رسول ثقلین ؐ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے واقعات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہادت کیا کم اندوہگیں اور نتیجہ خیز ہیں. کہ ان کی یادگار نہ منائی جائے۔ ہاں امام حسین رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی امام حسن رضی اللہ عنہ کو بھی بے یادگار کیوں چھوڑا جائے۔ حالانکہ وہ بھی شہید ہوئے وہ کونسی مزیت ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی یادگار تازہ رکھی گئی اور باقی سب کو بھلا دیا گیا۔ کیا اس کی بابت کوئی حدیث یا اہل بیت سے کوئی روایت آئی ہے؟ :-

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ط

ہماری رائے نہ صرف ہماری بلکہ تمام اہل حجاز (مکہ مدینہ والوں) کی ابتدا سے آج تک یہی رائے ہے کہ واقعہ کربلا کو بالکل بھلا دیا جائے۔ کیونکہ زمانہ خلافت میں بھی اس کی یادگار تازہ نہیں کی گئی یہ سب تیمور بادشاہ کی ایجاد ہے اس قسم کے واقعات کی یادگار کی شکل میں دکھانا امت مسلمہ کو بدنام کرنا ہے۔

پس ہمارا یہی عقیدہ ہے کہ جتنے اصحاب اللہ کے راستے میں واصل بحق ہوئے ہیں ان کی نسبت یہی کہنا بجا ہے ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

(اہل حدیث ۸ ا ر محرم ۱۳۴۶ھ)

سوال: کیا روح بعد دفن کے پھر جو جسم میں داخل کی جاتی ہے۔ بعد سوال قبر کے وہ روح جسم میں رہ جاتی ہے. یا علیین سجین میں داخل کی جاتی ہے۔ اگر روح قالب سے پرواز کر جاتی ہے. بعد سوال قبر کے تو عذاب قبر کا ہونا غلط ہوتا ہے۔ چونکہ عذاب جان کو ہے نہ کہ جسم خاکی کو ہوا اور اگر عذاب قبر کا ہونا ثابت ہے تو علیین سجین کو روح کا جانا غلط ٹھیرتا ہے۔ بہرحال جونسی بات ہو تو قرآن وحدیث سے بدلائل مرقوم فرمائیں

(ظہیر احمد)

جواب:۔ عالم برزخ کے واقعات کی پوری کیفیت تو معلوم نہیں ہوسکتی ہاں جس قدر قرآن وحدیث پر غور کرنے سے عقل وفہم میں آسکتی ہے۔ یہ ہے کہ حساب کے وقت جسم سے روح کا کوئی خاص تعلق ہوتا ہے۔ جس کے سبب سے سوال وجواب کا احساس ان کو ہوسکتا ہے۔ اس کے بعد روح جسم سے الگ ہو کر اپنے لائق مقام میں چلی جاتی ہے اور جسم خاک میں پڑا رہتا ہے۔

(۵ ر اپریل ۱۹۱۸ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال الامام الاعظم رحمۃ اللہ فی الفقہ الاکبر۔ واعادۃ الروح الی العبد فی قبرہ حق وقال علی القاری فی شرحہ بعد اتمام القول اعلم ان اہل الحق اتفقوا علی ان اللہ تعالیٰ یخلق فی المیت نوع حیات فی القبر قدر ما یتالم ویتلذذ انتہی

فتاوی نذیریہ جلد اوّل صفحہ ۴۲

خلاصہ اس عبارت کا یہ کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قبر میں بندے کے مردہ جسم میں روح کا واپس آنا حق ہے۔ ملا علی قاری کہتے ہیں کہ اہل حق کا یہ متفق علیہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کے جسم میں قبر میں ایک قسم کی ایسی زندگی ضرور پیدا کر دیتا ہے جس سے وہ قبر کی لذت یا تکلیف کو محسوس کرتا ہے۔ نقط راز

اسلامی ذہن رکھنے والے عذاب قبر کو نہ صرف ممکن تسلیم کرتے ہیں۔ بلکہ اُسے بنیادی عقائد میں داخل سمجھتے ہیں کئی ایک محدثین نے اپنے مجموعہ ہائے حدیث میں عذابِ قبر کے باب کو ایمانیات وعقائد میں شامل کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔ کہ میں نے عذاب قبر سے زیادہ سخت تر اور ہولناک منظر نہیں دیکھا۔ واقعہ یہ ہے کہ قبر آخرت کی منازل میں سے پہلی منزل ہے۔ اگر اس سے سرخروئی حاصل ہو تو اس کے بعد مراحل اس سے آسان ہیں اور اگر اس سے نجات یسر نہ آئی تو اس کے بعد کی ہر منزل دشوار تر ہے۔ الی آخرہ۔

از مولانا عبد الرحیم صاحب اشرف سندوکی۔ اخبار جمہوریت بمبئی کم شوال ۱۳۷۸ھ

حدیث سے ثابت ہے کہ مردے کو قبر میں بٹھایا جاتا ہے یعاد روحہ بھی ہے بعد ازاں اگرچہ روح علیحدہ ہو جاتی ہے۔ مگر جب تک جسم باقی رہتا ہے۔ ایک خاص قسم کا جسم کو روح سے تعلق رہتا ہے۔ جس سے اس کو عذاب ہوتا ہے۔ گو پوری کیفیت مصرح نہیں مگر خلاصہ انداز یہی احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ تفصیل حجۃ اللہ البالغہ میں ملاحظہ ہو۔

سوال:۔ عورتوں کو کسی پیر یا ولی یا والدین یا خاوند کی قبر پر بغرض زیارت جانا کیسا ہے؟

جواب: حدیث میں آیا ہے کہ لَعَنَ اللّٰهُ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ۔ قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر خدا کی لعنت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی روایت اس کے برخلاف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اپنے گھر کے متعلق ہے۔ حجرہ جو مدفن تھا آنحضرت صلعم کا وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی ایک کوٹھڑی تھی۔ عام قبرستان نہ تھا۔ اس کا حکم الگ ہے۔ دوسری حدیث میں صیغہ جمع مذکر کا ہے۔ زُوْرُوْهَا۔ اس سے وہ ممانعت اُٹھ سکتی ہے۔ جو ممانعت ہیں مردوں کے متعلق تھی۔ نہ وہ ممانعت جو خاص عورتوں کے حق میں تھی۔

۲۲ ذی قعدہ ۱۳۴۶ھ

شرفیہ عورتوں کو قبروں کی زیارت کے متعلق حضور صلعم کا فرمان نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها الحديث (صحیح مسلم) اور نیز یہ بھی آپ کا فرمان صدیقہ رضی اللہ عنہا کو قولی السلام على اهل الديار من المؤمنين والمسلمين الحديث (صحیح مسلم) مشکوٰۃ ص ۱۵۴ ج ۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں اجازت میں داخل ہو گئیں تھیں۔ قال بعض اهل العلم۔ مشکوٰۃ ص ۱۵۴ ج ۱ ہاں سفر اور جزع فزع وغیرہ افعال ممنوع ہیں۔

سوال: لفظ رعد اور برق کے کیا معنی ہیں۔ اور اصلیت کیا ہے چمک اور گرج پیدا ہونے کی کیا وجہیں ہیں۔ جواب اسلامی طریق سے ہو۔

جواب: رعد اور برق بادلوں میں خدا کی قدرت سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان کے پیدا ہونے کی وجہ بتلانا شرعی فتویٰ کا کام نہیں۔ فلاسفر بتلاتے ہیں بادلوں میں حرارت سے یہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں رعد ایک فرشتے کا نام ہے۔ ہو سکتا ہے دونوں معنی ہوں۔ واللہ اعلم

اہل حدیث ۱۹ صفر ۱۳۴۷ھ

شرفیہ حدیث مرفوع میں ہے۔ الرعد ملك من ملائكة الله موكل بالسحاب معه مخاريق من نار يسوق بها السحاب حيث شاء الله اخرجه الترمذي ورمز في الجامع الصغير للسيوطي۔ اور قرآن مجید میں ہے يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهِ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ۝ (پ ۱۳۔ ع ۸) آیت اور حدیث سے رعد اور برق کا معنی واضح ہو گیا کہ رعد فرشتہ ہے۔ اور برق اس کے کوڑے کی روشنی ہے جو آگ سے نکلتی ہے اور گرج اس کی یا اس کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوڑے کی آواز ہے۔ اور لطاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوڑے کی آگ نکل کر بجلی بن کر کسی جگہ پر گرتی ہے۔ وہ بھی گرج بن سکتی ہے۔

سوال :۔ مدرسہ دار السلام عمر آباد۔ آمبور کے تعلیم یافتہ ایک مولوی صاحب مسجد گاؤ قصابان کے پیش امام ہیں۔ پیشتر آپ عقیدہ اہل حدیث پر تھے۔ اب مودودی مذہب رکھتے ہیں مذہب اہل حدیث پر آج کل سخت لے دے کرتے ہیں۔ نوکر پیشہ تاجر اور زراعت کرنے والوں کو حرام کھانے والے اور مسلمان نہیں ہو سکتے کہتے ہیں کیا مذکورہ مودودی مولوی صاحب کا ایسا کرنا انصاف پر مبنی ہے۔ **محمد غیاث خان مدراس**

جواب :۔ جو شخص کوئی مذہب اختیاری کرتا ہے اس کی اشاعت بھی کرتا ہے۔ آپ بھی ہمارا رسالہ "خطاب بہ مودودی"[1] سنا دیا کریں۔ باقی سارے سوالوں کا جواب قرآن مجید نے یوں دیا ہے۔ قُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ (بات عمدہ طریق سے کیا کرو) جس سے فتنہ و فساد نہ ہو۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا کافر بادشاہ کے ماتحت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے جہاں فرمایا۔ لِیَاْخُذَ اَخَاہُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِكِ ۔ اس آیت سے کافر بادشاہ کے قانون کی ماتحتی ثابت ہوتی ہے اگر کوئی نہ ملنے تو اس کی مرضی۔ اس آیت شریف سے حرام کہنے کا جواب بھی آجاتا ہے اللہ اعلم!

(اہل حدیث جلد ۴۴ ص ۲۳ نمبر ۲۶)

شرفیہ مولانا۔ السلام علیکم۔ ہم سب بحمد اللہ تعالیٰ مسلمان ہیں خصوصاً اہل حدیث مگر آج کل ایک جماعت نے اپنا نام جماعت اسلامی رکھ لیا ہے اور فرقہ پرستوں کی طرح اسلام پر قبضہ غاصبانہ کر کے ہم کو اپنے مسلک کی تبلیغ کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے امیر مولانا مودودی نے جو کام کیا ہے وہ آج تک علماء اسلام سے نہ ہو سکا۔ اور ہمارا لٹریچر دیکھو جو ہمارے امیر نے لکھا ہے۔ آپ بتائیں کہ ان کا لٹریچر کیا ہے اور ہم کیا کریں بینوا۔ **عبد الخالق پاکستان**

الجواب : وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اما بعد۔ مودودی صاحب کی داستان تو بہت طویل ہے۔ خلاصہ یہ کہ ان کا لٹریچر میں نے دیکھا۔ ان کا پہلا

[1] اس رسالہ یعنی خطاب بہ مودودی کے ساتھ رسالہ "جماعت اسلامی کا پس منظر" بھی سنا دیا کیجئے۔ منہ راز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوراور تھا۔ اب دوسرا دور ہے۔ پہلا پچھلا آپس میں متناقض بھی ہیں۔ جس کا خلاصہ میں نے اخبار اہل حدیث سوہدرہ ۱۹۵۱ء میں ۹ قسطوں میں شائع کرایا تھا۔ وہاں ملاحظہ ہو۔ اب بھی ان کے چند نمونے بیان کرتا ہوں۔ پھر ان کی تنقید و تردید۔ پہلے دور میں لکھتے ہیں۔ اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے مگر ان چیزوں کے حصول کا ذریعہ نہ قرآن ہے نہ تواتر۔ صرف اخبار احادی ہیں۔ تفہیمات ص۳۱ کتب احادیث صحاح ستہ وغیرہ میں اس امر میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔ کہ یہ کتابیں انہیں بزرگوں کی لکھی ہوئی ہیں نہ اس میں شبہ ہے کہ ہر حدیث کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی ہے یا نہ۔ لہٰذا ان کتابوں کے ذریعے سے حدیث کا وہ علم قریب قریب یقینی طور پر ہم تک پہنچ گیا ہے خلاصہ ص۲۸۳ و ص۲۸۷ تفہیمات۔ صفر ۱۳۵۳ھ جون ۱۹۳۴ء

دوسرے دور میں لکھتے ہیں کیا ضرور کہ جس کو محدثین نے ثقہ کہا ہے وہ ایسا ہی ہو اور وہ جس کو غیر ثقہ کہا ہے وہ ایسا ہو۔ تفہیمات ص۳۲۲)۔ محدثین کا ذخیرہ قابل اعتماد نہیں۔ تفہیمات ص۲۹۵) اور یہ بھی لکھتے ہیں ممکن ہے جن کو انہوں نے متصل صحیح کیا ہے وہ ایسی نہ ہو اور جس کو منقطع معضل بتایا ہے وہ بالکل صحیح ہو۔ تفہیمات ص۳۲۳۔ یہ بھی لکھتے ہیں (حدیث رسول صلعم) سراسر ذوقی ہے اور کسی ضابطہ کے تحت نہیں تفہیمات ص۲۷۱ ذوقی یعنی وجدانی وخیالی باتیں تھیں۔ من جانب اللہ نہ تھیں۔ اسی لئے لکھتے ہیں۔

دجال کے آنے کی حدیثیں فسانے ہیں۔ ترجمان القرآن۔ ستمبر اکتوبر ۱۹۴۵ء۔ یہ بھی لکھتے ہیں۔ تاریخ سے ثابت ہوگیا۔ کہ آپ کی حدیثیں آپ کے قیاسات تھے اور صحیح نہ تھے۔ ترجمان القرآن فروری ۱۹۴۶ء

یہ بھی لکھتے ہیں۔ حدیث متواتر کی بنا بھی قیاس پر مبنی ہے۔ تفہیمات ص۲۰۱

جواب: ان اقوال کا پہلا جواب تو یہ ہے۔ ان کے پچھلے اقوال پہلے کے مناقض ہیں۔ لہٰذا اقوال متناقضہ باطل۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ان کے پچھلے اقوال باوجود آپس میں متناقض ہونے کے قرآن مجید کے خلاف اور قرآن کی تکذیب کرتے ہیں۔ لہٰذا باطل ہیں اور قرآن کی مخالفت تکذیب کفر بھی ہے۔ اور بیان خلاف یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل اسلام کے لیے معیار صداقت مقرر کیا ہے۔ اور اس پر محدثین نے عمل کر کے اسلام کی حفاظت و تبلیغ میں قرآن مجید کی تفسیر جو صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کر کے خواہ آپ کے اقوال سے ہو۔ خواہ افعال و تقریر سے۔ اپنے شاگردوں کو بتائی۔ انھوں نے اپنے شاگردوں کو۔ علیٰ ہذا القیاس سلسلہ بہ سلسلہ۔ اسی طرح ہم تک پہنچی۔ اور صحابہؓ نے اس تفسیر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و فیصلجات و احکامات شرعیہ مذکورہ فی القرآن کی تشریح کی۔ اس کی روایت میں رواۃ حدیث کی صداقت کو محدثین نے قرآن مجید کی آیت ذیل سے بعد تجزیہ و تحقیق معلوم کر کے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کتب تفسیر و حدیث میں قلمبند کیا۔ اور مودودی صاحب کے یہ اقوال ان کی تکذیب کرتے ہیں۔ آیت یہ ہے۔ لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝ (پ ۲ ع ۶)

نیکی اس میں منحصر نہیں کہ تم نماز میں مشرق اور مغرب کی طرف منہ کرو۔ لیکن نیکی اس کی معتبر ہے یا نیک وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور پچھلے دن۔ یعنی آخرت اور فرشتوں اور سب نبیوں پہ ایمان لائے اور سب کو سچ مانا۔ باوجود مال کی محبت کے اپنے قرابت والوں۔ اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور دیگر سائلوں کو دیں اور گردن آزاد کرانے میں دیں۔ اور ہمیشہ نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں۔ اور وہ لوگ نیک ہیں جو جب کسی قسم کا کسی سے وعدہ کریں تو اس کو پورا کریں۔ خصوصاً تنگ دستی اور ہر قسم کی سختی میں صبر کریں (پھر جن میں یہ صفتیں ہوں) تو وہ لوگ صادق ہیں سچے مومن مسلم ہیں، پرہیزگار ہیں۔ اور سورہ حدید میں بھی ان لوگوں کی چند صفات بیان کر کے فرمایا ہے

أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ۔ (الآیۃ پ ۲۷ ع ۱۸)۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان آیتوں سے ثابت ہوا کہ ان صفات والے لوگ جب قرآن و حدیث رسول صلعم کی سیرت و احکام و عقائد شرعیہ بیان کریں۔ تو ان کی خبر اور ان کی روایۃ کو تسلیم کرنا واجب ہے فرض ہے ورنہ باوجود معیار شرعی کے ثبوت کے صادق متقی کی شرعی خبر و روایت میں حیل و حجت چون و چرا و شکوک پیدا کرنا قرآن مجید کے مقرر کردہ معیار سے انحراف ہے جو قطعاً قرآن مجید کی تکذیب ہے۔ ورنہ ایمان والوں کی صفت تو اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کی ہے کہ جب ان کو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی طرف بلایا جائے تو وہ یہ کہتے ہیں ہم نے سن لیا۔ اس پر عمل کریں گے۔ ایسے ہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (پ ۱۸۔ ع ۱۳) پھر اس میں چون و چرا شکوک ایمان کے خلاف ہے اور بحکم آیت۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (پ ۱۴۔ ع ۱) مقرر ہمیں نے اس قرآن کو نازل کیا ہے۔ اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے تو حفاظت قرآن کی دونوں قسم سے ہے۔ الفاظ و عبارات کی بھی اور معانی کی بھی وہ معانی جو بحکم آیۃ۔ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ (پ ۱۴۔ ع ۱۴) ہم نے قرآن آپ پر نازل کیا ہے تاکہ آپ اس نازل شدہ کو جو ان کے لئے نازل کیا ہے۔ اس کے معانی ان کو سمجھا دیں بتا دیں اور تاکہ پھر وہ اس میں غور فکر کریں۔ تدبر کریں۔ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (پ ۲۔ ع ۲) ہم نے تم کو تولی کعبہ کا حکم دے کر تم پر اپنی نعمت پوری کی۔ جیسے تمہیں میں سے اپنا رسول بھیج کر اپنی نعمت پوری کی۔ کہ وہ تم کو ہماری آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور تم کو قرآن کے الفاظ و عبارات پڑھاتا ہے اور اس کے معانی بتاتا ہے اور تم کو وہ باتیں بتاتا ہے۔ جو تم نہ جانتے تھے ثابت ہوا کہ قرآن کی حفاظت کو یہ بھی لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے قرآن کے الفاظ و عبارات کی حفاظت حفاظ قرآن کے ذریعہ کرائی ہے۔ اسی طرح اس کے معانی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرعیہ بیان کر دی۔ رسول صلعم کی بھی رواۃ حدیث سے محدثین کے ذریعہ کرائی ہے۔ ورنہ کتب سابقہ کی طرح قرآن کی تحریف ہو جاتی۔ اور یہ حجت باز یہی چاہتے ہیں کہ قرآن کو اپنی عقل سے تحریف کر کے اپنا الو سیدھا کریں۔ مگر یاد رکھیں۔ يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ٥ (پ۱۰۔ ع۱۱) اور بحکم قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ ... فَاتَّبِعُونِي۔ الآیۃ۔ پ۳۔ ع۱۱۔ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ پ۴۔ ع۵۔ اور فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ٥ پ۵۔ ع۶۔ رسول اللہ صلعم کے حکم آپ کے فیصلہ جات آپ کی بیان کردہ قرآن کی تفسیر آپ کی اطاعت آپ کا اتباع ہر مسلم کے لئے بلا چون و چرا واجب ہے۔ اس میں شک و تردد یا انکار کفر ہے۔ اور بحکم آیۃ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ۔ پ۱۷۔ ع۷۔ وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا ٥ وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا وَمَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ پ۵۔ ع۸۔ آپ کی بعثت بھی عامہ تا قیام قیامت ہے۔ اور بلا وساطت آپ کی کردہ بیان۔ تفسیر قرآن بحکم آیۃ مذکورہ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ الخ بطریق مذکورہ ماقبل قطعاً باطل ہے مدعی کاذب ہے ورنہ رسول کو معلم و مبلغ و مبین قرآن کر کے بھیجنا۔ معاذ اللہ۔ فضول ہوگا اور یہ امر قطعاً باطل پس ثابت ہوا کہ قرآن کی تفسیر بلا بیان رسول بطریق مذکور... باطل ہے۔ اور تفسیر و بیان رسول ہی صحیح ہے وہی اسوہ حسنہ ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا۔ پ۲۱۔ ع۱۹۔ مقرر تمہارے لئے رسول اللہ صلعم کی پیروی بہت اچھی ہے۔ اس کے لئے جو یوم آخرت میں اللہ تعالیٰ سے ثواب کا امیدوار ہے اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے۔ منکر حدیث رسول اسوہ حسنہ کے قائل بنتے ہیں۔ مگر یہ تو بتائیں کہ وہ اسوہ حسنہ کتب تفسیر و حدیث کے سوا کہاں ہے۔ بعد بعثت ۲۳ سالہ آپ کی زندگی کے حالات، سیرت، نماز، روزہ، حج، جہاد، نشست برخاست اہل و عیال سے آپ کا برتاؤ۔ تبلیغ شریعت لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ الآیۃ۔ اور يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ وغیرہ کا بیان کہاں ہے۔ پھر اگر کتب تفسیر و حدیث نہیں مانتے تو آپ کا دعویٰ اسلام۔ قرآن کا مطلب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو آپ بتاتے ہیں۔ کیسے معلوم ہو کہ صحیح ہے۔ اور اوروں کا غلط معیار صحت کیا ہے۔ قرآن کا مطلب آپ بھی سمجھتے ہیں اور مسلم بھی، شیعہ، خارجی وغیرہ یہود ونصاریٰ۔ آریہ، مرزائی، بہائی وغیرہ بھی۔ لغت عرب قواعد آپ کی طرح اور بھی جانتے ہیں۔ معیار صحت بتا کر اپنے معنے کو دلیل سے ثابت کریں۔ واذا لیس فلیس۔

سچ کہتا ہوں۔ بیان رسول صلعم ہی معیار صحت ہے اور ہو ہی نہیں سکتا۔ ادلہ مذکورہ بالا ملاحظہ ہوں۔ اس کے سوا آپ کچھ نہیں بتا سکتے۔ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ (پ۱۔ ع۳)۔ اور تو بڑی بات ہے۔ یہ منکر نماز اور حج ہی کی ہیئت کذائیہ اور زکوٰۃ ہی کی تفصیل کہ کس کس مال کی زکات ہے۔ کیا کیا نصاب ہے۔ کتنی کتنی ہے۔ بتائیں۔

مودودی صاحب کا حدیث رسول صلعم کو سراسر ذوقی بتانا کہ یہ کسی ضابطہ کے تحت نہیں۔ ذوقی کے کئی ایک معنے ہیں جو صوفیہ نے کئے ہیں کہ نور عرفانی جو حق و باطل میں فارق ہو۔ وہ تو یہاں ہو نہیں سکتے کہ وہ قطعاً تحت ضابطہ اور حق ہوتے ہیں۔ اور مودودی صاحب نے آگے چل کر ان کو غلط بتایا ہے۔ لہذا دوسرے معنے یہاں مراد ہوں گے جو آگے آرہے ہیں۔ طبیعت کما فی المنجد خیال وغیرہ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور یہ کتنی بڑی جرأت ہے یہ آیات مذکورہ بالا کے خلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو قرآن کا معلم ومبین مقرر کیا۔ اور وہ بیان بھی اللہ تعالیٰ ہی نے آپ کو بتایا۔ اور اس بیان کو اللہ تعالیٰ نے حکمت بتایا اور مودودی صاحب نے اس کو ایک امر وجدانی، طبعی، خیالی بتایا کہ جس وقت جی میں آیا کہدیا غلط ہو اس سے بحث نہیں اس کا ثبوت ان کے دوسرے قول سے ثابت ہے۔ جو کہا ہے کہ دجال کے آنے کی حدیثیں فسانے ہیں۔ تاریخ سے ثابت ہوگیا کہ آپ کے قیاسات تھے اور صحیح نہ تھے۔ انتہیٰ۔ دونوں کے حوالے گذر چکے ہیں۔ ان کے اس قول سے ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک معاذاللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عقل سے گھڑ گھڑ کر لوگوں کو بہلایا کرتے تھے۔ یہ تھی رسول اللہ صلعم کی حکمت عملی فسانہ کے معنی داستان ڈھکوسلہ کے بھی ہیں۔ معاذاللہ ثم معاذاللہ۔ یہ ہے ان کے نزدیک محمد رسول اللہ صلعم کی شان اللہ تعالیٰ تو فرمائے۔ وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ۔ (پ۲۷۔ ع۵)۔ کہ تمہارا رسول تبلیغ شریعت وحی جلی وخفی میں اپنی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نفسانی خواہش سے نہیں بولتا۔ جو کچھ کہتا ہے وہ منجانب اللہ کہتا ہے اور وہ حکمت ہے اور مودودی صاحب اس کو قیاسات اور فسانے اور من گھڑت بتائیں۔ پھر کیا یہ رسول اللہ صلعم کی توہین نہیں۔ کیا یہ قرآن کی تکذیب نہیں۔ کیا یہ کفر نہیں تو اور کیا ہے۔ دجال کے آنے کی حدیثیں صحیح بخاری، صحیح مسلم وغیرہ صحاح ستہ میں ہیں جن کو تمام اہل اسلام محدثین و مجتہدین وائمہ اسلام نے صحیح تسلیم کیا ہے۔ ان حدیثوں میں زمانہ ماضی کے انبیاء علیہم کا بھی ذکر ہے۔ اور آئندہ زمانہ میں دجال کے آنے کا بھی ہے۔ اور فسانہ کے کئی معنے ہیں۔ پچھلی داستان کو بھی کہتے ہیں۔ خصوصاً بے اصل جھوٹی داستان کو آئندہ کی خبر قیاس سے، حساب سے، نجوم سے، کہانت سے، جیسے نجومی رمال، جوگی پنڈت، کاہن ٹھگ وغیرہ بتایا کرتے ہیں۔ لگا ہے صحیح گا ہے غلط۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک سچ میں سو جھوٹ ملا دیتے ہیں بلکہ زائد۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیختلطون فیھا اکثر من مائة کذبة۔ متفق علیہ۔ مشکوٰۃ صفحہ ۳۹۳ ج ۲

معاذ اللہ مودودی صاحب کے نزدیک یہ صحیحین وغیرہ کی حدیثیں مسلمہ اہل الاسلام اسی قسم کی تھیں کہ ایک میں سو سے زائد جھوٹ۔ پھر دعویٰ یہ کہ میں تو سنت کو مانتا ہوں۔ سرسید احمد کو ایک سرحدی نے لکھا تھا۔

ترک احکام رسل حکم خدا رد کردی ۞ آنچہ کافر نکند تو سید کردی

یہی موصوف پر صادق آتا ہے۔

یاد آیا مودودی صاحب نے نئی بات نہیں کہی۔ ایسا پہلے بھی ہو چکا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی تبلیغ شروع کی جس میں الفاظ و معانی دونوں ہی تھے تو لوگوں نے کہا تھا۔ ان ھذا الا اساطیر الاولین (پ۔ ع ۹)۔ غیاث اللغات میں فسانہ کا معنے سرگذشت و ماجرا و بعضی حکایت بے اصل مجاز است لکھا ہے۔ اساطیر کا معنی بھی المنجد میں اباطیل لکھا ہے۔ الاسطورة والاسیطرة الحدیث الذی لا اصل لہ انتھی۔ لوگوں نے کہا آپ جو کچھ کہتے ہیں یہ سب پہلوں کے جھوٹے قصے ہیں۔ اور کچھ بھی نہیں۔ اس کی تشریح دوسری آیت میں ہے ان کا یہ قول نقل کیا ہے۔ اِنْ ھٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ۔ پ ۲۳۔ ع ۱۰)۔ یہ کچھ نہیں مگر اپنے جی سے بنا لیتا ہے یہ ہے مودودی صاحب اور ان کے حواریوں پیروں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا اسلام۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ مودودی صاحب نے جو رواۃ حدیث میں کلام کیا ہے خبر واحد پر تو بتائیں کہ قرآن مجید بھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی امت کو پڑھایا ہے۔ کیا اس میں بھی آپ کو کچھ کلام ہے کہ آپ بھی تو واحد ہی تھے۔ اور آپ خود بدولت اور ہر شخص کو اپنی نسل اور اپنے باپ کا کیا علم ہے۔ کہ میرا باپ فلاں شخص ہے کتنے آدمیوں کی شہادت سے ولدیت ثابت ہوگی۔ نکاح کے گواہ تو دو چار سینکڑوں ہو سکتے ہیں۔ مگر اس کا کیا ثبوت کہ یہ شخص اسی کے نطفہ سے پیدا ہوا۔ ماں باپ کے سوا کون جانے۔ بلکہ باپ کا علم بھی قطعی نہیں ہاں ماں کو ہو سکتا ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ ہم ہر ایک پر اعتماد نہ کریں گے جس طرح شاہدوں میں ہر شاہد کا اعتبار نہیں کرتے ہم قرآن کے بموجب دو عادل کی شرط لگاتے ہیں تفہیمات صـ۲۷۔ یعنی کم سے کم دو راوی کی بات قبول ہے نہ ایک کی۔ مودودی صاحب آپ کو خبر نہیں۔ یہ تعدد کی شرط معاملات حقوق العباد جرائم و جنایات و حدود شرعیہ میں ہے۔ بلکہ زنا میں چار کی شرط ہے نہ کہ روایۃ حدیث و قرآن و تبلیغ شرع میں۔ آپ نے خود بھی لکھا ہے کہ قرآن مجید کا کلام الٰہی ہونا صرف ذات پاک رسالت پناہی کی خبر پر ہے۔ (تفہیمات از صـ۲ تا صـ۲۸) پھر آپ کی کون سی بات کا اعتبار کیا جائے۔ قَالَ تَعَالٰی وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِن بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَاثًا۔ (پ۱۴ ع۱۹)۔ آپ کی یہی مثال ہے کہ جس امر کو بناتے ہیں پھر اسی کو بگاڑ دیتے ہیں۔ اگر آپ کی بات کو صحیح تسلیم کیا جائے تو ایک استاذ ایک عالم کی تبلیغ کا اعتبار نہ کیا جائے تا وقتیکہ کم سے کم دو مبلغ دو استاذ نہ ہوں۔ ایہا آیت یا ایہا الذین امنوا قوا انفسکم واہلیکم نارا (الایۃ۔ پ۲۸ ع۱۹) اے ایمان والو اپنے نفسوں اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اس میں تبلیغ شرع اول درجہ پر ہے اور آپ کے قول پر لازم ہے اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو وعظ و نصیحت تبلیغ شرع کرے تو جب تک وہ اپنی زوجہ کو مسجد یا مدرسہ میں لے جا کر اپنے وعظ کی تصدیق نہ کرائے یا کسی مولوی صاحب کو گھر میں لا کر ان سے اپنے وعظ کی لفظ بلفظ تصدیق نہ کرائے۔ اس کے وعظ و نصیحت کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔ اور اگر مسجد میں سے زوجہ مذکورہ وعظ سن کر آئے تو تا وقتیکہ دوسرا عالم اس کے وعظ کی لفظ بلفظ تصدیق نہ کرے۔ اس کے لیے وہ وعظ وہ خطبہ بیکار ہوگا۔ اور ایسے ہی تمام مقتدیوں کے لیے وہ خطبہ و وعظ قابل عمل و حجت شرعی نہ ہوگا۔ اس لئے کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موصوف کے اصل پہ دو راوی کی شرط ہے واذا فات الشرط فات المشروط
تو ان کے ہاں اہلحدیث اسلامی کے نزدیک علاوہ ادلہ مذکورہ کے کنتم خیر امۃ
اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر (الآیۃ پ۴ع۲)
اور والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات
وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر۔ (پ۳۰-ع ۲۸)۔ ہر شخص کو حسب حیثیت
امر بالمعروف، نہی عن المنکر دین حق کی ایک دوسرے کو وصیت و حکم لازم ہے اور ان کے اصول پر
اکثر حصہ تبلیغ کا بلکہ قریباً سارے ہی کا خلاف ہوگا۔ اس لئے کہ ان کی شرط کا وجود النادر کالمعدوم ہے۔
اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ جب ان کا اصل اصول یہ ہے کہ روایت و تبلیغ شریعت قرآن اور اس کا مطلب
معنی و تفسیر بلا دو عادلوں کے معتبر نہیں۔ تو پھر مودودی صاحب کی تبلیغ آپ کی روایت آپ کی تفسیر
اس کا کیا اعتبار۔ جب تک کہ دو عالم ماہر قرآن و تفسیر قرآن ان کے مصدق نہ ہوں اور وہ مصدق
بھی ان کا مرید، ان کا ہم خیال نہ ہو۔ اس لئے کہ وہ تو ان کا شاگرد ان کی بات کہے گا۔ وہ سَو ہوں
تو بھی ان کا اعتبار نہیں وہ ایک ہی کے حکم میں ہیں۔ ایسے ہی ان کی عدالت میں بھی ان کے
مریدوں کا اعتبار نہ ہوگا۔ آپ بتائیں۔ کہ آپ نے قرآن مجید اس کا مطلب کسی استاذ سے پڑھا
ہے۔ یا از خود ہی معلوم کر لیا۔ اگر صورت ثانیہ ہے۔ تو کیا وحی سے ہے یا کسی اور وجہ سے
وہ بتائیں۔ اور اگر صورت اولیٰ ہے تو کیا آپ کی شرط کے مطابق یا بلا شرط۔ مگر شرط لفظ بلفظ
ثابت کرنی ہوگی جو محال ہے۔ بات وہ منہ سے کہی ہے کہ بنائے نہ بنے ؛ بوجھ وہ سر پہ لیا
ہے کہ اٹھائے نہ اٹھے ۔ اور ہاں مودودی صاحب یہ آپ نے کیسے لکھ دیا کہ تاریخ
سے ثابت ہوگیا کہ آپ کی یہ حدیثیں آپ کے قیاسات تھے صحیح نہ تھے۔ انتہیٰ

(ترجمان القرآن فروری ۱۹۴۶ء)

کیا حدیثوں میں دجال کے آنے کی تاریخ، سنہ، سال، مہینہ، دن معین ہے۔ جو آپ نے
باوجود تاریخ مذکور کے گذرنے کے اور عدم آمد دجال کے غلطی کا حکم لگایا۔ یا قیامت قریب
آگئی۔ اور دجال نہ آیا۔ پھر جب یہ دونوں باتیں نہیں تو آپ نے غلط کیسے کہا۔ کیا یہ آپ کا
افترا نہیں، کذب نہیں تو اور کیا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ احادیث رسولؐ فسانے نہیں۔ ہاں
آپ کا یہ قول خصوصاً اور مودودی صاحب نے لکھا ہے۔ علم کا معتبر ذریعہ قرآن ہے حدیث
نہیں الخ اس لئے صحت کا اصلی معیار یہی ہونا چاہیے تفہیمات ص۲۳۱

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کہتا ہوں کہ آپ نے پیشتر لکھا ہے تواتر کی بنا بھی قیاس پر ہے الخ اور قیاس قطعی نہیں ہوتا۔ پھر جو ظن پر مبنی ہو وہ بھی ظنی۔ پس آپ کے اصول پر قرآن بھی قطعی نہ رہا۔ پس قرآن و حدیث دونوں کا اعتبار برابر ہو گیا۔ اور بالفرض اگر الفاظ کو قطعی تسلیم کیا جائے تو معانی پھر بھی قطعاً ظنی ہیں ان کا اعتبار نہ رہا اور بلا معنی مہمل سے ہدایت صراط مستقیم کیسے ہو سکتی ہے۔ اس سے بھی قطع نظر آپ جو معانی قرآن بیان کرتے ہیں۔ ان کا کیا ثبوت کہ صحیح ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہی مراد ہے۔ اگر بالفرض اس کو بھی مان لیں تو پھر آیۃ مذکور لتبین للناس ما نزل الیھم اور یعلمھم الکتاب والحکمۃ۔ الآیۃ۔ اس کا مطلب اور آپ کا ایک ہی ہے یا دو۔ اگر ایک ہے تو کیا ثبوت۔ دو ہیں تو صحیح کون سا۔ اگر امت کی عقل فہم قرآن کے لئے کافی تھی تو پھر اللہ تعالیٰ نے رسول صلعم کو معلم و مبین کیوں بنایا کیا ضرورت تھی۔ آپ کی تحریریں۔ ام لھم شرکاء شرعوا لھم من الدین ما لم یاذن بہ اللہ۔ الآیۃ۔ پ۲۵۔ ع۴ کا مصداق ہیں۔ ترک احکام رسل حکم خدا رد کر دی۔ آپ نے لکھا ہے کہ قرآن کے لئے کسی تفسیر کی ضرورت نہیں ایک اعلیٰ درجہ کا پروفیسر کافی ہے۔ جس نے قرآن کا غائر مطالعہ کیا ہو۔ تنقیحات ص۲۱۷۔ سچ ہے۔ الجنس الی الجنس یمیل آپ پروفیسر تھے۔ لہٰذا دنیائے اسلام کے علماء ربانی اساتذہ اہل کمال پابند صوم و صلوٰۃ وغیرہ سے چشم پوشی کر کے آپ کی نظر پڑی تو پروفیسروں پر پڑی جنہوں نے برطانیہ کے سکولوں میں عموماً غیر مسلم اساتذہ عیسائی سکھ سناتن دھرمی وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔ جن کی صحبت میں رام لچھمن دیوی داس نپولین وغیرہ کے قصے ان کی سیرت تھے۔ برائے نام بعض مسلم اساتذہ جو عموماً نہ صوم و صلوٰۃ کے پابند۔ نہ اخلاق حمیدہ نہ کتاب و سنت سے واقف صرف عربی کتب ادب یا قصص وغیرہ کے معلم کیا یہ پروفیسر قرآن کی تفسیر بیان کریں گے۔ یا رہا سہا اسلام بھی لڑکوں کا کھو دیں گے۔ یہ تمام ادلہ مذکورہ بالا لتبین للناس ما نزل الیھم۔ الآیۃ اور یعلمھم الکتاب والحکمۃ وغیرہ کی تکذیب ہے۔ اور ام لھم شرکاء شرعوا لھم من الدین ما لم یاذن بہ اللہ کا مصداق ہے۔ امیر صاحب یاد رکھئے۔ بروز قیامت یہ لڑکے کہیں گے ربنا انا اطعنا سادتنا وکبراءنا فاضلونا السبیلا (پ۲۲۔ ع۵)

؎ گر ہمیں مکتب است و ایں ملا　　کار طفلاں تمام خواہد شد

مودودی صاحب لکھتے ہیں۔ اسلامی معاشیات۔ اسلام کے اصول عمران اور حکمت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآنیہ پر جدید کتابیں لکھنا ضروری ہیں۔ اس لیے قدیم کتابیں اب درس تدریس کے لئے کار آمد نہیں (تنقیحات ص۲۱۲)۔

میں کہتا ہوں اس تحریر سے پہلی بات یہ ثابت ہوئی کہ اسلامی معاشیات اسلام کے اصول عمران قرآن میں نہیں لہٰذا اس پر جدید کتابیں لکھنا ضروری ہیں۔ دوسری بات یہ کہ قرآن کی حکمت خود قرآن نے یا رسول صلعم نے بیان نہیں کی اور بالفرض کی بھی ہو تو اب وہ موجود نہیں قدیم کتب سب غلط ہیں۔ اس پر یہ نقض ہے کہ ان کے پہلے قول میں ہے کہ قرآن کے لئے کسی تفسیر کی ضرورت نہیں اور اب لکھ رہے ہیں کہ اسلامی معاشیات و اصول عمران اور حکمت قرآنیہ پر کتابیں لکھنا ضروری ہیں کہ یہ امور قرآن میں ہیں۔ نہیں تو قرآن کی تعلیم ناقص ہوئی لے اور آیت ذیل جو آپ کے انتقال سے دو ماہ اکیس روز پیشتر حجۃ الوداع میں عرفہ کے دن جمعہ کو نازل ہوئی۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ (پ۶۔ ع۵) کہ آج کے دن میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا (اب اس میں کسی قسم کی کمی نہیں رہی۔ اور نہ ہی اس میں زیادتی کی گنجائش ہے) اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا۔ (اس لئے کہ دین اسلام بہت بڑی نعمت ہے) اور میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا (کہ سب سے افضل ہے) اور وانزل اللہ علیک الکتاب والحکمۃ وعلمک ما لم تکن تعلم (پ۵۔ ع۱۴) اے نبی اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن اور اس کی حکمت (معانی قرآن) نازل کئے۔ اور آپ کو وہ باتیں بتائیں جو آپ نہ جانتے تھے۔ اور لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیہم رسولا من انفسہم یتلو علیہم ایاتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمۃ الآیۃ (پ۴ ع۸)۔ البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے جب ایمان والوں میں سے رسول بھیجا تو ان پر بڑا احسان کیا۔ جو وہ اس کی نازل کی ہوئی آیتیں ان کو پڑھ کر سناتا ہے۔ اور ان کو (وعظ و نصیحت و اثر صحبت و عمل سے کفر و شرک و رذائل) سے پاک کرتا ہے اور ان کو قرآن پڑھاتا ہے اور اس کی حکمت اس کے معانی بتاتا ہے۔ تفسیر کرتا ہے (قول و فعل و تقریر سے) مگر قرآن میں ان کا بیان نہیں تو بھی پہلے قول کے مناقض ہے کہ قرآن کے لئے تفسیر کی ضرورت ہے۔ پہلے انکار تھا۔ نیز یہ کہ بحکم انزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم۔ الآیۃ مذکورہ بالا کے مخالف اور اس کی تکذیب ہے کہ رسول

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلعم نے قرآن کی تفسیر نہیں کی۔ لوگوں کو اس کے معنی و مطلب سے ان کو شناسا نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ کے رسول محمد صلعم پر اعتراض ہے کہ انہوں نے قرآن پر عمل نہیں کیا اور باوجود اس کے اللہ تعالیٰ نے ان کے بے عمل اور نافرمان ہونے کے ان کی اتباع فرض کی تو یہ اللہ تعالیٰ پر بھی اعتراض ہے اور یہ کفر صریح ہے۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ رسول اللہ صلعم نے قرآن کی تفسیر تو بیان کی۔ مگر وہ کافی نہ تھی۔ یہ مراد بھی قرآن کی تکذیب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے معاذ اللہ جس کو مبین بنایا وہ قابل بیان نہ تھا۔ یہ بھی قرآن کی تکذیب و کفر ہے۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ رسول صلعم نے بیان تو کیا۔ مگر وہ بیان اب دنیا میں کسی کتاب میں ثابت نہیں۔ تو یہ بھی آیت مذکورہ بالا۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ جس کی تفصیل پیشتر ہو چکی ہے کے مخالف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے الفاظ و بیان کردہ معانی رسول صلعم کو اپنے ذمہ لیا ہے۔ لہٰذا کلام الٰہی کی تکذیب ہے اور واقع کے بھی خلاف ہے کہ اہل اسلام ائمہ اسلام تمام مذاہب متبعہ اثبات حدیث اور آپ کی تفسیر جو کتب تفسیر و حدیث میں مذکور ہے قائل و عامل ہیں اور یہ قول تمام امت محمدیہ اور سبیل المومنین کے خلاف ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔ ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا۔ پ ۵۔ ع ۱۴)۔

خلاصہ یہ کہ حکم اول مذکورہ جب قرآن میں دین اسلام کو کامل بنا دیا گیا اور حکمت بھی بیان کی گئی۔ کمی بیشی کی جگہ نہ رہی۔ تو اب جدید کتب لکھنا اول تو فضول ہے دوم اس کے خلاف تشریع جدید ہے۔ جو کفر ہے۔ ام لھم شرکاء شرعوا لھم من الدین مالم یاذن بہ اللہ۔ پ ۲۵۔ ع ۴ کا مصداق ہے۔ پھر ان پر عمل کرنا سراسر گمراہی ہے بے دینی ہے۔ لادینی ہے۔

مودودی صاحب لکھتے ہیں۔ قرآن و سنت سب پر مقدم ہے۔ مگر تفسیر اور حدیث کے پرانے ذخیروں سے نہیں تنقیحات صـ ۱۳۳ھ

ہم بھی قائل ہیں تیری نیرنگی کے یاد رہے اور زمانے کی طرح رنگ بدلنے والے

اس لئے کہ کبھی آپ اخبار آحاد پر نظام حیات کا مدار مان کر ان کو صحیح مانتے ہیں۔ تفہیمات صـ ۱۳۱۔ کبھی کتب حدیث صحاح ستہ وغیرہ کو قریب قریب یقینی بتاتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ خلاصہ تفہیمات از صفحہ ۲۸۳ تا صفحہ ۲۸۴ صفر ۱۳۵۳ھ جون ۱۹۳۴ء۔ کبھی ان میں شک پیدا کرتے ہیں کہ کہا تقدم تفصیلہ اور کبھی خبر متواتر کو کہتے ہیں کہ تمام امت کا اتفاق ہے کہ وہ یقینی ہے تفہیمات صفحہ ۳۱۴ اور طبع سابع میں ہے کہ عقل بھی یہی فیصلہ کرتی ہے کہ وہ یقینی ہے۔ تفہیمات صفحہ ۲۸۶ کبھی کہتے ہیں کہ مشاہدہ عینی اور تجربہ حسی کے سوا دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جو مفید للیقین ہوسکتی ہو۔ تواتر کو بھی محض اس قیاس پر یقینی سمجھا جاتا ہے کہ بہت سے آدمیوں کا جھوٹ پر متفق ہونا مستبعد ہے۔ لیکن خبر متواتر کے لئے جو شرائط ہیں وہ بہت کم ایسی چیزوں میں پائی جاتی ہیں۔ جن پر تواتر کا گمان ہوتا ہے۔ تفہیمات صفحہ ۲۸۲ کبھی تمام کتب مندا دلہ مسلمہ امت محمدیہ کا انکار جو ابھی اوپر مذکور ہے۔ کبھی سنت کو سب پر مقدم بتا کر صحت کا اقرار بھی ہے۔ بتایئے آپ کی کون سی بات کا اعتبار کیا جائے سے

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ باز میگوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

بتایئے آپ کا یہ تقیہ ہے یا بدا۔ آپ تو تواتر خبری کو بھی کہہ چکے ہیں کہ اس قسم کی متواتر سنتیں تو ہندوؤں، بودھوں اور دوسری قوموں میں بھی ہیں۔ تفہیمات صفحہ ۲۹۶/۲۹۷۔ پھر اب آپ سنت کا ثبوت کہاں سے لائیں گے۔ جس کو آپ سب پر مقدم کریں گے۔ سنت رسول اللہ صلعم کا ثبوت تو انہیں مذکورہ طریق سے تھا۔ ان سب کا تو آپ انکار کرچکے کیا وحی سے لائیں گے یا اور کسی طریق سے۔ ہاں یاد آیا۔ غالباً اس سنت سے مراد آپ کی بات ہے۔ جو آپ اپنے قیاس و خیال سے بنائیں گے۔ خواہ وہ کسی روایت ہی سے اپنے مطلب کے موافق پاکر کہہ دیں کہ ہاں یہ صحیح ہے کہ اس کا معنی میرے نزدیک صحیح ہے اور اسی طرح جو آپ قرآن کی تفسیر بیان کرتے ہیں۔ کیا یہ آپ کا بیان آیت ذیل کا مصداق نہیں۔

فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ۔ الآیۃ پ۱۔ ع۹۔ اس لئے کہ تحریف لفظی و معنوی دونوں کا حکم ایک ہی ہے جب آپ بیان قرآن بیان کردہ رسول صلعم کو ترک کرکے از خود تراشیں گے تو لامحالہ وہ تحریف ہی ہوگی۔ اور آپ اپنے بیان و تفسیر کو رسول اللہ صلعم کے مطابق تو ثابت کر نہیں سکتے کہ طرق مشتبہ کو آپ رد کرچکے یا مشکوک بنا چکے اور معیار صحت آپ ثابت نہیں کرسکتے۔ سچ ہے

خشت اوّل چوں نہد معمار کج تا ثریا می رود دیوار کج

آپ کا یہ بیان آیت ذیل کا مصداق ہوگا۔ ومن لم یحکم بما انزل اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فاولٰئک هم الکافرون ہ الایۃ - و فی الاخری هم الظالمون و فی الاخری هم الفاسقون - پ ع ۱۱

مودودی صاحب لکھتے ہیں - اسلامی نظام کا درہم برہم ہو جانا - ایک عام مصیبت ہے اور ہمارے علماء و مشائخ بھی اس میں ماتنے ہی حصہ دار ہیں - جتنے مدرسوں کالجوں کے نکلے ہوئے لوگ - تنقیحات صہ ۲

یہ تحریر آیات ذیل کی تکذیب ہے - انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء ہ الآیۃ پ ۲۲ - ع ۱۶ - اس کے سوا اور کوئی بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے علماء ہی ڈرتے ہیں - انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون - پ ۱۴ ع ۱ - مقرر ہمیں نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں - پیشتر بیان ہو چکا ہے کہ اس کی حفاظت لفظی معنوی دونوں کی یکساں ہے - اور اوحی الیّ ھذا القرآن لانذرکم بہ ومن بلغ الآیۃ - پ ع ۸ - اے نبیؐ کہہ دیجئے کہ میری طرف اس قرآن کی وحی کی گئی - اس لئے مجھ پر یہ قرآن نازل کیا گیا ہے کہ میں اس کے ساتھ تم موجودین کو اور تمام ان لوگوں کو جن کو تاقیام قیامت یہ قرآن پہنچے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی دوزخ سے ڈراؤں - اس لئے کہ بحکم ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین پ ۲۲ ع ۲ - آپ تمام انبیاء کے بعد تشریف لائے اب جدید نہ آئے گا اور بحکم وارسلناک للناس رسولا پ ع ۸ اور ہم نے آپ کو تمام دنیا کے لوگوں کے لئے رسول مقرر کر کے بھیجا ہے - وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین - پ ع ۷ - ہم نے آپ کو اور کسی وجہ سے رسول مقرر کر کے نہیں بھیجا - مگر تاقیام قیامت تمام دنیا کے لوگوں پر مہربانی کر کے بھیجا ہے اور وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا ولکن اکثر الناس لایعلمون پ ۲۲ - ع ۹ - انبیاء سابقین کی طرح ہم نے آپ کو کسی خاص قوم و ملک و زمان کے لئے نہیں بھیجا - مگر تاقیام قیامت تمام لوگوں کے لئے بشیر اور نذیر کر کے بھیجا ہے - لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے اور ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلو علیهم آیاتہ ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین ہ وآخرین منهم لما یلحقوا بهم وهو العزیز

www.KitaboSunnat.com

الحکیم۔ پ۲۔ ع۱۱۔ آیتہ و آخرین منہم سے اور آیات سابقہ سے تا قیام قیامت محمد رسول اللہ صلعم کی بعثت ثابت ہے اور راسی قرآن سے تبلیغ ہے اور آپ ہی قرآن کے مبین ہیں۔ کما تقدم اور آپ کا بیان آپ کے بعد آپ کی احادیث کے ذریعہ ہے اور اس کے مبلغ و حامل سوا علماء کے اور کوئی ہے ہی نہیں۔ بلکہ اُن کے سوا سب جاہل ہیں۔ پیرو غیرہ ہوں یا اور کوئی وہ بسبب جہالت از قرآن تبلیغ کے قابل نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے علماء ربانی ہی کو خدا ترس بتایا اور انہیں کے ذریعہ قرآن کی تبلیغ کرانے کا ذمہ لیا کیا تقاضا تقریرہ تو اب مودودی صاحب کا ان علماء ربانی کو اسلام کے درہم برہم کرنے والے بتانا قرآن کی تکذیب ہے اور مودودی صاحب نے کسی کا استثنار نہیں کیا۔ ہمارے علماء میں اضافت استغراقی ہے۔ اور ہاں جب سوا قرآن کے الفاظ کے مودودی صاحب کے نزدیک دنیا میں کوئی کتاب اسلام کے اصول و فروع کے لئے کار آمد نہیں اور تمام علماء اسلام اسلام کے درہم برہم کرنے والے ٹھہرے تو پھر مودودی صاحب کو اسلام اور قرآن اور اس کے معانی کس کے ذریعہ پہنچے۔ کیا شکم مادر سے لے کر آئے تھے تو پھر سال ہا سال برطانیہ کے سکولوں میں کیوں پڑھتے رہے وہ بھی انگریزی خصوصاً غیر مسلموں سے پڑھنے کی کیا ضرورت تھی یا کیا نبوت کا دعویٰ یا خیال ہے۔ خدا خیر کرے باتیں تو آپ کی اسی قسم کی ہیں۔ دیکھئے اونٹ کس کل بیٹھتا ہے اور ہاں پھر مودودی صاحب زمرہ علماء میں ہیں یا جہلاء میں یعنے جاہل از علم قرآن اگر علماء میں تو پھر آپ بھی دین بگاڑو ہوئے۔ اور آپ کے پیرو آپ کے ساتھ اور اگر علماء سے خارج تو جہلا کی باتیں بھی جہالت و گمراہی ہے۔

مودودی صاحب فرماتے ہیں اسلامی اصطلاح میں جس کو فرشتہ کہتے ہیں وہ تقریباً وہی چیز ہے۔ جس کو یونان و ہندوستان میں دیوی دیوتا قرار دیا ہے۔ انتہی۔ تجدید و احیاء دین ص۱۰ ہندوستان میں دیوتا سورج چاند ابر بادل ہوا پانی آگ آدمی مرد ہو تو دیوتا اور عورت ہو تو دیوی قرار دیا گیا ہے۔ مہاتما بدھ کو دیوتا اور راجہ چندر گپت کی رانی لکشمی کو دیوی قرار دیا گیا ہے۔ متھرا شہر کے مندروں عمارتوں کو دیوتاؤں نے بنایا تھا۔ سومنات کے مندر میں چاند دیوتا کا بت تھا۔ تاریخ ہندو پاکستان پہلا حصہ۔

اللہ اللہ یہ کتنی بڑی قرآن کی مخالفت یا تحریف ہے کہ ملک کا ترجمہ فرشتہ ہے۔ جس کا ذکر قرآن شریف میں اول سے آخر تک بکثرت آیا ہے۔ واذ قال ربک للملائکۃ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انی جاعل فی الارض خلیفۃ۔ الاٰیۃ پ۱ ع۴۔ من کان عدوا للہ وملائکتہ ورسلہ وجبریل ومیکال فان اللہ عدو للکافرین۔ الاٰیۃ پ۱ ع۱۲۔ لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر والملائکۃ والکتاب والنبیین...... الی قولہ۔ اولئک الذین صدقوا واولئک ھم المتقون۔ پ۲ ع۶۔ اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون کل اٰمن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ پ۳ ع۸۔ وتری الملائکۃ حافین من حول العرش یسبحون بحمد ربھم الاٰیۃ پ۲۴ ع۵۔ والنازعات غرقا والناشطات نشطا۔ والسابحات سبحا۔ فالسابقات سبقا۔ فالمدبرات امرا۔ پ۳۰ ع۲۔ ملائک یا فرشتے اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے جو سورج چاند ہوا بادل آگ انسانوں جنوں وغیرہ سے جدا ہے (جن کی پیدائش نور سے ہے۔ حدیث صحیح مسلم) مودودی صاحب نے بدھا اور لکشمی رانی چندر گپت کی زوجہ کو بھی فرشتوں میں شمار کیا ہے حتیٰ کہ بعض ہندوؤں نے ہنومان بندر کو بھی دیوتا مانا ہے۔ پھر کیا یہ قرآن یا شریعت کی تحریف نہیں تو اور کیا ہے۔ ملائک یا فرشتوں سے اللہ تعالیٰ کا کلام کرنا فرشتوں پر ایمان لانا۔ اور اللہ تعالیٰ کے صالح بندے ہونا۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے بعض بعض کاموں پہ مقرر کر رکھا ہے۔ اور اُن کاموں کو سرانجام دیتے ہیں۔ جنت و دوزخ پہ مقرر ہیں۔ ان کا حاملانِ عرش الرحمان ہونا ثابت ہے وہ آسمانوں پر بھی ہیں۔ زمین پہ بھی وہ نہ جن ہیں نہ انسان۔ ان میں انسانی خواہشات اکل شرب جماع وغیرہ کی خواہش نہیں۔ ہاں کفار کا خیال تھا کہ وہ بنات اللہ ہیں۔ معاذ اللہ۔ اللہ کی بیٹیاں بتاتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے مودودی صاحب نے انھیں کو دیوی قرار دیا ہے تو یہ ان کی تقلید ہے۔ ہاں آپ کے نزدیک متھرا کے پجاری بھی فرشتے ہیں۔ معاذ اللہ یہ قرآن کی مخالفت ہے۔ تحریف ہے۔ ہاں ہاں پروفیسر ایسے ہی قرآن کی تفسیر کر لی جاتی ہیں۔ جب ہی تو آپ نے فتویٰ دے دیا ہے کہ قرآن کے لیے کسی تفسیر کی ضرورت نہیں۔ ایک پروفیسر انگریزی دان کافی ہے۔

قضاۃ الدھر قد ضلوا فقد بانت خسارتھم ۔ اباعوا الدین بالدنیا فما ربحت تجارتھم

جامع ترمذی میں حدیث ہے۔ من قال فی القرآن برایہ فلیتبوا مقعدہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

من النار۔ مشکوٰۃ ص۳۵ جو بلا وساطت رسول صلعم صرف اپنی عقل سے غلط سلط قرآن کی تفسیر کرتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بناتا ہے۔ ایک اور حدیث ہے رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ جب عالم ربانی مرجائیں گے تو لوگ قرآن سے بے بہروں کو اپنا سردار بنالیں گے۔ پھر وہ لوگ ان سے فتوٰی پوچھیں گے وہ فتوی دیں گے پھر وہ خود بھی گمراہ ہوں گے لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ متفق علیہ۔ مشکوٰۃ ص۳۳ جلد ا۔ دوسری حدیث میں حضورؐ نے فرمایا۔ اذا وسد[عـه] الامر الی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ۔ صحیح بخاری۔ مشکوٰۃ ص۴۶۹ ج ۲ یہ آثار قیامت میں سے ہے۔ سائل صاحب آپ نے دریافت کیا ہے کہ ہم کو لٹریچر مذکور والے ہم کو بلاتے ہیں ہم کیا کریں۔ تو جواب یہ ہے کہ تحقیق مذکور سے حق واضح ہوگیا ہے کہ لٹریچر مذکور غلط ہے باطل ہے۔ ان میں داخل ہونا دوزخ میں دیدہ دانستہ داخل ہونا ہے۔ ایک حدیث میں ہے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ میرے بعد آخر میں ایسے لوگ ہوں گے جو میری سنت کو چھوڑ کر اپنا الگ مسلک ایجاد کریں گے اور وہ دوزخ کی طرف لوگوں کو بلائیں گے۔ جو ان کی دعوت قبول کرے گا اُن کی بات مانے گا اس کو دوزخ میں ڈال دیں گے۔ متفق علیہ۔ مشکوٰۃ ص۷۶ ج ۲۔

مرادِ ما نصیحت بود کردیم حوالت با خدا کردیم و رفتیم

اند کے با تو بگفتم و بدل ترسیدم کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

راقم ابو سعید شرف الدین دہلوی

عـه لفظ امر حکومت وغیرہ ہر قسم کے انتظامات اداروں اور مدرس تدریس وعظ جمعیت انجمن کی صدارت افتا تصنیف وغیرہ ہر شے کو شامل ہے۔ ۱۲ منہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ ابن العربیؒ کی بابت سوال

(۱) اکثر علماء اور خصوص گروہ صوفیائے کرام شیخ محی الدین ابن عربی شیخ اکبر (جن کی مشہور تصانیف فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ وغیرہ ہیں) کو مقدس بزرگ مانتے ہیں۔ اور بعض علماء شیخ مذکور کو مسئلہ وحدۃ الوجود کے قائل ہونے کی وجہ سے جو ان کی تصانیف سے ظاہر ہے۔ کفر و الحاد کی طرف منسوب کر کے دائرۂ اسلام سے خارج فرماتے ہیں۔ اور بڑے بڑے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ خصوص آپ پر اور اہل علم پر ان کی تصانیف سے شیخ موصوف کے خیالات اور ان کی تحقیقات پوشیدہ نہ ہوں گی اور فصوص شیخ مذکور کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے اور مسلمانوں کو کیا ظن رکھا جائے۔ امید ہے کہ اشد ضرورت کی وجہ سے بہت جلد جواب سے تشفی فرمائیں گے۔ محمد سلیمان سوداگر چرم چرلہ علاقہ نظام

جواب ۔ مسئلہ تکفیر شیخ ابن العربی بہت نازک ہے۔ مولانا نواب صاحب بھوپال مرحوم "تکثار" میں علامہ شوکانی سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے چالیس سال تک شیخ کی تکفیر کی۔ آخر میری رائے غلط معلوم ہوئی۔ تو میں نے رجوع کیا۔ نواب صاحب مرحوم شیخ ممدوح کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور مولانا نذیر حسین المعروف حضرت میاں صاحب دہلوی شیخ ممدوح کو "شیخ اکبر" لکھتے ہیں۔ (معیار الحق ص۱۲۸)

حضرت مجدد سرہندی بھی شیخ موصوف کو مقربانِ الٰہی سے لکھتے ہیں۔ بڑی وجہ آپ کی مخالفت کی مسئلہ وحدۃ الوجود ہے۔ سو در اصل اس کی تفسیر پر مدار ہے جیسی اس کی تفسیر کی جائے ویسا ہی اس کا اثر ہوگا۔ خاکسار کے نزدیک اس کی صحیح تفسیر بھی ہو سکتی ہے۔ جس کا ذکر کبھی کبھی اہل حدیث میں کیا گیا ہے۔ دوسری وجہ خفگی کی ایمانِ فرعون ہے مگر شیخ کا قول مندرجہ "فتوحات" اس خفگی کا ازالہ کرتا ہے۔ شیخ موصوف نے فتوحات میں فرعون کو مدعی الوہیت لکھ کر ابدی جہنمی لکھا ہے۔ اور کسی مقام پر اس کے خلاف ملتا ہے تو وہ متروک ہے یا مأول۔ اس لئے خاکسار کی ناقص رائے میں بھی شیخ ممدوح قابلِ عزت لوگوں میں ہیں۔ رحمہ اللہ۔

۲۶ محرم ۱۳۴۰ھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال : کوئی برتن پیتل وغیرہ کا ہو اور اس میں دودھ یا پانی رکھا ہوا ور غیر مذہب کا آدمی اور پہلے برتن کو چھو دے تو اور اس کا ہاتھ اس کے اندر رہنے لگے تو اس کو استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب : اسلام میں چھوت چھات نہیں اس لئے کسی غیر مسلم کے ہاتھ لگنے سے ناپاک نہ ہو گا

(۱۷ محرم ۱۳۴۲ھ)

سوال : ایک شخص امام مسجد ہے وہ مسجد الصلوٰۃ والسلام علیک[1] یا رسول اللہ باآواز بلند بعد جماعت کے پڑھتا ہے دوسرے آدمی بھی اس کے پڑھنے کے سبب سے اس کے شریک ہو جاتے ہیں ایسا آدمی گنہگار ہے یا نہیں۔

(نور حسین گھر جاکھی)

جواب : شخص مذکور بدعتی ہے۔ اس طرح کا وظیفہ شرع شریف میں ثابت نہیں جتنے آدمی اس کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ سب گنہگار ہیں وظیفہ خاص کر بعد نماز وہی وظیفہ پڑھنا چاہیئے جو شریعت میں آیا ہو۔

(۸ اکتوبر ۱۹۱۵ء)

سوال : لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ۔ یہ حدیث ہے یا قول اور کس کتاب میں ہے

جواب : لَوْلَاكَ حدیث[2] نہیں ہے۔ خدا جانے کس کا قول ہے جو بلحاظ معنی کے صحیح نہیں۔

(۸ اکتوبر ۱۹۱۵ء)

شرفیہ :۔ یہ روایت صحیح نہیں ہے محدثین نے اس کو موضوع بتایا ہے۔ دیکھو الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ للامام الشوکانی و موضوعات کبیر للملا علی القاری وغیرہ اور بعض نے جو حاکم کی روایت فلولا محمد ما خلقت آدم ولا النار الحدیث کو اس کی تائید میں پیش کیا ہے کہ حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے اور بلقینی نے اس کو برقرار رکھا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام ذہبی نے اس کو رد کر دیا ہے اور کہا ہے کہ کسی کو حلال نہیں کہ مستدرک حاکم دیکھے یا اس پر اعتبار کرے جب تک وہ میری تلخیص کو نہ دیکھ لے اور حاکم کا تساہل محدثین میں مشہور ہے۔ امام ذہبیؒ نے کہا ہے کہ حدیث میں عمرو بن اوس ہے۔ نہیں معلوم وہ کون

[1] کہنا یا رسول اللہ، یا ولی اللہ کا جو ہندیوں کی عادت ہے۔ اٹھتے بیٹھتے کہا کرتے ہیں۔ سارے فقہائے حنفیہ کے نزدیک بالاتفاق ناجائز ہے۔ (جلد اول ص۳۳ مجموعۃ الفتاویٰ مولانا لکھنوی مرحوم)

[2] اس حدیث کو محدثین نے موضوع یعنی جھوٹی اور جعلی قرار دیا ہے۔ (الجمعیۃ یکم ستمبر ۱۹۵۲ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ لا یدری من هو زرقانی عمرو بن اوس یجهل حاله و اتی بخبر منکر اخرجه الحاکم مستدرک و اظنه موضوعا من طریق جندل بن والق حدثنا عمرو ابن اوس حدثنا سعید عن ابی عروبة عن قتادة عن سعید بن المسیب عن ابن عباس قال اوحی الله الی عیسی آمن بمحمد فلولاه ماخلقت آدم ولا الجنة والنار الحديث میزان الاعتدال ایسے ہی ایک روایت حاکم اور ابن عساکر سے تائید میں بیان کی جاتی ہے۔ لیکن تمام واہی تباہی ہیں کوئی بھی صحیح نہیں۔

سوال: اگر ہندو کسی بیماری یا مصیبت میں اللہ کی نذر مانے کہ بیماری سے چھوٹنے پر مسجد میں شیرینی دیں گے تو یہ ہندو کی نذر مانی ہوئی چیز کھانی جائز ہے یا نہیں۔

عبد العزیز ضلع چھپرہ

جواب: نذر لغیر اللہ ہے تو کھانا منع ہے۔

۱ رمضان ۳۲ھ

سوال: سراج امتی کی حدیث صحیح ہے یا نہیں یہ کونسی حدیث میں ہے۔

جواب: یہ کوئی حدیث نہیں درمختار کے دیباچہ میں لکھی ہے جو محدثین کی روایت سے ثابت نہیں۔ صاحب سفر السعادت نے بھی اس کو بے ثبوت کہا ہے

۲۵ شعبان ۱۳۳۲ھ

سوال: فرشتہ کوئی چیز نہیں بلکہ ایک قوت ہے؟

جواب: فرشتہ ایک مخلوق ہے جس کی بابت ارشاد ہے جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا أُولِي أَجْنِحَةٍ۔

۲۸ مئی ۱۵ء

سوال: حدیثوں میں محققین اسلام نے سب سے زیادہ معتبر کس کتاب کو مانا ہے۔

عبد الرحمن رنگون

جواب: صحیح بخاری اور مسلم کو۔

۱۶ جمادی الاول ۱۳۳۲ھ

۱۔ کتب احادیث کو سامنے رکھ کر محدثین کے مقررہ عنوانات باب پر ایک نظر ڈالی جائے (تو) کتاب کے جملہ ابواب اور ان کے عنوانات کی مکمل فہرست دیکھنے کے بعد ایک صاحب بصیرت انسان کے سامنے ان احکام دین اور مسائل شرع کی کامل و مکمل صورت آجاتی ہے۔ جن پر ابواب کے ماتحت ذکر کی ہوئی احادیث دلالت کرتی ہیں۔ محدثین کرام نے احکام و مسائل کے استنباط و استخراج کے سلسلے میں جس دقیقہ سنجی اور باریک بینی اور خداداد فراست اور بصیرت اور الہامی قسم کی فقاہت کا ثبوت دیا ہے۔ یہ محض ان ہی کا حصہ ہے۔

(از مولانا عبد الجلیل صاحب رحمانی ناظم دار العلوم ششہیاں ضلع بستی مصباح جلد اول ص)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرفیہ: صحیح بخاری مقدم ہے مگر حجۃ اللہ البالغہ میں طبقہ اولیٰ میں مؤطا امام مالک اور صحیح بخاری و صحیح مسلم لکھا ہے۔

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ پہلے اللہ نے نور محمدی کو پیدا کیا یہ خیال صحیح ہے یا غلط؟

جواب: نور محمدی کی پیدائش کا ذکر جیسا کہ قصوں اور وعظوں میں بیان کیا جاتا ہے قرآن اور حدیث میں نہیں ملتا۔ اول ما خلق اللہ نوری۔ روایات موجب اعتقاد نہیں۔ (۱۱ ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ)

شرفیہ: صحیح بخاری کی مرفوع حدیث ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَّفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَّفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَّعَنْ يَّمِيْنِيْ نُوْرًا وَّعَنْ يَّسَارِيْ نُوْرًا وَّفَوْقِيْ نُوْرًا وَّتَحْتِيْ نُوْرًا وَّاَمَامِيْ نُوْرًا وَّخَلْفِيْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِّيْ نُوْرًا۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۵

اگر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نور محمدی کو پیدا کیا تھا۔ تو پھر حضور صلعم کو سوال کرنے کی کیا ضرورت تھی تحصیل حاصل تو باطل ہے پس ثابت ہوا کہ وہ روایتیں بالکل جھوٹی ہیں۔

سوال: گوشت خنزیر کیوں حرام ہوا؟

جواب: خنزیر کا گوشت اخلاق میں مضر ہے اس کی حرمت بائیبل اور منوسمرتی میں بھی ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب احبار ب ۱۱۔ نقرہ ۷۔ منوسمرتی باب ۵۔ نقرہ ۱۹۔

(اہل حدیث ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ)

شرفیہ: اس قسم کے سوالات ہی باطل ہیں۔ اس لئے کہ اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ نے خنزیر کو

---

[۱] واضح ہو کہ جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ خلق ارواح و اشیاء ر جو عالم غیب کے اندر ہوا ہے۔ اس میں آپ کے خلق کا تقدم تمام مخلوقات سے معلوم ہوتا ہے اور اس مضمون پر حدیث اوّل ما خلق اللہ نوری سے استدلال کرتے ہیں تو ماہران اصول حدیث و نقد پر مخفی نہیں کہ حدیث معلق بلا سند قابل استدلال و احتجاج کے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ اقسام مردود سے ہے کذا فی النخبۃ و شرحہا اور اسی طرح سے حدیث مروی راویان مجہول سے لائق تسلیم نہیں۔ اس صورت میں حدیث اوّل ما خلق اللہ نوری کا متصل مرفوع اور صحیح ہونا حسب قواعد محدثین صاحبان تخریج کے تحریر فرماویں تو مقبول ہوگی۔ بلاریب۔ اور مشکوٰۃ میں خلاف اس حدیث مشہور با فواہ عوام کے مذکور ہے۔

عن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوّل ما خلق اللہ القلم الخ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۲)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خنزیر ہی کیوں بنایا۔ انسان کیوں نہ بنایا۔ و بالعکس ایسے ہی ایک کو مرد، ایک کو عورت وجہ ترجیح کیا اور سرے سے بنایا ہی کیوں پھر بعض عورتوں مثلاً ماں بہن سے نکاح حرام اور بعضوں سے جائز کیا وجہ پھر ان صورتوں کا کیا کوئی جواب دے سکتا ہے لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ ایسے سوال باطل ہیں۔

سوال: وسیلہ کے لفظی معنی اور اس کا اطلاق کس کس پر ہوتا ہے۔ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ کا کیا حکم ہے۔ بعد اذان کے دعا آتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيلَةَ۔ عبد الرحمن جامی کا شعر ہے

اگر نام محمد را نیاوردے شفیع آدم　　نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

اس مضمون کو اخبار میں جگہ دی جاوے۔

جواب: وسیلہ کے معنی لغت عرب قاموس وغیرہ میں لکھے ہیں۔ قرب اور تقرب یعنی خدا کے نزدیک مرتبہ قرب چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب اس آیت کا ترجمہ لکھتے ہیں۔ اے مسلمانان بترسید از خدا و بطلبید قرب بسوئے او یعنی حکم ہوتا ہے۔ مسلمانو! نیک اعمال کے ذریعہ خدا کا قرب تلاش کرو۔ اذان کے بعد دعا میں جو وسیلہ کا لفظ آتا ہے اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ اے خدا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قرب میں ترقی دے۔ مولانا جامی مرحوم کا شعر شاعرانہ مجہت اور بعض غیر صحیح اقوال پر مبنی ہے جس میں ذکر ہے کہ حضرت آدمؑ نے توبہ کرتے وقت کہا تھا کہ اے خدا بطفیل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے میرا گناہ معاف فرما۔ لیکن یہ کسی صحیح سند کے ساتھ آنحضرتؐ سے روایت نہیں آئی۔

۲۰/ مارچ ۵۲ء

شرفیہ - جو شعر سوال میں لکھا ہے وہ باطل قول موضوع روایت پر مبنی ہے۔ اس کا اعتبار نہیں کرنا چاہیئے قال اللہ تعالیٰ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ۔ الآیۃ (پ ۱۵ ع ۴)

سوال: حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں ایک وقت قحط آیا تو اس وقت حضرت عباسؓ وفات پاچکے تھے۔ حضرت عمرؓ نے چند لوگوں کو جمع کر کے عباسؓ کے روضہ پر جاکر توسل جاہ کر دعا مانگی فوراً بارش ہوئی۔

جواب: زندوں کا وسیلہ تو اس طرح جائز ہے کہ ان کو کہا جائے آپ ہمارے لئے دعا کریں۔ مردوں کا اس طرح جائز نہیں۔ کیونکہ وہ سنتے نہیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کو زندگی میں کہا تھا کہ آپ ہمارے ساتھ چلئے۔ بارش کے لئے آپ کے ساتھ دعا مانگیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حضورؐ کے ساتھ مانگا کرتے تھے۔ اب آپ کے ساتھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مانگتے ہیں۔ یعنی حضرت عباس رضؓ نے دعا کی اور باقی لوگوں نے آمین کہی (۲۱ شوال ۶۲ھ)

سوال: یا علی مدد جو لوگ کہتے ہیں اس میں شرک لازم آتا ہے یا نہیں۔

جواب: نماز کی ہر رکعت میں إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ پڑھتے ہیں۔ یا علی مدد کے برخلاف ہے۔ لہٰذا شرک ہے (۱۱ ذی الحجہ ۴۳ھ)

سوال: امت محمدیہ میں سب قوم جو اس دنیا میں ہیں داخل ہیں یا نہیں؟ مسلمان ہو یا ہندو سب ملا کر تہتر فرقے ہوں گے یا مسلمانوں ہی میں تہتر فرقے ہو کر ایک ناجی باقی سب ناری ہوں گے۔

جواب: تہتر فرقے جو حدیث میں آتے ہیں وہ صرف مسلمانوں کے مراد ہیں۔ عام کفار کے فرقے مراد نہیں۔ کفار امت دعوت میں ہیں امت اجابت میں نہیں (۲۸ ربیع الثانی ۵۱ھ)

سوال: آیات دعائے احادیث مرویہ کو شفا کے لیے لکھ کر تعویذ بنا کر عورت یا بچے کے گلے یا بازو میں لٹکانا حالت طہارت میں جائز ہے یا نہیں اور بے نماز اور اہل ہنود لٹکا سکتے ہیں یا نہیں۔

جواب: مسئلہ تعویذ میں اختلاف ہے۔ راجح یہ ہے کہ آیات یا کلمات صحیحہ دعائیہ جو ثابت ہوں ان کا تعویذ بنانا جائز ہے۔ ہندو ہو یا مسلمان۔ صحابہ کرام رضؓ نے ایک کافر بیمار پر سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تھا۔ (۱۲ جمادی الاول ۴۵ھ)

شرفیہ: عبداللہ بن عمرو بن عاص صحابی اعوذ بکلمات اللہ التامات من غضبہ وعقابہ وشر عبادہ۔الخ ساری دعا ماثور لکھ کر اپنے بچوں کے گلے میں لٹکا دیا کرتے تھے۔ مشکوٰۃ صفحہ ۲۱۷ ج ۱ بحوالہ سنن ابی داؤد و ترمذی اس وقت کتاب پاس نہیں ورنہ محدث ابن قیم کی کتاب زاد المعاد سے بھی کچھ نقل کرتا اس میں بھی کچھ لکھا ہے[1]

سوال: قال اللہ تعالیٰ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ الخ۔ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ۔ الآیۃ

احادیث نبویہ "عُلِّمْتُ عِلْمَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ عُلِّمْتُ مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ۔"

زید آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ مذکورۃ الصدر وغیر ذالک کے رو سے حضرت نبینا علیہم

[1] مزید تفصیل صفحہ ۶۱۲ پر ملاحظہ کیجیے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الصلوٰۃ والسلام کی نسبت عالم الغیب ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے اور دعوی سے کہتا ہے کہ آیات و حدیث مرقومہ سے ثابت ہو چکا۔ کہ حضرت کو علم غیب حاصل ہے اور حضرت جمیع مغیبات کے عالم ہیں اور جو آیات و احادیث نفی علم غیب کے متعلق وارد ہیں اس کا یہ جواب دیتا ہے کہ یہ آیات و احادیث اس زمانہ کی ہیں جس وقت آپ کو ان امور کے متعلق علم غیب نہیں عطا ہوا تھا۔ بہ تدریج آپ کو مغیبات کا علم عطا ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ حضورؐ کی زندگی کے آخری دور میں امور خمسہ یعنی بارش کب ہو گی، اور کل کیا ہو گا۔ حاملہ عورت کے بطن میں کیا ہے۔ وغیر ذالک۔ سب کا علم آپ کو عطا کیا گیا۔ آپ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ سے ہر چیز کو جانتے ہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ علم باری تعالیٰ حقیقی و ذاتی ہے۔ و علم نبویؐ اضافی و عطائی۔ مگر مغیبات کا علم خدا اور رسول خدا دونوں کو حاصل ہے۔

آپ براہ کرم بحوالہ قرآن و حدیث و دیگر کتب معتبرہ فقہ اس مسئلے کا مدلل و مفصل جواب تحریر فرمائیے۔ اور اپنے پرچہ اہل حدیث میں شائع فرمائیے اور یہ بھی تحریر فرمائیے کہ محدثین و مفسرین و فقہائے علم غیب کی کیا تعریف کی ہے۔ اور تعریف کی رو سے حضرت نبی علیہ السلام کے علم پر غیب کا اطلاق ہو سکتا ہے یا نہیں۔ مدلل فرمائیے۔

جواب: علم غیب کی تعریف ہے۔ کل اشیاء موجودہ کو جاننا۔ وہ اشیاء گذشتہ زمانے میں موجود ہو چکی ہوں۔ یا اب ہوں، یا آئندہ کبھی ہونے والی ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں علم غیب کا اعتقاد رکھنا۔ اسلام کے مذاہب معتبرہ میں سے کوئی ایک مذہب بھی نہیں۔

فقہائے حنفیہ مثل محدثین اس عقیدے کو کفر لکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو شرح فقہ اکبر وغیرہ قرآن مجید میں اس کی صاف نفی ہے۔ قُلْ لَّا أَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ۔ یعنی اے پیغمبر علیہ السلام تم ان کو کہہ دو کہ میرے پاس خدا کے خزانے نہیں۔ نہ میں غیب جانتا ہوں۔ آیت اولیٰ کو بڑی شد و مد سے بیان کیا جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ اس کو بیان کرنے والے اور قواعد اصول اور معقول سے بالکل بے خبر ہیں۔ اصول حنفیہ تو یہ ہے۔ کہ مستثنیٰ الحکم نہیں ہوتا۔ پھر مستثنیٰ سے کے ساتھ استدلال کیوں کر ہو! اور اگر مان بھی لیں کہ مستثنیٰ میں حکم ہے تو حسب قواعد معقول مستثنیٰ منہ کی نقیض ہو گا۔ اور نقیض موجبہ کلیہ کی سالبہ جزئیہ اور سالبہ کلیہ کی موجبہ جزئیہ ہو گی۔ دائمہ کی مطلقہ عامہ! یہ نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ سالبہ کلیہ کی موجبہ کلیہ ہو یا اور دائمہ سالبہ دائمہ سالبہ ہو۔ پس حسب قواعد منطقیہ مستثنیٰ۔ الامن ارتضیٰ الخ کے معنی وہ ہوں گے جو مستثنیٰ امنہ کی بمنزلہ نقیض ہو گی۔ چونکہ مستثنیٰ امنہ بلحاظ موضوع اور بلحاظ اوقات دونوں طرح سالبہ کلیہ ہے۔ اس لئے مستثنیٰ دونوں حیثیتوں سے موجبہ جزئیہ ہوگا یعنی یہ معنی ہوں گے۔ کہ اللہ تعالیٰ البعض نبیوں کو بعض اوقات اپنے علم کی بعض باتوں پر اطلاع دیتا ہے اس سے نہ کسی کو انکار ہے۔ نہ یہ علم غیب ہے۔ دوسری آیت کے معنی بھی صاف ہیں۔ کہ نبی کو جو علم غیب بطریق مذکور جتنا ملتا ہے۔ وہ اس پر بخل نہیں کرتا۔ بلکہ سب کھول کر سنا دیتا ہے جس سے کسی کو انکار نہیں۔

تیسری آیت کی تفسیر کرنے سے پہلے یہ بتانا مناسب ہے کہ اس قسم کی آیت ہم عام مسلمانوں کے حق میں بھی ہے یعلمکم مالم تکونوا تعلمون۔ یعنی تم کو نبی وہ باتیں سکھاتا ہے۔ جو تم نہیں جانتے تھے) مطلب یہ ہے۔ کہ دین کی باتیں جو تم نہیں جانتے تھے وہ تم کو سکھائیں۔ اسی طرح آنحضرتؐ کو خطاب ہے کہ اے نبیؐ جو کچھ تو نہیں جانتا تھا۔ وہ تجھ کو سکھا دیا۔ اس سے نہ مسلمانوں کا علم غیب ثابت ہوا نہ آنحضرتؐ کا۔ اسی طرح علم الاولین" میں علم مصدر کی اضافت فاعل کی طرف ہے یعنی جتنا کچھ پہلے اور پچھلے لوگوں کو خدا کی معرفت حاصل تھی۔ اور ہو گی وہ سب مجھ (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) کو حاصل ہے۔

صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ اس کا غیب سے کیا تعلق" مختصر یہ ہے۔ کہ ؎

علم غیبی کس نمی داند بجز پروردگار ہر کہ گوید من بدانم تو از و باور مدار
مصطفےٰ ہرگز نہ گفتے تا نہ گفتی جبرئیل جبرئیل ہرگز نہ گفتے تا نہ گفتے کردگار

(۸ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ مجم) ؎

علم غیب ایک ایسا مسئلہ ہے۔ جس پر قرآن مجید اور احادیث صحیحہ اور کتب فقہ وغیرہ متفقہ طور پر گواہی دے رہی ہے کہ غیب سوائے اللہ وحدہ لاشریک کے کسی کو معلوم نہیں۔ اگر کوئی شخص کسی ولی یا نبی کی نسبت یہ اعتقاد رکھے تو وہ مشرک اور کافر ہوجاتا ہے۔ چنانچہ پیر عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

من یعتقد ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب فہو کافر لان علم الغیب صفۃ من صفات اللہ سبحانہ (مراۃ الحقیقۃ صفحہ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں وہ کافر ہے۔ اس لئے کہ غیب کا جاننا اللہ تعالیٰ کی صفتوں میں سے ایک صفت ہے۔

(از مولانا نور حسین صاحب گھر جاکھی اہلحدیث سوہدرہ ۱۶ /۲۴ اکتوبر ۱۹۱۵ء)

الجواب از حضرت العلامہ مولانا ابوالقاسم صاحب بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

ایسی بہت ساری حدیثیں ہیں جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم عالم الغیب نہ تھے (۱) عن ام العلاء قالت قال النبی صلعم واللہ لا ادری و انا رسول اللہ مایفعل بی ولا بکم رواہ البخاری (مشکوٰۃ باب البکاء والخوف ص۴۴۶) (۲) صحیح مسلم ج ا ص۱۴۴ میں ہے کہ ایک یہودی نے چند باتیں آنحضرت صلعم سے دریافت کیں تو آپ نے جواب دے کر صحابہ سے ارشاد فرمایا۔ لقد سالنی ھٰذا عن الذی سالنی عنہ ومالی علم بشئی منہ حتی اتانی اللہ بہ۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے بتلانے سے آپ کو علم ہوا (۳) ابوداؤد میں ہے کہ آنحضرتؐ نے ایک بار جوتا پہن کر نماز پڑھائی اس میں گندگی تھی آپ کو اس کا علم نہ تھا۔ جب نماز میں جبرئیلؑ نے بتایا تو آپ نے اسے اتارا۔ قال ان جبرئیل اتانی فاخبرنی ان فیھا قذرا الخ (ابوداؤد مطبوعہ مصر ص۱۰۲ ج ا) (۴) ابن ماجہ میں ہے مسعود کی بیٹی عفراء نے کہا کہ آنحضرت صلعم میرے یہاں میری شادی کی صبح کو تشریف لائے لڑکیاں گا رہی تھیں انہوں نے اپنے شعروں میں کہہ دیا۔ وفینا نبی یعلم ما فی غدٍ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ اما ھٰذا فلا تقولوہ ما یعلم ما فی غد الا اللہ۔ (۱۳۸) آنحضرت صلعم نے اپنے علم غیب کی خود نفی کر دی۔ (۵) عن جابر سمعت النبی صلعم یقول قبل ان یموت بشھر تسئلونی عن الساعۃ وانما علمھا عند اللہ الخ رواہ مسلم (مشکوٰۃ ص۴۷۲ باب قرب الساعۃ) قیامت کا علم آپ کو تا وفات نہ ہوا۔ (۶) قیامت میں آپ سے کہا جائے گا۔ انک لا تدری ما احدثوا بعدک (بخاری ص۹۶۵ ج ۲)۔ (۷) حضرت عائشہؓ کا ہار سفر میں گم ہو گیا۔ آنحضرت کو پتہ نہ تھا کہ کہاں گرا ہے (بخاری تیمم) (۸) حضرت عائشہؓ کو تہمت لگی۔ ۲۷ دن تک وحی بند رہی۔ آنحضرتؐ کو پتہ نہ تھا کہ واقعہ کیا ہے؟ آپ حضرت عائشہؓ سے فرماتے ہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان كنت الممت بذنب فاستغفري الله وتوبي اليه (بخاری ص۶۹۵ جلد۲)

(۹) صحیح مسلم میں ہے کہ آپ نے انصار کو تابیر نخل سے منع فرمایا۔ اس سے پھل کم پیدا ہوا۔ اور یہ بات کا آپ کو علم نہ تھا۔ آپ نے خود فرمایا انتم اعلم بامور دنیاکم (ص۲۶۴ ج۲)

(۱۰) آپ نے فرمایا میرے پاس جھگڑنے والے آتے ہیں۔ ان کو سچا سمجھ کر ان کے حق میں فیصلہ دے دیتا ہوں۔ (بخاری ص۱۰۶۵ جلد۲) معلوم ہوا کہ اصل حقیقت کا آپ کو علم نہ ہوتا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب (ارسال کردہ حضرت مولانا جھنڈے نگری)

سوال: قرآن مجید ارشاد ہے۔ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ۔ یعنی مشرکین ناپاک ہیں مشرکین بعض ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو مشہور اہل کتاب کے علاوہ ہیں۔ کیونکہ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح جائز اور ان کا کھانا بھی جائز ہے۔ لیکن قرآن شریف میں یہ بھی ارشاد ہے کہ کوئی قوم ایسی نہیں جس میں نبی اور کتاب ان ہی کی زبان میں نہ بھیجی گئی ہو! اب دل میں یہ خیال ہوتا ہے۔ کہ جس حالت میں تمام دنیا اہل کتاب ہے۔ تو اجتناب کس سے۔ اور مشرکین سے مراد اگر ہر شخص ہو سکتا ہے جو شرک کرے۔ تو اس میں مسلمان بھی شامل ہوتے ہیں۔ اکثر علماء کا یہ بھی فتویٰ ہے کہ آدمی جب تک لا الٰہ الا اللہ کہے چاہیے عمل کچھ بھی ہو! تو وہ مسلمان ہی ہے۔ اب جناب مفصل اس کا جواب دیں کہ تطبیق اس میں کیوں کر کی جاوے۔ اور ان کا کھانا کس صورت میں جائز ہے۔ ایک حدیث شریف میں یہ بھی ذکر ہے کہ اہل کتاب کے برتنوں میں نہ کھاؤ۔ لا تاكلوا في صحافها الخ

جواب: قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ پر شرک ثابت کرنے پر بھی مشرکین سے مراد بت پرست قومیں ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ یعنی اہل کتاب اور مشرک لوگ تمہارے حق میں بھلائی نہیں چاہتے وغیرہ۔ نیز فرمایا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ۔ ہندوستان کے ہندو بھی چونکہ کھلے بت پرست ہیں اور ان کی کتاب کی تصدیق قرآن مجید میں مخصوص طور پر نہیں آئی۔ اس لیے ان کو بت پرستی کی وجہ سے مشرکین ہی میں داخل سمجھنا چاہیے۔ دوسری قسم کے مشرک وہ ہیں۔ جو کسی قسم کا کوئی کام از قسم شرک کریں۔ نزد العبد کے نزدیک یقیناً مشرک ہیں۔ چاہے کلمہ توحید پڑھتے ہوں! ارشاد خداوندی عام ہے۔ اِنَّ اللہَ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ (ترجمہ خدا مشرک کو کبھی نہ بخشے گا۔ اس کے سوا جس کو چاہے گا بخش دے گا)

اس قسم کے مشرکوں کے لیے دو مختلف احکام ہیں۔ دنیاوی اور اخروی۔ دنیاوی حکم تو یہ ہے کہ بوجہ کلمۂ اسلام، اسلام میں سمجھے جائیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان سے نکاح میراث وغیرہ جاری رہے۔ تاوقتیکہ کوئی عقیدہ کا مخالف اسلام کے صریح متضاد نہ رکھیں۔ اخروی حکم ان کا بھی وہی ہے جو دوسرے مشرکوں کا ہے۔

اہل کتاب کے برتنوں کو دھو لینے کا حکم ہے۔ کیونکہ وہ خنزیر شراب وغیرہ کھاتے پیتے ہیں۔ اس لیے ان کے برتنوں کو دھو کر ان میں کھانا چاہیے (۲۱ جمادی الثانی)

سوال: سورہ ق میں ہے۔ وَقَالَ قَرِیْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَیَّ۔ یعنی یہ میرے پاس موجود تھا۔ اس سے مراد ہمزاد ہے۔ یعنی یہ جو مشہور ہے کہ انسان کے بچہ پیدا ہوتا ہے اس کے ساتھ ایک ہمزاد پیدا ہوتا ہے۔ اور بڑا ہو کر یا جب کبھی مرتا ہے تو وہ ہمزاد بھی مرجاتا ہے۔ واقعی ہمزاد کا حدیث میں ثبوت ہے یا نہیں۔ اور اگر یہاں ہمزاد مراد نہیں ہے تو قیامت میں یہ لفظ کون کہے گا۔

جواب: ہمزاد سے مراد اگر شیطانی نسل ہے تو قرینہ سے ہمزاد مراد لینا چاہیے کیونکہ قرآن شریف میں شیطان کی جماعت اور ذریت کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ۔[1] اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّیَّتَهٗ اَوْلِیَآءَ۔ یعنی۔ پس وہی ذریۃ شیطانی ہمزاد انسانی ہے۔

۲۱ جمادی الثانی ۱۳۴۹ھ

سوال: محدثین کے اصول میں سنت و مستحب کی تعریف کیا ہے۔

جواب: محدثین[2] کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ تو ان اصطلاحی ناموں کا قائل ہی نہیں اس کا اصول ہے کہ جو کام جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔ اسی طرح کر دیا جائے۔

---

[1] وہ شیطان اور اس کا خاندان تم (انسانوں کو) ایسی جگہوں سے دیکھ لیتا ہے جہاں سے تم نہیں دیکھ سکتے پس کیا تم ان کو اور اس کی اولاد کو مجھے چھوڑ کر دوست بناتے ہو! حالانکہ وہ تمہارے کھلے دشمن ہیں۔ الخ

[2] حافظ سیوطی تدریب الراوی میں محدث کی تعریف ان لفظوں میں کرتے ہیں۔ انما المحدث من عرف الاسانید والعلل واسماء الرجال والعالی والنازل وحفظ مع ذلک جملۃ مستکثرۃ من المتون الخ یعنی محدث وہ ہے جو اسانید اور علل کو پہچانے اور اسمائے رجال کو اور عالی و نازل کو اور متون حدیث کا ایک بہت کافی حصہ اس کو نوک زبان پر یاد ہو فقط (راز)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے اس خیال کی سند حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے جب ان سے پوچھا گیا۔ وتر واجب ہیں۔ انہوں نے کہا۔ اَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَاَوْتَرَ الْمُسْلِمُوْنَ (مختصر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھے اور مسلمانوں نے بھی پڑھے ہیں۔ سائل نے تین دفعہ سوال دہرایا۔ جواب یہی ملا۔ اس لیے متقدمین محدثین کی یہی روش ہے کہ فعل کا اثبات کر دیتے ہیں اور اس کا نام نہیں رکھتے۔ متاخرین محدثین میں سے بعض بعض کی تحریروں میں ان اسماء کا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن معنی ان کے نزدیک بھی وہی ہیں جو فقہاء کے نزدیک ہیں۔ چنانچہ مولانا شہید دہلوی تنویر العینین میں رفع یدین کو مستحب کہہ کر اس کی تعریف کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ یُثَابُ فَاعِلُہٗ وَلَا یُلَامُ تَارِکُہٗ۔ سنت اس سے ذرا موکد ہے البتہ واجب اور فرض میں محدثین فرق نہیں کرتے۔ بلکہ شافعیہ بھی نہیں کرتے۔ ۱۸ شعبان ۱۳۵۳ھ

شرفیہ: جواب سوال سنت ومستحب کی تعریف جو حضرت شہیدؒ نے رفع یدین فی الصلوٰۃ مستحب بتا کر یثاب فاعلہ ولا یلام تارکہ لکھا ہے۔ باوجودیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین وغیرہ افعال کر کے صحابہ کو فرمایا تھا صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ۔ صحیح بخاری ص۸۸ ج۱۔ اور ابو حمید ساعدی وغیرہ کی حدیث جامع ترمذی وغیرہ سے آپ کا اس پر دوام بھی ثابت ہے۔ تو پھر سنن الہدیٰ اور مستحب میں کیا فرق ہے اور ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی الآیۃ۔ پ۳ ع۱۲۔ اور فمن رغب عن سنتی فلیس منی متفق علیہ مشکوٰۃ ص۲۷ جلد۱ کا کیا جواب ہوگا تو ایسے تو صدہا سنتوں کو مستحب بنا کر ترک کر دیں گے کیس کیس آپ کے فعل کو مستثنیٰ کیا جائے گا۔ سچ ہے ؎

گاہ باشد کہ حکیم روشن رائے
بر نیاید درست تدبیرے

سوال: مستحب پر دوام کرنے سے مستحب رہے گا یا نہیں۔ مثلاً صحیح مسلم و جامع ترمذی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ باندھنا اور جبہ رومی صوف یا طیلسان وغیرہ منقول ہے۔ تو یہ ایک مرتبہ یا دو تین مرتبہ استعمال کرنے سے مستحب ہے۔ اب جو علماء عمامہ یا جبہ وغیرہ پر دوام کرتے ہیں۔ یہ دوام عند المحدثین کیسا ہے۔

سلہ ۔ اس کے کرنے والے کو ثواب ملے گا۔ مگر کوئی نہ کرے تو اس کو ملامت نہیں کی جاسکتی بشرطیکہ اس سے کراہیت نہ کرے اور اس کو سنت سمجھے اور کرنیوالوں کی تحسین کرے۔ انتہیٰ (محمد داؤد راز)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: مستحب امر کی تعریف میں جو عدم دوام داخل ہے۔ یہ دوام بہ نسبت آنحضرت ﷺ کے ہے۔ امت کی نسبت سے نہیں کیونکہ فعل کی تقسیم آنحضرت ﷺ کے فعل سے ہوتی ہے۔ امت اگر مستحب کے اوپر ہمیشگی کرے۔ تو وہ مستحب ہی رہے گا اور فاعل کو ثواب ملے گا۔

۱۸ شعبان ۱۳۴۸ھ

شرفیہ۔ جواب۔ سوال مستحب پر عمل کرنے سے مستحب ہی رہے گا یا نہیں؟

میں کہتا ہوں گذشتہ نمبر میں۔ قُلْ اِنْ کُنتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُونِی۔ الآیۃ پ۳ ع ۱۲۔ سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل ہمارے لیے دستور العمل ہے۔ تاوقتیکہ اور دلیل سے اس کا نسخ یا تخصیص وغیرہ ثابت نہ ہو اسی پر عمل چاہیے۔ کوئی ضرورت نہیں کہ تلاش کریں کہ یہ عمل کیسا ہے۔ واجب ہے یا مستحب وغیرہ۔

سوال: قرآن کی تفسیر احادیث میں تمام آیات کی ہے یا نہیں؟ اگر ہے۔ تو کونسی مفسر نے تفسیر القرآن بالحدیث لکھی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو جن بعض آیات کی تفسیر ترمذی کے ابواب تفسیر القرآن اور بخاری کی تفسیر القرآن میں نہ ملے تو اُن کی تفسیر کس طرح کی جاوے۔ اگر تفسیر بالرائے کی جاوے۔ تو وہ ابوداؤد کی حدیث کی رو سے کفر ہے۔ اور نہیں تو پھر کیا جاوے۔

جواب: تفسیر القرآن احادیث میں بہت کم ہے۔ صحیح تفسیر کا اصول حسب قاعدہ تفسیریہ ہے کہ بقاعدہ عربیہ تشریح کی جاوے۔ شریعت کے خلاف تفسیر کرنے کا نام تفسیر بالرائے ہے۔ مطابق قواعد عربیہ تفسیر بالرائے نہیں۔

۱۸ شعبان ۱۳۴۸ھ

شرفیہ۔ جواب سوال تمام قرآن مجید کی تفسیر احادیث میں ہے یا نہ۔ اس کا جواب مولانا نے مختصر دیا ہے۔ مناسب ہے کہ کچھ تفصیل بھی ہو جائے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ وَلَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ۔ پ۱۴ ع ۱۲۔ وَاِلَیْنَا وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَھُمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِیْہِ وَھُدًی وَّرَحْمَۃً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۔ پ۱۴ ع ۱۳۔

پس اصل مفسر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جو آپ نے صحابہ کرام کو تفسیر قولاً۔ فعلاً۔ تقریراً کر کے بتا دی پھر ان صحابہؓ نے آپ سے سنی یا بسبب اپنی لغت یا اس وقت کے محاورہ سے جب قرآن نازل ہو رہا تھا اس کے معانی سمجھے اور بیان کئے۔ خصوصاً قرآن مجید کے سباق و سیاق اور دوسری آیت سے اس لیے کہ بعض آیات میں اختصار یا اجمال ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دوسری جگہ تفصیل و تفسیر ہے اور جو بعض آثار میں اختلاف تفسیر ہے تو بعض مقام میں ایسا ہوتا ہے کہ چونکہ قرآن مجید جامع الکلم ہے۔ ایک ایک جملے یا آیت کے دو دو تین۔ بلکہ زائد معانی صحیح ہو سکتے ہیں کہ جن میں اختلاف و تناقض نہیں ہوتا اگر کہیں معلوم ہوتا ہو تو یا ناظر کے فہم کی غلطی ہے یا مستنبط کی بھی ممکن ہے اور ترجیح کثرت خصوصاً جمہور صحابہ کو ہو گئی اور تمام قرآن کی تفسیر احادیث مرفوعہ سے تو ملتی نہیں یعنی مصرح نہیں ہاں بقیہ وجوہ دلالت سے اکثر ملتی ہے۔ ایسے ہی قرآن کی تفسیر سے بھی علاوہ تصریح کے بقیہ وجوہ دلالت سے بھی ملتی ہے۔ اور قرآن مجید چونکہ عربی زبان میں ہے۔ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ. عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ. بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ ۔ پ۱۹۔ ع ۱۵۔ لہٰذا بجا علاوہ محاورہ عرب و لغت عرب خصوصاً لغت زبان نزول وحی واستدلال بہ سیاق وسباق و تدبر کتاب اللہ ایسے ہی باستدلال باحادیث مرفوعہ صحیحہ بوجوہ دلالات جیسے صحابہ کرامؓ نے تفسیر کی ہے۔ باوجودیکہ انہیں کہ سنایا تھا۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال فی القرآن برأیہ فلیتبوأ مقعدہ من النار وفی روایۃ من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار رواہ الترمذی مشکوٰۃ ص۳۵ ج۱۔ وصححہ فی الجامع الصغیر السیوطی وایضاً قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال فی القرآن برأیہ فاصاب فقد اخطأ رواہ الترمذی وابو داؤد مشکوٰۃ ص۳۵ ج۱۔ ورمز فی الجامع الصغیر للسنن الثلاثۃ وحسنہ۔ پس ثابت ہوا کہ باصول و وجوہ مذکورہ بالا تفسیر بالرائے نہیں جائز ہے۔ بشرطیکہ کتاب و سنت کو اساتذہ کاملین وماہرین کتاب و سنت سے باقاعدہ پڑھ کر کامل مہارت حاصل کی ہو۔ پھر کیسے باشد اور صحت کا معیار عدم ذکر متقدمین کا نہیں۔ ورنہ صحابہ کی تفسیر کا اعتبار بھی نہ ہو گا۔ واذ لیس فلیس ہاں جب اور ادلۃ صحیحہ کتاب و سنت یا جمہور صحابہؓ کے صریح خلاف ہو تو پھر غلط ثابت ہو گی اور اسرائیلی روایات کی نقل صحابہؓ سے حجت نہ ہو گی لقولہ علیہ السلام لا تصدقوا اھل الکتاب ولا تکذبوھم وقولوا آمنا باللہ وما انزل علینا۔ الایۃ رواہ البخاری۔ مشکوٰۃ ص۲۸ ج۱

ابو سعید شرف الدین دہلوی

سوال: ابو داؤد کی حدیث۔ اَلْخِلَافَةُ بَعْدِیْ ثَلٰثُوْنَ سَنَةً (الحدیث) سے

لہ میرے بعد خلافت (راشدہ علی منہاج النبوۃ) صرف تیس سال رہے گی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پتہ چلتا ہے کہ لفظ خلافت کا اطلاق آجکل غلط ہے اور کذب ہے۔ بجائے لفظ خلافت کے سلطنت اسلامی کا لفظ بہتر ہے یا نہیں۔

جواب۔ خلافت کے معنے ہیں۔ نیابت نبوت۔ یعنی جو بادشاہ قوانین شرعیہ کو نافذ کرے۔ انہی کو اصل ماخذ سمجھے۔ تو وہ خلیفہ ہے۔ خواہ وہ کسی زمانہ میں اور کسی ملک میں ہو۔ اور جو ایسا نہیں بلکہ اپنے قوانین الگ بناتا ہے۔ وہ بادشاہ ہے۔ خواہ کسی ملک کا ہو۔ تیس سال تک جو خلافت تھی وہ علی منہاج النبوۃ (کمال درجہ کی) تھی۔ اس سے بعد بھی ہو سکتی ہے۔ ہاں آجکل جو خلافت ہے۔ یہ اصطلاح جدید ہے اس کی سند پہلے نہیں پائی جاتی اصلی معنے کے لحاظ سے سلطنت اسلامی کہنا موزوں ہے (۱۸ شعبان ۱۳۴۳ھ)

سوال: جس چیز کی پوجا کی گئی ہو! یا ہوتی ہو! اس کو اپنا قومی نشان بنا کر ٹوپیوں یا وردیوں پر لگانا جائز ہے مثل ہلال۔ یعنی چاند ستارے کے نشان۔ کیا اس قسم کا یا کسی اور قسم کا نشان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام یا تابعین یا محدثین کے زمانوں میں جھنڈے یا وردیوں پر لگایا جاتا تھا۔ جواب قرآن و حدیث سے واضح بیان کریں۔

جواب: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جاندار کو چھوڑ کر بے جان چیزوں کی تصویریں اتارنا جائز ہے۔ اس بنا پر درختوں کے نمونے مکانات بلکہ مساجد بھی بنائے جاتے ہیں اور کسی مسلمان کو انکار نہیں ہوتا حالانکہ مشرک لوگ درختوں کی بھی عبادت کرتے ہیں۔ اسی طرح ہلال و ستارہ ہے۔ رہا یہ سوال کہ ایسا نشان کرنا کس آیت یا حدیث سے ثابت ہے۔ جواب ہے کہ نہیں ہے۔ ہاں یہ ثابت ہے کہ انتم اعلم بامور دنیاکم (تم دنیا کے کام خوب جانتے ہو) بس یہ نشان اگر کوئی شخص سنت یا دینی حیثیت سے جانے تو بدعت ہے اور اگر دنیاوی رسم کی حیثیت سے اسلامی نشان کے لئے ہو تو جائز ہے۔ اس کی مثال دہلی میں شیر دانی و اچکنوں کا پردہ ہے۔ کہ مسلمان بائیں طرف رکھتے ہیں۔ یہی ان کی پہچان ہے۔ حالانکہ یہ کسی حدیث میں نہیں آیا۔ (۱۷ رمضان ۱۳۴۱ھ)

سوال: کتابیہ میں مجوسیہ شامل ہیں یا نہیں۔ آجکل بہت سے عیسائی سائنس وغیرہ کے اثرات سے سوائے نام کے درحقیقت عیسائی نہیں بلکہ تمام مذہبی کتابوں کو اچھا اور نبیوں رشیوں اور منیوں کو مجدد یا ریفارمر خیال کرتے ہیں۔ لہذا اس قسم کے خیالات کی عیسائی عورت سے نکاح جائز ہوگا یا نہیں۔ دوم انہی خیالات کی اگر ایک مجوسی عورت ہے۔ (پارسی) اس سے شادی جائز ہوگی یا نہیں۔ ورنا لحاظ کہ خالق ارض و سماء کو ایک مانتی ہو اور آگ کی پرستش مغیر مہذب فضول

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھ کر اس کے خاندان میں سے عیسائی گئی ہو!

جواب: مجوسی کو کتابی کہنے کا ثبوت قوی نہیں ہے۔ عیسائی جا ہے۔ مذہب کے احکام سے کتنے ہی بے خبر ہوں۔ مگر ان کا دعویٰ ہوتا ہے کہ ہم عیسائی ہیں۔ اس لئے دنیاوی احکام سے ان کو اس قوم میں شمار کیا جاتا ہے۔ ورنہ یوں تو مسلمان بھی بہت سے بے خبر ہیں۔ بس عیسائی کتابی ہیں۔

۱۷ رمضان ۱۳۴۸ھ

سوال: قیامت کے دن جو باقی ماندہ خلائق رہ جائے گی۔ وہ حضرت اسرافیل کے صور سے مر جائے گی۔ تو کیا حضرت اسرافیل اور حضرت عزرائیل اپنی روح کے آپ قابض ہوں گے۔ نیز ان دونوں میں مقدم موت کس کی ہوگی اگر ملک الموت کی ہوگی تو حضرت اسرافیل کا قابض روح کون ہوگا اگر حضرت اسرافیل کی ہوئی۔ تو حضرت عزرائیل صور کی آواز سے نہ مرے۔ پھر صور کی ہی آواز سے خدا ساری خلائق کو جلائے گا۔ تو حضرت اسرافیل کو کیسے جلائے گا اگر فرشتوں کی موت نہ ہوگی۔ تو آیت كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کے خلاف تو نہ ہوگا۔

جواب: اصل جانکنی تو خدا کے حکم سے ہوتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا۔ عزرائیل ایک ذریعہ ہے۔ جب ذریعہ کی باری آئے گی تو حکم الٰہی براہ راست اس کو مار دے گا۔

۱۵ شوال ۱۳۴۸ھ

سوال: جس گھر میں کتے رہتے ہوں۔ فرشتے نہیں آتے۔ تو کتے یا سور کی روح کیوں کر قبض ہوتی ہے۔

جواب: کتے والے گھر میں ہر ایک فرشتے کے داخل ہونے کا انکار نہیں بلکہ ملائکہ رحمت کا انکار ہے۔

۱۵ شوال ۱۳۴۸ھ

سوال: تصویر دار کپڑا جس پر جاندار چیز کی تصویر بنی ہو! پہن کر نماز پڑھنی یا پہننا جائز ہے اگر نہیں۔ تو جیب میں سکہ شاہی چہرہ دار لے کر نماز ہوگی۔

جواب: حتی المقدور تصویر سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ پیسہ روپیہ میں ہم مجبور ہیں۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔

اہلحدیث ۱۵ شوال ۱۳۴۸ھ

سوال: دیوی اور پیر فقیر کی حالت ایک نہیں۔ اس لئے بزرگان دین کی نذر و نیاز کا رواج اسلام میں شرعی طور پر معمول ہے جو کہ بزرگوں کی نذر کیا گیا ہو! وہ حلال اور طیب ہے اور دیوی کی نذر ماننے والا مشرک ہے۔ اس کا شانِ نزول اس اشیاء کی نسبت مفسرین سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

ثابت ہے۔

جواب: یہ سوال جلدی میں کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں خود اس کا جواب موجود ہے۔ ساری آیت کو دیکھتے تو سوال نہ کرتے پس غور سے سنیں۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ الآیۃ (سورہ مائدہ۔ رکوع اول)۔ یعنی حرام ہے۔ تم پر مردار۔ خون۔ خنزیر کا گوشت اور جو چیز غیر اللہ کے نام پر مقرر کی جاوے۔ گلا گھٹی ہو۔ اینٹ پتھر سے ماری ہوئی۔ اوپر سے گر کر یا سینگ کے زخم سے مری ہوئی یا جس کو درندہ کھا جاوے۔ بجز اس کے جس کو درندہ سے چھڑا کر تم ذبح کر لو۔ (وہ حلال ہے) جو کسی کھڑی چیز (قبر وغیرہ) پر ذبح کی جاوے وہ بھی حرام ہے۔ اس آیت میں صاف طور پر دو لفظ آئے ہیں۔ ایک اُهِلَّ دوم ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ۔ ایمانداری اور انصاف یہ ہے دونوں لفظ بحال رکھے جائیں۔ اور دونوں کی تفسیر ایسی کی جائے کہ کوئی بے کار نہ رہ جائے۔ اس لئے صحیح معنے یہ ہیں کہ کوئی دیوی یا قبر وغیرہ پر چڑھاوا ہو کر جو حیوان ذبح کئے جائیں۔ تو وہ ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ کے تحت ہیں۔ اور جو چیزیں غیر اللہ کے نام پر مقرر کی جاتی ہیں۔ چاہے وہ ناقابل ذبح ہوں۔ جیسے مٹھائی وغیرہ یا قابل ذبح ہوں۔ لیکن اللہ کے نام پر ذبح ہوں۔ وہ سب اشیاء مَا أُهِلَّ کے تحت میں ہیں۔ اور اگر سائل کے کہنے کے موافق مَا أُهِلَّ کے معنے کئے جائیں تو علاوہ اس کے کہ لفظ مَا اور أُهِلَّ ان معنے کے مخالف ہیں۔ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ بیکار ہو جاتا ہے۔ اس لئے سب الفاظ کو بحال رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کے معنے الگ الگ کئے جائیں۔ جیسے ہم نے کئے ہیں۔ (۵ محرم ۱۳۴۲ھ)

سوال: کیا مجدد کیلئے دعویٰ کرنا ضروری ہے اور مجدد کی حدیث صحیح ہے یا نہیں۔ اگر صحیح ہے تو موجودہ صدی میں کون مجدد ہے۔ اور مجدد کی پہچان کیا ہے۔ کیا باقی مجددوں نے بھی مجدد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح دعوٰی کیا ہے یا نہیں۔ ہر ایک سوال کا جواب بذریعہ قرآن و حدیث عنایت فرما دیں۔

جواب: مجدد کی خدمت احیاء سنت نبوی ہے۔ ایک زمانہ میں کئی ایک ہو سکتے ہیں۔ جو کوئی سنت نبویہ کی اشاعت و احیاء کرے۔ وہ اتنے حصہ میں مجدد ہے کہ ایک شخص ایک گاؤں کا مجدد ہو تو دوسرا ایک ضلع کا ہو سکتا ہے۔ تو تیسرا ملک کا بھی ہو سکتا ہے۔ مجدد کا کام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی پہچان ہے۔ دعویٰ نہیں ورنہ آج حالیہ مجددین میں اختلاف نہ ہوتا۔ مجدد والی حدیث بھی اعلیٰ درجہ کی صحت کو نہیں پہنچی۔ مفصل "اہل حدیث" میں کئی دفعہ لکھا گیا ہے۔

۵ محرم الحرام ۱۳۴۲ھ

شرفیہ: مجدد کی حدیث کو نواب صاحب مرحوم نے سلسلۃ العسجد صفحہ ۷ میں لکھا ہے۔ اخرجہ احمد مسند ا و صححہ انتھی اور تنقیح الرواۃ تخریج مشکوۃ صفحہ ۵۴ میں ہے۔ اخرجہ ایضاً الحاکم و صححہ والبیھقی فی المعرفۃ قال العراقی وغیرہ سندہ صحیح قال السیوطی فی مرقات الصعود فقل العلقمی فی شرح الجامع الصغیر اتفق الحفاظ علی تصحیحہ انتھی۔

سوال: ایک شخص مستفسر ہے کہ آپ کے پیغمبر صلعم کا دعویٰ تھا۔ ان کے کل کام وحی کے تابع تھے۔ اس بنا پر وہ کونسی وحی تھی جس کے ماتحت آپ (مسلمانوں کے نبی صلعم) نے اپنے لئے چار سے زیادہ دو چند سہ چند ازواج کی اجازت نکالی تھی۔ مہربانی فرما کر قرآن مجید سے اس کا مدلل اور مسکت جواب اخبار اہل حدیث میں شائع فرما کر ہم مسلمانوں کو بھی تسلی و تشفی بخشیں۔

جواب: قرآن شریف کا اس بارے میں صاف ارشاد ہے۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّاتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَالَاتِكَ اللَّاتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا (پ-ع۲)

مختصر ترجمہ یہ ہے۔ اے نبی تیرے لئے ہر قسم کی ان مذکورہ عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے یہ حکم خاص تیرے لئے ہے اور مومنوں کے لئے نہیں۔ ان کی بیویوں کے حق میں اور حکم ہے جو خدا کو معلوم ہے۔

یہ آیات سوال مرقومہ کا جواب کافی دے رہی ہے۔ کیونکہ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی بہ نسبت مومنوں کے زیادہ شادیاں کرنا اسی حکم کے ماتحت تھا۔ نہ خلاف۔

۲۷ ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ

سوال: ایک مولوی کہتا ہے کہ عربی کا مطلب کوئی اردو میں بیان کرے تو وہ مطلق کافر ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: عربی کا مطلب اردو میں بیان کرنا جائز ہے۔ قرآن مجید کے ترجمے فارسی اردو میں کئے گئے ہیں۔ اس لئے ایسا شخص مولوی نہیں معلوم ہوتا بلکہ

(۲۵ جمادی الاول ۱۳۴۶ھ)

فقیر فقیہ: اس مولوی سے پوچھنا چاہیے کہ تو نے قرآن و حدیث کا مطلب کسی سے پڑھ کر معلوم کیا ہے یا نہ۔ اگر بالکل معلوم ہی کیا اور تو نے خود ہی سمجھ لیا ہے تو کس طرح کیا تو نبی ہے اگر کہے کہ ہاں تو وہ جھوٹا ہے۔ اگر نہیں معلوم کیا تو وہ خود ہی جاہل مطلق۔ اس کی بات کا اعتبار نہیں۔ وہ قرآن حدیث مسائل شرعیہ کسی کو بتاتا ہے یا نہ۔ اگر بتاتا ہے تو کس زبان میں کن کو سمجھاتا ہے۔ نیز کفر بتانے کی کیا دلیل ہے۔ قرآن شریف میں ہے۔ تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر۔ بس ایسا شخص جاہل مطلق ہے۔ ایسوں ہی کے حق میں ہے ؎

ایں کہ می بینی خلاف آدم اند ... نیست آدم ایں خلاف آدم اند

سوال: آجکل دنیا میں مسلمانی مذہب چار ہیں۔ اور اہل حدیث پانچواں مذہب کہاں سے نکلا۔ ایسا یہاں کے حنفی پیش امام کہتے ہیں۔ اس واسطے آپ قرآن و حدیث کے ساتھ جواب دیں۔

جواب: مسلمانی مذہب تیرہ سو ۱۳۵۰ برسوں سے چلا آیا ہے۔ جب سے آنحضرتؐ نے خدا کا پیغام سنایا تھا۔ مگر چار مذہب چوتھی صدی میں پیدا ہوئے ان سب سے پہلے اہل حدیث تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل حدیث مذہب پرانا ہے۔ اور یہ نئے ہیں۔ ان کو چاہیے کہ نئی بات چھوڑ کر اہل حدیث بن جائیں۔

(۲۵ جمادی الاول ۱۳۴۹ھ)

سوال: مردے سے منکر نکیر کہاں پر سوال کرتے ہیں۔ گھر میں بستر پر یا غسل کرتے وقت یا قبرستان لے جاتے وقت، راستہ میں۔ یا قبر کے اندر؟ اور جس وقت منکر نکیر

سلو تاشقند کے ایک متبحر عالم علامہ ابو عبد الغفور طہوری نے اسی موضوع پر ایک نفیس کتاب بزبان عربی تصنیف کی ہے کتاب کے نام تھنیہ الادب فی وعظ الخطبۃ بغیر لغۃ العرب ہے۔ اس کتاب میں علامہ موصوف نے مسئلہ کے مالہ و ماعلیہ پر مفصل روشنی ڈالتے ہوئے افراط تفریط سے بچ کر وعظ و خطبہ جمعہ و عیدین وغیرہ غیر عربی زبانوں میں جائز بلکہ وقت کے لحاظ سے ضروری ثابت کیا ہے۔ یہ کتاب شہر رمضان ۱۳۶۳ھ میں لکھی گئی ہے۔ اور سنٹرل انڈیا پریس بھوپال میں طبع ہوئی ہے مولانا ابو الکلام آزاد وزیر تعلیمات ہند نے بھی اس کے جواز و اثبات پر ایک بہترین علمی مقالہ لکھا ہے۔ جو شائع شدہ ہے۔ "محمد داؤد راز"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال کرتے ہیں۔ مردے کو ہوش وحواس موافق زندگی کے رہتے ہیں۔ یا اس وقت کچھ فرق رہتا ہے اور سوال کرتے وقت مردہ اچھی طرح اپنی موت وزندگی کو سمجھتا ہے یا نہیں

جواب: حدیث شریف میں آیا ہے کہ قبر میں مردہ جب داخل کیا جاتا ہے تو اس کو بٹھا کر سوال کرتے ہیں۔ اس وقت اس کو ہوش ہوتا ہے۔

۲۳ رجادی الثانی ۱۳۳۹ھ

سوال: قرآن شریف میں ذکر ہے۔ کہ اولیاء اللہ وشہداء مردے نہیں ہیں۔ اور شاید ایک آیت بھی اس مضمون کی ہے کہ اولیاء اللہ اس دنیا سے دوسری دنیا میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ مرتے نہیں۔ اس سے لوگوں کا خیال ہے کہ وہ مدد بھی کر سکتے ہیں اور سنتے بھی ہیں۔ اس کا جواب قرآن وحدیث سے دیں۔

جواب: مردے کے معنے ہیں جس کی روح جسم سے الگ ہو جائے۔ شہید پر یہ تعریف صادق آتی ہے۔ اس لئے اس کے مردہ ہونے میں کیا شک ہے۔ اگر اس کی روح جدا نہ ہو تو شہادت کیسی ہو! مگر چونکہ زندگی کا اصل مقصد وہ پا گئے اس لئے منع کیا گیا۔ کہ ان کو مردے نہ کہو۔ یا مت سمجھو۔ یہ نہیں کہ وہ در اصل مُردے نہیں۔ اگر در اصل مردے نہیں ہیں تو قبر میں کیوں رکھے گئے۔ اور ان کی بیویوں کی ان کی عدت کیوں گذاری گئی۔ بعد عدت نکاح ثانی کیوں کیے۔

۲۳ رجادی الثانی ۱۳۳۹ھ

سوال: اخبار یا کوئی اور کاغذ جس پر قرآن شریف کی آیات وغیرہ لکھی ہوں۔ ان کو اگر سنبھال کر نہ رکھنا ہو تو کیسے کرنا چاہیے۔ جلانا چاہیئے۔ یا کنویں میں گرانا چاہیئے۔ یا کسی اور طرح

جواب: جلا دینا بہتر ہے۔ جیسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مختلف قراءت کے قرآن شریف جلوا دیئے تھے[1]۔ اللہ اعلم

۱۴ رجب المرجب ۱۳۳۹ھ

سوال: مرشد لینا فرض ہے یا نہ اگر فرض نہیں تو اس کے لئے شرعی حکم کیا ہے۔

جواب: کسی نیک بخت صالح متبع سنت کو اپنا مرشد بنانا جس کی صحبت میں رہ کر خدا کی محبت دل میں پیدا ہو! جائز بلکہ مستحب ہے۔ صحابہ کرامؓ میں یہ دستور تھا۔ لپنے میں

---

[1]. قرآن شریف کا ادب واحترام ہر حال میں ضروری ہے۔ اس لیے یا تو ایسے اوراق بحفاظت تمام زمین میں دفن کر دیے جاویں۔ ورنہ جلا کر ان کی راکھ کو دریا میں بہا دیا جاوے یا زمین میں دفن کر دیا جائے۔ اس بارے میں خاص احتیاط چاہیئے اکثر دیکھا جاتا ہے کہ مساجد ومکاتب میں بوسیدہ اوراق قرآنی کی طرف توجہ کم کی جاتی ہے۔ محمد عمر کاتب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے صلح تر کی صحبت میں بیٹھتے تھے۔ (۱۴ رجب ۱۳۳۹ھ)

سوال : مرشد کس قسم کے آدمی کو لینا چاہیئے۔ اگر مرشد علانیہ شرعی پیروی نہیں کرتے۔ لیکن ہمہ شرعی احکام کے قائل ہیں۔ ایسے مرشد کے لیے شرعی حکم کیا ہے۔

جواب :۔ متبع سنت کو بنائے۔ خلاف شرع سے علیحدگی کرنی چاہیئے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مسلمانوں کو چاہیئے کہ جو لوگ اللہ اور رسول کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان سے محبت نہ رکھیں۔ (۲۱ رجب ۱۳۳۹ھ)

سوال :۔ زمانہ حال کے مرشد عموماً مریدوں سے ما نند جزیہ کے نذرانہ لیتے ہیں۔ اس طرح کا نذرانہ لینا درست ہے یا نہ۔ بعض حالتوں میں مرید کے سقیم ہونے کی حالت میں زبردستی وصول کیا جاتا ہے۔ جو مرید کو بمجبوری دینا پڑتا ہے۔ مرید ایسے نذرانہ کے دینے سے جرم یا ثواب آخرت کا مستحق ہوتا ہے یا نہ۔ لینے والے مرشد کے لئے شرعی کیا حکم ہے۔

جواب : قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ سب نبیوں نے اپنی اپنی امت کو کہا مَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ہم تم سے مزدوری نہیں مانگتے) زمانہ صحابہ کرام سے لے کر زمانہ شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ تک پیر مریدوں سے وصول نہیں کرتے تھے۔ حضرت شیخ غنیہ میں فرماتے ہیں مرید کو پیر کے گھر کھانا کھانا جائز ہے۔ پیر کو مرید کے گھر کا نہ کھانا چاہیئے۔ کیونکہ اس کی شان بلند ہے۔ جو مرید پیر سے کسی نقصان کا خوف کر کے نذرانہ دے وہ بجائے ثواب عذاب کا مستوجب ہے۔ ایسے مرشد دوکاندار دنیادار ہیں۔ (۲۱ رجب ۱۳۳۹ھ)

سوال : کوئی شریف آدمی پردہ نشین عورتوں کے پاس مرشد کو اپنے گھر میں داخل کر سکتا ہے یا نہ۔ اس حالت میں شرعی حکم کیا ہے۔

جواب :۔ نہیں یہ سب بدعات آجکل کے بدبختی دوکاندار پیروں کی ہیں (۲۱ رجب ۱۳۳۹ھ)

سوال : اگر مرشد جاہل بے علم شرعی احکام سے بالکل معرا اور اس کے اعمال ظاہری شریعت کے برخلاف ہیں۔ ایسا مرشد کسی شریف آدمی کے گھر میں۔ وارث کی غیر حاضری میں عورتوں کی اجازت سے داخل ہوا تو ایسی حالت میں شرعی حکم کیا ہے۔ مرد۔ عورت۔ مرشد۔ تینوں کیلئے (۲۱ رجب ۱۳۳۹ھ)

جواب : حدیث شریف میں ایسے مرد کو دیوث کہا یا فرمایا۔ عورت بدکار خائنہ ہے۔ مرشد قابل سزا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے جو شخص کسی کے گھر کا پردہ اٹھا کر نظر کرے۔ گھر والے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی آنکھ نکال لیں۔ تو ان پر سزا نہیں۔ (۲۱ رجب ۱۳۳۹ھ)

سوال: زمانہ کی رسم کے مطابق پردہ نشین عورتیں مرشد مذکور کی قدم بوسی کرتی ہیں بعض حالتوں میں بغل گیر بھی ہوتی ہیں شریع کے مطابق درست ہے یا نہ۔ اگر نہیں تو ان کے لئے کیا حکم ہے۔

جواب: نعوذ باللہ سخت گناہ کبیرہ ہے۔ ایسے لوگ مرشد نہیں۔ بلکہ شیطان ہیں حضرت مولوی روم مرحوم رحمہ اللہ ایسے ہی لوگوں کے حق میں فرما گئے ہیں ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست ۔۔۔ پس بہر دستے نہ باید داد دست

۲۱ رجب ۱۳۳۹ھ

سوال: اگر پردہ نشین عورتیں اپنے گھر سے بغیر اجازت وارث کسی فاصلہ پر فاحشہ عورتوں کے ساتھ شامل ہو کر مرشد کی زیارت کرنے کے لئے چلی جاویں تو ایسی عورتوں کے لئے حکم کیا ہے۔ اگر ایسی عورتوں کے مرد خبر ملنے پر خاموش ہو جاویں تو اس حالت میں مرد خواہ عورت کے لئے شرعی حکم کیا عائد ہو سکتا ہے۔ اور کوئی ہمسایہ والا عزیز اس عورت کو مانع ہو سکتا ہے یا نہیں۔

جواب: بحکم حدیث شریف ایسی عورت بدکار۔ خاوند اس کا دیوث ہے۔ قرآن مجید میں عورتوں کو حکم ہے۔ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ اپنے گھروں میں رہو اور پہلی کفر کی رسم کی طرح باہر مت پھرو۔ ہمسایہ بلکہ ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ عورتوں کو ایسے کام کرنے سے منع کرے۔ حدیث شریف میں ہے جو کوئی ناجائز کام دیکھے اس کو روکے۔ (۲۱ رجب ۱۳۳۹ھ)

سوال: آجکل کا جو پیری مریدی کا طریقہ یہاں سندھ میں مروج ہے۔ وہ ایک قدیمی رسم پشت بہ پشت چلی آتی ہے مرید باوجود اصل وارث ہونے کے بھی اپنی نفسانی غرض کے ذریعے ہو کر اپنی جائداد منقولہ غیر منقولہ مرشد کو وقف کر دیتے ہیں۔ اور وہ مرشد جائداد وقف والی کو اپنے ذاتی عیش و عشرت میں شرعی مصارف کے خلاف بے دریغ اڑاتے ہیں۔ ایسی صورت میں وقف جائز ہو سکتا ہے یا نہ۔ مرید خواہ مرشد دونوں کے لئے شرعی حکم کیا عائد ہوتا ہے۔

جواب: یہ سب نفس پرستی ہے۔ ایسے وقف کو وارث توڑ سکتے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے فَمَنْ خَافَ مِن مُّوصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۔ جو کوئی ظلم یا گناہ کی وصیت کو بدل دے۔ اس پر گناہ نہیں۔ ایسے وقف کرنے والے، وارثوں کے حق تلف کرنے والے ہیں اور پیر ظالم ہیں۔ (۲۱ رجب ۱۳۳۹ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی دیوبندی

اور

مسئلہ پیری مریدی

حضرات ناظرین جریدہ اہل حدیث! آپ جانتے ہوں گے کہ احناف دیوبند کے سرکردہ مولانا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی ہیں۔ آپ باوجود صوفی منش ہونے کے عالم محدث بھی تھے۔ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مرحوم کو ایک خط کے جواب میں نصائح فرماتے ہیں۔

"اگر کسی کا شیخ کوئی امر خلاف امر شرع کے فرمائے گا۔ تو اس کا تسلیم کرنا جائز نہ ہوگا۔ بلکہ خود شیخ کو ہدایت کرنا مرید پر واجب ہوگا۔ کیونکہ ہر دو کا حق ہر دو پر ہے۔ اور شیوخ معصوم نہیں ہوتے اور جب تک شیخ (یعنی پیر) کسی مسئلہ کو جو بظاہر خلاف شرع ہو۔ بدلائل شرعیہ قطعیہ ذہن نشین نہ کردے۔ مرید کو اس کا قبول کرنا ہرگز روا نہیں۔ اس کی نظیریں احادیث سے بکثرت ملتی ہیں۔ ایک نظیر بیان کرتا ہوں اُس پہ غور کیجئے۔ جب واقعہ مسیلمہ کذاب میں قراء بہت سے شہید ہوگئے اور حضرت عمرؓ کو اندیشہ ذہاب کثیر من القرآن کا ہوا۔ انھوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جمع قرآن کا مشورہ دیا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بعد مباحثہ بسیار قول حضرت عمرؓ کو قبول فرمایا۔ اور اس کا استحسان ان کے ذہن نشین ہوگیا۔ اور دونوں کی رائے متفق ہوگئی اور سنیت بلکہ وجوب مقرر ہوگیا۔ اور پھر زید بن ثابتؓ کو اس امر کے واسطے فرمایا۔ تو باوجود اس بات کے کہ شیخین رضی اللہ عنہما زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے علم و فضل میں بہت زیادہ تھے۔ اور صحبت ان کی بہ نسبت زیدؓ کے طویل تھی اور ان

---

[1] یہاں پر ایک واقعہ بلاکم و کاست ناظرین کے سامنے رکھتا ہوں۔ حافظ عزیز الدین صاحب مراد آبادی (جو میرے گمان میں مرد صالح ہیں) مولوی اشرف علی تھانوی کے مرید تھے۔ بعد بیعت آپ مسئلہ تقلید کی تحقیق کر کے مقلد سے غیر مقلد ہوگئے مگر مولانا مرحوم کے حق میں انھوں نے کسی قسم کی بدگمانی نہیں کی۔ اس پر بھی مولانا کا ایک پوسٹ کارڈ (جو میں نے بچشم خود دیکھا ہے) موصوف کو پہنچا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔ کہ غیر مقلد ہو جانے کی وجہ سے میں تم کو اپنے حلقۂ بیعت سے خارج کرتا ہوں۔ اب میرا تمہارا پیری مریدی کا تعلق نہیں رہا (او کما قال) ایسا ہوا تھا؟ اس کا جواب ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ (اہل حدیث ۱۷ اپریل ۱۹۲۴ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے باب میں حکم شارع علیہ السلام کا ہو چکا تھا۔ اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر رواہ البخاری یعنی اقتدار کرنا ان کی جو میرے بعد ہوں گے۔ یعنی ابو بکرؓ و عمرؓ کا۔ زیدؓ نے اس امر کو محدث سمجھا تو یہی فرمایا۔ کیف تفعلون شیئا لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی تم کیوں کر کرو گے ایسے کام کو جس کو نہیں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ان کے (یعنی حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ) کے کہنے کو ہرگز تسلیم نہیں کیا۔ کیونکہ ایجاد بدعت ان کے نزدیک سخت معیوب تھا۔ وہ شیخین کو معصوم نہ جانتے تھے۔ لہٰذا مناظرہ شروع کر دیا۔ مگر جس وقت حضرات شیخین نے ان کو سمجھایا اور سنیت اس فعل کی زیدؓ کو ثابت ہو گئی تو اس وقت بدل جان قبول کر کے اس کی تعمیل میں مصروف ہو گئے۔ بخاری کو تم نے خود پڑھا پڑھایا اور دیکھا ہے زیادہ کیا لکھوں پس ایسا بدست شیخ ہونا کہ امور منہی کی کچھ تمیز نہ رہے یہ اہل اسلام کا کام نہیں لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ یہ امر بھی عام ہے اس سے کوئی مخصوص نہیں" مولانا موصوف کے خط سے چند باتیں سمجھی گئی جو ذیل میں عرض خدمت کرتا ہوں۔ ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

اولاً تو یہ سمجھا گیا کہ کوئی امام یا شیخ معصوم نہیں۔ جس کا قول بلا چون و چرا تسلیم کر لیا جائے جب تک اس پر کوئی دلیل شرعی نہ ہو۔

ثانیاً مرید و مقلد کا فرض ہے کہ اگر اس کا امام یا شیخ خلاف شرع کوئی کام یا امر کرے تو اس کو ضرور مرید ہدایت کرے۔ مقلد مرید کو اس کا قبول کرنا ہرگز روا نہیں۔

ثالثاً بخاری شریف کی روایت سے معلوم ہو گیا۔ کہ کسی شخص کا اعلم و افضل ہونا اس کے متبوع و مقلد ہونے کی دلیل نہیں۔ جب تک کہ وہ اپنے قول پر دلیل شرعی فرمان نبویؐ سے نہ پیش کرے۔ اس لئے زید بن ثابت صحابیؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ و حضرت عمر فاروقؓ کے قول محض کو تسلیم نہیں کیا اور نہ ان کو معصوم خیال کیا۔ بلکہ ان سے بطور معارضہ کے مناظرہ شروع کر دیا۔ پس کہاں ہیں وہ حضرات جو اپنے امام و پیر کی (بوجہ افضل و اعلم ہونے کے) تقلید شخصی کو ضروری سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ان کی پیروی کا کسی روایت میں ذکر بھی نہیں اور شیخین ابو بکر صدیقؓ و عمر فاروقؓ کی پیروی کا عام ارشاد تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما بھی دیا تھا۔ پھر بھی صحابی زید بن ثابت بلا دلیل شرعی خلفاء راشدین کے قول کو حجت شرعی نہیں سمجھتا۔ آہ یہ ہی وہ آزادی اسلام کی تھی جس کو اب مسلمانوں نے تقلیدی شکل میں پھنس کر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مٹادیا اور اقوال رجال کو حجت شرعی سمجھنے لگ گئے اور کہنے لگے ؎

بے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید

پس مسلمانو! عموماً دیوبندیو! خصوصاً اپنے مولانا موصوف کے خط کو پڑھ کر قرآن و حدیث کے سوا اقوال رجال کو حجت ماننے سے انکار کرو۔ اور احادیث نبویہ صریحہ صحیحہ کو حجت مان کر عمل کرو۔ دنیا میں صرف ایک ہستی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جو واجب الاطاعت اور معصوم ہے۔ دعوا کل قول عند قول محمد وفیہ کفایۃ لمن لہ درایۃ۔

کتبہ ابو محمد عبدالجبار سلفی مدرس مدرسہ مصباح العلوم کھنڈیلہ جے پور۔ ۱۷ مارچ ۱۹۲۴ء

سوال: الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہنے والا مسلمان کافر ہے۔ اگر کافر ہے تو کس حالت میں نیز ایک مسلمان مولوی بغیر سوچے سمجھے کسی مندرجہ بالا الفاظ کہنے والے کو کافر کہہ دے تو اس کے واسطے کیا حکم ہے۔

جواب: الصلوٰۃ والسلام علیک کہنے والے کی نیت پر حکم ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر جانتا ہے تو شرک لازم آئے گا۔ اور اگر بغیر حاضر و ناظر جاننے کے کہے۔ تو شرک نہیں بدعت ہے۔ کیونکہ زمانہ رسالت میں یہ تعلیم نہ تھی نہ عہد خلافت میں رواج تھا۔ لہٰذا بدعت ہے بلا تحقیق کسی کو کافر کہنا مناسب نہیں۔ حدیث میں کفر کا فتویٰ دینے میں جلدی کرنے سے منع آیا ہے۔

۱۰ شعبان ۱۳۳۹ھ

سوال: جو کہ ختم گیارہویں شریف کا دلاتے ہیں۔ اس میں شریک ہونا چاہیے یا نہ۔ وہ روٹی کھانی چاہیے یا نہ۔ کیونکہ وہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ ہم یہ روٹی خدا واسطے کھلاتے ہیں۔ اور نیت بھی اپنی خدا واسطے ظاہر کرتے ہیں۔ مگر یہ ختم گیارہویں تاریخ کو دلاتے ہیں سو از روئے قرآن و حدیث جواب عنایت ہو۔

جواب: ختم گیارہویں کا رواج نہ زمانہ رسالت میں تھا۔ نہ عہدِ خلافت میں۔ اس لئے بدعت ہے۔ حدیث میں ہے۔ کُلُّ عَمَلٍ لَیْسَ علیہ امرنا او عملنا فھو رد۔ یعنی آنحضور نے فرمایا ہے۔ جو کام ہم نے نہ بتایا ہو۔ نہ کیا ہو! وہ مردود ہے۔ اس لئے ایسی بدعت کی مجلس میں شریک ہونا یا اس چیز کا کھانا گناہ ہے۔ خدا کے واسطے دینا منع نہیں۔ لیکن گیارہویں کے نام سے کرنا شرک یا کم سے کم بدعت ہے۔ ایسے افعال سے خود حضرت پیر صاحبؒ نے منع فرمایا ہوا ہے۔ فتوح الغیب ملاحظہ ہو۔

۱۰ شعبان ۱۳۳۹ھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: مسجد میں جا کر آمین بالجہر کہی یا پڑھی جاتی ہے۔ تو بھائی احناف بہت گھبرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ کیا آمین آہستہ کہنے سے نماز نہیں ہوتی۔ اونچا پڑھنے سے نماز بہت اچھی ہو جاتی ہے۔ سو براہ مہربانی جواب دیں کہ نماز صحیح بطریق رسول اللہ کس طرح ہے۔

جواب: آمین بالجہر کہنی سنت ہے۔ بہ نیت نیک۔ ہر جگہ کہہ سکتا ہے۔ حنفیوں کا چڑنا فضول ہے۔ جب کہ خود پیران پیرؒ غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ آہستہ کہنے سے بھی نماز ہو جاتی ہے۔ ان کو کہنا چاہیئے۔ کہ مسواک کرنے کے بغیر بھی نماز درست ہو جاتی ہے۔ تو کیا اس کے یہ معنے ہیں کہ مسواک کرنی چھوڑ دی جاوے۔ کیسی بات ہے۔

۲۰ شعبان ۳۹ھ

سوال: خاص اللہ کے نام پر منت کھانا از روئے قرآن و حدیث جائز ہے یا نہیں۔ مثلاً مریض اپنی بیماری سے صحت ہونے پر یا تجارت میں نفع ہونے پر۔ شیرینی یا رقم طلیدہ یا دمن فقیروں کو کھانا کھلانا وغیرہ اور کیا ایسی منت کی چیز شیرینی وغیرہ لینا جائز ہے یا نہیں۔

جواب: حدیث میں آیا ہے۔ ضرورت کے وقت یوں مقابلہ میں نذر (منت) نہ مانا کرو۔ کہ اگر میرا یہ کام ہو گیا۔ تو میں یہ دوں گا۔ اگر ایسا کہے گا۔ تو ادا کرنا ضرور فرض ہو گا۔ اس نذر میں اگر نیت یہ ہے کہ دوستوں کی دعوت کروں گا تو اس صورت میں اس کو کھانا جائز ہے۔ اللہ اعلم۔

۰ ار شعبان المعظم ۳۹ھ

سوال: کیا کوئی ایسا نبی بھی گذرا ہے۔ جس کی مادری زبان اور ہو اور الہام کسی اور زبان میں ہوا ہو؟

جواب: کوئی نہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ۔ ہر نبی اور رسول کو اپنی قوم کی زبان پر الہام اور وحی ہوتی ہے۔

۲۴ ر شوال المکرم ۳۹ھ

سوال: کیا کوئی حدیث ہے۔ جس کا آدھا حصہ صحیح ہو اور آدھا ضعیف۔

جواب: حدیث کی صحت یا ضعف سند کے راویوں پر موقوف ہے۔ اگر وہ اچھے ہیں۔ تو حدیث اچھی ہے۔ اگر وہ ضعیف یا کاذب ہیں۔ تو حدیث بھی ایسی ہے۔ پس اس لحاظ سے نصف حصہ صحیح اور نصف حصہ ضعیف نہیں ہو سکتا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ کسی حدیث میں ایک حصہ آنحضرتؐ کا فرمودہ ہو! اور دوسرا راوی صحابی یا بعد والے کا۔ آنحضرت کا فرمودہ حجت شرعی ہو گا۔ اور راوی کا نہیں۔ آنحضرتؐ کے فرمودہ میں دو حصے الگ الگ نہیں ہوں گے۔

۲۴ ر شوال المکرم ۳۹ھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال:۔ ہاروت و ماروت[1] دو فرشتے تھے۔ یا دو آدمی یا دو بادشاہ۔ زیادہ صحیح قول کون سا ہے؟

جواب:۔ میری تحقیق یہ ہے کہ آدمی تھے۔ تفسیر فتح البیان کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔

(۱۲ محرم ۳۹ھ)

سوال:۔ اگر کوئی مشرک بیدین اسلام قبول کرے تو کس طرح سے اسلام میں آ سکتا ہے۔ اور کیا گواہوں کی ضرورت ہے۔ اور گواہ کس قسم کے ہوں۔

جواب:۔ مشرک بیدین۔ اپنے شرک اور کفر سے توبہ کر کے اسلام قبول کرنے کا اقرار کرے تو بس مسلمان ہے۔ خدا کے پاس چھوٹنے کے لئے گواہ کی حاجت نہیں۔ لوگوں میں مسلمان کہلانے کے لئے گواہ چاہئیں۔ سو دو ہوں یا چار کافی ہیں (اہلحدیث ۱۲ محرم ۳۹ھ)

سوال:۔ اگر دعا کرتے وقت آنحضرتؐ کے طفیل سے یا کسی بزرگ کے وسیلے سے۔ یا اپنے نیک اعمال کا واسطہ دے کر دعا کرے۔ تو جائز ہے یا نہیں۔ مع ثبوت اور حوالہ کے جواب دیجئے

جواب:۔ اعمال کا واسطہ تو آیا ہے۔ کسی بزرگ کو واسطہ میں ذکر کرنا ثابت نہیں۔ ایک حدیث

---

[1] ہاروت ماروت کا سارا قصہ یہودیوں کا بنایا ہوا ہے حضرت ابن عمرؓ نے اسے کعب احبار یہودی نومسلم سے نقل کیا ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے تصریح کی ہے۔ عبد اللہ بن عمر یحدث عن کعب الاحبار فلذا الحدیث ورجع إلی نقل الاحبار عن کتب بنی اسرائیل ص ۲۳۸ ج ۱ برحاشیہ فتح البیان۔

ایسی اسرائیلیات کا اعتبار کیا؟ حافظ ابن کثیر نے آگے چل کر کہا ہے۔ لیس فیہا حدیث مرفوع صحیح متصل الاسناد الی الصادق المصدوق المعصوم الذی لا ینطق عن الھوی۔ الخ ص ۲۴۳۔ (از حضرت مولانا ابو القاسم صاحب سیف بنارسی رحمۃ اللہ علیہ۔ اخبار ندائے مدینہ کا نپور۔ جلد اول ع ۵)

تفسیر القرآن میں قاضی سلیمان صاحب مصنف رحمۃ للعالمین مرحوم فرماتے ہیں "ہم نے ہاروت ماروت کو "الناس" کا بدل ٹھہرایا ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ امام ابن جریر بھی ہاروت ماروت کو الشیاطین یا الناس کا بدل قرار دینے میں ہمارے ساتھ ہیں۔ الشیاطین وہ ہیں جنہوں نے سلطنت سلیمان علیہ السلام میں یہود کو کفر و سحر کی تعلیم دی۔ ہاروت ماروت وہ یہودی ہیں جو الشیاطین کے پہلے شاگرد تھے اور جو نہایت چالبازی سے لوگوں کو پھنسایا کرتے تھے۔ فیتعلمون میں ہاروت ماروت کے شاگردوں کا ذکر ہے۔ اور لما اتبعوا میں وہ سب داخل ہیں جو ان میں سے ہیں یا ان کی شاگردی کے سلسلہ میں ہیں۔

(رسالہ مسلمان سوہدرہ جلد ۸ عدد ۱)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں آیا ہے کہ تین آدمی سفر کو نکلے۔ ان تینوں کو تکلیف پہنچی۔ تینوں نے اپنے اپنے خاص خاص اعمال یاد کر کے خدا کے حضور پیش کر کے دعا مانگی۔ کہ ہماری تکلیف کو دور کر دے وہ تکلیف دور ہو گئی۔ یہ روایت مشکوٰۃ باب الانفاق میں بھی ہے۔

(اہلحدیث ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ)

سوال:۔ ہیضہ، طاعون وغیرہ بیماریوں کے وقت میں اپنے اپنے محلوں یا گھروں میں اذان دینا جائز ہے۔ یا نہیں۔ اذان دینے والوں کا مطلب یہ ہے کہ بلائیں وغیرہ ٹل جائیں گی۔ اور اُن کی آواز جہاں تک پہونچے گی۔ وہاں تک اللہ کی رحمت نازل ہوگی۔ شریعت میں اس کے متعلق کیا حکم ہے۔

جواب:۔ یہ طریقہ زمانہ رسالت و خلافت میں ثابت نہیں۔ اس لئے بدعت ہے۔

(۱۷ ربیع الاول سنہ ۴۷ھ)

سوال:۔ دوزخیوں کو یوم النشور میں دیدار خداوندی نصیب ہوگی یا نہیں۔ اگر نہیں تو ان کا محاسبہ کیوں کر ہوگا۔ کیا ہاتف غیبی سے آواز آئے گی یا نامہ اعمال سے تصفیہ ہو جائے گا

جواب:۔ دیدار نہیں ہوگا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ كَلَّا إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ مجرم لوگ اپنے رب سے پردے میں ہوں گے۔ تصفیہ کئی طرح سے ہوگا۔ چہروں کی علامت بھی ہوگی۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ۔ اس روز کئی چہرے سفید ہوں گے اور کئی سیاہ

(۱۷ رجب سنہ ۴۷ھ)

سوال:۔ نبی، ولی وغیرہ (پیغمبر خدا کے فرستادہ) بعد مرنے کے جسم مبارک دفن کر دینے کے بعد۔ قبر کے اندر عام مسلمانوں کے مثل جسم گل سڑ کر مٹی میں مل جاتا ہے یا نہیں کتاب اللہ یعنی قرآن و حدیث سے کیا ثابت ہے۔

جواب:۔ حدیث شریف میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کا جسم مٹی پر حرام کیا ہوا ہے۔

(۲۹ شعبان المعظم سنہ ۴۷ھ)

سوال: کیا تعریف ہے شرع میں عالم کی۔ یعنی کم از کم کہاں تک علم حدیث اور تفسیر حاصل کیا ہو، جس سے کہ عالم ہونے کا مستحق ہو۔

جواب:۔ عالم کے دو درجے ہیں۔ ایک وہ جو اتنے احکام کو بدلائل جانتا ہو۔ جو اس پر وارد ہوئے ہیں یعنی ذاتی۔ چاہے از قسم عبادت ہوں۔ یا از قسم تمدن وغیرہ۔ دوم وہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو اپنے احکام کے علاوہ اُن احکام کو بھی بدلائل جانے جو جملہ مسلمانوں پر عائد ہوتے ہیں مثلاً احکام سیاست، جہاد وغیرہ۔ یہ سب تعریف اس حدیث سے مستنبط ہے جس میں آنحضرت نے علماء امت کو زمین کے قطعات سے تمثیل دی ہے۔

۲۶ ربیع الاول ۱۳۴۱ھ

سوال: سپارہ ۲۶ سورہ فتح شروع۔ فتح دی تجھ کو فتح ظاہر اور بخش دیئے تیرے اگلے پچھلے گناہ۔ اللہ تعالیٰ پیغمبر خدا علیہ السلام کی طرف اشارہ فرماکر یہ آیت نازل فرماتا ہے اس سے ظاہر ہوا۔ نبی پہلے گناہگار تھا اور آئندہ بھی گناہ کرنے والا ہے معصوم کو نہ ہوا۔

جواب: پہلے پچھلے گناہ معاف کرنے کا ذکر وہاں ہوتا ہے۔ جہاں یہ بتانا مقصود ہوتا ہے کہ گناہ صادر ہی نہیں ہوئے۔ جیسا اصحاب بدر کے حق میں فرمایا۔ اعملوا ما شئتم قد غفرت لکم جو چاہو کرو۔ میں نے تم کو بخش دیا۔ اس سے مراد ہے کہ تم سے گناہ صادر نہ ہوں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ مغفرت اور غفران اکثر تو گناہ ہونے کے بعد ذنوب گناہوں پر سے تعلق رکھتا ہے۔ مگر کبھی گناہ کو وجود میں آنے سے مانع ہو کر اپنا اثر دکھاتا ہے۔ جیسے فرمایا۔ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم۔ پ۲۔ رکوع ۵۔ یعنی جو کوئی سخت بھوک کی وجہ سے مجبور ہو کر حرام کھالے اس پر گناہ نہیں۔ بیشک اللہ غفور رحیم ہے۔ لا اثم علیہ سے ثابت ہوا کہ گناہ اس پر آیا ہی نہیں۔ پھر فرمایا۔ اللہ غفور رحیم ہے۔ جب گناہ صادر ہی نہیں تو غفور کا تعلق کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مغفرت اور غفران کے دو اثر ہیں۔ ایک یہ کہ گناہ وجود میں آکر بخشا جائے۔ دوم گناہ صادر ہی نہ ہو۔ پس معنی آیت زیر بحث کے یہ ہیں کہ خدا ظاہر کر دے گا۔ کہ تیری پہلی اور پچھلی زندگی میں گناہ صادر ہی نہیں ہوئے۔ اللہ اعلم۔

اہلحدیث ۷ رجب ۱۳۵۱ھ

سوال: کیا حق تعالیٰ جل شانہ نے اس آیت میں روح سے مراد قرآن شریف کو لیا ہے ینزل الملائکۃ بالروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ ان انذروا انہ لا الٰہ الا انا فاتقون (سورہ نحل ع ۱)۔ اگر اس آیت میں روح سے مراد قرآن نہیں ہے تو مہربانی فرماکر وہ آیت بتا دیجئے۔ جس میں روح سے قرآن مراد ہے۔

جواب: اس آیت میں روح سے مراد پیغام الٰہی ہے۔ خواہ وہ تورات کی شکل میں ہو یا انجیل کی صورت میں یا قرآن کی صورت میں۔ اللہ اعلم۔

اہلحدیث ۷ اپریل ۱۹۳۳ء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: اولی اجنحۃ مثنیٰ وثلاث ورباع کا ترجمہ تفسیر ثنائی میں لکھا ہے۔ دو دو تین تین چار چار پروں والے فرشتے۔ اس سے حقیقی مراد کیا ہے۔ کیا فرشتوں کی خلقت واقعی مثل طیر ہے۔ (شیخ قاسم علی)

جواب: جب تک حقیقت محال نہ ہو۔ حقیقت ہی مراد ہوا کرتی ہے۔ (۴ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ)

سوال: زید اور بکر میں نزاع ہے۔ زید کہتا ہے سیاست مذہب کا جزو ہے بغیر اس کے مذہب نامکمل ہے۔ بکر مخالف ہے۔ دونوں میں سے صحت پر کون ہے۔ (۴ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ)

جواب: مکمل دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے زندگی میں سیاست بھی کی ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کی اپنی زندگی میں سیاست جزو دین ہے۔ چاہے تخت پر ہو یا تختہ پر۔ یعنی عمل ہو یا نیت۔ عمل جیسا حدیث شریف میں ہے۔ جو آدمی نہ جہاد کرے نہ جہاد کی نیت رکھے۔ تو وہ نفاق پر مرے گا[1] (اہلحدیث ۱۳ رمضان ۱۳۵۱ھ)

خاص مولوی ثناء اللہ صاحب سے سوال

کیا آپ مقلدین مذاہب اربعہ کو عموماً اور حنفیہ کو خصوصاً کافر کہتے ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج جانتے ہیں اور کیا ان کے کفر کے متعلق آپ نے اپنی کوئی تحریر بھی شائع کی ہے۔ اخبار اہلحدیث میں یا کسی کتاب میں۔ الخ (محمد سجاد حسین)

الجواب: مجھے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے شرم آتی ہے۔ کہ یہ سوال مجھ جیسے شخص سے کیوں پوچھا گیا۔ جس نے کبھی کسی کے فتویٰ کفر پر دستخط نہیں کیے۔ کیونکہ میرا اس باب میں وہی مسلک ہے۔ جو امام المحتاطین امام ابو حنیفہ رحمہ وغیرہ کا ہے۔ لا نکفر احدا من اهل القبلة (اہلحدیث ۷ ستمبر ۱۹۱۷ء)

سوال: بدعت کس کو کہتے ہیں۔

جواب: جس کام پر شرع شریف سے ثواب کا وعدہ نہ ہو اس کو ثواب کی نیت سے کرنا بدعت ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد۔ (۱۲ اپریل ۳۴ء)

سوال: اور یہ جو حدیث ہے کہ جس نے دین میں اچھا طریقہ نکالا۔ الخ

---

[1] مزید تشریح ۱۷ مارچ ۲۳ء کے اہلحدیث میں بذیل فتاویٰ دیکھئے۔ ساز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب:۔ اچھا طریقہ نکالنے کا مطلب یہ ہے کہ جو کام شرع سے ثابت ہے۔ مگر لوگوں کی غفلت سے مٹ گیا ہے۔ اس کو جاری کرنے والا اس ثواب کا مستحق ہے۔ (۱۲ اپریل ۱۹۱۸ئ)

سوال:۔ جو شخص نبی کریم صلعم کو حاضر و ناظر جانے۔ نذر لغیر اللہ کا قائل ہو۔ قل: دسواں، چالیسواں ان بدعات کا قائل ہو۔! یا شیخ جیلانی شیئاً للہ کے وظیفہ کا قائل ہو! گیارہویں پیر جیلانی کا قائل ہو! استعانت وغیرہ کا قائل ہو! اور مذکورہ بالا فعلوں پر عمل بھی کرتا ہو۔ تو شریعت محمدیہ میں اس کی اقتدار جائز ہے یا نہیں۔ یعنی امامت جائز ہے۔ یا نہیں؟

جواب:۔ ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔ اجعلوا ائمتکم خیارکم۔ (یعنی اپنے امام نیک متبع سنت لوگوں کو بنایا کرو) ۔ اگر یہ شخص امام مقرر ہو۔ تو اس کو معزول کرنا چاہیے (۲۰ محرم ۱۳۴۳ھ)

شرفیہ: جواب سوال امامت شخصے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم را حاضر ناظر داند و نذر لغیر اللہ را جائز داند و یا شیخ جیلانی شیئاً للہ را قائل است جواب ایں چنیں شخص بسبب صفات الٰہیہ در نبی صلعم و غیر آں جائز داند۔ لہٰذا مشرک ست۔ اقتدار او جائز نیست بحکم فرمان عالی شان۔ لا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔ الآیۃ۔ (پ ۱۲۔ ع ۱۰)

ابوسعید شرف الدین دہلوی

تشریح:۔ اعتقاد داشتن بہ ہمچوں مضمون سوال بای وجہ درست نیست بلکہ بدعت و ضلالت است۔ پس ایں چنیں ہرگز نہ شاید شرعاً زیرا کہ ایں از جملہ اعتقادیات است۔ و در اعتقادیات است علم فریقین پر ضرور است و بریں اعتقاد ہیچ دلیل شرعی کہ قابل حجت باشد یا فتہ نشد پس چگونہ اعتماد و اعتقاد بلا دلیل شرعی براں کردہ شود۔ (فتاویٰ نذیریہ۔ جلد اول) جو شخص مجوز اور مفتی اور مروج ان امور کا ہے۔ العیاذ باللہ منہ وہ راس المشرکین ہے یعنی اپنے تابعین مشرکین کا رئیس ہے۔ اس کے پیچھے نماز درست نہیں اور جب کہ دائرہ توحید و سنت سے وہ خارج ہوا تو کسی مذہب میں مذاہب اربعہ سے کب داخل رہا۔ جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہو اور ایسے افعال شرکیہ بدعیہ ہیں۔ ان سے معاملہ ترک کرنا چاہیے جب تک تائب نہ ہوں۔ قد جاء فی الحدیث من احب للہ وابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان الی آخرہ۔ (فتاویٰ نذیریہ جلد ۱ ص ۲۵)

حررہ الفقیر محمد حسین الدہلوی عفا اللہ عنہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال:۔ بزرگوں سے دعا کرانی اور ان کے واسطے شیرینی لے جانا جائز ہے یا نہیں؟ اکثر سنا ہے کہ شیرینی کسی کے پاس بطور تحفہ لے جانا سنّت ہے۔ کیا رسول کریمؐ کا یہ فعل تھا۔

جواب:۔ بزرگوں سے دعا کرانا سنّت ہے اور ان کی نذر کو کوئی پسندیدہ چیز لے جانا بھی جائز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم ایسا کرتے تھے اور آنحضرت منع نہ فرماتے تھے۔

۹ رذی قعدہ ۱۳۴۲ھ

سوال:۔ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ فتمثل لها بشرا سويا۔ کہ جبرئیل بشر کی صورت پر حضرت مریمؑ پر آیا تھا۔ یہ بشر کی صورت پر کیوں آیا تھا۔ اور فرمایا۔ فنفخنا فيها من روحنا۔ یہ نفخ کس نے کیا تھا۔ جبرئیل نے یا خدا نے؟

جواب:۔ جبرائیلؑ بشر کی صورت میں آیا تھا۔ تاکہ حضرت مریمؑ کو وحشت نہ ہو! نفخ خدا کا فعل ہے جس طرح وہ دوسرے کام اسباب کے ساتھ کرتا ہے۔ ممکن ہے یہ بھی اسباب سے ہو۔ مگر لفظوں میں فاعل خدا ہے۔

۲ رجمادی الاول ۱۳۴۱ھ

سوال:۔ یہ جو حضرت یوسفؑ کے قصے میں فرمایا۔ يا أيتها العير إنكم لسارقون۔ یہ لفظ سارق کا کیوں فرمایا۔ کیا وہ بھائی سارق تھے۔ کیا وجہ تھی۔

جواب:۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے سامان تلاش کیا تھا۔ اردلی اور پولیس والوں نے ان کے بھائیوں کو چور کہدیا یہ ایک معمولی بات ہے کیونکہ ان کو اندرونی راز معلوم نہ تھا۔ یوسفؑ نے کوئی ایسا ناجائز لفظ کوئی نہیں کہا۔

اہلحدیث ۲ رجمادی الاول ۱۳۴۱ھ

سوال:۔ درود تاج۔ درود لکھی۔ حزب البحر۔ دلائل الخیرات۔ اور ہم کلمہ رد کفر۔ اللهم إني أعوذ بك من أن أشرك بك وأنا أعلم به اخیر تک یہ ماثور ہے یا نہیں

۲۸ ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ

جواب:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلیم کردہ درود وہ ہے جو التحیات میں پڑھا جاتا ہے اس کے سوا باقی سب لوگوں کے بنائے ہوئے ہیں۔ جن کی پابندی کرنے کا حکم نہیں۔

۲۸ ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ

تشریح: ایک اور درود صلوٰۃ النار کے نام سے مشہور ہے جس کے الفاظ اللّٰھم صل صلوة كاملة وسلم سلاما تاما على سيدنا محمد تنحل به العقد وتنفرج به الكرب الخ ہیں اس کے بارے میں مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرماتے ہیں۔ مذکورہ درود کا ذکر کسی حدیث میں نہیں آیا ہے۔ اور میرے نزدیک اس کا پڑھنا درست نہیں (۱) قرآن کریم میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا حکم نازل ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صلاۃ وسلام کے الفاظ دریافت کئے آپ نے جواب میں جو طریقہ اور الفاظ بتائے وہ کتب حدیث میں مشہور و معروف ہیں۔ خود پیغمبر کے بتائے ہوئے طریقے سے بہتر اور کون الفاظ ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد اپنی طرف سے الفاظ گھڑنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ (۲) اس مذکورہ صلاۃ وسلام میں چار جگہ لفظ بہٖ مذکور ہے۔ اس لفظ میں ضمیر کا مرجع بھی یستسقی الغمام بوجھہ الکریم کی مناسبت اور رعایت کی وجہ سے لفظ محمدؐ ہوگا اور جس طرح یہ جملہ محمدؐ کی صفت ہے اسی طرح اس سے پہلے کے چاروں جملے بھی محمدؐ کی صفت ہوں گے اور اس صورت میں ان جملوں کا معنی یہ ہوگا۔ اے اللہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل اور تام صلاۃ و سلام نازل فرما۔ جن کی ذات کے ذریعہ مشکلات حل ہوتی ہیں۔ گرہیں کھلتی ہیں۔ مصائب دور ہوتے ہیں۔ حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔ مقاصد اور تمنائیں بر آتی ہیں اور حسن خاتمہ حاصل ہوتا ہے اور جن کے روئے مکرم یا ذات گرامی کے ذریعہ بارش مانگی جاتی ہے۔ لیکن یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ مشکلات حل کرنے والا۔ مصائب وغم دور کرنے والا، قاضی الحاجات مرادوں اور تمناؤں کا برلانے والا اور حسن خاتمہ کی توفیق دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اور یہ امور اسی کی ذات سے وابستہ ہیں۔ نہ کسی پیغمبر یا ولی یا پیر سے پس چونکہ یہ الفاظ موہم شرک ہیں۔ اس لئے نہیں پڑھنے چاہئیں۔ الیٰ آخرہ

(مصباح جلد اوّل ص۱۰۱)

سوال:۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ۔ حضرت فریدالدین عطارؒ۔ بایزید بسطامیؒ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وغیرہ۔ جو مشہور اولیا گذرے ہیں۔ انہوں نے اپنی کسی تصنیف کی ہوئی کتاب میں کوئی مضمون شریعت کے باہر لکھا ہے۔ (اہلحدیث ۹ ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ)

جواب:۔ یہ لوگ بڑے پابند شریعت اور متبع سنت تھے۔ یہ کیوں شریعت سے باہر لکھتے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ اجعل الکتاب والسنۃ امامک۔ قرآن و حدیث کو اپنا امام بنا کر چلو۔ (۹ ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ)

سوال:۔ ہم محرم میں ملیدا اور شبرات میں حلوا پکاتے ہیں۔ نیاز نہیں دیتے۔ کھانے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے لڑکے بالے مل کر جاتے ہیں از روے قرآن و حدیث جواب عنایت ہو۔

۶ / صفر ۳۸ ھ

جواب: ۔ محرم کا حلوا اور شبرات کی مٹھائی بند کرنی چاہیے۔ یہ سب بدعت ہے۔

۶ / صفر ۳۸ ھ

شرفیہ: ۔ حلوا یا کوئی اور رسم تو نہیں۔ ہاں صرف یوم عاشورہ میں اپنے اہل وعیال پر توسیع طعام کے بارے میں ایک حدیث ہے۔ عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من وسع علی عیالہ فی النفقۃ یوم عاشوراء وسع اللہ علیہ سائر سنۃ قال سفیان انا قد جربناہ فوجدناہ کذلک رواہ رزین کذا فی المشکوٰۃ۔ امام بیہقی نے شعب الایمان میں ابوہریرہؓ ابوسعیدؓ جابرؓ سے بھی اس کو روایت کیا ہے اور بیہقی نے ضعیف بھی بتایا ہے۔ مگر اپنی سند اور اپنے راویوں کی روایت کو نہ تمام طرق کو جو اور سندوں سے وارد ہیں۔ اسی لئے عراقی نے کہا ہے کہ طرق صحح بعضہا وبعضہا علی شرط مسلم مرقاۃ شرح مشکوٰۃ بعض اکابر نے انکار کیا ہے۔ مگر جب محدث عراقی نے تصحیح لکھ دی تو پھر انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ حق سب سے بڑا ہے۔

ابو سعید شرف الدین دہلوی

سوال: کتنے برس کی عمر کے آدمی کو منکر نکیر سوال کرتے ہیں۔ اور کتنی عمر والا آدمی منکر نکیر کے سوال سے محفوظ رہے گا۔

جواب: نابالغ بچے جن پر احکام شرعیہ لازم نہیں۔ ان سے سوال نہ ہوگا۔ جن پر احکام لاگو ہیں۔ ان سے سوال ہوگا۔

اہلحدیث ۱۴ / محرم ۳۸ ھ

سوال: فدوی اہلحدیث ہے جنفیوں کی بستی میں رہتا ہوں۔ شبرات نہیں کرتا ہوں۔ مگر بچوں کے واسطے حلوا پکواتا ہوں۔ شبرات کے ایک دو روز قبل یا بعد۔ میری بی بی کا خیال منافقانہ نہیں ہے۔ یکی موحد ہے اور آتشبازی لڑکوں کو چھوڑنے نہیں دیتا ہوں۔ بلکہ لڑکے روکر رہ جاتے ہیں۔ میرا ایمان اس حدیث پر ہے انما الاعمال بالنیات ایسا کرنے سے گنہگار رہوں گا یا نہیں۔

۴ / ربیع الاول ۳۸ ھ

جواب: ۔ صورت مرقومہ میں انشاء اللہ گنہگار نہ ہوگا۔ لیکن اگر اثبات رسم کا اندیشہ ہو تو آہستہ آہستہ اتنا بھی بند کر دینا چاہیے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھ لیا تھا کہ جہاں پر قربانی کرنے کی تم نے نذر مانی ہوئی ہے وہاں مشرکوں کا کوئی معبد تو نہیں۔ جواب نفی میں ملا۔ تو اجازت فرمائی۔ (۴ ربیع الاول ۳۸ھ)

سوال: کیا حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت مذہب اسلام کے لئے ضروری تھی۔ اور یہ سچ ہے کہ آپ محمدیہ کے واسطے کفارہ ہوئے۔ (۴ ربیع الاول ۳۸ھ)

جواب: اسلام نے کسی کو کفارہ نہیں بنایا۔ بجز توبہ اور اعمال صالحہ کے۔ اِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ۔ امام حسین علیہ السلام کی شہادت ایک اندوہناک واقعہ ہے۔ مگر مذہب اسلام کی نہ کوئی ضرورت اس پر موقوف تھی۔ نہ اسلام کی ذات میں یہ داخل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ قبل از واقعہ شہادت فوت ہو گئے ان کے ایمان میں نہ کوئی خلل ہے نہ نقصان۔ (۴ ربیع الاول ۳۸ھ)

سوال: قصص الانبیاء میں لکھا ہے کہ مضمرات میں کعب احبار سے نقل ہے۔ کہ ہم پاتے ہیں توریت میں جسے حق نے نازل کیا۔ اوپر موسیٰ علیہ السلام کے کہ امت محمدیہ میں ایک شخص پیدا ہوگا۔ اس کی کنیت ہوگی ابو حنیفہ رحمہ اللہ جس کا ذکر آیا ہے توریت میں اپنے رسول مقبول صلعم کی امت میں ابو حنیفہ کر کے ایک شخص ہوگا۔ اس کی کنیت سے مع جواب مطلع فرماویں (۴ رجب ۳۸ھ)

جواب: کسی روایت میں اس کا جواب نہیں۔ تورات ساری اس ذکر سے خالی ہے۔ یہ سب معتقدانہ بناوٹیں ہیں۔ جن کا نہ سر ہے نہ پیر۔ علامہ مجد الدین سفر السعادت میں لکھتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کی مدح یا ذم میں کوئی روایت ثابت نہیں۔ یہ سب موضوعات گپتیں ہیں۔ جو شخص دعویٰ کرے دکھاوے۔ (۴ رجب ۳۸ھ)

سوال: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج شریف خواب میں ہوئی یا کہ بیداری میں۔ (۸ رشوال ۳۸ھ)

جواب: احادیث سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ معراج بیداری میں ہوئی۔ بعض صحابہؓ خوابی حالت کے قائل ہیں۔ (اہلحدیث ۸ رشوال ۳۸ھ)

شرفیہ: جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج بجسد عنصری ہوا۔ یہی صحیح ہے۔ باقی بالکل غلط ہے۔ کما باشد: ابو سعید شرف الدین دہلوی

آیۃ شریفہ سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ کے ذیل میں تفسیر ثنائی کا مطالعہ کیجئے جہاں حضرت مولانا ثناء اللہ مرحوم نے معراج جسمانی کو مدلل طور پر ثابت کرتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے۔ جملہ شکوک وشبہات کا بہترین طور پر ازالہ فرمایا ہے۔ "محمد داؤد راز"

سوال:۔ زید ماہِ محرم کے عشرہ کے دنوں میں تعزیہ کی مجالس میں جاکر کھیلتا کودتا ہے۔ از روئے قرآن وحدیث ایسے کھیلوں میں زید کا جانا جائز ہے یا نہیں۔ اور زید اس کو ثواب یا جائز سمجھ کر نہیں جاتا۔ فقط اس نیت سے جاتا ہے کہ محرم کی مجلسوں میں ہندو اور مسلمان سب جاتے ہیں اس لئے مسلمانوں کا زور ہندوؤں پر غالب رہے۔ اور ہندو مغلوب رہیں۔ اور آئندہ اسلام میں ہندو قوم کوئی قسم کا خلل یا زور نہ پہنچائیں۔ ۲ ہر شوال ۱۳۳۸ھ

جواب:۔ تعزیہ وغیرہ کی مجلس میں کسی نیت سے جانا بھی جائز نہیں۔ قرآن مجید اور حدیث شریف میں منع ہے۔ لا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ ۱۲ ہر شوال ۱۳۳۸ھ

سوال:۔ عاشورہ کے دن بغیر کسی قسم کی بدعت کے کوئی عمدہ کھانا پکا کر چند مسکینوں کو کھلانا اور آپ بھی کھانا کیسا ہے۔ کیا شرع شریف (حدیث) میں ممانعت ہے۔ ۷ محرم ۱۳۳۹ھ

جواب: بدعات سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ ضروری ہے۔ اس لئے ایام عشرہ میں کچھ نہ کرے۔ کچھ کرنا ہو تو اس سے آگے پیچھے کرے۔ کیونکہ ان دنوں میں کرے تو بدرسم کی تقویت ہے۔ ۷ محرم ۱۳۳۹ھ

سوال:۔ زید کہتا ہے کہ خدا کے نور سے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اور آپ کے نور سے زمین و آسمان بن گئے۔ آیا عند الشرع ٹھیک ہے۔ ۸ ر صفر ۱۳۳۹ھ

جواب: خدا کا نور خدا سے جدا نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی مخلوق ہیں اسی طرح دوسرے لوگ خدا کی مخلوق ہونے میں کمی بیشی نہیں۔ قائل مذکور کی تائید میں کوئی آیت یا حدیث صحیح نہیں۔ ۸ ر صفر ۱۳۳۹ھ

سوال: کیا بعد اذان مؤذن کو بلند آواز سے یہ کہنا۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ یانبی اللہ۔ یاحبیب اللہ وغیرہ جائز ہے۔ ۸ ر صفر ۱۳۳۹ھ

جواب: نہ قرآن میں نہ حدیث میں نہ فقہ کی کسی کتاب میں یہ مسئلہ ملتا ہے۔ آجکل کے بدعت پسندوں کی محض ایجاد ہے خدا ہدایت کرے۔ ۸ ر صفر ۱۳۳۹ھ

سوال: جبریہ قدریہ کون ہیں۔ ان میں سے صحیح مذہب کیا ہے (۱۵ ر صفر ۱۳۳۹ھ)

جواب: جبریہ اس فرقہ کو کہتے ہیں جو انسان کو افعال میں مجبور محض کہتے ہیں اور قدریہ اس کو کہتے ہیں جو تقدیر الٰہی کے منکر ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ انسانی افعال میں خدا کی تقدیر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو دخل نہیں۔ اہل سنت کے تمام فرقے ان دونوں فرقوں کے درمیان ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ الٰہی تقدیر کے ماتحت انسان فاعل مختار ہے۔ خدا کا علم جو جمیع کائنات کو شامل ہے اس کا نام تقدیر ہے۔ جو کام جس طرح علم الٰہی میں آیا ہے۔ ویسا ہی ہوگا اور اس کو انسان مثل پتھر کے بے حس اور بے ارادہ نہیں ہے۔ بلکہ ذی حس اور ذی ارادہ ہے۔ اور یہ حس بھی درحقیقت خدا نے ہی اس کو دی ہے انا ھدینا والی آیت بھی بتاتی ہے۔ کیونکہ اس میں ذکر ہے کہ خدا نے ہر انسان کو نیک و بد کی راہ سمجھا دی ہے۔ اس کے بعد وہ اپنے ارادہ سے یا تو شکر گذار ہے یا ناشکرہ۔ مَا تَشَاءُونَ کے معنے یہ ہیں کہ جب تک خدا کی طرف سے کسی کام میں تم کو مدد نہ ملے۔ تم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اللہ اعلم

(۱۵ صفر ۳۹ھ)

سوال: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بہت سے علماء تابعی کہتے ہیں۔ مگر مولانا نذیر حسین مرحوم دہلوی نے لکھا ہے کہ تابعی ہونا ان کا ثابت نہیں۔ یہ کیا بات ہے۔ (۲۹ صفر ۳۹ھ)

جواب: تابعی کی تعریف یہ ہے کہ جس نے باایمان صحابی کو دیکھا۔ اس طرح کا دیکھنا ثابت نہیں۔ جن لوگوں نے کہا۔ وہ اس بنا پر کہا ہے کہ امام صاحب کے زمانہ میں چند صحابہؓ زندہ تھے تو ملاقات ہوئی ہوگی۔ یہ حسن ظن ہے اس لئے حضرت میاں صاحبؒ دہلوی نے جو لکھا ہے وہ صحیح ہے۔

(۲۹ صفر ۳۹ھ)

سوال: مردے سنتے ہیں یا نہیں۔ سنتے ہیں تو کیا دلیل۔ نہیں سنتے تو کیا۔ اگر سنتے ہیں تو ہم کو ان سے فائدہ ہے۔ یا نہیں۔ (۲۹ صفر ۳۹ھ)

جواب: مردے اجسام بے جان ہوتے ہیں وہ نہیں سنتے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى۔ یعنی تیری آواز مردے نہیں سن سکتے۔ امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے۔[1] سنتے ہوں تو بھی کچھ کام میں مدد نہیں کر سکتے جب کہ حالت زندگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ارشاد ہے

اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا۔ میں تمہارے نفع یا ضرر کا اختیار نہیں رکھتا۔ تو کسی اور زندہ یا مردہ کو کیا قدرت ہو سکتی ہے۔ کہ ہم کو فائدہ یا ضرر پہنچائے۔

(۲۹ صفر ۳۹ھ)

[1] اما سماع موتی پس ائمہ حنفیہ متفق اند بر نفی آں۔ (فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص۳۲)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال:۔ اولیاء اللہ کے گنبد کے پاس جاکر اُن سے دُعا کروانا جائز ہے یا نہ (۹ صفر ۱۳۵۹ھ)

جواب:۔ جائز نہیں۔ کیونکہ وہ سنتے نہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غَافِلُوْنَ ، جن بزرگوں کو یہ لوگ پکارتے ہیں۔ وہ اُن کی پکار سے بے خبر ہیں۔ پھر ان سے دعا کیسی اور کیا فائدہ۔ (۲۹ صفر ۱۳۵۹ھ)

سوال:۔ بڑے پیر صاحب کی کتاب غنیہ میں مُرجیہ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے۔ یہ کون بزرگ ہیں۔ آجکل جو ہندوستان میں حنفی ہیں یا کوئی اور۔

جواب: حضرت پیر صاحب نے غنیہ میں بعض فرقوں کا ذکر کیا ہے اس بیان میں یوں لکھا ہے۔ "اصحاب نعمان بن ثابت مرجیۃ" یہ ان لوگوں کے حق میں ہے۔ جن کا یہ خیال ہے کہ ایمان کے ساتھ کوئی بُرا کام ضرر نہیں کرتا۔ اور نیک کام ترقی نہیں دیتا۔ ایسے لوگ جہاں کے ہوں۔ ہندوستان میں ہوں یا عرب میں ہوں وہ پیر صاحب کے نزدیک مُرجی ہیں۔ (اہلحدیث ۱۲ مارچ ۱۹۱۶ء)

سوال:۔ اللہ کی اور رسول کی بات چھوڑ کر غیر خدا کی غیر رسول کی بات ماننا کفر اور شرک ہے یا نہیں۔ غیر نبی کی تقلید کرنے والے کو کیا آنحضرت صلعم کی شفاعت ہونے کی کسی دلیل سے ثبوت ہے۔ جب بدعتی کو حوض کوثر سے آنحضرت صلعم ہانک دیں گے تو پھر ان کی شفاعت کیسی؟ مقلد دین کے اندر بدعتی ہے یا مشرک؟ رسول اللہ کا کلمہ پڑھتے ہوئے غیر نبی کی تقلید کرنے والا کیا مسلمان ہوسکتا ہے؟ (خریدار نمبر ۱۰۶۹)

جواب:۔ قرآن شریف میں مومن کی علامت یہ بتائی گئی ہے مَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ (پ ۲۲ ع ۲) کسی ایماندار مرد یا عورت کو جائز نہیں کہ اللہ اور رسول کے حکم کے بعد ان کو کوئی اختیار ہو۔ اس آیت نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اللہ یا رسول کی بات چھوڑ کر غیر خدا کی بات ماننی ایمان کے خلاف ہے۔ اسی میں سب کچھ آگیا۔ (۶ مئی ۱۹۳۲ء)

تشریح: حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تنویر العینین میں فرماتے ہیں

لیت شعری کیف یجوز التزام تقلید شخص معین مع تمکن الرجوع الی الروایات المنقولۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصریحۃ الدالۃ علی خلاف قول الامام المقلد فان لم یترک قول امامہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ففیه شائبة من الشرك کما یدل علیه حدیث الترمذی عن عدی ابن حاتم انه سال رسول الله صلی الله علیه وسلم عن قوله اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ یعنی کاش میری سمجھ میں یہ بات آجاتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاف صریح روایات کے مقابلہ میں کسی شخص معین کی تقلید کیسے جائز ہوسکتی ہے۔ جبکہ وہ روایات صراحت کے ساتھ مقلد امام کے قول کے خلاف آرہی ہیں۔ ایسی حالت میں امام کے قول کو نہ چھوڑنا اور احادیث صحیحہ صریحہ کو رد کردینا اس میں ضرور شرک کی بوآتی ہے۔ جیساکہ عدی بن حاتم نے کہا تھا۔ یارسول اللہ درویشوں اور علماء کو رب بنانے کا مطلب کیا ہے (ہم نے کبھی ان کو رب نہیں بنایا) تو آپ نے فرمایا تھا کہ رب بنانا یہی ہے کہ جس حلال کو ان لوگوں نے حرام کردیا اس کو تم نے حرام ہی جان لیا اور جس حرام کو حلال کردیا اس کو تم بھی حلال ہی جاننے لگے۔ درویشوں اور علماء کا یہی رب ٹھہرانا ہے۔ اعاذنا الله منه - "ساز"

دیگر: عمل تقلیدی کسی ایک حجت شرعیہ میں سے نہیں ہے۔ یعنی عمل بقول اس شخص کے کرنا کہ جس کا قول بلا دلیل شرعی کے حجت نہ ہو اس کو عمل تقلیدی کہتے ہیں۔ اور تقلید کی تعریف یہ ہے۔ التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجة متعلق بالعمل والمراد بالحجة حجة من الحجج الاربع کذا فی کتب الاصول الحنفیة وغیرها کما لا یخفی علی الماهر بالاصول۔ پس تقلید کی تعریف سے حسب اصطلاح مقلدین کے واضح ہوا۔ کہ عمل تقلیدی دلائل اربعہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واجماع صحابہؓ ومجتہدین اور قیاس صحیح مجتہد مسلم الاجتہاد سے خارج ہے اور یہ عمل تکلیفی شرعی اصلاً نہیں اور جو عمل بلا ادلہ اربعہ کے پایا جاوے وہ عمل تکلیفی شرعی نہیں وہ شرعاً مردود اور باطل ہے۔ پس عمل تقلیدی بھی مردود اور باطل ہوا۔ الحمدللہ کہ بے اصل شرعی ہونا تقلید کا بموجب اصطلاح مقلدین کے ثابت ہوا اور یہ مقلدین پر سخت حجت ہے۔ الیٰ آخرہ

العاجز محمد نذیر حسین عافاہ اللہ فی الدارین
فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۱۰۰

سوال: مسلمانوں کا عام عقیدہ ہے کہ مسیح علیہ السلام جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر اُٹھائے گئے اور واپس تشریف لائیں گے۔ برائے رفع شبہ سوالات ذیل کا جواب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطلوب ہے۔
(۱) مخالفین نے سب نبیوں کو تکلیف دی۔ در پئے قتل ہوئے۔ لیکن آسمان پر کوئی نہ اٹھایا گیا۔ مسیحؑ کے لئے ضرورت رفع کیا تھی۔ (۲) مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ حدیث لا نبی بعدی۔ اس حدیث اور آیت نے کسی نئے اور پرانے نبی کے آنے کی نفی کر دی۔ اس لئے عہد رسالت محمدیہ میں حضرت مسیحؑ کا نزول جسمانی ممتنع اور محال ہے۔ رہا یہ خیال کہ ابن مریمؑ بحیثیت امامت نازل ہوں گے۔ سو یہ گمان بھی دو وجہ سے ناجائز ہے (۱) یہ کوئی نبی اپنے منصب نبوت سے معزول کو معطل نہیں ہو سکتا۔ (۲) یہ کہ اس خاص زمانہ میں امامت مہدیؑ کے لئے مقرر ہے۔ لہٰذا ابن مریمؑ جو اسرائیلی نبی ہیں امت محمدیہ کی ظاہری امامت کے لئے مستحق نہیں ہو سکتے۔

شیخ قاسم علی اور سیر منشیٹر

جواب: پہلے نبیوں کو دوبارہ بھیجنا منظور خدا نہ تھا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو دوبارہ بھیجنا ہے تاکہ ان کے ہاتھ سے اشاعت اسلام ہو۔ پچھلی مسلسل زندگی ختم نبوت کے منافی نہیں۔ حضرت مسیحؑ دوبارہ اگر نبوت سے معزول نہ ہوں گے بلکہ بحال رہیں گے۔ ان کا کام قرآن کی تبلیغ بتفہیم الٰہی جیسے حضرت ہارون کی تھی۔ اس پر کیا سوال نبوت سے معزول کیسے ہوئے انبیاء کی جماعت اللہ کے نزدیک سب ایک ہے۔ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ

۱۶ راکتوبر ۱۹۳۲ء

سوال: وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ۔ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ کوئی غیر آدمی مسیحؑ کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ جس کو دار پر کھینچا گیا اور اس اثنار میں مسیحؑ آسمان پر اٹھائے گئے۔ اس کے متعلق سوالات ذیل کا جواب مطلوب ہے۔ (۱) رفع آسمانی کی عینی شہادت کیا ہے؟ (۲) اس بات کا نقلی ثبوت کیا ہے۔ کہ مسیحؑ کی جگہ کوئی مصلوب ہوا۔ ایک کافر مردود روح اللہ کی شبیہ کیسے بن سکتا ہے۔ اگر ہو تو اس نے ہیرودلیس اور پیلاطوس حضور کیوں عذر نہ کیا۔ کہ میں عیسیٰ نہیں ہوں۔ کیا اس کا دل، زبان، حواس سب تبدیل ہو گئے تھے (۳) کیا فرضی مصلوب آسمان سے بہ حکم نازل ہوا تھا۔ یا اسی مجمع میں کوئی تھا۔ تو اس کا نام کیا تھا۔　　سائل مذکور

جواب: قائلین وفات اس آیت کی تفسیر کرتے ہیں۔ میرے نزدیک وہ بھی قابل ترک نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن شُبِّہَ لَہُمْ اَلْمَسِیْحُ بِالْمَوْتٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَمْ یَمُتْ۔ رفع کا عینی گواہ خود قائل قرآن اور فاعل مختار ہے۔

۱۶ / اکتوبر ۱۹۳۱ء

تشریح: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص دعوی کرتا ہے کہ عیسیٰ موعود میں ہوں اور وہ عیسیٰ مرگئے۔ سو ایسا دعوی کرنے والا کافر ہے یا مومن اور جو ایسے شخص کا معتقد ہو وہ کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جو شخص اپنے کو عیسیٰ موعود کہتا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا قائل ہے وہ بڑا دجال کذاب منکر قرآن واحادیث متواترہ کا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔ وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ای قبل موت عیسیٰؑ۔ کما قال ابن عباسؓ وابوہریرۃؓ وغیرہما من السلف وہو الظاہر۔ کما فی تفسیر ابن کثیر وفتح القدیر المشوکانی ھکذا فی الفتح۔ یہ آیت صاف دلالت کرتی ہے کہ عیسیٰؑ مرے نہیں بلکہ زندہ ہیں۔ احادیث صحیح صریحہ سے ثابت ہے کہ آخر زمانہ میں شام میں ان کا ظہور ہوگا۔ دجال کو قتل کریں گے لوگوں کو اس کے شر وفساد سے بچاویں گے اُن کی دعا سے یاجوج ماجوج کی قوم ہلاک ہوگی ان کے ہاتھ سے شر وفساد کا دروازہ بند ہوجاوے گا۔ جمیع اقوام یہود ونصاریٰ وغیرہ اسلام قبول کریں گے۔ عدل وانصاف سے سارا زمانہ معمور ہوجاوے گا۔ سات برس تک یہی حالت رہے گی۔ پھر آپ دنیا سے رحلت فرمادیں گے۔ یہ قصہ تمام کتب احادیث وعقائد میں مرقوم ہے اور اس پر تمام اہل سنت والجماعت کا اعتقاد ہے۔ ہاں بعض فرقہ ضالہ نے احادیث نزول عیسیٰؑ کو انا خاتم النبیین سے منسوخ سمجھا اور تناقض خیال کرکے جملہ احادیث صحاح کو رد کیا۔ اُن کی سوءِ فہمی نے انہیں چاہِ ضلالت میں ڈالا۔ فی الحقیقت کوئی تناقض نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں شک نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور جو حضرت عیسیٰؑ کا نزول آخر زمانہ میں ہوگا۔ وہ مستقل وجدید شریعت کے ساتھ نہیں ہوگا۔ بالجملہ جمیع اہل السنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ ہیں اور جو شخص اُن کی حیات کا منکر اور مثل یہود مردود کے قتل ہونے کا یا طور دیگر وفوت ہونے کا قائل ہو اور اپنے آپ کو عیسیٰ کہتا ہو ایسے شخص کے کفر میں کوئی شبہ نہیں اور جو شخص ایسے اعتقاد والے کا پیرو ہو وہ بھی احاطۂ اسلام سے باہر ہے۔ واللہ اعلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حررہ عبدالحفیظ عفی عنہ۔ ۳۰ رجب ۱۳۱۷؁ھ

سید محمد نذیر حسین

فتاویٰ نذیریہ جلد اوّل ص ۲ تا ۵

سوال: مرزائیوں کو السلام علیکم کہنا یا سلام کا جواب دینا جائز ہے یا نہیں۔ مرزائیوں کے گھر ماتم پرسی کو جانا جائز ہے یا نہیں۔ جبکہ وہ ہمارے گھروں میں ماتم پرسی کو آتے ہیں۔ مرزائی اگر دعوت ولیمہ کے واسطے کہے تو قبول کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر مرزائی ہماری مسجد کی تعمیر میں جہاں وہ خود بھی نماز پڑھتا ہے کچھ رقم بطور چندہ دیوے تو لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس میں شک نہیں کہ مرزائی گروہ عربی اسلام سے بالکل الگ ہے۔ ان کی روش سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مرزا صاحب کے اقوال وافعال کو سند مانتے ہیں۔ بلکہ احادیث سے بھی مقدم سمجھتے ہیں۔ یہ کہہ کر کہ وہ حکم عدل تھے ان کا فیصلہ ہر بات میں فیصل ہے۔ اس لئے ایسے گروہ کے ساتھ کوئی معاملہ بحیثیت مسلمان کے نہیں کرنا چاہیے۔ تعزیت کرنا، دعوت شادی قبول کرنا، رسمی سلام کرنا، مسجد میں چندہ لینا یہ مخصوص قوم مسلم سے نہیں ہیں۔ کیونکہ غیر مسلموں سے بھی یہ برتاؤ کرنا جائز ہیں۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہود ونصاریٰ سے برتاؤ کرتے تھے۔ اللہ اعلم۔

۱۳ ستمبر ۱۹۴۷؁ء

بیان امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد

عرصہ ہوا۔ میں نے مرزا صاحب کا نوشتہ "براہین احمدیہ" میں پڑھا تھا کہ آیت هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله سیاسی طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ہے۔ جب حضرت عیسیٰ دوبارہ اس دنیا میں آئیں گے تو سب ادیان پر اسلام کو غلبہ ہوگا۔ میں بلکہ بہت سے مسلمان مرزا صاحب کی اس تحریر کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے منتظر رہے۔ جب ہماری آنکھیں پتھرا گئیں تو خدا خدا کر کے قادیان سے آواز آئی۔ کہ جس عیسیٰ موعود کے تم منتظر تھے وہ میں ہوں۔ تو بے ساختہ ہمارے منہ سے نکلا ؎

خواستیم آنچہ ما فدا ز آمد آب از جوئے رفتہ باز آمد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لئے ہم اس سیاسی غلبہ کے منتظر رہے۔ جو جناب مرزا صاحب نے "براہین احمدیہ" کے صفحہ ۴۹۹ پر مسیح موعود پر لکھا تھا۔ اور ہم بہت خوش تھے۔ کہ اب مسلمانوں کو ایک ایسا روحانی لیڈر مل گیا۔ جو ان کو اسلام کے پہلے عروج پر بلکہ اس سے بھی اوپر پہنچائے گا۔ مگر واقعات نے ثابت کر دیا۔ کہ ؎

جو آرزو ہے اس کا نتیجہ ہے انفعال اب آرزو یہ ہے کہ کوئی آرزو نہ ہو

آہ۔ ہماری بدنصیبی اور سیہ بختی کی کوئی حد نہیں رہی۔ جب کہ ہم نے اس مسیح موعود کو یہ کہتے سنا۔ جو ہم کو غیروں کی غلامی سے آزاد کرانے اور دین اسلام کو بام عروج پر پہنچانے کو آیا تھا۔ اس کی قلم کے لکھے ہوئے الفاظ جب ہم نے پڑھے کہ "انگریزوں کی حکومت کو اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ کی حکومت سمجھو" (رسالہ ضرورت امام)

ساتھ ہی اس کے یہ امر ہماری حیرت میں اضافہ کرنے کو کافی سے زیادہ ثابت ہوا۔ جب ہم نے ان کی تحریروں میں یہ بھی پڑھا کہ انگریزی قوم یاجوج ماجوج ہے۔ (حمامۃ البشریٰ)

ہم حیران ہوئے۔ کہ الٰہی یہ دو مقدمات کیسے صحیح ہیں۔

(۱) انگریز یاجوج ماجوج ہیں (۲) انگریز ہمارے اولی الامر منکم ہیں۔

ان دونوں مقدموں کا نتیجہ منطقی اصول سے تو یہی برآمد ہوتا ہے۔ کہ "ہم (مرزا صاحب کو ماننے والے) یاجوج ماجوج ہیں۔ واللہ یہ نتیجہ سمجھ کر ہمارے دل کانپ اٹھے کہ الٰہی یہ کیا ماجرا ہے۔ وہ عیسیٰ مسیح موعود جو مسلمانوں کے سیاسی غلبہ اور دینی ترقی کے لئے آئے تھے۔ انہوں نے آج اپنے اتباع کو یاجوج ماجوج کے ماتحت رہنے کا۔ بلکہ ان کو اپنے میں سے جاننے کا حکم دیتے ہیں۔ یا للعجب

اس کے علاوہ ہم نے دنیا کے واقعات پر غور کیا تو ناقابل تردید صداقت یہ پائی کہ حضرت مرزا صاحب کے پیدا ہونے اور دعویٰ مسیحیت کرنے سے پہلے مسلمانوں کی سیاسی حالت جو تھی وہ آج سے بہت اچھی تھی۔ دنیا کے بہت سے ملکوں میں ان کی آزاد حکومتیں تھیں۔ ان کو سیاسی اعزاز حاصل تھا۔ مگر جوں ہی اس مسیح موعود نے ظہور فرمایا۔ وہ سیاسی کیفیت تبدیل ہونے لگے۔ یہاں تک کہ یہ منحوس آواز بھی ہم نے سنی کہ قسطنطنیہ پر غیر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا جو بہادر جوانمرد (غیر مسیح موعود) کی ہمت سے اُڑ گیا۔ وللہ الحمد۔

یہ تو ہوئی مسلمانوں کی سیاسی کیفیت۔ اس کے علاوہ مذہبی کیفیت میں بھی اسلام کچھ ترقی نہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر سکا۔ نہ مسلمانوں کی مردم شماری میں نمایاں ترقی ہوئی۔ نہ اقتصادی امور میں کچھ کامیاب ہوئے۔ بلکہ جس مذہب عیسویت کو مٹانے کے لئے (فرضی) حضرت مسیح موعود تشریف لائے تھے۔ اس کی دن دونی، رات چوگنی ترقی ہوئی۔ دور نہ جائیں اور کبوتر کی طرح ہم آنکھیں بند نہ کریں۔ تو ہم کو مسیح موعود حضرت مرزا صاحب کے اپنے ملک میں نظر آتا ہے۔ کہ ان کے دعوے سے پہلے عیسائی چند نفوس تھے۔ مگر آج صرف پنجاب میں نصف کروڑ کے قریب پہنچ گئے ہیں۔

یہ ہیں واقعات جو ہم کو حضرت مرزا صاحب کے مذہبی اور ملکی رہنما بنانے میں مانع ہیں اور بیساختہ ہمارے قلم سے یہ شعر نکل رہے ہیں ؎

یہ مان لیا ہم نے کہ عیسیٰ سے سوا ہو — جب جانیں کہ درد دل عاشق کی دوا ہو

(اہلحدیث امرتسر ص ۷ ۱۲ صفر ۱۳۴۲ھ)

سوال: بکر کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو زندہ یا فوت شدہ ماننا۔ بغیر باپ کے یا باپ والا ماننا۔ ہمارے لئے جزو ایمان نہیں ہے۔ بلکہ جزو ایمان یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو بشر اور رسول مانے۔ اور الوہیت میں شریک نہ کرے۔ کیونکہ حضرت مریمؑ کی شادی یوسف نامی بڑھئی سے ہو گئی تھی۔ اور حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش مثل عام انسانوں کے ہوئی۔ اس لئے وہ ابن اللہ نہیں ہو سکتے۔

جواب: قرآن مجید سے جو کچھ ثابت ہے اس پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ چاہے حضرت موسیٰؑ کا دعویٰ رسالت ہو یا فرعون کا دعویٰ خدائی۔ یعنی یہ ماننا بھی داخل ایمان ہے۔ کہ فرعون نے کہا تھا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى۔ پس ان معنوں سے حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش بلا باپ ماننا داخل ایمان ہے کیونکہ قرآن شریف سے ثابت ہے۔ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا۔ یوسف سے نکاح ہونا انجیل میں مذکور ہے۔ مگر اسی انجیل میں یہ بھی مرقوم ہے کہ مریمؑ یوسف کے ملاپ سے پہلے روح القدس سے حاملہ ہو چکی تھی۔ اس لئے یہ نکاح مسیحؑ کی ولادت بے باپ ہونے کے مخالف نہیں۔

(۲۰ اپریل ۱۹۳۴ء)

سوال: عیسیٰ علیہ السلام کی مائی صاحبہ کا نکاح کب ہوا؟

جواب: اسلامی روایات میں اس کا ثبوت نہیں۔ (یکم جون ۳۴ء)

دیگر: حضرت عیسیٰ علیہ السلام معمولی طور پر بے باپ مولود تھے (۱۸ مئی ۲۳ء)

سوال: غیر مسلمان یعنی ہندوؤں سے میل جول رکھنا۔ دینی اور دنیاوی کاموں میں مشورہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لینا، ہندوؤں کو آداب اور سلام کہنا سنتِ محمدیہؐ کے موافق ہے یا مخالف؟ ہم نافہموں کے لئے صاف صاف بیان کرنا۔

جواب: جس ہندو سے تعلق ہو اور اس تعلق میں قابل بھروسہ ہو اس سے مشورہ کرنا جائز ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب سے مشورہ وغیرہ کیا کرتے تھے۔ ایسا ہی کسی معزز ہندو کے لائق اس کو آداب سلام کہنا منع نہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔ اذا جاء کم کریم قوم فاکرموہ۔

(۱۴ رجب ۱۳۴۴ھ)

www.KitaboSunnat.com

بیان مہاتما گاندھی ریفارمر ہند

مسلمانوں کے ساتھ گہرے تعلقات ہونے کی وجہ سے میں نے پیغمبر اسلام (علیہ السلام) کی زندگی کا مطالعہ کرنا اپنا فرض سمجھا۔ میں نے پہلے پہل افریقہ میں ان کی زندگی کو پڑھنے کی کوشش کی۔ لیکن اس وقت میں اردو کی کافی قابلیت نہیں رکھتا تھا۔ ہندوستان میں اپنے ایام اسیری کے دوران میں مجھے خوش قسمتی سے موقع مل گیا۔ اور میں نے مولانا شبلیؒ کی تصنیف کردہ "حضرت محمد علیہ السلام" کی سوانح حیات کو پڑھا۔ یہ کتاب مجھے مرحوم حکیم اجمل خان" نے میری درخواست پر جیل بھیجی تھی۔ حضرت کی زندگی کے علاوہ میں نے اُن کے دوسرے ساتھیوں کی زندگیوں کو بھی پڑھا ہے۔ علاوہ ازیں میں نے "اسلام اور حضرت محمد صاحب" (علیہ السلام) کے متعلق انگریزی زبان میں بھی بہت سی تصنیفات کا مطالعہ کیا ہے۔ اس مطالعہ سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ وید دل کو گیتا کے علاوہ قرآن اور بائیبل بھی میرے لئے مستند کتب ہیں۔ حضرت محمدؐ اور حضرت مسیح دونوں راست پیغمبر تھے۔ اسلام کے مطالعہ سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ پیغمبر اسلام سچائی کے متلاشی اور خدا ترس بزرگ تھے۔ میں جانتا ہوں کہ میں یہ باتیں کہہ کر آپ کے سامنے کوئی نئی بات پیش نہیں کر رہا ہوں۔ میں آپ کو صرف یہ بتا رہا ہوں۔ کہ پیغمبر اسلام کی زندگی نے مجھ پر کس طرح اثر کیا۔ ان پر انتہائی مظالم کئے گئے۔ لیکن وہ سچائی کے راستہ پر چلتے گئے۔ انہوں نے نتائج کا خیال کئے بغیر وہی کیا جو اُن کے خیال میں درست تھا۔ اگر اُن کے خیال میں کوئی تبدیلی ہوتی تھی تو وہ بلاخوف دوسرے ہی دن اس کا اظہار کر دیتے تھے۔ پیغمبر اسلامؐ ایک فقیر تھے اور انہوں نے دُنیا کی تمام چیزوں کو ترک کر دیا تھا۔ اگر ان کی خواہش ہوتی تو وہ بہت سی دولت جمع کر سکتے تھے۔ جب میں اُن کی، اُن کے خاندان کی اور اُن کے ساتھیوں کی غریبی کے حالات پڑھتا ہوں۔ تو میری آنکھوں میں مسرت کے آنسو آجاتے ہیں۔ میرے جیسا سچائی کی متلاشی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کس طرح اس شخص کی عزت کئے بغیر رہ سکتا ہے۔ جس کا دماغ ہمیشہ خدا کی طرف لگا رہا۔ جو ہمیشہ خدا سے ڈرتا رہا۔ اور جس کے دل میں بنی نوع انسان کے لئے بے انداز رحم تھا۔ آپ تمام قرآن پڑھتے ہیں۔ لیکن آپ میں سے بہت کم اس کی تعلیم پر عمل کرتے ہیں۔ آپ کہیں گے کہ اگر ہم قرآن کی تعلیم پر عمل نہیں کرتے تو ہندو بھی تو گیتا کی تعلیم پر نہیں چلتے۔ آپ کا یہ کہنا درست ہے۔ میرا یقین ہے کہ اگر دونوں فرقے اپنے اپنے مذہب کی تعلیم پر چلیں تو فرقہ دارانہ جھگڑے ماضی کی داستان بن کر رہ جائیں گے۔ اس وقت دونوں فرقوں کے اشخاص نے اپنی عقل کو خیرباد کہہ کر ایک دوسرے پر کیچڑ پھینکنا اپنا جزو ایمان بنا رکھا ہے۔ اگر ایک بھی مسلمان صورت حالات کا احساس کرے تو میں سمجھوں گا کہ آپ کے سامنے میری تقریر فضول نہیں گئی۔

(اہلحدیث ۲۰ جولائی ۱۹۳۲ء)

سوال: میرے والدین نے پیدائش کے وقت میرا نام غلام نبی رکھا ہے۔ لیکن یہاں کے اہلحدیث عالم کہتے ہیں کہ یہ ناجائز ہے۔ کیا اس میں شرک ہے؟

جواب: حضرت شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم نے زیر آیت فَلَمَّا تَغَشّٰهَا ایسے ناموں کو شرک لکھا ہے۔ فرماتے ہیں۔ ازاینجا دانستہ شد شرک در تسمیہ نوعیست از شرک چنانکہ اہل زمان ما غلام فلاں، عبد فلاں نام می نہند۔

(۲۳ شوال ۵۱ھ)

سوال: علوم خمسہ مندرجہ اخیر سورۂ لقمان کا علم آنحضور علیہ السلام کو بذریعہ وحی معلوم تھا یا نہیں۔ کیا ان پانچ باتوں کا علم اللہ تعالیٰ نبیوں کو بذریعہ وحی بتا دیتا تھا۔ یا نہیں۔ کتاب الطیب البیان مصنفہ نعیم الدین صاحب مراد آبادی میں لکھا دیکھا ہے کہ بتا دیا تھا۔ علم غیب کی تعریف کیا ہے؟

(عبد الحق از لائلپور)

جواب: علم غیب کی تعریف قرآن مجید میں مذکور ہے۔ ارشاد ہے۔ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ مِن وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ۔ (پ ۷ ع ۱۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کی شہادت معتبر نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے فرمایا۔ جو کوئی کہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تھا وہ جھوٹا ہے۔ ان کا استدلال بھی سورۂ لقمان کی آخر آیت ہی سے تھا۔ علم غیب کو دو خصوں ذاتی اور وہبی پر تقسیم کرنا نا واقفی کا ثبوت ہے۔ مخلوق کو جتنا بھی علم حاصل ہوتا ہے وہ سب وہبی ہے ذاتی کسی کو بھی نہیں بحکم آیت وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ۔ (آیۃ الکرسی)۔ مخلوق خدا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ مگر جس قدر چاہے۔ ۱۲ رمضان ۱۳۶۳ھ

سوال: کیا بخاری و مسلم کی ہر ہر حدیث پر عمل کرنا۔ بخاری و مسلم کی تقلید نہیں ہے؟

جواب: بخاری مسلم ہو یا کوئی اور جس کتاب میں احادیث مرفوعہ ہوں۔ اس پر عمل کرنا ان احادیث مرفوعہ پر عمل کرنا ہے۔ یہ اُن محدثین کی تقلید نہیں کیونکہ تقلید کسی غیر نبیؐ کے ذاتی قول کو ماننے کا نام ہے۔ ۱۲ رمضان ۵۴ھ

تشریح امام صاحب کی (بخاریؒ) کل تصنیفات ہیں الجامع الصحیح۔ جو آج **بخاری** کے نام سے مشہور ہے۔ اور دُنیا کے تمام اُن حصوں میں جہاں جہاں اسلامی اثر پہنچا ہے۔ شائع ہے۔ خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہے۔ جن وجوہات سے مسلمانوں نے امام بخاریؒ کو امام المحدثین امیر المومنین فی الحدیث کا لقب دیا ان میں ایک یہ مبارک کتاب بھی ہے۔ یہ رتبہ، فضیلت، یہ شرف باعتبار متقدمین سے لے کر متأخرین تک اسلام میں نہ کسی محدث کی تصنیف کو حاصل ہوا۔ نہ کسی فقیہہ اور امام کی تالیف کو۔ آج اسلام میں کتاب اللہ کے بعد کس کی تالیف اور کون سی کتاب ہے۔ جس کے آگے کل اسلامی دُنیا سر تسلیم خم کرتی ہے ؎

لہ الکتاب الذی یتلوا الکتاب ھُدی ۔ ھذی السیادۃ طودٌ لیس ینصدع

(طبقات کبریٰ)

صحیح بخاری ایک ایسی کتاب ہے کہ اگر صرف اسی کی تعریف لکھی جائے اور ہر پہلو سے اس پر مستقل بحث کی جائے تو کئی ضخیم جلدیں لکھنی پڑیں۔ علامہ ابن خلدون اپنی مشہور تاریخ کے مقدمہ میں (جس میں انہوں نے علم تاریخ کے حکیمانہ اصول اور فلسفیانہ نکتے و تمدنی قواعد ضبط کیے ہیں) فرماتے ہیں۔ ولقد سمعت کثیرا من شیوخنا رحمہم اللہ یقولون شرح کتاب البخاری دین علی الأمۃ۔ یعنی میں نے اپنے اکثر اساتذہ اور شیوخ کو فرماتے سنا کہ صحیح بخاری کی شرح لکھنے کا قرض امت پر اب تک باقی ہے۔

علامہ ابن خلدون آٹھویں صدی کے مورخ ہیں۔ نویں صدی کے ابتداء میں وفات پائی ہے۔ مقدمہ تاریخ کو انھوں نے ۷۷۹ھ میں ختم کیا ہے۔ اس وقت تک صحیح بخاری کی شروح کثرت سے لکھی جا چکی تھیں۔ تیسری صدی کے بعد ہی سے اس کی شرح کی طرف اہل علم متوجہ ہو گئے۔ لیکن اس فاضل مؤرخ کے تتبع و استقراء اور تحقیق میں کوئی شرح

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس قسم کی نہیں لکھی گئی۔ جو صحیح بخاری کے نکات فقہیہ اور تدقیقات حدیثیہ و تاریخیہ کی طرف پوری طرح رہبر ہو سکے۔ جہاں تک خیال کیا جاتا ہے۔ زمانہ موجودہ تک صحیح بخاری کے شروح کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ چکی ہے۔ اور اہل علم نے کوئی پہلو یا کوئی موضوع ایسا نہیں چھوڑا۔ جس پر بحث نہ کی۔ کسی نے نحوی تحقیقات سے بحث کی۔ کسی نے صرف تراجم ابواب کو موضوع ٹھہرا کر کتاب لکھی۔ کسی نے لغات سے بحث کی۔ کسی نے رجال سے، کسی نے تعلیقات کو موصول کیا کسی نے متابعات سے بحث کی۔ کسی نے استخراج کیا، کسی نے استدراک کیا، کسی نے تنقید پر کتاب لکھی۔

تاہم امام بخاری رحمہ اللہ کے دقیق خیال اور لطیف استدلال تک بہت کم لوگوں کی رسائی ہوئی۔ علامہ ابو الخیر سخاوی التبر المسبوک فی ذیل السلوک میں علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کے ترجمہ میں فتح الباری[1] نسبت رقمطراز ہے۔ کہ اگر فاضل ابن خلدون کو فتح الباری سے واقفیت ہوئی ہوتی جنہوں نے یہ لکھا تھا کہ صحیح بخاری کی شرح کا دین امت پر باقی ہے۔ تو اس شرح کو دیکھ کر ان کی آنکھیں اس دین کے بھر پانے سے ٹھنڈی ہوتیں۔ لیکن بقول ہمارے بعض شیوخ کے کیا معلوم کہ فاضل مؤلف کے بلند خیال میں بھی دین ادا ہوا یا ابھی باقی ہے۔ حقیقت امر یہ ہے کہ یزیدک وجهه حسنا اذا ما زدته نظرا۔ یہ مصرعہ شاید اسی مبارک کتاب کے لئے موزوں ہوا ہے۔ جس قدر جس کو زیادہ غور کا موقعہ ملتا ہے۔ اسی قدر نکات فقہیہ اور تدقیقات حدیثیہ سے اس کے دل و دماغ کو بہرہ یابی ہوتی ہے۔ اس کی رفعت شان کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ تیئس کروڑ افراد انسانی (باستثناء معدودے چند) اس کو مایۂ ناز سمجھتے ہیں۔ اور یقین کرتے ہیں کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال، تقریرات اس تنقید اور تحقیق کے ساتھ اس کتاب میں جمع کئے گئے ہیں۔ کہ اس سے بڑھ کر ہونا غیر ممکن ہے۔ وہ یقین رکھتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی

---

[1] حضرت علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی مشہور عالم کتاب ہے۔ جس کو لکھ کر آپ نے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی صحیح بخاری کا امت کے سر سے قرض ادا کر دیا۔ یہ کتاب تحقیقات اور تدقیقات کے اعتبار سے نہایت بے نظیر ہے۔ جس میں بخاری شریف کی ہر پہلو سے بہترین تشریح کی گئی ہے۔ ۸۱۷ھ میں علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی تالیف کا کام شروع کیا اور ۸۴۲ھ میں مکمل ہوئی۔ (راز)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانفشانی اپنی محنت، اپنی سعی، اپنی جاں نثاری، اپنے خداداد حافظہ کا کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا قرآن مجید کے بعد اس کتاب کی صحت کا اقرار کرنے اور ماننے میں عرب و عجم۔ اہل حجاز، اہل شام اہل عراق، اہل ہند، ترکی، کابلی، بربری، افریقی، رومی، روسی، بدوی۔ شہری محدث فقیہہ متکلم، صوفی سب متساویۃ الاقدام ہیں۔

ٹومس ولیم بیل اور نٹیل۔ بیوگریفیکل ڈکشنری مطبوعہ لندن ۱۸۹۱ء میں لکھتے ہیں۔

امام بخاریؒ کی تصنیف صحیح بخاری کی سب سے زیادہ قدر کی جاتی ہے۔ اور روحانی و دنیاوی معاملات، غرض دونوں حیثیت سے قرآن کے بعد معتبر سمجھی جاتی ہے۔ آگے لکھتے ہیں اس کتاب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وحیاں والہامات اور افعال و اقوال ہی نہیں مندرج ہیں۔ بلکہ قرآن کے اکثر مشکل مقامات کی تفصیل بھی درج ہے۔

(ملخص از کتاب سیرۃ البخاریؒ صفحہ ۱۶۱ تا ۱۸۱۔ مصنفہ حضرت مولانا محمد عبد السلام مبارکپوری)

سوال: کیا بخاریؒ و مسلمؒ معصوم عن الخطا تھے۔ کیا ان سے حدیثوں کے جمع کرنے میں کوئی غلطی نہیں ہوئی۔

جواب: انسانی طاقت کے لحاظ سے بخاری و مسلم کو بے غلط کہنا صحیح ہے۔ گو امام بخاری اور امام مسلم معصوم عن الخطا نہیں تھے۔

۲۹ ر نومبر ۱۹۳۵ء

سوال: كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ سے کیا مراد ہے۔ کل چیز میں فرشتے بھی شامل ہیں یا نہیں۔

جواب: فرشتے اہل ہستی میں قابل فنا ہیں۔ مگر سب چیزوں کے ساتھ فنا نہ ہوں گے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے وَانشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ وَالْمَلَكُ عَلَىٰ أَرْجَائِهَا وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ۔ آسمان پھٹ کر بوسیدہ ہو جائے گا۔ اور فرشتے آسمان کے کنارے پر کھڑے ہو جائیں گے۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ آسمان و زمین کے برباد ہونے کے وقت بھی فرشتے موجود ہوں گے۔ اللہ اعلم

۳۰ ر شعبان ۱۳۵۴ھ

سوال: عرصہ ہوا ہمیں ایک اشتہار حنفی کا مل گیا تھا۔ دیکھا تو اس میں تحریر تھا کہ غیر مقلدین اپنے عقائد یہ ہیں دیکھو۔ ان میں ایک مولوی محمد اسمٰعیلؒ اپنی کتاب تقویۃ الایمان مطبوعہ دہلی صفحہ ۲۱ سطر نویں سے دسویں تک لکھتا ہے۔ کہ یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ اس عبارت میں فقرہ ظاہر مخلوق عام ہے جس میں انبیاء کرام و صحابہ و دیگر اولیاء و شہداء و غوث و قطب۔ غرض کہ جتنے ہیں وہ سب داخل ہیں تو کیا یہ اصحاب متذکرہ بالا بھی خدا کی شان کے آگے نعوذ باللہ چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔

جواب: مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب یہ لوگ سمجھتے نہیں۔ بلکہ سمجھنے کی کوشش بھی نہیں کرتے۔ شہید مرحوم نے اس سے پہلے لکھا ہے کہ شرک کرنے کی مثال یہ ہے کہ بادشاہ کا تاج اتار کر چمار کے سر پہ رکھ دینا۔ اس پر سوال پیدا ہوتا تھا۔ کہ چمار بھی بادشاہ کی طرح انسان ہے خدا چاہے تو چمار کو بادشاہ بنا دے۔ ہو گیا۔ اس کا جواب شہید نے دیا کہ ہاں چمار تو بادشاہ کی جنس کا ہے۔ مگر مخلوق ساری خدا کی شان کے ساتھ وہ نسبت نہیں رکھتی۔ جو چمار کو بادشاہ کے ساتھ ہے۔ بلکہ چمار سے بھی گھٹیا ہے۔ کیونکہ چمار اور بادشاہ دونوں ایک جنس ہیں مگر خدا کی جنس کا کوئی نہیں ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾۔ مولانا شہید اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے ہوتے تو تقویۃ الایمان کے شروع میں یہ نہ کہتے:

"الٰہی ہزار ہزار شکر تیری ذات پاک کا کہ تو نے ہزاروں نعمتیں دیں اور اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں بنایا"۔ اس عبارت میں امت محمدیہ میں ہونا اپنے پر خدائی احسان مانتے ہیں۔ پھر توہین کیسے کر سکتے تھے۔ (اہلحدیث ۱۱ ذی قعدہ ۱۳۳۱ھ)

سوال: بدعتی اور مشرک کی اولاد اور بیدین کی اولاد جو نابالغ عمر میں مر جاتے ہیں وہ جنتی ہیں یا دوزخی اور ان کے جنازے کی نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: نابالغ بچے سب کے سب جنتی ہیں۔ خدائے پاک کسی کو بے گناہ دوزخ میں نہیں بھیجتا۔ ﴿وما اللّٰه يريد ظلما للعٰلمين﴾ (سورہ آل عمران۔ رکوع ۱۲)

(اہلحدیث ۷ رمضان ۱۳۳۲ھ)

سوال: ایک عالم خود تو عمل نہیں کرتا اور ممنوعات و منہیات سے نہیں بچتا۔ لیکن وہ دوسروں کو گناہوں سے پرہیز اور نیک عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے پس وہ عالم کیسا ہے۔ گنہگار ہے یا نہیں؟ اس کی پند و نصائح پر دوسروں کو عمل کرنا ضروری ہے یا نہیں اور اس عالم کی ہجو کرنی شرعاً کیسی ہے۔

(عبدالرؤف از بلہڑانہ۔ برار غربی)

جواب: ایسا عالم بیشک گنہگار ہے اور اس کی ہجو کرنی بھی جائز ہے۔ قرآن مجید میں دونوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باتوں کا ذکر ہے۔ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔ مگر ایسا شخص وعظ کہے تو سننا چاہیے۔ (اہلحدیث ۱۰ شوال ۱۳۵۳ھ)

سوال: تلاوتِ قرآن کو چھوڑ کر دیگر وظائف کرنا اور پھر ان وظائف کو قرآن مجید کی تلاوت پر ترجیح دینا کیسا ہے؟

جواب: قرآن مجید بہترین وظیفہ ہے۔ اسے کم درجہ سمجھ کر اور وظیفہ کرنے والا سخت غلطی کرتا ہے۔ بہت جلد اسے توبہ کرنی چاہیے۔ قرآن مجید میں قرآن کا نام احسن الحدیث آیا ہے۔ (۲ ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ)

سوال: شریعت، طریقت، معرفت کی جامع مانع تعریف اور ان کی تفریق مجمل طور پر۔ (محمد قاسم الینمو)

جواب: شریعت ان احکام کا نام ہے جو قرآن و حدیث میں مذکور ہیں۔ ان احکام کو بحضورِ قلب دل لگا کر ادا کرنا طریقت اور حقیقت ہے۔ حقیقت شریعت کے مخالف نہیں ہو سکتی بلکہ حقیقت شریعت کے لئے طریق کار کا نام ہے۔ اس لئے حضرت مجدد صاحب سرہندی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کل حقیقۃ ردتہ الشریعۃ فھی زندقۃ (مکتوبات) یعنی حقیقت کے جس مسئلہ کو شریعت رد کرے وہ واقعی الحاد اور بیدینی ہے یہ تینوں طریقت، حقیقت اور معرفت دراصل شرعی احکام کے طریق کار کا نام ہیں۔ اور یہ تینوں دراصل ایک ہیں۔ (۹ ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ)

سوال: اکثر حنفی لوگ کہتے ہیں کہ مولانا نذیر حسین، شاہ اسمٰعیل شہید، نواب صدیق حسن خان حنفی تھے۔ کیا یہ حق ہے؟

جواب: یہ تینوں صاحب پکے اہلحدیث تھے۔ مولانا نذیر حسین صاحب کی کتاب معیار الحق اور مولانا اسمٰعیل شہید کی تقویۃ الایمان وغیرہ اور نواب صاحب مرحوم کی بیشمار کتابیں رد تقلید میں موجود ہیں۔ (۲۱ اپریل ۱۹۱۶ء)

سوال: کتاب حنفیاں میں لکھا ہے۔ کہ امام بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، دارمی، ابن ماجہ وغیرہ امام شافعی کے مقلد تھے۔

جواب: امام بخاری وغیرہ سب اہلحدیث تھے۔ جو ان کو شافعی کا مقلد کہتا ہے۔ اس نے کتابیں نہیں پڑھی ہوں گی یہ تو کئی جگہ امام شافعی کی تردید بھی کرتے ہیں۔ (۲۱ اپریل ۱۹۱۶ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح: امام بخاریؒ کا مجتہد ہونا اور امام شافعیؒ کا مقلد نہ ہونا اس طور پر ثابت ہے کہ صحیح بخاری میں امام شافعیؒ سے آپ نے کچھ اخذ نہیں کیا۔ صرف ایک جگہ بلفظ ابن ادریس اُن کا نام تو لیا ہے۔ مگر اُن سے نہ کوئی حدیث لی ہے۔ اور نہ کوئی کسی اجتہادی مسئلہ میں ان کی پیروی ہے اور نہ کسی جگہ میں ان کا نام لے کر کسی مسئلہ میں ان کی تائید کی ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ وہ امام شافعیؒ کو لائق اتباع و باخذ روایت نہیں سمجھتے تھے۔ اگر ایسا سمجھتے تو ان کی روایت کو ترک نہ کرتے۔ پس باوجود ثقہ ہونے امام شافعیؒ کے ان سے امام بخاریؒ نے کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ تو پھر وہ امام شافعیؒ کو اپنا امام کب سمجھ سکتے تھے اور ان کی تقلید کیسے اختیار کر سکتے تھے۔ اگر امام بخاریؒ امام شافعیؒ کے مقلد ہوتے تو امام شافعیؒ سے کسی مسئلہ میں اختلاف نہ کرتے۔ جیسا کہ بہت سے مسائل میں آپ نے امام شافعیؒ سے اختلاف کیا ہے۔ مثلاً امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ انسان کے بال بدن سے جدا ہونے پر نجس وناپاک ہو جاتے ہیں۔ اور جس پانی میں وہ بال پڑ جائیں وہ پانی ناپاک اور پلید ہو جاتا ہے۔ سو امام بخاریؒ نے اس قول کو اپنی کتاب میں رد کیا ہے۔ اور اس پانی کا پاک ہونا اختیار فرمایا ہے چنانچہ عینیؒ نے شرح بخاری میں فرمایا ہے۔ قال ابن بطال اراد البخاری رد قول شافعیؒ ان شعر الانسان اذا فارق الجسد نجس واذا وقع فی انماء نجس۔ یعنی ابن بطال نے کہا ہے۔ مراد امام بخاریؒ کی شافعیؒ کے قول کو رد کرنا ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ وضو میں تمام سر کا مسح کرنا واجب نہیں ہے۔ بلکہ ایک دو بال کا مسح بھی کافی ہے۔ سو امام بخاریؒ نے اس قول کا خلاف کیا ہے اور اس کے مقابلہ میں امام مالک کا وہ قول وارد کیا ہے جس سے بعض حصہ سر کے مسح کا عدم جواز معلوم ہوتا ہے۔

امام شافعیؒ کا قول ہے کہ سونے چاندی کی زکوٰۃ میں صرف دینار درہم لئے جائیں۔ نہ ان کی قیمت کے کپڑے۔ سو امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس کا خلاف کیا۔ اور یہ ثابت کیا ہے۔ کہ کپڑے وغیرہ بھی زکوٰۃ میں لینا درست ہیں۔ چنانچہ بخاری میں باب العرض فی الزکوٰۃ کا باب باندھا ہے۔ علامہ عینیؒ اپنی شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے ساتھ ہمارے لوگوں (یعنی حنفیہ) نے دلیل پکڑی ہے۔ اس پر کہ زکوٰۃ میں قیمت دینی جائز ہے۔ اور اسی واسطے ابن رشید نے کہا کہ بخاریؒ اس مسئلہ میں باوجودیکہ حنفیوں کے ساتھ بہت مخالف ہیں۔ موافق ہو گئے ہیں۔ اور کرمانی شارح بخاری نے کہا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ امام شافعیؒ کے نزدیک زکوٰۃ میں قیمت دینی جائز نہیں ہے۔
امام شافعیؒ کا قول ہے۔ جیسا کہ امام مالکؒ کا قول ہے۔ کہ ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر کے مسکینوں کے واسطے منتقل نہ ہو۔ سو امام بخاریؒ نے اس کا خلاف کیا۔ اور اپنی صحیح میں فرمایا کہ جہاں کہیں فقیر ہوں ان کو زکوٰۃ دی جائے چنانچہ لکھا ہے۔ باب اخذ الصدقة عن الاغنیاء وترد علی الفقراء حیث کانوا۔
علی ہذا القیاس صحیح بخاری میں اس قسم کی بہت مثالیں ہیں۔ پس ان مسائل کو دیکھ کر کوئی منصف مزاج یہ نہیں کہہ سکتا کہ امام بخاریؒ امام شافعیؒ کے مقلد تھے۔ ہاں یہ بات مسلم ہے کہ امام بخاریؒ کو بہت مسائل میں امام شافعیؒ کی رائے سے اتفاق ہے۔ مگر چونکہ کئی ایک مسائل میں ان کو امام شافعیؒ سے اختلاف بھی ہے۔ لہٰذا اس امر کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ ان مسائل اتفاقیہ کے لحاظ سے امام بخاریؒ کو امام شافعیؒ کا مقلد ٹھہرایا جاوے۔ اور ان مسائل اختلافیہ کے لحاظ سے ان کو تارک تقلید امام شافعیؒ نہ خیال کیا جاوے۔ یہ ترجیح بلا مرجح ہے جس کا کوئی عقل سلیم والا قائل نہیں ہو سکتا۔ (حررہ محمد داؤد راز عفی عنہ)

سوال:۔ یہ جو پختہ عمارت قبر مقدس (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) بنائی ہوئی ہے۔ اس فعل کا کون موجد ہے۔ اور کس زمانہ میں بنائی گئی۔ براہ کرم اس کی تاریخ لکھئے۔

جواب: ۶۷۸ھ تک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر کوئی قبہ نہ تھا۔ اس کے بعد ملک منصور صالحی کے زمانہ میں قبہ بنا۔ (کتاب وفاء الوفاء تاریخ مدینہ)

اہل حدیث ۱۱ رجمادی الثانی ۱۳۵۵ھ

سوال:۔ حضور پرنورؐ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت عیسیٰؑ اور موسیٰؑ میرے زمانہ میں ہوتے تو ان کو میری پیروی کے بغیر چارہ نہ تھا۔ کیا یہ حدیث صحیح ہے یا بے اصل و بے بنیاد۔

محمد بن ولی جونا گڑھی از رنگون

جواب: یہ حدیث مشکوٰۃ میں یوں آئی ہے۔ لو کان موسی حیا لما وسعه الا اتباعی اگر موسیٰؑ زندہ ہوتے تو میری پیروی کرتے۔ عیسیٰؑ کا لفظ کسی صحیح حدیث یا معلوم الاسناد حدیث میں نہیں آیا۔ صرف تفسیر ابن کثیر میں زیر آیت وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ۔ یوں مرقوم ہے۔ وفی بعض الاحادیث لو کان موسی وعیسی حیین لیکن نہ اس کی سند بتائی ہے نہ اس کا مخرج اس لئے صحیح معلوم الاسناد کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

۱۲ محرم ۱۳۵۶ھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: بعض لوگ جماعت کے مانع ہوتے ہیں کہ غیر قوم ہنود کا چھوا ہوا پانی پینا جائز نہیں اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ جائز ہوگا لہٰذا مطابق شریعت جواب تحریر فرمائیں۔ (ابو المنظور رانوں احمد آزاد کا)

جواب: اسلام میں چھوت نہیں۔ غیر مسلم کے ہاتھوں پر اگر ناپاکی نہیں لگی ہے تو اس کے ہاتھ کا پانی لینا جائز ہے۔ منع کی کوئی وجہ نہیں۔ (۱۷ جون ۱۹۱۶ء)

سوال: ایسی کونسی تفسیر ہے جو بالرائے نہ ہو۔ جس کی بنا تفسیر نبوی پر ہو۔ نیز متفق علیہ ہو۔ جس تفسیر میں یہ صفت نہ ہو وہ تفسیر بالرائے ہوگی۔ خواہ کسی سے منقول ہو۔ تفسیروں کا اختلاف اس بات کا کافی ثبوت ہے۔

جواب: تفسیر بالرائے وہ ہے جو محاورہ عرب کے لحاظ سے خلاف ہو۔ اس تعریف کے مطابق جو بھی ایسی ہو۔ وہ بالرائے ہے۔ صحیح تفسیر وہ ہے جو محاورہ عرب کے موافق ہو۔ حدیث مرفوع کا بھی لحاظ رہے مگر الفاظ حدیث ممکن التاویل کو صحیح تاویل سے موافق قرآن کیا جائے گا۔ (۵ ہر اپریل ۱۹۳۱ء)

سوال: صحیح حدیث کے ساتھ جو کوئی اپنے امام کے قول کا مقابلہ کرے اگر موافق ہو تو ملنے ورنہ حدیث کو چھوڑ کر اپنے امام کے قول پر اڑا رہے۔ ایسے لوگ مشرک ہیں یا کافر؟ (عبد اللہ البالغ دینا جپور)

جواب: ایک شرک باللہ ہے ایک شرک بالرسول ہے۔ یعنی جو عبادت میں کسی غیر کو ملا دے اس کا فعل شرک باللہ ہے اور جو اطاعت میں رسول کے ساتھ کسی کو ملا دے۔ اس کا فعل شرک فی الرسالۃ ہے۔ پس شخص مذکور کا فعل۔ قسم دوم سے ہے۔ (اہلحدیث ۱۶ ہر جون ۱۹۱۶ء)

سوال: کیا کوئی بادشاہ ہارون رشید (عرف سلیمان) ایسا بھی ہوا ہے۔ جس نے تعمیر بیت المقدس کی تھی۔ اگر ہوا تو کس سن میں؟

جواب: حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر ثانی بیت کی کی ہے۔ اس تعمیر کا ذکر بائیبل کی کتاب اول سلاطین میں مذکور ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے بعد ان کا زمانہ تھا۔ سنہ موسوی یہاں مروج نہیں (اہلحدیث ۲۲ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ)

سوال: اولیاء اللہ اور بزرگان دین کی قبروں کی زیارت کی غرض سے دور دراز کا سفر کر کے جانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور کس نیت سے زیارت قبور کرنی چاہیئے۔

جواب: قبروں کی زیارت کی وجہ سے تو خود الفاظ نبویہ میں موجود ہے۔ تذکر الآخرۃ و تزھد فی الدنیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی وہ دنیا سے بے رغبتی کرتی ہیں۔ پس اس نیت سے نہ تو دور دراز سفر کی حاجت ہے۔ جہاں کوئی گری گرائی قبر ہو وہ اس مطلب کے لئے زیادہ مفید ہے۔ اولیاء اللہ کے مزارات پر سفر کر کے جانا میرے ناقص علم میں ثابت نہیں۔ بلکہ بظاہر حدیث کے خلاف ہے۔ جس میں لا تشد الرحال الا ثلاثۃ مساجد۔ وارد ہے۔ یعنی تین مساجد کے سوا کسی مقام کو بہ نیت ثواب سفر کر کے جانا جائز نہیں۔ کعبہ شریف اور مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ

۱۷ رمضان ۱۳۴۳ھ

سوال :۔ یارز الدین بین المسجدین کما تارز الحیۃ فی جحرھا (مسلم ص ۸۴) (۲) لا یزال اھل الغرب ظاھرین علی الحق حتی تقوم الساعۃ (مسلم جلد ۲ ص ۱۴۳) (۳) لا یزال من امتی امۃ قائمۃ بامر اللہ و ھو بالشام (بخاری جلد ۲ ص ۱۰۷۱) ۔ (۴) سمعت رسول اللہ صلعم یقول الابدال یکونون بالشام وھم اربعون رجلا کلما مات رجل ابدل اللہ مکانہ رجلا یسقی بھم الغیث وینصر بھم علی الاعداء یصرف عن اھل الشام بھم العذاب ۔

علماء حنفیہ مذاہب اربعہ کی صحت پر یہ احادیث اربعہ مذکورہ پیش کرتے ہیں۔ وجہ استدلال یہ ہے۔ کہ مسجد نبویؐ و مسجد بیت اللہ میں اور یمن و شام و کل عرب میں چار مذہب جاری ہیں لہٰذا بفرمان آنحضرت صلعم ہمارے چار مذاہب حق ہیں۔ عرض خدمت یہ ہے کہ اگر ان کی وجہ استدلال ثواب و حق ہے تو لوجہ آئندہ پرچہ میں اظہار کریں۔ ورنہ احادیث مذکورہ کا مطلب واضح کر کے پرچہ میں شائع کر دیں۔

جواب :۔ ابدال والی روایات میں سے کوئی بھی صحیح نہیں۔ شیخ الاسلام نے الفرقان میں مفصل لکھا ہے۔ واضح دلیل ان روایات کے ضعیف بلکہ غلط ہونے کی اس میں یہ ہے کہ حضرت علیؓ اور معاویہؓ کی لڑائی میں اہل شام یقیناً غلطی پر تھے۔ اگر ابدال شام مامور من اللہ ان میں ہوتے۔ تو ان کا غلطی پر رہنا یا ان کو غلطی پر سمجھنا صحیح نہیں ہوتا۔ پہلی روایت کا مطلب یہ ہے کہ قریب قیامت کے جب دنیا میں کفر و ضلالت پھیل جائے گا۔ اس وقت دین سکڑ کر صرف حجاز میں آجائے گا۔ لیکن ابھی وہ وقت نہیں آیا۔ دوسری حدیث میں اہل الغرب (بالمہملہ) نہیں۔ بلکہ اہل الغرب (بالمعجمہ) ہے۔ جس کے کئی ایک معنی ہیں (شرح نووی ملاحظہ ہو)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاوہ اس کے "ظاہرین علی الحق" کے معنی ہیں مسلطین علی الحکومت جو بالکل صحیح ہے۔ اس سے مذاہب اربعہ کی صحت ثابت نہیں۔ اس قسم کے سب روایات کا صحیح مفہوم وہی ہے۔ جو ایک حدیث میں یوں آیا ہے۔ (لا تزال طائفة من امتی منصورین علی الحق لا یضرھم من خذلھم) یعنی ایک جماعت امت محمدیہ میں سے ہمیشہ حق پر غالب رہے گی۔ جن کو کوئی بھی ضرر نہ دے سکے گا۔ یہ طائفہ بیشک اس قابل ہے کہ اس کو یہ حق کہا جائے۔ یہ کون لوگ ہیں۔ اس سوال کا جواب دینے کے لیے قرآن وحدیث کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "سب کچھ اتباع سنت میں ہے" ؎

مپندار سعدیؒ کہ راہ صفا ... تواں رفت جز در پے مصطفےٰ

۱۶ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ

سوال: مندرجہ ذیل حدیث کسی مستند کتاب میں مذکور ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو صحیح ہے یا موضوع؟ اگر صحیح ہے تو کیا اس سے یہ نتیجہ اخذ ہو سکتا ہے کہ ہر شخص جس نے کلمہ لا الہ الا اللہ کہہ لیا ہے۔ وہ بلحاظ اعمال داخل جنت ہو جائے گا۔ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

جواب: حدیث کے جو الفاظ عربی میں آپ نے لکھے ہیں۔ یہ تو آئے ہیں۔ مشکوٰۃ شریف میں بھی یہ حدیث ہے۔ مگر اردو میں جو الفاظ لکھے ہیں کہ بلا لحاظ اعمال کے داخل جنت ہو جائیں گے۔ یہ ترجمہ ٹھیک نہیں۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص خالص دل سے یہ کلمہ پڑھ کر عمل بھی کرے۔ وہ جنتی ہے۔ ہاں اگر ایسے وقت پڑھے کہ اس کو عمل کا موقع ہی نہ ملے۔ مثلاً مرنے کے وقت یہ کلمہ اُسے نصیب ہوا جس وقت اسے نماز روزہ کی فرصت نہیں۔ تو ایسے وقت میں اعمال کے بغیر بھی داخلہ جنت ہو جاتا ہے۔ انشاء اللہ۔

۱۶ ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ

شرفیہ: لوگ کلمہ لا الہ الا اللہ کا معنی سمجھ کر کجروی کرتے ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ قائل اقرار کرتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا حکم نہ مانوں گا۔ معبود کے معنی حاکم حقیقی، عبادت کے معنی حکم برداری، فرمانبرداری۔ پھر اگر فرمانبرداری نہ کرے گا تو اس کا ایمان ایسا ہے۔ جیسا کہ شیطان کا یعنی جھوٹا دعویٰ۔ خدا کو تو شیطان بھی مانتا ہے خَلَقْتَنِیْ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِنْ تَائِبٍ اور اُنْظُرُنِیْ اور اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔ قرآن مجید میں اس کے اقوال ثابت ہیں۔ ایمان کے معنی۔ اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک جان کر اس کا حکم ماننا۔ اس پر عمل کرنا۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مرتے وقت جس کا خاتمہ کلمۂ توحید پر ہوا وہ جنتی ہے۔ دخول اولی ہو۔ یا بعد سزائے اعمال عام ہے۔ "ابو سعید شرف الدین الدہلوی"

لطیفہ ثنائی[1] خواجہ صاحب (خواجہ حسن نظامی صاحب مراد ہیں) بارہا اپنا عقیدہ ظاہر کر چکے ہیں کہ میں غیر مقلد ہوں۔ ۲۰ اگست ۱۹۳۷ء کے اخبار منادی میں صاف لکھا ہے کہ:

"مجھے زور سے آمین کہنا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ آہستہ کہنے والے سورۂ فاتحہ کو غور سے نہیں سنتے۔ اور زور سے آمین کہنے والے سورہ فاتحہ کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ اگرچہ میں نماز میں آہستہ آمین کہتا ہوں لیکن مجھے بلند آواز سے آمین کہنا بہت اچھا معلوم ہوتا ہے اور میں سوچ رہا ہوں کہ آئندہ بلند آواز سے آمین کہا کروں۔ کیونکہ اس سے نہ کوئی آدمی غیر مقلد بنتا ہے نہ شافعی"۔ صہ ۱۲

اہلحدیث مقام خوشی ہے کہ دہلی کی جامع مسجد میں آمین بالجہر کہنا ممنوع نہیں۔ امید ہے۔ خواجہ صاحب سب سے پہلے مسجد جامعہ ہی میں اس سنت پر عمل کریں گے۔ (۷ ستمبر ۱۹۳۷ء)

ایک بہائی کا سوال مع جواب

"یہاں شہری نگر میں ایک بہائی آیا تھا۔ اس نے مسلمانوں کو مجبور کیا کہ اس کے سوال کا جواب دیں۔ آپ از راہ مہربانی سوال مندرجہ ذیل کا جواب "اہلحدیث" میں درج کر کے ہمیں مشکور فرمائیں۔ (عبد الاحد ڈار)

سوال: دنیا میں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کوئی شخص مدعی وحی شریعت آیا ہو اور اس نے کوئی دین باطل پیش کیا ہو۔ اور اس کے ماتحت کوئی امت برپا ہوئی ہو۔ اور باوجود شدید مخالفت کے اس کا مشن استقرار پذیر ہو۔ اور منجملہ ان آیت کے جو اس بات کو ثابت کرتی ہیں۔ سورہ شوریٰ[1]

[1] ایک اہم تاریخی یادداشت کی حیثیت سے اس کو یہاں درج کیا گیا۔ "محمد عمر کاتب"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا فَاِنْ یَّشَاِ اللّٰہُ یَخْتِمْ عَلٰی قَلْبِکَ وَیَمْحُ اللّٰہُ الْبَاطِلَ۔ مدعی الہام کا لایا ہوا دین قرار پذیر ہو۔ تو وہ صادق ہوتا ہے۔ اس معیار پر ہر پہلو سے حضرت بہاء اللہ کا دعوی ثابت ہے۔ اگر کوئی شخص از روئے قرآن غلط ثابت کرے تو میں اپنا موجودہ خیال ترک کروں گا۔

الجواب: جھوٹے ملہموں اور مفتریوں کے لئے قرآن مجید میں دنیا میں ناکام رہنے کا کوئی ذکر نہیں۔ جو کچھ ہے۔ وہ مندرجہ ذیل آیت میں ہے۔ بس یہی آیت قابل غور ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُھُمْ ثُمَّ نُذِیْقُھُمُ الْعَذَابَ الشَّدِیْدَ بِمَا کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ۔ (پ۱۱ ع۷)

یعنی جو لوگ خدا پر افتراء کرتے ہیں وہ آخروی نجات نہیں پائیں گے۔ ان کو دنیا میں سامانِ زندگی ملے گا۔ پھر ہماری طرف اُن کی واپسی ہوگی۔ پھر ہم اُن کو ان کے کفر کی وجہ سے سخت عذاب چکھائیں گے۔ یہ آیت اپنا مضمون صاف بتا رہی ہے کہ مفتریان علی اللہ کے لئے روز جزا نجات نہیں ہوگی۔ مگر دنیا میں ان کو سامان زندگی بیشک ملے گا۔ پس معلوم ہوا کہ جھوٹے مدعی نبوت اپنی دنیاوی زندگی پوری کر کے خدا کے سامنے مجرمانہ حالت میں پہنچیں گے۔ اس سے زیادہ واضح آیت کیا ہوسکتی ہے۔ جو بہاء اللہ کے دعوی کے لئے مبطل ہو۔ واللہ الموفق۔

۲۴ ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ

تشریح: ہمیشہ سے اہل علم اور اہل دیانت کا طریق کار یہ رہا ہے کہ اپنے دعوے کا ثبوت پیش کیا کرتے ہیں مگر آج کل کے بعض مدعیان نے احسن طریق یہ سمجھ رکھا ہے۔ کہ دعوے پر دعوی کئے جاؤ۔ دلیل دینے کی حاجت نہیں۔ بہائی اور قادیانی دونوں گروہوں کا یہی طریق عمل ہے۔ ہم حیران ہیں کہ دونوں گروہوں کے علم کلام کو کس اصول پر جانچیں۔ اہل علم کے نزدیک دعوے کے ثبوت میں دعوی کئے جانا مصادرہ علی المطلوب کہلاتا ہے جو سخت معیوب ہے۔ افسوس ہے کہ دونوں کا علم کلام اسی معیوب چیز سے بھرا پڑا ہے۔ جس کا ذکر موقعہ بہ موقعہ ہم کیا کرتے ہیں۔ اہل بہاء کا یہ دعوی کہ شریعت مستقلہ کے جھوٹے مدعی کامیاب نہیں ہوئے۔ اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ قادیانی نبوت کے پیروکار جو بقول خود کامیاب ہیں۔ شریعتِ مستقلہ کے مدعی نہیں۔ بلکہ شریعت محمدیہ کے پیروکار ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی کامیابی ہماری کامیابی کی طرح نہیں ہے۔ ہم مستقل شریعت بہائیہ کے پیروکار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو کر کامیاب ہیں۔ اور وہ دین محمدی کے پیرو ہو کر کامیاب بنتے ہیں۔ یہ ہمارے خلاف نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ دونوں ناکامیاب ہیں۔ کامیابی اس کا نام ہے کہ مدعی اپنے دعوے میں پورا اترے۔ اگر پورا نہیں اترا اور ادھورا رہے۔ تو وہ فیل ہے۔ جیسا کہ امتحانوں کی بابت یونیورسٹیوں کا قانون ہے کہ ان کی حد مقررہ تک نمبر پانے والا کامیاب اور نیچے رہنے والا فیل ہوتا ہے۔ ہم بڑی حیرت سے دونوں جماعتوں کا دعویٰ سنتے سنتے یہ کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

ہزار دعووں میں گر ایک ہی وفا کرتے قسم خدا کی نہ ہم تم کو بے وفا کہتے

(از قلم حضرت مولانا ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ)

اخبار اہلحدیث مورخہ ۲۷ اپریل ۱۹۴۵ء

سوال: آدمی نیک کار یا بدکار بعد موت کے دنیا کی طرف کچھ خیال کرتا ہے یا نہیں۔ مثلاً اولاد، بیوی، دولت اور اپنی مادری زبان بولنا آوے گا یا نہیں؟

جواب: قرآن مجید سے ثابت ہے کہ نیک لوگ پچھلوں کے حق میں خوشخبری سننا چاہتے ہیں ارشاد ہے۔

يَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ۔ جنتی لوگ اپنے پچھلوں کی نسبت خوشی طلب کرتے ہیں زبان اپنی بولیں گے جو ان کو یاد ہو گی۔ البتہ جنت میں جب سب مومنوں کا داخلہ ہو جائے گا۔ تو سب اہل جنت کی زبان عربی ہو گی بحکم حدیث۔ احبوا العرب لثلاث انا عربي والقرآن عربي ولسان اهل الجنة عربي۔

(۵ رجمادی الاخر ۱۳۵۶ھ)

سوال: یہاں دو حضرات آپس میں اس بات پر جھگڑتے ہیں۔ ایک کہتا ہے کہ انسان کی عمر بڑھتی بھی ہے اور گھٹتی بھی ہے۔ ایک کا دعویٰ ہے کہ خداوند جل شانہ نے ہر ایک انسان کی عمر روز ازل سے جو مقرر کی ہے۔ وہ گھٹتی بھی نہیں اور بڑھتی بھی نہیں۔ اس کے سوا قسمت کے بارے میں بھی جھگڑتے ہیں۔ یعنی نفع و نقصان کا مطلب یہ نکالتے ہیں کہ تقدیر کے سامنے تدبیر چلتی ہے۔ کیا وہ شخص جو عمر کے گھٹنے و بڑھنے کا دعویٰ کرتا ہے وہ اپنے دعوے میں سچا ہے یا انکار کرنے والا سچا ہے؟

جواب: قرآن مجید میں ہے لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ۔ یعنی ہر ایک چیز کے لئے وقت مقرر ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مٹا دیتا ہے۔ اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔ اس آیت کو اس مطلب کے لئے علماء نے پیش کیا ہے۔ خدا کی معلق تقدیر ان اسباب کے ساتھ جو اس کے لئے مقرر ہیں۔ خدا ہی کے حکم سے تبدیل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ صلہ رحمی کرنے سے عمر بڑھتی ہے۔ وغیرہ۔ اس لئے اس میں کچھ اختلاف نہیں۔ اللہ کی معلق کی ہوئی تقدیر اللہ ہی کے مقرر کردہ اسباب سے اسی کی حسب منشاء متغیر ہو سکتی ہے۔ یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيَحْكُمُ مَا يُرِيدُ۔

۱۸ رمئی ۱۹۲۳ء

سوال: عیسیٰؑ کے بارے میں جھگڑتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کا باپ ہے۔ لہٰذا آپ سے التماس ہے کہ اس بارے میں اللہ پاک کا کیا حکم ہے؟

جواب: قرآن مجید میں حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کا ذکر یوں ہے کہ جب حضرت مریم حاملہ ہوئیں تو ان کے خاندان والوں نے کہا۔ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا۔ (سورہ مریم) یعنی اے مریم نہ تیرا باپ برا تھا اور نہ تیری ماں حرام کار عورت تھی۔

اس بیان سے صاف پایا جاتا ہے کہ مریم صدیقہ کا حاملہ ہونا ان کے خاندان والوں نے اپنے لئے موجب ننگ و عار جانا۔ خاوند سے حمل ہو۔ تو بہو بیٹی کو کوئی ایسا نہیں کہا کرتا۔ بلکہ خوشی کیا کرتے ہیں۔ اسی لئے ان کے خاندانی یہودیوں نے صدیقہ مریمؑ پر بدکاری کی نسبت کی۔ جس کا رد دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا۔ وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا۔ یعنی یہودیوں نے جو مریمؑ پر بہتان عظیم لگایا تھا۔ اس کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی۔ معلوم ہوا کہ یہودیوں کا گمان حمل ناجائز کا تھا۔ اور وہ اس لئے تھا کہ حضرت صدیقہؑ کا خاوند نہیں تھا۔ ناجائز حمل کے خیال سے جو یہودیوں نے صدیقہؑ کی نسبت کہا تھا وہ افترا تھا۔ اور اس کی تردید خدا تعالیٰ نے صاف لفظوں میں فرما دی۔ پس نتیجہ صاف ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام معمولی طور پر بے باپ مولود تھے۔

۱۸ رمئی ۱۹۲۳ء

ایک اعتراض مسیحؑ کی پیدائش بے باپ معجزانہ تھی۔ لہٰذا وہ آنحضرت صلعم سے افضل تھے۔

جواب: بے باپ پیدا ہونے سے فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ اگر بے باپ ہونا فضیلت ہے تو بے باپ اور بے ماں ہونا اور بھی فضیلت ہوئی۔ حالانکہ عیسائی حضرت آدمؑ کو حضرت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسیحؑ سے افضل نہیں جانتے ہاں بے باپ ہونے سے کچھ ثابت ہوتا ہے تو خدا کی قدرت کاملہ کا اظہار ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید خود اس کی وجہ بتاتا ہے۔ وَلِنَجْعَلَهٗ آيَةً لِّلنَّاسِ ہم مسیح کو بے باپ پیدا کر کے اپنی قدرت کی ایک نشانی بنا دیں گے۔ اس سے مسیحؑ کی فضیلت کا کیا ثبوت۔

(۱۵ نومبر ۱۹۱۸ء)

عیسائیوں پر احسان قرآن کریم

اسلام اور قرآن بذریعہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا میں آیا۔ تو جناب مسیحؑ کے حق میں دو گروہ تھے

(۱) ایک معتقدین عیسائی۔ جو ان کو اُن کے اصل رتبہ سے بہت اونچا دکھاتے تھے کہ بندہ سے خدا بناتے

(۲) دوسرے گروہ یہودی۔ جو جناب کی شان میں بہت بدگو تھے۔ سخت ہتک آمیز الفاظ سے یاد کرتے۔ خدا اور رسول تو کیا بھلا آدمی یا معمولی آدمی جاننا بھی ان کے نزدیک جرم تھا۔ اور ہے ایسی حالت میں قرآن پاک اور پیغمبر اسلام علیہ السلام نے دونوں گروہوں کی اصلاح یوں کی۔ کہ الوہیت کے قائلین کو یوں سمجھایا کہ وہ خدا نہ تھے اور یہودیوں کو یوں سمجھایا کہ وہ بھی نبی بلکہ اولوالعزم رسول تھے۔ اس سے مسلمانوں پر بھی جناب مسیحؑ کی عزت کرنا ضروری ہوگیا۔

سوال یہ ہے کہ اگر پیغمبر اسلام (معاذ اللہ) یہودیوں کی خاطر سے ان کے ہم زبان اور ہم خیال ہوجاتے۔ تو آج جناب مسیحؑ کے بدگوؤں کی تعداد میں کتنے کروڑ کا اضافہ ہوا ہوتا۔ کیا پھر اس احسان یا محبت یا اظہار صداقت کا نتیجہ عیسائیوں کی طرف سے یہ ہونا چاہیے۔ جو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان والاشان سے کر رہے ہیں۔؟

عیسائیو!

آپ ہی اپنے ذرا جور و ستم کو دیکھو ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

(اہلحدیث ۱۵ نومبر ۱۹۱۸ء)

سوال: آپ سے اور مرزا غلام احمد قادیانی سے جو مباہلہ ہوا تھا وہ کس بارے میں ہوا تھا مکرر عرض یہ ہے کہ جو شخص اس قسم کا عقیدہ رکھتا ہو کہ امام مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام کا آنا غیر ممکن ہے۔ یہ دونوں باتیں غلط ہیں اور شہادت امام حسین علیہ السلام کا بھی قائل نہیں ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا یا ایسے شخص کو مولوی خیال کرنا اور بزرگ سمجھا کیسا ہے؟

جواب: میرے ساتھ مرزا قادیانی سے جو مباہلہ نہیں ہوا تھا۔ صرف انھوں نے میرے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حق میں یہ کہا تھا کہ ہم دونوں۔ مرزا اور ثناء اللہ میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے۔ یہ بھی کہا تھا کہ اگر ثناء اللہ مجھ سے پہلے نہ مرا۔ تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ بس یہی اس کا مطلب تھا۔ دیگر یہ کہ جو شخص امام مہدیؑ حضرت عیسیٰؑ یا امام حسین کی شہادت نہیں مانتا۔ وہ بدعتی ہے۔ اس کو امام نہیں بنانا چاہیئے۔ اگر پڑھ رہا ہو تو بحکم وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ۔ پیچھے پڑھ لینا چاہیئے۔

اہلحدیث ۹ جون ۱۹۱۶ء

سوال: کیا یہ حدیث صحیح ہے کہ کوئی جاندار آج سے سو برس تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ اگر واقعی اس کا یہی مطلب ہے تو عیسیٰ علیہ السلام ارشاد نبویؐ کے بعد بھی اب تک کیوں کر زندہ رہ سکتے ہیں۔

جواب: یہ حدیث صحیح ہے۔ مگر اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ اس میں حضورؐ نے فرمایا ہے۔ جو جاندار آج کے دن زمین پر زندہ ہے۔ وہ آج سے سو سال تک زندہ نہ رہے گا۔ اس حدیث میں (زمین پر کا) لفظ موجود ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو زمین پر نہیں۔ اس لئے وہ اس میں نہ آئیں گے۔ اور نہ آئندہ کے لیے یہ عام قانون ہے کہ کوئی شخص سو سال سے زیادہ زندگی نہ پائے گا۔ بلکہ جس روز حضورؐ نے فرمایا۔ اس روز سے سو سال تک یہ حکم ہے۔ چنانچہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔ الحمد للہ

۲۹ نومبر ۱۹۱۸ء

سوال: ایک شخص اپنے کو احمدی کہلاتا ہے۔ اہل سنت کے عالموں کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہے اور مرزا کو مسلمان اور مجدد مانتا ہے۔ یہ بھی کہتا ہے کہ مرزا نے اگر دعویٰ نبوت کیا ہے۔ تو میں مرزا کو کافر سمجھوں گا مگر مرزا نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ کیا ہم ایسے احمدی کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔

جواب: مرزا قادیان کو ان کے دعویٰ الہام اور مہدویت مسیحیت میں سچا صادق القول جاننے والا انہیں کے حکم میں ہے۔ نبوت غیر نبوت کا جھگڑا نہیں۔ یہ تو ان دونوں فریقوں کا آپس میں جھگڑا ہے۔ ہمارے سامنے صرف یہ بات پیش ہے کہ مرزا صاحب اپنے دعویٰ الہام میں سچے تھے یا نہیں۔ جو ان کو دعویٰ الہام میں سچا سمجھے وہ ان ہی جیسا ہے۔ لہٰذا وہ امام بنائے جانے کے لائق نہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔

اجعلوا ائمتكم خياركم۔

۲۳ جنوری ۱۹۴۲ء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال [1]: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ سے استدلال کیا جاتا ہے۔ کہ شریعت اسلام ایسی مکمل ہے۔ کہ اب اس کے بعد دوسری شریعت کی آمد غیر ضروری اور محال ہے۔ اس پر چند سوالات خدمت عالی میں پیش کرنا چاہتا ہوں (اَلْيَوْمَ) یعنی آج سے کیا مراد ہے کیا جس دن یہ آیت نازل ہوئی۔ وہ نزول آیت کے لحاظ سے آخری دن تھا جس کے بعد پھر کوئی آیت نازل نہیں ہوئی اگر یہ دن وحی کا آخری دن نہ تھا۔ تو بعد میں جو وحی نازل ہوئی۔ دین میں داخل ہے یا نہیں؟ اگر داخل ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔ تو اس کے کیا معنی ہوئے کہ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ جب کہ آج کے بعد بھی اور وحی نازل ہوئی۔ جو دین میں اس طرح شامل ہے جس طرح ہر ایک آیت داخل ہے۔ کہ اگر بعد والی آیت کو دین کے دفتر سے خارج قرار دیا جائے۔ تو کفر لازم آئے گا۔

جواب: دین کے معنی خاص احکام فرلیضہ ہیں یا قرآن و حدیث کے جملہ احکام اصول و فروع ہیں۔ ان دو اصطلاحوں میں سے ہم کسی خاص اصطلاح کو یہاں ترجیح نہیں دیتے بلکہ دونوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ دین محض اصولی احکام کا نام ہے یا مجموعے کا نام۔ اس کی تفصیل کے اندر جانے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ قرآن اور سیرت محمدیہ سے جو مذہبی حکم ثابت ہو وہ دین ہے۔ ہاں الیوم کے معنی پر سارا مدار ہے۔ اَلْيَوْمَ کے معنی یہاں دن کے نہیں ہیں۔ بلکہ اس سے مراد زمانہ نبوت محمدیہ ہے۔ تعلیم اسلام چاہے وہ نازل ہو چکی تھی۔ یا کچھ حصہ باقی تھا۔ اور وہ بہت ہی غیر معتد بہ تھا۔ سب کو متصور فی الذہن رکھ کر ارشاد ہوتا ہے۔ کہ بس اب ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔ یہ لفظ اَلْيَوْمَ وہی ہے جو اہل کتاب کے حق میں وارد ہے کہ اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ (پس اب اہل کتاب تمہارے دین کے فنا ہونے سے مایوس ہو گئے ہیں۔ اردو زبان میں آج اور اب میں فرق ہے۔ عربی میں دونوں کے لئے ایک ہی لفظ آتا ہے۔ پس معنی آیت کریمہ کے یہ ہیں۔

اب جب کہ قرآن مجید اور سیرت محمدیہ دنیا میں شائع ہو چکی ہیں۔ ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ ان معنی سے کوئی آیت اس آیت کے نزول کے بعد میں اتری ہو تو کوئی حرج

---

[1] بہائیوں کی دماغی پرواز؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں۔ کیونکہ آپ کے لفظ سے کوئی خاص دن مراد نہیں۔ بلکہ مراد یہ ہے۔ کہ زمانۂ نبوت محمدیہ میں دین مکمل ہو گیا۔ اس کے بعد کوئی جدید نبی یا رسول شارع یا غیر شارع نہیں آسکتا۔ فاندفع ما اورد۔ (اہلحدیث ۴ رجولائی ۱۹۴۱ء)

بہائیوں کا ایک اور سوال

نوٹ:۔ علماء اسلام خصوصاً علماء حدیث اس سوال کو بنظر غور پڑھیں۔ اور اندازہ کریں کہ آج اسلام اور قرآن مجید پر کیسے کیسے اعتراضات ہوتے ہیں۔ پرانے زمانہ کا علم کلام آج اسی طرح تقویم پارینہ ہو گیا ہے۔ جس طرح پرانے زمانہ کا فلسفہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کا ارشاد مجھے ہر وقت یاد رہتا ہے کہ جو عالم اپنے زمانہ کے اہل بدعت اور اہل الحاد کا جواب نہ دے سکے۔ اس کو علم سے حصہ نہیں ہے۔ موصوف اپنے زمانہ کے جید متکلم تھے۔ جنہوں نے اپنے ہمعصر معترضین کو کافی شافی جوابات دئے ہیں۔ اگر آپ اس زمانہ میں زندہ ہوتے تو مقتضائے حال کے ماتحت اپنے طرز تحریر میں ضرور کچھ تبدیلی فرماتے۔ خیر مجھے اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ مقصود صرف یہ بتانا ہے کہ جس طرح کوئی حملہ آور اسلحہ جنگ میں تبدیلی کرتا ہے۔ اسی طرح مدافعت کرنے والا بھی تبدیلی پر مجبور ہو جاتا ہے آجکل کی جنگ یورپ اس تبدیلی کا واضح نمونہ ہے۔ اور ہمارے دعوے کا ثبوت۔ بہر حال (یہ) سوال معترضین کے صرف ما فی الضمیر کو ظاہر نہیں کرتا۔ بلکہ مخالفت کی نوعیت بھی بتاتا ہے اس لئے ہم اس کو بہ تمام ہی نقل کرتے ہیں جو یہ ہے۔

(۱) اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ میں اکمال دین سے کیا مقصود ہے۔ اصول دین کے اعتبار سے اکمال ہوا یا فروع کے لحاظ سے یا دونوں پہلوؤں سے۔ اگر فرمائیے کہ اصول دین کے لحاظ سے اکمال ہوا ہے۔ تو ایسا اکمال بہت عرصہ پہلے ہو چکا ہے۔ اَلْيَوْمَ یعنی آج کی تخصیص کیا ہے۔ وہ آیات قرآن جو اصول دین کے متعلق ہیں۔ آج یعنی اس آیت کے نزول سے کافی عرصہ پہلے نازل ہو چکی ہیں۔

کیا یہ واقعہ نہیں ہے۔ اصول دین کے لحاظ سے تو اکمال دین ظہور محمدیؐ سے بھی پہلے دیگر پیغمبروں کے ذریعہ ہو چکا ہے۔ دینی اصول میں سے وہ کونسی بات ہے جو پہلے نازل ہو چکی ہو اور اب قرآن مجید میں نازل ہوئی ہو۔ قرآن مجید میں صاف صاف ارشاد ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نئی بات نہیں لائے۔ اصول دین میں وہی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باتیں آپ سکھاتے ہیں جو پیغمبروں نے بتائی ہیں۔ اور اگر کسی عالم کے خیال میں اصول دین کی کوئی تعلیم ایسی ہے۔ جو قرآن مجید میں ہی نازل ہوئی ہے۔ اور پہلی کتب آسمانی میں وہ بالکل موجود نہیں۔ تو عنایت فرما کر ایسی تعلیم بحوالہ کلام الٰہی پیش کرنی چاہیئے۔ لیکن ایسی تعلیم پیش کرتے وقت اُن آیاتِ قرآن کو بھی یاد رکھا جائے۔ جس میں صراحت سے یہ بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نئی تعلیم نہیں لائے۔ وہی تعلیم لائے ہیں جو پہلے پیغمبروں کے ذریعہ دُنیا کو دی گئی ہے اور جو کچھ قرآن مجید میں ہے۔ وہی صحفِ اولیٰ میں درج ہے۔ اور رسول کریم کو خدا نے حکم دیا کہ ملت ابراہیمؑ کی پیروی کیجیے (۲) یہ سوال تو اس پہلو سے ہے کہ اکمال دین اصول کے اعتبار سے تسلیم کیا جائے۔ اب اصول چھوڑ کر صرف فروعی لحاظ سے اکمال دین مانا جائے۔ تو اس میں دو نوں خرابیاں ہیں۔ ایک تو یہ کہ صرف فروعی لحاظ سے اکمال تسلیم کرنا اور اصولی لحاظ سے عدم اکمال ماننا۔ یہ تو عدم اکمال کا اقرار کرنا ہے۔ جب ایک کتاب میں اصول ہی نامکمل ہوں تو وہ کتاب ہرگز مکمل نہیں کہلا سکتی۔ بلکہ فروع کا مکمل ہونا تو اصول کی تکمیل پر موقوف ہے۔ بغیر تکمیل اصول تکمیل فروع کی کوئی حقیقت ہی نہیں۔ اور کوئی عاقل ایسا تسلیم ہی نہیں کر سکتا۔ کہ اصول نامکمل ہوں اور فروع مکمل ہوں۔ لہٰذا اصول کو چھوڑ کر صرف فروع کی تکمیل تو آیت اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ میں مراد ہرگز نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا فروعی پہلو سے بھی اکمال دین قابل غور ہے۔ علماء کرام مہربانی فرما کر شریعت اسلام کا وہ مسئلہ معین فرما دیں جو صرف قرآن مجید میں بیان ہوا ہے اور اس سے قبل کسی شریعت میں قطعاً موجود نہیں۔ کتب سابقہ کی شریعتوں کو بھی مدنظر رکھیں۔ اور جب یہ یقین ہو جائے کہ فلاں مسئلہ شریعت صرف قرآن مجید میں ہے۔ دوسری کسی شریعت میں موجود نہیں۔ تو دیکھنا چاہیئے کہ اسی ایک یا چند فروعی مسائل کی بنا پر آج تکمیل کا اعلان کیا جا رہا ہے کیا وہ چند مسائل واقعی مدار تکمیل قرار دئے گئے ہیں؟ اور کیا انھیں پر تکمیل دین کا انحصار تھا۔ یہ سب باتیں نہایت دقیق نظری سے دیکھنے کے قابل ہیں۔ علماء کرام سے پوری توجہ کی درخواست کرتا ہوں۔

(۳) اب رہی یہ صورت کہ اصول و فروع دونوں کے اعتبار سے تکمیل مراد ہے اس پر ہمیں غور کرنا چاہیئے۔

اصول کے اعتبار سے تو مسلّم ہے کہ دینِ ظہور محمدیؐ سے پہلے ہی مکمّل تھا۔ ورنہ بتایا جائے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کون سا امر اصول دین میں بالکل نیا ظاہر فرمایا ہے۔ جو پہلے پیغمبروں اور کتابوں نے قطعاً ظاہر نہ فرمایا تھا۔ اگر کوئی نئی بات اصول دین میں بالکل نہیں ہے تو پھر اس لحاظ سے آج تکمیل دین ہوئی اس کے کیا معنی ہوئے۔

فروع کے لحاظ سے دیکھا جائے۔ تو بھی نہایت تدبر کی ضرورت ہے۔ تاریخ ادیان اور کتب آسمانی کا مطالعہ اس بات کو روشن کرتا ہے کہ اسلامی شریعت میں جو احکام نماز روزہ، حج، زکوٰۃ، میراث نکاح طلاق حلال حرام ہیں وہ بحیثیت مجموعی ادیان سالقہ اور شرائع قبل میں موجود ہیں۔

پیامبر دہلی۔ بابت مئی ۱۹۳۲ء

جواب: لفظ اَلْیَوْمَ کی تشریح ہم پہلے سوال کے جواب میں کر چکے ہیں۔ کہ اس سے مراد آج کا دن نہیں بلکہ اب ہے۔ آج کے مضمون میں اکمال دین پر بحث ہوگی۔ اصل بات یہ ہے کہ معترض صاحب اپنے منصب سے غافل ہو رہے ہیں۔ ہم ان کے منصب پر ان کو اطلاع دے کر جواب پر توجہ کرتے ہیں۔ بہائی دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ قرآن مجید الہامی کتاب اور وحی الٰہی ہے۔ اور شیخ بہاء اللہ کے ظہور سے پہلے کل دنیا کے لئے یہی واجب العمل تھا بہاء اللہ ۱۸۱۷ء میں پیدا ہوئے تھے۔ اور بعد بلوغت تعلیم سے فارغ ہو کر آپ نے دعویٰ کیا۔ بقول بہائیاں ان کی کتاب اقدس سے قرآن مجید منسوخ ہوگیا۔ اب ہم بہائی معترضین کو کتاب اقدس کے ظہور سے پہلے زمانہ میں لے جا کر کسی وقت مخاطب کر کے پوچھ سکتے ہیں۔ کہ اس آیت قرآنی کا کیا مطلب ہے کیونکہ اس وقت بہائیت کا اثر آپ کے دماغوں پر نہیں تھا۔ پس اسی وقت اس سوال کے مخاطب جیسے ہم تھے ویسے ہی بہائی بھی تھے پس ہم کہیں گے

آ عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

بہائی دوستو! ہماری پیش کردہ تصویر محض فرضی نہیں ہے بلکہ واقعی ہے۔

یہ تصویر ہم نے اس لئے دکھائی ہے تاکہ اگر جواب الجواب میں ہمارے جواب کی تغلیط کریں۔ تو اس زمانہ سابق میں اپنے اعتقاد کی بھی تفصیل بتادیں۔ کہ آپ لوگ اس وقت قرآن مجید کی اس آیت کے کیا معنی سمجھتے تھے کیونکہ ؎

ما و مجنوں ہم سبق بودیم در دیوان عشق

ہم اپنے سوال کو پھر دہراتے ہیں تاکہ اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔ بہاء اللہ کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیدائش سے پہلے قرآن مجید ہم جملہ کلمہ گویان (جن میں بہائی بھی شامل ہیں) کے نزدیک بطور الہامی کتاب واجب العمل تھا۔ اور اس کا ہر لفظ اس کے معنی بتانے میں صحیح تھا اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا تھا۔ اس زمانہ میں ہم دونوں گروہ محمدی اور بہائی یا یوں کہیے کہ سائل اور مجیب اس آیت پر غور کر کے اس کے معنی سمجھتے تھے تو صحیح پاتے تھے۔ وہ صحیح معنی کیا ہیں؟ سائل اگر جواب الجواب پر قلم اٹھائے تو ہمارے سوال کا جواب بھی دے کیونکہ بہائیوں کا اعتراض اگر قرآن شریف پر ہو تو وہ آریوں کی طرح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آریوں نے کسی زمانے میں بھی قرآن مجید کو الہامی تسلیم نہیں کیا۔ اور بہائی شیخ بہاء اللہ کے دعوے سے پہلے تسلیم کرتے آئے ہیں۔ فاختلاف

بہائی دوستو! ؎

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بھال کر

اب سنیئے ہمارا جواب۔ اس بحث میں تین لفظ قابل غور ہیں (۱) اَلْیَوْمَ (۲) اکمال (۳) دین پہلے لفظ اَلْیَوْمَ کے معنی ہم پہلے بتا آئے ہیں کہ اس سے مراد آج کا دن نہیں۔ بلکہ عہد رسالت مراد ہے۔ اسی طرح دین کے معنی بتا آئے ہیں۔ کہ اس سے مراد کل احکام متعلقہ عقائد و اعمال ہیں۔ آج کے جواب میں ہم لفظ اکمال پر بحث کریں گے۔ معترض نے اکمال کے جو معنی سمجھے ہیں وہ غلط ہیں۔ کیونکہ اکمال کے معنی میں نسبت داخل نہیں ہے۔ یعنی یہ بات ضروری نہیں کہ آج ہم جس چیز کی تکمیل کا دعویٰ کریں اس سے پہلے اسی نوعیت کی کوئی چیز تکمیل یافتہ نہ ہو۔ مثلاً لاہور کے ٹاؤن ہال میں سو کوٹھیاں ۱۹۱۸ء تک مکمل ہو چکی ہیں۔ ۱۹۱۸ء میں ہم نے بھی ایک کوٹھی بنائی۔ جس میں سب سامان مہیا کیا گیا۔ مثلاً غسل خانہ، باورچی خانہ، مہمان خانہ اور پانی بجلی وغیرہ سب چیزوں کا انتظام کر کے مستری ہم کو اطلاع دیتا ہے کہ لیجئے حضور اب کوٹھی مکمل ہو گئی۔ مستری کی اس اطلاع کو سن کر کوئی شخص یہ اعتراض نہ کرے گا۔ کیوں صاحب پہلی سو کوٹھیوں میں کچھ نقص تھا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ اکمال یا تکمیل کے مفہوم میں نسبت الی الغیر داخل نہیں ہوتی۔ بلکہ فی نفسہ اس کا مکمل ہونا مراد ہوتا ہے ٹھیک اسی طرح قرآن مجید کی آیت کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کا دین خدا نے مکمل کر دیا۔ یعنی جن چیزوں کی اُن کو بحیثیت مذہب ضرورت تھی ان کے متعلق اُن کو احکام بتا دیئے گئے۔ از قسم عقائد ہوں یا از قسم اعمال۔ اب ہمارے بیان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے متعلق ادبی شہادت سنئے۔ عرب جاہلیت کا مشہور شاعر طرفہ بکری معلقہ ثانیہ میں اپنی ناقہ کی تعریف میں کہتا ہے ؎

لھا فخذان اکمل النحض فیھما کانھما بابا منیف ممرد

میری اونٹنی کی ہر دو رانیں ایسی ہیں کہ ان میں گوشت مکمل بھرا ہوا ہے۔ گویا وہ کسی بڑی حویلی کے دروازہ کے دو بازو ہیں۔ اس شعر میں میری نظر لفظ اکمل پر ہے۔ جس کے ساتھ شاعر اپنی ناقہ کی تعریف کرتا ہے۔ یعنی بتاتا ہے کہ میری ناقہ کی رانوں میں گوشت مکمل طور پر بھرا ہوا ہے۔ کوئی شخص اس سے یہ نہیں سمجھے گا۔ کہ کسی اور اونٹنی میں یہ وصف نہیں ہے۔ چاہے واقعہ میں نہ ہو۔ ٹھیک اسی طرح آیت کریمہ کے معنی میں یہ مفہوم داخل نہیں ہے کہ غیر اسلام ادیان میں نقص ہے۔ چاہے واقعہ میں ہو۔ مگر آیت اس مفہوم کی مستلزم نہیں۔ بلکہ اس کا مطلب وہی ہے جو ہم بتا آئے ہیں۔ کہ مسلمانوں کو جن چیزوں کی ضرورت تھی وہ ہم (خدا) نے پوری کر دی ہے۔ اس دعوے کا ثبوت ہم قرآن مجید سے پیش کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی تعلیم نئی نہیں ہے۔ مندرجہ ذیل آیات ملاحظہ ہوں۔

(۱) قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ (پ ۲۶ ع ۱) (۲) مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ (پ ۲۴ ع ۱۹) (۳) وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُوا اللَّهَ (پ ۵ ع ۱۶) (۴) وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ (پ ۳۰ ع ۲۲)

ترجمہ:۔ (۱) آپ اے رسول خدا لوگوں کو کہہ دیجئے۔ کہ میں نیا رسول نہیں ہوں۔ رسول مجھ سے پہلے بھی آتے رہے۔

(۲) اے رسول آپ کو خدا کی طرف سے وہی بات کہی جاتی ہے۔ جو پہلے نبیوں کو کہی گئی۔

(۳) ہم نے تم (مسلمانوں) کو اور تم سے پہلے لوگوں کو بھی یہی حکم دیا تھا کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔

(۴) ان اہل کتاب کو بزبان رسالت محمدیہ یہی حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت کریں۔ اخلاص نیت سے اسی کی طرف جھک کر اور نماز قائم کریں۔ اور زکوٰۃ دیتے رہیں۔ یہی پختہ دین ہے۔

یہ آیت بصراحت بتاتی ہے۔ کہ بیشک قرآن مجید نئے احکام لے کر نہیں آیا۔ بلکہ وہی احکام ہیں جو سابقین انبیاء کرام کو وقتاً فوقتاً ملتے رہے۔ اب سوال یہ ہو سکتا ہے کہ قرآن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجید کی نئی شکل میں آنے کی ضرورت کیا ہے۔ اس اعتراض میں عیسائی بھی بہائیہ کے ساتھ مل جائیں گے۔ بلکہ یہود بھی۔ اس کا جواب ہم دینے کو حاضر ہیں۔ مگر بہائیہ خود سوچ لیں کہ شیخ بہاء اللہ کے دعوے سے پہلے وہ بھی ہمارے ساتھ بوریہ نشین تھے۔ اس لئے اس اعتراض کے پیدا کرنے والے نہیں ہوں گے بلکہ ہمارے ساتھ مورد اعتراض ہوں گے پس ان کو اپنی پوزیشن سمجھ کر عیسائیوں کی تائید حاصل کرنی چاہیے۔

اس کا جواب قرآن مجید نے خود دیا ہے۔ پس وہی کافی ہے۔ وہ جواب سننے سے پہلے مدعیانِ کتاب کے حالات سننے جائیں۔ جو خود قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ توحید کی بجائے تثلیث اختیار کی گئی۔ بزرگانِ دین حضرت عزیرؑ وغیرہ کو خدا کا شریک بنایا گیا۔ مریمؑ کو ملکہ آسمانی اور مسیحؑ کو ابن اللہ کہا گیا۔ ہر قسم کے بدعات مذہب میں داخل کئے گئے۔ صحف مقدسہ میں تحریف وتبدیلی کی گئی۔ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ اس کا اظہار کر رہا ہے۔ بناوٹی مسئلے لکھ کر آسمانی حکم بتلائے جاتے تھے يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ ملاحظہ ہو۔ بعض باتیں ظاہر کی جاتیں اور بہت سی چھپائی جاتیں۔ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا۔

www.KitaboSunnat.com

رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فرقوں کے عقائدِ مخصوصہ سے نظر اٹھا بھی لی جائے تو اس سے نظر نہیں اٹھ سکتی۔ کہ ان دونوں گروہوں کی مسلمہ الہامیہ کتب میں بھی فرق ہے۔ جو صاحب اس فرق سے واقف نہ ہوں وہ دفتر اہلحدیث میں تشریف لا کر ملاحظہ کر جائیں۔

حیف در چشم زدن۔ صحبت یار آخر شد۔ (آہ ثم آہ راز)

مختصر یہ ہے کہ اہل کتاب یہود ونصاریٰ۔ اپنے کتب مطہرہ سے بہت دور جا پڑے تھے اور کبھی راہ راست پر نہیں آسکتے تھے۔ جب تک کہ قوت قدسیہ والی کوئی ذات آکر نہ سمجھائے۔ وہ قوت قدسیہ والی ذات ستودہ صفات صحف مطہرہ کے مضامین کو الہامی شکل میں بیان کرے تب کہیں جا کر یہ قومیں ہدایت یاب ہوں گی۔ ہمارے اس بیان کا ثبوت قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات کریمہ سے ملتا ہے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنفَكِّينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ‎﴿﴾‏ رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ‎﴿﴾‏ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (پ ۳۰۔ ع ۲۳) یہ آیت بہت سی مشکلات کا حل اپنے اندر رکھتی ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"سابقہ کتاب والے اور مشرک اپنے خیالی مذہب سے نہ ہٹتے۔ یہاں تک کہ اُن کے پاس بَیِّنَہ یعنی اللہ کا رسول آجائے جو الہامی نوشتے ان کو پڑھ کر سنائے۔ جن میں مضبوط مسائل جو انسانی دست برد سے محفوظ ہوں"۔ اس آیت میں رسول اللہ کو اَلْبَيِّنَةُ کا خطاب دیا گیا ہے۔ البینۃ مُثبت دعویٰ کو کہتے ہیں۔ یعنی شہادت حقہ سے بتایا گیا ہے۔ کہ اہل کتاب مشرک اور یہود اپنی عند سے کبھی نہ ہٹ سکتے۔ کسی پادری یا عالم کا کہنا ان پر اثر نہیں کر سکتا تھا۔ جب تک قوت قدسیہ والا رسول آکر ان کو نہ سمجھائے۔

مثال کسی کالج کی بی اے۔ اور ایم اے کی جماعت اس قدر کمزور ہو کہ امتحان میں جانے کے لائق نہ سمجھی جائے۔ منتظمین کالج کی درخواست پر یونیورسٹی کی طرف سے کوئی ایسا تجربہ کار پرنسپل بھیجا جائے۔ جو اس جماعت کو اچھی طرح تربیت دے کر امتحان میں کامیاب کرا دے۔ تو کون کہے گا کہ اس پرنسپل کا آنا بیکار ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ طلباء کی خستہ حالی اور نالائقی مقتضی ہے۔ کہ کوئی لائق پروفیسر یا پرنسپل آئے اور ان کی اصلاح کرے۔

ٹھیک اسی طرح یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب وغیرہم بحکم آیت موصوفہ کبھی ٹھیک نہ ہوتے جب تک کہ رَسُوْلٌ اَلْبَيِّنَةُ اُن کے پاس نہ آئے۔ یہ آیت جہاں اہل کتاب کی خستہ حالی بتاتی ہے۔ قرآن اور رسول قرآن کی تشریف آوری کی ضرورت بھی ثابت کرتی ہے۔

پس: قرآن مجید اور رسول کریمؐ نے اگر جو کام کیا۔ اس کا خلاصہ یہی ہے کہ کل انبیاء کی تعلیم کو ستھرا اور صاف کر کے الہامی شکل میں دنیا میں پیش کیا۔ جب وہ الہامی شکل میں آگیا تو ارشاد ہوا۔ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۔ تم اس کلام کی پیروی کرو۔ جو خدا کی طرف سے تمہاری طرف اترا ہے اور اس کے سوا کسی دوسرے یار دوست کی مت سنو۔

ہماری گذشتہ تقریر سے کئی ایک باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ اوّل دین محمدی مکمل ہے۔ دوم دین محمدی انبیائے کرام کی اصلی تعلیم کا مجموعہ ہے۔ سوم۔ جو کچھ خرابیاں اہل کتاب نے دین میں پیدا کی تھیں۔ اسلام نے دین الٰہی سے اُن کو پاک صاف کر دیا۔ اور ان خرابیوں کو ان کے بانیوں کی طرف منسوب کر کے اپنے مخاطبوں کو فرمایا۔ لَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ۔ تم ان لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے مت چلو۔ جو تم سے پہلے گمراہ ہوئے اور انہوں نے بہتوں کو گمراہ کیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور سیدھے راستہ سے بھٹک گئے۔

نوٹ: یہاں تک تو ہم نے ادیانِ سابقہ کو مکمل تسلیم کیا۔ اب ہم اس بات کا بھی ثبوت رکھتے ہیں۔ کہ ادیانِ سابقہ اسلام جیسے مکمل نہیں ہیں۔ **اسلامیت**

کیا جانے تجھ میں کیا ہے کہ لوٹے ہے تجھ پہ جی یوں اور کیا جہان میں کوئی حسیں نہیں

قرآن مجید کتب سابقہ کی نسبت واقعی ایک مکمل کتاب ہے پہلے ہم اس کی ایک مثال پیش کرتے ہیں:۔

"ہم نے ایک مکان بنایا جس کی حالت یہ ہے۔ کہ اس کی چار دیواری پر صرف چھت ڈالدی اور کواڑ لگا دئے نہ دیواروں پہ پلستر کرایا اور نہ سفیدی کرائی۔ نہ پانی اور روشنی کا انتظام کیا۔ بلکہ محض سکونت کے قابل بنا دیا۔ جس میں گرمی سردی سے حفاظت تو کافی ہو سکتی ہے۔ مگر ضروریات زندگی کا انتظام مکمل نہیں کیا گیا۔ اس کے مقابلہ میں ہم نے ایک اور مکان بنایا۔ جس میں ان ضروریات کو ملحوظ رکھ کر انتظام مکمل کر دیا۔ یہ دوسرا مکان پہلے مکان کی نسبت بیشک اکمل ہے۔ اس مثال کی روشنی میں بیشک ہم بتانا چاہتے ہیں۔ کہ قرآن مجید کتب سابقہ کی نسبت بلاشبہ اکمل ہے۔ یعنی اس میں کچھ مزیت ہے۔ جو کتب سابقہ میں نہیں ہے۔ پس ناظرین کرام خصوصاً بھائی معترضین توجہ سے سنیں۔

نوٹ:۔ عیسائیوں نے قرآن مجید کے مقابلہ میں کتب سابقہ سے مضامین پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ کہ جو کچھ قرآن میں ہے۔ وہ سارے کا سارا ہماری کتب مقدسہ میں موجود ہے محنت اور جانفشانی میں انھوں نے یہاں تک ترقی کی کہ انبیاء کرام کے صحف کے علاوہ مسیح کے حواریوں کے معمولی تبلیغی خطوط کو بھی صحف انبیاء میں شامل کر لیا۔ جن کو اہل اسلام صحفِ انبیاء میں داخل نہیں سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ان کے ہاں غیر نبی کی کوئی تبلیغی تحریر نبی کی الہامی تحریر کے برابر نہیں ہوتی۔ مثلاً مکتوبات مجدد صاحب الف ثانی کو وہ قرآن کی طرح ان کو الہامی نہیں مانتے۔ اور نہ مان سکتے ہیں۔ عیسائی لوگ اگر پولوس یا پطرس وغیرہ کے خطوط کو صحف مقدسہ میں شامل سمجھیں تو ان کو اختیار ہے۔ مگر وہ مسلمانوں کو از روئے قرآن اس کا قائل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ قرآن مجید ہمیں اُن صحف کو ماننے کا حکم دیتا ہے۔ جن پر یہ آیت صادق آتی ہے۔ وَمَآ أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَآ أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ (پ ۱۔ رکوع ۱۶)

ارخائے عنان:۔ باوجود اس کے ہم یہ کہنے میں باک نہیں سمجھتے۔ کہ عیسائی اپنی کوششوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کامیاب نہیں ہوئے۔ قرآن مجید بزبان حال اُن کو للکار کر کہتا ہے کہ میرے مقابلہ پر اپنی جنگجو فوج کے علاوہ ریزرو فوج بلکہ رنگروٹ بھی لے آؤ۔ تو بھی مقابلہ میں میں ہی غالب رہوں گا۔ کیوں کہ نام میرا سُن کے مجنوں کو جماہی آ گئی بید مجنوں دیکھ کر انگڑائیاں لینے لگا

تفصیلی جواب دین یا مذہب کی تعلیم کے چار حصے ہو سکتے ہیں۔ (۱) خدا کی ذات کے متعلق عقیدہ صحیحہ کی تعلیم جو اس کی شانِ الوہیت کے لائق ہو۔ اور نبوت و رسالت کے متعلق۔ اس حُسن اعتقاد کی تعلیم۔ کہ حضرات انبیاء علیہم السلام ہر حیثیت سے عام انسانی افراد سے برتر و ممتاز ہوتے ہیں۔ (۲) عبادتِ الٰہی کے متعلق تعلیم (۳) اخلاق فاضلہ کی تعلیم۔ (۴) قیامت یا جزا سزا کی ضرورت اور اثبات۔

ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ قرآن مجید نے ان چاروں حصّوں کی تکمیل نہایت عمدہ پیرایہ میں بڑی وضاحت سے کی ہے۔ جو کتب سابقہ میں نہیں ملتی۔ اس کی تفصیل بہت طوالت چاہتی ہے ہم بطور نمونہ ایک ایک مثال بیان کرتے ہیں۔

خدا کی ذات و صفات کے متعلق بائیبل نے بہت کچھ بتایا ہے۔ اس وقت ہم بائیبل سے دو مثالیں پیش کرتے ہیں (۱) چھ دن میں خداوند نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ساتویں دن آرام کیا۔ اور تازہ دم ہُوا۔ (خروج باب ۳۱۔ فقرہ ۱۷)

یہ فقرہ صاف بتا رہا ہے کہ خداوند تعالیٰ آسمان و زمین بنا کر تھک گیا۔ اسی لئے اُس نے ساتویں دن آرام کیا۔ اور تازہ دم ہوا۔ قرآن مجید نے اس اصلاح یا تکمیل ان آیات میں فرمائی۔

(۱) اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْىَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِىَ الْمَوْتٰى۔ (پ۲۶۔ ع ۱۴) کیا ان لوگوں نے یہ نہیں سمجھا۔ کہ وہی اللہ جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور اُن کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں۔ اس پر بھی قادر ہے کہ مُردوں کو زندہ کر دے۔

(۲) وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ (پ۲۶۔ ع ۱۷)

یقیناً ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے۔ اس کو چھ دن میں پیدا کیا۔ اور ہم کو کوئی تکان محسوس نہیں ہوئی۔ یہ دونوں آیتیں دراصل بائیبل کی اس کمی تکمیل کے واسطے نازل ہوئیں جو عبارت منقولہ بالا میں پائی جاتی ہے۔ ناظرین ذرا غور کریں۔ خدا کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حق میں تازہ دم ہونے کا ذکر تھک جانے کی فرع ہے۔ اور تھک جانا ضعف قویٰ پر دلالت کرتا ہے۔ جو خدا کی شان کے شایاں نہیں۔ اسی لئے قرآن مجید نے اس نقص کو رفع کر کے پایۂ تکمیل کا فرض ادا کر دیا۔

دوسری مثال خدا کی شان کے متعلق بائیبل میں لکھا ہے۔۔ میں (خدا) باپوں کے گناہوں کا ان کے فرزندوں سے تیسری چوتھی پشت تک بدلہ لیتا ہوں۔

(خروج باب ۳۴۔ فقرہ ۶، ۷)

یہ حوالہ خدا کے عدل و انصاف پر سخت دھبہ ہے۔ کہ باپ کے گناہوں کی سزا اس کی تیسری چوتھی پشتوں کو جو بے گناہ ہیں دی جاتی ہے۔ اس کی اصلاح کے لئے قرآن مجید میں کئی آیات آئی ہیں۔ ان سب کا مفہوم اس آیت میں آجاتا۔ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (پ ۷۔ ع ۷) کسی کا گناہ دوسرے پر نہیں پڑے گا۔ یہ دو مثالیں بڑی وضاحت کے ساتھ بتا رہی ہیں کہ خداوند قدوس کا جو تصور قرآن مجید نے کرایا ہے۔ وہ اس تصور کی نسبت جو بائیبل نے کرایا ہے اعلیٰ و اکمل ہے۔

حضرات انبیاء کرام کی طرف جو واقعات بائیبل نے منسوب کئے ہیں۔ اس کا نمونہ حضرت لوطؑ کے قصے میں ملتا ہے۔ کہ آپ نے شراب پی کر اپنی بیٹیوں کو بار آور کیا۔ (معاذ اللہ) (کتاب پیدائش ۱۹، ۳۰)

دنیا میں اس فعلِ قبیح کی ایسی کوئی مثال نہ ملے گی۔ قرآن مجید نے حضرات انبیاء کرام کی شان میں فرمایا۔

(۱) اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ (پ۷۔ ع ۱۹) یہ انبیاء کرام وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے راستہ دکھایا۔ پس اے رسول تم بھی انہی کے راستہ پر چلو۔ (۲) اِنَّا اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ۔ (پ ۲۳۔ ع ۱۳) وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ط۔ ہم نے ان کو عاقبت کی یاد کے واسطے خالص کر لیا تھا۔ اور وہ ہمارے نزدیک برگزیدہ اور نیک بندے تھے۔

عبادت کے متعلق بائیبل میں بیشک احکام ملتے ہیں۔ مگر عبادت کس طرح کی جائے اور کن اوقات میں کی جائے۔ اور اس کے داخلی اور خارجی شرائط کیا ہیں۔ ان باتوں کا کوئی ذکر نہیں ہاں اتنا ملتا ہے کہ خداوند کے نام کی مدح کرو۔ لے خداوند کے بندو اس کی ستائش کرو

(زبور ۱۱۳)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ال یہ بھی ذکر ہے کہ خداوند کی ستائش کرنا اور اس کے نام کی ستائش کے گیت گانا۔ اسے حق تعالیٰ اچھا ہے۔ صبح کو تیری شفقت کا اور رات کو تیری امانتداری کا تذکرہ کرنا (زبور ۹۱) قرآن مجید نے عام طور پر امیر غریب سب کو نماز روزے کا حکم دیا ہے۔ اور روزہ رکھنے کے لیے رمضان کا مہینہ مقرر کیا ہے۔ اور صبح کی سفید دھاری سے لے کر رات کی سیاہی نمودار ہونے تک اس کا ظرف زمان (وقت) ٹھیرا دیا۔ ارشاد ہے ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى اللَّيْلِ (پ۲-ع۷) نماز کے لیے بھی دن رات میں پانچ اوقات مقرر فرمادئے صبح و شام اور عشاء کی نمازوں کے اوقات کے متعلق فرمایا۔ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ۔ (پ-ع)۔ نماز ظہر کے لیے سورج ڈھلنے کا وقت مقرر کر دیا۔ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ (پ۱۵ ع۹)۔ نماز عصر کا وقت اس آیت میں معین فرمایا۔ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى۔ یعنی پانچ نمازوں کی خصوصاً درمیانی نماز کی حفاظت کیا کرو۔ اسی طرح حج کے لیے بھی وقت مقرر کر دیا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ :۔ حج کے مہینے معلوم ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس زکوٰۃ کی تفصیل بھی بتادی۔ ارشاد ہے اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاۗءِ وَالْمَسٰكِيْنِ ۔ (الآیۃ)۔ یہ سب کچھ اصلاح و تکمیل کے سلسلہ میں ارشاد ہوا ہے۔ (۴) اخلاقی حیثیت سے دو فعل ایسے بُرے ہیں جو تمدن کو خراب کر دیتے ہیں (۱) زنا۔ (۲) چوری یا ڈکیتی۔ زنا کی بابت حضرت مسیحؑ کا قول ہے "تم سن چکے ہو کہ پہلے لوگوں سے کہا گیا تھا۔ کہ زنا نہ کرو مگر میں تم سے کہتا ہوں کہ جس کسی نے بُری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی۔ وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کر چکا پس اگر تیری داہنی آنکھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اسے نکال کر اپنے پاس سے پھینک دے۔ کیونکہ تیرے لیے یہی بہتر ہے کہ تیرے اعضاء میں سے ایک جاتا رہے اور تیرا سارا بدن جہنم میں نہ ڈالا جائے۔ (متی ۵-۲۷)۔ بہت اچھی تعلیم ہے۔ مگر قرآن نے اس کی تکمیل کرنے کو زنا کی سزا بھی مقرر فرمائی۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (پ۱۸-ع۷) زانی مرد ہو یا عورت ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔ یہ حکم مسیحی ارشاد کی تکمیل ہے۔ یعنی مسیحی ارشاد محض واعظانہ رنگ میں ہے۔ مگر قرآن مجید نے اس کو بغرض تکمیل تعزیر کی شکل میں پیش کیا۔ جناب مسیحؑ کے کلام میں بھی سزا کا ذکر ہے۔ مگر یہ سزا فاعل (زانی) کے اپنے اختیار میں ہے۔ چاہے وہ اس کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے اوپر جاری کرے یا نہ کرے۔ مگر قرآنی سزا حکومت کا فعل ہے۔ جس کا نفاذ یقینی ہے۔ پس یہی تکمیل ہے تمدن کے لیے۔ دوسرا بُرا فعل چوری اور ڈکیتی ہے۔ ان کی سزائیں بھی قرآن مجید میں صراحتاً مذکور ہیں۔ آیات ذیل ملاحظہ ہوں۔

(۱) اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا (پ ۶ ۔ ع ۱۰) (چور مرد اور چور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو)

(۲) اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ط (پ ۶ ۔ ع ۹)

اس کے سوا کیا جزا ہے ان لوگوں کی جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں کہ وہ قتل کر دئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں ایک دوسرے کے مخالف کاٹ دئے جائیں یا وہ اپنے ملک سے جلاوطن کر دیئے جائیں۔

(قرآن مجید پ ۶ ۔ ع ۹)

چوتھی مثال قیامت یا روزِ جزا کی تفصیل ملاحظہ ہو۔ بائیبل میں قیامت کے متعلق صرف اتنا ذکر ملتا ہے۔ کہ نرسنگے کی آواز کے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھیجے گا جو اس کے برگزیدوں کو چاروں طرف سے آسمان کے اس سرے سے اس سرے تک جمع کریں گے۔ (متی ۲۴-۳۱) ۔ قرآن مجید نے جس تفصیل کے ساتھ قیامت کا ذکر کیا ہے۔ بائیبل میں اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں۔ قرآن مجید نے ہر ایک واقعہ کی تفصیل بتائی اور جنت اور دوزخ کا مفصل ذکر کیا۔ جو قرآن والوں سے مخفی نہیں ہے۔ پس مختصر یہ ہے کہ قرآن مجید کتب سابقہ کی نسبت ہر لحاظ سے مکمل ہے۔ دین اسلام کی مزید تکمیل و تفصیل اس کے مبلغ اول علیہ السلام نے اپنی سیرت پاک سے پاک کر دی۔ اس لئے ہمارا یہ دعویٰ ناقابل تردید ہے ؎

گر مصوّر صورتِ آں دلربا خواہد کشید
حیرتے دارم کہ نازش را چناں خواہد کشید

توقع ہے۔ بہائیہ کا دعویٰ ہے کہ قرآن مجید باوجود وحی الٰہی ہونے کے کتاب اقدس کے ذریعہ منسوخ ہے۔ اس لئے ہم منتظر ہیں کہ وہ قرآن مجید کے مقابلہ میں اقدس کی تعلیم کی برتری ثابت کریں۔ اگر ایسا نہیں کر سکتے تو دعویٰ نسخ کو واپس لیں ؎

ادھر آؤ پیارے ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

(۲۵ جولائی ۱۹۴۱ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجدد بریلوی کا ایک فتویٰ اور اس کی تردید

ہمارے ناظرین آگاہ ہوں گے کہ ہندوستان میں دو شخص مجدد ہونے کے مدعی تھے۔ جن میں سے ایک تو فوت ہو گئے۔ دوسرے زندہ ہیں۔ فوت شدہ مرزا صاحب قادیانی تھے۔ زندہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی ہیں۔ مرزا صاحب کا دعویٰ مجددیت خانصاحب کے دعوے سے کم تھا۔ کیونکہ وہ تو چودھویں صدی کے مجدد بنتے تھے اور آپ کا لقب ہے "مجدد مائۃ حاضرہ" یعنی موجودہ صدی کے مجدد۔ یہ لقب آپ کا آپ کی علمی خدمات کے زمانہ سے چلا ہے۔ جس کی ابتدا تیرھویں صدی سے ہے۔ پس اس تشریح کے مطابق آپ تیرھویں اور چودھویں دونوں صدیوں کے مجدد ہوئے۔ اور اگر عمر شریف دراز ہوئی تو شاید پندرھویں بلکہ سولہویں اور سترہویں وغیرہ کے بھی آپ ہی انچارج ہوں۔ (مگر افسوس کہ جناب والا تنائے مجددیت کو ساتھ لے کر چودھویں صدی ہی میں عالم آخرت کو سدھار گئے۔ ح)

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ ......)

خیر ہمیں اس سے بحث نہیں۔ اپنا نام جو چاہے کوئی رکھے ماننے والے تیار ہیں کہ ہے کرامت بھی ولی اور بے معجزہ بھی نبی مان لیں۔ جس کی نظیریں قادیان، علی پور اور بریلی وغیرہ میں ملتی ہیں مجدد قادیان کی عنایات تو ساری اسلامی دنیا پر برابر تھی۔ مگر بریلوی مجدد کی عنایت خاص کر غریب جماعت اہل حدیث پر۔ اور بوقت فرصت اپنی حقیقی برادران جماعت دیوبندیہ پر ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ حال ہی میں ایک طویل اشتہار بمبئی سے آیا ہے۔ جو ہاتھی کے دو کانوں کے برابر ہوگا۔ اس میں خاکسار ایڈیٹر کو اور جناب مولوی عبدالشکور صاحب لکھنوی کو بالخصوص اور بلا اہلحدیثوں اور دیوبندیوں کو بالعموم اپنی قدیم عنایت کا مستحق بنایا گیا ہے۔ اس اشتہار کی طوالت سے قطع نظر دیکھا جائے تو مطلب دو حرفہ ہے کہ جناب مولوی عبدالشکور صاحب لکھنوی بظاہر حنفی ہیں مگر دراصل غیر مقلد ہیں۔ اس لئے نہ ان کا وعظ سنا جائے۔ نہ ان کی اقتدا کی جائے۔ جس پر میں مولوی صاحب موصوف کو مستحق مبارک سمجھتا ہوں۔ کیوں؟ بقول حالی مرحوم ؎

کہنا تمہارا کا مومن کو بیدین سنتے سنتے یہ ہو گیا ہے یقین
مومن کو ضرور ہوگا مرقد میں سوال تکفیر بھی کی تھی تمہارے نے کہ نہیں

اس اشتہار کی تمہید یوں شروع ہوتی ہے۔ مسلمانو! اس زمانہ میں اکثر بلکہ بدمذہبوں کے مولویوں نے یہ طریقہ اختیار کر لیا ہے۔ کہ کسی نے بظاہر آریوں کے رد میں کسی نے قادیانیوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مقابلہ میں کھڑے ہو کر شہرت پیدا کر کے اس ذریعہ سے اکثر بھولے بھالے بے علم مسلمانوں کو اپنا معتقد بنا کر اُن کو غیر مقلد، وہابی بنانے کی فکر کرتے ہیں من جملہ اُن کے ایک "ثناء اللہ امرتسری" ہے۔ کوئی شخص شیعوں کے رد میں کھڑا ہو کر اس قدر شہرت پیدا کر لیتا ہے۔ کہ اکثر ہمارے مسلمان بھائی اس کو مقلد، سُنّی، حنفی، متقی جان کر اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ اور وہ اس طرح ان کو رفتہ رفتہ، خارجی اور غیر مقلد وہابی بنانے کی تدبیر کرتے رہتے ہیں۔ جیسے مولوی عبد الشکور صاحب لکھنوی"

اس تمہید میں مجدد صاحب نے بزبان محرر اشتہار ہم دونوں کو دھوکہ باز، مکار وغیرہ بتایا ہے۔ جس کے جواب میں ہم بھی کہہ سکتے ہیں مگر بہت سے بدبختی دشمنان ائمہ کرام ائمہ کی طرف اپنی نسبتیں بتا کر حنفی یا شافعی بن کر بے چارے غریب ناواقف لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ ہم اہل سنت ہیں۔ مگر دراصل وہ کچھ اور ہی ہوتے ہیں۔ جن خیالات پر فقہا نے کفر کے فتوے لگائے ہیں وہی خیالات وہ لوگوں میں پھیلاتے ہیں۔ اور ان سے منع کرنے والوں کو گمراہ اور بدمذہب مشہور کرتے ہیں۔ اعاذنا اللہ عنہم۔ آہ ؎

انہوں نے خود غرض شکلیں کبھی دیکھی نہیں شاید وہ جب آئینہ دیکھیں گے تو ہم اون کو بتادیں گے

اچھا یہ تو تھی خانصاحب موصوف کی تمہید۔ اب اصل مدعا سنئے! :-

خاکسار ثناء اللہ کو تو خاں صاحب نے یوں ہی ساتھ چیپی لگایا۔ اصل مجرم تو مولوی صاحب لکھنوی ہیں۔ جنہوں نے بڑا غضب کیا ہے۔ یہ فتویٰ دے دیا کہ غیر مقلدوں کے پیچھے نماز درست ہے۔ ہائے افسوس اس ظلم کی بھی کوئی حد ہے۔ اس پر آسمان ٹوٹے۔ زمین پھٹے تو سب بجا ہے۔ اصل نزاع اشتہار مذکور میں یوں دکھائی گئی ہے :-

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین۔ اس تحریر زید پر جس کو وہ اپنے رسالہ میں لکھ کر شائع کرتا ہے اور ادعائے حلیت کرتا ہوا لکھتا ہے جو بلفظہٖ نقل ہے۔ (ف) اگر امام اور مقتدی کا مذہب ایک نہ ہو۔ مثلاً امام شافعیؒ یا مالکیؒ مذہب ہو۔ اور مقتدی حنفی مذہب ہو تو اس صورت میں امام کی نماز کا صرف امام کے مذہب کے موافق صحیح ہو جانا کافی ہے خواہ مقتدی کے موافق بھی صحیح ہو یا نہیں۔ ہر حال میں بلا کراہیت اقتدا درست ہے۔ الیٰ آخرہٖ یہی حکم غیر مقلدین کے پیچھے نماز پڑھنے کا ہے۔ یعنی مقلد کی نماز ان کے پیچھے بلا کراہیت درست ہے خواہ وہ مقتدی کے مذہب کی رعایت کریں یا نہ کریں۔ حاشیہ پر یہ عبارت درج ہے مثلاً

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے زمانہ کے بعض متعصب مقلدین غیر مقلدین کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے یہاں تک کہ اگر کسی امام کو بلند آواز سے آمین کہتے سنا۔ یا سینہ پر ہاتھ باندھتے ہوئے دیکھا تو اپنی نماز کا اعادہ کر لیتے ہیں۔ میری فہم ناقص میں یہ تعصب نہایت برا ہے۔ اور غالباً کوئی عقلمند جو شریعت کے مقاصد سے واقف ہو اس فعل قبیح کو جس سے امت میں افتراق پیدا ہو جائز نہ رکھے گا۔ ہاں اگر کوئی غیر مقلد ہمارے امام صاحب کو برا کہتا ہو تو وہ ایک مسلمان کی غیبت کرنے سے فاسق ہو جائے گا۔ اس صورت میں اس کے پیچھے نماز مکروہ ہو گی۔ مگر جائز پھر بھی رہے گی۔ یہ دوسری بات ہے کہ ایسے کم علموں پر تقلید واجب ہے۔ غرض اس کی عبارتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہر مذہب والے کی ہر مذہب والے کے پیچھے نماز جائز ہے۔ عام ہے اس سے کہ وہ مقتدی کے مذہب کی پابندی کرے یا نہ کرے۔ شافعیؒ امام کے پیچھے حنفی مقتدی کی نماز جب بھی ہو جائے گی۔ جب وہ مسح سر صرف دو چار سر کے بال چھو کر کرے۔ جو اُن کے یہاں فرض ہے۔ اب سوال طلب یہ امر ہے۔ کہ اس شخص کو ہم حنفی جانیں یا وہابی۔ غیر مقلد جانیں یا اہلحدیث۔ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز جانیں یا کیا۔ اور ایسے شخص کے ہیر ر دل کو جو اس کے وعظ میں جاتے اور اعتقادانہ برتاؤ کرتے ہیں کیا کہیں اور ایسے شخص کی محفل وعظ میں جانا جائز ہے یا حرام۔ یہ شخص بظاہر اپنے کو حنفی سُنّی بتاتا ہے۔ لیکن اپنی تحریرات مندرجہ بالا سے خفیہ خفیہ غیر مقلدین کی اعانت کرتا ہے۔ بینوا بالکتاب۔

المستفتی عبدالحکیم خان میرٹھ

جواب:۔ از جانب اعلیحضرت عظیم البرکت حامی سنت ماحی بدعت حضرت مولانا مولوی الحاج محمد احمد رضا خان صاحب مدظلہ العالی بریلوی۔ ایسا شخص نہ سُنّی ہے نہ حنفی۔ نہ اسے اپنا امام بنانا حلال ہے۔ نہ اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز۔ نہ اس کا وعظ سننا روا۔ اولاً مسئلہ اقتداء بالمخالف میں جمہور ائمہ اعتبار رائے مقتدی پر ہیں۔ یعنی جب مقتدی کے نزدیک امام کی طہارت یا نماز صحیح نہیں۔ تو یہ اس کی اقتدا نہیں کر سکتا اگرچہ اس کے نزدیک اس کی نماز صحیح ہو۔ (الی ان قال) ثانیاً اس نے اسی قدر پر بس نہ کی بلکہ غیر مقلدین کو بھی اس حکم میں داخل کر لیا۔ ان کے عقائد

لہ حضرت مولانا سید نذیر حسین صاحب مرحوم دہلوی کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ ائمہ کرام کو برا کہنے والا فاسق ہے۔ جس پر ہمارا بھی صاد ہے۔ (ابو الوفاء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ ہیں جن میں نہ خالی ضلالت بلکہ بکثرت کفریات ہیں۔ جن کی رُو سے اُن پر بحکم فقہاء کرام لزوم کفر ہے۔ (ملخص)

فقیر احمد رضا خان قادری بریلوی عفی عنہ

اہل حدیث مجدد بریلوی کے علاوہ اور حضرات بھی اس فتویٰ کے مصحح ہیں جن میں غیریت سے ایک ہمارے دوست مولوی اسرار الحق واعظ بھی ہیں۔ جن کی کمالات علمیہ اور خیالات دینیہ ان کے واقفوں کو معلوم ہیں۔ ہمیں اس سے مطلب نہیں کہ کون کون اس فتوے کے مصحح ہیں۔ اور ان کی لیاقتیں اور مذہبی علوم میں دسترس کہاں تک ہے۔

انصاف کی بات یہ ہے کہ خان صاحب بریلوی اور دیگر مفتیان فتویٰ کو لازم تھا۔ کہ جس الزام کو غیر مقلدیت) کا ملزم مولوی عبدالشکور کو بنایا تھا۔ فتویٰ نویسی میں خود اسی الزام کے ملزم نہ ہوتے۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ یہ لوگ خاص کر کہ مجدد صاحب بریلوی اس فتوے سے پکے غیر مقلد ثابت ہوتے ہیں۔ کیونکہ مقلد کی شان یہ ہے کہ اپنے امام کے قول پر فتویٰ دیوے (دُرِّ مختار) ۔ مجدد بریلوی نے اپنے سارے فتویٰ میں ایک جگہ بھی حضرت امام ابو حنیفہؒ کا قول نقل نہیں کیا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا دعویٰ تقلید حنفی کا سراسر بے ثبوت بلکہ غلط ہے۔ اب ہم یہ دکھاتے ہیں کہ خان صاحب نے اصل مسئلہ پر بھی غلطی کی ہے۔ آپ نے بہت سی کتب فقہ کا نام لے کر بے خبر ناظرین کو باور کرایا ہے۔ کہ یہ فتویٰ کتب فقہ پر مبنی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ جن جن کتابوں کا نام آپ نے لکھا ہے۔ ان میں ایک مشہور اور مستند اصل کتاب ردالمحتار شرح درمختار ہے۔ ہم اس میں سے ایک حوالہ دکھلا کر بتلاتے ہیں۔ کہ خان صاحب بریلوی نے محض اپنے پاس سے لکھ کر ان مصنفوں کے نام جڑ دیا ہے۔

علامہ شامی مصنف ردالمحتار نے یہ مسئلہ کئی ایک جگہ لکھا ہے۔ کہ مخالف مذہب کے پیچھے نماز درست ہے۔ ہم صرف ایک جگہ کی عبارت نقل کرنے پر کفایت کرتے ہیں۔ فرقہ معتزلہ اور جہمیہ اسلامی فرقوں میں کیسے کچھ مورد عتاب و محل غضب ہیں۔ ان کی بابت صاحب دُرِّ مختار نے کچھ سخت الفاظ ان کی تکفیر وغیرہ کے لکھے تھے۔ جن کی شرح میں علامہ شامی لکھتے ہیں۔ والراجح عند اکثر الفقهاء والمتکلمین خلافه وانهم فساق عصاة ضلال ویصلی خلفهم وعلیهم ویحکم بتوارثهم مع المسلمین (جلد ۱ ص ۱۹۶)

اکثر فقہاء اور متکلمین کے نزدیک زیادہ ترجیح یہ بات ہے۔ کہ معتزلہ اور جہمیہ وغیرہ مسلمان فاسق بے فرمان اور گمراہ ہیں۔ ان کے پیچھے بھی نماز پڑھی جائے اور ان کا جنازہ بھی پڑھا جائے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مسلمانوں کے ساتھ ان کی وراثت بھی جاری کی جائے۔

اس اقتباس میں علامہ شامی نے فرقہ معتزلہ اور جہمیہ وغیرہ کو باوجود فساق وغیرہ کہنے کے ان کی اقتدا درست لکھی ہے۔ اور اس کو ائمہ مجتہدین کا مذہب قرار دیا ہے۔ پھر نہیں معلوم شافعی اور اہلحدیث کیا ان فرقوں سے بھی بدتر ہیں کہ ان کے پیچھے نماز درست نہیں۔ بلکہ درست کہنے والے کے پیچھے بھی درست نہیں۔ فیا للعجب وضیعۃ الادب۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے۔ صَلّوا خلف کلّ برّ و فاجر۔ ہر ایک نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو (فقہ اکبر)۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حالتِ محاصرہ میں پوچھا گیا کہ باغیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے۔ فرمایا اَلصَّلٰوۃُ اَحْسَنُ مَا یعمل الناس فاذا احسن الناس فاحسن معھم واذا اساؤا فاجتنب اساءتھم (بخاری شریف) یعنی نماز سب کاموں سے اچھا کام ہے۔ جب کوئی اچھا کام کرے اس کے ساتھ مل جاؤ اور جب برا کریں تو ہٹ جاؤ یعنی وارکعوا مع الراکعین۔

سبحان اللہ: یہ ہے پاکیزہ تعلیم اور یہ ہے صحبت کا اثر صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔ کیا آج کل کے مجددین اس تعلیم کی ترویج کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ جو زمانہ سلف صالحین میں مروج تھی۔ یا وہ اپنی طرف سے بھی ایجاد کرنے کے مجاز ہیں۔ س

قتلِ عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا
پر ترے عہد سے پہلے تو یہ دستور نہ تھا

اہلحدیث ۱۷ صفر ۱۳۴۷ھ

ایک شیعی اعتراض

حضرت ابوبکرؓ وغیرہ صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ نہیں پڑھا۔ الخ

جواب: معترض کے جواب میں ہم شیعہ کی معتبر کتاب "حیات القلوب" سے اصل عبارت پیش کرتے ہیں جو یہ ہے۔ بسند حسن از حضرت صادق روایت کردہ اند کہ عباسؓ بخدمت حضرت علیؓ آمد و گفت کہ مردم اتفاق کردہ اند کہ حضرت رسولؐ را در بقیع دفن کنند و ابوبکرؓ بایستد و بر آنحضرت نماز کند۔ (حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۸۹۶) یعنی امام جعفر صادق سے روایت کی گئی ہے کہ آنحضرتؐ کے چچا حضرت عباسؓ حضرت علیؓ کے پاس آکر کہنے لگے۔ کہ لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ آنحضرتؐ کو جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔ اور حضرت ابوبکرؓ پیش امام ہوکر آنحضرتؐ پر نماز جنازہ پڑھائیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس عبارت سے صاف ثابت ہے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ آنحضرتؐ کے جنازہ میں شریک تھے اور سب صحابہ کرام انہی کو امامت کا اہل سمجھتے تھے۔ الخ

(اہلحدیث ۱۰ اپریل ۱۹۳۱ء)

وہابیوں کے متعلق سوال

وہابی کسے کہتے ہیں۔ ان کی کتنی قسمیں ہیں۔ اُن کے عقائد کیا ہیں۔ وہ کافر ہیں یا مومن؟

جواب: ایک عالم محمد بن عبدالوہاب نجد میں پیدا ہوا تھا۔ جو حنبلیؒ مذہب کا پیرو تھا۔ اس نے عرب میں قبر پرستی وغیرہ رسوم شرکیہ اور کفریہ کے برخلاف آواز اٹھائی تھی۔ گروہ حنبلی مذہب کا مقلد تھا۔ مگر مذہب اور رسوم میں فرق کرتا تھا۔ اس زمانہ کی رسوم شرکیہ اور کفریہ کی سخت تردید کرتا تھا۔ اور زمانہ کی رسوم مٹانے میں رفتہ رفتہ اس کی جماعت بہت ترقی کر گئی۔ یہاں تک کہ اس نے حکومت کی شکل اختیار کر لی۔ اس کے اتباع اور فوجیوں کو لوگ وہابی کہتے تھے۔ ان کے عقائد کو خراب نہ تھے۔ مگر رسومات ملکی کی وجہ سے لوگ ان کی مخالفت کرتے تھے۔ اہلحدیث کو اس سے مسئلہ تقلید میں اختلاف تھا اور اب بھی ہے۔ محمد بن عبدالوہابؒ مقلد تھا اور اہلحدیث کے نزدیک تقلید جائز نہیں۔ (موجودہ علمائے نجد تقلید جامد کے خلاف ہیں۔ راز)

ہندوستان میں جن دنوں دہلی کے خاندان شاہ ولی اللہ مرحومؒ اور آپ کے شاگردوں نے بھی مذہب کو رسوم ملکی سے پاک کرنا چاہا۔ تو حامیان رسوم کی طرف سے ان کو بھی وہابی کا لقب دیا گیا۔ کیونکہ ان کے نزدیک یہ اصول تھا کہ جو کوئی بھی مذہب کو رسوم سے الگ کر کے رسوم کی تردید کرے۔ وہ محمد بن عبدالوہابؒ کا پیرو ہے۔ حالانکہ یہ اصول غلط ہے۔ کیونکہ اتباع مذہب میں ہو تو پیرو کہا جائے۔ رسوم کی تردید کرنا تو ہر ایک دیندار، اہل علم کا کام ہے۔ بہر حال اس بانگ بے ہنگام نے بہت شہرت حاصل کی۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب کے شاگردوں کا نام بوجہ تردید رسوم شرکیہ وہابی رکھا گیا۔ آگے چل کر شاہ ولی اللہؒ کا سلسلہ دو شاخوں میں منقسم ہوا۔ ایک شاخ حضرت میاں صاحبؒ مولانا سید نذیر حسینؒ مرحوم کی بنی۔ اور دوسری مولانا احمد علیؒ صاحب سہارنپوری کی۔ مولانا سید نذیر حسین صاحبؒ کے شاگردوں کی شاخ تو اہلحدیث کہلائے اور مولانا احمد علی صاحبؒ کی شاخ میں مولانا رشید احمد صاحبؒ گنگوہی۔ و مولانا محمد قاسم صاحبؒ نانوتوی بانیان مدرسہ دیوبند ہوئے۔ چونکہ ان دونوں شاخوں کا مخرج ایک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی تھا۔ یعنی چشمہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ۔ اس لئے سوائے مسئلہ تقلید کے تردید رسوم شرکیہ میں دونوں شاخیں ایک دوسرے کے موافق اور مؤید ہیں۔ لہٰذا حامیانِ رسوم جب کبھی زیادہ غصہ اور رنج میں آ جاتے ہیں تو دونوں شاخوں اہلحدیث اور دیوبندیوں کو وہابی کہہ دیتے ہیں جسکی وجہ وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔ ورنہ درحقیقت نہ اہل حدیث وہابی ہیں نہ دیوبندی۔ بلکہ وہابی وہی گروہ ہے۔ جو علامہ محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ کا پیرو۔ آجکل بھی نجد میں ہے (اور جو بفضلہ تعالیٰ حضرت عظمت السلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن ایدہ اللہ بنصرہ کی قیادت میں آج کل حرمین شریفین کی خدمت انجام دے رہا ہے۔ ادام اللہ اقبالہم۔ ۱۲۔ مؤلف)

بہرحال وہابی گو ہندوستان میں نہیں۔ تاہم اپنے مذہبی عقیدہ کی رو سے مسلمان۔ ان کو ہندوستانی نام نہاد وہابیوں کو کافر کہنے والا اپنے ایمان کی خیر منائے۔ ان کو مسجدوں سے روکنا بحکم۔ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰہِ۔ سخت ظلم ہے جو لوگ ضد اور تعصب بلکہ جہالت میں سرشار ہیں۔ وہی ایسے لوگوں سے عداوت رکھتے ہیں۔ رحمنا اللہ و ایاہم۔

(اہلحدیث ۱۰ شوال ۱۳۴۳ھ)

ہمارے عقائد اور اعمال

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

اسلام میں جتنے فرقے ہیں وہ سب اپنے آپ کو حق پر کہتے ہیں۔ دوسرے فریق کو اس غلط عقائد کی وجہ سے گمراہ جانتے ہیں۔ جماعت اہلحدیث کے حق میں بھی غیر اہلحدیث لوگوں کا یہی خیال ہے کہ ان کے عقائد غلط ہیں اور ان کے اعمال بھی غلط ہیں۔ اس لئے میرے دل میں آیا کہ میں اس جلسہ[1] کی تقریر میں اپنے عقائد اور اعمال پیش کر کے فیصلہ ناظرین اور سامعین پر چھوڑ دوں پس حاضرین توجہ سے سنیں اور غائبین تک میرا یہ پیغام پہنچا دیں۔ کہ ہمارا یہ پہلا عقیدہ ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اس کلمۂ طیبہ کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ توحید خداوندی کے متعلق ہے۔ دوسرا حصہ رسالت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے متعلق۔ پہلے حصہ کی تشریح ہمارے عقیدہ میں یہ ہے کہ جتنے افعال خدائے تعالیٰ نے

[1] اجلاس جمعیۃ تبلیغ اہلحدیث پنجاب منعقدہ بمقام امرتسر۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید میں اپنی ذات سے مخصوص رکھے ہیں۔ ان میں کسی کو ذرہ بھر اختیار نہیں ہے۔ مثلاً پیدا کرنا۔ یعنی نیست سے ہست کرنا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ (کیا کوئی خالق اللہ کے سوا بھی ہے۔؟ یعنی نہیں ہے) بعد پیدائش فنا کرنا۔ جیسے فرمایا يُحْيِي وَيُمِيتُ (وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے)

نتیجہ:۔ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ کوئی نبی یا ولی زندہ کرنے یا مارنے میں کسی قدر بھی دخل رکھتا ہے۔ تو ہمارے نزدیک وہ مشرک ہے۔ یہاں پہنچ کر میں ایک بڑے بھاری نتیجے پر اطلاع دوں تو بے موقعہ نہ ہوگا۔ کہ مرزا صاحب قادیانی کا قول ہے۔ اوتیت صفة الافناء والاحیاء (خطبہ الہامیہ ص۲۳) مجھ (مرزا) کو زندہ کرنے اور فنا کرنے کی قدرت دی گئی۔

ہم ایسے عقیدہ کو شرک سمجھتے ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید میں ایسے عقیدہ کے متعلق صاف ارشاد ہے۔ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ (اے ہمارے رسول تجھے بھی دنیا کے انتظام میں کوئی اختیار نہیں۔ نیز فرمایا۔ أَمْ أَبْرَمُوا أَمْرًا فَإِنَّا مُبْرِمُونَ ط کیا دنیا کا انتظام کسی اور کے ہاتھ میں ہے؟ نہیں ہم ہی منتظم ہیں)

خدا کی ان دو صفتوں کا ظہور اتنا واضح ہے۔ کہ کسی منکر سے منکر کو بھی جرأت انکار نہیں ہو سکتی۔ مولانا حالی مرحوم نے ایک بند میں خدا کی ان دونوں صفتوں کا اظہار یوں کیا ہے۔

خرد اور ادراک رنجور ہیں واں ۔ مہ و مہر ادنیٰ سے مزدور ہیں واں
جہاندار مغلوب و مقہور ہیں واں ۔ نبی اور صدیق مجبور ہیں واں
نہ پرسش ہے رہبان و احبار کی واں
نہ پروا ہے ابرار و احرار کی واں

علم غیب

خدا کی تیسری صفت علم غیب ہے۔ جس کی تفسیر خود قرآن مجید نے بتادی ہے۔ ارشاد ہے۔ يَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ط یعنی خدائے تعالیٰ خشکی اور سمندر سب جگہ کی پوشیدہ چیزیں جانتا ہے۔ مثلاً ایک بالشت بھر زمین سامنے رکھ لو۔ اس کے اندر جب سے وہ بنی ہے کیا کیا چیز اس میں پیدا ہوئی اور آئندہ کیا کیا ہوگی۔ خدا سب جانتا ہے) ایسے علم میں کسی کو پورا یا ادھورا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شریک سمجھنا قرآنی نصوص کے بالکل خلاف ہے۔
مسلمانوں کا بالاتفاق یہ عقیدہ ہے۔ کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کل دنیا سے افضل بلکہ افضل الرسل ہیں۔ اس لئے افضل الرسل کو مخاطب کر کے حکم دیا۔ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ ۔ کہہ دیجیے کہ نہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں۔
کیسی صفائی سے انکار ہے اور کیسی حق گوئی سے کام لیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ارشاد ہے۔ مَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ۔ (میں نہیں جانتا کہ آج سے اگلے دن میں اور اس گھڑی سے اگلی گھڑی میں مجھے کیا پیش آئے گا اور تمہیں کیا اچھا ہوں گا یا بیمار۔ زندہ رہوں گا یا فوت ہو جاؤں گا۔)
اسی طرح خدا تعالیٰ کی ایک صفت قاضی الحاجات بھی ہے۔ جس کی بابت ارشاد ہے اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ ۔ کون ہے میرے سوا جو عاجزوں کی دعائیں قبول کرے۔ اور تکلیفیں دور کرے۔ پس خدا کے سوا کسی کو قاضی الحاجات یا دافع البلیات سمجھنا ہمارے عقیدہ میں شرک ہے۔ شیخ عطار مرحوم نے کیا ہی سچ کہا ہے ؎

در بلا یاری مخواہ از ہیچ کس زانکہ نبود جز خدا فریاد رس

بلکہ اس سے بھی واضح کہا ہوا ہے ؎

غیر حق را ہر کہ خواند اے پسر کیست در دنیا از و گمراہ تر

اس لئے ہم اپنے عقیدہ کی رو سے یہ رباعی غلط سمجھتے ہیں ؎

امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبد القادرا

ساری خرابی اس رباعی کے چوتھے مصرعہ میں ہے کیونکہ اس میں خالق کی بجائے مخلوق کو پکارا گیا ہے۔ اگر اس مصرعہ کو یوں تبدیل کیا جائے۔ تو ساری رباعی صحیح ہو جائے یعنی یوں کہا جائے ؎ حقا مرا امداد کن ۔ یہ تو ہمارا عقیدہ کلمہ شریف کے پہلے حصہ کے متعلق۔ کلمہ شریف کا دوسرا حصہ یعنی مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اس کا مختصر مطلب یہ ہے۔ کہ کل انبیاء کل اولیاء اور کل صلحاء ایک طرف ہوں اور حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم دوسری طرف۔ ہمارا عقیدہ اور عمل یہ ہے کہ ہم اسی تعلیم کو صحیح مانیں گے جو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہو گی۔ کوئی شخص ہمارے عقیدہ میں آنحضرت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیہ السلام کی تعلیم کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہم اس کی پیروی کر سکتے ہیں۔ سچ ہے ؎

بیچارہ خسرو خستہ را ، عزلے ریختن فرمودہ اند ، عالم بہ سنت یک طرف ، آں شوخ تنہا یک طرف

اسی لئے ہمارا عقیدہ اور قول ہے ؎

ہوتے ہوئے مصطفےٰ کی گفتار مت دیکھ کسی کا قول و کردار

حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ بھی یہی تعلیم دیتے ہیں۔ اجعل الکتاب والسنۃ اماما لك وانظر فيهما ولا تنظر الى ما قيل او قال (غنیہ) یعنی کتاب و سنت کو اپنا امام بنالو۔ اور ادھر ادھر کی باتوں کو مت دیکھو۔ کیونکہ مقولہ مشہور ہے۔ الصباح يغني عن المصباح (صبح کے نمودار ہوتے ہوئے چراغ کی ضرورت نہیں رہتی۔

برادران اسلام! یہ ہیں ہمارے عقائد۔ ان پر بھی کوئی مہربان ہم پر حملہ یا طعنہ کرے تو ہمارا جواب یہی ہوگا ؎

مکش بہ تیغ ستم والہان سنت را نہ کردہ اند بجز پاس حق گناہ دگر

یہ ہے مختصر بیان ہمارے عقائد کا۔ اب میں اپنے اعمال کا ذکر بھی تھوڑا سا کرتا ہوں۔

اعمال شرعیہ میں سب سے پہلا عمل نماز ہے۔ جس کی بابت کہا گیا ہے۔ ؎

روز محشر کہ جاں گداز بود اولیں پرسش نماز بود

یعنی قیامت کے روز سب سے پہلے نماز کا سوال ہوگا۔ ہماری نماز جس طرح ہم پڑھتے ہیں اس کی صحت کا معیار بالکل آسان مل سکتا ہے۔ ہماری نماز کے امتیازی مسائل رفع یدین اور آمین بالجہر ہیں۔ تیسرا مسئلہ فاتحہ خلف الامام ہے ادھر ہم نماز پڑھتے ہیں۔ ادھر کوئی صاحب مشکوٰۃ کھول کر باب صفۃ الصلوٰۃ پڑھنا شروع کر دے۔ اسے صاف معلوم ہو جائے گا کہ ہماری نماز صفت الصلوٰۃ کا گویا فوٹو ہے۔ ہمارا جو فعل اس باب میں نہ ملے ہم اس کو چھوڑنے کو ہر وقت تیار ہیں۔ میں بطور تائید مزید کے دو بزرگوں کی شہادت پیش کرتا ہوں۔ ہمارے پہلے گواہ حضرت الشیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ ہیں۔ حضرت ممدوح نے جو طریقہ نماز غنیہ میں لکھا ہے۔ ہماری نماز بالکل اس کا نمونہ ہے۔ غنیۃ الطالبین طالب علم مطالعہ کریں اور پھر بلا مدعایت بتائیں۔ کہ حضرت ممدوح کی تعلیم کے مطابق نماز کس گروہ کی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے بزرگ وہ ہیں۔ جن کے ذریعہ کشمیر میں اسلام پھیلا۔ اس لئے حضرات کشامرد خاص کر امرتسری کشمیری بھائی گوماہ کی تعظیم اور عظمت کو ملحوظ رکھ کر میرے معروضہ کو غور سے سنیں۔ اس بزرگ کا نام علی ہمدانی ہے۔ جن کے خدام اور خدام کی بھی اولاد در اولاد کو بھی ہمدانی کہتے ہیں۔ چنانچہ امرتسر میں بھی ایک خاندان ہمدانی کے نام سے مشہور ہے۔ میں ان صاحبوں کو حضرت علی ہمدانی کی تعلیم پر توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ توجہ دلانے سے پہلے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حضرت ممدوح رحمہ اللہ کی عزت و توقیر اہل کشمیر کے دلوں میں کہاں تک ہے۔ اس کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ہوسکتا ہے۔

مرحوم کی وفات کشمیر میں نہیں ہوئی۔ بلکہ اپنے وطن میں ہوئی۔ مگر کشمیر کے شہر سری نگر میں لب دریا ایک مسجد ہے۔ جس میں ایک حجرہ ہے۔ مغفور اس میں بیٹھا کرتے تھے۔ وہ حجرہ سال بھر بند رہتا ہے۔ ایک مقرر دن کھلتا ہے۔ اس دن مسجد میں اور اس کے اردگرد اتنا ہجوم ہوتا ہے۔ کہ تل دھرنے کی جگہ نہیں ہوتی۔ منتیں مانی جاتی ہیں اور مرادیں مانگی جاتی ہیں۔ ان حضرات کے چند رسائل کا مجموعہ مجھے ملا۔ میں نے اس سے شرف مطالعہ حاصل کیا۔ یہ مجموعہ کشمیر کے مشہور خاندان میر واعظ کے کتب خانہ میں ہے۔ اس میں ایک رسالہ صفت الصلوٰۃ بھی ہے۔ ممدوح نے صفت الصلوٰۃ میں رکوع جاتے ہوئے اور سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کا مسئلہ بھی لکھا ہے۔ ناظرین اسے مطالعہ فرمائیں۔

افراد اہل حدیث ان دو بزرگوں اور ان کے علاوہ اور بے شمار بزرگوں کی موافقت کی وجہ سے یہ شعر پڑھیں تو بالکل بجا ہوگا ؎

گدایاں را ازیں معنی خبر نیست کہ سلطان جہاں با ماست امروز

(۱۷ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ)

سوال:۔ احناف کہتے ہیں۔ کہ غیر مقلد کی نجات نہیں۔ اہلحدیث (غیر مقلد) کے خیال میں تقلید بدعت ہے۔ قوی دلیل کس کی ہے۔

جواب:۔ قوی دلیل اس کی ہے جس کی تائید قرآن و حدیث اور تصریحات ائمہ کریں۔ قرآن شریف کی آیت صاف ہے۔ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۔ یعنی خدا اور رسول ﷺ کی بتائی ہوئی تعلیم پر عمل کرو۔ اور اس کے سوا اور اولیاء (علماء) کی پیروی (فرض واجب جان کر) مت کرو (علماء اگر قرآن و حدیث

www.KitaboSunnat.com

ہی بتائیں تو بے شک اس پر عمل کرو)۔ امام ابوحنیفہؒ کا ارشاد ہے۔ لاتقلدنی ولا تقلدن مالکا الخ نہ میری پیروی کرو۔ نہ مالکؒ کی پیروی کرو۔ قرآن وحدیث سے حکم اخذ کرو۔

(اہلحدیث ۲۷ فروری ۱۹۴۲ء)

عُرس اجمیر کی دعوت اور اُس کا جواب!

اجمیر میں خواجہ معین الدین چشتی کا عرس ہر سال ہوتا ہے۔ اس میں ہر قسم کی غیر مشروع رسومات ہوتی ہیں۔

حضرت مولانا مرحومؒ کے نام مطبوعہ دعوت انگریزی میں سجادہ نشین کی طرف سے موصول ہوئی۔ آپ نے حسب ذیل جواب تحریر فرمایا۔

جناب ایس منیر الدین صاحب سجادہ نشین خانقاہ خواجہ صاحبؒ وعلیکم السلام۔ دعوت نامہ عرس پہنچا۔ شکریہ ہے جناب من حقیقت یہ ہے۔ کہ رسم اعراس کا ثبوت زمانہ رسالت، خلافت یا امامت میں نہیں ملتا۔ پھر ان مواقع پر جو رسومات قبیحہ اور افعال شنیعہ ہوتے ہیں۔ عیاں راچہ بیاں۔ اس لئے میں جناب سے ملتجی ہوں کہ آپ للّٰہ فی اللّٰہ اس رسم عرس کو بالکل بند کیجئے۔ یا کم سے کم اہل علم کے مشورہ سے اس میں اصلاح کیجئے۔ خدا آپ کی مدد کرے گا۔ آپ کی دعوت کا مکرر شکریہ ہے۔ مگر میں اپنے ناقص علم میں اس رسم کو ناجائز جاننے کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکتا ؎

ہمرہ عیزی و منگولی بیا عزنی تو ہم ہم لطف افزودی ولیکن پائے رارفتار نیست

آپ کا باوفا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری ۱۸ رجمادی الثانی ۱۳۶۱ھ (۱۰ جولائی ۱۹۴۲ء)

الحمد للہ آج بتاریخ ۲۵ شوال ۱۳۷۲ھ کو فتاوی ثنائیہ کا حصہ اوّل اختتام کو پہنچا
(۸ جولائی ۱۹۵۳ء) (محمد داؤد راز)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب دوم

نماز اور اس کے متعلقات

عبادتِ خدا

(ایشور بھگتی)

امرتسر میں سناتن دھرمی ہندوؤں نے مذہبی کانفرنس کی تھی۔ جس میں ہر مذہب والوں کو دعوت دی تھی کہ عنوان "عبادتِ خدا" پر تقریریں کریں۔ مرحوم کا یہ مقالہ اس کانفرنس میں پڑھا گیا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

مسلم نے حرم میں راگ گایا تیرا ہندو نے صنم میں جلوہ پایا تیرا
دہری نے کیا دہر سے تعبیر تجھے انکار کسی سے بن نہ آیا تیرا

صاحب صدر جلسہ اور حاضرین! دنیا میں سب چیزوں میں انسان بخل کرتا ہے مگر مذہب میں ایسا سخی ہے کہ اس کی خواہش یہی رہتی ہے کہ ساری دنیا میرے مذہب کو قبول کرے۔ اس لیے کہ مذہب سے مقصود خدا کا وصال ہے اور خدا کی ذات اور فیض میں بخل نہیں، مذہب میں بہت سے احکام ہوتے ہیں۔ اصل مقصود ان سے عبادت ہے۔ عبادت چونکہ اصل مقصود ہے اس لئے اس کے متعلق مذہب کو خاص توجہ ہونی چاہیئے۔

بندے کا اپنے خدا کے سامنے عجز و نیاز کرنا اور اس کے حکموں کی تعمیل کرنا عبادت ہے۔ جس قسم کی عبادت خدا کے لائق ہے وہ کسی دوسرے کے سامنے کرنے کا نام اسلامی محاورے میں شرک ہے اس لئے شرک اسلام میں سب سے بڑا ناقابل معافی جرم ہے۔ اسلام میں عبادت کئی طرح کی ہے۔ بعض افعال بذاتہا عبادتِ خدا ہیں۔ بعض نیت کے لحاظ سے عبادت ہیں۔ جو افعال بذاتہا عبادت ہیں ان میں سے اول نماز ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام نے نماز کی بابت بڑی سختی سے تاکید کی ہے ... اور اپنے ماننے والوں پر پانچ وقت نماز کا ادا کرنا فرض قرار دیا ہے۔ اس کی سختی کا اندازہ کرنے کے لئے اتنا ہی تصور کرنا کافی ہے کہ آجکل سردیوں میں صبح ۵-۶ بجے کا وقت کیسا آرام اور گرمی حاصل کرنے کا ہوتا ہے۔ بچے، جوان اور بوڑھے سب لحافوں میں سر منہ چھپائے لیٹے ہیں۔ لیکن اس وقت اس راحت کے وقت اسلام کا منادی آواز دیتا ہے "اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ (نماز اس وقت کی نیند سے بہتر ہے)۔ خدا کے فرماں بردار بندے یہ آواز سنتے ہی مسجد میں پہنچ کر سربسجود ہوتے ہیں۔ آہ صبح کی نماز باجماعت کیا ہی عجیب نظارہ ہے کہ بندگانِ خدا اسلام کی تعلیم کے ماتحت اپنے مالک کے سامنے سر نیچے سجدہ کئے ہوئے کہہ رہے ہیں "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" میں پستی میں پڑا ہوا خدا کی بلندی اور برتری کا اعتراف کرتا ہوں۔ دنیا کے لوگ سب سے پہلے اپنے کاروبار کی فکر کرتے ہیں۔ مگر اسلام کے ماننے والے بندگانِ خدا سب سے پہلے اپنا فریضہ عبادت ادا کرنے کو مسجد میں حاضر ہو کر سرنیاز خم کرتے ہیں۔ کیا ہی سچ ہے ؎

علی الصباح چو مردم بکار و بار روند | بلاکشانِ محبت بکوئے یار روند

اسلام نے عبادت کا حکم ہر ایک مذہب سے زیادہ دیا ہے۔ اور یہ اس کی سچائی کی دلیل ہے۔ کیونکہ مذہب سے اصل مقصود عبادت (بھگتی) ہے۔ اللہ اللہ! جاڑے کا موسم ہے اور سرد گھنٹوں کے بعد نماز کا وقت آتا ہے۔ اور مؤذن بلند آواز سے پکارتا ہے "حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ" (اے بندگانِ خدا حاضری کو آؤ) میں سمجھتا ہوں اتنی سخت حاضری فوجی محکمہ میں بھی نہ ہوگی۔ کیوں! اس لئے کہ یہ اصل مقصود ہے۔ اس پر یہ تاکید مزید ہے کہ جو نماز نہ پڑھے وہ بحکم پیغمبر اسلام علیہ السلام ہماری جماعت سے نہیں۔ کسی دردمند مسلمان نے مسلمانوں کو مخاطب کرکے کیا سچ کہا ہے ؎

بے نمازو کیا غضب کرتے ہو تم | حق تعالیٰ سے نہیں ڈرتے ہو تم
کچھ نہ اپنے رب کی تم نے یاد کی | عمر اپنی مفت میں برباد کی
سر جھکا کاہل نہ ہو اٹھ تو سہی | بندہ ہونے کی علامت ہے یہی

دوسری عبادت اسلام میں روزہ ہے۔ روزہ علاوہ جسمانی حالت میں مفید

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے کے صبر اور تکلیف کی حالت میں برداشت کی عادت پیدا کرنے والا۔ روحانی طور پر اللہ کی طرف متوجہ کرنے والا ہے۔ اس کا لطف وہی جانتے یا پا سکتے ہیں جو روزہ رکھیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ؎

قدر ایں بادہ نہ دانی بخدا تا نچشی

تیسری قسم عبادت اسلام نے زکوٰۃ مقرر کی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جو کچھ خدا نے کسی کو دیا ہے اس میں سے غریبوں کے ساتھ سلوک کرو۔ اَحْسِنْ کَمَا اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْکَ ؎

چو حق بر تو باشد تو بر خلق پاش

چوتھا فرض حج ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جہاں سے تمہارا دینی چشمہ نکلا ہے اس مقام کو دیکھ کر اپنے تاریخی واقعات یاد کرو اور آنکھوں سے دیکھو کہ جس نبی اور ہادی کی تعلیم سے تم مسلمان ہوئے ہو۔ اس نے اس شہر میں کیا کیا تکلیفیں اٹھائی تھیں۔ یہاں تک کہ شہر کو چھوڑ کر دوسرے شہر میں جا بسا۔ اس کے دوسرے شہر کو بھی دیکھو تاکہ ان دونوں مرکزوں سے تمہارا تعلق رہے اور تم سمجھو کہ ؎

ابھی اس راہ سے گزرا ہے کوئی ؎ کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

دوسری طرح کی عبادت اسلام نے بعض افعال محض نیت کے لحاظ سے خدا کی عبادت میں داخل کئے ہیں۔ مثلاً ماں باپ اور بڑوں کی عزت کرنا۔ چھوٹوں پر شفقت اور رحم کرنا۔ بظاہر ان کا خدا سے کوئی تعلق نہیں بلکہ بندوں سے برتاؤ ہے مگر اس نیت سے کہ خدا کا حکم ہے بڑوں کی عزت کرو۔ اس حکم کے ماتحت جو کرتا ہے وہ خدا کی عبادت کرتا ہے، اس لئے یہ بھی عبادت ہیں پیغمبر اسلام علیہ السلام نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ ایک فاحشہ عورت پیاسے کتے کو پانی پلانے سے بخشی گئی۔ شاگردوں نے عرض کیا کہ حیوانوں کے ساتھ سلوک کرنے میں بھی ثواب ہے؟ حضورؐ نے فرمایا "فی کل کبد رطب اجر" (ہر زندہ جاندار کو راحت پہنچانے میں ثواب ہے) مولانا حالی مرحوم نے ایک حدیث کا ترجمہ کیا اچھا کیا ہے ؎

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا ؎ کہ مخلوق ساری ہے کنبہ خدا کا

وہی دوست ہے خالق دوسرا کا ؎ خلائق سے ہے جس کو رشتہ ولا کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی ہے مروت، یہی دین وایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

اسلام نے اس مروتی عبادت کو یہاں تک ترقی دی ہے کہ پیغمبر اسلام علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ اماطة الاذیٰ عن الطریق صدقة " یعنی اینٹ پتھر کانٹے وغیرہ کو راستے سے ہٹا دینا کار ثواب ہے،، تاکہ مخلوق خدا کو تکلیف نہ ہو۔ اسی تعلیم کے ماتحت ایک مسلمان شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیرؔ
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

ان دونوں قسموں کی عبادت کا ذکر قرآن شریف کے ایک مقام پر آیا ہے جسے نقل کرتا ہوں۔ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا۔ (پارہ ۵ ع ۳)

" اے لوگو! اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو، قرابتداروں، یتیموں مسکینوں، قریبی پڑوسیوں اور دور کے ہمسایوں' پہلو بہ پہلو بیٹھنے والوں، بے کس مسافروں اور اپنے ماتحتوں سے نیک سلوک کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ متکبروں، مغروروں سے ہرگز محبت نہیں کرتا۔"

ان دو طرح عبادتوں کے تیسری قسم کی بھی ایک عبادت اسلام میں ہے۔ یعنی پرمیشور کے نام کی مالا جپنا، قرآن شریف میں حکم ہے کہ کھڑے بیٹھے اور لیٹے پڑے اللہ کو یاد کیا کرو۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ یعنی ہر حال میں۔ مختصر یہ کہ مذہب میں اصل مقصود خدا کا وصال ہے، اور اس کے وصال کا ذریعہ اس کی عبادت ہے۔ اس لئے ہر مذہب میں کم و بیش عبادت کا ثبوت ملتا ہے۔ مگر اسلام میں عبادت کا مضمون بہت زیادہ ہے جس کی طرف میں نے مختصر اشارہ کیا رہی ہم مسلمانوں کی اس سے غفلت۔ سو اس کے جواب میں وہ ہم ہیں اسلام نہیں۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو اپنی عبادت سے کافی حصہ دے ؎

اے خدا صدقہ کبریائی کا
صدقہ اس نور لاتناہی کا

سیدھا رستہ دکھائیو ہم کو
پیچ و خم سے بچائیو ہم کو

(ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری ۲۹ ج ۲) (۱۸ فروری ۱۹۲۷ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ مبارک میں کسی مسلمان کو نماز سکھائی اور بتائی، تو کیسی بتلائی اس امر کی بخوبی تشریح کی جاوے۔

جواب: سب کو بتلائی۔ کتب حدیث میں صفت صلوٰۃ کے ابواب بکثرت ملتے ہیں۔ خود ایک دفعہ جبرائیلؑ کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر روزانہ مسلمانوں کو پڑھاتے رہے ایک دفعہ باہر کا آدمی پوچھنے آیا۔ تو آپ نے دو دن ایسے طریق پر نماز پڑھی کہ پہلے روز ساری نمازیں اول وقت پڑھیں دوسرے روز ساری نمازیں اخیر وقت پڑھ کر فرمایا۔ سائل دیکھ لے کہ ان دونوں وقتوں کے درمیان نماز کا وقت ہے۔

۷ جمادی الاول ۱۳۳۵ھ

تشریح: جبرئیل کے ساتھ آپ کا نماز پڑھنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے یوں آیا ہے۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَّنِیْ جِبْرِیْلُ عِنْدَ الْبَیْتِ مَرَّتَیْنِ فَصَلّٰی بِیَ الظُّہْرَ حِیْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَکَانَتْ قَدْرَ الشِّرَاکِ وَصَلّٰی بِیَ الْعَصْرَ حِیْنَ صَارَ ظِلُّ کُلِّ شَیْءٍ مِثْلَہٗ وَصَلّٰی بِیَ الْمَغْرِبَ حِیْنَ اَفْطَرَ الصَّائِمُ وَصَلّٰی بِیَ الْعِشَاءَ حِیْنَ غَابَ الشَّفَقُ وَصَلّٰی بِیَ الْفَجْرَ حِیْنَ حَرُمَ الطَّعَامُ وَالشَّرَابُ عَلَی الصَّائِمِ فَلَمَّا کَانَ الْغَدُ صَلّٰی بِیَ الظُّہْرَ حِیْنَ کَانَ ظِلُّہٗ مِثْلَہٗ وَصَلّٰی بِیَ الْعَصْرَ حِیْنَ کَانَ ظِلُّہٗ مِثْلَیْہِ وَصَلّٰی بِیَ الْمَغْرِبَ حِیْنَ اَفْطَرَ الصَّائِمُ وَصَلّٰی بِیَ الْعِشَاءَ حِیْنَ ذَہَبَ ثُلُثُ اللَّیْلِ وَصَلّٰی بِیَ الْفَجْرَ فَاَسْفَرَ ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَیَّ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ ہٰذَا وَقْتُ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِکَ وَالْوَقْتُ مَا بَیْنَ ہٰذَیْنِ الْوَقْتَیْنِ رواہ ابوداؤد والترمذی۔

عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت اللہ شریف میں حضرت جبرئیلؑ نے امام بن کر دو دفعہ مجھے نماز پڑھائی۔ پس پہلی مرتبہ سورج ڈھلتے ہی مجھے ظہر کی نماز پڑھائی جب کہ سایہ شریف صرف جوتی کے تسمے کی مقدار پہ ہوا تھا اور عصر کی نماز پڑھائی جب کہ ہر چیز کا سایہ صرف اس کے برابر یعنی ایک مثل پہ پہنچا تھا اور مغرب کی نماز پڑھائی جب کہ روزہ کھولنے کا وقت ہوتا ہے اور عشاء کی نماز پڑھائی جب کہ شفق یعنی شام کی سرخی غائب ہو چکی تھی اور فجر کی نماز اس وقت پڑھائی جب کھانا پینا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روزہ دار کے لیے حرام ہو جاتا ہے یعنی صبح صادق ہوتے ہی۔ دوسرے روز ظہر کی نماز ایسے وقت پڑھائی جب کہ آپ کا سایہ آپ کے برابر یعنی ایک مثل ہو چکا تھا اور عصر کی نماز ایسے وقت پڑھائی جب آپ کا سایہ دو مثل کو پہنچ چکا تھا اور مغرب کی اسی وقت جبکہ روزہ دار روزہ کھولتے ہیں اور عشاء کی نماز تہائی رات گزر جانے پر پڑھائی اور فجر کی جب پڑھائی کہ خوب روشنی پھیل چکی تھی پھر حضرت جبرائیل میری طرف متوجہ ہو کر بولے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، تم سے پہلے جس قدر انبیاء علیہم السلام گزرے ہیں ان سب کی نمازوں کا وقت (جو بھی وہ نمازیں پڑھتے ہوں گے) یہی ہے جو تم کو بتلایا گیا۔ دونوں دن اول و آخر وقتوں میں آپ کو نماز پڑھائی گئی ہے ان کے درمیان کا سارا وقت نمازوں کا وقت ہے اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جو آپ نے خود پڑھی اور صحابہؓ کو تعلیم فرمائی اس کی تفصیل اس حدیث سے معلوم ہو سکتی ہے۔

عَنْ اَبِیْ حُمَیْدٍ السَّاعِدِیِّ قَالَ فِیْ عَشْرَۃٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا اَعْلَمُکُمْ بِصَلَاۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالُوْا فَاعْرِضْ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِھِمَا مَنْکِبَیْہِ ثُمَّ یُکَبِّرُ ثُمَّ یَقْرَاُ ثُمَّ یُکَبِّرُ وَیَرْفَعُ یَدَیْہِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِھِمَا مَنْکِبَیْہِ ثُمَّ یَرْکَعُ وَیَضَعُ رَاحَتَیْہِ عَلٰی رُکْبَتَیْہِ ثُمَّ یَعْتَدِلُ فَلَا یُصَبِّیْ رَاْسَہٗ وَلَا یُقْنِعُ ثُمَّ یَرْفَعُ رَاْسَہٗ فَیَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ ثُمَّ یَرْفَعُ یَدَیْہِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِھِمَا مَنْکِبَیْہِ مُعْتَدِلًا ثُمَّ یَقُوْلُ اللّٰہُ اَکْبَرُ ثُمَّ یَھْوِیْ اِلَی الْاَرْضِ سَاجِدًا فَیُجَافِیْ یَدَیْہِ عَنْ جَنْبَیْہِ وَیَفْتَخُ اَصَابِعَ رِجْلَیْہِ ثُمَّ یَرْفَعُ رَاْسَہٗ وَیَثْنِیْ رِجْلَہُ الْیُسْرٰی فَیَقْعُدُ عَلَیْھَا حَتّٰی یَرْجِعَ کُلُّ عَظْمٍ فِیْ مَوْضِعِہٖ مُعْتَدِلًا ثُمَّ یَسْجُدُ ثُمَّ یَقُوْلُ اللّٰہُ اَکْبَرُ وَیَرْفَعُ وَیَثْنِیْ رِجْلَہُ الْیُسْرٰی فَیَقْعُدُ عَلَیْھَا ثُمَّ یَعْتَدِلُ حَتّٰی یَرْجِعَ کُلُّ عَظْمٍ اِلٰی مَوْضِعِہٖ ثُمَّ یَنْھَضُ ثُمَّ یَصْنَعُ فِی الثَّانِیَۃِ مِثْلَ ذٰلِکَ ثُمَّ اِذَا قَامَ مِنَ الرَّکْعَتَیْنِ کَبَّرَ وَرَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِھِمَا مَنْکِبَیْہِ کَمَا کَبَّرَ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ ثُمَّ یَصْنَعُ ذٰلِکَ فِیْ بَقِیَّۃِ صَلَاتِہٖ حَتّٰی اِذَا کَانَتِ السَّجْدَۃُ الَّتِیْ فِیْھَا التَّسْلِیْمُ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَخْرَجَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَقَعَدَ مُتَوَرِّكًا عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْسَرِ ثُمَّ سَلَّمَ قَالُوْا صَدَقْتَ هٰكَذَا كَانَ يُصَلِّيْ رواه ابوداؤد والدارمی وروی الترمذی وابن ماجۃ معناه وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَبِيْ دَاؤدَ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ حُمَيْدٍ ثُمَّ رَكَعَ فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ كَاَنَّهٗ قَابِضٌ عَلَيْهِمَا وَوَتَّرَ يَدَيْهِ فَنَحَّاهُمَا عَنْ جَنْبَيْهِ وَقَالَ ثُمَّ سَجَدَ فَاَمْكَنَ اَنْفَهٗ وَجَبْهَتَهُ الْاَرْضَ وَنَحّٰى يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَفَرَّجَ بَيْنَ فَخِذَيْهِ غَيْرَ حَامِلٍ بَطْنَهٗ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَخِذَيْهِ حَتّٰى فَرَغَ ثُمَّ جَلَسَ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَاَقْبَلَ بِصَدْرِ الْيُمْنٰى عَلٰى قِبْلَتِهٖ وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُمْنٰى وَكَفَّهُ الْيُسْرٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُسْرٰى وَاَشَارَ بِاِصْبَعِهٖ يَعْنِي السَّبَّابَةَ وَفِيْ اُخْرٰى لَهٗ وَاِذَا قَعَدَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قَعَدَ عَلٰى بَطْنِ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى وَنَصَبَ الْيُمْنٰى وَاِذَا كَانَ فِي الرَّابِعَةِ اَفْضٰى بِوَرِكِهِ الْيُسْرٰى اِلَى الْاَرْضِ وَاَخْرَجَ قَدَمَيْهِ مِنْ نَاحِيَةٍ وَّاحِدَةٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے ایک روز دس اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں کہا کہ میں تم سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی تفصیل جانتا ہوں۔ وہ صحابہؓ بولے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز آپ جانتے ہیں وہ ہمارے سامنے پیش کیجئے۔ چنانچہ حضرت ابوحمید ساعدی نے کہا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے تو تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو کاندھوں تک اٹھا کر نیت باندھ لیتے پھر آپ (دعاء استفتاح اللّٰہم باعد وغیرہ وسورہ فاتحہ ودیگر سورہ) پڑھتے پھر تکبیر کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھا کر رفع الیدین کرتے ہوئے آپ رکوع میں جاتے اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو دونوں گھٹنوں پر مضبوطی کے ساتھ رکھتے اور نہایت اعتدال کے ساتھ جھک کر رکوع کرتے سر اور کمر کو برابر رکھتے اونچا نیچا نہیں کرتے پھر رکوع سے فارغ ہو کر پھر دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے ہوئے رفع الیدین کے ساتھ سمع اللّٰہ لمن حمدہ کہتے اور سیدھے کھڑے ہو جاتے اور سجدے میں دونوں ہاتھوں کو پہلوؤں سے دور رکھتے اور سجدے کی حالت میں پیروں کی انگلیوں کو زمین پر ٹیک کر قبلہ رخ کشادہ رکھتے پھر سجدہ سے سر اٹھاتے اور بایاں پیر موڑ کر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوب اعتدال اور تسلی و اطمینان کے ساتھ اس پر آپ بیٹھ جاتے پھر تکبیر کہتے ہوئے سجدۂ ثانی کرتے پھر سجدے سے سر اٹھا کر بایاں پیر موڑ کر اطمینان کے ساتھ بیٹھ جاتے یہاں تک کہ آپ کے جسم مبارک کا ہر جوڑ ٹھکانے پر بیٹھ جاتا پھر آپ دوسری رکعت کیلئے کھڑے ہوتے تو جس طرح نیت باندھتے وقت رفع الیدین کی تھی بالکل اسی طرح دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھا کر... رفع الیدین کے ساتھ تیسری رکعت کے لئے ہاتھ باندھ لیتے پھر اسی طرح ساری نماز کو پورا فرماتے اور جب آخری رکعت ہوتی تو بائیں پیر کو باہر نکال کر بائیں کولھے کو زمین پر ٹیک کر بیٹھ جاتے پھر سلام پھیرتے حضرت ابو حمید ساعدی کا یہ بیان سن کر وہ تمام صحابہؓ بولے بیشک آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا جو نقشہ بیان کیا ہے بالکل صحیح و درست ہے آپ کی نماز اسی طرح ہوتی تھی اصل حدیث کو ابوداؤد اور دارمی نے روایت کیا ہے اور ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی اس کے معنی یہ روایت موجود ہے اور ترمذی نے اس کو حسن صحیح بتلایا ہے اور ابوداؤد کی ایک روایت میں ابو حمیدؓ ساعدی سے یہ لفظ اور بھی مروی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب رکوع کیا تو اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر اس طرح رکھا گویا آپ ان کو خوب مضبوط تھامے ہوئے تھے سجدے میں آپ نے دونوں.... ہاتھوں کو خوب پھیلا کر ان کو دونوں پسلیوں سے دور رکھا اور اپنی ناک اور پیشانی مبارک کو زمین پر ٹیک دیا اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو کندھوں کے برابر رکھ کر زمین پر ٹیکا اور اپنی رانوں کو کشادہ رکھا اور ہاتھوں کی کہنیوں کو پیٹ سے کافی دور رکھا پھر سجدہ سے فارغ ہو کر آپ جلسۂ استراحت میں بایاں پیر پھیلا کر سینے کو قبلہ رخ کر کے بیٹھ گئے اس طور پر کہ دائیں ہتھیلی دائیں پیر کے گھٹنے پر اور بائیں ہتھیلی بائیں پیر کے گھٹنے پر آپ نے رکھی ہوئی تھی آپ نے اس حال میں تشہد پڑھا اور اپنی انگلی سبابہ کو لفظ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ پر آپ نے حرکت دی اور اسی کی ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ درمیانی تشہد میں آپ بایاں پیر پھیلا دیتے اور اس پر بیٹھ جاتے اور دایاں پیر کی انگلیاں قبلہ رخ زمین پر ٹیک کر کھڑا رکھتے اور چوتھی رکعت میں آپ اپنے بائیں کولھے کو زمین کی طرف نکال کر دونوں قدموں کو ایک طرف نکال دیتے اور اس طرح تشہد کے لئے بیٹھتے۔

حررہ محمد داؤد راز عفا اللہ عنہ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل مبارک سے آپ کے ارشاد صلّوا کما رأیتمونی أصلی (جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو تم سب بھی اسی طرح نماز پڑھا کرو) کے مطابق لوگوں نے نماز سیکھی بعض دفعہ قولاً بھی آپ نے نماز کا طریقہ تعلیم فرمایا جیسا کہ مسیء الصلاۃ" والی حدیث میں مذکور ہے آپ نے اس کو زبانی نماز تعلیم فرمائی یہ تفصیلاً صحاح ستہ ومشکوٰۃ وبلوغ المرام وغیرہ میں موجود ہیں۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: نماز کے متعلق یہ چار فعل مشہور ہیں یعنی سینہ پہ ہاتھ باندھنا اور سینے کے نیچے ہاتھ باندھنا اور زیر ناف ہاتھ باندھنا۔ اور دونوں ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا۔ چاروں فعل حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کیے ہیں۔ یا ایک ہی فعل حضور انور سے ثابت ہے۔ اور اگر چاروں فعل آپ نے کیے ہیں تو کن کن وقتوں میں کیے۔ آپ ایک ہی طریقہ سے نماز ادا کرتے تھے۔ یا مختلف اقسام سے اور یہ چاروں فعل آپ نے کیوں کیے۔ اس کی وجہ کیا ہے۔

جواب: چاروں میں سے ہاتھ چھوڑنے کی روایت تو میں نے نہیں دیکھی باقی روایات مختلف طرق سے آئی ہیں۔ بعض صحیح ہیں بعض ضعیف۔ بقاعدہ علم حدیث ضعیف کو بمقابلہ صحیح کے منفی سمجھا جاتا ہے۔ اگر اس کو موجود بھی سمجھا جائے۔ تو بلحاظ اوقات مختلفہ ممکن ہے ایسا ہوا ہو، مگر ترجیح بلحاظ عمل اور بلحاظ ثواب صحیح روایت کے فعل کو ہوگی۔ اور غیر صحیح روایت بمنزلہ جواز کے سمجھا جائے گا۔ (۷ رجمادی الاول ۱۳۳۹ھ)

تشریح: سینے پر ہاتھ باندھنا صحیح حدیث سے ثابت ہے (بلوغ المرام) زیر ناف کی روایت ثابت نہیں اور ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا باطل ہے اس کا احادیث میں ثبوت نہیں ایسے ہی سینے کے نیچے کا بھی ثبوت نہیں آپ کا اسی پہ عمل تھا اختلاف نہ تھا اور جو کچھ کیا وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا اس میں چون وچرا کرنا بے وقوفی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لِمَ کا سوال باطل ہے ورنہ یہ بھی سوال ہوگا کہ نماز ہی کا حکم کیوں دیا یا آنحضرت صلعم نے کیوں پڑھی۔ پھر اس سائل سے بڑھ کر کون بے وقوف ہوگا۔

(ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: ایک شخص پنجوقتہ نماز ..... اپنے گھر میں پڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ دنیوی کاموں کی وجہ سے میرا مسجد کو جانا نہیں ہو سکتا۔ پس اس صورت میں اس کی نماز ہوگی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا نہیں۔ یہ شخص ادائے نماز کے لیے ہمیشہ برابر مسجد میں آیا کرتا ہے۔ اور نماز جمعہ باجماعت مسجد میں ادا کرتا ہے۔ پنج وقتی نماز اپنے گھر میں پڑھتا ہے۔

جواب: فرض ادا ہو جائیں تو تعجب نہیں۔ لیکن مسجد اور جماعت کی غیر حاضری کا گناہ ہوگا حدیث شریف میں آیا ہے۔ جو لوگ جماعت میں شریک نہیں ہوتے۔ میرا جی چاہتا ہے ان کے مکانوں کو آگ لگا دوں۔ مگر عورتوں بچوں کا خیال ہے (۷ رجمادی الاول ۱۳۴۹ھ)

شرفیہ - بلا عذر شرعی مثلاً خوف مرض وغیرہ کے ترک جماعت جائز نہیں۔ اور عبد اللہ بن مسعود صحابی نے تو کہا۔ لو صليتم في بيوتكم كما يصلي هذا المتخلف في بيته تركتم سنة نبيكم ولو تركتم سنة نبيكم لضللتم. الحديث رواه مسلم مشكوٰة ص۹۷

سوال: ہم لوگوں کی مسجد توڑ کر سخت آفت میں جان پھنسی ہے۔ سخت پس و پیش میں پڑے ہوئے ہیں کہ گورستان پر مسجد بنانا اور نماز پڑھنا جائز نہیں۔ مگر جو ہڈیاں نکلی ہیں۔ وہ ڈیڑھ برس پہلے کی گورشدہ ہیں۔ اب اس پر بھی گورستان کا حکم عائد کر کے مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں۔ اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جس زمانہ میں یہ مسجد بنی تھی۔ اس وقت ان اطراف میں کوئی مسجد نہیں تھی۔ اور پہلے لوگ بھی غالباً مشرک تھے۔ لہٰذا ایسی حالت میں بھی وہاں مسجد ناجائز ہے یا نہیں۔

جواب: مسجد نبوی کی جگہ پہلے مشرکین عرب کا قبرستان تھا۔ اس لیے صورت مرقومہ میں مسجد بنانا جائز ہے۔ منع نہیں۔ (۱۴ رجمادی الثانی ۱۳۴۵ھ)

شرفیہ: یہ قیاس یا استنباط صحیح نہیں اس لیے کہ مشرکین کے مردوں کا احترام نہیں جیسے کہ مشرکین کی لاشوں کو کوئیں میں ڈلوا دیا تھا۔ کنواں بھی گندے پانی کا تھا متفق علیہ مشکوٰۃ ص۳۴۵ - اور اہل اسلام کی لاشوں اور مردوں کا احترام ہے ان کے مردے کی ہڈی توڑنے کا اتنا ہی گناہ ہے جیسے زندہ کی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال كسر عظم الميت ككسره حيا رواه ابوداؤد واسناده على شرط مسلم وزاد ابن ماجة من حديث ام سلمة في الاثم انتهى كذا في بلوغ المرام ص۷۸ وعن عمرو بن حزم قال رأني النبي صلعم متكيا على قبره فقال لا تؤذ صاحب هذا القبر الحديث رواه احمد مشكوٰة ص۱۴۹

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال الحافظ فی الفتح اسنادہ صحیح کذا فی تنقیح الرواۃ ص۲۳۳

پس اہل اسلام کو قبروں کو کھود کر ہڈیاں نکال کر مسجد بنانا قطعاً ممنوع ہے۔

ابوسعید شرف الدین دہلوی

سوال: جذامی آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ یا نہیں۔ جذامی نماز میں شامل ہو سکتا ہے۔ اور اس کو مسجد میں آنے سے روکا جا سکتا ہے یا نہیں۔

جواب: جذام جسمانی بیماری ہے۔ شرعی عیب نہیں۔ اس لئے اس کی امامت بھی صحیح ہے۔ جماعت میں شرکت کر سکتا ہے۔ جبراً مسجد سے نہیں نکالا جائے۔ ہاں کسی شخص کو اس سے طبعی نفرت ہو تو بحکم فر من المجذوم فرارک من الاسد (مجذوم سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو) ساتھ ملنے ملانے سے پرہیز کرے تو گناہ نہیں۔

۵ رمضان ۳۵ھ

سوال: ریشمی کپڑا پہن کر نماز پڑھنے سے مرد کی نماز ہوتی ہے یا نہیں۔

جواب: ریشمی کپڑا مرد کے حق میں حرام ہے اس لئے اس کے ساتھ نماز جائز نہیں۔

۵ رمضان ۳۵ھ

سوال: کوئی شخص جماعت سے نماز پڑھ رہا ہے یا واحد خود پڑھ رہا ہے پہلی رکعت میں مثلاً آل عمران کا ایک یا آدھ رکوع پڑھ کر اسی قیام میں کوئی دوسرا رکوع بنی اسرائیل یا اور کوئی سورہ الشمس وغیرہ شروع کر دیا اور دوسری رکعت میں بھی علی ہذا القیاس رکوع سورہ بقر اور اسی قیام میں پھر کوئی سورہ والضحیٰ یا کوئی دوسرا رکوع سورہ نساء وغیرہ پڑھا تو اس طرح پڑھنے سے نماز جائز ہے یا ناجائز مع دلیل بیان فرمائیے۔

جواب: جائز ہے خود قرآن مجید میں حکم ہے فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ قرآن پڑھنے کے متعلق کوئی قید یا شرط نہیں۔ جہاں سے جی چاہے پڑھ لے حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ صبح کی نماز میں پہلے سورہ کہف پڑھی۔ دوسری رکعت میں سورہ یوسف پڑھی۔ بعض لوگ اس کو مکروہ کہتے ہیں۔ اس کہنے کی دلیل قرآن و حدیث سے کوئی نہیں۔ نماز کی صحت کو وہ بھی مانتے ہیں۔

۲۹ رمضان ۳۵ھ

سوال: زید امام ہر نماز میں اس قدر جلدی کرتا ہے۔ کہ بکر اس کے پیچھے نہ الحمد پڑھ سکتا

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اور نہ ہی کوئی تسبیحات رکوع اور سجود میں پوری کرتا ہے نہ قومہ نہ جلسہ بعد نماز نہ کے بکر نے ادب سے عرض کی کہ مولوی صاحب اتنی جلدی نماز یں نہ کریں کیونکہ مجھ سے الحمد پڑھا گیا ہے نہ التحیات نہ پیچھے درود شریف پڑھا گیا ہے اور میری تسلی نہیں ہوئی۔ زید نے جواب دیا۔ کہ اول تو آپ کو الحمد پڑھنا امام کے پیچھے ناجائز ہے۔ وہ نہ پڑھیں اور جب دوسرے لوگوں کی شکایت نہیں ہے تو تم ایک کی نہیں سنی جائے گی۔ اور باقی لوگوں نے بھی کہا۔ کہ ہماری نماز ٹھیک ہوگئی ہے۔ اسی طرح ہونی چاہیے۔ امام صاحب نے بھی کہا کہ اسی طرح ٹھیک ہے۔ ہم اسی طرح پڑھیں گے تم ہمارے ساتھ ملو یا نہ ملو۔ اب بکر کو کیا کرنا چاہیے۔ ان کے ساتھ نماز پڑھے یا نہ پڑھے۔

جواب:۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک وقت آئے گا امام نماز کو خراب کریں گے۔ فرمایا مسلمانوں میں ملتے رہنا۔ ان کی خرابی ان کی گردن پر ہوگی۔ تم علیحدہ نہ ہونا اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حتی المقدور جماعت کے ساتھ مل کر ہی نماز پڑھنی چاہیے قصور بذمہ امام۔

۲۲ رمضان ۵۳ھ

تشریح: نہیں نہیں ہرگز ایسے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہیے اس لئے کہ اس میں سورہ فاتحہ ہوتی ہے نہ رکوع و سجود نہ قومہ جلسہ وغیرہ یہ صلوٰۃ بالکل مسیئ الصلوٰۃ کی سی ہے۔ لہٰذا یہ نماز باطل ہے۔ جس امر کا مولانا مرحوم نے حوالہ دیا ہے وہ اول تو صرف تاخیر وقت کرتے تھے مگر قراءۃ رکوع و سجود وغیرہ صحیح کرتے تھے دوم وہ حکام تھے ان کی طرف سے ترک نماز کے الزام کا بھی خوف تھا پھر بھی حضور صلعم نے ان سے پیشتر اپنی نماز وقت پر پڑھنے کا حکم فرمایا اور فرمایا دوبارہ ان کے ساتھ نفل کی نیت سے مل جایا کرو لہٰذا اس پر قیاس مع الفارق ہے۔

واللہ اعلم۔ ابوسعید شرف الدین دہلوی۔

سوال: گھر میں نماز کس قسم کے عذر کے ساتھ پڑھ سکتا ہے۔

جواب: جس عذر سے مسجد میں نہ آسکتا ہو۔ جن کی بابت یہ لفظ آئے (حبسہم العذر) عذر نے ان کو روک رکھا ہے۔ مثلاً سخت بخار۔ یا کوئی اور کسی قسم کی تکلیف ہے جو مسجد تک پہنچنے میں مانع ہو۔ اس صورت میں گھر میں پڑھنے سے مسجد اور جماعت کا ثواب پائے گا۔ انشاء اللہ۔

۲۱ شوال ۵۳ھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال : جمال نامی شخص نے مسجد بنائی اور اس کو اپنے نام سے منسوب کیا مثلاً مسجد جمالیہ اب زید کہتا ہے ایسی مسجد میں نماز نہیں ہوتی ، مسجد خالص ثوابی نیت سے بنائی جائے نہ کہ لوگوں کے دکھانے کے لیے کیا زید کا کہنا ٹھیک ہے ؟

سید عزیز اللہ بن حاجی سید نعمت اللہ ملتان

جواب : بخاری شریف میں ایک باب ہے۔ باب ما یقال مسجد بنی فلان۔ یعنی فلاں کی مسجد کہنا جائز ہے۔ باقی رہا سوال ریاء کا تو وہ الگ چیز ہے۔ ریاء تو ہر حال میں برا ہے۔ نام رکھے یا بے نام بنائے ہر حال میں ریا ہو سکتا ہے

۸ ر اگست ۱۹۳۰ء

سوال : ایک شخص نے اکیلے نماز فرض پڑھ لی ہے بعد سلام کے فرض نماز باجماعت تیار ہو گئی ہے تو کیا اب اس شخص کو دوبارہ فرض نماز اس جماعت کے ساتھ پڑھ لینی جائز ہے یا ناجائز ؟

جواب : دوبارہ نفلوں کی نیت سے پڑھ لی جائے تو جائز ہے۔ صبح اور عصر کے بعد نہ ملے۔ مغرب میں ملے تو چار رکعت کی نیت کرے

۱۵ ر اگست ۱۹۳۰ء

تشریح : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں مسجد خیف میں صبح کی نماز پڑھی بعد میں دیکھا کہ دو شخص نماز جماعت میں شامل نہیں ان سے کہا تم جماعت میں کیوں نہ ملے عرض کیا حضور ہم اپنے ڈیرے پر نماز پڑھ کر ہم آئے ہیں فرمایا ایسا کیا کرو جب بھی تم گھر میں نماز پڑھ کر آؤ اور جماعت ہو رہی ہو تو پھر اس نماز کی جماعت میں مل جایا کرو۔ یہ دوبارہ کی نماز باجماعت تمہارے نفل ہو جائیں گے رواہ الترمذی وابو داؤد والنسائی مشکوٰۃ صـ۱۰۳۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صبح کی نماز کے بعد بھی صورت مذکورہ یعنی ملنا ثابت بلکہ لازم یا افضل ہے یہ خاص صبح کا واقعہ ہے اور اذا صلیتما فی رحالکما ثم اتیتما مسجد جماعۃ فصلیا معھم فانھا لکما نافلۃ انتہی لفظا اذا محاورہ شرع میں عموم کے لیے ہے موجبہ کلیہ ہے ہر نماز کو شامل ہے لہٰذا اس میں مغرب بھی داخل ہے چوتھی رکعت ملانا بھی لازم نہیں بلا دلیل علی اللزوم من ادعی فعلیہ البیان بالبرہان نفل تین بھی جائز ہیں منع کی دلیل نہیں اور قول ابن عمرؓ خلاف حدیث مرفوع ہے لہٰذا حجت نہیں۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد بعض امراء نماز کو بے وقت پڑھائیں گے تم اپنی نمازیں وقت پر پڑھ لینا پھر ان کے ساتھ جماعت میں دوبارہ پڑھ لینا وہ تمہارے نفل بن جائیں گے۔ مسلم مشکوٰۃ صـ۶۱۔ ابو سعید شرف الدین دہلوی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: جمعہ کے دن اگر اذان عثمانی نہ دی جائے تو کیا اس کی کوئی پکڑ ہے یا ناجائز؟
(سائل مذکورہ)

جواب: علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین کے خلاف ہے۔ واللہ اعلم

سوال: فتوائے اگر صبح و عصر کی نماز اکیلے پڑھی ہو تو دوسری دفعہ جماعت میں شریک نہ ہو"۔

مولوی عبدالرزاق صاحب صادق پوری از رنگون فرماتے ہیں "جواب صحیح نہیں ہے" فرمان نبی صلعم "اذا جئت فصل مع الناس وان کنت قد صلیت" (اگر تم تنہا) نماز پڑھ چکے ہو تو جماعت کے ساتھ مل کر دوبارہ پڑھ لو، اس عام حکم کی تخصیص، نیت کی ہیرا پھیری، یہ سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر زیادتی ہے جو کسی امتی کے لئے جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سابق نفل قرار پائے یا ثانی ہم کو اس سے بحث نہیں ہم نے حکم کی تابعداری کی اور بس۔

جواب: آپ کی پیش کردہ حدیث کے ساتھ وہ حدیث بھی قابل لحاظ ہے جس میں بعد نماز صبح اور بعد نماز عصر نماز سے منع فرمایا ہے، ان دو حدیثوں کی تطبیق میں دو قول ہیں ایک تخصیص حدیث آپ کی پیش کردہ کا میں نے اختیار کیا تھا۔ دوسرا حدیث تخصیص میری پیش کردہ کا وہ آپ نے اختیار کیا (۱۳ ستمبر ۱۹۴۳ء)

جواب: فتوے "جمعہ کے روز اذان اول نہ دینا خلاف سنت خلفاء ہے"۔ موصوف اس پر تعاقب کرتے ہیں۔ جمعہ کی تیسری اذان کا ترک "علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین کے خلاف ہے۔ ہرگز ہرگز صحیح نہیں بقول عبداللہ بن مسعودؓ لو ترکتم سنۃ نبیکم لضللتم یہ اذان رائجہ بدعت ضلالت ہے نہ تو سنت عثمانی ہے نہ سنت نبوی نہ سنت خلفاء اول و دوم۔ سنت نبی صلعم ہی جب موجود ہے پھر دوسری تکنا کیوں۔ سنۃ النبی صلعم اولی ان نتبع۔ پھر وہ خلیفہ جو نماز کا حکم رکھتے ہیں ان کا بھی وہی فعل ہے۔ پس جس نے ایک اذان و اقامت پر اکتفا کیا اس نے نبی صلعم اور خلفاء کا اتباع کیا۔ جس نے اس پر زیادتی کی اس نے ہی آپ کے فرمان علیکم بسنتی کے خلاف کیا مرتکب بدعت ہوا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: تو آپ کے نزدیک خلفائے راشدین خلافت ثانیہ میں آ کے ختم ہوئی۔ اہلحدیث کا یہی مذہب ہے۔ کہ صرف وہ صاحب ہی خلفائے راشدین ہیں۔ پس اسی پر جواب اور تعاقب کا فیصلہ ہے۔ ۱۷ ستمبر ۱۹۳۰ء

تعاقب بر تعاقب: آپ کا نوٹ ہمارے نزدیک خلافت راشدہ دو ہی تک ہے" فرمانا صحیح نہیں باوجودیکہ ہم نے لکھا ہے کہ اذان ثالث جمعہ رائجہ نہ تو سنت عثمانی ہے نہ سنت نبوی نہ سنت خلفاء اول و دوم۔ تین زمانہ سابق میں آپ کو بھی اقرار ہے کہ یہ اذان نہ تھی عثمانؓ کے زمانہ میں ہوئی مگر یہ اذان مسجد میں دلوانا عثمانؓ سے ثابت ہرگز نہیں کر سکتے مدینہ سے باہر بازار میں یہ اذان دلوانا ثابت ہے لہٰذا اگر شہر کے باہر بازار میں اذان دلوائی جائے تو سنت عثمانی ہو گی ورنہ یقینی طریقہ رائجہ بدعی ہو گا خلفاء کے زمانہ کی چیز ہرگز ہرگز نہیں۔ (حکیم عبدالرزاق از رنگون)

مفتی: روایتوں میں صاف آتا ہے زاد عثمان الندا الثالث (عثمان رضی اللہ عنہ نے اس تیسری اذان کو جاری کیا) مقام کو اصل فعل میں دخل نہیں۔ (۳۰ جنوری ۱۹۳۱ء)

تائید: متعاقب نے غلو کیا ہے عمل عثمانی کو گمراہی و ضلالت کہنا بالکل غلو ہے جو کسی طرح جائز نہیں ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ عہد نبوی کا طریق اولیٰ ہے عہد عثمانی کا جائز اس لئے کہ جب حضرت عثمان ؓ نے یہ اذان کہلوائی تو اس وقت ہزارہا صحابہ موجود تھے کسی نے اس کو نہیں بدلوایا نہ عام طور پہ مخالفت کی پھر جمہور صحابہ پر حملے کرنا کس قدر جرأت ہے۔ فثبت الامر علی ذالك انتھی (بخاری شریف جلد اول ص ۱۲۵) یعنی یہ امر (اذان ثالث) اس دستور پر رائج ہو گیا۔ (ابوسعید محمد شرف الدین دہلوی)

سوال: جمعہ کے روز اذان ثالث جائز ہے یا نہیں (جواب) جائز ہے منتقیٰ میں ہے عن السائب بن یزید قال کان الندا علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الجمعة اوله اذا جلس الامام المنبر علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر فلما کان عثمان وکثر الناس زاد الندا الثالث علی الزوراء ولم یکن للنبی صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن غیر واحد رواہ البخاری والنسائی وابوداؤد وفی روایة لھم فلما کانت خلافة عثمان وکثروا امر عثمان یوم الجمعة بالاذان الثالث فاذن به علی الزوراء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فثبت الامر علی ذالک انتہی واللہ اعلم بالصواب حررہ عبدالرحیم عفی عنہ
سید محمد نذیر حسین فتاوی نذیریہ صفحہ ۳۵۲ - کتاب دستور المتقی[1] طبع شدہ بعد نظر ثانی
حضرت مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث مدرسہ میاں صاحب مرحوم دہلی حال صدر مدرس
مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ کراچی کے صفحہ ۸۹ پر ہے - جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت
کا زمانہ ہوا اور آپ نے لوگوں کی کثرت دیکھی تو آپ نے خطبہ کی اذان سے پہلے ایک اور اذان
صحابہ کرام کی موجودگی میں جاری کی اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا اور جب یہ ہے تو اذان مذکور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق خلفاء راشدین کی سنت میں داخل ہے
جو لوگ اس اذان کو بدعت بتاتے ہیں یہ ان کی غلط فہمی ہے - حضرت مولانا محمد صاحب
دہلوی مرحوم اخبار محمدی یکم جنوری ۱۹۳۶ء پر اس اذان کو مسجد کے اندر کہلوانا بدعت سیئہ
قرار دیتے ہیں - قال الحافظ وبلغنی ان اھل الغرب الادنی الآن لا تاذین
عندھم سوی مرۃ - نیل الاوطار جزء ثالث صفحہ ۲۲۳ انما الاعمال
بالنیات ولکل امرء ما نوی حررہ ابوالخیر جبیب اللہ سعیدی عفی عنہ

سوال: مجھے نوکری کے باعث ظہر کے وقت ہمیشہ کی فرصت رہتی ہے اور عصر میں
فرصت نہیں ملتی کیا ظہر کے ساتھ عصر ملا کر پڑھنے کی اجازت ہے؟ **محمد عبدالحفیظ**

جواب: واقعی اگر وقت عصر نہیں ملتا تب ظہر کے ساتھ عصر جمع کر لیا کریں، صحیح بخاری
میں ملتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر و عصر اور مغرب عشاء جمع کی تھیں - اللہ اعلم
۵ دسمبر ۱۹۳۰ء

تشریح: قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا
وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَاءَہٗ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ
فَقَالَ لَہٗ قُمْ فَصَلِّ الظُّھْرَ حِیْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ الحدیث رواہ احمد
... والترمذی - ہر نماز کو اپنے اپنے وقت پر پڑھنا جیسا کہ قرآن و حدیث سے ثابت
ہے فرض ہے اور جمع تقدیم یا تاخیر حنفیہ کے نزدیک سوائے حج کے مطلقاً جائز نہیں

[1] - اس کتاب کو حضرت استاد الکل مولانا نذیر حسین محدث دہلوی نے جماعت اہل حدیث کے
لیے اپنی موجودگی میں طبع کرایا تھا (اخبار محمدی صفحہ ۱۸ - ۲۰ شوال ۱۳۵۶ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ شرح وقایہ و دیگر معتبرات فقہ میں ہے ولا یجمع فرضان فی وقت بلا حج اور شافعیہ اور محدثین کے نزدیک سفر میں جائز ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور بارش میں جمع کرنے کی کوئی صحیح و صریح دلیل کتب فقہ و حدیث سے پائی نہیں جاتی جیسا کہ ماہرین فقہ و حدیث پر مخفی نہیں اور حدیث ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جمع بین الظھر والعصر و بین المغرب والعشاء بالمدینۃ من غیر خوف ولا مطر قیل لابن عباس ما اراد بذالک قال اراد ان لا یحرج امتہ یعنی جمع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر و عصر کو اور مغرب و عشاء کو مدینہ میں بغیر خوف و بارش کے یہ جمع صوری پر محمول ہے جیسا کہ صحیح نسائی میں موجود ہے۔ حررہ محمد جمال الدین حافظ غلام رسول بن حافظ محمود ساکن امرتسر مسجد باغ والی عفا اللہ لہ۔ سید محمد نذیر حسین فتاویٰ نذیریہ ج اص ۲۷۰

سوال: آپ سے ہماری جماعت اہلحدیث کی یہ التماس ہے کہ ہمارے ہاں مسجد اہلحدیث میں پنجوقتہ اذان جو دی جاتی ہے وہ اس حدیث کے مطابق جو ذیل میں درج ہونے والی ہے اس پر عملدرآمد ہے) حدیث شریف یہ ہے۔ ان یشفع الاذان وان یوتر الاقامۃ (اذان دوہری اور اقامت اکہری) اس پر ہم لوگ عمل کر کے اذان میں لفظ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ دو مرتبہ کہتے ہیں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دو مرتبہ۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ دو مرتبہ۔ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ دو مرتبہ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ دو مرتبہ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ایک مرتبہ کہہ کر اپنی اذان پوری کر لیتے ہیں۔ اقامت میں اس کا نصف حصہ اس طرح کی اذان کو بعض علماء اہلحدیث جو ہمارے بیرون شہر سے آیا کرتے ہیں وہ معترض ہوتے ہیں اور صاف کہتے ہیں کہ یہ اذان سنت کے خلاف پائی جاتی ہے۔ اس کا ثبوت حدیث میں کہیں نہیں پایا جاتا الخ۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بارش کے دنوں میں مغرب کے اوّل وقت میں ہی مغرب کی فرض نماز کے بعد ہی اقامت عشاء کی کہہ کر باجماعت عشاء کی نماز بھی ادا کر لیتے ہیں۔ بارش کے موسم میں دو وقت کی نماز ملا کر ادا کر لینا جائز ہے یا نہیں؟ حدیث سے ثابت ہو تو تحریر کریں؟

جواب: اذان کی تفصیل صحیح مسلم میں آئی ہے جس میں کسی طرح کا اشتباہ نہیں۔ حدیث یہ ہے۔ عَنْ اَبِیْ مَحْذُوْرَةَ قَالَ اَلْقٰی عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ التَّاذِیْنَ هُوَ بِنَفْسِهٖ فَقَالَ قُلْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ (ترجیع کہنا ہو تو کلمہ شہادت کو پھر اسی طرح بلند آواز سے کہے) حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ یہ ہے اذان جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود سکھائی۔ تکبیر اس کی نصف ہو گی۔ صورتِ نزاع میں اللہ اور رسول کے حکم کی طرف رجوع کرنا واجب ہے فردوہ الی اللہ والرسول اور بلاچون وچرا تسلیم کرنا ضروری ہے ویسلموا تسلیما۔ (۲) صحیح بخاری میں روایت ہے کہ آنحضرت نے ایک دفعہ مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کی تھیں بغیر بارش اور بغیر خوف کے۔ اللہ اعلم۔

۲۶ ر ستمبر ۱۹۳۱ء

اذان کے بعض اسرار: ہمارے ارحم الراحمین رب عزوجل نے ہمارے سمجھانے کے لیے قرآنی آیتوں کو نازل کر کے فرمایا کِتَابٌ اَنْزَلْنَاہُ اِلَیْکَ مُبَارَکٌ لِّیَدَّبَّرُوْا اٰیَاتِہٖ وَلِیَتَذَکَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔

اسی طرح اس نے ہماری نصیحت اور بینائی کے واسطے مخلوقی آیات کو بھی پیدا کر کے فرمایا۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیَاتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔ اور پھر ان ہی کو اولوا الالباب (عقلمند) فرمایا جو آسمان اور زمین کے خلق میں تفکر کر کے کہتے ہیں رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اور نابینا کفار کی مذمت میں فرمایا۔ وَکَاَیِّنْ مِّنْ اٰیَۃٍ یَمُرُّوْنَ عَلَیْھَا وَھُمْ عَنْھَا مُعْرِضُوْنَ۔ اور فرمایا۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُکِّرَ بِاٰیَاتِ رَبِّہٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْھَا اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ۔

اسی بناء پر ہمارے ارحم الراحمین رب عزوجل نے (پنجوقتہ نمازوں کے وقت حکم فرمایا کہ اسلام اور مسلمانوں کے مؤذنین جب رات دن کے اختلافات اور طلوع وغروب کے تغیرات۔ اور آفتاب کے انقلابات میں اپنے رب العالمین عزوجل کے کبریار اور اس کی کمال قدرت اور اس کی وسیع رحمت کو ایک اور رنگ اور صورت میں دیکھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس تو بلند منارہ۔ بلند مقام پر بلند آواز سے۔ تمام بستیوں۔ تمام آبادیوں۔ بلکہ بر وبحر جبل وسہل میں پکار کر یہ اعلان کر دیں۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ مثلاً مؤذن نے اندھیری رات کی ظلمت میں صبح کی سفیدی کو دیکھ کر بلند مقام پر کھڑے ہو کر باآواز بلند چار مرتبہ پکارا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ کہ ہمارا اللہ عزوجل تمام مخلوقات اور تمام موجودات سے (ہر اعتبار) علی الاطلاق بہت بڑا ہے۔ دیکھو دیکھو اس وقت اس کی کبریائی۔ اس کی قدرت اور اس کی رحمت اور تربیت ایک اور رنگ میں ہے جس سے قطعاً یہ ثابت ہو گیا کہ تمام عالم علوی اور تمام عالم سفلی کا وہی رب۔ وہی حاکم اعلیٰ ہے اور تمام موجودات کے لئے وہی الٰہ اور لائق عبادت ہے اور اس کے ساتھ لائق عبادت تمام موجودات میں اور کوئی نہیں۔ سو میں ان عظیم الشان انقلابات سماویہ کو اور ان جلیل القدر تغیرات ارضیہ کو (جو اس کی عظمت اور اس کی وحدانیت کے واسطے از قسم براہین قاطعہ ہیں) دیکھ کر باآواز بلند دو دفعہ اعلان کرتا ہوں۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

کہ اس اللہ عزوجل کے سوائے (جس کی کبریائی اور یہ بادشاہی اور یہ قدرت ظاہر ہو رہی ہے) تمام موجودات اور تمام مخلوقات میں نہ اور کوئی لائق عبادت ہے اور نہ لائق دل بستگی۔ اور مبارک رسول جن کی یہ بصیرت بخش ہدایات اور ہمارے پاک کرنے اور اپنے پاک رب تعالیٰ تقدس سے ملانے کے واسطے یہ بصیرت بخش تعلیمات ہیں۔ میں باآواز بلند دو مرتبہ یہ گواہی دیتا ہوں۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہ بلاشک اور بے شبہ یہ محمدؐ ہمارے اللہ تعالیٰ اور ہمارے حاکم اعلیٰ عزوجل کا (سچا) رسول ہے (صلی اللہ علیہ وعلی آلہ ملا الدنیا وملا آخرۃ)۔

اور میں ان ہی الٰہی آیات سماویہ اور ان ہی نشانات ارضیہ کی طرف تم کو توجہ دلاتے ہوئے دو مرتبہ تاکید سے کہتا ہوں۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کہ تم بھی ان ہی آیات قدرت اور ان ہی علامات رحمت کو چشم بینا و دل دانا دیکھ کر نصیحت پکڑو۔ اور نماز کی طرف (جو ہمارے لئے بمنزلہ معراج المومنین اور روحانی دین کے لئے بمنزلہ ستون ہے) جلد آؤ۔ پس تم کو دوبارہ انہی الٰہی قدرتوں اور انہی روحانی تربیتوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے باآواز بلند بلاتا ہوں۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہ تم جلد آؤ۔ تاکہ ہم ... سب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے سب مل کر اس کے گھر (مسجد) میں حاضر ہو جاویں۔ اور اسی کے آگے ذکر کریں کہ جب تو ایسی قدرتوں اور ایسی تربیتوں اور ایسی رحمتوں والا ہے۔ تو ہم تیرے ان ہی اعلےٰ صفات کی برکات سے اپنے مقاصد دینیہ اور اپنے حوائج دنیویہ کے واسطے بکمال تضرع و عاجزی اور بکمال خشوع و خضوع عرض کرتے ہیں۔

باوجود اس کے ہمارے رحمان اور رحیم رب عزوجل نے اپنی وسیع رحمت اور اپنی کامل قدرت کے یہ عظیم الشان نشانات ظاہر کر دئیے ہیں تاکہ ہم دیکھ کر اس کے در رحمت کی طرف دوڑ جائیں۔ اور اس کے آگے گڑگڑا کر روئیں۔ تم خواب غفلت میں پڑے ہو۔ میں تم سبھوں کی خیر خواہی کرتے ہوئے دو مرتبہ اعلان کرتا ہوں۔ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہ اس خواب غفلت سے تو یہ بہتر ہے کہ ہم اسی کی کبریائی اور عظمت اور اسی کی قدرت اور رحمت کو دیکھ کر اس کے در رحمت پر بصورت نماز حاضر ہوں کہ اے پروردگار عالم جس طرح تو نے رات کی جہانگیر ظلمات کو دور کر دیا۔ اور ان کے بدلے صبح کی سفیدی اور یہ روشنی ظاہر کر دی۔ اسی طرح تو اپنی اسی قدرت کاملہ اور اپنی اسی رحمت واسعہ کے ساتھ ہماری دینی ظلمات کو دور کر دے جو اغیر اللہ کی طرف قلبی التفات۔ اور غیر اللہ کے ساتھ دل لگانے سے) ہمارے دلوں پر ظلمات بعضہا فوق بعض کی طرح تہ بہ تہ پڑے ہیں۔ اور اسی طرح تو ہمارے دنیوی مصائب کو بھی اپنے ان ہی کامل قدرتوں اور وسیع رحمتوں کے ساتھ دور کر دے جن کے سبب سے ہمارے مصائب زدہ دل ہموم اور غموم اور احزان کے بحار اور فکروں اور اندیشوں کے گردابوں میں غوطے کھا رہے ہیں۔ اور ان کے بدلے تو اپنی ہی صفات کے ساتھ ہم کو وہ جمعیت اور وہ انس والفت باللہ اور اطمینان بذکر اللہ مرحمت کر جس کے ساتھ ہمارے دلوں سے تمام دنیوی حاجات بالکل منقطع ہو کر دفع ہو جائیں۔ اور صرف تیرا عشق اور تیرے ملنے کا شوق ہمارے قلوب میں قائم دائم رہ جاوے۔ آمین۔

سو میں تم کو تسلیاں دیتے ہوئے یہ عظیم الشان خوشخبری اور بشارت سناتا ہوں

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

کہ ایسے ارحم الراحمین کے آگے (جس کی یہ کبریائی اور یہ عزت اور یہ عظمت اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ رحمت ہے) ہمارے دنیا اور آخرت کا درست کر دینا کیا مشکل ہے اور اس کے رحم سے کیا بعید ہے۔

علاوہ بریں یہ کہ اس وقت تو دعا بھی اچھی قبول ہوتی ہے۔ کیونکہ اس وقت تو ہمارے ارحم الراحمین رب عز وجل کی رحمانیت اور رحیمیت بایں طور ظہور میں آئی کہ ہم ارضی مخلوقات کی تربیت اور خدمت اور راحت کے واسطے اس نے اپنی سماوی مخلوقات اور اپنے فلکی مسخرات کو تحریک دے کر ہمارے ارضی ظلمات جہانگیر کو دور کر دیا۔ اور دن کی روشنی کو لے آیا (فسبحانہ ما اعظم شانہ) جس سے آفتاب نیمروز کی طرح (بالعلم الضروری) یہ ثابت ہو گیا کہ تمام جہان تمام موجودات تمام مخلوقات میں ہمارے اس مولیٰ ہمارے اس حاکم لغلئے عز وجل کے سوائے نہ اور کوئی لائق عبادت ہے اور نہ لائق دل بستگی ہے

دلآرامے کہ داری دل در و بند دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

الراقم عبد الواحد غزنوی عفی عنہ مرسلہ عبد الرحیم امرتسری از منٹگمری۔
۲۴ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ

سوال: اگر کسی شخص نے پائتابوں کے پہننے کے آگے وضو کر لیا اور بعد وضو پائتابہ پہنا اس کے بعد اس کو پھر وضو کی ضرورت ہو تو کیا پائتابوں پر وضو کر لینا ضروری ہے ؟ اگر پائتابوں پر سوراخ ہوں تو ایسے پائتابوں پر مسح کافی ہو گا ؟

جواب: پائتابہ (جراب) پر مسح کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ (ترمذی) شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فتاویٰ میں مفصل لکھا ہے۔ ۴ اکتوبر ۱۹۳۲ء

شرفیہ: جرابوں پر مسح کرنے کا مسئلہ معرکۃ الآرا ہے مولانا نے جو لکھا ہے بعض ائمہ امام شافعیؒ وغیرہ کا مسلک ہے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا بھی یہی مسلک ہے مگر یہ مسلک صحیح نہیں اس لئے کہ دلیل صحیح نہیں ہے۔ استدلال حدیث جامع ترمذی سے کیا جاتا ہے جو یہ ہے عن المغیرۃ بن شعبۃ قال توضأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومسح علی الجوربین والنعلین قال ابو عیسیٰ ھذا حدیث حسن صحیح انتھی واخرجہ ایضا ابو داؤد وابن ماجۃ واحمد وغیرہ وابن حسن وصححہ الترمذی لکنہ ضعفہ المحدث الکبیر

www.KitaboSunnat.com

عبدالرحمٰن بن مہدی و ابو داؤد و شیخ البخاری علی بن المدینی وغیرہم وقالوا الروایۃ عن المغیرۃ المسح علی الخفین لا الجوربین وفی الباب عن ابی موسیٰ وغیرہ ولا یثبت شیٔ منہا کما فی المطولات اور نیز یہ کہ حدیث مذکورہ بلفظ مسح علی الجوربین والنعلین ہے اور واؤ بمعنی مع ہے یعنی جوربین کے ساتھ نعلین پر دونوں پر مسح کیا نہ کہ صرف جوربین پر لہٰذا صرف جوربین پر مسح کا استدلال اس حدیث سے ثابت نہ ہوا ورنہ صرف نعلین پر بھی مسح کرنا لازم ہوگا واللازم باطل فالملزوم مثلہ نیز نیل الاوطار میں بحوالہ قاموس وغیرہ جورب کا معنی خف کبیر لکھا ہے اور خف چرمی ہوتا ہے اور اگر جورب سوتی اونی بھی تسلیم کیا جائے کہ ہوتی تھی یا ہوتی ہے تو پھر اس چیز کا ثبوت ہونا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جورب پر مسح کیا تھا وہ کس قسم کی تھی ولم یثبت تعیینہ واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال ہاں چند صحابہ رضوان اللہ علیہم سے مسح علی الجوربین ثابت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایسا نہیں کہ اس میں اجتہاد کو دخل نہ ہو تا حکماً حدیث مرفوع ثابت ہو، اس میں اجتہاد کو بھی دخل ہے اور علت منصوصہ نہیں جس سے استدلال صحیح ثابت ہو پھر صحابہ سے علت بھی منقول نہیں کہ کیا ہے نہ ہی روایت صاحب وحی سے نیز پھر یہ بھی ثابت نہیں کہ صحابہؓ نے صرف مجرد جوربین پر مسح کیا یا مع النعلین پر بلکہ بعض صحابہ سے جوربین کے ساتھ ہی نعلین پر ثابت ہے جیسے حضرت علیؓ اور براء بن عازب اور ابو مسعود انصاری کے جورب کی تعیین بھی ثابت نہیں کہ کس قسم کی تھیں چرمی یا غیر چرمی پھر یہ مسئلہ نہ قرآن سے ثابت ہوا نہ حدیث مرفوع صحیح سے نہ اجماع نہ قیاس صحیح سے نہ چند صحابہ کے فعل اور اس کے دلائل سے اور غسل رجلین نص قرآنی سے ثابت ہے لہٰذا خف چرمی (جس پر مسح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے) کے سوا جورب پر مسح ثابت نہیں ہوا۔ ہذا واللہ اعلم۔ ملاحظہ ہو نیل الاوطار ونصب الرایہ وغیرہ۔

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: ۔ ما قولکم ادام اللہ تعالیٰ فیوضکم فی المسح علی الجوربۃ الشائعۃ فی الامصار المنسوجۃ من الغزل او الصوف غیر منعلۃ ولا ثخینۃ الی آخرہ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجواب: المسح على الجوربة ليس بجائز لانه لم يقم على جوازه دليل صحيح وكل ما تمسك به المجوزون ففيه خدشة ظاهرة الى آخره.
كتبه محمد عبد الرحمٰن المباركفوري عفا الله عنه۔

سید محمد نذیر حسین

من شاء ان يطالع المسئلة مع التفصيلات مع ماله وما عليه فلينظر الفتاوى النذيرية كتاب الطهارة ص۱۹۳۔ تركناه مع التاسف لعدم السعة فى كتابنا هذا فنرجو من الناظرين الصفح والعفو (جامع)

(نوٹ) مزید تفصیلات کے لیے نیل الاوطار جلد اوّل ص۱۷۵ ملاحظہ ہو۔

سوال: جو ہمسایوں کی چوری کر کے کھائے اور نماز بھی پڑھے اس کی نماز جائز ہے یا نہیں۔

جواب: حدیث شریف میں آیا ہے کہ حرام کا کپڑا جب تک بدن پر ہے نماز قبول نہیں کھانا تو بہت زیادہ اثر رکھتا ہے فرمایا جو جسم حرام سے پلا ہو آگ ہی اس کو کھائے گی۔

۲۱ صفر المظفر ۱۳۴۳ھ

شرفیہ: مولانا نے جن دو حدیثوں کا ترجمہ پیش فرمایا ہے۔ وہ یہ ہیں من اشترى ثوبًا بعشرة دراهم وفيه درهم حرام لم يقبل الله له صلاة ما دام عليه انتهى رواه احمد والبيهقي وقال اسناده ضعيف مشكوة ص۲۴۳ ويؤيده ما اخرجه ايضا احمد والدارمي والبيهقي مرفوعا لا يدخل الجنة لحم نبت من السحت وكل لحم نبت من السحت كانت النار اولى به انتهى مشكوة ص۲۴۲ ج۲ ہر دو احادیث کا مفہوم وہی ہے جو مولانا نے فرمایا ہے۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: حضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندگی سے تا وفات شریف نماز میں ہاتھ سینے پر باندھتے اور پھر رفع یدین کرتے اور آمین بالجہر فرماتے رہے یا نہیں الخ۔

جواب: سینے پر ہاتھ باندھنے اور رفع یدین کرنے کی روایات بخاری اور مسلم اور ان کی شروح میں بکثرت ہیں ان دونوں فعلوں کو ناجائز کہنا صحیح نہیں۔ علمائے حنفیہ مثلاً مولانا عبد الحی لکھنوی مرحوم اور مولانا رشید احمد گنگوہی مرحوم بھی ان کے قائل تھے۔

۲۸ صفر ۱۳۴۳ھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرفیہ:۔ دوام کے سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس نماز پڑھنے پر دوام کیا ہے اور یقیناً کیا ہے تو پھر ان امور مذکورہ بالا پر جو احادیث متفقہ سے ثابت ہیں دوام ان کا بھی ثابت ہے ورنہ تفریق بذمہ مدعی ہے فعلیہ البیان بالبرہان و دونہ خرط القتاد اور سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث بحوالہ صحیح ابن خزیمہ بلوغ المرام میں بھی ہے۔ (۱۲۔ ابو سعید شرف الدین دھلوی)

تشریح۔ از قلم حضرت مولانا عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث مبارکپوری

علمائے اہل حدیث نماز میں سینہ پر ہاتھ رکھنے کے ثبوت میں تین حدیثیں پیش کرتے ہیں پہلی حدیث ان کے نزدیک صحیح مرفوع متصل غیر معلل اور غیر شاذ ہے جو صحیح ابن خزیمہ میں بلفظ فوضع یدہ الیمنی علی یدہ الیسریٰ علی صدرہ مروی ہے حافظ ابن حجرؒ درایہ، بلوغ المرام وغیرہ میں اور حافظ زیلعیؒ نصب الرایہ جلد اول ص۱۶۱ میں اور دوسرے مصنفین اپنی کتابوں میں اس حدیث کو ابن خزیمہ کی روایت بتاتے ہیں لیکن اس کی سند نہیں نقل کرتے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ (حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک بظاہر صحیح ابن خزیمہ کی یہ حدیث حسب ذیل سند سے مروی ہے عن محمد بن یحیی عن عفان عن همام عن محمد بن جحادة عن عبد الجبار بن وائل من علقمة بن وائل ومولی لهم عن ابیه انتهی اور اسی سند سے مسلم شریف میں یہ متن بغیر زیادت علی الصدر کے بایں الفاظ مروی ہے ثم وضع یدہ الیمنی علی الیسریٰ جلد اول ص۱۷۳ مولوی انور شاہ نے فیض الباری جلد دوم ص۲۶۶ میں نیموی نے آثار السنن ص۶۷ میں مولوی خلیل احمد نے بذل المجهود جلد ۲ ص۲ میں مولوی زکریا نے الاوجز میں علی الصدر کی زیادت کو معلل شاذ و غیر محفوظ اور حدیث کو مضطرب المتن بتایا ہے وجہ معلل ہونے کی مولوی انور شاہ مرحوم کے لفظوں میں یہ ہے لانه لم یعمل به احد من السلف ولا ذهب الیه احد من الائمة انتهی اور زیادۃ مذکورہ کے غیر محفوظ اور شاذ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ابن خزیمہ کے علاوہ اس حدیث کو امام احمدؒ نسائی ابوداؤد ابن ماجہ وغیرہ نے مختلف طریق سے روایت کیا ہے لیکن کسی طریق میں یہ زیادۃ نہیں ہے مولوی انور شاہ لکھتے ہیں۔ والحاصل ان روایة وائل وانما غیر واحد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولم یروها احد علی لفظ ابن خزیمة وانما رواها او بعد مرور الزمان فهو ساقط قطعاً فلا یحمل علیها مع فقدان العمل به انتهی اور مضطرب المتن ہونے کی وجہ نیموی کے لفظوں میں یہ ہے اخرج ابن خزیمة فی هذا الحدیث علی صدره والبزار عند صدره واخرج ابن ابی شیبة تحت السرة انتهی۔ زیادت مذکور کے شذوذ وحدیث مذکور کے اضطراب کا جواب تحفۃ الاحوذی جلد اول ص۲۱۶ اور ابکار المنن ص۱۰۱ و ۱۰۲ و ۱۰۳ میں لبسط وتفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔ اور معلل ہونے کی وجہ کا جواب دینے کی ضرورت نہیں جب کہ امام شافعیؒ سے ایک روایت علی الصدر کی آتی ہے جیسا کہ حاوی میں مصرح ہے اور اگر بالفرض کوئی اس کا قائل نہ بھی ہو تو یہ اس کے معلل اور غیر محفوظ اور ساقط الاعتبار ہونے پر دلالت نہیں کرتا لانه یحمل علی انه لم یبلغ الحدیث المذکور احد من الائمة الاربعة وغیرهم المشهورین واما ان کون الحدیث متروك العمل به فی قرن الصحابة والتابعین علامة نسخه او ضعفه کما یدل علیه کلام المنار کما صرح به فی التلویح فهو مما لا یلتفت الیه وقد رد علیه الشوکانی فی ارشاد الفحول والعلامة جمال الدین القاسمی فی قواعد التحدیث۔

دوسری حدیث مسند احمد میں بسند ذیل مروی ہے جو عند الحنفیہ بھی حسن ہے قال الامام احمد فی مسنده حدثنا یحیی بن سعید عن سفیان ثنا سماك بن قبیصة بن هلب عن ابیه قال رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم الخ نیموی نے اس حدیث میں بھی علی صدره کو غیر محفوظ بتایا ہے جس کا جواب حضرت شیخ نے تحفۃ الاحوذی اور ابکار المنن میں بالتفصیل مرقوم فرمایا ہے۔

تیسری حدیث مراسیل ابی داؤد میں مروی ہے۔ (مرسلہ مولانا محمد بن عبد اللہ مدرس بلی منگا)

سوال: صدر یعنی سینہ پر ہاتھ باندھنا نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا نہیں

جواب: سینہ پر ہاتھ باندھنا نماز میں صحیح احادیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ثابت ہے حدثنا یحیی بن هلب عن ابیه قال رأیت النبی صلی الله علیه وسلم ینصرف عن یمینه وعن شماله ویضع یده علی صدره

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ووصف يحيى اليمنى على اليسرى فوق المفصل رواه الامام احمد في مسنده اخبرنا ابو سعيد احمد بن محمد الصرفي قال انبانا ابو احمد بن عدى الحافظ انبانا ابن ساعد حدثنا ابراهيم بن سعيد حدثنا محمد بن حجر الحضرمي حدثني سعيد بن عبد الجبار بن وائل عن ابيه عن امه عن وائل بن حجر قال حضرت رسول الله صلى الله عليه وسلم نهض الى المسجد ثم رفع يديه بالتكبير ثم وضع يمينه على اليسرى على صدره رواه البيهقي في السنن الكبرى ان روایات سے سینہ پر ہاتھ باندھنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں ثابت ہوگیا۔ واللہ اعلم

المجیب ابوالبرکات محمد عبدالحی تقی عرف صدر الدین احمد حیدرآبادی :

الجواب صحیح والرای نجیح　سید محمد نذیر حسین　فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص ۳۰۲

سوال: مسبوق سلام پھیرنے سے پہلے التحیات۔ درود نہ پڑھے ورنہ نماز باطل ہے کیا ایسی کوئی حدیث صحیح صریح مرفوع ہے؟ اگر ہے تو عربی مع ترجمہ اردو بحوالہ کتب تحریر فرمائیں۔

جواب: اخبار اہل حدیث ۱۰ مئی ۱۹۲۷ء کے سوال نمبر ۱۳۳ کا جواب یوں ہے کہ دو سلام دینے کا جو طریق بعد تشہد میں آیا ہے اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ سلام سے پہلے تشہد ہونا ضروری ہے " وہ حدیثیں کتنی ہیں بحوالہ کتب تحریر کریں۔

جواب۔ مسبوق (جو امام کے ساتھ ایک دو رکعتیں پڑھ چکنے کے بعد ملا ہو) اس کے متعلق علماء سلف کا اختلاف چلا آیا ہے۔ بعض کہتے ہیں اس نے جتنی نماز امام کے ساتھ پائی ہے بالترتیب اس کی ایسی ہی ہے اور جو رہ گئی ہے وہ اس کی پچھلی ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ جو رکعت اس کی گئی ہے وہ پہلی تھی اس لئے جب یہ کھڑا ہو کر پڑھے گا تو پہلی پڑھے گا۔ سائل کے جواب میں اول گروہ کے مذہب کے مطابق اخیر میں التحیات اور درود ضرور پڑھنے ہوں گے۔ کیونکہ اس کی پچھلی ہے اور پچھلی میں التحیات اور درود آیا ہے كان يقول في كل ركعتين التحية (مسلم) یعنی آنحضرت ہر دو رکعتوں کے بعد التحیات پڑھا کرتے تھے اس کے بعد درود پھر سلام۔

دوسرے گروہ کے نزدیک مسبوق کی یہ پہلی رکعت ہے اس لئے اس میں التحیات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور درود نہیں مگر سلام وہ بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ کان یختم الصلوٰۃ بالتسلیم (مسلم) نماز کو سلام کے ساتھ ختم کرتے تھے۔ جمادی الاوّل ۱۳۴۴ھ

سوال: بعد نماز صبح اور بعد نماز جمعہ کے مصافحہ کرنا کیسا ہے اور اس کے بارہ میں کیا حکم ہے؟

جواب: مصافحہ ہر سلام کے بعد سنت ہے مگر ان اوقات کی خصوصیت کرنا بدعت ہے۔ ۲۷ رجمادی الثانی ۱۳۴۴ھ

سوال: اس اطراف میں لوگ عموماً ایک رکعت وتر نماز پڑھتے ہیں اور بعد رکوع کے ہاتھ اٹھا کر دعا قنوت پڑھتے ہیں۔ اور اکثر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ کھلے ہاتھ قبل رکوع دعا قنوت پڑھتے ہیں۔ تو جواب طلب یہ ہے کہ ایک رکعت وتر نماز اور اس میں مندرجہ بالا طریق پر دعا کرنا حضور انورؐ سے ثابت ہے کہ نہیں؟ اگر نہیں ہے تو ایسا کرنا بدعت ہے یا ممنوع؟

جواب: ایک رکعت وتر ثابت ہے بلکہ امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ تو کہتے ہیں "رکعة واحدة اثبت"۔ ایک رکعت زیادہ ثابت ہے (سفر السعادت) اس میں دعا قنوت کا پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بروایت صحیحہ ثابت نہیں۔ بعض صحابہ پڑھتے تھے۔ ہاتھ باندھ کر پڑھے یا کھلے۔ اس میں کوئی فرق نہیں۔ ۱۲ رمضان ۱۳۴۶ھ

سوال: رواج ہے کہ لوگ نفل نماز ہمیشہ بیٹھ کر پڑھا کرتے ہیں تو کیا رسول صلعم ہمیشہ نماز نفل بیٹھ کر ہی پڑھتے تھے؟ اگر نہیں تو دستور کر لینا اور ہمیشہ بیٹھ کر ہی پڑھنا بدعت ہے یا نہیں؟

جواب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات نفل بیٹھ کر پڑھے ہیں مگر قانون یہ فرمایا کہ بیٹھ کر نفل پڑھنے کا ثواب کھڑا ہونے کی نسبت نصف ہے۔ ۱۲ رمضان ۱۳۴۴ھ

سوال: اللہ تعالیٰ نے بندوں پر دن اور رات میں پانچ وقت کی نماز فرض کی ہیں۔ اس میں کوئی نماز دو رکعت اور کوئی تین رکعت اور کوئی چار رکعت الیسی کم و بیش کیوں ہوئی ہیں؟ اور فجر کی نماز صبح صادق میں اس کے بعد آدھا دن گذرنے پر ظہر کی نماز۔ اس کے بعد تین گھنٹہ کے عصر کی نماز پھر مغرب پھر عشاء۔ اب عقل چاہتی ہے کہ دن اور رات کے پانچ حصے کر کے ہر ہر حصے پر ایک ایک نماز پڑھی جائے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ پانچ نمازیں اگلے زمانہ کے کئی پیغمبروں پر ایک وقت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر کے فرض کی گئی تھی۔ اگر یہ صحیح ہو تو مع ان پیغمبروں کے نام کے کون نماز کس پر فرض تھی تحریر فرمائیں۔

جواب: صبح کی دو رکعت فرض ہیں تو وقت کے لحاظ سے۔ کیفیت میں دو بھی چار سے زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں۔ مغرب کے وقت بوجہ مشغولی ایک رکعت کم کر دی ہے۔ لوگ صبح اٹھ کر کچھ وقت ضروریات میں لگے رہتے ہیں اس لئے آجکل کے حساب سے تقریباً دس بجے تک کا وقت کاٹ کر باقی اوقات نمازوں کے پورے پورے ہیں حساب لگا کر دیکھ لیں پہلے پیغمبروں پر بھی مختلف اوقات میں نماز فرض تھی ایک ہی وقت میں نہ تھی جس کا ثبوت آجکل یہودیوں کے عمل سے ملتا ہے۔ ۱۷ رمضان ۱۳۴۵ھ

سوال: دن اور رات میں تین وقت یعنی وقت طلوع آفتاب اور وقت غروب آفتاب اور ٹھیک دوپہر میں سجدہ و صلوٰۃ کرنی کیوں منع اور حرام ہوا اور حدیث شریف لانھا تطلع بین قرنی الشیطان اس کی تشریح کیا ہے؟

جواب: صحیح بات یہ ہے کہ ان اوقات میں سجدہ کرنے کی قباحت پیغمبر علیہ السلام کو روحانی طور پر معلوم ہوئی ہے جو ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھی جاتی نہ بیان کی جاتی ہے نہ سمجھ میں آتی ہے۔ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ۔ ۱۶ رمضان ۱۳۴۶ھ

سوال: جمعہ کا خطبہ بہت لمبا یا بہت کم کرنا یا مختصر کرنا کچھ وقت مقرر ہے یا نہیں ہمارے پیش امام خطبہ ہمیشہ اپنی مرضی کے موافق پڑھتے ہیں کسی جمعہ کو پندرہ منٹ میں ختم کرتے ہیں اور کسی جمعہ کو دو بجے سے بھی زیادہ۔ کیا حدیث شریف کے موافق ہے یا نہیں؟

جواب: وقت تو مقرر نہیں ہاں حدیث شریف میں اتنا آیا ہے کہ خطبہ کا چھوٹا کرنا اور نماز لمبی کرنا عقلمندی کی علامت ہے۔ ۲۳ رمضان ۱۳۴۶ھ

سوال: میں وتر کی تین رکعتیں اس طرح پڑھتا ہوں کہ درمیانی التحیات نہیں پڑھتا اخیر کا پڑھتا ہوں۔ لوگ کہتے ہیں۔ یہ مسئلہ ہم نے کتابوں میں نہیں دیکھا۔ مجھے حافظ عبدالمنان صاحب نے بتایا تھا۔ کس کتاب میں یہ مسئلہ ہے؟

جواب: تین وتر پڑھنے میں حدیثیں آئی ہیں ایک میں تو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین وتر تھے۔ ایک حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ آنحضرت سے روایت کرتے ہیں کہ لا توتروا بثلاث (تین وتر مت پڑھا کرو) ان دو مختلف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیثوں کو علماءِ حدیث نے یوں جمع کیا ہے کہ منع ان تین وتروں سے ہے جن میں درمیانی قعدہ مثل نماز مغرب کے ہو۔ اور اجازت اُن وتروں کی ہے جن میں قعدہ درمیانی نہ ہو۔ چنانچہ نیل الاوطار میں ہے۔ جمع الحافظ بین الاحادیث بحمل احادیث النھی علی الایتار بثلاث بتشھدین لمشابھۃ ذلک لصلوٰۃ المغرب واحادیث الایتار... بثلاث علی انھا متصلۃ بتشھد فی آخرھا وروی ذالک عن جماعۃ من السلف (جلد ۲ صـ۲۸۱) (طبع جدید ج ۳ صـ۳۱ محمد داؤد راز)

(یعنی حافظ ابن حجر شارح بخاری نے ان دو مختلف حدیثوں میں یوں تطبیق دی ہے کہ جن حدیثوں میں تین وتر پڑھنے سے منع آیا ہے اُن سے دو قعدوں والے تین مراد ہیں کیونکہ اس طرح شام کی نماز سے وتروں کی مشابہت ہو جاتی ہے۔ اور جن احادیث میں اجازت پائی جاتی ہے اُن سے مراد ایک قعدہ والے تین وتر ہیں سلف کی ایک جماعت سے بھی یہ طریقہ منقول ہوا ہے۔ اللہ اعلم! ۱۴ شوال ۱۳۴۶ھ

وتروں میں دعاءِ قنوت ، بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ رمضان شریف میں اگر کوئی غیر مقلد اہلحدیث یا مقلد شافعی مذہب تراویح کے بعد وتر کی نماز جماعت سے پڑھا وے جس میں وہ تیسری رکعت میں خلاف طریقہ حنفیہ رکوع کے بعد کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعاء قنوت پڑھے پھر سجدے میں جا دے تو ایسے امام کی اقتداء میں حنفی المذہب مقلد کی نماز درست ہو گی یا نہیں" بینوا توجروا۔

الجواب : نماز درست ہو گی۔ اور حنفی المذہب مقلد کو امام کی متابعت قراءت قنوت میں کرنی چاہیئے۔ فقط۔ واللہ اعلم بالصواب" حررہ (مولانا) عبدالصمد رحمانی مفتی خانقاہ رحمانیہ مونگیر۔ (اہلحدیث امرتسر صـ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۴۲ھ)

سوال ؛ مقتدی جب سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى سُنے تو امام کے ساتھ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰى پڑھے یا نہ۔ اسی طرح اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ سُن کر بَلٰى وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ پڑھے یا نہ؟

جواب ؛ حدیث شریف میں اتنا آیا ہے کہ جو کوئی اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ پڑھے وہ بَلٰى کہے۔ سننے والے کی بابت میرے ناقص علم میں کوئی حکم نہیں۔ الّا واقعۃ الجن پہ قیاس کیا جاتا ہے جس میں ذکر ہے کہ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ کے جواب دینے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی حضور علیہ السلام نے ترغیب فرمائی تھی کہ جواب میں کہا کرو لا بشیءٍ من نعمك ربنا نكذب فلك الحمد۔ یہ تعلیم الرحمٰن کے متعلق ہے مگر قیاس کیا جاتا ہے کہ اس قسم کے اور سوالات کے جوابات دینے بھی جائز ہیں۔

۲۷ ذیقعدہ ۱۳۴۸ھ

سوال: عید کی نماز بدون بارش یا بدون کسی عذر شرعی کے مسجد میں پڑھنے کا ثبوت اور عید کی نماز کے بعد چندہ کر کے یا وقف کردہ زمین کے اخراجات سے کھانا تیار کر کے کھانا اور کھلانا اور اس کو لازم ضروری جاننا شرع میں جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بغیر عذر کے نماز عید بستی میں پڑھنی خلاف سنت ہے۔ چندہ اگر کھانے کے لئے ہے تو اس کا کھانا کھلانا جائز ہے۔ اور اگر اور غرض کے لئے ہے تو اسی غرض میں لگانا ضروری ہے۔ ایسا ہی وقف زمین بھی اگر دعوت مسلمین کے لئے موقوفہ ہے تو اس کا کھانا کھلانا جائز ہے۔ اور اگر وہ کسی خاص غرض کے لئے وقف ہے تو اسی غرض میں اس کو استعمال کرنا چاہیئے۔

۴ ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ

سوال: عید کے روز بعد نماز سب لوگ معانقہ مصافحہ کرتے ہیں جس سے اظہار خوشی ہوتی ہے اور بعض لوگوں میں جو خفیف رنجش رہتی ہے اس ذریعہ اکثر دور ہو جاتی ہے۔ اس کو سنت سمجھ کر نہیں کرتے ہیں بلکہ صرف اظہار خوشی کے لئے۔ بعض لوگ اس کو منع کرتے ہیں۔ عید کا معانقہ مصافحہ بعد نماز کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: مصافحہ بعد سلام آیا ہے عید کے روز بھی بنیت تکمیل سلام مصافحہ کریں تو جائز ہے بنیت خصوص عید بدعت ہے کیونکہ زمانہ رسالت اور خلافت میں مروج نہ تھا۔

۴ ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ

تعاقب نمبر (۱)۔ کسی گذشتہ اشاعت اخبار میں کسی سوال کے جواب میں بابت حدیث "اثنان فما فوقهما جماعة" آپ نے جواب دیا ہے کہ مختار مذہب یہی ہے کہ ایک امام اور دو مقتدیوں سے جماعت ہو سکتی ہے۔ اس واسطے آپ کی اطلاع کے لئے یہ خط لکھا جاتا ہے کہ امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے "باب اثنان فما فوقهما جماعة" اور بطور استدلال یہ ٹکڑا حدیث کا لائے ہیں۔

عن مالك ابن الحويرث عن النبي صلى الله عليه وسلم قال اذا حضرت الصلاة فاذنا واقيما وليؤمكما اكبركما۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن حجر بعد تخریج حدیث باب یعنی اثنان فما فوقہما اور بعد جواب ست اعتراضات بر استدلال کردن امام بخاری حدیث مالک بن الحویرث را بر مدعائے خود تحریر فرماتے ہیں۔

واستدل بہ علی ان اقل الجماعۃ امام وماموم اجمعہ من ان یکون الماموم رجلا او صبیا او امرأۃ الخ (فتح الباری شرح البخاری صفحہ ۹ المجلد الثانی مصری)

اور نیز یہ خود آپ کے عمل کے مخالف ہے۔ آپ جب مولوی فاضل کا امتحان دینے گئے ہیں تو یونیورسٹی کے احاطہ میں آپ نے اور میں نے جمعہ پڑھا تھا۔

عبد الحی از ٹنڈہ آدم ضلع نواب شاہ سندھ

جواب آپ کا تعاقب صحیح ہے میں رجوع کرتا ہوں۔ اہلحدیث امرتسر ۱۲ صفر ۱۳۵۸ھ۔

سوال: سویا ہوا آدمی اس وقت جاگے جس وقت آفتاب طلوع یا غروب ہو رہا ہو تو ایسے شخص کو اسی وقت نماز پڑھنی ہوگی یا تھوڑی دیر رکے تاکہ آفتاب پورا طلوع یا غروب ہو جائے؟

جواب: حدیث شریف میں آیا ہے نیند میں قصور نہیں مسلمان اگر نیند میں بے اختیار پڑا رہے تو جس وقت جاگے وہی اس کا وقت ہے۔ اس کے بعد علماء دو گروہ ہو گئے ہیں۔ ایک گروہ تو یہی کہتا ہے کہ جب جاگے پڑھ لے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے اوقات مکروہہ میں نہ پڑھے بلکہ ذرا دیر کے بعد جائز اوقات میں پڑھے۔ ان دونوں خیالوں میں سے جو خیال کسی کو پسند ہو اختیار کرے۔ اللہ اعلم۔

۸ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ

سوال: ایک شخص اپنے شوق سے مسجد میں اذان اور تکبیر کہتا ہے۔ اس مسجد میں امام و مؤذن دونوں موجود ہیں لیکن وہ شخص ان سے اجازت لے لیتا ہے اور مؤذن اس کو اجازت بھی دے دیتا ہے۔ اگر شخص مذکور اذان سے رہ جاتا ہے تو اجازت لے کر تکبیر پڑھ لیتا ہے۔ لیکن مسجد کا متولی جو ہے وہ اس بات کو جبراً منع کرتا ہے کہ سوائے مؤذن کے نہ کوئی اذان کہے نہ تکبیر کہے از روئے شرع متولی ٹھیک کرتا ہے یا غلط؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: متولی مسجد کا منتظم ہے اس کا حکم ماننا چاہیے۔ ہاں اگر مؤذن اول کی اجازت کے ساتھ مؤذن ثانی کے اذان دینے میں کوئی نقصان یا بدانتظامی پیدا نہ ہو تو متولی کو بھی سختی نہ کرنی چاہیے آواز کا کمزور یا کسیہ ہونا بھی ایک باعث ہے کہ ثانی کو روکا جائے۔ الحدیث (انہ اندیٰ صوتاً) (۱۵ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ)

تصحیح[1] جریدہ فریدہ الحدیث مجریہ ۳۰ صفر ۱۳۵۶ھ کے سوال کے جواب میں حضور نے تحریر فرمایا کہ "ان لوگوں کا خیال ہے کہ جس زمین پر نماز پڑھی جائے وہ زمین (قیامت کے دن) گواہی دے گی اس لیے بعد فرض کے) وہ جگہ بدل کر سنت پڑھتے ہیں۔ آیت یا حدیث میں ایسا کرنے کا حکم مجھے یاد نہیں" تو واقعی تبدیل مکان کی علت دیگر محدثین نے بھی یہی لکھی ہے۔ ممکن ہے علت یہی ہو یا کچھ اور اللہ اعلم۔ لیکن قطع نظر اس سے احادیث میں بھی حکم موجود ہے کہ ایک نماز کو دوسری نماز سے نہ ملایا جائے بلکہ جگہ تبدیل کرے یا دونوں کے درمیان کچھ بات کرے۔ مگر تحریر جواب کے وقت حضور کے ذہن میں وہ حدیثیں مستحضر نہ تھیں۔ لہٰذا بطور یاد دہانی ذیل میں درج کرتا ہوں۔

(۱) عن السائب بن یزید قال صلیت معه (ای معاویة) الجمعة فی المقصورة فلما سلم الامام قمت فی مقامی فصلیت فلما دخل ارسل الیّ فقال لا تعد لما فعلت اذا صلیت الجمعة فلا تصلها بصلوة حتی تکلم او تخرج فان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم امرنا بذالک ان لا توصل صلوة بصلوة حتی نتکلم او نخرج (مسلم جلد اصـ۲۸۸)

(۲) قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لا یصلی الامام فی الموضع الذی صلی فیه حتی یتحول (ابو داؤد مع عون المعبود ج ۱ صـ۲۳۷ وابن ماجہ مجتبائی صـ۱۰۱) (۳) عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال ایعجز احدکم اذا صلی ان یتقدم او یتاخر او عن یمینه او عن شماله یعنی السبحة (ابن ماجه صـ۱۰۲)

---

[1] یہ سلسلہ تعاقب اکثر مقامات پر مسئلہ متعاقبہ وہیں آگیا ہے۔ فافہم۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پچھلی دونوں حدیثوں کی سند میں اگرچہ کچھ کلام ہے لیکن حدیث اول سے ان کی تائید ہوتی ہے۔ والسلام۔ نیاز آگیں نجم الدین غفرلہٗ پٹنوی از مدرسہ اہلحدیث مقام کاکنڈ ضلع بہار پرگنہ۔

مفتی آپ کی پیش کردہ حدیثوں کا مضمون وصل فصل ہے۔ تبدیل مقام لازم نہیں۔ اس لئے میں نے اس حدیث سے استدلال نہیں کیا۔ واللہ اعلم! (۲۹ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ)

سوال: ایک ایسی جگہ محفوظ ہے کہ اس کے چاروں طرف دیوار ہے جیسے گھر کا آنگن۔ اس میں برہنہ ہوکر مرد ہو یا عورت غسل کرے تو غسل سے پہلے وضو رہ سکتا ہے اور اس سے نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور اس شخص کا برہنہ ہوکر آنگن میں غسل کرنا از روئے شریعت درست ہے یا منع؟ حالانکہ نہانے والے کو یہ بخوبی معلوم ہے کہ دروازہ بند ہے اب بجز اکیلے کے سوائے یہاں نہ کوئی ہے نہ کوئی آسکتا ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ مذکر ہو یا مؤنث برہنہ نہانے کے متعلق دونوں کا ایک ہی حکم ہے یا جدا جدا؟

جواب: اگر کوئی شرارت مدنظر نہیں تو ایسی جگہ غسل کرنا ایسا ہی جائز ہے جیسے غسل خانہ میں جائز ہے۔ غسل سے پہلے جو وضو کیا ہے بحال رہے گا۔ عورت مرد دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔

(۴ جمادی الاول ۱۳۴۳ھ)

سوال: جس شخص کا ایک ہاتھ کہنی تک زخمی ہوگیا ہو وہ ایک ہاتھ سے مسح کرسکتا ہے قعدہ میں بیٹھتے وقت دایاں گھٹنا کھڑا کرکے اس پر کہنی رکھ لے اور رکوع و سجود اشارہ سے کرے تو کیا نماز درست ہو جائے گی۔

جواب: نماز جس طرح ہوسکے پڑھ لے۔ قال اللہ تعالیٰ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا۔ اللہ اعلم! (اہلحدیث امرتسر ص ۱۳، ۱۴ فروری ۱۹۲۱ء)

سوال: کیا امام مقتدیوں سے ایک ہاتھ اونچا کھڑا ہوسکتا ہے؟

جواب: امام کو مقتدیوں سے اونچا کھڑا ہونا بجز کسی خاص اہم ضرورت کے جائز نہیں دارقطنی میں روایت ہے۔ نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقوم الامام فوق شیئ والناس خلفہ یعنی اسفل منہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ امام مقتدیوں سے اونچا کھڑا ہو۔ (۱۸ اپریل ۱۹۲۱ء)

سوال: آمین بالجہر کہنے والے کو کسی صورت میں مسجد سے نکالنا جائز ہے یا نہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض لوگ تفسیر احمدی کی عبارت ذیل سے دلیل پکڑتے ہیں کہ ان کو مسجد میں نہ آنے دیا جائے۔ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ یَعُمُّ الْمُبْتَدِعَ وَالفاسق والکافر والقعود مع کلھم ممتنع۔ (تفسیر احمدی صہ ۲۵۵- از ملاجیون قدس سرہ) یعنی قوم ظالمین جن کے پاس اللہ تعالیٰ نے بیٹھنا حرام فرمایا مبتدع فاسق اور کافر سب کو شامل ہے۔ لہٰذا ان سب کے پاس بیٹھنا حرام ہے اسی طرح ایسے لوگوں کے متعلق یہ روایت بھی بیان کرتے ہیں۔ ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم یعنی اپنے کو ان سے دور رکھو اور ان کو اپنے سے دور کرو۔

کیا اس آیت اور روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آمین بالجہر کہنے والے کو مسجد سے نکال دینا چاہیے یا ان کا مطلب اور کچھ ہے۔

جواب: آمین بالجہر ایک ایسا فعل ہے جو صحابہ کرام سے لے کر آج تک امت مسلمہ کے بہت سے فرقوں میں سنت مانا گیا ہے۔ جن چار اماموں کی تقلید کرتے ہیں ان میں بھی اکثر آمین بالجہر سنت مانتے ہیں۔ اس لئے ایسا فعل کرنے والے کو مسجد سے نکالنا کسی طرح جائز نہیں۔ ایسے شخص کو بدعتی سمجھ کر مسجد سے نکالدینا یا اس کو عبارات مذکورہ کے ماتحت لانے کی کوشش کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ جو فعل سب ائمہ دین یا اکثر یا بعض کے نزدیک سنت کے درجے تک پہنچ چکا ہو اس کے کرنے والے کو بدعتی ۔۔ کہنے والا سخت غلطی کرتا ہے۔ جسٹس سید محمود جج ہائی کورٹ الہ آباد نے مفصل بحث کرکے ثابت کیا تھا کہ آمین بالجہر ان فعلوں میں سے ایک ہے جن کے لئے مسجد بنائی جاتی ہے۔ چاہے اس میں کسی امام کا اختلاف بھی ہو۔ پس ایسے فعل کو بدعت کہنے والا معاذاللہ سخت مجرم ہے۔ کیونکہ اس کا یہ فتویٰ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ سے لے کر بغداد کے بڑے پیر صاحب تک پہنچتا ہے۔ یہ سب حضرات آمین بالجہر کے قائل ہیں لہٰذا ایسے فعل کو بدعت کسی طرح نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ بدعت اس فعل کو کہا جاتا ہے جو شریعت سے ثابت نہ ہو جیسے قبروں پر گنبد بنانا یا چراغ جلانا یا تعزیہ بنانا وغیرہ ایسے کام کرنے والے بدعتی ہیں اور عبارات مذکورہ انہی کے حق میں وارد ہیں کہ ان کے ساتھ دوستانہ رنگ میں نشست و برخاست نہ کی جائے۔ لیکن اگر یہ لوگ بھی مسجد میں نماز پڑھنے آئیں تو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کو بھی نہ روکا جائے۔ کیونکہ قرآن شریف میں ایسا کرنے سے منع آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا۔ پریوی کونسل لندن کا فیصلہ اس سے بڑھ کر ہے۔ یعنی آمین بالجہر کہنے والے کو مسجد سے نکالنا تو کیا امامت سے علیحدہ بھی نہ کیا جائے۔ ایسے لوگوں کے جواب میں صرف ایک ہی واقعہ کافی ہے کہ دہلی کی جامع مسجد جو گویا سارے ہندوستان کی جامع مسجد ہے اس میں آمین بالجہر کہنے والے کو کوئی نہیں روکتا۔ چاہے آمین کہنے والا تمام نمازیوں میں اکیلا ہو۔ اسی طرح مکہ شریف اور مدینہ شریف بلکہ کل اسلامی ممالک میں آمین بالجہر کہنے سے نہیں روکا جاتا۔ پس مسلمانوں کو ایسے کام سے بچنا چاہیے جس کو قرآن شریف نے بہت بڑا ظلم قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

۲۷ رجون ۱۹۴۷ء

سوال: اعضاء وضو میں سے کسی عضو کو بوجہ تکلیف اور خوف زیادتی مرض کے پانی نہ لگا سکیں تو زید کہتا ہے کہ ایسی حالت میں صرف تیمم کافی ہے۔ کیونکہ ارشاد خداوندی ہے کہ اگر تم بیمار ہو تو تیمم کر لو۔ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ اگر انسان کا ایک عضو بیمار ہو تو تمام بدن بیمار ہوتا ہے۔ وان اشتکی عینه اشتکی کله الخ لہٰذا امر مذکور ان کنتم مرضیٰ میں داخل ہے اور اس کے لئے تیمم کافی ہے۔ بکر کہتا ہے کہ ایسے نہیں بلکہ اس کو عضو بیمار کے لئے پہلے تیمم کر لینا چاہیے۔ باقی اعضاء کا وضو اور بیمار عضو کے لئے پھر مسح کی کوئی ضرورت نہیں اور دلیل حضرت جابرؓ کی حدیث بیان کرتا ہے جس کے آخر الفاظ نبوی یہ ہیں۔ انما كان يكفيه ان يتيمم ويعصب على جرحه خرقة ثم يمسح عليها ويغسل سائر جسده (مشکوٰۃ ص۵۵)
زید کہتا ہے ویعصب والی واؤ بمعنی اَوْ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یا صرف تیمم کرے یا مسح کر کے غسل کرے۔ ہر دو میں سے کون صحت پر ہے۔

جواب: اعضاء وضو سے اگر ایک عضو بیمار ہو تو باقی اعضاء دھو کر بیمار عضو پر مسح کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِذَا اَمَرْتُكُمْ بِاَمْرٍ فَاْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ (بخاری ومسلم) جب میں تمہیں کوئی حکم دوں تو جتنا تم حسب طاقت کر سکو وہ کر لو۔ اور واؤ کو بمعنی اَوْ کہنا ترک حقیقت ہے جو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلا استحالہ حقیقت کے جائز نہیں ہے۔ (یکم مارچ ۱۹۴۰ء)

سوال: حدیثوں میں آیا ہے کہ رسول اللہؐ نے اکثر خصوص نوازل و واقعات ہائلہ کے موقع پر نماز مغرب اور نماز فجر میں دعاء قنوت پڑھی ہے۔ اور حضرت امام حسنؓ نے فرمایا تھا کہ حضور رسول اللہؐ نے مجھ سے فرمایا کہ تم وتروں میں دعاء قنوت اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ الخ پڑھا کرو لیکن وتروں میں پڑھنے کا تو احادیث صحیحہ میں ثبوت نہیں۔ البتہ نماز فجر میں ضرور ہے اور مغرب میں لیکن نماز فجر میں دُعا قنوت کا ثبوت ہونے کی بابت مولانا ثناء اللہ صاحب کا فتویٰ ہے۔ لیکن حال میں ایک مولوی صاحب نے اہلحدیث میں چھپوایا ہے کہ دعائے قنوت کا ثبوت نماز فجر میں صحیح حدیث سے نہیں بلکہ صرف مغرب میں ہے۔ لہٰذا مولانا ثناء اللہ صاحب سے خصوصاً اور مولانا ابو القاسم صاحب بنارسی و مولوی احمد اللہ صاحب دہلوی و مولوی محمد صاحب دہلوی سے التجا ہے کہ وہ بذریعہ اہلحدیث اعلان کر دیں کہ آیا نماز فجر و مغرب میں دعاء قنوت کا ثبوت صحیح حدیث سے ہے یا نہیں۔ (سید عبد الغفار)

جواب: صحیح بات یہ ہے کہ آنحضرت صلعم سے صبح کی نماز میں قنوت پڑھنا ثابت ہے جس کے منسوخ ہونے کی کوئی دلیل نہیں اور مصیبت عامہ کے وقت بعض صحابہؓ نے پانچوں نمازوں میں قنوت پڑھی ہے۔ حنفیہ کرام بھی مصیبت عامہ کے وقت قنوت پڑھنے کی اجازت ... دیتے ہیں جس صحابی نے اپنے بیٹے کو کہا تھا کہ یہ بدعت ہے ایسا کہنا یا تو اس کے عدم علم پر مبنی ہے یا انہی معنے میں ہے جن معنی میں حضرت عمرؓ نے جماعت تراویح کو نعم البدعۃ ھذہ کہا تھا یعنی ایسا مسنون فعل جو متروک ہونے کے بعد جاری ہو جائے۔ بہرحال اس عدم علم سے روایات مثبتہ غلط نہیں ہو سکتیں۔ (۲۹ مارچ ۱۹۴۰ء)

تعاقب: "اہلحدیث" مجریہ یکم مارچ جواب سوال ۸۱ میں مفتی صاحب اہلحدیث نے فرمایا ہے کہ دو اعضاء وضو سے اگر ایک عضو بیمار ہو تو باقی اعضاء دھو کر بیمار عضو پر مسح کرے۔ سوال یہ ہے کہ اس کا ثبوت کیا ہے۔ دوم حدیث اذا امرتکم جو مفتی صاحب نے پیش کی ہے۔ فتویٰ اس کے خلاف ہے جب کہ مفتی صاحب خود تسلیم فرما رہے ہیں کہ "واؤ کو بمعنی "او" کہنا ترک حقیقت ہے۔ جو بلا استحالہ حقیقت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائز نہیں"۔ اب یا تو واؤ کو بمعنی لکن تسلیم فرما کر اس فتویٰ کو برقرار رکھیں۔ یا واؤ کو اس کے معنی میں جس طرح آپ نے خود تسلیم کیا ہے۔ تیمم کو شرط اوّل قرار دیں۔ جس طرح بکر کا خیال ہے یا اپنے فتوے کو دلیل خارجی سے تقویت پہنچا کر مسئلہ صاف فرما دیں۔ والسلام۔ (۱۹ اپریل ۱۹۳۲ء)

جواب: متعاقب کا عندیہ ان کی سطور عبارت سے کما حقہ سمجھ میں نہیں آیا۔ البتہ ہم اپنے فتوے کی تشریح لکھتے ہیں۔ اس سے تعاقب (اگر کوئی ہے) تو خود اٹھ جائے گا۔ امر تکمیل الحدیث سے مراد جمیع الاعضاء کا دھونا ہے۔ اوما استطعتم کا اشارہ ماؤف جوڑ کے استثنار کی طرف ہے۔ جو غسل سے استثنار ہے۔ اور مسح کا ثبوت خود سائل کی عبارت میں ملتا ہے۔ جس میں پٹی باندھ کر مسح کرنے کا ذکر ہے۔ فاندفع ما اورد بحث ختم! (۱۹ اپریل ۱۹۳۲ء)

سوال: ہاتھ چھاتی پر باندھنے کی دلیل قوی ہے یا ناف تلے۔ (مولا بخش)

جواب: نماز میں ہاتھ زیر ناف باندھنے کی حدیثیں امام احمد اور ابو داؤد نے بیان کی ہیں لیکن اس کے ساتھ دونوں حضرات نے ان کو ضعیف بھی بتلایا ہے اس بارے میں کوئی ایک حدیث مرفوع اور صحیح ثابت نہیں لیکن سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور اس کو صحیح بھی بتلایا ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے قبیصہ بن ہلب سے اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھا کرتے تھے یہ حدیث حسن ہے صحیح بخاری میں بھی ایک ایسی حدیث آئی ہے اللہ اعلم (۲ صفر ۱۳۳۶ھ) مزید تحقیق آگے ملاحظہ ہو۔)

سوال: بعض اصحاب بعد نماز فرض یا نفل وغیرہ ہاتھ اٹھا کر اور ہاتھ کشادہ ندا کھلے رکھ کر دعا مانگتے ہیں اس پر ایک مولوی صاحب معترض ہیں کہ اس طرح کھلے ہاتھ دعا نیچے گر پڑتی ہے۔ کیا یہ فرمانا ٹھیک ہے؟

جواب: مسنون طریق یہ ہے کہ ہاتھ کی ہتھیلیوں کو جوڑ کر کھلا رکھے۔ اور دعا کرے اللہ اعلم! (اہلحدیث امرتسر ص ۱۳، ۲۳ مئی ۱۹۳۷ء)

سوال: جمعہ و عیدین کا خطبہ ہوتے وقت جب عوام داخل ہو کر السلام علیکم کہتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں تو کیا اس وقت مقتدی جواب دیں یا نہ دیں؟

جواب: خطبہ کی حالت میں سلام کہنے والے کو روک دینا چاہیئے۔ اگر کوئی کہہ دے تو اس کو آہستہ سے جواب دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لائے تو قاری قرآن پڑھ رہا تھا۔ آپ چپکے آکر کھڑے ہو گئے۔ جب اس نے پڑھنا ختم کیا تو آپ نے سلام کہا۔ (مشکوٰۃ) اللہ اعلم! (اہلحدیث امرتسر ص ۱۲۔ ۱ اپریل ۱۹۱۹ء)

سوال: جو لوگ تین رکعت نماز وتر بعد عشاء پڑھتے ہیں۔ دو رکعت پڑھ کر قعدہ نہیں کرتے صرف تیسری رکعت میں قعدہ کر کے سلام پھیرتے ہیں۔ آیا ان کو دعا قنوت پڑھنی چاہیئے یا نہیں؟

جواب: تین رکعات وتر میں درمیانی قعدہ نہ کرنا حدیث سے ثابت ہے۔ اس طرح وتر پڑھنے اور درمیانی قعدہ کرنے میں کوئی فرق نہیں۔ دعا قنوت دونوں میں جائز ہے۔ (اہلحدیث امرتسر ص ۱۲۔ ۱۰ مئی ۱۹۴۰ء)

نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کی مزید تحقیق

(۱) عن قبیصة بن هلب عن ابیه قال رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم ینصرف عن یمینه وعن یساره ورأیته یضع یده علی صدره الخ قبیصہ بن ہلب سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) دائیں بائیں طرف پھرتے اور (آغاز میں) سینہ پر ہاتھ رکھے ہوئے دیکھا (مسند امام احمد بن حنبل ج ۵)

(۲) عن وائل بن حجر قال صلیت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فوضع یده الیمنی علی یده الیسری علی صدره۔ یعنی وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ ۔ ۔ ۔ ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے بائیں ہاتھ پر سیدھا ہاتھ سینہ پر رکھا۔ (صحیح ابن خزیمہ)

فائدہ: یہ حدیث بمقابل حدیث زیر ناف زیادہ صحیح اور موثق ہے۔ چنانچہ علامہ عینی حنفی جو اپنے مذہب کی تائید میں بڑے مستعد ہیں۔ اپنی شرح بخاری عمدۃ القاری میں اعتراف فرماتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

احتج الشافعی بحدیث وائل بن حجر اخرجه ابن خزیمة فی صحیحه قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فوضع یدہ الیمنی علی یدہ الیسری علی صدرہ ویستدل لعلمائنا الحنفیة بدلائل غیر وثیقة۔

یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے وائل والی حدیث سے حجت پکڑی ہے جس کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ (اور وہ روایت یہ ہے کہ) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے اپنا سیدھا ہاتھ بائیں ہاتھ پہ رکھا اور سینہ پر باندھا اور ہمارے علماء حنفیہ ایسے دلائل سے حجت پکڑتے ہیں جو موثق نہیں ہیں (عمدۃ القاری) اور ابن امیر الحاج حنفی شرح منیہ میں بایں الفاظ معترف ہیں۔ ان الثابت من السنة وضع الیمین علی الشمال ولم یثبت حدیث تعین المحل الذی یکون فیه الوضع من البدن الا حدیث وائل ملخصا۔

یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ سیدھا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا سنت ہے مگر ایسی کوئی حدیث پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی جس کے رو سے بدن کے کسی خاص مقام پر ہاتھوں کا رکھنا واجب ہو سوائے وائل کی حدیث کے۔ (فوضع الایدی علی الصدر)

علاوہ ازیں وائل ابن حجرؓ کی حدیث ابن خزیمہ کی ہے اور ابن خزیمہ کو احادیث میں جو وقعت اور درجہ حاصل ہے۔ مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ جلال الدین سیوطی رحؒ کے بیان سے ظاہر ہے چنانچہ مولانا موصوف رسالہ فیما یجب للناظر میں اور علامہ جلال الدین سیوطیؒ "جمع الجوامع" میں تحریر فرماتے ہیں کہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جو کتابیں تصنیف ہوئی ہیں ان کے پانچ مراتب ہیں ایک تو اس مرتبہ کی ہیں جن میں فقط صحیح صحیح حدیثیں ہیں ان میں ایسی حدیثیں نہیں ہیں جن کو ضعیف کہہ سکیں۔ موضوع کا تو کیا ذکر ہے۔ مثلاً مؤطا۔ صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ صحیح حاکم۔ مختار ضیاء مقدسی کی صحیح ابن خزیمہ۔ صحیح ابن عوانہ۔ صحیح ابن سکن۔ منتقی ابن جارود کی ملخصاً

لہٰذا اس حیثیت سے بھی ہماری پیش کردہ حدیث صحیح ابن خزیمہ قابل استدلال اور اعلیٰ قابل عمل ہے۔ پس جبکہ امور بالا دلائل ساطعہ زیناف قاطعہ سے ثابت و مسلم ہو چکے کہ سینہ پہ ہاتھ باندھنا موثق اور صحیح ہے۔ اور اسفل السرۃ کی حدیث زیرناف ضعیف موثق

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے تو حضرات اہل سنت والجماعت کو چاہیے کہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنی طبیعت کو منعطف کریں۔ کیونکہ حق واضح ہو جانے کے بعد ضد اور تعصب کی وجہ سے اپنی خواہش کی پیروی کرنا ایمان کے منافی ہے۔

کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یومن احدکم حتی یکون ہواہ تبعا لما جئت بہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنی خواہشات کو میری شریعت کا تابع نہ کر دے۔ (شرح السنۃ)

اللھم اھدنا لما اختلف فیہ من الحق فانک تھدی من تشاء الی صراط مستقیم

(از قلم مولوی محمد جانباز خان محمدی حیدر آباد دکن) ۷ صفر ۱۳۵۱ھ

سوال: زید کو اپنے گاؤں سے دوسرے گاؤں کو جو دس میل کے فاصلہ پر ہے ہفتے میں دو چار مرتبہ اپنی ضروریات کے لیے صبح جا کر شام کو آنا پڑتا ہے۔ یا بعض اوقات اسی گاؤں میں ٹھہر جانا پڑتا ہے تو کیا زید اس گاؤں میں پہنچ کر نماز کو قصر کر سکتا ہے یا جمع پڑھ سکتا ہے اس خیال سے کہ وہ مسافر ہے کتنے میل سفر کا ارادہ ہو تو نماز قصر اور کن صورتوں میں نماز جمع پڑھ سکتے ہیں۔

جواب: بہ نیت نیک کر سکتا ہے محض کھیل تماشے کے لیے نہیں۔ قصر فرض واجب نہیں حسب ضرورت ہے۔ سفر کی تعیین نہیں آئی۔ عرف عام میں جتنی مسافت کو سفر کہتے ہیں وہی سفر ہے۔ (اہلحدیث ۵ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ)

شرفیہ: صحیح بخاری میں ہے باب فی کم یقصر الصلوۃ وسمی النبی صلی اللہ علیہ وسلم السفر یوما ولیلۃ وکان ابن عمر وابن عباس یقصران فی اربعۃ برد وھو ستۃ عشر فرسخا انتھی ج ۱ ص ۱۴۷

اور ایک دن رات کا سفر سولہ فرسخ ہو سکتا ہے اور عبداللہ بن عباس کے عمل کے علاوہ قول بھی ان کا ہے انہ سئل اتقصر الصلوۃ (من مکۃ) الی عرفۃ قال لا ولکن الی عسفان والی جدۃ والی الطائف واسنادہ صحیح اخرجہ الشافعی وذکرہ مالک فی الموطا عن ابن عباس بلاغا وفیہ حدیث مرفوع بلفظ یا اھل مکۃ لا تقصروا فی اقل من اربعۃ برد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

من مكة الى عسفان والى الطائف رواه الدارقطني والبيهقي ولمين في روايتهما ذكر الطائف وكذالك الطبراني واسناده ضعيف كذا في التلخيص الحبير صلى ١٢٩ هذه الرواية المرفوعة وان كانت ضعيفة لكنها يويدها الرواية الصحيحة الموقوفة المذكورة وعوالى المدينة كانت من ميل وميلين الى ثمانية اميال كما في حاشى البخارى واراضى زراعاتهم كانت على ميل وميلين فصاعدا وكانوا كذا يأتون الى المدينة للجمعة وغيرها الحاجات ولم يثبت انهم يقصرون في مكة اذاهم يأتون فيها او يقصر النبى صلى الله عليه وسلم او اهل مكة اذا هم يذهبون اليهم وكذا اهل مكة اذا يذهبون لحاجاتهم الى منى والمزدلفة وعرفات وسوى الرواية المذكورة لم يثبت التصريح في تعيين مسافة القصر عن النبى صلى الله عليه وسلم قولا وما يقال في الاستدلال بحديث انس كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا خرج مسيرة ثلاثة اميال اوثلاثة فراسخ صلى ركعتين (مسلم) قال النووى هذا ليس على سبيل الاشتراط وانما وقع بحسب الحاجة لان الظاهر من اسفاره صلى الله عليه وسلم انه ما كان يسافر سفرا طويلا فيخرج عند حضور فريضة مقصورة ويترك قصرها بقرب المدينة ويتمها وانما كان يسافر بعيدا من وقت المقصورة فتدركه على ثلاثة اميال او اكثر ونحوذالك فيصليها حينئذ انتهى واما اثر شرحبيل بن السمط في قصره على سبعة عشر وثمانية عشر ميلا ففيه اولا انه فعل تابعى فلا حجة فيه وثانيا انه استدل به على انه راى عمر انه صلى بذى الحليفة ركعتين قال نقلت له اى عمر فقال انما افعل كما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعل (مسلم) فثبت بهذا ان صلاته صلى الله عليه وسلم على ثلاثة اميال او فراسخ لم يكن ثلاثة اميال او فراسخ منتهى سفره كما قال الامام النووى فسقط الاستدلال بقصر الصلوة في السفر الذى منتهاه ثلاثة فراسخ فثبت ستة عشر فرسخا كما في صحيح البخارى وغيره -

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ یہ ہے کہ مسافت قصر ۴۸ میل ہی صحیح ہے نو میل غلط ہے ھذا واللہ اعلم۔۔۔۔
قال النووی قال الجمھور لا یجوز القصر الا فی سفر یبلغ مرحلتین انتھی صـ۲۴۲ یعنی جمہور سلف ومحدثین کا۔۔۔۔ مسلک اڑتالیس میل کے سفر پر قصر ہے اس سے کم پر نہیں۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: اگر مسافر گھر سے نکلتے وقت چار دن کا سفر کا ارادہ کر کے نکلا اتفاقی حالت میں اس کو ایک ماہ سفر میں لگ جاتا ہے لہٰذا وہ کتنے دن تک قصر نماز پڑھے گا۔

جواب: گھر سے چار روز کی نیت سے نکلے یا ایک روز کی یا چالیس روز کی اس میں فرق نہیں سفر کو نکلے تو نماز کو قصر کرنا جائز ہے فرض واجب نہیں قصر کو فرض واجب کہنے کی کوئی دلیل صحیح نہیں (۶ شعبان ۳۹ھ) بسطه فی نیل الاوطار و ذکر ادلة الطرفین ورجح الوجوب فارجع الیه چالیس روز تک قصر نہیں کرے گا ۱۹ دن تک قصر ہے اس سے زائد کا ارادہ قیام کا ہو تو پھر پوری نماز پڑھنی ہوگی ہاں تردد میں زائد میں بھی جائز ہے (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

مسئلہ نماز قصر

آپ کا یہ فرمانا کہ قصر فرض و واجب نہیں احادیث صحیح صریحہ کے خلاف ہے۔ احادیث صحیحہ سے فرضیت ثابت ہوتی ہے۔ جیسا کہ حبر الامۃ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح مسلم جلد ۱ صـ۲۴۱ میں مروی ہے۔ فرض اللہ الصلوة علی لسان نبیکم فی الحضر اربعا والسفر رکعتین الحدیث
حضرت فاروق اعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے نسائی شریف صـ۲۱۱ ج ۱ میں مروی ہے صلوة الجمعة رکعتان تمام غیر قصر علی لسان النبی صلی اللہ علیه وسلم۔
اور آپ کا آیہ کریمہ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ اِنْ خِفْتُمْ الآیۃ سے عدم فرضیت قصر پر استدلال کرنا صحیح نہیں کیونکہ آیت کریمہ میں رفع جناح کا کیا گیا ہے۔ اور رفع جناح عن الفاعل کو عدم وجوب میں لازم نہیں۔ جیسا کہ آیت کریمہ فلا جناح علیه ان یطوف بھما الآیۃ کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا گیا تھا بخاری مع فتح الباری صـ۱۲ ج ۶ میں ہے۔ قال عروة سالت فقلت لھا ارأیت قول اللہ تعالیٰ ان الصفا والمروة من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیه ان یطوف بھما

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فواللہ ما علی احد جناح ان لا یطوف بالصفا والمروۃ قالت بئسما قلت یا ابن اختی ان ھذہ لو کانت کما اولتھا علیہ کانت لا جناح علیہ ان لا یطوف بھما الحدیث۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری ص ۱ ج ۲ میں فرمایا ہے۔ فتحصل جواب عائشۃ ان الاٰیۃ ساکتۃ عن الوجوب وعدمہ مصرحۃ برفع الاثم عن الفاعل واما المباح فیحتاج الی رفع الاثم عن التارک (الی ان قال) واما الوجوب فیستفاد من دلیل اخر ولا مانع ان یکون الفعل واجبا ویعتقد الانسان امتناع ایقاعہ علی صیغۃ مخصوصۃ فیقال لہ لا جناح علیک فی ذلک ولا یستلزم ذالک نفی الوجوب ولا یلزم من نفی الاثم عن الفاعل نفی الاثم عن التارک فلو کان المراد مطلق الاباحۃ لنفی الاثم عن التارک انتہی بلفظہ ام المومنین حضرت عائشۃ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے جواب سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ رفع جناح عن الفاعل کو عدم وجوب لازم نہیں۔ اس لئے آیت فلیس علیکم جناح سے قصر کا واجب نہ ہونا ثابت نہ ہوگا آپ نے اسی سوال نمبر ۵ کے جواب میں لکھا ہے کہ محدثین کے نزدیک ۱۲ میل سفر پر قصر کر سکتا ہے آپ نے محدثین میں سے کسی ایک محدث کا نام بھی نہیں لکھا۔ اگر بالفرض کسی محدث کا ہو تو صحیح حدیث کے خلاف ہے۔

عن انس رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا خرج مسیرۃ ثلاثۃ امیال او فراسخ صلی رکعتین رواہ مسلم (بلوغ المرام مع سبل السلام ص ۱ ج ۲) اس حدیث کے ہوتے ہوئے کسی محدث کا فرمان قابل قبول نہیں۔

از مولوی ابو محمد عبد الحق صاحب ریاستی جلالپور پیروالا ضلع ملتان

اہلحدیث

یہ حدیثیں جو آپ نے لکھی ہیں وہ اس وجوب قصر کے لئے مثبت نہیں بلکہ اس کے معارض حدیث ہے کہ جنگ ذات الرقاع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چار کا پڑھنا ثابت ہے۔ مقتدیوں نے دو حصوں میں دو۔ دو پڑھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کی حالت میں چار پڑھیں اور اہل علم پر یہ مخفی نہیں کہ فرض اور وجوب کا مفہوم قضیہ دائمہ مطلقہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فعل قضیہ مطلقہ عامہ ہے۔ مطلقہ عامہ نقیض دائمہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ نماز پہلے دو دو رکعتیں فرض ہوئی تھیں۔ حضر کی چار کر دی گئیں اور سفر کی بحال رکھی گئیں۔ جیسا کہ آپ نے ابن عباس اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے۔ یہ بھی معارضے سے خالی نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اتمام کرتی تھیں۔ راوی حدیث کہتا ہے مالعائشۃ تتم (عائشہ رضی اللہ عنہا اتمام کیوں کرتی ہیں) مخاطب جواب دیتا ہے تاولت کما تاول عثمان (جیسے عثمانؓ نے کیا) یعنی وہ اتمام کرتے تھے۔ اگر ان اقوال صحابہ کے وہی معنی ہوتے جو آپ نے سمجھے ہیں تو ان کا فعل ان کے اقوال کے خلاف نہ ہوتا۔ آپ نے اس آیت کا جواب جو دیا ہے اس میں میری تائید کی ہے۔ منطقی اصطلاح میں آیت قضیہ ممکنہ عامہ ہے۔ ممکنہ عامہ کا تحقق ضروریہ کے مادہ میں ہوسکتا ہے مگر ثبوت کا محتاج ہے چنانچہ آپ کے قلم سے بھی تصرف قدرت سے یہ فقرہ نکل گیا ہے اما الوجوب فیستفاد من دلیل آخر۔ پس ہمارا اور آپ کا اتفاق ہے۔ قرآن کی آیت موصوفہ ممکنہ عامہ کی شکل میں ہونے کی وجہ سے عام طلب گناہ کے لئے ہے۔ رہا وجوب قصر وہ دلیل قطعی پر موقوف ہے جو قائلین وجوب سے کسی نے پیش نہیں کی۔

اطلاع حدیث صدقۃ فاقبلوھا آپ نے پیش نہیں کی جب کوئی صاحب پیش کریں گے تو اس کا جواب بھی دیا جائے گا انشاء اللہ۔

آپ نے جو مقدار مسافت سفر کے لئے تین میل کی روایت نقل کی ہے میرے نزدیک بھی صحیح ہے اس کی تائید دوسری روایت سے پاکر اس کو قبول کرتا ہوں۔ مگر چونکہ قائلین بالوجوب اس کی تاویل کیا کرتے ہیں کہ تین میل انتہائی سفر نہ ہوتا تھا اس لئے میں نے اس کو ذکر نہیں کیا اور احتیاطاً بارہ میل رکھا۔ اس کی مفصل بحث مسلم کی شرح نووی میں ملتی ہے۔ اللہ اعلم۔ یکم ربیع الاول ۱۳۶۱ھ

سوال: مقلد کی نماز غیر مقلد کے پیچھے جائز ہے؟ جواب میں علما ئے دیوبند کا فتویٰ پیش ہو؟

جواب: جائز ہے حدیث شریف میں ہے صلوا خلف کل بر و فاجر (شرح فقہ اکبر) دیوبند سے ایک زمانہ میں دو اخبار نکلتے تھے "انصار" اور "مہاجر"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انصار مدرسہ کا آرگن تھا۔ اس میں مرقوم تھا "فرقہ اہل سنت والجماعت ہندوستان میں اعتقاد اور اعمال کے لحاظ سے کتاب وسنت پر عمل کرنے والے دو گروہ ہیں مقلد اور غیر مقلد"۔ (انصار ۱۵ نومبر ۱۹۲۷ء صہ ۲) اس میں اتنا ہی اقرار ہے کہ غیر مقلد اہل سنت ہیں۔ دوسرے اخبار مہاجر میں یوں مرقوم ہے۔ "نماز مقلدین کی غیر مقلدین کے پیچھے اور غیر مقلدین کی مقلدین کے پیچھے صحیح ہے۔ (کتبہ عزیز الرحمن مفتی دیوبند) مہاجر ۲۹ جون ۱۹۲۸ء صہ ۵)۔ اس سب سے پہلے مولانا رشید احمد گنگوہی مرحوم کا فتویٰ بھی جواز کا ہے (فتاوےٰ رشیدیہ) ۶ فروری ۱۹۳۱ء)

سوال: بے نمازی مسلمان ہے یا کافر اور جنازہ پڑھنا اور اس کی لاش مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا چاہیے یا نہیں۔

جواب: تارک الصلوٰۃ کے حق میں علماء کا اختلاف ہے۔ بہت سے علماء جن میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اور حافظ ابن قیم وغیرہ بھی ہیں، تارک الصلوٰۃ کو کافر، مرتد اور واجب القتل قرار دیتے ہیں یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس پہ نماز جنازہ پڑھنا اور اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا بھی جائز نہیں۔ ان کے سوا اور بہت سے علماء ہیں جن میں امام ابوحنیفہؒ اور ان کے ہم خیال علماء ہیں، تارک الصلوٰۃ کو فاسق، فاجر سخت مجرم قرار دیتے ہیں لیکن کافر مرتد نہیں کہتے ہیں۔ حدیث شریف جو تارک الصلوٰۃ کے حق میں آئی ہے فقد کفر (یعنی وہ کافر ہے) پہلے گروہ کی دلیل ہے۔ دوسرے گروہ کی دلیلیں اور ہیں، خاکسار کی تحقیق پچھلے گروہ سے متفق ہے۔

تعاقب: دریافت طلب امر یہ ہے کہ "دوسرے گروہ کی دلیلیں اور ہیں" کی تشریح کیجئے۔ کوئی حدیث ہے یا کچھ اور؟ ان کو لکھئے اور اہلحدیث کا یہ اصول کہ حدیث کے مقابلے میں کسی امام یا عالم کے قول کو کسی صورت میں ترجیح نہیں دی جاسکتی تو یہ آپ کا فتویٰ مذکور اس اصول کے خلاف ہے یا نہیں بشرطیکہ دوسرے گروہ کی دلیل کوئی حدیث نہ ہو۔ سائل نامعلوم۔

جواب: اس دعوے کے ثبوت میں بہت سی آیات پیش ہوسکتی ہیں مگر ہم ایک آیت پیش کرتے ہیں۔

قل لعبادی الذین امنوا یقیموا الصلوٰۃ الآیۃ (پ ۱۳ ع ۱۷) اس آیت میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایماندار قرار دے کر ان کو نماز کا حکم دیا ہے۔ معلوم ہوا نماز ایمان میں داخل نہیں فرع ہے۔ (۲۷ مئی ۱۹۳۲ء)

تشریح تارک الصلوٰۃ کے کافر ہونے اور نہ ہونے میں علمائے کرام مختلف ہیں علامہ شوکانی نیل الاوطار میں لکھتے ہیں ولا خلاف بین المسلمین فی کفر من ترک الصلوٰۃ منکرا لوجوبھا الخ یعنی جو شخص نماز کے وجوب کا منکر ہو کر نماز کو ترک کرے وہ بالاتفاق کافر ہے اس کے کفر میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف نہیں مگر ہاں جو شخص نو مسلم ہو یا مسلمانوں کے ساتھ رہنے کا اتفاق نہ ہوا ہو تو اس کو جب تک نماز کے وجوب کی خبر نہ پہنچے تب تک وہ کافر نہیں ہو سکتا اور جو شخص نماز کے وجوب کا عقیدہ رکھ کر بسبب کاہلی اور غفلت کے نماز کو ترک کرے جیسا کہ بہت سے لوگوں کا حال ہے تو ایسے تارک الصلوٰۃ کے کافر ہونے اور نہ ہونے میں لوگوں کو اختلاف ہے پس عترت اور امام مالک اور امام شافعی اور جماہیر سلف و خلف کا مذہب یہ ہے کہ ایسا شخص کافر نہیں ہے بلکہ فاسق ہے۔ وہ اگر توبہ کرے فبہا ورنہ اس کو قتل کرنا چاہیے اور اس کی یہی حد ہے جیسا کہ زانی محصن کی حد قتل ہے مگر ایسے تارک الصلوٰۃ کو تلوار سے قتل کرنا چاہیے اور سلف میں سے ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ وہ کافر ہے اور یہی مذہب مروی ہے حضرت علی سے اور امام احمد سے ایک روایت میں یہی منقول ہے اور عبداللہ بن مبارک اور اسحٰق بن راہویہ کا بھی یہی مذہب ہے اور بعض اصحاب شافعی کا بھی یہی مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ اور ایک جماعت اہل کوفہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ نہ کافر ہے اور نہ وہ قتل کیا جاوے گا بلکہ اس کی تعزیر کی جائے گی اور جب تک وہ نماز نہیں پڑھے گا تب تک وہ قید میں رکھا جاوے گا اس کے بعد علامہ شوکانی نے لکھا ہے کہ حق یہ ہے کہ ایسا تارک الصلوٰۃ کافر ہے اور وہ قتل کیا جاوے گا اس کا کافر ہونا تو اس وجہ سے حق ہے کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ شارع نے ایسے تارک الصلوٰۃ کو کافر لکھا ہے۔ اور جو لوگ اس کے کافر ہونے کے قائل نہیں ہیں وہ جس قدر معارضات وارد کرتے ہیں ان میں سے ایک بھی ہم کو لازم نہیں آتا کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ جائز ہے کہ کفر کی بعض قسمیں ایسی ہوں جو مغفرت و استحقاق شفاعت سے مانع نہ ہوں جیسا کہ اہل قبلہ کا کفر بوجہ بعض ایسے گناہوں کے جن کو شارع نے کفر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کہا ہے پس اس بنا پر ان تاویلات کی کچھ حاجت نہیں ہے جن میں لوگ پڑتے ہیں انتہی (کلام شوکانی) میں کہتا ہوں کہ بلاشبہ علامہ ممدوح کی یہ تحقیق احق بالقبول ہے مثلاً حدیث میں من ترک الصلوٰۃ متعمدا فقد کفر اور حدیث العہد الذی بیننا و بینھم الصلوٰۃ فمن ترکھا فقد کفر اور حدیث بین الرجل و بین الکفر ترک الصلوٰۃ رواہ الجماعۃ والبخاری والنسائی اور حدیث کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یرون شیئا من الاعمال ترکہ کفر غیر الصلوٰۃ رواہ الترمذی سے صاف اور صریح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ تارک الصلوٰۃ کافر ہے اور آیت ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء اور حدیث ومن لم یات بھن فلیس لہ عند اللہ عھد ان شاء عذبہ وان شاء غفر لہ رواہ احمد وابوداؤد ومالک فی الموطا اور حدیث من شھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ وان عیسیٰ عبد اللہ وکلمتہ القاھا الی مریم وروح منہ والجنۃ حق والنار حق ادخلہ اللہ الجنۃ علی ما کان من العمل متفق علیہ اور حدیث ما من عبد یشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ وان محمدا عبدہ ورسولہ الا حرمہ اللہ علی النار الحدیث متفق علیہ اور حدیث شفاعت فھی نائلۃ ان شاء اللہ من مات من امتی لا یشرک باللہ شیئا رواہ مسلم وغیر ذلک من الاحادیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تارک الصلوٰۃ کافر نہیں ہے بلکہ وہ مغفرت الٰہی و شفاعت نبوی و دخول جنت کا مستحق ہے پس علامہ ممدوح کی تحقیق پر ان احادیث مختلفہ میں کسی کی تاویل کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ تمام احادیث اپنے ظاہر معنی پر محمول ہیں کیونکہ جن احادیث سے تارک الصلوٰۃ کا کفر ثابت ہوتا ہے ان احادیث سے وہ بلاشبہ کافر ہیں اور ان کو کافر کہنا روا ہے مگر ہاں تارک الصلوٰۃ کا کفر ایسا کفر نہیں ہے جس کی وجہ سے ملت اسلام سے خارج ہو جائے اور مغفرت و شفاعت و دخول جنت کا مستحق نہ رہے بلکہ تارک الصلوٰۃ کا کفر ایسا کفر نہیں ہے جس کی وجہ سے نہ وہ ملت اسلام سے خارج ہوتا ہے اور نہ استحقاق مغفرت و شفاعت و دخول جنت سے محروم ہوتا ہے اور ہاں واضح رہے کہ ایسا کفر جو نہ مخرج از ملت اسلام ہو اور نہ مانع از استحقاق مغفرت و شفاعت احادیث سے ثابت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے دیکھو حدیث متفق علیہ سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر اور حدیث متفق علیہ لیس من رجل ادعی بغیر ابیہ وھو یعلمہ الا کفر اور حدیث مسلم اثنتین فی الناس ھما بھم کفر الطعن فی النسب والنیاحۃ علی المیت اور حدیث ایما عبد ابق من موالیہ فقد کفر اور حدیث صحیح من قال لاخیہ یا کافر فقد باء بھا وغیر ذالک من الاحادیث ان تمام احادیث میں کفر سے بالاتفاق اسی قسم کا کفر مراد ہے قال الشوکانی الکفر انواع منھا مالاینا فی المغفرۃ ککفر اھل القبلۃ ببعض الذنوب التی سماھا الشارع کفرا وھو یدل علی عدم استحقاق کل تارک الصلوٰۃ للتخلید فی النار الی آخرہ وقال من سماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافرا سمیناہ کافرا ولا نزید علی ھذا المقدار ولا نتاول بشئی منھا لعدم الملجئ الی ذلک واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

(فتاوی نذیریہ کتاب الصلوٰۃ ص ۲۶۰)

سوال: فجر کی نماز میں یا وتر کی نماز میں جو دعائے قنوت پڑھی جاتی ہے اس کو ہاتھ اٹھا کر پڑھے تو دعا کے اختتام پر منہ پر ہاتھ پھیرے یا سجدے میں جاوے۔ دونوں میں سے کون صحیح ہے۔

جواب: ہاتھ اٹھا کر بھی جائز ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ بندہ جب ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے تو خدا قبول کرتا ہے۔ منہ پر ہاتھ پھیرنے کا ثبوت نہیں ملتا۔ اس کو مذہبی حکم نہ جانے تو پھیرے۔ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۶۱ھ ج)

اگرچہ خصوصاً نہیں مگر عموم میں آجاتا ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یحطھما حتی یمسح بھما وجھہ رواہ الترمذی مشکوٰۃ ص ۱۷۱ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: بعض لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ کلوخ کرتے وقت مسجد کے احاطے میں ادھر سے اُدھر ٹہلتے پھرتے ہیں اور دوسروں کے ساتھ دل لگی اور مذاق کی باتیں بھی کرتے جاتے ہیں۔ بعض تو کلوخ خشک کرتے ہوئے رستوں اور بازاروں میں اور کنوؤں اور باولیوں کے پاس جہاں پر مرد اور عورتیں پانی بھرنے کے لئے آتے جاتے ہیں۔ پھرتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ٹہلتے دیکھے جاتے ہیں۔ مانعین اور معترضین کو جواب ملتا ہے۔ کہ مذہب حنفی میں یہ فعل جائز ہے۔ اور اس میں کوئی قباحت نہیں۔ پس کیا مذہب حنفیہ میں یہ فعل جائز ہے۔ اور یہ فعل خلاف تہذیب اور موجب ہتک اسلام سمجھا جائے گا۔ یا نہیں۔

جواب: ڈلے سے خشک کرنا تو آیا ہے۔ مگر صورت مرقومہ کی طرح لے کر چلنا پھرنا نہیں ملتا۔ یہ سب رسومات قبیحہ ہیں۔ جو قابل اصلاح ہیں بیٹھے بیٹھے یا الگ ہو کر خشک کر لیں تو جائز ہے۔

۱۳ ربیع الاوّل ۱۳۳۶ھ

سوال: قیام نماز میں مقتدیوں کو پیر کے انگوٹھے سے انگوٹھا ملانا اور ایک شانے سے دوسرا شانہ ملانا تو چاہیئے۔ لیکن رکوع سجود کے وقت پر جب اپنی جگہ سے فرق ہو جاتا ہے تو دوسری رکعت میں قیام کے وقت پیر کو سرکا کر ملا لینا کیا ہے۔ یہ فعل کبیرہ میں داخل ہے کہ نہیں۔ اور اس فعل سے نماز میں ہرج ہونا واقع ہوتا ہے کہ نہیں۔ یا خواہ مخواہ ملانا کوئی ضروری امر ہے۔ لوگوں کو بار بار پیر کا سرکانا ناگوار معلوم ہوتا ہے۔

جواب: اس کے متعلق حدیث کے الفاظ یہ ہیں (کان احدنا یلزق منکبه بمنکب صاحبه وقدمه بقدمه (صحیح بخاری ص۱) یعنی صحابی کہتا ہے۔ ہم اپنا کندھا اپنے ساتھی کے کندھے سے اور اپنا پیر اپنے ساتھی کے پیر سے ملایا کرتے تھے یہ طریق سنت ہے۔

۷ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ

تشریح ہاں ضروری امر ہے اس لئے کہ فصل میں درمیان میں شیطان آجاتا ہے یہ خواہ مخواہ کے ڈھکوسلے وہی وسوسے لوگوں کے دلوں میں ڈالتا ہے یہ امر ضروری نہیں کیا کرو گے اس سے اس کا کام بنتا ہے اس لئے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ بحالت جماعت بیچ میں فصل نہ چھوڑو فرمایا اقیموا صفوفکم وتراصوا الحدیث رواہ البخاری مشکوٰۃ ص۹۸۔ اس پر صحابہ نے عمل کیا جو مولانا نے نقل کیا ہے اور ہرج کچھ بھی نہیں سمجھ کا پھیر ہے اور حجت بازی ورنہ اکیلا نمازی بھی تو بعد سجدہ پاؤں کو باقاعدہ کرتا ہے ویسے ہی جماعت میں کر سکتا ہے اور اگر پہلے ہی سے برقرار رکھے تو یہ رکھ سکتا ہے۔ یہ اور بھی اچھا ہے واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

(ابوسعید شرف الدین دہلوی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز میں پیروں کا ملانا

پرچہ اہلحدیث نمبر ۳۴ مجریہ ۱۸ جون ۱۹۳۵ء سے الزاق القدمین کا مضمون مولوی محمد بسرائیر کی جانب سے تخمیناً تین پرچوں میں شائع ہوا۔ متبع سنت کے لئے تو اس پر کسی کے اقوال کی ضرورت نہیں مگر ہمارے محترم فریق مقابل بقول امام رازی و ابن تیمیہ و ابن القیم اگر آیات قرآنیہ و احادیث اصح الکتاب بھی پیش کی جاویں التفات نہ کریں گے حتیٰ کہ ان کے معتقد و مستند کو نہ پہنچے۔ اور یہ امر بدیہی ہے آدمیوں کا صفوں میں ایک دوسرے سے مل کر کھڑا ہونا یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ میرے علم میں کسی ایک آدھ حنفی متقدم سے بھی اس کا خلاف ثابت نہیں سب کے سب اس امر میں متفق ہیں یہ کتب متداولہ فقہ و مشروحات فقہ شب و روز مزاولت کی جاتی ہیں کسی ایک میں اس کے برعکس دکھانے کی کسی کو جرأت ہے۔ یہ مرض ایسا مرگ عام کی طرح پھیلا ہوا ہے کہ جس میں جاہل تو ایک طرف رہے علماء بھی مبتلا ہیں جیسے انسان اچھوتوں سے اپنے جسم کو محفوظ رکھتا ہے اور علیحدہ سرک جاتا ہے جہاں کسی انسان نے پیر لگا یا جھٹ اچھل ہاتھ بھر دور جا پہنچے۔ حضرت انس بن مالک خادم نبوی فرماتے ہیں ہم صحابہ آپس میں ایک دوسرے کے شانہ اور قدم سے اپنے شانہ اور قدم ملا ملا کر کھڑے ہوتے تھے آپ کے زمانہ میں جیسا کہ بخاری باب الزاق المنکب میں ہے مستخرج اسمٰعیلی میں اس حدیث میں اتنے الفاظ اور وارد ہیں تتمہ کے طور سے چنانچہ فتح الباری صـ۱۷۶ ج ۲ میں ہے لو فعلت ذالک باحدهم الیوم لنفر کانه بغل شموس۔ اگر میں آج یہ فعل ان کے ہمراہ کرتا ہوں تو اس طرح بھاگتے ہیں جیسے سرکش خچر۔ للہ اپنے گریبان میں ہر کس مونہہ ڈال کر غور کر کے بتا سکتا ہے کہ یہ فعل کس درجہ مذموم ہوگا۔ حالانکہ امام محمد کتاب الآثار صـ۲۱ باب اقامۃ الصفوف میں لکھتے ہیں۔ عن ابراهیم انه کان یقول سووا صفوفکم وسووا مناکبکم و تراصوا ولیتخللنکم الشیطان الخ قال محمد وبه ناخذ لا ینبغی ان یترک الصف وفیه الخلل حتی یسووا وهو قول ابی حنیفة۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں صفیں اور شانہ برابر کرو اور بچ گچ کرو ایسا نہ ہو کہ شیطان بکری کے بچہ کی طرح تمہارے درمیان داخل ہو جاتے امام محمد کہتے ہیں ہم بھی اس کو لیتے ہیں صف میں خلل چھوڑ دینا لائق نہیں حتیٰ کہ ان کو درست نہ کر لیا جائے اور یہی ابو حنیفہ کا مذہب ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتاوی غرائب باب ۲ فی فضل الصفوف عن الفتاوی سمرقندی

ینبغی ان یتراصوا فی الصفوف لقوله علیه السلام تراصوا فی الصفوف لئلا یتخلل الشیطان -

شمنی کہا اس نے شرح نقایہ میں نیز بحر الرائق ورق ۲۹۲ عالمگیر یہ مطبوعہ کلکتہ ۱۲۲ درمختار مع الشامی صہ ۵۹۲ ہے ینبغی للماموین ان یتراصوا وان یسدوا الخلل فی الصفوف وان یسووا مناکبهم وینبغی للامام ان یامرهم بذالك وان یقف وسطهم وفی الفتاوی التاتارخانیة واذا قاموا فی الصفوف تراصوا وسووا بین مناکبهم۔ یعنی مقتدیوں کو چاہیے کہ چونہ گچ کریں درزوں کو صفوف میں بند کر دیں اور شانوں کو ہموار رکھیں بلکہ امام کو لائق ہے کہ انہیں اس امر کا حکم کرے پھر بیچ میں کھڑا ہو۔ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے کہ جب صفوں میں کھڑے ہوں تو گچ کریں اور کندھے ہموار کر لیں شامی صہ ۵۹۵ ج ا میں ہے کہ اگر آدمی دوسری صف میں ہے اور پہلی میں ایک آدمی کی جگہ ہے تو چل کر پہلی میں اس خالی جگہ کو پُر کر دے نماز میں کچھ خرابی نہیں آئے گی۔ لانه ماموربالمراصة قال علیه السلام تراصوا الصفوف ذکره عن الذخیرة شامی خلل کا ترجمہ فرماتے ہیں هو الفراج بین الشیئین یعنی دو چیزوں میں جو فاصلہ اور شگاف ہوا کہتے ہیں منتہی الارب صہ ۵۰ ج ا میں ہے خلل محرکہ کشادگی میان دو چیز اور صہ ۹۱ ج ا میں ہے۔ رص الشئی بالشئی برهم چفسانید یکے را با دیگرے واستوار کردن اور تراصص میں لکھتے ہیں۔ بر یکدیگر چسپیدن مردم در صف یقال تراصوا فی الصف اذا تلاصقوا والفجوا فتح القدیر۔ شرح ہدایہ مطبوعہ نولکشور صہ ۱۵۰ ج ا میں ہے والسق منذة من سنن الصف تکمیلا من سنة التراص فیه والمغارة بین الصف والاستهزاء فیه۔ (اہل حدیث امرتسر ۲ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ)

(۲) اس جگہ ہم قدرے رشحات صف کے آداب میں احادیث نبویہ سے تحریر میں لاتے ہیں جس سے مسنونیت گچ اور صفوں کے نزدیک اور برابر کرنے کی بھی تکمیل ہو جاوے فاضل شارح تین امر میں قلم فرسائی کا ارادہ کرتے ہوئے ہر سہ دعاوی کو مدلل باحادیث نبویہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ففی صحیح ابن خزیمة عن البراء کان علیه الصلوٰة والسلام یاتی ناحیة الصف فسوی بین صدور القوم ومناکبهم ویقول لا تختلفوا فتختلف قلوبکم ان الله وملئکته یصلون علی الصف الاول۔

براء بن عازب سے صحیح ابن خزیمہ میں ہے آپ صف کے کناروں سے آتے اور لوگوں کے سینہ اور کندھوں کو ہموار کرتے اور فرماتے کہ آگے پیچھے نہ ہو ایسا نہ ہو کہ اللہ میاں تمہارے دلوں میں اختلاف ڈال دیوے یہ شق ثالث کی دلیل بیان کی۔

وروی الطبرانی من حدیث علی علیه الصلوٰة والسلام قال الا تصفون کما تصف الملائکة عند ربها قال اتموا الصفوف الاول وتراصون فی الصف وفی روایة للبخاری فکان احدنا یلزق منکبه بمنکب صاحبه وقدمه بقدمه طبرانی میں علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے۔

مرفوعاً آپ نے فرمایا تم ملائکہ جیسی صف کیوں نہیں بناتے جس طرح وہ اپنے پروردگار کے حضور میں بناتے ہیں صحابہؓ نے دریافت کیا وہ کس طرح تو فرمایا وہ اول صف کو پورا کرتے ہیں اور صف میں بچ کرتے ہیں۔ اس بچ کی توضیح کے لئے فاضل شرح بخاری کی روایت بیان کرتے ہیں کہ بخاری میں ہے کہ ایک ہمارا کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے سے اور پیر کو اس کے پیر کے ساتھ ملاتا تھا۔ یہ نمبر اول وثانی کی دلیل ہے

اور فرمایا۔ وروی ابوداؤد والامام احمد عن ابن عمر انه علیه الصلوٰة والسلام قال اقیموا صفوفکم وحاذوا بین المناکب وسدوا الخلل ولینوا باید اخوانکم لا تذروا فرجات للشیطان من وصل صفا وصله الله ومن قطع صفا قطعه الله وروی البزار باسناد حسن عنه علیه الصلوٰة والسلام من سد فرجة فی الصف غفر الله له وفی ابی داؤد عنه علیه الصلوٰة والسلام قال خیارکم الینکم مناکب فی الصلوٰة۔

ابوداؤد وامام احمد میں ابن عمر سے مرفوعاً ہے آپ نے فرمایا صفیں قائم کرو اور کندھوں کو برابر کرو اور جو سوراخ دو کے درمیان ہو اسے بند کرو اور اپنے بھائیوں کے ساتھ نرمی اختیار کرو اور شیطان کے لیئے سوراخ کی جگہ نہ چھوڑو۔ جس نے صف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو ملایا خدا اس کو بھی ملاوے گا اور جو صف کو قطع کرے گا خدا اس کو بھی قطع کرے گا۔ بزار میں حسن سند سے ہے کہ جس نے صف کے دراز کو بند کیا خدا اس کو بخشے ابوداؤد میں ہے تم میں بہتر وہی ہے کہ نماز میں کندھوں کو ملائے آپس میں رکھے۔ منتہی الارب صفحہ ۲ ج ا میں ہے۔

فرجۃ بالضم رخنہ وشگاف من فرجۃ الحائط۔ یہ تینوں کی تائید میں بیان کی۔ اللہ درہ مولانا اشرف علی تھانوی بہشتی گوہر تتمہ حصہ دوم کے صفحہ ۵۹ مسئلہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"صف میں ایک دوسرے سے مل کر کھڑا ہونا چاہیئے درمیان میں خالی جگہ نہ رہنا چاہیئے"۔

مولانا شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ شرح مشکوٰۃ فارسی باب تسویۃ الصف میں فرماتے ہیں۔ "مراد بتسویہ صف آنست کہ متصل بایستند ودرمیان فرجہ نگزارند ودلپس دہیش نہ ایستند وہموار بایستند"۔ (۴ر اکتوبر ۱۹۳۲ء) میرے علم میں تو کسی ایک آدھ حنفی المذہب کے متقدمین سے اس کے خلاف ثابت نہیں بڑے بڑے محقق فقیہہ وارباب الترجیح نے اس امر کو بالکل واضح کردیا نہ معلوم کہ عمل میں کیوں قاصر اہل مذہب پائے جاتے ہیں کیا مولانا اشرف علی کا فرمان واضح نہیں کہ مل کر کھڑا ہونا چاہیئے درمیان میں جگہ نہ رہنا چاہیئے۔ اس سے بھی کوئی واضح لفظوں کی ضرورت ہوسکتی ہے اگر ہمارے علماء احناف ان نصوص فقیہہ پر بذات خود عمل کر کے ان عوام کو دکھا دیں تو امید ہے کہ یہ نفرت ان کے دلوں سے بالکلیہ طور سے زائل ہو جائے اس وقت تو کیا علماء کیا جہلاء مسجدوں میں نماز کے وقت جا کر دیکھئے کہ صف کی کیسی مٹی پلید کی جاتی ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

مسلمانی در گور و مسلمانی در کتاب!!!

کیا کوئی فرد یہ کہہ سکتا ہے کہ اس مسئلہ میں ان بے چارے فقہاء کا کچھ قصور ہے حاشا و کلا بلکہ یہ خلف نااہل کے کرشمہ کا منظر ہے جو نمازوں کو برباد کراتے ہیں اور اپنی بھی کرتے ہیں۔ اقامۃ الصفوف کو تمام صلوٰۃ فرمایا ہے رُصُّوا بصیغہ امر ارشاد ہے اس کی بڑی شدومد سے وعید شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وارد ہے ہر فرد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدعی علم متبع امام ابی حنیفہ رحمہ اللہ سے ملتمس ہوں کہ آپ حضرت بیک زبان یہ فرمائیں کہ یہ ہماری کتابوں میں غلط لکھ دیا گیا ہے اور صحیح وہی ہے کہ جس پر ہمارا عمل درآمد ہے اور اس کی صحت پر فلاں فلاں کتاب کی فلاں فلاں عبارت فلاں فلاں فقیہہ و امام کی نص موجود ہے۔ عدم ترصیص ہیں والا خود بھی عامل ہوں اور لوگوں کو بھی عمل کی تعلیم دیں بے چارے جاہل تو اچھوت سے زیادہ علیحدہ کھڑے ہونے کو پسند کرتے اور مل کر کھڑے ہونے سے نفرت بلکہ لڑنے مرنے پر مستعد ہو جاتے ہیں۔

خاص بمبئی میں ایک مولوی صاحب کو صرف اسی جرم پر کہ انہوں نے مل کر کھڑے ہونے کو فرمایا تھا ضرب شدید سے بعد نماز مرمت کی کہ انہیں چار و ناچار ارادہ حج فسخ کر کے وطن سدھارنا پڑا اور وہیں اس صدمہ سے دارالبقا کا سفر کرنا پڑا۔ مولانا بھی حنفی ہی مذہب کے آدمی تھے دوست تک دشمن ہو گئے یہ فرمائیے خون کا ذمہ دار کون یہی حضرات علماء۔ واللہ علی ما نقول وکیل ھو حسبی ونعم الوکیل　وانا الراجی رحمۃ ربہ۔

(ابو عبد الکبیر محمد عبد الجلیل السامرودی (۱۱ اکتوبر ۱۹۲۵ء)

سوال: زید کہتا ہے کہ مسجد میں محراب بنانا درست ہے اور ثبوت یہ دیتا ہے کہ مسجد نبوی میں بھی محراب ہے بکر کہتا ہے کہ مسجدوں میں محرابیں بنانا بدعت ہے کیونکہ یہ دوسری صدی ہجری میں رائج ہوئیں اور یہ حدیث شریف پیش کرتا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اُمت ہمیشہ بھلائی میں رہے گی جب تک کہ وہ اپنی مسجدوں میں نصاریٰ کی طرح محرابیں نہ بنائیں گے (ابن ابی شیبہ فی المصنف)

جواب: نصاریٰ کا محراب درمیان میں اس طرح کا ہوتا ہے اس میں واعظ کھڑا ہو کر وعظ کہتا ہے مساجد میں محراب ایسے نہیں ہوتے لہٰذا حدیث مذکور ان محرابوں پر چسپاں نہیں ہے ہاں اس میں شک نہیں کہ زمانہ رسالت میں محراب نہ تھے جیسے مینار بھی نہ تھے پس محراب مثل مینار کے مساجد کی محض علامت ہیں۔ (۲۳ ذی الحجہ ۴۸ھ)

محراب مسجد: محراب مسجد میں بنانا درست ہے بدعت نہیں جس امر کا ثبوت قرآن و حدیث سے پایا جاتا ہے اس کو بدعت کہنا ناجائز ہے۔ برابر خیر القرون سے اس پر مسلمانوں کا تعامل چلا آتا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ فنادته الملائكة وهو قائم يصلي في المحراب (پارہ ۳)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال السدی المحراب المصلی۔ شریعت انبیاء سابقین کی شریعت ہماری ہے مگران امور میں جس کو قرآن وحدیث نے منسوخ کردیا۔ بیشک اس پر عمل کرنا جائز ہے۔ محراب کی ممانعت قرآنی آیت واحادیث الرسول سے ثابت نہیں۔ آیت مذکورہ میں زکریا علیہ السلام کا فعل اللہ پاک نے ذکر کیا۔ پس اس کا جواز بیّن طور پر ثابت ہوا دوسری اس امر پہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دلیل ہے۔

اخرج البیھقی فی السنن الکبری من طریق سعید بن عبد الجبار بن وائل عن امه عن وائل بن حجر قال حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نهض الی المسجد فدخل المحراب ثم رفع یدیه بالتکبیر الحدیث وقول الشیخ ابن الھمام من سادات الحنفیة ولا یخفی ان امتیاز الامام مقرر مطلوب فی الشرع فی حق المکان حتی کان التقدم واجبا علیه وبنی فی المساجد المحاریب من زمن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم۔ انتھی

مولانا شمس الحق صاحب مرحوم "عون المعبود" میں لکھتے ہیں۔ قلت ما قاله القاری المحاریب من المحدثات ففیه نظر لان وجود المحراب زمن النبی صلی اللہ علیه وسلم یثبت من بعض الروایات اور اس پر حدیث مذکور بیہقی کی پیش کی ہے۔ وفی عون المعبود شرح ابی داؤد۔ ومن ذهب الی الکراهة فعلیه البینة ولا یسمع کلامه من غیر دلیل وبرهان۔ (انتھی)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس کے مجوز ہیں۔ "کشاف القناع" فقہ حنبلیہ میں بھی اس کی اباحت موجود ہے۔ وہ یہ ہے۔ ویباح اتخاذ المحراب نصا وقیل لا یستحب اومأ الیه احمد واختاره الاجری وابن عقیل یستدل به الجاهل۔ انتھی

مؤلف کشاف القناع بھی اباحت بلکہ استحباب ثابت کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ نص سے ثابت ہے۔ اصطلاح علمائے میں نص قرآنی آیات واحادیث کو کہتے ہیں یعنی قرآن وحدیث سے محراب بنانا ثابت ہے۔ جن احادیث سے کراہت بعض لوگ ثابت کرتے ہیں وہ یہ ہیں۔

وقد اخرج الطبرانی والبیھقی عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال اتقوا هذه المذابح یعنی المحاریب واخرج ابن ابی شیبة فی المصنف عن موسی الجهنی قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لا تزال هذه

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخیر ما لم یتخذ وا فی مساجدھم مذابح کمذابح النصاریٰ ۔ اس پر نظر ہے بچند وجوہ ۔ اوّلاً ان کے راوی ذکر کرکے ہر ایک کی توثیق ضروری ہے جرح وعلت خفیہ وغیرہ جو نقائص کہ سندوں وغیرہ میں واقع ہوتے ہیں یا متن میں اس سے برأت لابد ہے اور بیان راویوں کا فکر ان کی توثیق جو بذمہ مدعی ہے مفقود ہے۔ ثانیاً ممانعت مذابح کی ثابت ہوئی جو حجرے علیحدہ مسجد سے بنایا کرتے تھے ۔ نہ محراب ۔ ثالثاً کسی احادیث سے محراب کی ممانعت نہیں ثابت ہوئی ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذابح سے منع فرمایا کمذابح النصاریٰ اگر مشابہت نہ ہو تو جائز ہے ۔ رابعاً حدیث میں مذابح ہے یعنی المحاریب یہ راوی کی تقریر ہے اپنے فہم کے مطابق نہ حدیث کے لفظ ۔

جناب! محراب کے دو معنی ہیں ایک حجرہ وغرفہ دوسرا محراب المسجد حرام نہیں ہے محاریب پیشگاہ ہائے مجالس ومنہ محراب المسجد وھوا یضا وقولہ تعالیٰ فخرج علی قومہ من المحراب ۔ قالوا من المسجد ۔ وفی فتح البیان کلما دخل علیھا زکریا المحراب یعنی غرفۃ والمحراب فی اللغۃ اکرم موضع فی المجلس قالہ القرطبی وسمیت محرابا لانھا محل محاربۃ الشیطان لان المتعبد فیھا یحاربہ لکذالک ھو فی المسجد وکذالک یقال لکل محل من محال العبادۃ محراب ۔

الحاصل محراب المسجد بنانا درست ہے ۔ اس کی ممانعت کرنا شریعت میں تنگی کرنا ہے بغیر برہان وبینہ ۔ اور جس کی ممانعت آئی ہے وہ اور چیز ہے ۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم ۔

حررہ احمد اللہ مدرس رحمانیہ دہلی ۔ ۴ رجمادی الاول ۱۳۵۰ھ

الجواب صحیح بیشک محراب بنا مسجدوں میں جائز ہے اس کے عدم جواز پر کوئی دلیل نہیں البتہ یہود ونصاریٰ کے طریق پر امام کے واسطے بصورت خاص محراب بنانا ناجائز ہے ۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم ۔

کتبہ ابو طاہر البہاری عفا اللہ عنہ الباری المدرس الاول فی المدرسۃ دار الحدیث الرحمانیہ الکائنۃ فی بلدۃ دہلی

نفس محراب بنانا تو جائز ہے مگر جیسا کہ آجکل اس میں نقش ونگار کا رواج ہے یہ نہیں چاہیے ۔ سادہ ہونا چاہیے ۔ واللہ اعلم ۔

کتبہ عبد الوہاب الآروی مدرس مدرسہ رحمانیہ دہلی

الجواب صحیح والرای نجیح واللہ اعلم وعلمہ اتم ۔

سید ابو الحسن عفی عنہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محراب بنانی مسجدوں میں زمانہ رسالت سے اس وقت تک ثابت ہے۔ لہٰذا اس کو بدعت کہنا غلط ہے۔ سنن بیہقی کی روایت اس پر دال ہے۔ ہاں نصرانیوں کے گرجے کے مشابہ محراب بنانی منع ہے۔ مذابح کمذابح النصاریٰ سے ممانعت وارد ہوئی اور مذابح کے معنی مقاصیر کے ہیں۔ واللہ اعلم۔ کتبہ عبدالسلام المبارکفوری

الجواب صحیح: محمد عبدالقدیر مدرس مدرسہ ریاض العلوم دہلی

نفس محراب بنانا جائز ہے اس میں کوئی شک نہیں۔

(کتبہ عبدالرزاق مدرس اول مدرسہ ریاض العلوم دہلی)

مسجدوں میں محراب بنانا جائز ہے مگر مشرکین واہل کتاب کے محرابوں کی مشابہت جائز نہیں یہاں تک کہ اگر غیر اہل اسلام کی عبادت گاہوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو اور وہ ان کو مسجد بنانا چاہیں تو بنا سکتے ہیں مگر ان کے محرابوں میں تغیر وضعی یا ذاتی کرنا ضرور ہے" نیل الاوطار ص۲۳۱ ج ۲

والحدیث یدل علی جواز جعل الکنائس والبیع وامکنۃ الاصنام مساجد وکذالک فعل کثیر من الصحابۃ حین فتحوا البلاد وجعلوا متعبداتھم کمتعبدات المسلمین وغیروا محاربھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(کتبہ محمد اسحاق الآروی مدرس دارالحدیث رحمانیہ دہلی)

مسجدوں میں جو محراب آج کل بنے ہوئے ہیں وہ درست ہیں۔ جیسا کہ حدیث بیہقی سے ثابت ہے۔ اس مسئلہ کی تحقیق عون المعبود میں موجود ہے جو اس کو بدعت کہتے ہیں وہ غلط کہتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ (محمد یونس عفی عنہ مدرس مدرسہ حضرت میاں صاحب مرحوم پھاٹک حبش خان دہلی)۔

جواب صحیح ہے۔ نفس محراب جو آجکل مساجد میں ہے جائز ہے جن روایتوں میں ممانعت ہے وہ اہل کتاب کی مشابہت سے منع فرمایا ہے جو اس محراب میں نہیں پائی جاتی۔ نصاریٰ کے معبد جاکر دیکھو ہرگز اس کے مشابہ نہیں۔ پھر ممانعت اس محراب سے کیسی۔ الغرض یہ محراب جائز ہے۔ (ابو سعید محمد شرف الدین عفی عنہ مدرس اول)

محراب مسجد میں بنانا جائز ہے لیکن یہود ونصاریٰ کی طرح بڑا اور خوبصورت منقش مزین نہ ہو جیسا کہ آجکل گرجوں میں دیکھا جاتا ہے۔ اس کا ثبوت زمانہ قدیم سے چلا آتا ہے احادیث میں مذکور ہے اور اصحاب لغت بھی ذکر کرتے آتے ہیں مدت مدیدہ سے بغیر انکار کرنے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہے۔ (عبدالرحمن مدرس مدرسہ مسجد حاجی علی جان دہلی)۔

مسلمانوں میں جو آجکل محراب مروج ہیں وہ یہود و نصاریٰ کی طرح نہیں ہے۔ لہٰذا بدعت نہیں ہے۔ ہاں اگر مشابہت ہو تو البتہ بدعت ہے۔ ورنہ نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

(محمد یوسف علی پیر بھومی) ۱۸ / جنوری ۱۹۲۲ء)

سوال: نماز کی نیت زبان سے پڑھنا حدیث شریف سے ثبوت ہے۔

جواب: زبان سے نیت کرنے کا ثبوت نہیں نیت دل کا فعل ہے زبانی الفاظ بولنے سے فقہاء نے بھی منع کیا ہے۔ نیت صرف یہ ہے کہ دل میں قصد کرے کہ میں نماز پڑھنے لگا ہوں فرض۔ سنت۔ نفل

۲۸ / جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ

حضرات! جمیع اہل اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو امر کتاب و سنت سے ثابت ہو قابل تسلیم ہے۔ اس کے ماسوائے پر بعض کا اتفاق ہے اور بعض کا نہیں۔ پس میں شق اول پر رہ کر کچھ کلام کرنا چاہتا ہوں۔

پس معلوم کرنا چاہیے کہ اسلام میں جمیع اعمال کی مقبولیت نیت پر منحصر ہے پس ہر عامل اپنے عمل کا ثمرہ باعتبار نیت کے پائے گا۔

کما فی الصحیح عن عمر ابن الخطاب رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات و انما لامرء ما نوی الحدیث

پس جب اعمال کی قبولیت نیت پر منحصر ہے تو اب معلوم کرنا چاہیے کہ "بالنیات" جو حدیث میں وارد ہے اس کا کیا معنی ہے۔ پس اوّلاً اس کی تحقیق کتب لغات سے کی جاتی ہے تاکہ معنے لغوی کے سمجھنے سے معنی شرعی کا سمجھنا آسان ہو جاوے۔ پھر اس کے بعد علمائے حقانی کی تحقیق درج کی جاتی ہے اور اس بات کا کافی ثبوت دیا جاتا ہے کہ جو نیت عوام میں مشہور اور مروج ہے سو یہ نوایجاد ہے شریعت حقہ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اس کا مبنی قیاس ہے پس معلوم کرنا چاہیے کہ نیات جمع ہے نیت کی اور نیت کے جو معنے کتب لغت میں لکھے گئے ہیں یہاں پر درج کئے جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو صراح جو لغت کی ایک مشہور اور معتبر کتاب ہے اس میں لکھتے ہیں۔ "نوی نیت آہنگ کردن وانتواء کذالک" صـ ۵۹۳ (یعنی نوے اور نیت اور انتواء کے معنی نیت کرنا) انتھی

قاموس میں ہے۔ "نوی الشیئ ینویہ نیۃ یخفف قصدہ کانتواہ"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(صـ۲۹۹ جلد ثانی)۔ اسی طور پر لغات فیروزی عربی میں ہے "نیت ۶ دل کا ارادہ قصد۔ (صنت۳) لغات فیروزی فارسی میں ہے۔ نیت دل کا ارادہ قصد دلی خواہش (صـ۱۸)۔ صراح اور قاموس میں نوے اور نیت کے اور بھی چند معنے لکھے ہیں لیکن سب مجاز ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ اذا امکن الحقیقة لایصار الی المجاز۔ پس نیت باعتبار لغت کے متعین ہوگیا ارادہ قلبی کو۔ دیگر یہ کہ ان معانی کا بھی تعلق جیسا کہ ارادہ قلبی کو ہے بولنے کو نہیں اور ارادہ قلبی منافی ہے قول کے پس بعض علماء کا یہ قول کہ نیت دل اور زبان سے کرنا افضل ہے تاکہ زبان دل کے موافق ہو جائے اور ظاہر باطن کے مطابق بے دلیل ہے۔ ایسا قیاس نص کے مقابلہ حجت نہیں بلکہ نیت باعتبار لغت کے ارادہ قلبی ہے اور بس، پس معنی لغوی اور شرعی میں ضرور کوئی مناسبت ہونا چاہیئے۔ لہٰذا جو معنی شرعی علماء حقانی نے نیت کے بیان کیے ہیں ان کو ذکر کیا جاتا ہے۔

ملاحظہ ہو۔ وقال النواوی النیة القصد وعزیمة القلب وایضا۔ قال البیضاوی النیة عبارة عن انبعاث القلب نحو ما یراہ موافقا لغرض من جلب نفع اودفع ضر حالا ومآلا والشرع خصصه بالارادة التوجه نحو الفعل لابتغاء رضاء اللہ وامتثال حکمه والنیة فی الحدیث محمول علی المعنی اللغوی۔ الخ (فتح الباری پارہ اول صـ۸)

اور کہا امام نووی (شارح صحیح مسلم) نے نیت قصد کرنا اور دل کی پختہ بات اور کہا بیضاوی نے نیت عبارت ہے ابھارنا دل کا اس امر کی طرف جو اپنی غرض کے موافق دیکھتا ہے تحصیل نفع کے لئے یا دفع ضرر کے لئے حالاً و مآلاً اور شرع نے خاص کر دیا فعل کے بجالانے کے ارادہ کو اللہ کی رضا جوئی کے لئے اور اس کے امر کی بجاآوری کے لئے اور نیت مذکورہ حدیث میں محمول ہے معنی لغوی پر۔ انتہیٰ

یہ عبارت کسی تفصیل کی محتاج نہیں بلکہ ڈنکے کی چوٹ اس امر کو ثابت کرتی ہے کہ حدیث میں جو نیات وارد ہے اس سے معنی لغوی یعنی کسی فعل کے بجالانے کا ارادہ کرنا ہی مراد ہے۔ دیگر ہیچ۔

بایں وجہ اس حدیث کو بعض محدثین نے جملہ شریعت اور بعض نے نصف اور بعض نے ثلث قرار دیا ہے۔ جیسا کہ عون الباری شرح صحیح البخاری میں ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال ابن مہدی ایضا ینبغی ان یجعل ھذا الحدیث راس کل باب ووجہ البیہقی کونہ ثلث العلم بان کسب العبد یقع بقلبہ ولسانہ وجوارحہ فالنیۃ احد اقسامہ الثلاثۃ وارجحھا لانہا قد تکون عبادۃ مستقلۃ وغیر ما یحتاج الیہا ومن ثم ورد نیۃ المومن خیر من عملہ وکلام الامام احمد یدل علی انہ اراد بکون ثلث العلم انہ احد قواعدہ الثلاث التی ترد الیہا جمیع الاحکام۔ (ص۲۳ برحاشیہ نیل الاوطار)

اور کہا ابن مہدی نے لائق ہے کہ اس حدیث کو ہر باب کا سر قرار دیا جاوے اور بیہقی نے اس حدیث کے ثلث علم ہونے کی توجیہ بیان کی ہے کہ بندہ کا فعل یا تو دل سے ہوتا ہے یا زبان یا جوارح سے پس نیت ان تین سے ایک ہے اور ان کی ارجح ہے۔ کیونکہ یہ عبادت مستقلہ ہے اور اس کے علاوہ افعال جوارح ولسان اس کے محتاج ہیں اس واسطے وارد ہوا "مومن کی نیت بہتر ہے اس کے عمل سے" اور امام احمد کا کلام بھی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ نیت ایک ہے دین کے قواعد ثلاثہ کی جن کی طرف احکام راجع ہوتے ہیں۔ انتہیٰ۔

اس عبارت سے بھی بخوبی روشن ہو گیا کہ نیت فعل قلب ہے نہ فعل لسان۔ کیونکہ فعل عبد تو منقسم ہے اور سہ افعال اس کی اقسام ہیں اور یہ بالبداہت ثابت ہے کہ قسم شئے کی اس کی قسم کے مغائر ہے پس اگر نیت کو بولا بھی جائے گا تو فعل لسان ہو جائے گا نہ فعل قلب یا حقیقت منتقلہ کا بدلنا لازم آئے گا وھما محذوران۔ پھر آگے اس کی لغوی تحقیق لکھتے ہیں۔

النیات جمع نیۃ من نوی ینوی من ضرب ولغۃ القصد وقیل ھی من النوی بمعنی البعد والاول اولی وجمیعۃ النیۃ فی ھذہ الروایۃ باعتبار تنوعھا لان المصدر لا یجمع الا باعتبار تنوعہ او باعتبار مقاصد الناوی کقصدہ تعالٰی او تحصیل موعودہ او اتقاء وعیدہ وفی معظم الروایۃ النیۃ بالافراد علی الاصل لاتحاد محلھا وھو القلب کما ان مرجعھا واحد وھو الاخلاص للواحد الذی لا شریک لہ فناسب افرادھا بخلاف الاعمال فانھا متعلقۃ بالظواھر وھی متعددۃ فناسب جمعھا وھو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هنا محمولة على معناها اللغوى الخ۔

یعنی نیات جمع ہے نیت کی باب ضرب سے بمعنی قصد کرنا۔ اور کہا جاتا ہے نوی سے بمعنی دوری کے اور اول معنی اولی ہے اور نیت کی جو جمع آئی ہے باعتبار انواع کے ہے کیونکہ مصدر کی جمع اس کی انواع کے اعتبار سے آسکتی ہے باعتبار مقاصد نیت کرنے والوں کے مثل قصد کرنے اللہ کی رضا کے یا اس کے وعدہ حاصل کرنے کے یا اس کی وعید سے ڈرنے کا اور معظم الروایۃ میں نیت باعتبار اصل کے مفرد آیا ہے واسطے اتحاد محل کے اور وہ قلب ہے جیسا کہ اس کا مرجع واحد ہے یعنی اخلاص واحد لا شریک کا پس اس کا مفرد آنا مناسب ہے بخلاف اعمال کے پس وہ متعلق ہے ظواہر کے اور وہ متعدد ہے بایں وجہ اس کی جمع آنا مناسب ہے اور نیت یہاں محمول ہے معنی لغوی پر انتھی۔

پس قطعی فیصلہ ہو چکا کہ حدیث میں جو نیت وارد ہے اور جس پر عمل کی قبولیت کا مدار ہے بمعنی ارادہ قلبی ہے اور بس۔ کیونکہ اگر زبان سے بولنے کی قید زائد کو بھی اس کے ساتھ ملحق کیا جاوے گا تو ضرور معنی لغوی میں تغیر پیدا ہو جاوے گا پس جیسا کہ نماز کے اور انواع[1] میں نیت تلفظ باللسان کو غیر مشروع کہا جاتا ہے اس میں بالاولیٰ کہنا چاہیئے اسی واسطے شیخ عبدالحق صاحب مرحوم محدث دہلوی نے اس کے بارہ میں بہت اچھا فیصلہ کیا ہے۔ وھو هذا:۔ باید دانست کہ نیت کار دلست بزبان گفتن حاجت نبود۔ و اگر بزبان گوید دل غافل باشد اعتبار ندارد اگر فرضا نیت در دل حاصل گردد بزبان نیاید یا بزبان خلاف آن رود زیان نکند و اختلاف کردند علماء در نیت نماز بعد از اتفاق ہمہ آں کہ بجہر گفتن آن نامشروع ست تلفظ بہ نیت شرط صحت نماز ست یا نہ صحیح آنکہ.... شرط نیست و شرط دانستن آں خطا ست ولیکن فقہاء گفتہ اند کہ اگر بزبان نیز گوید بہتر ست و مستحب تا زبان با دل موافق و ظاہر با باطن مطابق و نیز تعقل معنی نیت و استحضار آں در دل بذکر الفاظ آسان باشد و محدثان نیز گویند کہ در ہیچ جا روایت از حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ آمدہ کہ نیت بزبان گفتی ہمیں قدر آمدہ است

[1] روزہ و حج و زکوٰۃ وغیرہ ۱۲ منہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ چوں بہ نماز برخاستی "اللہ اکبر" گفتی اگر چیزے دیگر خواندہ بودی ہر آئینہ روایت نمودندے پس طریقہ اتباع آنست ہم بر نیت بدل اختصار کند و اتباع ہمچناں کہ در فعل واجب ست در ترک نیز مے باید پس آنکہ مواظبت نماید بر فعل آں چہ شارع نکردہ باشد مبتدع بود۔ کذا قال المحدثون (اشعۃ اللمعات جلد اوّل ص ۳۶)

(از محمد ابو المنصور صاحب کھنڈیلہ ضلع جیپور شخاوائی) ۴ رجب ۱۳۶۳ھ

سوال: امام سر پر ٹوپی اوڑھ کر فرض یا جماعت پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: ٹوپی پہن کر نماز جائز ہے۔ (۱۰ مئی ۱۹۴۴ء)

سوال: امام نصف آستین والی قمیص سے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: ایسی قمیص میں نماز پڑھ سکتا ہے جس سے کندھے ڈھکے ہوئے ہوں۔ حدیث شریف میں ہے۔ لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى عَاتِقِهِ مِنْهُ شَيْئٌ (بخاری) کوئی شخص ایسے کپڑے میں نماز نہ پڑھے جس کا کوئی حصہ کندھوں پر نہ ہو۔ (۱۰ مئی ۱۹۴۴ء)

سوال: کسی شخص کو بیماری کی حالت میں احتلام ہوا۔ وہ شخص پنجوقتی نماز کا پابند ہے۔ کسی حال میں نماز اس کی ترک نہ ہوئی ہے۔ اب حالت بیماری کی وجہ اگر وہ پانی سے غسل کرے تو اس کو تکلیف اور خطرہ ہے۔ ایسی حالت میں کیا وہ غسل کرے کیا تیمم سے پاک ہو کر نماز ادا کرے۔ دونوں میں کونسی صورت اختیار کر کے عمل کرے۔

جواب: قرآن مجید و حدیث شریف میں بیمار جنب کو تیمم کی اجازت ہے۔ جب تک پانی استعمال نہ کر سکے صرف تیمم سے نماز پڑھ سکتا ہے۔ اللہ اعلم! (۹ اگست ۱۹۴۲ء)

سوال: ایک امام پانچ وقت کی نماز پڑھاتا ہے۔ عادت اس کی یہ ہے کہ پہلی رکعت میں ۲۸ پارہ کی سورت قراءت میں پڑھتا ہے اور دوسری رکعت میں سورہ بقرہ یعنی پارہ ۲ سے پڑھتا ہے۔ ہر روز جان بوجھ کر یہ اسی ترتیب سے پڑھتا ہے۔ آنجناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے طور پر قراءت پڑھنے کی اجازت دی ہے یا نہیں۔ اگر ایسا آگے پیچھے پڑھنا تھا تو ترتیب کی کیا ضرورت تھی۔ قرآن مجید و فرقان حمید کی ترتیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنائی ہے یا صحابہ کرام نے۔ جناب کی ترتیب قائم ہو کر پڑھتے ہیں یا الٹ کرتے رہے ہیں۔ سب حالات آنحضرت محمد صلی اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیہ وسلم سے مفصل تحریر کریں۔ بڑے سے بڑا معتبر پتہ ابوہریرہؓ دیتے ہیں۔ ایک روز حضرت خلیفہ عمرؓ نے سورہ کہف پہلی رکعت میں اور دوسری میں سورہ یوسف پڑھی۔ انہوں نے ایسا کرنا بتایا یا وتروں میں کسی صحابہ کرام نے پہلی رکعت میں **فلق**، دوسری میں والناس تیسری میں اخلاص۔

جواب: ترتیب قرآنی کو ملحوظ رکھتے ہوئے نماز میں آگے پیچھے سورت پڑھنا شرعاً جائز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک شخص فاتحہ کے بعد سورہ قل ھو اللہ پہلے پڑھتا۔ پھر اور سورہ پڑھتا خواہ وہ قل ھو اللہ سے پہلے کی ہو یا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر پا کر اس کو منع نہیں کیا۔ احنف بن قیس نے پہلی رکعت میں سورہ کہف پڑھی۔ دوسری میں سورہ یوسف یا سورہ یونس پڑھی اور کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی صبح کی نماز میں اسی طرح پڑھی تھیں (صحیح بخاری) اس لئے کوئی شخص اب بھی ایسا کرتا ہے تو حرج نہیں۔ درمختار میں آیا ہے لا باس بہ کوئی حرج نہیں۔ اللہ اعلم

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۳۔ ۲۵ اکتوبر ۱۹۴۰ء)

سوال: زید مسجد میں سو گیا اور احتلام ہو گیا۔ اب زید مسجد میں بغیر غسل سو رہے یا اول غسل کرے پھر سو جائے۔

جواب: جنب ہو جانے کے بعد فوراً مسجد سے باہر نکل جائے۔ غسل کر کے پھر آئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے لَا أُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَّلَا جُنُبٍ (ابوداؤد) بعض علماء جنبی کو وضو کر لینے کے بعد مسجد میں ٹھہرنا جائز کہتے ہیں۔ منہم امام احمد رحمہ اللہ (نیل) حنفیہ کے نزدیک احتلام کے بعد تیمم کر کے مسجد سے باہر نکلے۔ اللہ اعلم!

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۳۔ ۲۵ اکتوبر ۱۹۴۰ء)

سوال: زید حنفی ہے وہ کہتا ہے۔ کہ رفع یدین کرنا ناجائز ہے بلکہ امام صاحب بھی رفع الیدین نہیں کیا کرتے تھے تو پھر ہم کیوں کر کریں۔ اور کہتا ہے کہ عرب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جب مسلمان عرب نماز پڑھتے تو منافقان عرب اپنی آستینوں میں بت بنا کر بحالت قیام رکھ دیتے تھے جو باعث تکلیف ہوتی تھی اور یہی وجہ ہے کہ لوگ رفع یدین کرتے تھے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرزمین عرب میں تھے۔ اب کرنے کی کیا ضرورت۔ اور امام صاحب کو رفع یدین کرنے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے نفی میں لاتے ہیں کیا یہ صحیح ہے یا نہیں۔ اور رفع الیدین کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: زید کا یہ کہنا کہ حنفی مذہب میں رفع الیدین سنت نہیں صحیح ہے مگر یہ کہنا کہ عرب آستینوں میں بت رکھا کرتے تھے محض بے ثبوت بات ہے۔ جو کسی معتبر کتاب میں نہیں ہے[1]۔ (۱۶ مارچ ۱۹۳۲ء)

سوال: آمین کہنا کس حدیث سے ثابت ہے۔ عمر کہتا ہے کہ آمین کہنا جائز ہے اور بکر کہتا ہے کہ آمین بلند آواز سے کہنا جائز نہیں اور آہستہ آہستہ کہنا جائز ہے یعنی چپکے سے دل میں کہنا چاہیئے تاکہ آواز معلوم نہ ہو۔ اور کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ آمین کہتے تو اس کی باعث یہ ہوئی کہ مشرکان عرب منہ میں نمازی کے مٹی ڈال دیا کرتے تھے۔ اب یہ کہنا جائز نہیں۔ ان دونوں صورتوں میں کیا فرماتے ہیں۔ از حدیث وقرآن فتاویٰ عنایت فرمادیں۔

جواب: یہ سب بناوٹی بات ہے نہ کوئی عرب ایسا کرتا تھا نہ اس وجہ سے آمین کا اجراء ہوا۔ اگر ایسا ہوتا تو بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کیوں آمین بالجہر ہوتی۔ (۱۶ مارچ ۱۹۳۲ء)

سوال: فجر کی نماز فرض کا جماعت کا وقت ہوگیا ہو تو امام سنتیں پڑھ کر نماز کے لئے کھڑا ہو جاوے یا بغیر سنت پڑھے فرض پڑھ لے اور بعد میں سنت پڑھے۔

جواب: پہلے دو رکعت سنت پڑھے پھر جماعت کرائے۔ اگر سائل کا یہ مطلب ہے کہ نماز کا وقت بہت تنگ ہوگیا۔ اتنا کہ فرض ہی پڑھے جائیں تو بیشک پہلے فرض پڑھے بعد سنتیں پڑھے۔ (۱۱ نومبر ۱۹۳۸ء)

سوال: مغرب کی فرض نماز میں جماعت کے ساتھ فقط ایک رکعت ملے اور پھر دو رکعت باقی رہے تو پھر دوسری رکعت میں التحیات پڑھنا ہوگا یا نہیں؟

جواب: امام کے ساتھ مل کر مقتدی نے جو رکعت ادا کی ہے یہ اس کی پہلی رکعت ہے اس لئے دوسری رکعت پڑھ کر تشہد (التحیات) پڑھے۔ اگر پہلی میں نہ پڑھے دوسری رکعت پڑھ کر تشہد پڑھے تو یہ بھی جائز ہے۔ دونوں مذہب سلف سے

---

[1] اور اسی طرح رفع یدین کے سنت ہونے سے انکار کرنا بھی دلائل صحیحہ کی رو سے غلط ہے (محمد داؤد راز)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چلے آتے ہیں۔ (۱۱ر نومبر ۱۹۳۶ء)

سوال: نماز ظہر اور عصر۔ مغرب اور عشاء ساتھ جمع کر کے پڑھے تو سنت نفل پڑھے یا چھوڑ دے۔

جواب: جمع صلوٰتین کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف فرض پڑھا کرتے تھے۔ حدیث شریف میں آیا ہے لم یسبح بینھما یعنی نمازوں کے جمع کرنے میں نوافل، سنتیں نہیں پڑھیں۔ (۱۱ر نومبر ۱۹۳۶ء)

سوال: فجر کی نماز کے لئے کوئی شخص گھر سے سنت پڑھ کر مسجد میں آیا۔ اور اذان کا وقت ہو گیا تھا مگر اذان دیر سے ہوئی۔ اب وہ شخص پھر سنت پڑھے یا وہی کافی ہے۔ کوئی شخص گھر سے سنت پڑھ کر آیا مگر تکبیر کو دیر ہے تو وہ شخص خالی بیٹھے رہے یا وہ رکعت پھر پڑھے۔

جواب: جو سنتیں وہ پڑھ چکا ہے وہ کافی ہیں اور پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اور فجر کی سنتیں پڑھ کر بجز فرضوں کے اور کوئی نفل نہ پڑھے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ صبح ہو جانے کے بعد سوا دو رکعت سنتوں کے کوئی نماز نہیں ہے۔[1]

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۳۔ ۱۱ر نومبر ۱۹۳۶ء)

سوال: اگر دس یا پندرہ یا بیس سیر دودھ یا شربت یا گھی گرم شدہ میں ناپاکی پڑ جائے تو کیا سب خراب تصور ہوگا یا کیسے کیا جائے۔ قرآن و حدیث سے جواب دیا جائے۔

جواب: حدیث شریف میں آیا ہے اگر گھی گرم میں چوہا پڑ جائے تو اس کے نزدیک نہ جاؤ۔ چنانچہ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔ وان کان مائعا فلا تقربوہ (ابوداؤد)۔ اگر پگھلا ہوا گھی ہو تو اس کے نزدیک نہ جاؤ۔ یہی حکم شربت اور دودھ کا ہے۔ (۱۱ر نومبر ۱۹۳۶ء)

سوال: اذان اور اقامت کے درمیان ان الفاظ میں تثویب (اعلام بعد الاعلام) ہر نماز کے لئے پکارنا ”الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ، الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ جائز ہے یا ناجائز؟ لغت

---

[1] اس فتوی پر تعاقب مع جواب ص ۳۲۶ پر ملاحظہ فرمایئے فقط سرآز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اصطلاح شرعیہ میں تثویب کے کیا معنی ہیں؟ (از نمازیان مسجد جانی بریلی)

جواب: ناجائز بدعت ہے کیونکہ زمانہ رسالت اور عہد خلافت میں اس کا ثبوت نہیں ملتا، تثویب لغت میں اعلان کرنا ہے اور اصطلاح شرع میں اذان نماز مکرر پکارنا ہے۔ یہ رسوم زمانہ صحابہ میں خال خال ہو گئی تھی اس لئے صحابہ کبار نے اس کو بدعت قرار دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بعد اذان تثویب کی آواز سنی تو کہا اس بدعتی کو مسجد سے نکال دو، ایسا ہی ابن عمر رضی اللہ عنہم نے تثویب کی آواز سنی تو کہا کہ چلو اٹھو ہم اس بدعتی کے پاس سے نکل چلیں (حاشیہ سنبھلی بر ہدایہ ص۵۵ نمبر ۱۲) ایک تثویب صبح کے وقت ہے۔ یعنی "اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" یہ جزو اذان ہے الگ نہیں اور اس کا ثبوت ملتا ہے کیونکہ بلال مؤذن باجازت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں ایسا ہی کہتے تھے (ہدایہ حاشیہ سنبھلی نمبر ۱۷) اس کے سوا باقی ہر قسم کی تثویب بدعت ہے۔ اس میں اہل السنن کے کسی فرقہ کا اختلاف نہیں (۱۶/ دسمبر ۳۲ء)

سوال: امام اور مقتدی شروع تکبیر سے اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو جائیں یا جب مکبر "حی علی الصلوٰۃ" پر پہنچے۔

جواب: کسی حدیث میں میں نے یہ ترتیب نہیں دیکھی علماء کی ذہنیت ہے جس پر عمل کرنا نہ واجب ہے نہ حرام۔ (۱۶/ دسمبر ۳۲ء)

تشریح: یہ بریلوی علماء کی ایجاد ہے جو صحیح نہیں ہے حدیث صحیح سے امام کا بعد تکبیر مؤذن یعنی تکبیر پوری کہنے کے بعد اپنی جگہ مصلی پر کھڑا ہونا اور تکبیر تحریمہ کہنا ثابت ہے اور مقتدیوں کا امام سے بھی پہلے اپنی اپنی جگہ پر کھڑا ہونا ثابت ہے۔ "حی علی الصلوٰۃ" سے نماز کا بلاوا ہے اور "قد قامت الصلوٰۃ" کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے لئے جلد آؤ نماز قائم ہونے کو ہے ماضی بمعنی مضارع ہے اول کلام میں بھی آتی ہے اور مجاز بالمشارف بھی مسئلہ ہے حدیث یہ ہے عن ابی ھریرۃ ان الصلوٰۃ کانت تقام لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیاخذ الناس مصافھم قبل ان یاخذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقامہ (رواہ مسلم وابوداؤد) وعن ابی ھریرۃ قال اقیمت الصلوٰۃ وعدلت الصفوف قیاما قبل ان یخرج الینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فخرج الینا فلما قام فی مصلاہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحدیث متفق علیه ولا خلاف بینه وبین الحدیث الثانی اذا اقیمت الصلوٰة فلا تقوموا حتی ترونی قد خرجت اخرجه مسلم واصحاب السنن والبخاری مختصرا نیل الاوطار ص۱۹۲ ج۳ لان المنع قبل الخروج عن البیت والجواز بعد الخروج والخروج ورد بیتهم له صلی الله علیه وسلم۔ الغرض یہ کوئی شرعی مسئلہ نہیں ہے کہ مقتدیوں کے لئے لفظ "قد قامت الصلاة" کا لفظ سننے سے پہلے جماعت میں صفیں سیدھی کرنے کے لئے کھڑا ہونا حرام ہو جو ایسا کہتا ہے وہ غلطی پر ہے۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

علمائے کرام سے سوال

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم وآنجناب کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ودیگر ائمہ وبزرگانِ دین حق کے اسم ہائے مبارک ذیل میں درج ہیں ان کی نسبت جواب کو سوال کے محاذ ارقام فرمائیں اور ثواب دارین حاصل کریں (۱) بحالت نماز جماعت خلف امام سورہ فاتحہ پڑھتے تھے یا نہیں (۲) آیا آپ بحالت نماز جماعت ختم قرارت فاتحہ آمین بالجہر کہتے تھے یا نہیں (۳) آیا بحالت نماز رفع یدین کے عامل تھے یا نہیں، آیا بحالت نماز زیر ناف باندھتے تھے یا سینہ پر (۴) ماہ رمضان المبارک میں تراویح معہ وتر کتنی رکعت پڑھتے حوالہ کتب معتبرہ شرعیہ سے تحریر فرمایا جاوے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ، حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ، حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ، حضرت احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام غزالی رضی اللہ عنہ (۴ ار دسمبر ۱۹۳۲ء)

از مولوی نور الٰہی صاحب نور گھر جالمی خطیب شیخوپورہ

جواب: قرآن مجید بتا رہا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کوئی حکم اپنی مرضی سے نہیں دیا کرتے تھے بلکہ وہی فرماتے تھے جس کا حکم اللہ سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے صادر ہوتا تھا۔ (۲) رسول خدا احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم خدا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو ارشاد فرمایا۔

لا تقرؤا بشیئ من القرآن اذا جهرت الا بام القرآن (ابوداؤد)
جب میں جہری نمازوں میں قرارت پکار کر پڑھوں تو تم اس وقت سوائے سورہ فاتحہ کے اور کوئی سورت قرآن کی میرے پیچھے نہ پڑھا کرو۔

(۳) فانه لا صلوٰة لمن لم يقرء بفاتحة الكتاب کیونکہ جو شخص سورہ فاتحہ امام کے پیچھے نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔ (مشکوٰۃ باب القرارۃ فی الصلوٰۃ)

(۴) آثار صحابہؓ سے تسلی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے پیارے رسولؐ کے احکام عالیہ کی تعمیل بڑے تپاک سے کرتے تھے۔ آپ کا فرمان سُن کر حاضرین میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو فاتحہ خلف الامام کا قائل نہ ہو۔

(۵) چنانچہ امام ترمذی حدیث عبادہ کے ماتحت فرماتے ہیں۔ والعمل على هذا الحديث في القراءة خلف الامام عند اكثر اهل العلم من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم والتابعين وهو قول مالك ابن انس وابن المبارك والشافعي واحمد واسحق يرون القراءة خلف الامام۔

اکثر صحابہ کرام اور تابعین کا عمل فاتحہ خلف الامام پر تھا۔ اور امام مالک اور شافعی اور احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سب فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے۔ (ترمذی ص۴۳)

(۶) حارث اور یزید ابن شریک فرماتے ہیں۔ امرنا عمر ابن الخطاب رضی الله عنه نقرأ خلف الامام۔ کہ ہم کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ امام کے پیچھے پڑھا کریں۔ (جزء القراءۃ للبیہقی ص۹۶، مستدرک حاکم ص۲۳۹، کنز العمال جلد۴ ص۱۱۱)

(۷) وعن علي انه كان يامر ان يقرأ خلف الامام اور حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ بھی فاتحہ خلف الامام کا حکم کیا کرتے تھے۔ (جزء القراءۃ ص۹۲)

(۸) وعن الحسن انه يقول اقرءوا خلف الامام في كل صلوٰة بفاتحة الكتاب في نفسك اور امام حسنؓ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے ہر ایک نماز (خواہ سری ہو یا جہری) کا سورہ فاتحہ پڑھا کرو۔ (جزء القراءۃ للبیہقیؒ)

(۹) امام غزالی بھی فاتحہ خلف الامام کے قائل ہیں اور فرماتے ہیں جو شخص امام کے پیچھے الحمد نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ (دیکھو احیاء العلوم مصنفہ امام غزالیؒ)۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۰) امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ بھی سری نمازوں میں فاتحہ کے جواز کے قائل تھے اور جہری نماز میں بھی اگر سکتات میں پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں۔ (عمدۃ الرعایہ ص۱۷۳)

(۱۱) ملا جیون حنفی مصنف نور الانوار اپنی تفسیر احمدی میں فرماتے ہیں۔ فان الطائفۃ الصوفیۃ والمشائخین الحنفیۃ تراھم یستحسنون قراءۃ الفاتحۃ للمؤتم کما استحسنہ محمد احتیاطا فیما روی عنہ۔ صوفیہ کرام اور مشائخ حنفیہ بھی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی طرح فاتحہ خلف الامام کو مستحسن اور اچھا سمجھتے تھے احتیاطاً جس طرح ہدایہ وغیرہ میں بھی ہے۔

(۱۲) امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ فاتحہ خلف الامام واجب ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی یہی مذہب ہے امام مالک اور امام شافعی اور جمہور علماء صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا (نووی شرح مسلم ص۱۷۰)

(۱۳) پیر عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سورہ فاتحہ ارکان نماز میں سے ہے (غنیہ ص۱) اور اگر کوئی رکن جان بوجھ کر چھوڑ دے یا بھول جاوے تو اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔ (لہٰذا فاتحہ ضرور پڑھنی چاہیے) (غنیۃ الطالبین ص۱۲)

(۱۴) عبد اللہ بن مبارک شاگرد امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ انا اقرء خلف الامام والناس یقرؤن الا قوم من الکوفیین۔ کہ میں امام کے پیچھے پڑھتا ہوں اور تمام لوگ پڑھتے ہیں مگر کوفیوں کی قوم نہیں پڑھتی (ترمذی)

(۱۵) خلاصہ تمام مضمون کا یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بامر اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کو فرمایا میرے پیچھے سورہ فاتحہ ضرور پڑھا کرو ورنہ تمہاری نماز باطل ہو جائے گی۔ یہ حکم سن کر تمام جاں نثار فاتحہ خلف الامام کے قائل و فاعل تھے خصوصاً حضرت عمر فاروقؓ و علی مرتضیٰؓ وغیرہ تو حکماً پڑھوایا کرتے تھے۔ اسی طرح تابعینؒ بھی فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے اور ائمہ کرام میں سے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اور امام غزالیؒ اور امام حسنؒ اور دیگر ائمہ بھی فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے۔ (۱۷ مئی ۱۹۳۵ء)

(۲) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ آمین بالجہر بعد قراءت فاتحہ کہا کرتے تھے۔ وائل بن حجرؓ کہتے ہیں۔ صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما قال ولا الضالین قال آمین ومد بھا صوتہ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پیچھے جب کبھی نماز پڑھی آپ نے ولا الضالین کے بعد آمین دراز آواز سے کہی۔ (ترمذی ص۳۴ ج۱، ابوداؤد ص۱۳۵ ج۱، ابن ماجہ ص۶۲) تلخیص الحبیر ص۹۰، منتقیٰ ص۵۹، دارمی ص۱۰۱، دارقطنی ص۱۲۷، مشکوٰۃ ص۸۰)

(۲) ایک روایت ہے :- اذا قرأ ولا الضالین قال آمین رفع بها صوته۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ فاتحہ ختم کی تو آپ نے بلند آواز سے آمین کہی۔ ابوداؤد ص۱۳۶ ج۱ وعون المعبود ص۲۵۱) ۔

(۳) ایک روایت میں ہے۔ انه صلی خلف النبی صلی الله علیه وسلم فجهر بآمین. کہ وائل رضی اللہ عنہ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے آمین بالجہر کہی۔ (ابوداؤد ص۱۳۶ ج۱)

(۴) علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔ وسنده صحیح اور سند اس کی صحیح ہے۔ وصححه الدار قطنی۔ اور صحیح کہا اس کو دارقطنی نے (تلخیص الحبیر ص۸۹)

(۵) امام ترمذیؒ فرماتے ہیں۔ حدیث وائل ابن حجر حدیث حسن۔ کہ حدیث وائل ابن حجرؓ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آمین پکار کر کہنے کا ذکر ہے حسن ہے۔ (ترمذی ص۳۴)

(۶) اس حدیث کے آگے امام ترمذی فرماتے ہیں۔ وبه يقول غير واحد من اهل العلم من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم والتابعين ومن بعدهم يرون ان يرفع الرجل صوته بالتامين ولا يخفيها وبه يقول الشافعی واحمد واسحق۔

اور بہت سے اہل علم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین و تبع تابعین فرماتے ہیں کہ آمین پکار کر کہی جائے اور آہستہ نہ کہی جائے اور اس طرح امام شافعیؒ اور امام احمد اور اسحٰق فرماتے ہیں کہ آمین بالجہر کہنی چاہیئے۔ (ترمذی ص۳۴)

(۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ان النبی صلی الله علیه وسلم كان اذا قرء ولا الضالين رفع صوته بآمين۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب ولا الضالین پڑھتے تو آمین بلند آواز سے پکار کر کہتے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اعلام الموقعین جلد ۲ ص ۔ کنز العمال جلد ۲ ص ۱۸۷)

(۸) اور تحفۃ الاحوذی میں مولانا عبدالرحمٰن فرماتے ہیں۔ ولم یثبت من احد من الصحابۃ الاسرار بالتامین بالسند الصحیح۔

کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے بھی صحیح سند سے آمین آہستہ کہنا ثابت نہیں۔ (تحفۃ الاحوذی ص ۲۰۹)

(۹) حضرت عطا فرماتے ہیں۔ ادرکت مائتین من الصحابۃ اذا قال الامام ولا الضالین رفعوا اصواتھم بامین۔

کہ میں نے مدینہ منورہ کی مسجد میں دوسو صحابہ کو دیکھا جب امام سورہ فاتحہ ختم کرتا تو سب کے سب بلند آواز سے آمین کہتے اور مسجد میں گونج پیدا ہو جاتی۔

(بیہقی جلد ۲ ص ۵۹ اعلام جلد ۲ ص ۵ قسطلانی جلد ۲ ص ۸۵)

(۱۰) پیر عبدالقادرؒ فرماتے ہیں۔ والجھر بالقراءۃ و آمین۔

کہ جہری نمازوں میں جب قراءۃ بلند آواز سے پڑھی جائے اس میں آمین بھی پکار کر کہی جائے (غنیۃ الطالبین ص ۱)

(۱۱) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ آمین بالجہر کو سنت قرار دیتے ہیں (احیاء العلوم)

(۱۲) خلاصہ مضمون یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نمازوں میں سورہ فاتحہ ختم کرنے کے بعد آمین پکار کر کہا کرتے تھے۔ اور آپ کے صحابہ کرام کا یہی دستور تھا۔

ائمہ اسلام متبع سنت اسی طرف گئے ہیں امام حسن و حسین و زین العابدین رضی اللہ عنہم اپنے نانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف عمل نہیں کرتے تھے۔ حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ کا حال مجھے معلوم نہیں۔ کسی صاحب کو معلوم ہو تو لکھ دیں۔

آمین بالجہر کے متعلق زیادہ تفصیل منظور ہو تو میرا رسالہ اثبات آمین بالجہر جس میں تین سو حوالے دئے گئے ہیں مطالعہ فرمائیں۔

(نور حسین گھرجاکھی از شیخوپورہ) ۲۸ رجب ۱۳۵۵ھ

(اہلحدیث امرتسر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقل فتوی مولینا شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہ

دربارہ قراءۃ فاتحہ خلف الامام

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد نالائق و ناکارہ خلائق محمد غلام اکبر خان عفا عنہ الرحمن سُنی محمدی بھائیوں کی خدمت بابرکت میں عرض کرتا ہے کہ یہ ایک فتوی حضرت مولینا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہ کا ہے۔ کہ جسے علماء کلکتہ نے ۱۲۵۵ھ میں جناب مرزا کریم بیگ صاحب مرحوم کے اس مجموعہ سے جس میں انہوں نے تمام خاندان حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتووں کو جمع کیا ہے چھاپ کر عالم میں شائع کیا تھا۔ اس عاجز نے اس فتوے کو واسطے فائدہ عام مومنین کے بخواہش چند احباب دین باعانت محبی سراج دین و مشفقی میاں انعام اللہ صاحب کے ۱۳۰۹ھ میں طبع کرا دیا۔ خدا تعالیٰ عام مومنین کو اس سے فائدہ بخشے اور رسالہ مذکورہ مطبوعہ کلکتہ عاجز کے پاس موجود ہے جن حضرات کو اس میں کچھ شک واقع ہو وہ اس رسالہ کو ذرا تکلیف فرما کر بچشم خود دیکھ جاویں۔

سوال: اندر قرارت سورہ فاتحہ مقتدی را باقتدائے امام در نماز بملاحظہ حدیث لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب وآیہ کریمہ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا چہ حکم خواہد شد واز قول ابی حنیفہ رح چناں معلوم شد کہ خواندن فاتحہ باقتدائے امام مقتدی را ممنوع ست و نزد شافعی رح بغیر خواندن فاتحہ عدم جواز الصلوٰۃ قرار یافتہ چہ باید کنند۔ و عمل بر فتوے کدام بزرگ دریں امر مستحسن است۔ بینوا توجروا فقط۔

جواب: از مولانا شاہ عبد العزیز صاحب۔ خواندن سورہ فاتحہ باقتدائے امام مقتدی را نزد ابو حنیفہ رح ممنوع است و نزد شافعی رح بدون خواندن سورہ فاتحہ عدم جواز الصلوٰۃ و نزد فقیر ہم قول شافعی رح ارجح است واولی چراکہ بملاحظہ حدیث صحیح لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب بطلان نماز ثابت می شود۔ و قول ابو حنیفہ رح جا بجا وارد است کہ جائیکہ حدیث وارد شود و قول من خلافش افتد، قول مارا ترک باید نمود و بر حدیث عمل باید کرد۔ و حال آیہ کریمہ واذا قرئ القرآن الخ این است

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ہرگاہ امام سورۂ دیگر ضم کند۔ مقتدی خاموش گردیدہ سماعت کند۔ نہ کہ برائے سورہ فاتحہ کہ ام الکتاب است مستثنیٰ است۔ از مفہوم بعض احادیث صحیحہ علماء محققین و محدثین و مفسرین دریں باب بسیار گفتگو می کردہ اند۔ منقح بریں معنی گردید کہ سورہ فاتحہ در پس امام باید خواند بایں طور کہ ہرگاہ امام لفظ الحمد بخواند مقتدی بشنود و بگوید الحمد للہ تا آخر سورہ ہمیں طور باخفاء ضم کردہ باشد۔ و ہرگاہ امام بآمین برسد ہمہ مقتدیان بگویند بالمد والجہر آمین و ایں باب ہم در صحیح بخاری حدیثے وارد شدہ است الحال شان نزول موافق بیان و تحقیقات الشیخ الاکمل شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی دریافت باید کرد کہ پیغمبر خدا صلعم در مسجد مدینہ نماز ادا مے فرمودند وصحابہ نیز باقتدائے آنحضرت صلعم نماز مے خواندند و ہر سورۂ را کہ پیغمبر خدا صلعم بہ جہر ضم مے فرمودند و مقتدیان آن را بخفی مے خواندند ہرگاہ الحمد تمام نمودہ شروع سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى الَّذِي الخ فرمودند صحابہ نیز بمتابعت شروع سورۂ مذکورہ نمودند۔ پس دریں اثنا ایں آیت نازل گردید وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ پیغمبر خدا صلعم فرمودند قراءۃ الامام قراءۃ لہ ازیں جا صاف ثابت شد کہ آیت مذکورہ برائے ممانعت سورۂ دیگر وارد گردید۔ نہ کہ برائے باز ہمہ صحابہ بہ تبعیت رسول اللہ صلعم سورۂ فاتحہ ہمیشہ ادا مے نمودند گاہے رسول اللہ صلعم ممانعت نہ فرمودند۔ لہٰذا لازم است کہ ضم فاتحہ مقتدی بہ تبعیت امام نیز کردہ باشد۔ داخل تابعان مفسرین و محدثین خواہد شد و ازیں معنی از ترک فاتحہ خلاف حدیث صحیح عملش واقع خواہد شد و چہ عجب کہ صحت ایں حدیث با امام ابوحنیفہ رح نرسیدہ باشد۔ ہرگاہ کہ الحال از صدہا و ہزارہا مردم علماء محققین مثل امام بخاری رح و صاحب مسلم رح وغیرہم صحت ایں حدیث ثابت شد از ترکش ملام و مطعون خواہد شد فقط۔

مختصر ترجمہ یہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ مقتدی کا امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا اولیٰ اور بہت بہتر ہے۔

(مرسلہ مولوی عبدالعزیز قلعہ میاں سنگھ گوجرانوالہ ۱۱ اہلحدیث امرتسر صفحہ ۱۱ رجادی الثانی ۱۹۵۲ء)

فتویٰ خاندان دہلوی بابت فاتحہ خلف الامام

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے فتویٰ کا اردو ترجمہ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ آپ کا اصل فتویٰ فارسی میں ہے جو اوپر لکھا گیا فقط۔ (راز)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: سورہ فاتحہ پڑھنی مقتدی کو امام کے پیچھے بہ لحاظ حدیث لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب اور بلحاظ آیت شریف وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا کیا حکم ہوگا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ الحمد پڑھنا امام کے پیچھے منع ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بدوں پڑھے نماز جائز نہیں۔ کیا کرنا چاہیے اور کس کے فتوے پر عمل بہتر ہے؟

جواب: پڑھنا سورہ فاتحہ کا مقتدی کو امام کے پیچھے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک منع ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک امام کے آہستہ پڑھنے میں (نماز سریہ میں) جائز بلکہ اولیٰ ہے اور نزدیک امام شافعی رحمہ اللہ کے بغیر سورہ فاتحہ پڑھے نماز جائز نہیں اور نزدیک فقیر کے بھی قول امام شافعی کا ترجیح رکھتا ہے اور بہتر ہے کیونکہ بلحاظ حدیث صحیح لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب کے نماز باطل ہونا ثابت ہوتا ہے اور قول امام ابو حنیفہ کا جابجا وارد ہے کہ جس جگہ حدیث صحیح وارد ہو اور میری بات اس کے خلاف پڑے۔ تو میرے قول کو ترک کر کے حدیث پر عمل کرنا چاہیے اور مطلب آیہ کریمہ کا یہ ہے کہ جس وقت امام دوسری سورت ملاوے تو مقتدی چپ رہے اور سُنے تا کہ سورہ فاتحہ کے سوائے کہ ام الکتاب ہے اور مستثنیٰ ہے بعض احادیث صحیحہ کے مفہوم سے اور علماء محققین و محدثین و مفسرین نے اس باب میں بہت گفتگو کی ہے بالآخر تجویز یہ ہوئی کہ سورہ فاتحہ پیچھے امام کے مقتدی پڑھے اس طور کہ جس وقت امام لفظ الحمد پڑھے مقتدی سُنے اور کہے الحمد للہ آخر سورہ تک اسی طور سے باہستگی ملاوے اور جب امام آمین پہ پہنچے تو سب مقتدی پکار کر آمین کہیں اور اس باب میں صحیح بخاری میں بھی ایک حدیث وارد ہے۔ اب شان نزول موافق بیان اور تحقیقات شیخ کامل شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے معلوم کرنا چاہیے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی مسجد میں نماز پڑھتے تھے اور صحابہ بھی آپ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور جس سورت کو آپ جہر سے پڑھتے مقتدی بھی آہستہ اس کو پڑھتے جب سورہ فاتحہ کو پڑھ کر سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَی الَّذِیْ الخ شروع کیا تو صحابہ بھی بنظر اتباع پڑھنے لگے اسی اثنا میں یہ آیت نازل ہوئی تب رسول اللہ صلعم نے فرمایا قراءۃ امام قراءۃ مقتدی کی ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت دوسری سورہ کے منع میں نازل ہوئی نہ کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورہ فاتحہ کے سیکھ لیئے۔ اور پھر سب صحابہ پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سورہ فاتحہ ہمیشہ ادا کرتے رہے کبھی آپ نے منع نہ فرمایا پس لازم ہے کہ سورہ فاتحہ کو مقتدی امام کے پیچھے پڑھا کریں تابعداروں میں مفسرین اور محدثین کے داخل رہیں۔ اور سورہ فاتحہ کے چھوڑنے میں خلاف حدیث صحیح کے ہوگا۔ اور کیا تعجب ہے کہ صحت اس حدیث کی امام ابوحنیفہ رح کو نہ پہنچی ہو اور جب کہ صدہا اور ہزارہا علماء محققین مثل امام بخاریؒ وصاحب مسلم وغیرہ رحمہم اللہ پہ صحت اس کی ثابت ہوگئی تو اس کے چھوڑنے میں مطعون ہوگا۔ انتہی"۔

قارئین کرام کو معلوم ہوگا کہ شاہ عبدالعزیزؒ و شاہ ولی اللہ صاحب کہاں تک حق بجانب ہیں کیا ان کا یہ قول قابل عمل نہیں؟ سلیم الطبع حضرات فوراً اس پر عمل پیرا ہوکر ثواب دارین کے مستحق ہوں گے۔ لیکن جو لوگ تقلید کے پیچھے اپنی قوت مدرکہ سلب کر چکے ہیں اور ہٹ دھرمی کا مادہ جن کے رگ رگ میں پیوست ہے وہ کسی حالت سے اس پر عمل کرنے کے لیے تیار نہ ہوں گے اور ایسے لوگ میری تحریر سے مستثنیٰ ہیں یہ تو ان لوگوں کے لیے لکھا گیا جنہیں حق کی تلاش منظور ہے۔

حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی عمدۃ الرعایہ میں فرماتے ہیں: "وروی عن محمد انه استحسن قراءة الفاتحة خلف الامام فی السرية وروی مثله عن ابی حنيفة صرح به فی الهداية والمجتبیٰ شرح مختصر القدوری وغيرهما وهذا هو مختار كثير من مشائخنا"۔

یعنی امام محمدؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کو سری میں مستحسن بتایا ہے اور اسی طرح امام ابوحنیفہ رح سے روایت کیا گیا ہے اور اسی کو ہمارے بہت سے مشائخ نے اختیار کیا ہے۔

عبداللہ ابن مبارک (شاگرد امام اعظم) فرماتے ہیں انا اقرء خلف الامام والناس يقرؤن الا قوم من الكوفيين۔ میں اور لوگ امام کے پیچھے پڑھتے ہیں مگر کوفے والوں میں سے ایک قوم (یہ اشارہ ہے امام اعظم صاحب کی طرف) علامہ شعرانی لکھتے ہیں:۔ لابی حنيفة ومحمد قولان احدهما عدم وجوبها علی الماموم بل ولا تسن وهذا قولهما القديم وادخله محمد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی تصانیفه القدیمة انتشرت النسخ الی الاطراف وثانیهما استحسانها علی سبیل الاحتیاط وعدم کراهتها عند المخافة للحدیث المرفوع لاتفعلوا الا بام القرآن وفی روایة لا تقرؤا بشیء اذا جهرت الا بام القرآن وقال عطاء کانوا یرون علی الماموم القراءة فی ما یجهر فیه الامام فی مالبس فرجعا من قولهما الاول الی الثانی احتیاطا انتهی۔ کذا فی غیث الغمام حاشیة امام الکلام۔ خلاصہ ترجمہ اس عبارت کا یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے دو قول ہیں ایک یہ کہ مقتدی کو الحمد للہ پڑھنا نہ واجب ہے اور نہ سنت اور ان دونوں امام کا یہ قول پرانا ہے اور امام محمدؒ نے اپنی قدیم تصنیفات میں اس قول کو درج کیا ہے اور ان کے نسخ اطراف وجوانب میں پھیل گئے اور دوسرا قول یہ ہے کہ مقتدی کو نماز میں الحمد پڑھنا مستحسن ہے احتیاطاً اس واسطے کہ حدیث مرفوع میں بآواز بلند قراءت کروں تو تم لوگ کچھ نہ پڑھو مگر سورہ فاتحہ اور عطاء نے کہا (عطاء کے متعلق امام اعظمؒ فرماتے ہیں مارایت فیمن لقیت افضل من عطاء یعنی عطاء سے افضل میں نے کسی کو نہیں دیکھا (تخریج زیلعی ص۲۴۸ ج ۱) کہ لوگ (صحابہؓ وتابعینؒ) کہتے تھے کہ نماز سری وجہری دونوں میں مقتدی کو پڑھنا چاہیے پس امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ نے احتیاطاً اپنے قول سے دوسرے قول کی طرف رجوع کیا۔ علامہ عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں۔

"بعض اصحابنا یستحسنون ذلک علی سبیل الاحتیاط فی جمیع الصلوٰة وبعضهم فی السریة فقط وعلیها فقهاء الحجاز والشام کذا فی غیث الغمام، ص۱۰۶۔

یعنی ہمارے بعض فقہاء حنفیہ نے ہر نماز میں خواہ سری ہو یا جہری امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو احتیاطاً مستحسن بتاتے ہیں اور بعض فقہاء فقط سری میں مکہ اور مدینہ اور ملک شام کے فقہاء کا اسی پر عمل ہے اور شیخ الاسلام مولانا عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں۔ لوکان فی فمی یوم القیمة جمرة احب الی من ان یقال لا صلوٰة لک۔ اگر قیامت کے روز میرے منہ میں آگ ہو تو یہ بہتر ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس بات سے کہ کہا جائے کہ تیری تو نماز ہی نہیں ہوئی۔ مولانا موصوف کے اس کلام سے اشارہ ہے اس گھڑی اور ضعیف حدیث کی طرف کہ جو شخص امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھے گا تو اس کے منہ میں قیامت کے دن آگ بھرا جائے گا۔ ملا جیون صاحب نور الانوار تفسیر احمدی میں لکھتے ہیں۔ فان رایت الطائفة الصوفية والمشائخين الحنفية تراهم يستحسنون قراءة الفاتحة للمؤتم كما استحسنه محمد رح ايضا احتياطا فيما روی عنه انتهی۔ اگر جماعت صوفیہ اور مشائخین کو دیکھیے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ یہ لوگ امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو مستحسن بتاتے ہیں جیسا کہ امام محمد رح استحسان کے قائل تھے؛ اور مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رح نے امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو افضل بتایا ہے۔ دیکھو.... حجۃ اللہ البالغہ اور اپنے والد ماجد شاہ عبد الرحیم صاحب کے متعلق فرماتے ہیں۔

"مخفی نماند کہ حضرت ایشاں در اکثر امور موافق مذہب حنفی عمل مے کردند الا بعض چیزہا کہ بحسب حدیث یا با وجدان بمذہب دیگر ترجیح مے یافتند ازاں جملہ آنست کہ در اقتدا امام سورہ فاتحہ می خواندند و در جنازہ نیز" اور مولینا محمد اسمٰعیل شہید رح برادر زادہ شاہ عبد العزیز رح تنویر العینین میں فرماتے ہیں۔

يظهر بعد التامل فی الدلائل ان القراءة اولی من تركها فقد قولنا فيه علی قول محمد۔ تامل کے بعد دلائل میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنا بہتر ہے نہ پڑھنے سے پس اس مسئلہ میں ہمارا قول امام محمد رح کے قول کے موافق ہے۔ لباب الالباب حنفی شرح ھدایہ میں لکھتے ہیں انه لم يعتبر محمد رح خلاف من قال تفسد صلوة المقتدی بقراءة خلف الامام لانه بعيد عن قواعد الشرع انتهی "زبدة الالباب" یعنی امام محمد رح نے نہیں اعتبار کیا اس شخص کے خلاف کرنے کا جو کہتا ہے کہ امام کے پیچھے پڑھنے سے مقتدی کی نماز فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ یہ بات قواعد شرع سے بعید ہے۔ تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی رح نقل فرماتے ہیں وافقنا ابو حنيفة فی ان القراءة خلف الامام لا تبطل الصلوة انتهی۔ ہماری موافقت ابو حنیفہ رح نے کی اس بات میں کہ الحمد امام کے پیچھے پڑھنے سے نماز باطل نہیں ہوتی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتویٰ مذکور کی سند کے متعلق مولوی محمد سعید صاحب بنارسی مرحوم تعلیم المبتدی میں لکھتے ہیں کہ یہ فتوے میں نے مولوی محمد یعقوب صاحب مرحوم دیوبندی کے مجموعہ قلمی میں جو انہوں نے اپنے والد ماجد مولانا مملوک علی صاحب مرحوم سے اور انہوں نے مولانا عبدالحی صاحب مرحوم نواسہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے حاصل کیا تھا بچشم خود دیکھا تھا اور نیز علماء کلکتہ نے ۱۲۵۶ھ میں بزمانہ شاہ محمد اسحاق صاحب دہلوی مجموعہ مرزا اکرم اللہ بیگ صاحب و مرزا رحمت اللہ بیگ صاحب مرحوم سے جو انہوں نے مولانا عبدالحی صاحب مرحوم سے حاصل کیا تھا نقل لے کر طبع کرایا تھا۔ اور نیز مولانا جلال الدین احمد صاحب مرحوم اپنے رسالہ زبدۃ الایات میں جو بزمانہ مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب مرحوم دہلوی ۱۲۵۶ھ میں طبع ہوا تھا۔ فتویٰ مذکور کی سند نقل فرماتے ہیں انتھیٰ۔ نسیم الانصاری مؤآئمی الہ آبادی

(سائر علوم حاضرہ) مؤ آئمہ اعظم گڑھ۔ (اہلحدیث امرتسر ص ۹۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۴۴ء)

سوال: چونہ کی دیوار یا چونہ سے پتی ہوئی دیوار پر تیمم جائز ہے یا نہیں؟ مسجدوں میں مسائل کے تختے لگے رہتے ہیں۔ اس میں لکھا ہے کہ مٹی کی جنس مثلاً پتھر کنکر چونہ گچ وغیرہ سے تیمم جائز ہے۔

جواب: تیمم کی بابت ارشاد ہے فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا۔ یعنی پاک مٹی پر تیمم کیا کرو۔ چونہ وغیرہ کو علماء حنفیہ نے مٹی پر قیاس کرکے جائز لکھا ہے۔ خاکسار کے نزدیک اس میں شبہ ہے۔

(۲۵ جمادی الثانی ۱۳۴۵ھ)

سوال: مغرب کا وقت کتنے وقت تک رہتا ہے اور عشاء کا وقت مغرب سے کتنی دیر بعد شروع ہوتا ہے؟

جواب: نماز مغرب کا وقت مشرق میں سیاہی اٹھنے سے مغرب کی سرخی گم ہونے تک ہے۔ بعد سرخی گم ہو جانے کے نماز عشاء کا وقت ہے۔ بس یہی ہر موسم کا قانون ہے۔

(۱۶ رجب ۱۳۴۵ھ)

سوال: ظہر کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے اور عصر کی نماز آخر وقت ظہر سے کتنی دیر بعد پڑھی جا سکتی ہے؟

جواب: سورج ڈھلنے کے وقت سے شروع ہو کر مسجد کی مشرقی دیوار کا سایہ دیوار جتنا ہو جائے تو نماز عصر کا وقت ہو جاتا ہے۔ (۱۶ رجب ۱۳۴۵ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اطلاع: اخبار اہلحدیث مؤرخہ یکم اپریل مطابق ۲۷ رمضان المبارک کے پرچے میں بجواب سوال ۱۰۱ جناب نے تحریر فرمایا ہے۔ مجھے کسی حدیث میں نہیں ملا دعا مانگنے کے لیے عام طریق دست برداری آیا ہے وہ یہاں بھی لگایا جاوے تو جائز ہے۔ سو جواباً عرض ہے کہ جزء رفع یدین مؤلفہ امام بخاری ص ۲۵ میں ہے۔ حدثنا مسدد ثنا یحیٰی بن سعید عن جعفر قال حدثنی ابو عثمان قال کنا نحن وعمر یؤم الناس ثم یقنت بنا عند الرکوع یرفع یدیه حتی یبدو کفاه الی آخرہ۔ ابو عثمان روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ ہم لوگوں کو امامت کراتے تھے پھر رکوع کے وقت ہاتھ اٹھا کر قنوت کرتے تھے اس میں مطلق قنوت میں ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے۔ عام اس سے کہ قنوت وتر ہو۔ یا قنوت فجر اور سوال میں قنوت وتر کا ذکر ہے سو اس کے متعلق صفحہ ہذا کی اگلی حدیث میں تصریح ہے۔

حدثنا عبد الرحیم المھادی ثنا زائدۃ عن لیس عبد الرحمٰن بن الاسود عن ابیه عن عبد الله انه کان یقرء فی آخر رکعة من الوتر قل ھو الله احد ثم یرفع یدیه ... فیقنت قبل الرکعة۔ حضرت عبد اللہ سے روایت ہے کہ وہ آخر رکعت وتر میں قل ھو اللہ پڑھتے تھے۔ اور رکوع سے پہلے ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علاوہ دعا میں عام طریق دست برداری کے خاص قنوت وتر میں ہاتھ اٹھانا ثابت ہے۔ ھذا ما ظھر لی والعلم عند الله (۱۹ شوال ۱۳۴۳ھ)

سوال: سرور کائنات فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام ہر نماز کی نیت کس طرح باندھتے تھے اور آج اہل حدیث کس طرح باندھتے ہیں۔ اگر نیت باندھنے میں فرض سنت وغیرہ کا نام نہ لیا جاتا تھا۔ تو سب نمازوں میں فرق کیا ہے اور یہ مشہور ہے کہ ہر وقت کی نماز میں اتنے سنت و فرض ہیں۔ وہ کون سی حدیث ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہر وقت کی نماز میں اتنے فرض و سنت ہیں۔ جس میں بتایا گیا ہے۔

جواب: محدثین کے نزدیک نماز کے دو حصے ہیں۔ مکتوبہ اور تنفل سنت موکدہ غیر موکدہ سب دوسری قسم میں داخل ہیں۔ نیت دل کا فعل ہے۔ ہم روز نیت کرتے ہیں اور لفظ کبھی ہمارے منہ سے نہیں نکلتا۔ محض دل میں ہوتا ہے کہ ہم وہ نماز پڑھنے لگے ہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کو فرض کہا جاتا ہے اور اب وہ پڑھتے ہیں جن کو سنّت یا نفل کہا جاتا ہے۔ مُنہ سے لفظ کوئی نہیں نکلتا۔ نہ ضرورت ہے۔ اللہ اعلم۔ (۲۹ / اپریل ۱۹۲۷ء)

سوال: بعد نماز فرض ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنا بدعت ہے؟ اگر نہیں تو جو شخص بدعت خیال کرے وہ کس درجہ کا مسلمان ہے۔

جواب: بعد نماز فرض ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا سنت ہے نہ بدعت۔ کیونکہ ایک دو ضعیف روایتوں میں ثبوت ملتا ہے جن سے نہ سنّت ثابت ہوتی ہے نہ بدعت۔ کہہ سکتے ہیں جو اس کو بدعت کہتا ہے اُسے حضرت میاں صاحبؒ دہلوی کا فتوٰی اس مسئلہ کے متعلق دیکھنا چاہیئے تاکہ بدعت کہنے میں جلدی نہ کرے۔ (۱۰ / ذی قعدہ ۱۳۴۵ھ)

شرفیہ: بات یہ ہے کہ اس معاملہ میں افراط و تفریط ہو رہی ہے بعض مجوز ترک کو کبھی بھی جائز نہیں جانتے یہ بھی زیادتی ہے اور فریق مانع کا یہ غلو ہے کہ وہ اس دعا سے جو بحکم علاّمہ نبوی بعد فرائض ہاتھ اٹھا کر پھیلا کر اللہ تعالیٰ سے اپنے مطلب کی درخواست کی جاتی ہے۔ اس لیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بعد فرائض برفع یدین دعا کی ہے اور امت کو بھی ترغیب دی ہے فرمایا ہے کہ یہ وقت قبولیت دعا کا ہے پھر یہ بھی فرمایا کہ دعا کا یہ بھی طریقہ ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دُعا کی جائے اس لئے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اپنے دربار سے اپنے بندے کو خالی ہاتھ پھیرنے سے شرم آتی ہے یعنی پھر قبول فرماتا ہے تو ان مانعین کو اس سے سخت نفرت ہوتی ہے اور اٹھ کر ایسے بھاگتے ہیں جیسے کوئی ہائے سے ... بھاگتا ہے گویا یہی سنّت کے عامل ہیں دوسرے نہیں کہتے کیا ہیں بعض یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہی نہیں نہ قولاً نہ فعلاً بعض کہتے ہیں اگر ہے تو اس پر دوام ثابت نہیں یا لزوم ثابت نہیں کوئی ان سے پوچھے کہ جناب جو کام آپ کرتے ہیں کیا یہ فعل یا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح ثابت ہے جیسے آپ سلام پھیرتے ہی جوتی سنبھال اُٹھ بھاگتے ہیں پھر کیا یہ اگر ہے تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوام ثابت ہے یا آپ نے اس کو لازم قرار دیا ہے اور اگر یہ آپ ثابت نہیں کرتے اور آپ نے اس کو لازم کر لیا ہے تو پھر۔

"این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند" سچ ہے

ہر یکے ناصح برائے دیگراں ؂ ناصح خود یافتم کم در جہاں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کہتا ہوں اصل بات یہ ہے کہ بحکم قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللهَ فَاتَّبِعُونِي پ ۳ ع ۱۲۔
جو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو جائے اس میں یہ تلاش کرنے کی ضرورت نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سنت پر بلکہ اپنے فعل پہ دوام کیا ہے یا قولاً اس پر دوام کا حکم دیا ہے پھر جب تک کہ اس کا نسخ یا اور کوئی خلاف وجہ ثابت نہ ہو اس پر بلا چون و چرا عمل جائز باعثِ ثواب ہے ورنہ طرفین کا بہت سی سنتوں پر عمل کرنا مشکل ہو گا جن پر ان کا عمل ہے اور دوام کی نص صریح نہیں باقی رہا استدلال دوام پر کان یفعل کذا سے تو یہ صحیح نہیں یہ حکم اکثری ہے کلی نہیں بلکہ بعض مقام میں اکثری بھی نہیں۔ آپ مشکوٰۃ باب القراءۃ فی الصلوٰۃ یا نیل الاوطار وغیرہ بلکہ احادیث منقولہ درین تحریر ہی کو ملاحظہ کر کے تمام حدیثوں کے کان یفعل کذا کو آپس میں تطبیق دیجئے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ دوام نہیں ورنہ تناقض معلوم ہو گا ولیس کذالک فی نفس الامر بل فی فهم الفاهم خلاصہ یہ کہ اگر مانعین کے دلائل ثابت بھی ہوں تو ان سے ان کے عمل کا جواز ثابت صرف ہو گا نہ کہ دوام اور یہ نہیں کہ اس کے سوا جو اور حدیثوں سے ثابت ہے وہ جائز نہ ہو بلکہ وہ راجح ہو گا۔ اس لئے کہ مجوز مثبت فعل یا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور مانع عدم کا مدعی اور عدم سے وجود اولیٰ و افضل ہے جیسے بفرض تسلیم قول احناف رفع یدین فی الصلوٰۃ و عدم رفع کہ مدعی رفع یدین مثبت وجود ہے اور اس کا خلاف عدم محض لہٰذا مثبت مقدم ہے نافی پر کما تقرر فی اصول الحنفیۃ اور میں نے مانعین کے دلائل کو لفظ اگر سے اس لئے تعبیر کیا ہے کہ ان کے دلائل ترک دعا یا ترک دعا برفع الیدین پر نص نہیں اس لئے کہ مسند عبد الرزاق کی روایت عن انسؓ قال صلیت وراء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکان ساعة یسلم یقوم ثم صلیت وراء ابی بکر فکان اذا سلم وثب فکانما یقوم عن رضفه انتهى ولم يذكر سنده بكمال ولا صحته او سقمه۔
پس بفرض صحت اس میں عدم دعا یا دعا برفع یدین کی نفی کی نص نہیں صرف مانعین کا استنباط ہے اس لئے کہ سلام پھیرنے کی ساعت میں اٹھنے سے دعا یا رفع یدین کی نفی لازم نہیں دعا یا رفع یدین بدین قلیل مدت میں بھی ہو سکتا ہے بلکہ ہوتا تھا کما سیاتی یہ قلت کثرت ذکر مقابلہ میں ہے کہ آپ نے کم ذکر کیا کبھی زائد امام شوکانی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے تعدہ اولیٰ میں صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بحث میں یہی وجہ لکھی ہے جو میں نے لکھی ہے صلا۲۴ ج ۲ پس بعد فرض نماز جلدی اُٹھنے سے دعاء برفع یدین کی نفی ثابت نہیں بوجہ مذکور پس ثابت ہوا کہ مانعین کا استدلال صریح سنت سے نہیں ہاں سنت سے انکار استنباط واجتہاد غلط ہے جس پر اتنا ناز ہے کہ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ سچ ہے۔ دعویٰ اتنا بڑا اور دلیل ایک بھی نہیں۔ خلاصہ یہ کہ اگر کوئی صاحب صریح سنت سے ثابت کر دیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بعد نماز فرض بعد سلام فوراً بلا دعاء بلا رفع یدین اٹھنا لازم ہے یا کوئی صحابہؓ ہی سے یہ تصریح کر دیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کے بعد سلام پھیر کر فوراً بلا دعاء و بلا رفع یدین اٹھ جایا کرتے تھے کبھی بھی آپؐ بعد سلام ذرا دیر بھی نہیں بیٹھتے تھے اور نہ ہی آپ نے بعد سلام دعاء یا ذکر وہیں بیٹھ کر کیا یا ہاتھ نہیں اٹھائے تو بیشک مانعین کا استدلال صحیح ہوگا مگر صحیح حدیث سے ثابت کرنا ہوگا ایسی ویسی بے ثبوت روایت سے نہیں و اذ لیس فلیس اور نہ ہوا اور نہ ہی انشاء اللہ ہوگا تو پھر مجوزین کا عمل بالسنت ثابت ہوا اس پر عمل صحیح دیگر ہیچ رہا اعتقاد لزوم و وجوب تو یہ سوا فرائض کسی سنت کا بھی صحیح نہیں عمل صحیح ہے اب مجوزین کے دلائل ملاحظہ ہوں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد نماز فرض اذکار و ادعیہ قلیلہ و کثیرہ ثابت ہیں اور رفع یدین بالدعاء بھی اور آپ نے ترغیب بھی اس امر پر فرمائی ہے اور آپ کبھی کبھی بعد نماز فرض جلدی نہیں بھی اٹھتے تھے خاصی دیر وہیں جلوس افروز ہوتے عن جابر بن سمرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقوم من مصلاہ الذی یصلی فیہ الصبح حتی تطلع الشمس فاذا طلعت الشمس قام الحدیث بطولہ صحیح مسلم مشکوۃ ج۱ ص۸۸

عن ام سلمۃ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم قام النساء حین یقضی تسلیمہ وھو یمکث فی مکانہ یسیرا قبل ان یقوم الحدیث رواہ احمد والبخاری نیل الاوطار ص۲۶۵ ج۲ وعن یزید بن الاسود قال حججت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع قال فصلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصبح ثم انحرف جالسا فاستقبل بوجہ وذکر قصۃ رجلین اللذین لم یصلیا ونھض رواہ احمد وابوداؤد والنسائی و

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الترمذی وقال حسن صحیح نیل الاوطار ص۲۶۲ ج۲ - وعن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم لم یقعد الا مقدار ما یقول اللّٰھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام رواہ احمد ومسلم والترمذی وابن ماجہ نیل ص۲۶۲ ج۲ وعن ام سلمۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول اذا صلی الصبح حین یسلم اللّٰھم انی اسئلک علماً نافعاً ورزقاً طیباً وعملاً متقبلاً رواہ احمد وابن ماجہ وابن ابی شیبۃ نیل الاوطار ص۲۶۲ ج۲ - وعن المغیرۃ بن شعبۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فی دبر کل صلوٰۃ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر الی آخر الکلمات متفق علیہ" نیل" ص۲۵۸ وعن سعد انہ کان یعلم بنیہ ھؤلاء الکلمات ویقول ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یتعوذ بھن دبر الصلوٰۃ اللّٰھم انی اعوذ بک من الجبن واعوذ بک من البخل واعوذ بک من ارذل العمر واعوذ بک من فتنۃ الدنیا وعذاب القبر رواہ البخاری مشکوٰۃ ص۸۸ ج۱ وعن ابی امامۃ قال قیل یا رسول اللہ ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الآخر ودبر الصلوات المکتوبات رواہ الترمذی وحسنہ قال الامام الشوکانی فیہ تصریح بان اللیل ودبر الصلوات المکتوبات من اوقات الاجابۃ وعند الترمذی وقال حسن صحیح ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من قال فی دبر صلوٰۃ الفجر وھو ثان رجلیہ قبل ان یتکلم لا الٰہ الا اللہ وحدہ الی آخر الکلمات عشر مرات کتب اللہ لہ عشر حسنات الحدیث وورت مثل ھذہ الکلمات عنہ صلی اللہ علیہ وسلم عقب المغرب والفجر بخصوصھما عند احمد والنسائی نیل الاوطار ص۲۶۰ تا ص۲۶۱ ج۲ وعن محمد بن یحیی الاسلمی قال رایت عبد اللہ بن الزبیر ورأی رجلاً رافعاً یدیہ قبل ان یفرغ من صلوٰتہ فلما فرغ منھا قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرفع یدیہ حتی یفرغ من صلوٰتہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رواہ الطبرانی وقال فی مجمع الزوائد رجالہ ثقات نسخہ قلمی ص۲۳۴ ج۲ وعن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلیتم الصبح فافرغوا الی الدعاء وبکروا فی طلب الحوائج الحدیث کذا فی کنز العمال ص۱۷۱ ج۱ بحو الصحیح مسلم وابوداؤد والنسائی ص۲۶۱ وغیرہم وعن مالک ابن یسار ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا سألتم اللہ فاسئلوہ ببطون اکفکم رواہ ابوداؤد والترمذی وفیہ ضعف لکنہ اخرجہ ابن ماجۃ والطبرانی والحاکم فی المستدرک عن ابن عباس وحسنہ فی الجامع الصغیر وایضاً عند ابن ماجۃ عن ابن عباس مرفوعاً اذا دعوت اللہ فادع اللہ ببطن کفیک وحسنہ ایضا فی الجامع الصغیر للامام السیوطی وعن ابی بکرۃ مرفوعاً سلوا اللہ ببطون اکفکم رواہ الطبرانی فی الکبیر رجالہ رجال الصحیح غیر عمار بن خالد الواسطی وھو ثقۃ مجمع الزوائد فتاویٰ نذیریہ ص۲۴۶ لفظ اذا دعوتم یا اذا دعوت میں کلمہ اذا عام ہے۔ اس سے اصطلاح شرعیہ میں موجبہ کلیہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسعید بن معلی کو بلایا وہ نماز میں تھے نہ آئے بعد نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ میں نے تم کو بلایا تھا تم کیوں نہیں آئے انہوں نے نماز کا عذر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیۃ شریفہ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ سے آپ کے بلانے پر فوراً آپ کے پاس آنے یا جواب دینے پر اس آیت سے استدلال کیا۔ فرمایا اَلَمْ یَقُلِ اللّٰهُ الخ صحیح بخاری ص۶۳۳ ج۲ پس اذا سألتم اللہ فاسئلوہ ببطون اکفکم سے بوقت دعا ہاتھ اٹھانا سنت سے ثابت ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگو دعا کرو ہاتھ اٹھا کر مانگو اور خصوصاً بعد نماز فرض وقت اجابت دعا کا ہے ہاتھ اٹھا کر مانگو اور یہ بھی ثابت ہے کہ جب بندہ ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے تو خالی ہاتھ پھیرنے سے اس کو شرم آتی ہے لہٰذا وہ ضرور دیتا ہے۔ عن سلمان قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ربکم حی کریم یستحی من عبدہ اذا رفع یدیہ الیہ ان یردھما صفرا رواہ الترمذی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وابوداؤد والبیہقی فی الدعوات الکبیر واحمد وابن ماجۃ وابن حبان فی صحیحہ والحاکم فی المستدرک وقال صحیح علی شرط الشیخین (الترغیب والترھیب) وکنز العمال فتاوی نذیریہ ص۳۴۶ ج۱ وعن ابی صالح عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یسئل اللہ یغضب علیہ التی ضعفہ ابن معین و قواہ ابوزرعۃ والحدیث اخرجہ ایضا احمد والبخاری فی الادب المفرد وابن ماجۃ وابن ابی شیبۃ والبزار والحاکم تنقیح الرواۃ ص۷۰ ج۲ وعن النعمان ابن بشیر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الدعاء ھو العبادۃ وقال ھذا حدیث حسن صحیح واخرجہ ایضا البخاری فی الادب المفرد وابن حبان والحاکم وابن ابی شیبۃ والبیہقی تنقیح الرواۃ ص۷۰ ترمذی ص۱۷۳ ج۲۔

خلاصہ یہ کہ بعد نماز فرائض ہاتھ اٹھا کر دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل اور قول دونوں سے ثابت ہے اور دوام کی تلاش لغو ہے ورنہ مانع کو بھی اپنے طریق یعنی سلام پھیرتے ہی اٹھ بھاگنے کا پہلے ثبوت پھر دوام کا ثبوت دینا ہوگا نیز یہ کہ بعد فرائض آخر کیا صورت اختیار کی جائے اس کا ثبوت بذمہ مانع ہے جب ساری باتیں ثابت ہو چکیں تو اب "ہیئت کذائیہ" کی رٹ فضول اور صرف بہانہ بازی ہے جو لغو ہے سنت سے بعد فرائض ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا اوپر ثابت ہو چکا امام کے ساتھ دعا کرنا بھی سورہ فاتحہ کے بعد آمین بلند آواز سے کہنے پر اشارہ ہے نیز جماعت میں قبولیت کی بھی امید زائد ہے اور اس میں اتحاد و محبت و اتفاق کا زیادہ ہونا بھی ہے صحیح بخاری کی طویل حدیث میں ہے کہ جب بہت لوگ مل کر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور دعا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کا حال فرشتوں سے دریافت کرتا ہے کہ وہ کیا مانگتے ہیں فرشتے کہتے ہیں کہ وہ جنت مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم گواہ رہو میں نے ان کو بخش دیا مشکوۃ ص۱۹۷ ج۱ یہ فائدہ جماعت میں مل کر دعا مانگنے کا ہے۔ خصوصاً بعد فرائض خصوصاً برفع یدین خصوصاً جماعت کے ساتھ مل کر دعا کرنے میں اور اگر ایسے ہی بے فائدہ حجت بازی سے یا مطالبۂ دوام" یا ہیئت کذائیہ کے عذر سے ٹالیں گے تو پھر جن سنتوں پر وہ عمل کرتے ہیں ان پر بھی یہی اعتراض ہوگا مثلاً بعد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تکبیر تحریمہ دعائے ثنا تسبیحات رکوع وسجود الغرض ہر ایک ذکر دعا مع ہیئت کذائیہ بالدوام ایسے ہیں اور بھی بہت سی سنتیں ہیں جن پر عمل عموماً اہل حدیث کا ہے مگر یہ ہیئت کذائیہ دوام ولزوم کا ثبوت صریح نہیں ولعل فیه کفایة لمن له درایة واللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ۔ (ابوسعید شرف الدین دھلوی)

تشریح از حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مبارکپوری۔ احادیث سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا سنت ہے لیکن اس کا التزام یہاں تک کہ اس کے تارک پر انکار و ملامت کیا جائے بلاشبہ بدعت ہے۔ مطلق جواز وسنت کے ثبوت کے لیے "تحفة الاحوذی" دیکھئے اور التزام کے بدعت ہونے کے لئے الاعتصام للشاطبی پڑھئے میں بغیر التزام کیے ہوئے کبھی کبھی ہاتھ اٹھا کر دعا کر لیا کرتا ہوں فرائض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو مطلقاً بدعت کہہ دینا غلو اور زیادتی ہے حفظنا اللہ۔

(مرسلہ مولانا عبد الرؤف جھنڈے نگری) نقل فتویٰ حضرت مولانا سید نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد فرض نماز کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

جواب: ہاتھ اٹھا کر بعد نماز فرض کے دعا مانگنا درست ہے کتاب عمل الیوم واللیلة لابن السنی میں ہے۔ حدثنی احمد بن الحسن حدثنا ابو اسحق یعقوب بن خالد بن یزید البالسی حدثنا عبد العزیز بن عبد الرحمن القرشی عن خصیف عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال ما من عبد بسط كفيه فی دبر کل صلوٰة ثم یقول اللّٰهُمَّ اِلٰهِيْ وَاِلٰهَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَاِلٰهَ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ اَسْأَلُكَ اَنْ تَسْتَجِيْبَ دَعْوَتِيْ فَاِنِّيْ مُضْطَرٌّ وَتَعْصِمُنِيْ فِيْ دِيْنِيْ فَاِنِّيْ مُبْتَلًى وَتَنَالُنِيْ بِرَحْمَتِكَ فَاِنِّيْ مُذْنِبٌ وَتَنْفِيْ عَنَّا الْفَقْرَ فَاِنِّيْ مُتَمَسْكِنٌ اِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ان لا يرد يديه خائبتين۔

یعنی انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ ہر نماز کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر کہے "اللھم الٰہی والٰہ ابراہیم الخ تو اللہ تعالیٰ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے دونوں ہاتھوں کو نامراد نہیں پھیرتا ہے اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بعد فرض نماز کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا درست ہے۔ اس حدیث کے راویوں میں ایک راوی عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن اگرچہ متکلم فیہ ہے جیسا کہ میزان الاعتدال وغیرہ میں مذکور ہے لیکن اس کا متکلم فیہ ہونا ثبوت جواز و استحباب کے منافی نہیں کیونکہ حدیث ضعیف سے جو موضوع نہ ہو استحباب وجواز ثابت ہوتا ہے۔ قال فی فتح القدیر فی الجنائز الاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع قال ابن ابی حاتم حدثنا ابی حدثنا ابو معمر المقری حدثنی عبدالوارث حدثنا علی بن زید عن سعید بن المسیب عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدہ بعد ما سلم وھو مستقبل القبلۃ فقال اللھم خلص الولید بن الولید وعیاش بن ابی ربیعۃ وسلمۃ بن ھشام وضعفۃ المسلمین الذین لا یستطیعون حیلۃ ولا یھتدون سبیلا من ایدی الکفار ذکرہ الحافظ ابن کثیر فی تفسیر آیۃ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا۔

یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد سلام پھیرنے کے اپنے ہاتھ کو اٹھایا اور آپ قبلہ رو تھے پس کہا اللھم خلص ولید بن الولید الخ۔ اس حدیث کے راویوں میں علی بن زید ہے جس کو حافظ ابن حجر نے تقریب میں ضعیف کہا ہے لیکن اس کا ضعیف ہونا ثبوت جواز و استحباب کے منافی نہیں ہے کما مر۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔ عن الاسود بن عامر عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انحرف ورفع یدیہ ودعا الحدیث یعنی عامر کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی۔ پس جب آپ نے سلام پھیرا تو قبلہ کی طرف سے منحرف ہوئے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا اور دعا کی۔ ان احادیث سے بعد نماز فرض کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا قولاً و فعلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا۔ واللہ اعلم حررہ العاجز عین الدین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین — فتاوی نذیریہ جلد اوّل ص ۲۹۹

سوال: نماز باجماعت ہو رہی ہے۔ مقتدی کا دو رکعت پڑھنے کے بعد وضو ٹوٹ گیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد وضو کرتے کرتے امام نے ایک رکعت پڑھ لی۔ وہ چوتھی رکعت میں آکر شامل ہوا۔ اب وہ پہلی رکعتیں شمار کرے گا یا ساری نماز دہرائے گا۔ جواب باسند ہو۔ اسی طرح اگر چوتھی رکعت کے رکوع سے پہلے وضو ٹوٹ جائے اور وضو کرتے امام سلام پھیرے تو اب مقتدی کیا کرے؟

جواب: وضو ٹوٹ جانے کے بعد کیا کرے۔ اس کے متعلق دو مذہب ہیں۔ ایک یہ کہ جدید وضو کر کے نماز نئے سرے سے شروع کرے۔ امام کے ساتھ جو رکعت پائی اسے اپنی پہلی سمجھے۔ اور اگر امام فارغ ہو چکا ہے تو اپنی نماز سرے سے شروع کرے جس طرح ممکن ہو۔ غرض بالکل نئی نماز ہے۔ یہ مذہب محدثین کا ہے اس کے متعلق ایک حدیث آئی ہے۔

دوسرا مذہب یہ ہے کہ وضو کر کے آئے تو جتنی پہلے پڑھ چکا ہے اسے محسوب کرے اور باقی پڑھے۔ اگر امام فارغ ہو چکا ہے تو بقیہ نماز مسبوق کی طرح اکیلا پڑھے یہ مذہب حنفیہ کا ہے۔ اس کے متعلق جو حدیث آئی ہے محدثین اس کو ضعیف کہتے ہیں میرا ناقص علم اس بارہ میں یہ ہے کہ میں نئے سرے سے نماز پڑھنا اولیٰ اور بنا کو جائز جانتا ہوں۔ اللہ اعلم (۱۴ ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ)

بزرگان دیوبند اور اہل حدیث

حضرات ناظرین! آجکل دیوبندی حضرات کی تحریرات و تقریرات سن کر اور دیکھ کر حیرت ہوتی ہے جس وقت وہ جماعت اہل حدیث کے مخصوصہ مسائل پر مذہبی نزلہ گراتے ہیں اور ان کو لامذہب و غیر مقلد و ظاہر پرست وغیرہ القاب سے یاد کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ وہ مسائل مقبولہ و مسلمہ ہیں جن کو بزرگان دیوبند جیسے مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی و مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی تسلیم کر چکے ہیں۔

آہ کیا وہ متبعین علماء دیوبند جو نسبت حنفیت کے ساتھ اپنا رشیدی و محمودی ہونا بھی فخر سمجھتے ہیں آج کیا ان اقوال بزرگان دیوبند سے انحراف و اعتساف کو عمل فرما کر اپنے بزرگوں سے منہ پھیریں گے؟ ہمارا فرض ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے بزرگان دیوبند کے وہ اقوال جو حق پر مبنی ہیں اور مسائل مخصوصہ اہلحدیث کی اپنے اقوال حق میں تصدیق حق فرما چکے تھے آپ کے گوش جان کر دئیے جائیں ؎

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گر قبول اُفتد زہے عز و شرف

سنئے! سرگروہ دیوبند حضرت مولینا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ کو ایک مرید خاص بھوپال سے استفتاء بھیجتے ہیں کہ اہل بھوپال تکبیرات عیدین خلاف مذہب حنفیہ کہتے ہیں ان کی اقتدا کروں یا نہیں۔

مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ جواب میں لکھتے ہیں کہ عیدین میں جس قدر تکبیرات امام وہاں کا کہا کرے تم بھی باتباع اُس کے اُسی قدر کہا کرو یہ مسئلہ صحابہؓ میں مختلف ہوا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے تین تکبیروں کو پسند کیا اور دیگر ائمہ نے زیادہ کو قبول کیا۔ اہل بھوپال تیرہ تکبیر کہتے ہیں۔ چونکہ یہ بھی حدیث سے ثابت ہے تم خلاف مت کرو امام کی طاعت کرو۔ ایسی صورت میں اطاعت امام کی ضروری ہے۔" (دیکھو مکاتیب رشیدیہ صفحہ ۹۶)

ایسے ہی مسئلے آٹھ رکعت تراویح کی بابت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ گنگوہی اپنے رسالہ الحق الصریح صفحہ ۲۲ میں فرماتے ہیں۔ گیارہ رکعت تراویح (مع وتر) سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت و مؤکدہ ہے۔ اور رسالہ رای نجیح کے صفحہ ۱۱ میں لکھتے ہیں کہ جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شب میں گیارہ رکعت تراویح (مع وتر) بجماعت پڑھی۔ رواہ ابن خزیمہ و ابن حبان فی صحیحہما

(کتبہ ابو محمد عبد الجبار کھنڈیلوی حال نزیل دہلی) ۲۰ مئی ۱۹۲۷ء

سوال: ایک مسجد کا امام صبح کی نماز میں ہمیشہ دعاء قنوت پڑھا کرتا ہے۔ ایک مصلی امام مذکور کو بدعتی کہتا ہے کیونکہ دعاء قنوت کا پڑھنا بدعت ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز نہیں کہتا ہے آیا صبح کی نماز میں ہمیشہ دعاء قنوت کا پڑھنا سنت ہے یا بدعت یا جائز ہے۔ بیان کریں۔

جواب: دعاء قنوت صبح کی نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے علماء کہتے ہیں کہ مصیبت کے وقت پڑھنی جائز ہے۔ لیکن کوئی اگر ہمیشہ بھی پڑھتا ہے تو بدعتی نہیں۔ کسی ایسے فعل کے کرنے پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دفعہ بھی ثابت ہو بدعتی کہنا جائز نہیں۔ جس راوی نے قنوت کو بدعت کہا اس کو پڑھنے کا علم نہیں تھا بے خبری میں کہا۔ مگر جو شخص مانتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہے وہ بدعت کہے تو جائز نہیں۔ (۲۳ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: ایک مسجد کا امام بعد نماز فرض کے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگا کرتا ہے بعض لوگ آمین کہتے ہیں بعض دعاء ہی نہیں مانگتے۔ جو دعاء نہیں مانگا کرتے وہ کہتے ہیں بعد فرض کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بدعت ہے۔ ایسے کے پیچھے نماز جائز نہیں کہتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ بعد فرض نماز کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت ہے یا بدعت ہے

جواب: بعد نماز فرض ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ذکر دو تین روایتوں میں آیا ہے جن کو حضرت میاں صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتوےٰ میں نقل کیا ہے۔ گو وہ ضعیف ہیں مگر ضعیف حدیث کے ساتھ بھی جو فعل ثابت ہو وہ بدعت نہیں ہوتا ایسا تشدد کرنا اچھا نہیں۔ (۲۳ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ)

سوال: ایک شخص مسلمان ہونے کے باوجود دیدہ دانستہ نماز پڑھتا۔ جس وقت اس کو پڑھنے کے لئے کہا جاتا ہے تو لیت ولعل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ نماز ادا کرنے کے لئے پوشش۔ خورد و نوش حلال و طیب ہونا چاہیئے۔ لہٰذا نماز ادا نہیں کرتا ایسے شخص کے عذرات کہاں تک درست ہیں؟ اور ایسے شخص کے لئے قرآن و حدیث کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ عذر اس کا باطل غلط ہے وہ شخص شریعت میں تارک الصلوۃ ہے اور حدیث کا مصداق ہے۔ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ۔

(۶ صفر ۱۳۴۶ھ)

سوال: اہل حدیث کے نزدیک گاؤں میں خواہ چھوٹا ہو یا بڑا جمعہ پڑھنا جائز ہے۔ مگر کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود کسی گاؤں میں جمعہ پڑھایا ہو۔ یا کسی بستی یا گاؤں والوں کو جمعہ پڑھنے کا حکم دیا ہو۔ اور نہ آپ کے زمانہ میں مدینہ شریف کے گرد و نواح میں نزدیک یا دور کسی گاؤں میں جمعہ پڑھنا پایا گیا ہے بلکہ جو لوگ دیہات میں جمعہ پڑھنا چاہتے تھے وہ بھی مدینہ آکر جمعہ پڑھ جاتے تھے اور جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے تو قبا میں تین دن رہے اور ایک مسجد بھی وہاں بنوائی مگر جمعہ کے دن قبا میں جمعہ نہیں پڑھایا اور وہاں سے روانہ ہو کر مدینہ میں آکر جمعہ پڑھایا۔ بلکہ قبا والوں کو حکم دیا کہ مدینہ میں آکر جمعہ پڑھا کرو۔ اس سے ثابت ہوا کہ گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: دیہات میں جمعہ کے جواز پر امام بخاریؒ نے دو روایتیں لکھی ہیں۔ ایک ابن عباس کی روایت ہے کہ مسجد نبوی میں جمعہ قائم ہونے کے بعد جواثی (گاؤں) میں جمعہ قائم ہوا تھا۔ گو اس روایت میں اس بات کا ذکر نہیں کہ باجازت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوا تھا مگر صحابہ کرام کی عام عادت یہ تھی کہ اس قسم کے کام اجازت ہی سے کیا کرتے تھے۔ دوسری حدیث امام ممدوح لائے ہیں جس کا مضمون ہے کہ تم مسلمانوں میں سے ہر ایک حاکم ہے اور ہر ایک کو محکوم سے سوال ہوگا۔ میں کہتا ہوں جمعہ کی فرضیت بالاتفاق ہے ہاں اس کو بعض شرائط میں اختلاف ہے۔ منجملہ شہر کا ہونا بھی شرط لگائی جاتی ہے۔ اس کا ثبوت کسی صحیح حدیث مرفوع سے نہیں ہے۔ لہٰذا جمعہ ہر مسلمان بالغ مرد پر فرض ہے رہا یہ کہ گاؤں والے مدینہ میں آکر پڑھتے تھے۔ بہ نیت فرض نہ آتے تھے بلکہ بہ نیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم جماعت نبویہ در مسجد نبوی۔ لاغیر ایام قیام قبا میں جمعہ فرض نہ ہوا تھا۔ اللہ اعلم۔ (۵ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ)

جمعہ فی القریٰ: (از قلم مولوی محمد عبدالسلام صاحب مبارکپوری)۔ آیت جمعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز جمعہ ہر مسلمان پر فرض ہے۔ شہر کا رہنے والا ہو یا دیہات کا یا کسی اور مقام کا۔ اور اقامت جمعہ ہر مقام میں جائز ہے۔ خواہ شہر ہو یا قریہ یا صحرا۔ کیونکہ آیت جمعہ ہر مکلف کو عام ہے اور بلا تخصیص ہر مقام کو شامل مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے۔ دلیل الافتراض من کلام اللہ تعالیٰ علی العموم فی الامکنۃ۔ انتہی۔ اور حدیث لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيْقَ اِلَّا فِیْ مِصْرٍ جَامِعٍ سے قریہ میں اقامت جمعہ کے عدم جواز پر استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث موقوف (یعنی حضرت علیؓ کا قول) ہے ساتھ اس کے محتمل بھی ہے۔ اور ایسی حدیث جو مشہور ہو اور ساتھ اس کے محتمل بھی ہو تو اس سے عندالاحناف زیادت علی الکتاب جائز نہیں ہے۔ علامہ عینی حنفی نے بنایہ میں حدیث لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کا یہ جواب دیا ہے۔ ولئن سلمنا انہ مشہور فالزیادۃ بالمشھور انما یجوز اذا کان محکما اما اذا کان محتملا فلا وھذا الحدیث محتمل لنفی الجواز ویستعمل لنفی الفضیلۃ لقولہ علیہ السلام لَا صَلوٰۃَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِی الْمَسْجِدِ۔ یعنی اگر ہم تسلیم کرلیں کہ یہ حدیث مشہور ہے تو حدیث مشہور سے زیادۃ علی الکتاب اسی صورت میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائز ہے کہ حدیث محکم ہو لیکن جب محتمل ہو تو جائز نہیں ہے اور یہ حدیث محتمل ہے. کیونکہ اس میں احتمال ہے کہ نفی جواز مراد ہو۔ اور احتمال ہے کہ نفی فضیلت مراد ہو جیسے حدیث لَا صَلٰوةَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِی الْمَسْجِدِ پس جب عند الاحناف حدیث مشہور سے زیادتہ علی الکتاب اسی صورت میں جائز ہے کہ حدیث محکم ہو تو اولاً حدیث لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِیْقَ اِلَّا فِیْ مِصْرٍ جَامِعٍ حضرت علیؓ کا قول ہے حدیث مشہور تو درکنار خبر واحد بھی نہیں ہے۔ ثانیاً محکم بھی نہیں ہے کیونکہ احتمال ہے کہ نفی فضیلت مراد ہو یعنی اس کا مطلب یہ ہو کہ شہر میں نماز جمعہ اولیٰ وافضل ہے۔ اور قریہ میں جائز و درست بلکہ و درست بھی متعین ہے۔ کما قال شیخنا العلامة عبد الرحمٰن المبارکفوری رحمة اللہ تعالیٰ لا تشریق ولا جمعة علی وجه الکمال الا فی مصر جامع جمعا بینه وبین الاحادیث والآثار (نور الابصار ص ۳۱)

غرض حدیث لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع احناف کے نزدیک بھی پایۂ استدلال سے ساقط ہے تعجب ہے کہ احناف حضرت علیؓ کے قول سے جو خبر واحد کے درجہ میں بھی نہیں ہے آیۂ جمعہ[1] کی تخصیص کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اقامت جمعہ فقط شہروں میں جائز ہے اور دیہات میں ناجائز۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

ونیز واضح ہو کہ حضرت علیؓ کا قول مذکور ان احادیث صحیحہ کے معارض و مخالف ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز جمعہ ہر مسلمان پر بجز پانچ اشخاص ہے (غلام۔ عورت۔ مریض۔ لڑکے۔ مسافر) کے فرض ہے اور ہر مقام میں اس کا ادا کرنا جائز و صحیح ہے۔ چنانچہ ابوداؤد میں ہے۔ عن طارق بن شهاب رضی اللہ عنه عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قَالَ الْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ فِیْ جَمَاعَةٍ اِلَّا اَرْبَعَةً عَبْدٌ مَمْلُوْكٌ اَوِ امْرَاَةٌ اَوْ صَبِیٌّ اَوْ مَرِیْضٌ۔

یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جمعہ حق ہے واجب ہے مگر چار شخص پر غلام، عورت، لڑکے، بیمار پر نہیں۔ بعض روایات صحیح سے مسافر کا مستثنیٰ

---

[1] قال اللہ تعالیٰ یا ایها الذین امنوا اذا نودی للصلوٰة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع ۱۲۔ [2] یعنی حدیث لا صلوٰة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب۔ ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونا بھی ثابت ہے مگر اہل قریہ کا استثنا رکسی آیت یا حدیث سے ثابت نہیں۔ اور نسائی وغیرہ میں ہے:۔ عن نافع عن ابن عمر عن حفصة قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَلجُمُعَةُ وَاجِبَةٌ عَلٰی کُلِّ مُحْتَلِمٍ۔ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر مرد بالغ پر نماز جمعہ واجب ہے بلکہ دیہات میں نماز جمعہ پڑھنا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ امام ابن حزمؒ محلی ص۵۳ میں تحریر فرماتے ہیں:۔ ومن اعظم البرهان عليهم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اتى المدينة وانما هي قرى صغار متفرقة (الى قوله) فبنى مسجده فى بنى مالك بن النجار و جمع فيه قرية ليست بالكبيرة و لا مصر هنالك فبطل قول من ادعى ان لا جمعة الا فى مصر وهذا لا يجهله احد لا مومن ولا كافر

یعنی دیہات میں اقامت جمعہ کے جائز ہونے کی بہت بڑی دلیل یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو اس وقت مدینہ شہر نہ تھا۔ چند متفرق بستیاں تھیں۔ وہاں آپ نے بنو مالک بنو نجار میں مسجد کی بنیاد ڈالی اور اس میں قریہ کے اندر جمعہ کی نماز پڑھی۔ وہ کوئی بڑا قریہ نہ تھا اور نہ وہاں شہر تھا پس ثابت ہوا کہ اس شخص کا قول باطل ہے جو دعویٰ کرے کہ "شہر کے سوا اور کہیں جمعہ پڑھنا جائز نہیں"۔ اور یہ ایسا امر ہے جو کسی مومن اور کافر سے مخفی نہیں۔"

الحاصل آیۂ جمعہ اور احادیث مذکورہ سے صاف ظاہر ہے کہ بجز پانچ اشخاص مذکورین کے ہر مکلف پر جماعت کے ساتھ نماز جمعہ فرض ہے اور ہر مقام میں اس کا ادا کرنا جائز و صحیح ہے شہر ہو یا قریہ۔ اور کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہیں کہ دیہات میں نماز جمعہ جائز نہیں بلکہ دیہات میں نماز جمعہ پڑھنا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کما مر اور بالتفصیل معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت علیؓ کا قول لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع ناقابل احتجاج و استدلال ہے۔ هذا آخر الکلام وخلاصة المرام و الله اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب

(۲۸ صفر ۱۳۵۷ھ)

ہوالموفق فی الواقع قرآن و حدیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ہر جگہ اور ہر مقام میں اقامت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمعہ درست ہے اور چھوٹے اور بڑے گاؤں کی تفریق نہیں آئی ہے کہ بڑے گاؤں میں تو جمعہ درست ہو اور چھوٹے گاؤں میں نادرست بلکہ ہر جگہ اور ہر گاؤں میں خواہ کتنا ہی چھوٹا ہو اقامت جمعہ درست ہے۔ اور علمائے حنفیہ جمعہ کے درست ہونے کے لیے جو مصر کا ہونا شرط لکھتے ہیں سو ان کی یہ بات بالکل بے دلیل ہے اور ساتھ اس کے مصر کی تعریف میں انہوں نے بڑا اختلاف کیا ہے کوئی مصر کی تعریف کچھ لکھتا ہے اور کوئی کچھ اور ان کی تعریفات مختلفہ و متناقضہ میں سے کوئی تعریف بھی نہ لغت سے ثابت ہے اور نہ قرآن و حدیث سے۔ بلکہ فقہائے حنفیہ نے محض اپنی رائے لکھی ہیں اور جمعہ کے بعد ظہر پڑھنا ہرگز جائز نہیں نہ چھوٹے گاؤں میں اور نہ بڑے گاؤں میں اور نہ کسی اور مقام میں رسالہ تحقیقات العلی میں مرقوم ہے کہ نماز جمعہ فرض عین ہے اور فرضیت ظہر اس سے ساقط ہو جاتی ہے اس لئے کہ صلوٰۃ جمعہ قائم مقام صلوٰۃ ظہر ہے پس جس شخص نے ظہر احتیاطی ادا کی اس نے ایک صلوٰۃ مفروضہ کو دو بار ایک دن ایک وقت میں بلا اذن شارع ادا کیا، اور یہ ممنوع ہے۔ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تصلوا صلوۃ فی یوم مرتین رواہ احمد و ابوداؤد والنسائی پس جب جمعہ بالکل قائم مقام ظہر کے ہو تو اب جمعہ کے بعد ظہر پڑھنا جائز نہیں ہوا اور کسی سے صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین وائمہ مجتہدین و محدثین رحمہم اللہ سے یہ ظہر احتیاطی منقول نہیں نہ ان میں سے کسی نے پڑھا اور نہ پڑھنے کا حکم دیا۔ بلکہ یہ ظہر احتیاطی بدعت و محدث فی الدین ہے۔ پڑھنے والا اس کا عاصی و آثم ہوگا۔ کیونکہ یہ ایک بدعت نکالی گئی ہے۔ دین میں بعض متاخرین حنفیہ نے اس ظہر احتیاطی کو نکالا ہے جیسا کہ بحر الرائق میں ہے۔ وقد افتیت مرارا بعدم صلاۃ الاربع بعدھا بنیتہ ظہر خوف اعتقادھم علی فرضیۃ الجمعۃ وھو الاحتیاط فی زماننا۔ اور بھی بحر الرائق میں ہے لھذا طال فی فتح القدیر فی بیان دلائلھا ثم قال انما اکثرنا فیہ نوعا من الاکثار لما نسمع من بعض الجھلۃ انھم ینتسبون الی مذھب الحنفیۃ عدم افتراضھا (الی قولہ) اقول قد اکثر ذلک من جھلۃ زماننا ایضا ومنشا جھلھم صلوۃ الاربع بعد الجمعۃ بنیۃ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الظهر وا نما وضعها بعض المتاخرين عند الشك في صحة الجمعة بسبب رواية على مر تعد دها في مصر واحد وليست هذه الرواية بالمختارة وليس هذا القول اعني اختيار صلوٰة الاربع بعدها مرويا عن ابي حنيفة و صاحبيه انتهى كلامه - پس مرد متبع سنت وہ ہے جو کہ ایسی بدعت ومحدث فی الدین کی بیخ کنی کرے اور لوگوں کو اس ظہر احتیاطی کے پڑھنے سے روکے۔ انتہی ما فی تحقیقات العلی مختصراً۔ واللہ اعلم۔ کتبہ محمد عبدالرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ، فتاوی نذیریہ صفحہ ۳۵۵ ج-۱۔

سوال: قبرستان میں برائے ضرورت مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: قبرستان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اس لئے وہاں مسجد کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ قبرستان میں مسجد بنانے والے کو لعنت کی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ الیہود والنصاری اتخذوا قبور انبیاءهم مساجد (الحدیث) اہلحدیث امرتسر ۱۳ ۳۱ جولائی ۱۹۳۱ء

سوال: اگر چار رکعات والی نماز ہو تو اس کے درمیانی تشہد کے درود شریف پڑھ سکتے ہیں یا پڑھنے سے گناہ لازم آتا ہے یا برا کام ہے۔

جواب: درمیانی تشہد میں درود شریف مسنون نہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے علمني رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم التشهد في وسط الصلوٰة واخرها فاذا كان وسط الصلوٰة نهض حين يفرغ من تشهده وان كان في اخرها دعا بعد تشهده بما شاء اللہ ان يدعو به ثم يسلم۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے درمیان اور آخر میں تشہد سکھایا تو آنحضرتؐ جب درمیانی تشہد میں ہوتے تو صرف تشہد سے ہی فارغ ہو کر کھڑے ہو جاتے۔ پھر آخری تشہد سے فارغ ہو کر جو دعا چاہتے مانگتے۔ خلاصہ یہ کہ ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ پہلی دفعہ صرف تشہد پڑھے۔ اللہ اعلم! (اہلحدیث امرتسر ۱۳ ۲۴ جولائی ۱۹۳۹ء)

تعاقب اخبار "اہلحدیث" ۲۴ جولائی میں سوال کے جواب میں تحریر ہے کہ "درمیانی تشہد میں درود شریف مسنون نہیں۔" امام شافعیؒ اپنی کتاب الام میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریر فرماتے ہیں۔ یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی التشہد الاول شوافع نے اس کے دلائل میں حسب ذیل احادیث پیش کی ہیں۔
ترمذی وابوداؤد وغیرہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو فرمایا تھا۔ اذا صلیت فقعدت فاحمد اللہ بما ھو اھلہ وصل علی الخ عموماً الفاظ قعدہ اولی وقعدہ ثانیہ ہر دو شامل ہے۔ دار قطنی میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بریدہ صحابی کو فرمایا تھا اذا صلیت فی صلوٰتک فلا تترکن التشہد والصلوٰۃ علی فانہا زکوٰۃ الصلوٰۃ الخ اس روایت سے ہر تشہد کے ساتھ درود کا پڑھنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ نیز دار قطنی میں ہے عن ابن عمر قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلمنا التشہد التحیات (الی قولہ) وان محمدا عبدہ ورسولہ ثم یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
اس حدیث شریف سے ظاہر ہے کہ درود تشہد کا جز ہے۔ بغیر درود کے تشہد پورا ہوتا ہی نہیں۔ خواہ وہ پہلا تشہد ہو یا دوسرا۔ نماز کا تشہد ہو یا خطبہ کا۔ سنن نسائی میں مرفوعاً وارد ہے۔
من صلی علی صلوٰۃ کتب اللہ لہ عشر حسنات الخ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے تو درود پڑھے اور تشہد میں حضور کا اسم گرامی زبان پر آتا ہی ہے کما اشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ تو اسی کے ساتھ درود کا پڑھنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی دلائل بہت سی کتابوں میں موجود ہیں۔ آپ ان کی بابت کیا فرماتے ہیں؟
(حافظ عبدالوہاب مدن پورہ بنارس)

مفتی ہم نے جو حدیث نقل کی ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں۔ نهض حین یفرغ من تشهده نیز دوسری روایت میں کہ قعدہ اولی میں آپ اتنی جلدی اٹھ کھڑے ہوتے۔ گویا کہ گرم پتھر پر بیٹھے تھے۔ یہ بھی اس کی مؤید ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی نقل کردہ احادیث قعدہ اخری کے متعلق ہیں اس کے علاوہ جس کی تحقیق میں درود شریف پڑھنا ضروری ہے۔ وہ پڑھے۔ ایسے مسائل میں تشدد کرنا ہمارا مسلک نہیں اور نہ سلف کا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب (اہلحدیث امرتسر ۲۸ جولائی ۱۹۳۳ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درمیانی تشہد میں درود نہ پڑھے

(از حضرت مولانا محمد صاحبؒ دہلوی)

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لایزید فی الرکعتین علی التشھد۔ (رواہ) ابو یعلی ورجالہ رجال الصحیح یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دو رکعات کے بعد التحیات میں بیٹھتے (اور اس سے کھڑا ہونا ہوتا یعنی وہ درمیانی التحیات ہوتا) تو آپ تشہد (یعنی التحیات) پر کچھ بھی زیادہ نہ کرتے۔ (یعنی درود و دعا نہیں پڑھتے) اس حدیث کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں۔ واللہ اعلم!

دوسری حدیث، عن عبد اللہ بن مسعود قال علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التشھد فی وسط الصلوۃ و فی اٰخرھا علی ورکہ الیسری۔ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ قال ثم ان کان فی وسط الصلوۃ نھض حین یفرغ من تشھدہ وان کان فی اٰخرھا دعا بعد تشھدہ بما شاء اللہ ان یدعو ثم یسلم۔ (رواہ احمد ورجالہ موثقون) یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درمیانی اور آخری تشہد سکھایا۔ جب آپ درمیانی اور آخری تشہد میں اپنی بائیں ران پر بیٹھتے تو تشہد پڑھتے یعنی التحیات سے عبدہ ورسولہ تک پڑھتے۔ اب درمیانہ تشہد ہوتا تو آپ اس تشہد سے فارغ ہوتے ہی اٹھ کھڑے ہوتے۔ ہاں اگر آخری تشہد ہوتا تو دعا میں مانگتے۔ جو منشاء خداوندی میں ہوتیں۔ پھر سلام پھیر دیتے۔

پس صحیح مسلک یہی ہے کہ بیچ کے التحیات میں صرف التحیات پڑھ کر کھڑا ہو جائے واللہ اعلم۔ محمد (اخبار محمدی دہلی جلد ۱۶ ص ۱۲ یکم جون ۱۹۳۹ء)

التحیات میں انگلی اٹھانے کے متعلق حنفیوں کا مسلک

(منقول از اخبار الفقیہ) التحیات میں وقت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تلفظ کلمہ شہادت کلمہ کی انگلی کو اٹھانا اور اشارہ کرنا یقیناً مسنون و معمول اور مشہور اور ہمارے ائمہ کرام خصوصاً سیدنا امام اعظم اور ان کے صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب ہے الی آخرہ۔ (اخبار محمدی جلد ۱۷۔ ۱۵ جنوری ۱۹۴۲ء)

سوال: اذان ہوئی اور کوئی شخص آ کر اور سلام کرے تو کیا سلام کر سکتا ہے؟

جواب: اذان ہوتے ہوئے سلام کہنا کسی حدیث میں منع نہیں ہے۔

(اہلحدیث امرتسر اگست ۱۹۲۹ء)

سوال: فرض نماز ہوتی ہو۔ اور کوئی شخص مسجد میں آئے اور سلام کرے تو کر سکتا ہے۔ مثلاً چار پانچ آدمی وضو کرتے ہوں۔ اور ایک طرف جماعت ہو رہی ہو۔ اس حالت میں کیا سلام کر سکتا ہے؟

جواب: حالت نماز میں سلام کرنا جائز ہے۔ صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ سے اشارہ کرتے۔ جواب نہ دینے کی وجہ پوچھنے پر فرمایا۔ ان فی الصلوٰۃ لشغلا۔ مگر سلام نہ کرنے کو منع نہیں فرمایا۔ اللہ اعلم! (اہلحدیث امرتسر ۱۳ ۲۵ اگست ۱۹۲۹ء)

سوال: فرض نماز کے بعد سلام کے فوراً ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا چاہیے۔ یا کچھ دیر کے بعد۔ یا نہ مانگے تو کیا حرج ہے۔

جواب: فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جلدی ہو یا دیر سے جائز ہے۔ سنت مؤکدہ نہیں نہ مانگے تو حرج نہیں۔ اللہ اعلم۔ (اہلحدیث امرتسر ۱۳۔ ۲۵ اگست ۱۹۲۹ء)

سوال: فرض نماز کی دو رکعت میں ایک رکوع قرآن پڑھے تو پڑھ سکتا ہے؟

جواب: پڑھ سکتا ہے۔ لقولہ تعالیٰ فاقرؤا ما تیسر من القرآن۔

(اہلحدیث امرتسر ۱۳۔ ۲۵ اگست ۱۹۲۹ء)

تعاقب: اخبار گوہر بار "اہلحدیث" ۱۸ اگست سنہ رواں جلد ۲۶ نمبر ۱۲ کی اشاعت بصفحہ فتاویٰ سوال نمبر ۲۸ میں مندرجہ ذیل سوال درج ہے۔ "حافظ قرآن جنبی ہو گیا ہے وہ شخص قرآن پڑھے یا نہ۔ اور دوسروں کو پڑھا سکتا ہے یا نہیں"؟

جواب ملا: "جنبی قرآن نہیں پڑھ سکتا۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ ولا تقرء الحائض ولا الجنب شیئا من القرآن (ترمذی) یعنی حائضہ اور جنبی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن نہ پڑھے۔ اللہ اعلم۔

سوال مذکور کے جواب میں جو حدیث پیش کی گئی ہے وہ ضعیف ہے اور حدیث ضعیف صحیح حدیث کے مقابلہ میں مرجوح ہے۔ اعلام الموقعین ج ۱ ص۲۲ میں ہے وحدیث لا تقرأ الحائض ولا الجنب شیئا من القرآن لم یصح انه حدیث معلول باتفاق اهل العلم بالحدیث فانه من روایة اسمعیل بن عیاش عن موسی بن عقبة عن نافع عن ابن عمر قال الترمذی لا نعرفه الا من حدیث اسمعیل بن عیاش عن موسی بن عقبه وسمعت محمد بن اسمعیل یقول ان اسمعیل بن عیاش یروی عن اهل الحجاز واهل العراق احادیث مناکیر کانه یضعف روایة عنهم فیما تفرد به وقال انه حدیث اسمعیل ابن عیاش عن اهل الشام انتهی وقال عبد الله ابن احمد عرضت علی ابی حدیثا - حدثناه الفضل بن زیاد الضبی حدثنا ابن عیاش بن عقبة عن نافع ابن عمر مرفوعا لا تقرأ الحائض ولا الجنب شیئا من القرآن فقال ابی هذا باطل یعنی ان اسمعیل وهم اذ لم یصح الحدیث لم تبق مع المانعین حجة الا القیاس۔ اس تمام عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف باتفاق اہل علم کے نزدیک صحیح نہیں اور صحیح نہ ہونے کی توجیہہ بھی بیان کر دی گئی۔ عیاں را چہ بیان۔ اور بھی فتح الباری ص۳۰۳ پ۲ باب آداب قرأة القرآن للجنب ملاحظہ ہو۔ اول ابن عباس رضی کا اثر ولم یر ابن عیاش بالقرأة للجنب باسا اور حدیث مرفوع۔ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللہ علی احیانہ الخ حدیث اور اثر سے صاف طور سے جواز قرأة القرآن للجنب ثابت ہوا۔ اسی لئے صاحب اعلام الموقعین نے صاف کہہ دیا واذ لم یصح الحدیث لم یبق مع المانعین حجة الا القیاس۔ یعنی جب کہ حدیث ما بہ الاستدلال صحیح نہیں ہوا تو نہیں باقی رہا۔ مانعین کے لئے کوئی دلیل مگر قیاس اور قیاس نص کے سامنے کوئی چیز نہیں ہے۔ مزید تحقیق فتح الباری مطبع انصاری صفحہ مذکورہ اور اعلام الموقعین صفحہ مذکورہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ العاجز گلزار احمد از شاہزاد پور

مفتی: ارجع الی الحق۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم (۸ ستمبر ۱۹۳۹ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعاقب پر تعاقب: حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب دامت برکاتہم نے اخبار اہلحدیث بابت ۱۵ اگست ۱۹۴۳ء کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ جنبی قرآن نہیں پڑھ سکتا۔" اور دلیل میں ترمذی شریف کی یہ حدیث نقل کی تھی " ولا تقرء الحائض ولا الجنب شیئا من القرآن۔ یعنی حائضہ اور جنبی قرآن نہ پڑھے "۔

اس فتویٰ پر ایک صاحب نے تعاقب کیا ہے جو اخبار اہلحدیث مجریہ ۸ ستمبر میں شائع ہوا ہے۔ تعاقب کا خلاصہ یہ ہے کہ (۱) ترمذی شریف کی حدیث مذکور ضعیف ہے۔ (۲) اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ ولم یر ابن عباس بالقراءۃ للجنب بأسا اور حدیث مرفوع کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللہ علی کل احیانہ کے معارض ہے کیونکہ ان سے صاف طور سے جواز قراءۃ القرآن للجنب ثابت ہے۔ میں کہتا ہوں بے شک ترمذی شریف کی حدیث مذکور ضعیف ہے۔ علاوہ اس حدیث کے جنبی کے قرآن پڑھنے کی حرمت میں اور بھی ضعیف حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ لیکن بعض کو بعض کے ساتھ ملانے سے قوت حاصل ہوتی ہے اور ان کے مجموعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جنبی اور حائضہ کو قرآن پڑھنا جائز نہیں ہے تحفۃ الاحوذی ص۱۲۳ ج ۱ میں ہے والحدیث یدل علی انہ لا یجوز للجنب ولا للحائض قراءۃ شیء من القرآن وقد وردت احادیث فی تحریم قراءۃ القرآن للجنب وفی کلھا مقال لکن تحصل القوۃ بانضمام بعضھا الی بعض ومجموعھا یصلح لان یتمسک بھا انتھی اور یہی مذہب ہے اکثر اہل علم یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ کا۔ چنانچہ ترمذی شریف میں ہے۔ وھو قول اکثر اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین ومن بعدھم مثل سفیان الثوری وابن المبارک والشافعی واحمد واسحٰق قالوا لا تقرأ الحائض والجنب من القرآن شیئا۔ الخ

اور تحفۃ الاحوذی میں ہے۔ واکثر العلماء علی تحریمہ۔ حضرت مولانا عبدالرحمن مبارکپوری شارح ترمذی علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے۔ قلت قول الاکثر ھو الراجح یدل علیہ حدیث الباب یعنی اکثر علماء کا قول راجح ہے کیونکہ ترمذی شریف کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے۔ اب رہا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اثر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سو وہ حدیث مرفوع کے مقابلہ میں بے اثر ہے۔ اور حدیث مرفوع کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللہ علی کل احیانہ۔ پس واضح ہو کہ وہاں ذکر اللہ سے غیر تلاوت قرآن مراد ہے۔ چنانچہ قراءۃ قرآن کے مستثنیٰ ہونے پر یہ حدیث صاف دلالت کرتی ہے۔

عن علی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرئنا القرآن علی کل حال ما لم یکن جنبا۔ رواہ الترمذی۔ وقال ھذا حدیث حسن صحیح یعنی حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو ہر حال میں قرآن پڑھاتے تھے مگر حالت جنابت میں نہیں!

تحفۃ الاحوذی ص۱۳۶ میں اس اشکال کا یہی جواب دیا گیا ہے۔ فان قیل حدیث عائشۃ الذی رواہ مسلم عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللہ علی کل احیانہ وعلقہ البخاری یخالف حدیث علی ھذا فانہ یدل بظاھرہ علی انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرأ حال الجنابۃ ایضا فان قولھا علی کل احیانہ یشمل حالۃ الجنابۃ ایضا وقولھا یذکر اللہ یشمل تلاوۃ القرآن ایضا یقال ان حدیث عائشۃ رض یخصص بحدیث علی ھذا فیراد بذکر اللہ غیر تلاوۃ القرآن قال العینی حدیثہ مثلاً لا یعارض حدیث علی لانما ارادت الذکر الذی غیر القرآن انتھی وقال صاحب سبل السلام حدیث عائشۃ قد خصصہ حدیث علی علیہ السلام وما ادت اخری وکذالک ھو مخصص بحالۃ الغائط والبول والجماع والمراد بکل احیانہ معظمھا کما قال اللہ تعالیٰ یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم وقال فی شرح حدیث الباب اخرج ابو یعلیٰ من حدیث علی علیہ السلام قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضأ ثم قرأ شیئا من القرآن ثم قال ھکذا لمن لیس بجنب فاما الجنب فلا ولا آیۃ قال الھیثمی رجالہ موثوقون وھو یدل علی التحریم لانہ نھی واصلہ ذالک ویعاضد ما سلف انتھی۔ الحاصل مولانا ثناء اللہ صاحب کا فتویٰ میرے نزدیک صحیح ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ کتبہ ابو الصمصام عبد السلام المبارکفوری۔ ۱۳ اکتوبر ۱۹۲۹ء)

سوال: بعد نماز عشاء سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ تین بار پڑھ کر سبوح

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُدُّوسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلَآئِكَةِ وَالرُّوحِ الفاظ ادا کر لیتا ہوں۔ ایک شخص اس کے کہنے سے منع کرتا ہے کہ اس وقت یہ الفاظ مت کہا کرو۔ کیا اس کو پڑھنا چاہیے یا نہیں؟

(محمد عباس از میرٹھ چھاؤنی)

جواب: سبحان الملك القدوس وتروں کے بعد پڑھنا جائز ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا سلم فی الوتر قال سبحان الملك القدوس ثلاث مرات یعنی وتروں کے سلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین دفعہ صرف سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ پڑھتے۔ اور آخری لفظ کو لمبا کھینچتے۔ آپ بھی اسی کو پڑھیں باقی کو چھوڑ دیں۔ ("اہلحدیث ج ۴۴ ۱۶/۱")

تعاقب: اس میں میرے نزدیک تسامح ہے۔ بالکلیہ تمام الفاظ کا انکار کر دینا روایات سے غفلت ہے۔ بعد سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ کے یہ الفاظ رب الملائكة والروح کہنا نبی اکرم صلعم سے ثابت ہے۔ جیسا کہ سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۳ صفحہ ۴۰ اور دارقطنی جلد اوّل صفحہ ۱۷۵ میں ہے۔ (عبد الرحمٰن آزاد نو مسلم دہلی) (اہلحدیث ج ۴۴ ص ۱۹)

شرفیہ ۔ دارقطنی کی روایت میں رب الملائكة والروح بھی وارد ہے لہٰذا منع نہیں۔ حصن حصین کلاں صفحہ ۵۔

سوال: جس جائے نماز پر امام نماز پڑھاتا ہے اگر اس جائے نماز کو علیحدہ فرش پر بچھا کر ہم نماز پڑھ لیں تو ہماری نماز جائز ہے یا نہیں۔

جواب: جائز ہے۔ منع کی کوئی دلیل نہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ جب تک میں منع نہ کروں منع مت سمجھو (ج ۲۴ ۱۶/۱)

شرفیہ ۔ مولانا کا اشارہ اس حدیث شریف کی طرف ہے ذرونی ما ترکتکم فانما ھلك من کان قبلکم بکثرۃ سوالھم (الحدیث) اخرجہ احمد ومسلم والنسائی وابن ماجة (ابو سعید شرف الدین)

ہو الموفق ۔ تکرار جماعت بلا کراہت جائز ہے ایک مصلّی پر ہو خواہ ایک مصلّی پر نہ ہو الیٰ آخرہ واللہ اعلم۔ کتبہٗ محمد عبد الرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۲۶۵)

بلا شک وشبہ فضیلت وثواب جماعت اولیٰ کا زیادہ ہے بہ نسبت جماعت اُخریٰ کے۔ مگر اس سے یہ بات لازم نہیں آتی ہے کہ تکرار جماعت بعد جماعت اولیٰ ناجائز ہو جاوے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کراہت بھی اس کی کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں۔ بلکہ جواز تکرار جماعت فی مسجد واحد حدیث صحیح سے ثابت ہے اور صحابہؓ اور تابعینؒ اور ائمہ مجتہدین کا اس پر عمل رہا۔ الی آخرہ حررہ ابو الطیب محمد شمس الحق العظیم آبادی عفی عنہ۔ ما احسن ھذا الجواب المقرون بالصدق والصواب۔ حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی فتاوی نذیریہ جلد ۱ ص ۲۸۹

ابو الطیب محمد شمس الحق	سید محمد نذیر حسین

سوال: اگر ٹوپی یا پگڑی ہمارے پاس ہے اور ہم ننگے سر نماز پڑھیں اس کو اتار کر تو کیا ہماری نماز جائز ہوگی یا نہیں۔

جواب: نماز ادا ہو جائے گی۔ مگر سر ڈھانپنا اچھا ہے۔ آنحضرت علیہ السلام نماز میں اکثر عمامہ یا ٹوپی رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اعلم (اہلحدیث ج ۴۴ ص ۱۶)

تشریح: مگر یہ بعض کا جو شیوہ ہے کہ گھر سے ٹوپی یا پگڑی سر پر رکھ کر آئے ہیں اور ٹوپی یا پگڑی قصداً اتار کر ننگے سر نماز پڑھنے کو اپنا شعار بنا رکھا ہے اور پھر اس کو سنت کہتے ہیں بالکل غلط ہے۔ یہ فعل سنت سے ثابت نہیں ہاں اس فعل کو مطلقاً ناجائز کہنا بھی بے وقوفی ہے۔ ایسے ہی برہنہ سر کو بلا وجہ شعار بنانا بھی خلاف سنت ہے۔ اور خلاف سنت بے وقوفی ہی تو ہوتی ہے۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

اہلحدیث: ۱۷ رمضان میں ہم نے لکھا کہ فجر کی سنتوں کے بعد مسجد میں آ کر بجز فرضوں کے سنتوں کے بعد مسجد میں آ کر بجز فرضوں کے کچھ نہ پڑھے۔ اس پر ابو خرباق عبد الرزاق صاحب اور عبد اللطیف صاحب از علیکا ضلع حصار ہر دو صاحبان نے تعاقب کئے ہیں۔ دونوں کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

تعاقب ۱: تحیۃ المسجد کی سخت تاکید ہے پڑھنے کا حکم ہے۔ اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین۔ متفق علیہ۔ جب کوئی مسجد میں آئے پس چاہیے کہ دو رکعتیں (قبل بیٹھنے کے) پڑھ لے۔ اعطوا المساجد حقھا قیل ما حقھا قال رکعتین قبل ان تجلس۔ آپ نے فرمایا۔ مسجد کا حق ادا کرو۔ لوگوں نے پوچھا کیا حق ہے آپ نے فرمایا قبل بیٹھنے کے دو رکعت پڑھنا (ابن ابی شیبہ) بغیر تحیہ مسجد میں بیٹھنا منع ہے۔ اذا دخل احدکم المسجد فلا یجلس حتی یرکع رکعتین۔ متفق علیہ۔ جب کوئی مسجد میں آئے تو نہ بیٹھے یہاں تک کہ دو رکعت پڑھ لے۔ یحکی النووی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن المحققین ان المختار ان لم یفعل ان یقف حتی تقام الصلوٰۃ لان لا یکون جالسا بغیر التحیۃ فتح الباری جلد اوّل ط ۲۲۴ جمع بین الحدیثین یہ ہے کہ تحیۃ المسجد ذات اسباب میں سے ہے اور مستثنیٰ ۔ (ابو خرباق عبدالرزاق عفی عنہ)

دوسرا تعاقب: امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس عنوان سے باب مقرر کیا ہے۔ باب استحباب تحیۃ المسجد برکعتین وانہا مشروعۃ فی جمیع الاوقات۔ گو ایک ٹکڑا باب کا درمیان بندہ نے بطور اختصار حذف کر دیا ہے۔ جس سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ اس باب میں ایک حدیث ہے جو بایں طور مروی ہے۔ اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیَرْکَعْ قَبْلَ اَنْ یَّجْلِسَ۔ امام مسلم کا باب باندھنا۔ وانہا الخ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا۔ اذا دخل الخ۔ یہ ہر دو قضیہ شرطیہ مطلقہ کے حکم میں ہیں اور وہ کسی وقت منہی عنہ اور غیر منہی عنہ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ جو قضیہ شرطیہ مطلقہ کا مفاد اور مآل ہے اسی واسطے نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ فیہ استحباب تحیۃ المسجد فی ای وقت دخل وھو مذھبنا گو امام ابوحنیفہ صاحب و امام اوزاعی وغیرہ کا مذہب یہ بھی ہے کہ اوقات منہی عنہ میں ان کا پڑھنا جائز نہیں۔ لیکن محدثین کرام تحیۃ المسجد کے جواز کے ہر وقت قائل ہیں۔ (خادم اسلام عبداللطیف از علیکا۔ حصار)

جواب: ہماری تحقیق میں یہ قضیہ عام نہیں ہے۔ عام مخصوص البعض ہے۔ اگر آپ کی تحقیق میں عام ہے تو آپ اسی پر عمل کریں۔ یہ بھی یاد رہے کہ اس مسلک میں ہم منفرد نہیں روضہ الندیہ نواب صاحب مرحوم اور سبل السلام شرح بلوغ المرام ملاحظہ فرما دیں۔

نوٹ: ۔ اذا قضیہ کلیہ کا سور نہیں مہملہ کا ہے۔ فافہم (۱۰ دسمبر ۱۹۳۲ء)

سوال: مسکر اگر نماز میں بے اختیار کر ہنسی آجائے تو نماز میں نقصان ہوگا یا نہیں۔ اور اگر کوئی مصلی با اختیار نماز میں ہنسے یا قہقہہ کر کے ہنسے تو نماز میں خلل ہوگا یا نہیں؟

جواب: نماز ہنسی کا مقام نہیں۔ اس لئے ہنسنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ عند الحنفیہ وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ اللہ اعلم (۱۰ دسمبر ۱۹۳۲ء)

سوال: ایک آدمی صاحب توفیق بغیر کپڑے پہنے نماز پڑھتا ہے۔ حالانکہ اس کے پاس اس کی قمیص یا کرتہ موجود ہو اس کے متعلق کیا حکم ہے اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب: صحیح مسنون طریقہ نماز کا وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بالدوام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثابت ہوا ہے۔ یعنی بدن پر کپڑے اور سر ڈھکا ہوا۔ پگڑی سے ہو یا ٹوپی سے۔ اقل درجہ یہ ہے کہ ستر عورت کا حصہ سینے، پیٹھ اور کندھوں کا ڈھکا ہو۔ یہ جواز کا درجہ ہے۔ مسنون طریقہ وہی ہے جو اوپر ذکر ہوا ہے۔ اللہ اعلم! (۲۰ جنوری ۱۹۳۹ء)

سوال: عیدین کی نماز میں ہر تکبیر پر رفع الیدین کرنا چاہیے یا نہ کرنا چاہیے۔ اور محدثین کا عمل کیا رہا ہے؟ حافظ عبدالرزاق از رائیونڈ۔

جواب: کرنا چاہیے۔ حدیث لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن گو ضعیف ہے۔ مگر عمل اس پر ہے۔ حنفی مذہب میں بھی رفع یدین سنت ہے۔

(اہلحدیث امرتسر ص ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ)

فتویٰ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عیدین کی نماز میں زوائد تکبیرات کے اندر اکثر اہلحدیث رفع یدین کرتے ہیں۔ بالخصوص شہر دہلی میں جو علمائے ہر فریق اہل حدیث کا مرکز ہے۔ وہاں بھی یہ عمل دیکھا گیا ہے۔ احادیث وآثار سے اس پر کیا دلیل ہے؟ (بینوا توجروا۔ عبدالخالق)

الجواب: اہل حدیث اس بارے میں دو روایتیں پیش کرتے ہیں التلخیص الحبیر میں صلوٰۃ العیدین میں تکبیرات کے وقت رفعہ کے متعلق ہے۔۔۔۔۔ الی قولہ عن عمر رضی اللہ عنہ انه کان یرفع یدیه فی التکبیرات۔ رواہ البیہقی الخ دونوں روایتوں میں ایک ایک راوی متکلم فیہ ہے۔ پہلی میں عبداللہ بن لہیعہ وہ صدوق ہے۔ غلط بعد احتراق کتبہ سنن کا راوی ہے۔ مسلم نے بھی اس سے مقرونا روایت کی ہے۔ (تقریب التہذیب) دوسری میں بقیہ ابن ولید ہے۔ وہ بھی مسلم وسنن اربعہ کا راوی ہے۔ امام بخاری نے بھی تعلیقاً روایت کی ہے یہ صدوق کثیر انه لیس عن الضعفاء ہے۔ (التقریب التہذیب) یہاں اس کا شیخ محمد بن ولید زبیدی ثقہ اور صحیحین کا راوی ہے۔ اگرچہ ان دو میں کچھ کلام ہے۔ مگر دونوں روایتوں اور دو سندوں کے ملنے سے ہر ایک کو دوسری سے تقویت حاصل ہو گئی ہے۔ گویا ہر واحد حسن لغیرہ کے درجہ میں ہے۔ لہٰذا قابل عمل ہے۔ خصوصاً امام بیہقی وامام ابن منذر کا روایت کر کے اس سے استدلال کرنا۔ اور پھر صدیوں سے محدثین کا اس پر تعامل قابل عمل ہے۔ اور مطلق نماز میں رفع یدین کو اللہ کی تعظیم اور سنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ قالہ الامام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الشافعی (فتح الباری)

ونقل ابن عبد البر عن ابن عمرؓ انه قال رفع الیدین زینة الصلوٰة وعن عقبة بن عامر قال لکل رفع عشر حسنات بکل اصبع حسنة (فتح الباری انصاری ص۱۳۳ ج۱)۔ بہر حال یہ فعل تعظیم الٰہی اور اس کی توحید فعلی باعث ثواب ہے اور یہ فعل حضرت عمرؓ سے مروی ہے۔ (وقد قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انی لا ادری ما بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمرؓ (رواہ الترمذی مشکوٰۃ ص۵۶۰) واللہ اعلم بالصواب (الملخص)

(ابوسعید محمد شرف الدین دہلوی) ۱۰ رمئی ۱۹۵۲ء "نور توحید" لکھنؤ

سوال: لوگوں سے سننے میں آیا ہے کہ نماز تہجد بارہ رکعت اس طرح پڑھنی چاہیے کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص بارہ مرتبہ۔ دوسری میں گیارہ۔ تیسری میں ۱۰ مرتبہ علی ہذا القیاس ہر رکعت میں ایک دفعہ کم کرتے جانا چاہیے۔ کیا نماز تہجد کا یہ طریقہ مسنون ہے۔؟ اور جو اس کے خلاف آٹھ رکعت پڑھے اور جو سورت چاہے پڑھے اس کی نماز ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواب: نماز تہجد کی آٹھ رکعت ہے۔ وتر سمیت گیارہ۔ کسی سورت کی تخصیص نہیں ہے۔ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ۔ (اہلحدیث امرتسر ص۱۳ ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ)

سوال: کسی بستی میں مدتوں سے دو جامع مسجدیں آباد تھیں۔ فی الحال کسی خاص وجہ سے دونوں مسجدوں کو اکٹھی کرنے کی ضرورت ہوئی اور ایک مسجد کو چھوڑ کر سب مصلیان دوسری مسجد میں جمعہ و جماعت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ متروکہ مسجد کی زمین کو کیا کیا جائے؟ آیا وہ مسجد ہی کے حکم میں رکھی جائے یا دوسرے زمین کے حکم میں شامل کی جائے؟

جواب: مسجد مسجد ہی رہے گی۔ ایک کو جامع مسجد بنا لیں۔ دوسری مسجد میں نماز پنجگانہ صرف پڑھی جائے۔ مسجد کو دیگر ضروریات کے لیے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ اگر متروکہ مسجد بستی سے دور ہے تو وہ بھی عبادت کے لیے کھلی رہنی چاہیے۔ واللہ اعلم۔

(اہلحدیث امرتسر ص۱۳ محرم الحرام ۱۳۵۸ھ)

سوال: بعد نماز مکتوبہ جب کہ امام دعا مانگتا ہے۔ مقتدی بھی امام کی دعا میں شریک ہو کر آمین کہہ سکتا ہے یا نہیں۔ بصورت اثبات کیا دلیل ہے؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: بعد نماز کے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بعض روایات میں ثابت ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں روایت ہے کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدہ بعد ما سلم وھو مستقبل القبلۃ فقال اللھم خلص الولید الخ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر کر قبلہ رو ہو کر دعا مانگی اور دعا کے ساتھ مل کر آمین کہنا چونکہ شرعاً ثابت ہے اس لئے دعا میں مقتدی شریک ہو کر آمین کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ اصولاً ثابت شدہ امر عام رکھنا چاہیئے۔ اللہ اعلم۔ (اہلحدیث امرتسر ص ۱۳۔ ۳ مارچ ۱۹۳۹ء)

سوال: کیا عورت اذان پڑھ سکتی ہے یا نہیں اور کیا عورت مرد کی طرح سجدہ کرے یا اس کی اور صورت ہے۔

جواب: حدیث شریف میں آیا ہے کہ المرأۃ کلھا عورۃ۔ عورت تمام کی تمام پردہ میں رہنی چاہیئے۔ اس لئے اس کی آواز بھی باہر نہ جانی چاہیئے۔ اللہ اعلم!

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۳۔ ۳ مارچ ۱۹۳۹ء)

سوال: زید مسجد اہل حدیث کا امام نماز ہے۔ ہمیشہ بڑی سگریٹ پیا کرتا ہے۔ خارج مسجد بھی اور گلی کوچوں میں بھی پیتا پھرتا ہے۔ لوگ فتویٰ پوچھتے ہیں کہ بڑی سگریٹ پینے والے کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے؟ خصوصاً نماز سے پندرہ یا دس منٹ پہلے بڑی یا سگرٹ پی کر وضو کر کے نماز پڑھاتا ہے۔ آیا ایسا شخص امامت کے لئے سزاوار ہے یا نہیں؟ تمباکو حلال ہے یا حرام؟

جواب: تمباکو پینا منع ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المفتر۔ یعنی مفتر[1] چیز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ امام جماعت کو ترک کرنا چاہیئے۔ اگر وہ نماز پڑھائے تو نماز ہو جاتی ہے اللہ اعلم! (اہلحدیث امرتسر ص ۱۳۔ ۱۹ مئی ۱۹۳۹ء)

سوال: جمعہ کے بعد دو رکعت سنت ادا کرنی چاہیئے یا چار رکعت۔ نیز اگر جمعہ کی پہلی چار سنتیں رہ جائیں تو بعد نماز جمعہ پڑھی جائیں یا نہ؟

جواب: قبل جمعہ سنن کی تعداد کسی صحیح روایت میں نہیں آئی۔ تحیۃ المسجد کی نیت سے

---

[1] دماغ میں فتور اور نشہ پیدا کرنے والی چیز۔ جس سے دماغ میں چکر پیدا ہو جائے۔ ۱۲ منہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دو رکعتیں ضرور پڑھنی چاہیئیں۔ فرضوں کے بعد دو اور چار رکعت (ہر دو طرح) مروی ہیں (کذ
(۲۶ مئی ۱۹۳۹ء)

سوال: نماز پنجگانہ میں سلام کے بعد تکبیر (اللہ اکبر) بآواز بلند مقتدی و امام کہے۔ جس سے معلوم ہو جائے کہ جماعت ختم ہو گئی ہے۔ سنت ہے۔ یعنی حدیث صحیح سے ثابت ہے یا نہیں۔ اور نیز تعامل صحابہ رضی اللہ عنہم کا عہد نبوی میں اس پر تھا کہ نہیں؟

جواب: حدیث کی رو سے بعد نماز تکبیر کہنا ثابت ہے۔ باقی تاویلات ہیں اور بلاوجہ صرف عن الظاھر محدثین کا مذہب نہیں۔ (اہلحدیث امرتسر ص۱۳ ۵ نومبر ۱۹۲۷ء)

سوال: نماز کی تکبیر کیسے کہنی چاہیئے۔ اکہرے لفظوں کا زیادہ ثواب ہے یا دوسرے لفظوں کا۔ جس تکبیر کی نبی علیہ السلام نے تاکید فرمائی ہے وہ تحریر فرمائیں۔ مسئلہ تحریر فرما کر مشکور فرماویں۔ کیونکہ نظام آباد میں تکبیر کے متعلق بہت جھگڑا رہتا ہے۔ بعض اہلحدیث بھی دوہرے لفظوں کی تکبیر کا زیادہ ثواب سمجھتے ہیں۔

جواب: تکبیر کے ہر ایک کلمہ کو ایک ایک مرتبہ کہنا سوائے قد قامت الصلوٰۃ کے افضل ہے۔ زید بن عبدالرب کے تلقین شدہ کلمات ایسے ہی منقول ہیں۔ یہ روایت احمد منتقی میں یہ روایت موجود ہے۔

ایک روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ امر بلال ان یشفع الاذان ویوتر الاقامۃ۔ یہ روایت صحاح میں مروی ہے۔ ایک روایت میں حضرت ابن عمر سے آیا ہے۔ انما کان الاذان علیٰ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرتین مرتین والاقامۃ مرۃ غیر انہ یقول قد قامت الصلوٰۃ قد قامت الصلوٰۃ۔ (ابوداؤد۔ نسائی) ۔ (اہلحدیث امرتسر ص۱۳ ۱۲ نومبر ۱۹۲۷ء)

سوال: تین وتروں میں بیچ میں التحیات پڑھنا جائز ہے کہ نہیں؟

جواب: تین وتروں میں التحیات پڑھنا حدیث سے ثابت نہیں بلکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نماز مغرب کے مشابہ وتروں کو نہ پڑھو۔ (اہلحدیث امرتسر ص۱۳ ۲ نومبر ۱۹۳۳ء)

سوال: حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسلمانوں کو غیر رمضان میں ایک رکعت نماز پڑھنے کا ثواب رمضان المبارک میں ستر رکعت نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے تو زید تارک صلوٰۃ ہے۔ اور دنوں میں کبھی بھول کر بھی ایک وقت کی نماز نہیں پڑھتا۔ البتہ ماہ رمضان المبارک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ایک ماہ نماز پنجگانہ با جماعت معہ وتر اوتراویح کے پڑھتا ہے۔ جواب طلب ہے کہ زید بھی مذکورہ بالا حدیث کی روایت کے مطابق ستر گنا ثواب کا حقدار ہوگا یا نہیں؟

جواب: تارکِ نماز جب تک توبہ کر کے پابند نماز نہ ہو جائے۔ رمضان شریف کے ثواب موعودہ کا حقدار نہیں۔ (اہلحدیث امرتسر ص ۱۳ ۱۷ دسمبر ۱۹۳۷ء)

سوال: نماز جمعہ میں لوگ اکثر سلفی کا خطبہ پڑھا کرتے ہیں۔ جس کے اندر اشعار بھی ہوتے ہیں جو مانند گانے کے پڑھا جاتا ہے کیا اس طرح کے اشعار راگ کے ساتھ خطبہ کے وقت پڑھنا یا سننا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: آنحضرت صلعم کے خطبہ مسنونہ کا ذکر ان لفظوں میں آیا ہے۔ کانت لرسول اللہ خطبتان یقرأ القرآن ویذکر الناس۔ خطبہ مسنون یہ ہے کہ قرآن شریف کے ساتھ نصیحت کرے۔ اس کے سوا خطبہ محض نظم ہی ہو یا محض نثر ہی غیر مسنون ہے۔ (اہلحدیث امرتسر ص ۱۳ ۱۷ دسمبر ۱۹۳۷ء)

سوال: عصر کی جماعت ہو رہی ہے۔ ایک آدمی جسے ابھی ظہر پڑھنی باقی ہے۔ جماعت کے ساتھ مل کر کون سی نماز ادا کرے۔

جواب: حدیث میں آیا ہے لا صلوۃ الا التی اقیمت۔ یعنی اس وقت وہی نماز جائز ہے جس کے لئے تکبیر کہی گئی ہو۔ امام شافعیؒ کے نزدیک عصر کی نماز امام ظہر کے پیچھے پڑھیں تو جائز ہے۔ (اہلحدیث جلد ۴۲ ص ۱۵)

تشریح: پوری حدیث یہ ہے۔ اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا التی اقیمت رواہ احمد والطبرانی فی الاوسط (التلخیص الحبیر مکتوب الحقانی علی حامش جامع الصغیر وقال فی نیل الاوطار بعد ذکر حدیث ابی ھریرۃ وفی الباب عن ابن عمرؓ عند الدارقطنی فی الافراد ومثل حدیث ابی ھریرۃ قال العراقی اسنادہ حسن انتہی۔ ج۔ الغرض مولانا نے جو فرمایا ہے۔ ٹھیک ہے۔ اس وقت عصر ہی کی نماز پڑھنی ہوگی:

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: رکعت رکوع میں مل جانے سے مل جائے گی یا نہیں۔ کیونکہ رکوع میں حضرت ابوبکرہؓ صف کے باہر رکوع کی صورت بنا کر نماز کے باہر صف سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسے کے۔ تو اس حرص پر اللہ کے رسول ؐ نے دعا فرمائی۔ کہ اللہ تمہاری حرص کو زیادہ کرے۔

جواب: اس روایت سے مدرک رکوع کا مدرک رکعت ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ نہ عبارۃ النص سے نہ اشارۃ النص سے اور نہ دلالۃ النص سے اور نہ اقتضاء النص سے صرف صحابی کی نیک نیتی کے لئے دعا ہے۔ ج ۲ ص ۲۸۲

تنبیہ: ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال غلط ہے۔ اس لئے کہ اول تو اس کو اس فعل سے منع کر دیا کہ تم آئندہ ایسا نہ کرنا پھر جو ایسا کرے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان ہے۔ دوم اسی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حکم دیا کہ جو فرض یا رکن تم سے رہ گیا ہے اس کو پورا کرو۔ فرمایا۔ زادک اللہ حرصا ولا تعد صل ما ادرکت واقض ما سبق اخرجہ البخاری فی جزء القراءۃ خلف الامام۔ صکلہ

نوٹ: اس مسئلہ کی پوری پوری تحقیق کے لیے حضرت مولانا ظفر عالم میرٹھی کا قابل قدر رسالہ "رکوع کی رکعت" ملاحظہ فرمائیے۔ "محمد داؤد راز"

دیگر: راجح یہ ہے کہ مدرک رکوع کی رکعت نہیں۔ کیونکہ جن اصحاب کے نزدیک فاتحہ خلف الامام فرض ہے ان کے نزدیک دو رکن فوت ہوتے ہیں (۱) فاتحہ (۲) قیام۔ اور جن علماء کے نزدیک قراءت فاتحہ فرض نہیں ان کے نزدیک ایک رکن قیام فوت ہوا ایک رکن کا فوت ہونا بھی موجب عدم تمام ہے۔ اس کے علاوہ مدرک رکعت سمجھنے کی کوئی دلیل نہیں۔ جن میں سے ان دو یا ایک رکن سے بے اعتنائی کی جائے۔ اللہ اعلم۔ ۲۶ مئی ۱۹۳۱ء

تعاقب: آپ سے مسئلہ رکوع کا دریافت کیا گیا تھا کہ جب کوئی آدمی رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہو جائے۔ اس کی رکعت ہو جاتی ہے یا نہیں؟ مسئلہ قرآن مجید یا حدیث سے ثابت کر کے جواب تحریر فرمائیں بلکہ اپنے اہلحدیث میں شائع کر دیں۔

آپ نے اخبار اہلحدیث مورخہ ۲۶ ھ ۶ کے ص ۱۳ پر سوال درج کر کے جواب تحریر فرمایا جو تسلی بخش نہیں ہے۔ آپ نے اس مسئلہ کے متعلق قرآن مجید یا حدیث کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو ذکر تک نہیں کیا صرف قیاس سے ہی کام لیا ہے جو قرآن مجید یا حدیث کے سامنے کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ اب گذارش ہے کہ آپ اس مسئلہ کو قرآن مجید یا حدیث سے ثابت کر کے اخبار میں دوبارہ شائع کر دیں۔ اور ایک پرچہ میرے نام بھی روانہ کرا دیں تاکہ تسلی ہو جائے۔ مولوی صاحب نہایت ادب سے گذارش کرتا ہوں جب تک میں شک میں رہوں گا۔ اور جو گناہ مجھ پر عائد ہوگا۔ اس کے ذمہ وار آپ ہوں گے۔ (تاج الدین راجپوت سکنہ حافظ آباد)

جواب: اسی جواب کو بصورت دیگر لکھا جاتا ہے۔ چونکہ بحکم قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ (القرآن) قیام فرض ہے اور بحکم لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب (الحدیث) قرأت فاتحہ ضروری ہے۔ اور رکوع کی حالت میں دونوں چیزیں میسر نہیں ہوتیں۔ قائل کے پاس کوئی آیت یا حدیث ایسی ہو جس سے استثناء جائز ہو سکے۔ تو ہم بخوشی اسے سننے کو تیار ہیں۔ (۲۶ مئی ۱۹۲۳ء)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مدرک رکوع کی رکعت ہوتی ہے یا نہیں۔ استدلال مستدل ابوہریرہؓ کی ان دو روایتوں سے ہے۔ مَنْ فاتته قراءة القرآن فقد فات خيرا كثيرا واذا جئتم الى الصلوٰة ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوها شيئا ومن ادرك ركعة من الصلوٰة فقد ادرك الصلوٰة۔ سو مستدل کا استدلال ان دونوں روایتوں سے صحیح ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: مدرک رکوع کی رکعت نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب۔ متفق علیہ۔ اور جزء القراءۃ للامام البخاری میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ ان ادركت القوم ركوعا لم تعتد بتلك الركعة۔ یعنی اگر تم قوم کو رکوع میں پاؤ تو اس رکعت کو شمار نہ کرو۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔ هذا هو المعروف عن ابی هريرة موقوفا واما المرفوع فلا اصل له۔ یعنی یہ روایت ابوہریرہؓ سے موقوفاً معروف ہے لیکن یہ روایت مرفوعاً بے اصل ہے اور ابوہریرہؓ کی دونوں روایت مذکورہ سے استدلال صحیح نہیں

ہوتا ہے۔ اس لئے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان دونوں روایتوں میں رکعت پوری نہ ہونے کا ذکر نہیں ہے بلکہ مسکوت عنہ ہے۔ پس ان دونوں روایتوں کو ان روایات کی طرف پھیرنا چاہیئے۔ جن میں صراحتاً مذکور ہے کہ وہ رکعت نہیں ہوتی ہے۔ علاوہ بریں حدیث میں من ادرک رکعۃ الخ میں رکعت سے رکوع مراد لینا جائز نہیں۔ کیونکہ یہ معنی مجازی ہے اور لفظ کا معنی مجازی مراد لینا بلا قرینہ کے جائز نہیں اور اس حدیث میں کوئی قرینہ نہیں ہے اور ساتھ اس کے یہ حدیث ضعیف بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عبدالرحمٰن گورکھپوری عفا اللہ عنہ

سید محمد نذیر حسین (فتاویٰ نذیریہ جلد اوّل صفحہ ۲۸۶)

سوال: جمعہ کے بعد دو رکعت سنت ادا کرنی چاہیئے یا چار رکعت۔ نیز اگر جمعہ کی پہلی چار سنتیں رہ جائیں تو بعد نماز جمعہ پڑھی جاویں یا نہ؟

www.KitaboSunnat.com

جواب: قبل جمعہ سنن کی تعداد کسی صحیح روایت میں نہیں آئی تحیۃ المسجد کی نیت سے دو رکعتیں ضرور پڑھنی چاہئیں۔ فرضوں کے بعد دو اور چار رکعت دونوں طرح مروی ہیں۔ ابوداؤد میں ہے۔ کان ابن عمر رضی اللہ عنہ یطیل الصلوٰۃ قبل الجمعۃ ویصلی بعدھا رکعتین فی بیتہ ویحدث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یفعل ذالک۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جمعہ سے قبل لمبی نماز پڑھتے اور بعد کی دو رکعتیں اپنے گھر میں پڑھتے اور بیان فرماتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کیا کرتے تھے۔" صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً راوی ہیں۔ اذا صلیتم بعد الجمعۃ فصلوا اربعا فان عجل بک شئی فصل رکعتین فی المسجد ورکعتین اذا رجعت۔ یعنی فرمایا کہ تم جمعہ کے بعد نماز پڑھو تو چار رکعتیں پڑھا کرو۔ اگر کسی وجہ سے جلدی ہو تو دو مسجد میں پڑھ لیا کرو۔ اور دو رکعتیں واپسی کے بعد پڑھ لو۔ اوسط طبرانی میں روایت ہے۔ عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی قبل الجمعۃ وبعدھا رکعتین (تلخیص) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور بعد دو دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ ھذا واللہ اعلم۔

(۲۶ مئی ۱۹۳۹ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: ایک آدمی نماز باجماعت شروع ہونے کے بعد مسجد میں آیا ہے۔ ابھی پہلی ہی رکعت شروع ہوئی ہے اس پہلی رکعت میں کس وقت تک شامل ہو جائے کہ اس کی نماز پوری باجماعت تصور کی جاسکے۔ اور اگر دوسری رکعت میں شامل ہوسکا ہے تو جماعت کے بعد بقیہ ایک رکعت نماز کس طرح ادا کرے یعنی سُبْحَانَکَ الخ سے لے کر سورہ فاتحہ اور کچھ حصہ قرآن مجید پڑھے یا کچھ کم و بیش۔

نیز چوتھی رکعت میں شامل ہونے والا آدمی جب باقی تین رکعت نماز اکیلا شروع کرتا ہے۔ ان رکعتوں میں سے پہلی رکعت میں جو حقیقت میں اس کی دوسری رکعت ہے۔ التحیات میں بیٹھے یا نہ بیٹھے؟

جواب: شخص مذکور فاتحہ پڑھ لے تو پہلی رکعت مکمل شمار ہو گی۔ دوسری تیسری چوتھی میں شامل ہونے والا بقیہ کو پہلا حصہ مان کر نماز پوری کرے۔ یعنی سبحانک نہ پڑھے اور پچھلی دو یا ایک رکعت میں (جو باقی ہے صرف سورہ فاتحہ پڑھے اور جو تین امام کے ساتھ پڑھی ہیں ان کو پہلی سمجھے یعنی ترتیب ملحوظ رکھے۔ اگر چوتھی رکعت میں ملا ہے تو اٹھ کر پہلی جو رکعت پڑھے اس کو دوسری رکعت سمجھ کر اس کے بعد التحیات پڑھے۔ (۱۶ر جون ۳۹ء)

سوال: اثناء نماز میں اگر کوئی کسی جگہ کھجلا دے تو نماز کے اندر کوئی نقص لازم آئے گا یا نہیں؟

جواب: نماز میں خارش پر کھجلانے سے نماز میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں رفع حرارت کے سجدہ کی جگہ پر نماز پڑھتے پڑھتے کنکریاں ماتھے کے نیچے رکھ لیا کرتے تھے۔ (۳۰ر جون ۳۹ء)

سوال: ڈاڑھی منڈوانے والے امام کے پیچھے نماز پنجگانہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: ڈاڑھی منڈوانے والے خلاف سنت شخص کو امام مقرر نہیں کرنا چاہیے لقولہ علیہ السلام اجعلوا ائمتکم خیارکم۔ اگر پڑھ رہا ہو تو اقتدار جائز ہے بحکم وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ـ (۲۴ دسمبر ۱۹۳۶ء)

سوال: قرآن سے ہاتھ سینہ پر یا زیر ناف باندھنا کہیں ثابت ہے یا نہیں۔ شیعہ لوگ ہم سے قرآن سے دلیل مانگتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: حضرت علی رضہ سے مروی ہے کہ وہ آیت فصل لربک وانحر (سورہ کوثر) کا معنی کرتے ہیں کہ نماز پڑھو۔ اور سینہ پر ہاتھ باندھو۔ اللہ اعلم! (۲۱ دسمبر ۱۹۳۳ء)

سوال: میرے پاس قمیص، پائجامہ، کوٹ وغیرہ ہے۔ گرمی کی وجہ سے ایک رومال اوڑھ کر اور پائجامہ پہن کر نماز پڑھا تا ہوں۔ نصف حصہ پیٹ کا اور ناف کے نیچے چار انگل اور کبھی دو انگل کھلا رہتا ہے۔ ایسی حالت میں نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب: ستر کی جگہ کو ڈھانپ کر نماز پڑھے تو نماز ہو جائے گی۔ مگر افضل یہ ہے کہ کپڑے پہن کر نماز پڑھے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ عمل اسی پر رہا ہے۔ اللہ اعلم۔ (۲۰ دسمبر ۱۹۳۶ء)

سوال: وضو کرنے کے بعد فوراً ہی ہاتھ منہ کپڑے سے پونچھنا منع ہے یا نہیں۔ اگر کوئی شخص ایسا کرے۔ تو گناہگار ہوگا یا نہیں؟

جواب: وضو کے بعد اعضاء کو کپڑے سے پونچھنا جائز ہے لحدیث معاذ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا توضأ مسح وجہہ بطرف ثوبہ (ترمذی) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وضو کے بعد کپڑے سے اپنے چہرہ مبارک کو پونچھا کرتے تھے۔ اللہ اعلم! (۷ جنوری ۱۹۳۸ء)

سوال: اگر امام کے پیچھے صف لگی ہوئی ہو اور مزید کسی آدمی کی گنجائش نہ ہو تو اکیلا صف کے پیچھے نماز میں شامل ہو سکتا ہے کہ نہیں۔ چونکہ بلوغ المرام حصہ اوّل صـ۱۱۳ ابوداؤد اور ترمذی کی روایت سے حدیث شریف میں موجود ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اکیلے کی صف کے پیچھے نماز نہیں ہو سکتی۔ اسی وقت اگلی صف سے دوسرا آدمی کھینچ کر ملا لینا چاہیے۔ اور یہی مذہب امام احمد بن حنبلؒ کا ہے۔ علاوہ اس کے بلاغ المبین میں لکھا ہے۔ باقی ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے۔ کہ اکیلے کی بھی صف کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے۔ اور ان کی دلیل بخاری شریف میں حدیث شریف بروایت ابوبکرہ رضہ موجود ہے آپ فرمائیں کون سی دلیل صحیح ہے۔

جواب: حدیث کے مطابق صحیح یہی ہے کہ صف کے پیچھے اکیلا نماز نہ پڑھے۔ اگر اکیلا ہو تو پہلی صف سے کسی کو کھینچ کر ملا لے۔ اللہ اعلم۔ (۷ جنوری ۱۹۳۸ء)

سوال: عیدگاہ میں امام بوقت خطبہ عیدین، خطبہ کے درمیان بیٹھے یا نہ بیٹھے۔ سنت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کس طرح ہے۔ اور جو خطبہ کے مابین نہ بیٹھے اس کا فعل سنت کے موافق ہے؟ کیا حکم ہے؟

جواب: عیدین کے خطبہ کے درمیان بیٹھنا سنت ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے السنة ان يخطب الامام في العيدين خطبتين يفصل بينهما بجلوس رواه الشافعي) كذا في المنتقى۔ جو شخص اس کے خلاف کرے وہ خلاف سنت کرتا ہے۔ اللہ اعلم! (۲۸ جنوری ۱۹۳۵ء)

سوال: حائضہ عورت قرآن شریف کے سوا دوسری کوئی اور کتاب۔ مثلاً اردو کی پہلی۔ دوسری کتاب پڑھ سکتی ہے یا نہیں اور کتب بینی اور اخبار بینی بھی کر سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: حائضہ قرآن مجید کو ہاتھ نہیں لگا سکتی۔ زبان سے پڑھ سکتی ہے۔ اور قرآن مجید کے سوا اور کتب ہاتھ میں لے کر پڑھ سکتی ہے۔ (۲۸ جنوری ۱۹۳۵ء)

سوال: اگر کوئی شخص عید گاہ میں پختہ منبر بنا دے اور اس پر چڑھ کر خطبہ دینا اور چاروں طرف دیوار یا صرف آگے دیوار بنانا کیسا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی عیدین میں منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا ہے یا نہیں؟

جواب: عیدین کا خطبہ منبر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ طارق بن شہابؓ روایت کرتے ہیں۔ اخرج مروان المنبر في يوم العيد فقام رجل يا مروان خالفت السنة اخرجت المنبر في يوم العيد ولم يكن يخرج فيه (مسلم)۔ (۴ فروری ۱۹۳۵ء)

تعاقب پرچہ اہلحدیث مؤرخہ ۲۸ جنوری ۱۹۳۵ء کے فتاویٰ کا جواب لائق اعتراض ہے مجھے امید ہے کہ ممدوح اس پر نظر ثانی فرمائیں گے۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ عیدین کے خطبہ کے درمیان بیٹھنا سنت ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ السنة ان يخطب الامام في العيدين خطبتين يفصل بينهما بجلوس۔ رواه الشافعي كذا في المنتقى۔) جو شخص اس کے خلاف کرے۔ وہ خلاف سنت کرتا ہے واللہ اعلم۔ گذارش یہ ہے کہ عیدین کا دو خطبوں سے ادا کرنا کسی حدیث سے ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ بلکہ فقہاء نے عیدین کو جمعہ پر قیاس کیا ہے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص میں فرمایا کہ قوله يجلس بينهما كما في الجمعة مقتضاه انه

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احتج بالقیاس وقد ورد فیہ حدیث مرفوع۔ رواہ ابن ماجہ عن جابر وفیہ اسمٰعیل بن مسلم وھو ضعیف انتھی۔ اور نیز حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں ترجمہ اسمٰعیل بن مسلم میں ذکر کیا ہے۔ اسمٰعیل بن مسلم المکی ابو اسحاق کان من البصرۃ ثم سکن مکۃ وکان فقیھا ضعیف الحدیث من الخامسۃ ضعفہ ابن المبارک وقال احمد منکر الحدیث انتھی۔ علامہ شوکانیؒ نے نیل الاوطار میں فرمایا ہے۔ عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبۃ۔ قال السنۃ ان یخطب الامام فی العیدین خطبتین یفصل بینھما بجلوس رواہ الشافعی والحدیث الثانی یرجحہ القیاس علی الجمعۃ وعبید اللہ بن عبد اللہ تابعی کما عرفت فلا یکون قولہ دلیل علی انھا سنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما تقرر فی الاصول وقد ورد فی الجلوس بین خطبتی العید حدیث مرفوع۔ رواہ ابن ماجہ عن جابر وفی اسنادہ اسمٰعیل بن مسلم انتھی۔

یہ دلائل ہیں جلوس بین الخطبتین کے گمان میں کوئی بھی دلیل ایسی نہیں کہ قابل استناد کے ہو۔ ابن ماجہ کی روایت مرفوع خود ضعیف ہے۔ باقی رہی عبارت شافعیؒ کی۔ اس کے ساتھ بھی حجت قائم نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ عبید اللہ تابعی ہے اور تابعی کا یہ کہنا کہ فلاں کام سنت ہے مرفوع نہیں ہوتا۔ جیسا کہ علم الاصول میں مقرر ہے۔

پس کوئی دلیل دو خطبہ کے قائلین کے پاس نہیں ہے۔ اور جب دو خطبوں کا ثبوت کسی حدیث سے نہیں ہوتا۔ اور صرف قیاس ہی قیاس سے کام لیا جاتا ہے تو یہ دو خطبے عیدین کے اور ان کے مابین جلوس خلاف سنت ہے۔ ھذا ما ظھر لی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (حافظ محمد اسمٰعیل سنگری۔ شولاپور)

جواب: حافظ صاحب خود ہی حدیث مرفوع نقل کرتے ہیں۔ مگر پھر انکار کہ کوئی حدیث نہیں آئی۔ حدیث کا ضعف اُسے درجہ استدلال سے اس وقت گراتا ہے جب اس کے مقابل میں حدیث صحیح موجود ہو۔ صورت مذکورہ میں حدیث کا ضعف مضر نہیں اور قیاس بھی اس کا مؤید ہے... جیسا کہ حافظ صاحب نے خود ہی امام شوکانیؒ کی عبارت نقل کی ہے۔ زیادہ سے زیادہ حدیث کے ضعف کی وجہ سے یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ جلوس بین الخطبتین کو سنت نہیں کہا جا سکتا۔ مگر اس کو خلاف سنت کہنا بھی ایک جراءت ہے۔ (اہلحدیث ۲۳ مارچ ۱۹۳۴ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: ایک فریق تو صبح کی اذان ہوتے ہی دو رکعت سنت ادا کر کے جماعت کرا دیتا ہے۔ اور دوسرا گروہ تھوڑی دیر انتظار کر کے درمیانے وقت میں نماز پڑھتے ہیں۔ اس واسطے دریافت طلب بات یہ ہے کہ آیا کونسا فریق راستی پر ہے۔ اور آجکل اذان کتنے بجے کہی جاوے۔ اور انتظار کتنے عرصہ ہونا چاہیئے تاکہ اتفاق رہے۔

جواب: اذان صبح صادق طلوع ہوتے ہی کہی جاوے۔ پھر کچھ دیر انتظار کرنا چاہیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کے لئے اس قدر انتظار کرتے تھے کہ سویا ہوا شخص نیند سے اُٹھ کر وضو کر کے جماعت کے ساتھ شامل ہو سکے۔ (۴ مارچ ۱۹۳۹ء)

سوال: اگر امام قراءت میں کسی جگہ پر بھول جائے یا درمیان میں کوئی آیت چھوڑ جائے اور مقتدیوں میں سے لقمہ دینے والا کوئی نہ ہو تو سجدہ سہو کرنا چاہیئے یا نہیں؟

جواب: حدیث شریف میں ہر بھول پر سجدہ کا حکم ہے۔ اس لئے قراءت بھول جائے تو بھی سجدہ سہو کرے[1]۔ (۱۰ مارچ ۱۹۳۹ء)

تعاقب: اخبار "اہلحدیث" مجریہ ۲ ذی الحجہ سنہ رواں میں سوال کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ "عیدین کا خطبہ منبر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں"

جامع ترمذی شریف میں ہے۔ عن جابر بن عبد اللہ قال شهدت مع النبي صلى الله عليه وسلم الاضحى بالمصلى فلما قضى خطبته نزل عن منبره الحديث۔ یعنی جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں بقر عید کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عیدگاہ میں گیا۔ پس جب آپ نے خطبہ پورا کیا تو اپنے منبر سے اتر پڑے۔

تحفۃ الاحوذی ص۳۱۲ ج ۲ میں اسی حدیث کے تحت مذکور ہے۔

"فیہ ثبوت وجود المنبر فی المصلی وان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یخطب علیہ"۔ یعنی "اس حدیث میں ثبوت ہے اس کا کہ عیدگاہ میں منبر کا وجود تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر خطبہ دیا کرتے تھے"

نوٹ: سائل نے یہ بھی دریافت کیا ہے کہ عیدگاہ میں "چاروں طرف دیوار یا صرف

---

[1] اس پر تعاقب معہ جواب اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آگے دیوار بنانا کیسا ہے۔ امید کہ مفتی اعظم صاحب، مدظلہ اس کا بھی جواب باصواب تحریر فرمائیں گے (راقم عبدالسلام مبارکپوری اعظمی)

جواب: تعاقب صحیح ہے۔ جزاک اللہ! عیدگاہ کی چار دیواری یا ایک دیوار بہ نیت حفاظت زمین بنائی جائے تو جائز ہے۔ انما الاعمال بالنیات۔ (۱۸ مارچ ۱۹۳۵ء)

سوال: جماعت بندی بذریعہ اوقات گھڑی مسجد میں مقرر ہے۔ نماز کے لئے بدعت تو نہیں؟

جواب: گھڑی وقت نماز معلوم کرنے کے لیے مسجد میں رکھنا منع نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۔ (۲۵ مارچ ۱۹۳۲ء)

تعاقب الف اخبار اہلحدیث مجریہ ۱۵ محرم سنہ حال میں سوال کا جو یہ جواب تحریر فرمایا گیا ہے کہ "حدیث شریف میں ہر بھول پر سجدہ کا حکم ہے۔ اس لئے قرارت بھول جائے تو بھی سجدہ سہو کرے۔ میرے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اولاً ہر بھول پر سجدہ کرنے کی حدیث ضعیف ہے۔ بلوغ المرام میں ہے۔ عن ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لکل سھو سجدتان بعد ما یسلم۔ رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ بسند ضعیف۔

ثانیاً۔ قرارت بھول جانے کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سجدہ سہو کرنا ثابت نہیں ہے۔ سنن ابی داؤد میں ہے۔ عن ابی المسعود بن یزید المالکی۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الصلوٰۃ فترک شیئًا لم یقرأہ فقال لہ رجل یا رسول اللہ ترکت آیۃ کذا وکذا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھلا ذکرتنیھا قال کنت اراھا نسخت وفی روایۃ ابن حبان فقال ظننت انھا نسخت قال فانھا لم تنسخ۔ یعنی مسعود بن یزیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں قرارت پڑھ رہے تھے۔ پس کچھ چھوڑ دیا اور اس کو پڑھا نہیں تو ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ آپ نے فلاں فلاں آیت چھوڑ دی۔ تب آپ نے فرمایا۔ مجھے کیوں نہیں یاد دلایا۔ اس مرد نے کہا میں نے گمان کیا کہ وہ آیت (جس کو آپ نے چھوڑ دیا اور پڑھا نہیں) منسوخ ہوگئی ہے۔ آپ نے فرمایا منسوخ نہیں ہوئی ہے۔ ونیز سنن ابی داؤد میں ہے۔ عن عبداللہ بن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلی صلوٰۃ فقرأ فلبس علیہ فلما انصرف قال لا بی اصلیت معنا قال نعم قال فما منعک الخ یعنی عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نماز پڑھی۔ پس آپ نے قرارت کی تو آپ پر قرارت ملتبس ہوئی۔ پھر جب آپ نماز سے فارغ ہوئے۔ تو ابی بن کعب سے کہا۔ کہ تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا۔ کس چیز نے لقمہ دینے سے تم کو روکا؟ یہ دونوں حدیثیں فتاویٰ نذیریہ ج۱) سے منقول ہیں۔

الحاصل احادیث سے نماز کی کمی و زیادتی کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سجدہ سہو کرنا ثابت ہے مگر قرارت بھول جانے پر سجدہ سہو کرنا حدیث سے ثابت نہیں ہے جیساکہ دونوں مذکورہ بالا حدیثوں سے ظاہر ہے۔ پس اگر امام نماز میں کوئی آیت بھول کر چھوڑ جائے تو اس کو سجدہ سہو نہیں کرنا چاہیئے۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

جواب تعاقب الف) آپ نے جو تعاقب کیا ہے۔ صحیح حدیث کے خلاف ہے۔ لکل سھو سجدتان حدیث قولی ہے۔ اور جو واقعات پیش کیے ہیں وہ حدیث فعلی ہیں۔ ان میں سجدے کی نفی نہیں عدم ذکر ہے۔ عدم ذکر سے نفی لازم نہیں آتی۔ علاوہ اس کے مسئلہ زیر بحث میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ آپ نے جو اختیار کیا ہے وہ بھی ایک مذہب ہے۔ اور ایک مذہب یہ بھی ہے کہ جن چند مقامات میں آپ نے سجدہ سہو کیا ہے۔ صرف وہی قابل سجدہ ہیں۔ دوسرے نہیں۔ سفر السعادت میں اس کی تفصیل ملتی ہے۔ لہٰذا یہ مسئلہ زیادہ قابل بحث نہیں ہے۔ یکم اپریل ۱۹۳۸ء)

تعاقب:۔ ۱۵ محرم الحرام سنہ رواں کے پرچہ "اہلحدیث" میں تعاقب دیکھا کہ عیدین میں منبر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطبہ دینا ثابت ہے وہ تعاقب صحیح نہیں۔ کیونکہ امام ترمذی خود اس حدیث کو بیان کرکے اخیر میں لکھتے ہیں۔ والمطلب بن عبداللہ بن حنطب یقال انہ لم یسمع من جابر۔ اسی سند سے ابوداؤد میں ہے۔ لہٰذا اس ضعیف حدیث سے استدلال پکڑنا صحیح نہیں۔ اس کے خلاف احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ میں ہے عن طارق بن شھاب رضی اللہ عنہ قال اخرج مروان المنبر فی یوم عید فبدأ بالخطبۃ قبل الصلوٰۃ فقام رجل فقال یا مروان خالفت السنۃ اخرجت المنبر فی یوم عید ولم یکن یخرج فیہ فقال ابو سعید

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اما ھذا فقد ادنی ما علیہ (منتقی)
اسی حدیث کی طرف امام بخاری نے اشارہ کیا ہے۔ بخاری شریف میں باب الخروج الی المصلی بغیر منبر۔ نیل الاوطار جلد ۲ صفحہ ۳۴۷، فتح الباری ج ۲ صفحہ ۳۰۲ فی روایۃ ابن حبان فینصرف الی الناس قائما فی مصلاہ ولابن خزیمۃ فی روایۃ خطب یوم عید علی رجلیہ۔ اس کے بعد فتح الباری میں لکھا ہے۔ وھذا مشعر بانہ لم یکن بالمصلی فی زمانہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر ویدل علی ذلک قول ابی سعید فلم یزل الناس علی ذالک حتی خرجت مع مروان ومقتضی ذالک ان اول من اتخذہ مروان اور سبل السلام صفحہ ۱۲۷ میں تحت حدیث ابی سعید لکھا ہے۔ فیہ دلیل علی انہ لم یکن فی مصلاہ منبر وقد اخرج ابن حبان فی روایۃ خطب یوم عید علی راحلتہ وقد ذکر البخاری فی تمام روایۃ عن ابی سعید ان اول من اتخذ المنبر فی مصلی العید مروان۔ سفر السعادت مصری صفحہ ۱۷ میں ہے۔ وکان اذا فرغ من الصلوۃ قام وخطب قائما ولم یکن ثم منبر کما ورد فی الحدیث الصحیح فنزل نبی اللہ وھذا یدل علی انہ کان یخطب علی تل او صنعۃ ما ومکان عال یقوم مقام المنبر وروی فی بعض الاحادیث علی راحلتہ وفی الصحیحین عن جابر ثم قام متوکئا علی بلال۔ (۱۵ اپریل ۱۹۳۷ء)

۲ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ کے اخبار "اہلحدیث" سوال عدد ۸ کے

تعاقب پر تعاقب جواب با صواب میں فاضل مفتی صاحب مدظلہ العالی نے تحریر کیا کہ عیدین کا خطبہ منبر پر آنحضرت صلعم سے ثابت نہیں اور اس کی دلیل میں صحیح مسلم شریف کی حدیث پیش کی۔ جواب مذکور صواب وصحیح تھا۔ لیکن اس پر جلدی سے جناب مولوی ابوالصمصام عبد السلام مبارکپوری نے تعاقب کر دیا۔ مولوی صاحب کا یہ تعاقب دور از تحقیق ہے۔ اس لئے کہ جس روایت کو فاضل متعاقب نے نقل کیا ہے۔ منقطع اور ضعیف ہے۔ اس حدیث کا راوی مطلب بن عبداللہ کثیر التدلیس والارسال ہے۔ (تقریب) اس کی روایت حجت نہیں مانی جاتی جیسا کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذہبی نے میزان میں نقل کیا ہے (لیس یحتج بحدیثہ) اس کو جابر صحابی سے سماع بھی حاصل نہیں۔ امام ترمذیؒ نے خود یہی حدیث نزل من منبرہ والی نقل کر کے لکھ دیا ہے۔ المطلب بن عبد اللہ بن حنطب یقال انہ لم یسمع من جابر امام بخاریؒ بھی فرماتے ہیں۔ ولا اعرف للمطلب بن عبد اللہ بن حنطب سماعا من احد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم (ترمذی جلد ثانی صفحہ ۱۶۱)

(کسی صحابی سے مطلب بن عبد اللہ کی سماع مجھ کو نہیں معلوم) پس مولوی صاحب کی منقولہ روایت قابل حجت نہیں۔ صحیح مسلم شریف و ابوداؤد و دیگر کتب احادیث سے پتہ ملتا ہے کہ عیدگاہ میں منبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھا۔ بلکہ مروان کے زمانہ میں کثیر بن صلت نے عیدگاہ میں اس کا آغاز کیا۔ اس واقعہ کی طرف اشارہ کر کے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں باب منعقد کیا ہے۔ (باب الخروج الی المصلی بغیر منبر) ومن ادعی خلافہ فعلیہ البیان بالبرھان)۔ (راقم سیف الدین مرشد آبادی) (۲۲ اپریل ۱۹۳۸ء)

عیدین میں دو خطبہ

تعاقب اخبار اہل حدیث بابت ۸ ۲ جنوری سنہ رواں کے جواب میں تحریر فرمایا گیا ہے۔

"عیدین کے خطبہ کے درمیان بیٹھنا سنت ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ السنۃ ان یخطب الامام فی العیدین خطبتین یفصل بینھما بجلوس (رواہ الشافعیؒ کذا فی المنتقی۔ جو شخص اس کے خلاف کرے

ؔ اس مسئلہ کی مکمل بحث کیلئے مولانا ابو الحسن صاحب بنگلوری (مخالف) اور حضرت مولانا سیف بنارسی مرحوم (موافق) کے مقالہ جات "اہلحدیث" جلد ۴۲ اور اگلے پرچوں میں ملاحظہ فرمائیے۔ افسوس کہ فتاویٰ کی ضخامت محدود ہونے کی وجہ سے ہم ان کو درج نہیں کر سکتے۔ ۱۲ محمد داؤد راز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ خلاف سنت کرتا ہے" پس واضح ہو کہ یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ السنۃ ان یخطب الامام فی العیدین خطبتین عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ تابعی کا قول ہے۔ لہٰذا ان کے اس قول سے کہ" عیدین میں دو خطبے سنت ہیں" سنت نبوی ہونا ثابت نہیں ہوتا - قاضی شوکانی رحمہ اللہ نیل ص۱۹۲ میں لکھتے ہیں۔ عبید اللہ بن عبد اللہ تابعی فلا یکون قولہ من السنۃ دلیلا علی انہا سنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کذا فی تقریر فی الاصول - علاوہ اس کے عیدین میں دو خطبے مسنون ہونا کسی حدیث صحیح مرفوع سے ثابت نہیں اور جو حدیثیں عیدین میں دو خطبوں کے مسنون ہونے کے ثبوت میں ذکر کی جاتی ہیں وہ سب ضعیف و ناقابل احتجاج ہیں۔ ازاں جملہ ابن ماجہ کی ایک حدیث یہ ہے۔ عن جابر قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم فطر او اضحی قائما ثم قعد قعدۃ ثم قام یعنی جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر یا عید الاضحی کے دن نکلے۔ پس کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا پھر بیٹھے پھر کھڑے ہو گئے لیکن یہ حدیث ضعیف ہے - اس کی سند میں اسمٰعیل بن مسلم واقع ہیں اور وہ ضعیف ہیں و نیز اس کی سند میں ابوالزبیر واقع ہیں اور یہ مدلس ہیں۔ اور انہوں نے اس حدیث کو جابر رضی اللہ عنہ سے بلفظ عن روایت کیا ہے۔ اور عنعنہ مدلس کا مقبول نہیں اور ازاں جملہ ایک حدیث یہ بھی ہے۔ عن عبید اللہ بن مسعود قال السنۃ ان یخطب الامام فی العیدین خطبتین یفصل بینہما بجلوس یعنی سنت یہ ہے کہ امام عیدین میں دو خطبے پڑھے اور دونوں خطبوں کے درمیان فصل کرے۔ لیکن یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔

حافظ زیلعی رحمہ اللہ تخریج ہدایہ ص۳۲۲ میں لکھتے ہیں۔ قال النووی فی الخلاصۃ وروی عن ابن مسعود قال السنۃ ان یخطب الامام فی العیدین خطبتین فیفصل بینہما بجلوس ضعیف غیر متصل ولم یثبت فی تکریر الخطبۃ شئ ولکن المعتمد فیہ ایضا القیاس علی الجمعۃ انتہی کلامہ -

اور ازاں جملہ ایک روایت یہ ہے۔ عن سعد بن ابی وقاص ان النبی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلی اللہ علیہ وسلم صلی العید بغیر اذان ولا اقامة وکان یخطب خطبتین یفصل بینھما بجلسة۔ یعنی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر اذان اور اقامت کے عید کی نماز پڑھی۔ اور آپ دو خطبے پڑھتے تھے اور دونوں کے درمیان بیٹھ کر فصل کرتے تھے۔ مگر یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ حافظ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں لکھا ہے۔ رواہ البزار ورجالہ فی اسنادہ من لم اعرفہ۔ اور علامہ امیر یمانی رحمہ اللہ سبل السلام ص۱۷۱ میں تحت حدیث ابی سعود خدری رضی اللہ عنہ (ویقوم مقابل الناس والناس علی صفوفھم فیعظھم ویامرھم متفق علیہ) لکھتے ہیں۔ وفیہ دلیل علی مشروعیة خطبة العید وانھا کخطب الجمع امر ووعظ ولیس فیہ انھا خطبتان کالجمعة وانہ یقعد بینھما ولعلہ لم یثبت ذالک من فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم وانما صنعہ الناس قیاسا علی الجمعة انتھی۔ الحاصل عیدین میں دو خطبے مسنون ہونا کسی حدیث صحیح مرفوع سے ثابت نہیں ہے۔ پس جو شخص عیدین میں ایک ہی خطبہ پڑھتا ہے وہ خلاف سنت نہیں کرتا ہے۔ ھذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم۔ (کتبہ ابو الصمصام محمد عبد السلام مبارکپوری اعظمی)

مُفتی: آپ نے چند حدیثیں ضعیف لکھی ہیں۔ جن کے طرق ان کو قوی کرتے ہیں بہرحال آپ نے قیاس علی الجمعہ پر تعامل کو صحیح مانا ہے اور ہم نے احادیث کو دلیل بنایا ہے۔ جن کو آپ مؤید تو مان ہی لیں گے۔ بہر صورت ہم دونوں متفق ہیں کہ تعامل امت درست ہے یہ کوئی قابل بحث چیز نہیں اس لئے آئندہ ختم۔ (۲۸ صفر ۱۳۵۷ھ)

سوال: جمعہ کے دن بھی زوال ہے بموجب فتویٰ اہلحدیث بحوالہ کتب احادیث بخاری ومسلم۔ اور اس کے خلاف بروایت مشکوٰة کہ جمعہ کے دن زوال نہیں ہے اور اس پر مولانا حمید اللہ صاحب کا فتویٰ ہے۔ یہ حدیث مشکوٰة قابل عمل ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو اس کی وجہ؟

اب سوال یہ ہے کہ اگر زوال جمعہ کے دن بھی ہے تو زوال کا وقت کب تک رہتا ہے اور جمعہ کے دن کیا بوقت زوال سوائے فرضوں کے نوافل بھی ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر کر سکتے ہیں تو اس کی کیا دلیل ہے؟ (سائل نامعلوم)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: زوال روز ہوتا ہے۔ مگر زوال کے وقت جمعہ کے روز نفل وغیرہ پڑھنی جائز ہے۔ زوال اس کو کہتے ہیں۔ جب مسجد کی دیوار میں سایہ ہو۔ ایک انگل بھر باہر نکل آوے تو نماز جائز ہے۔ (اہلحدیث ۲۱ راگست ۱۹۳۱ء)

شرفیہ جمعہ کے دن زوال کے وقت نماز نفل پڑھنے کا مسئلہ جواز کی بعض روایات ہیں مگر صحیح نہیں۔ ایک روایت ابوہریرہؓ سے مسند شافعی میں رفعا مروی ہے بلفظ نہی عن الصلوٰۃ نصف النہار حتی تزول الشمس الا یوم الجمعۃ انتہی۔ اس میں اسحق اور ابراہیم دو راوی ضعیف ہیں۔ ثقہ نہیں۔ بیہقی نے اس کو روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں واقدی متروک ہے۔ دوسرے طریق میں عطار بن عجلان متروک ہے۔ طبرانی نے بسند واہی واثلہ سے روایت کیا ہے یہ سب غلط ہیں۔ امام شافعی رح نے ثعلبہ بن ابی مالک سے روایت کر کے تائید کی ہے کہ صحابہؓ نصف النہار یوم جمعہ نفل پڑھتے تھے مگر ثعلبہ مذکور تبع تابعی صحابہ سے لقاء نہیں۔ لہٰذا یہ بھی ثابت نہیں۔ اور سنن ابی داؤد میں اور اثرم نے بھی ابو قتادہؓ سے روایت کیا ہے۔ وقال مرسل ابو خلیل لم یسمع عن ابی قتادۃ وفیہ لیث بن ابی سلیم وضعیف وقال الاثرم الخ (التلخیص الحبیر) اور صحیح مسلم میں ہے عن عقبۃ ابن عامر قال ثلث ساعات کان رسول اللہ صلعم ینھانا ان نصلی فیھن او نقبر فیھن موتانا حین تطلع الشمس بازغۃ حتی ترتفع وحین یقوم قائم الظھیرۃ حتی تمیل الشمس وحین تضیف للغروب حتی تغرب۔ انتہی۔ مشکوٰۃ صفحہ ۹۵۔ وفی موطا مالکؒ عن الصنابحی۔ صفحہ مطبوعہ دہلی۔

پس ثابت ہوا کہ زوال کے وقت نماز پڑھنی منع ہے۔ خواہ یوم جمعہ ہو یا کوئی اور یوم۔ اس لئے کہ منع کی حدیثیں صحیح ہیں اور جواز کی صحیح نہیں۔ صحیح کے مقابل غیر صحیح پر عمل باطل ہے۔ ہذا۔ واللہ اعلم۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: ایک حنفی مولانا صاحب کہتے ہیں کہ شافعی امام کے پیچھے حنفی کی نماز عیدین نہیں ہوتی۔ کیونکہ حنفی کے نزدیک واجب ہے اور شافعی کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے۔ اس لئے قرآن و حدیث سے جواب دیجئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: عیدین میں بھی حنفی کو شافعی کی اقتدا جائز ہے۔ جیسا کہ رمضان میں اقتدا شافعی کے پیچھے جائز ہے کیونکہ شافعیوں کے نزدیک وتر سنت ہیں۔ یہ کوئی وجہ نہیں کہ کوئی فریق ایک نماز کو واجب کہتا ہے۔ یا سنت اوّل تو اس لیے کہ یہ اصطلاحات زمانہ رسالت سے بعد کی ہیں۔ اس حد تک قابل اعتماد نہیں ہیں کہ ان پر بناء شرعی رکھی جائے۔ دوسرے اس لیے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ امام نفل پڑھتا تھا اور مقتدی فرض پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ معاذؓ والی حدیث میں صاف تصریح ہے۔ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے فرض ادا کر کے اپنے مقتدیوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے۔ جو یقیناً معاذؓ کے نفل تھے اور اقتدا کنندگان کے فرض تھے آنحضرت صلعم نے یہ سُن کر منع نہیں فرمایا۔ اللہ اعلم! (۱ مئی ۱۹۳۸ء)

سوال: ایک دیوبندی مولوی جو مذہب اہلحدیث پر زور شور سے حملہ کر رہے ہیں۔ اپنے وعظ میں بعد نماز جمعہ کہتے ہیں۔ کہ لوگو جو یہ نام نہاد اہلحدیث زمانہ حال کے ہیں یہ جماعت سنت کو بدعت قرار دیتے ہیں اور بدعت کو سنت قرار دیتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ تراویح بیس رکعت سنت نبوی ہے، سنت خلفاء راشدین ہے اس کو بدعت تسلیم کہہ ستے ہیں باوجودیکہ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین ہے۔ اب جو حدیث عائشہؓ آٹھ رکعت کی وارد ہوئی ہے۔ اس کا جواب ہمارے ہاں یہ ہے کہ حدیث میں ام المومنین ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ آنحضور علیہ السلام رمضان شریف میں اس سے زیادہ عبادت کرتے تھے۔ کیا جواب ہے!

جواب: بیس رکعت تراویح کا ثبوت "اہلحدیث" کی گذشتہ اشاعت میں "الجمعیۃ" دہلی سے بھی طلب کیا گیا ہے[1]۔ آج ان مولوی صاحب کو بھی وہی جواب دیا جاتا ہے۔ (ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین) ہمیں تو کتب حدیث میں بیس رکعت تراویح مسنونہ کا ثبوت نہیں ملتا۔ ہم ان مولوی صاحب کے مشکور ہوں گے اگر بیس رکعت کا ثبوت دکھا دیں۔

اہل حدیث کو بدعتی کہنا تو اپنی خفگی کا اظہار ہے۔ اہل حدیث اگر اہل بدعت ہوتے تو آج مزارات اور قبروں کی آمدنی سے مزے اڑاتے۔ (۱۲ مئی ۱۹۳۸ء)

---

[1] اسے صفحہ ۳۴۲ پہ ملاحظہ فرمائیے:۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتویٰ متعلقہ تعداد رکعات تراویح

مولانا سلکم اللہ و عافا !

رمضان شریف میں ہم لوگ آٹھ تراویح معہ وتروں کے گیارہ رکعات پڑھتے ہیں بعض لوگ ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ تمہارا یہ فعل خلاف سنت ہے۔ آپ مہربانی کر کے اس کا ثبوت تحریر فرمائیں۔ تاکہ میں حسب ضرورت اس کو شائع کر دوں۔

(الشیخ فضل الدین خزانچی انجمن اہلحدیث امرتسر)

جواب: اس میں شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں نماز تراویح باجماعت کا انتظام نہ تھا بلکہ خلافت اولیٰ کے عہد میں بھی نہ تھا لوگ متفرق طور پر پڑھتے تھے تعداد رکعت مع وتروں کے گیارہ تھی جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے مگر اس پر ساری امت کا اتفاق ہے کہ جماعتی انتظام خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا اس کے متعلق کتاب موطا امام مالکؒ اور قیام اللیل مروزی میں جو الفاظ مروی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

عن مالك عن محمد بن يوسف عن السائب بن يزيد ...... انه قال امر عمر بن الخطاب ابى بن كعب وتميم الدارى ان يقوما للناس باحدى عشر ركعة (موطا وقيام الليل للمروزى) "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم الداری کو (نماز تراویح کا امام بنا کر) حکم فرمایا تھا کہ لوگوں کو گیارہ رکعتیں پڑھایا کریں۔"

ان دونوں کتابوں کے الفاظ متفق ہیں کہ باجماعت نماز تراویح کی رکعات کی تعداد آٹھ تھی باقی وتر تھے اس سوا حدیث کی کسی کتاب سے ثابت نہیں ہوتا کہ کسی خلیفہ کے زمانہ میں مذکورہ تعداد جماعتی صورت میں آٹھ سے بڑھ کر بیس یا چالیس تک پہنچ گئی ہو اسی لئے گروہ حنفیہ کے بہت بڑے عالم شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر شرح ہدایہ میں لکھا ہے۔

فتحصل من هذا كله ان قيام رمضان سنة احدى عشر ركعة بالوتر فى جماعة فعله عليه الصلوٰة والسلام (فتح القدیر جلد اول ص ۱۹۸ مطبوعہ نولکشور لکھنو)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس یہ امر بالاتفاق ثابت ہے کہ نماز تراویح کی رکعات بفعل نبوی اور بحکم خلیفہ راشد آٹھ رکعت مع وتر گیارہ ہیں اگر کوئی اس سے زیادہ پڑھے تو وہ نفل ہوں گے جیسا کہ شیخ موصوف کی عبارت سے ثابت ہوتا ہے پس یہ ہے ہمارے عمل کی دلیل امید ہے کہ سائل کی تسلی کرنے کو اتنا کافی ہوگا۔

اطلاع: اگر کسی صحیح روایت سے ثابت ہو جائے کہ خلافت راشدہ کے زمانہ میں نماز تراویح باجماعت آٹھ رکعت سے زیادہ پڑھی جاتی تھی تو ہمیں اس پر عمل کرنے سے انکار نہیں ہے پس اختلاف کرنے والے اصحاب ہمارے پیش کردہ حوالہ جات کو سامنے رکھ کر مزید دریافت کریں گے تو مزید عرض ... کیا جائے گا۔ واللہ اعلم وعلمہٗ اتم۔

(راقم خادم دین اللہ۔ ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری۔ یکم رمضان ۱۳۶۲ھ مطابق ۳ ستمبر ۱۹۴۳ء)

(۹ رمضان اہلحدیث ۱۳۶۲ھ)

قیام اللیل: مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب نے اخبار اہلحدیث ۳۰ مئی ص ۹ میں گیارہ رکعت تراویح کا حوالہ موطا امام مالک وقیام اللیل للمروزی سے پیش فرمایا تھا۔ انکو صاحب امرتسری جو ایک مدت سے خواب خرگوش میں تھے یکایک جھنجھلا کر اٹھے اور "الفقیہ" ۲۸ جون میں سرسامی ہذیان میں بولنے لگے کہ قیام اللیل مروزی کی تصنیف ہی نہیں ہے بلکہ مشہور مؤرخ مقریزی المتوفی ۸۴۵ھ نے یہ کتاب ۸۶۰ھ میں لکھی ہے اور ملتان کے مطبع میں چھپی ہے۔ حالانکہ یہ تینوں باتیں غلط ہیں (۱) نہ تو قیام اللیل مقریزی کی تصنیف ہے (۲) نہ ۸۶۰ھ میں لکھی گئی (۳) نہ ملتان کے مطبع میں طبع ہوئی۔ بلکہ قیام اللیل حقیقت میں امام محمد بن نصر مروزی کی ہی تالیف ہے۔ مروزی نے اپنی وفات سے آٹھ سال پہلے اس کو ۲۸۷ھ میں تصنیف کیا۔ چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں۔ وذالك فی شهر ربيع الاخر لنصف منه من سنة سبع وثمانين ومائتين وفيها بلغت وابو منصور وسعيد بن رجب من اوله الى اخره ..... الخ صـ ۱۴۲) یعنی یہ کتاب ماہ ربیع الاخر کے نصف میں ۲۸۷ھ میں اختتام کو پہنچی اور ابو منصور وسعید بن رجب نے مجھے اپنے شیخ (امام مروزی) پر ۲۳ ربیع الآخر یوم پنج شنبہ ۲۸۷ھ کو یہ کتاب پڑھی۔" (۲) مقریزی نے ۸۰۱ھ میں اس کتاب کو مختصر کیا نہ کہ ۸۶۰ھ میں تالیف کیا۔ مقریزی خود لکھتے ہیں۔ تم هذا المختصر فی نصف يوم الخميس ثمان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بقین من جمادی الآخرہ سنۃ سبع و ثمانی مأئۃ (ھ ۸۰۷) یعنی یہ مختصر نصف یوم پنجشنبہ ۸ جمادی الاخر ۸۰۷ھ میں تمام ہوا" اس مختصر میں احادیث مرفوعہ جو مکرر تھیں ان کو حذف کر دیا اور آثار صحابہ و تابعین وغیرہ جو اصل کتاب میں بالاسناد مروی تھے ان کی صرف سندوں کو نہیں نقل کیا یہی مختصر شدہ نسخہ آج ہندوستان و مصر وغیرہ میں شائع و ذائع ہے۔ پس یہ مقریزی کی تصنیف نہیں ہے بلکہ مقریزی کا مختصر کیا ہوا ہے وہ بھی ۸۰۷ھ میں نہ کہ ۱۳۰۰ھ میں جو نسخہ مروجہ ملتان کے کسی مطبع میں نہیں طبع ہوا ہے بلکہ رفاہ عام پریس لاہور میں چھپا ہے۔ آگے اس کی تشبیہ جو مسند ابی حنیفہؒ سے دی گئی ہے وہ بالکل غلط ہے کیونکہ امام ابو حنیفہؒ نے مسند میں کوئی کتاب لکھی ہی نہ تھی جس کا ساتویں صدی میں اختصار کیا گیا ہو۔ ومن یدعی فعلیہ البیان۔ پھر اخگر کی یہ چراغ پائی کہ "چودھویں صدی سے پہلے نہ تھی" کیسی عجیب ہے؟ جبکہ خود لکھتا ہے کہ مقریزی نے اس کو لکھا۔ اور مقریزی کا سن وفات بھی ۸۴۵ھ خود ہی لکھا ہے۔ نویں صدی میں اس کا وجود مان کر چودھویں صدی سے پیشتر اس کے وجود کا انکار کرنا میں نہیں سمجھتا کہ اسے پیری کے حافظہ پر محمول کروں یا حافظہ نباشد کہدوں یا تناقض فی البیان۔ طرہ یہ کہ اوپر یوں کہا ہے کہ "۱۳ صدیوں سے اس کا وجود کہیں پایا گیا" وھل ھذا الا نھافتۃ اب مجھ سے سنیے اور اپنے قصور علم کا اعتراف کیجیے۔ تلاش سے اس کتاب کا پتہ ہر صدی میں مل سکتا ہے۔ مقریزی کے زمانہ میں (نویں صدی) میں اس کا وجود تو آپ کو بھی تسلیم ہے۔ اور اگر اب انکار کی ٹھہرے تو میں مقریزی کے ہمعصر حافظ ابن حجرؒ و علامہ عینی حنفی کو میں اپنی شہادت میں پیش کروں گا کہ ان دونوں ہم زلف بھائیوں نے اپنی اپنی شرح بخاری میں مروزی کے اصل نسخہ قیام اللیل سے صدہا حوالجات باناسناد نقل کئے ہیں حافظ ابن حجرؒ کی شہادت تم بھلا کب مانو گے اپنے ہم مذہب عینی کی شرح بخاری جلد پنجم کا صفحہ ۳۵۷ پڑھو پھر تم کو اس کتاب کے وجود میں مطلق شک نہ رہے گا۔ یہ تو نویں صدی ہجری کی شہادتیں ہیں اس سے اوپر آٹھویں صدی کی شہادت سنو۔ حافظ ابن قیم حنبلی المتوفی ۷۵۱ھ اپنی کتاب الصلوٰۃ میں مروزی کی صلوٰۃ اللیل سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں حیث قال۔ قال محمد بن نصر المروزی فی کتابہ فی الصلوٰۃ۔ الخ مطبوعہ مصر ص ۱۰۴) اس سے اوپر چلو اور ساتویں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدی کی شہادت سنو۔ حافظ نواوی المتوفی ۶۷۶ھ نے اپنی کتاب تہذیب الاسماء والصفات مطبوعہ لندن صفحہ ۱۲۲ میں بحوالہ شیخ ابی اسحٰق مصنف طبقات الفقہاء محمد بن نصر مروزی کا کتاب مذکور تالیف کرنا نقل کیا ہے۔ اسی طرح تلاش کرنے سے اوپر کی صدیوں میں کتاب مذکور کا ثبوت مل سکتا ہے۔ لیکن امام مروزی کے معصر امام محمد بن جریر طبری کی شہادت بھی موجود ہے پس اخگر کا یہ لکھنا "صدیوں سے اس کتاب کا وجود نہیں پایا گیا" کتنا غلط اور سفید جھوٹ ہے۔ میرا ارادہ اس مضمون میں اس سے زیادہ لکھنے کا نہ تھا۔ لیکن لگے ہاتھوں ان دونوں حدیثوں پر بھی ایک سرسری نظر ڈالنی مناسب معلوم ہوا جن پر "دہلی کے علامہ" اخگر امرتسری نے جرح کی ہے۔ حدیث جابرؓ آٹھ رکعت والی پر حاشیہ کتاب سے جرح نقل کر دی ہے کہ اس کا پہلا راوی محمد بن حمید ضعیف ہے (مولوی عبدالتواب ملتانی کے حاشیہ نے جو اس کتاب پر ہے درحقیقت الحدیث کو بہت نقصان پہنچایا کہ بلا تحقیق ثقہ راویوں کو مجروح لکھدیا۔ عفا اللہ عنہ) علامہ ذہبی نے اس روایت کو جعفر بن حمید سے روایت کیا ہے نہ محمد بن حمید سے۔ دیکھو میزان الاعتدال جلد دوم صفحہ ۲۸۰۔ پس محمد کے ضعف سے کچھ حرج نہیں جبکہ اس کا بھائی جعفر بھی اس کو یعقوب سے روایت کرتا ہے۔ دوسری جرح عیسیٰ بن جاریہ پر فیہ لین کی ایسی کوئی قادح جرح نہیں ہے جبکہ ذہبی جیسے متشدد اس حدیث کو عیسےٰ بن جاریہ ہی کے ترجمہ میں نقل کر کے اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔ دیکھو میزان الاعتدال صفحہ ۲۸۰ ج ۲۔ علاوہ بریں جابرؓ کی حدیث مذکورہ کو علامہ عینی حنفی نے بھی بحوالہ صحیح ابن خزیمہ وصحیح ابن حبان اپنی شرح بخاری میں نقل کیا ہے اور کوئی جرح نہیں کی ہے۔ دیکھو صفحہ ۵۹ ج ۳ بلکہ مولوی عبدالحی حنفی لکھنوی نے اس کو تعلیق الممجد میں اصح تسلیم کیا ہے۔ دیکھو حاشیہ موطا امام محمد صفحہ ۱۳۸ لہٰذا روایت جابرؓ اصح ہے اور اس میں اور صحاح کی حدیث میں کوئی تعارض نہیں۔ صحابہؓ کی اصطلاح میں رات کی پوری نماز کو وتر بھی کہا گیا ہے اور قیام اللیل وصلوٰۃ رمضان وغیرہ بھی۔ جیسا کہ عنقریب میں اپنے دوسرے مضمون میں بتفصیل لکھوں گا انشاءاللہ۔ دوسری حدیث جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اثر سائب بن یزید سے مروی ہے اس پر آپ کی خود ساختہ جرح یہ ہے کہ مروزی کو سائب بن یزید سے لقاء نہیں ہے۔ یہ ویسی ہی جرح ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسے ایک دفعہ آپ نے لکھا تھا کہ امام مسلم کو محمد بن سیرین سے لقاء نہیں ہے لہٰذا احادیث مسلم (پیش کردہ مولانا ثناء اللہ صاحب) منقطع ہوگئی۔ ایسی ہی باتیں حضرت اخگر کی علمیت کا پردہ فاش کرتی ہیں۔

جناب والا! امام مروزی نے کب کہا کہ میں نے سائب سے سُنا ہے؟ مروزی نے تو اس اثر کو بالاسناد سائب تک پہنچایا ہے۔ جس کو مقریزی نے اسی طرح حذف کر دیا ہے جیسے سائب کے دوسرے اثر بیس والے سے پوری سند محذوف ہے جس کو علینی نے شرح بخاری میں مروزی سے سائب تک بالاسناد نقل کیا ہے۔ سنئے! مروزی نے اثر مذکور کو ابن اسحاق سے انہوں نے محمد بن یوسف سے انہوں نے سائب سے روایت کیا ہے۔ فاندفع الایراد وحصل المراد۔ (عاجز محمد ابوالقاسم بنارسی)

(اہلحدیث امرتسر ۱۲ صفر ۱۳۴۳ھ)

سوال: نماز تراویح کے متعلق رمضان شریف میں کوئی حدیث قولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جس سے بیس رکعت تراویح ثابت ہو۔ نیز ہمارے پاس ایک کتاب جس کا نام فقہ المتین فی نور المبین ہے جس میں کہ دو احادیث جو کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی ہیں۔

عن قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی التراویح عشرین رکعۃ یغفر اللہ لہ عشرین الف ذنوبہ واعطی لہ اجر عشرین شہیدا فکانما زاد عشرین واعتق عشرین رقبۃ۔ دوسری حدیث عن ابن عمر رضی اللہ عنہ انہ قال قال علیہ الصلوٰۃ والسلام من صلی عشرین رکعۃ من التراویح قبل الوتر اعطی اللہ لہ عشرین مدینۃ فی الجنۃ فکل مدینۃ میسرۃ شہر وکل شہر من ثلثین ایام وکل یوم مقدار سنۃ

ان ہر دو احادیث سے بیس رکعت تراویح ثابت ہوئی ہیں اور ان احادیث کا راوی کوئی نہیں۔

براہِ مہربانی ہر دو احادیث کا حوالہ تحریر کیا جاوے اور ان احادیث کی صحت وغیرہ بھی تحریر کریں۔ اور جس کتاب میں یہ احادیث درج ہیں۔ اس کا مصنف مولوی حکیم نور محمد سکنہ چاندپور ڈاکخانہ مانکٹالہ ضلع شیخوپورہ ہے۔ اور مائی عائشہ صدیقہ رض والی حدیث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو کہ ما صلی فی رمضان ولا غیرہ پر اعتراض یہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث تہجد کے بارے میں ہے کیونکہ اس میں غیرہ کا لفظ آیا ہے۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ محدثین اس حدیث کو تہجد کے باب میں لائے ہیں۔ قیام رمضان میں نہیں لکھا۔ اور غنیۃ الطالبین میں بھی بیس رکعت پڑھنے کی روایت ہے۔ یہ حدیث کس درجہ کی ہے۔ سب علمائے اہلحدیث توجہ فرما کر جواب باصواب سے سرفراز فرمائیں۔ اور اگر اخبار "اہلحدیث" کسی حنفی عالم کے پہنچے تو وہ بھی مدلل جواب تحریر کریں اور جواب نرم الفاظ میں دیں۔

جواب: یہ حدیثیں صحیح نہیں ہیں۔ آج تک کسی مستند کتاب میں نہیں دیکھیں۔ اور حنفی مذاہب کے ذمہ دار علماء نے بھی نقل نہیں کی ہیں۔ غنیۃ الطالبین میں ترمذی سے بیس کا قول نقل کیا ہے مگر ترمذی میں مختلف اقوال ملتے ہیں۔ حتیٰ کہ اکتالیس رکعت کا قول بھی ملتا ہے۔ ایک حق پسند کے لئے یہ بات قابل غور ہے کہ جماعت تراویح جو آج اسلامی ممالک میں مروج ہے یہ خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جاری ہوئی تھی۔ خلافت اولیٰ کے زمانے میں اس کا نام نشان تک نہیں پایا جاتا۔ جس خلیفہ راشد کے حکم سے جاری ہوئی تعداد کے متعلق بھی اسی کا ارشاد دیکھنا چاہئے ورنہ کہا جائے گا کہ خلیفہ ثانی کا فعل تو قابل شکریہ ہے مگر حکم قابل رد تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ خلیفہ ثانی کا حکم مؤطا امام مالک میں موجود ہے کہ آپ نے ابی بن کعب کو حکم دیا تھا کہ نماز تراویح باجماعت وتر سمیت گیارہ رکعت پڑھائیں۔ چنانچہ جماعتی حیثیت سے اسی پر عمل ہوتا رہا۔ مگر انفرادی حیثیت سے کوئی زیادہ بھی پڑھ لیتا تھا۔ جس کی مختلف تعداد صحیح ترمذی میں اکتالیس تک ملتی ہے۔ مگر جماعتی انتظام کے ماتحت صرف گیارہ رکعتیں پڑھی جاتی تھیں۔ چنانچہ حنفیہ کی معتبر کتاب فتح القدیر شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ مسنون تعداد تو آٹھ[1] رکعت ہی ہے مگر نوافل کی حیثیت سے بیس رکعت بھی جائز ہیں۔ وللتفصیل مقام اخر۔

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۳ ۲۵ نومبر ۱۹۳۶ء)

سوال: یہ جو زمانہ حال کے نام نہاد اہل حدیث ہیں یہ لوگ یقیناً بدعتی ہیں۔ نماز میں اپنے امام کے پیچھے جواب آیات دیتے ہیں حالانکہ حدیث میں قاری بدون نماز قاری ہی کو جواب

---

[1] صلا ۲ ملاحظہ ہو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیتا ہے (سن قدا منکو) جو یہ جواب امام کے پیچھے دیتے ہیں یہ کہیں ثابت ہی نہیں ہے؛
یہ لوگ ایسی بدعات کے خود مرتکب ہیں۔

جواب: حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے نماز میں سورہ الرحمن پڑھی تو فَبِاَیِّ آلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ۔ پر صحابہ کو خاموش پاکر فرمایا کہ تم سے اچھا جواب تو جنوں نے دیا ہے۔ صحابہؓ کے عرض کرنے پر فرمایا کہ انہوں نے کہا تھا لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِعْمَتِكَ نُكَذِّبُ رَبَّنَا فَلَكَ الْحَمْدُ گویا یہ تعلیم تھی صحابہ کرامؓ کو کہ تم بھی اسی طرح سوال قرآنی کا جواب دیا کرو۔ اسی واسطے شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے لکھا ہے کہ قرآنی سوال سورہ والتین وغیرہ کا جواب دینا جائز ہے۔ (۱۳ مئی ۱۹۳۸ء)

سوال: حدیث میں اتنا ہی وارد ہوا ہے کہ ایک مہینہ تک آنحضور علیہ السلام بعد از رکوع قنوت پڑھا کرتے تھے اس کے بعد یہ کہنا ثابت نہیں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت بعد از رکوع پڑھا ہو یہ اہل حدیث نہیں ہیں۔ بلکہ آج سے ان کا نام اہل ہوا یاد رکھ لیں۔

جواب: مخالف بھی مانتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت بعد الرکوع پڑھی اور جس کام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا وہ سنت ہے تاوقتیکہ ممانعت کا حکم ثابت نہ ہو۔ (۱۳ مئی ۱۹۳۸ء)

سوال: اور جو خطبہ جمعہ کا ترجمہ کرتے ہیں بالکل بے بنیاد ہے۔ حدیث میں یا قرون صحابہؓ میں کہیں یہ ثابت نہیں ہے جو لوگ جمعہ میں ان کے ساتھ نماز جمعہ میں شامل ہو جاتے ہیں اپنی نماز کو ضائع کر دیتے ہیں ان لوگوں سے الگ رہو یہ لوگ اہل ہوا ہیں اہل حدیث نہیں۔ اور دعویٰ سے کہتا ہے کہ میں ان سب مسائل میں ان کا جھوٹا ہونا ثابت کروں گا۔

جواب: حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وعظ کیا کرتے تھے (یذکر الناس) اور نصیحت تب ہی ہوتی ہے جب سامعین سمجھیں۔ اگر غیر زبان مثلاً عربی میں خطبہ ہو تو پنجابی یا کشمیری یہی کہیں گے۔

زبان شوخ من ترکی است من ترکی نمی دانم

باقی جماعت کو برا کہنا یہ کوئی بات نہیں۔ فاصبر اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِیْنَ الآیہ

(۱۳ مئی ۱۹۳۸ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال :۔ زید کہتا ہے کہ اذان میں جو اللہ اکبر چار بار کہتا ہے ان کو ایک آواز میں دو بار ملا کر نہ کہے بلکہ ہر ایک اللہ اکبر کو اپنی پوری آواز سے علیحدہ علیحدہ کہے اور بکر کہتا ہے کہ اللہ اکبر جو چار بار وارد ہے۔ پہلی آواز میں دو کو ملا کر کہے اور دوسری آواز میں دو کو ملا کر کہے پس گذارش ہے کہ زید کا قول صحیح ہے یا بکر کا۔ مدلل جواب دیں۔

جواب : حدیث شریف میں آیا ہے اذا قال المؤذن اللہ اکبر فقال احدکم اللہ اکبر اللہ اکبر۔ یعنی جب اذان دینے والا اللہ اکبر اللہ اکبر کہے پھر کوئی تم میں سے جواب میں ایسا ہی کہے تو جنت میں جاوے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤذن ہر دو کلمات کو ملا کر کہے۔ اللہ اعلم! (۲۷ مئی ۱۹۳۸ء)

سوال : صبح کی نماز ہر روز اوّل وقت پڑھنے میں چند اشخاص تہجد خوان سنتیں پڑھ کر شریک ہوتے ہیں اور لمبی قرارت کرنے میں پہلے تنگ ہوتے ہیں اور مسبوق ہر روز سنتیں بعد نماز پڑھتے ہیں۔ ان کی ہر روز سنتیں فوت ہو جانے کو مدنظر رکھ کر باقی نمازیوں کا انتظار کر کے میانہ وقت میں نماز بہتر ہے کہ صبح صادق کے ہوتے ہی موجودہ اشخاص کے ساتھ جماعت کر لینا بہتر ہے۔

جواب : نماز ہر حالت میں اوّل وقت پڑھنی افضل ہے۔ دیر سے آنے والوں کو جماعت میں شامل ہونے کی ترغیب دیں۔ ہاں اوّل وقت پڑھنے والے اس حدیث کا خیال رکھیں۔ جس میں اتنی انتظار کا حکم ہے کہ کھانا کھانے والا اور صاحب حاجت قضائے حاجت سے فارغ ہو کر نماز میں شامل ہو سکے۔ اس کی مقدار آج کل کے لحاظ سے پندرہ بیس منٹ ہے سست نمازیوں کی انتظار میں نماز کو دیر سے پڑھنا گناہ ہے۔ اللہ اعلم۔ (۱۰ جون ۱۹۳۸ء)

سوال : قرآن پاک کے اندر خداوند تعالیٰ کو مخاطب کرنے کے لیے آدم علیہ السلام سے لے کر امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کسی نے لفظ یا کے ساتھ مخاطب کیا ہو تو دلیل قرآن پاک سے دیجئے اور تمام قرآن پاک میں پیغمبروں کو ان کی امت نے لفظ یا کے ساتھ ندا کیا جس کا ثبوت قرآن پاک سے ملتا ہے۔ اس لئے لفظ یا کے ساتھ اس وقت بھی امتِ رسول اپنے پیغمبر کو پکار سکتی ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ نماز کے اندر پانچ وقت لفظ یا کے ساتھ مخاطب کرتی ہے۔ السلام علیک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایھا النبی جب تک نہ کہے اس وقت تک نماز نہ ہوگی بلکہ فاسد ہو جائے گی۔ جب رسول اللہ کو خدا کی خاص عبادت میں شامل کیا تو ہر وقت اور ہر آن یا کے ساتھ رسول اللہ کو ندا کر سکتے ہیں۔ جواب تحریر فرمائیں۔

جواب: کافر لوگ بھی پیغمبر علیہ السلام کو ان کی زندگی میں "یا" سے خطاب کرتے تھے۔ جیسا ارشاد ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ (سورۃ حجر) يَا نُوحُ قَدْ جَادَلْتَنَا فَأَكْثَرْتَ جِدَالَنَا۔ (سورہ ہود) سائل کی بے خبری ملاحظہ ہو ایھا النبی میں تو خطاب یا کے ساتھ مانتا ہے حالانکہ اس جگہ "یا" نہیں بلکہ محذوف کو ملفوظ کا حکم دیتا ہے مگر قرآن مجید کی دوسری آیات بھول جاتا ہے۔ جن میں اسی طرح "یا" محذوف بحکم ملفوظ ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے (۱) قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ (۲) رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا۔ (وغیر ذلک من الآیات) ان آیتوں میں لفظ "یا" محذوف بحکم ملفوظ ہے۔ سائل کا یہ کہنا کہ جو ایھا النبی نہ پڑھے اس کی نماز فاسد ہے بے خبری پر دلالت کرتا ہے۔ صحیح بخاری میں استاد الحنفیہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم (صحابہؓ) بعد انتقال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے السلام علیک ایھا النبی کے السلام علی النبی پڑھا کرتے تھے (بخاری باب الاخذ بالیدین)۔ التحیات میں بنیت حکایت پڑھتے ہیں۔ بنیت حاضر ناظر نہیں۔ صرف اہل حدیث ہی کا یہ قول نہیں بلکہ حنفیہ کے اول امام مولانا رشید احمد گنگوہی بھی فرماتے ہیں کہ جو شخص التحیات کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر جان کر ایھا النبی کہے وہ مشرک ہے۔ ہم رسول اللہ کو خدا کی عبادت میں شریک نہیں کرتے وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا

(۱۷ رجون ۱۹۳۸ء)

سوال: ایک شخص حنفی المذہب کہتا ہے کہ ایک وتر پڑھنا گمراہی ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز درست نہیں؟

جواب: ایک وتر پڑھنا حدیث شریف میں آیا ہے (بخاری شریف) جو شخص جان بوجھ کر حدیث کو گمراہی کہے وہ خود گمراہ ہے۔ امام احمد کا قول ہے کہ ایک رکعت وتر اثبت (زیادہ ثابت) ہے۔ نماز بحکم قرآن وحدیث ہر مسلمان کے پیچھے جائز ہے

(۲۲ رجون ۱۹۳۸ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کے متعلق آپ کی تحقیق از روئے قرآن وحدیث کیا ہے کیا فاتحہ کے بغیر نماز ہو جاتی ہے۔

جواب: میں سورۂ فاتحہ کو امام کے پیچھے پڑھنے کو ضروری جانتا ہوں۔ از روئے قرآن وحدیث میری تحقیق ہے کہ فاتحہ کے بغیر منفرد ہو یا مقتدی کسی کی نماز نہیں ہوتی۔ (تفسیر ثنائی)۔ (۱۵ جولائی ۱۹۳۴ء)

الجواب: قراءت فاتحہ خلف امام فرض ہے۔ اور حدیث قراءت کی اعلیٰ درجہ کی صحیح وثابت ہے۔ اور حدیث عدم قراءت کی ضعیف وغیر صحیح ہے۔ بلوغ المرام میں ہے:

عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا صلوٰة لمن لم يقرأ بأم القرآن. متفق عليه وفي رواية لابن حبان والدارقطني لا تجزئ صلوٰة لا يقرأ فيها بفاتحة الكتاب یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے نماز میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں۔ اور ابن حبان اور دارقطنی کی روایت میں ہے کہ جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نماز کافی نہیں۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام طور پر فرمایا کہ جو شخص مقتدی ہو یا امام یا منفرد نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی پس ثابت ہوا کہ ہر نمازی کے لئے سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔ اور یہ حدیث متفق علیہ ہے اس وجہ سے اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے۔ اور مقتدیوں کو خاص طور پر بھی سورہ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنے کو فرمایا ہے۔ چنانچہ ابو داؤد ترمذی وغیرہما میں عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ مت پڑھو مگر سورہ فاتحہ پڑھو اس واسطے کہ جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں۔ یہ حدیث بھی صحیح ہے بہت سے محدثین نے اس کے صحیح ہونے کی تصریح کی ہے۔ اور جتنی حدیثیں قراءت فاتحہ .... خلف امام کی ممانعت میں پیش کی جاتی ہیں ان میں جو حدیثیں صحیح ہیں ان سے ممانعت ثابت نہیں ہوتی ہے اور جن سے ممانعت ثابت ہوتی ہے وہ یا تو بالکل بے اصل ہیں یا ضعیف وناقابل احتجاج علمائے حنفیہ میں سے صاحب تعلیق الممجد نے اس کی تصریح کر دی ہے چنانچہ وہ لکھتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لم یرو فی حدیث مرفوع صحیح النھی عن قراءۃ الفاتحۃ خلف الامام وکل ما ذکروہ مرفوعا فیہ اما لا اصل لہ واما لا یصح ۔ (تعلیق الممجد ص۱۰۱) یعنی کسی حدیث مرفوع صحیح میں قراءت فاتحہ خلف امام کی ممانعت نہیں وارد ہوئی ہے اور ممانعت کے بارے میں علمائے حنفیہ جتنی مرفوع حدیثیں بیان کرتے ہیں یا تو وہ بے اصل ہیں یا صحیح نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کوفہ والوں سے ایک قوم کے سوا باقی تمام لوگ قراءت فاتحہ خلف امام کے قائل و فاعل ہیں عبد اللہ بن مبارک جو بہت بڑے محدث اور فقیہ ہیں فرماتے ہیں۔ انا اقرأ خلف الامام والناس یقرءون الا قوم من الکوفیین (جامع ترمذی ص۴۱) یعنی میں امام کے پیچھے قراءت کرتا ہوں اور تمام لوگ امام کے پیچھے قراءت کرتے ہیں۔ مگر کوفہ والوں میں سے ایک قوم اور خود علمائے حنفیہ میں سے بعض لوگوں نے ہر نماز میں (سری ہو خواہ جہری) قراءت فاتحہ خلف امام کو مستحسن بتایا اور بعض لوگوں نے صرف نماز سری میں علامہ عینی شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں۔ بعض اصحابنا یستحسنون ذالک علی سبیل الاحتیاط فی جمیع الصلوات و بعضھم فی السریۃ فقط وفقھاء الحجاز والشام انتھی۔ واللہ اعلم۔ کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفی اللہ عنہ۔

سید محمد نذیر حسین	(فتاویٰ نذیریہ ص۲۷۹)

الجمعیۃ کے مفتی صاحب کو جواب

اخبار الجمعیۃ دہلی میں مسئلہ تراویح کے متعلق ایک سوال کا جواب یوں دیا گیا ہے۔

آنحضرت صلعم نے مختلف مقدار کی تراویح پڑھی ہیں لیکن حضرت عمر فاروق رضی کی خلافت میں بیس رکعت کے پڑھنے پر صحابہ کرام کا اتفاق ہو گیا ہے اور آنحضرت صلعم کا فرمان ہے۔ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین۔ لہذا بیس رکعت تراویح کی پڑھنی سنت ہے۔ نائب مفتی حبیب المرسلین عفی عنہ۔

(الجمعیۃ ۲۴ اپریل ۱۹۳۶ء)

۱؎ تفصیلی مباحث کے لیے حضرت مولانا عبد الرحمن محدث مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تحقیق الکلام کا مطالعہ فرمایئے ۱۲ منہ راز۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس بیان میں مفتی صاحب نے حضرت عمرؓ کی بابت جو دعویٰ کیا ہے واقعی قابل قدر ہے اس کو قضیہ شرطیہ کی صورت میں واجب العمل سمجھتے ہیں کیا مفتی اور نائب مفتی صاحبان اس روایت کو بشکل صحت پیش کرنے کی تکلیف گوارا فرمائیں گے جس سے ان کا یہ دعویٰ ثابت ہو کہ حضرت عمرؓ (خلیفہ ثانی) نے بیس رکعت تراویح کا انتظام فرمایا تھا۔ اس ضمن میں ہم ان کو ایک اور تکلیف دیتے ہیں کہ اپنے دعوے کی مثبت روایت پیش کرنے سے پہلے مؤطا امام مالکؒ اور قیام اللیل للمروزی میں وہ روایتیں بھی ملاحظہ فرمالیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے نماز تراویح کی آٹھ رکعتیں اور مع وتر گیارہ رکعتیں پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ اس کے بعد آپ اپنی روایت کو مذکورہ روایات کے ساتھ تطبیق دے کر مسلم پبلک کو مشکور فرمائیں۔ اگر ناگوار خاطر نہ ہو تو یہ کام ہمارے سپرد کردیں۔ ۵ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ (مفتی الجمعیۃ کا جواب ہماری نظر سے نہیں گذرا۔

(محمد داؤد راز)

سوال : نماز فجر کی جماعت کھڑی ہو تو آنے والا فجر کی سنتیں ادا کرکے جماعت میں شامل ہو یا بعد ادا کرے۔ از روئے حدیث شریف بیان فرمائیں۔

جواب : حدیث شریف میں آیا ہے إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ. جب نماز (جماعت) کھڑی ہو جاوے تو سوائے نماز فریضہ کے کوئی نماز نہیں ہوتی۔ دار قطنی کی ایک روایت میں ہے۔ فَلَا صَلٰوةَ إِلَّا الَّتِي أُقِيمَتْ جماعت کھڑی ہونے پر اس نماز کے سوا جس کی اقامت کہی گئی ہے کوئی نماز نہیں ہوتی

(۱۵ جولائی ۱۹۳۸ء)

سوال : زید ایک مسجد کا متولی ہے۔ اس نے عمرو کو جو کہ بالکل نو عمر ہے اس کی قرات بھی اچھی نہیں امام مقرر کیا۔ امام موصوف سے کل جماعت کے لوگ ناراض ہیں۔ مگر چونکہ متولی موصوف ایک رئیس آدمی ہیں اور امام صاحب کی تنخواہ وغیرہ کا سب انتظام کرتے ہیں۔ اس لئے لوگ صرف اوپر دل سے ہاں میں ہاں ملا دیتے ہیں اور لحاظ سے نماز بھی پڑھ لیتے ہیں۔ تو ایسی صورت میں متولی صاحب کا امام مذکور کو رکھنا اور لوگوں کا اس طرح نماز پڑھنا شرعاً جائز یا نہیں؟

جواب : حدیث شریف میں آیا ہے إِنْ سَرَّكُمْ أَنْ تُقْبَلَ صَلٰوتُكُمْ فَلْيَؤُمَّكُمْ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خِيَارُكُمْ. اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری نمازیں قبول ہوں تو اپنے امام اپنے سے بہتر بناؤ (طبرانی)
دوسری حدیث میں آیا ہے۔ ثلث ثة لا يجاوز صلواتهم اذانهم۔ تین آدمی ایسے
جن کی نماز ان کے کانوں کے اوپر نہیں جاتی۔ فرمایا ان میں سے ایک امام قوم وهو
له كارهون (ترمذی) قوم کا وہ امام جس سے مقتدی ناراض ہوں۔
صورت مسئولہ میں متولی کو چاہیئے کہ کوئی ذی علم جس کی قرأت بھی اچھی ہو امام مقرر کرے جسے
مقتدی بھی پسند کریں۔ اور مقتدیوں کو بھی چاہیئے کہ وہ اپنا ما فی الضمیر کھلے لفظوں میں ظاہر کریں
متولی کو کیا خبر ہے وہ تو ظاہر پر عمل کرے گا۔ اللہ اعلم (۵ اگست ۱۹۳۸ء)

سوال: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ جمعہ میں خاموشی اختیار کرنے کے متعلق نہایت
تاکید فرمائی ہے۔ ازراہ نوازش آپ بیان فرمادیں کہ انسان پنکھا کا استعمال دوران خطبہ میں
کرسکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ ایک صاحب اس پر مصر ہیں کہ خطبہ جمعہ میں پنکھے کا استعمال قطعاً
ناجائز ہے۔ کیونکہ نبی صلعم نے فرمایا ہے۔ إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ أَنْصِتْ فَقَدْ
لَغَوْتَ۔
دوسرے صاحب فرماتے ہیں کہ یہ گفتگو کے متعلق ہے۔ پنکھا وغیرہ اس سے خارج
ہے۔ جواب مدلل تحریر فرمادیں۔

جواب: اپنی جسمانی راحت کے لئے خطبہ میں ایسی حرکت منع نہیں جس سے سماع میں
خلل واقع نہ ہو۔ جیسے نماز میں صحابہ کرام شدت گرمی کے باعث کنکریاں لے کر ماتھے
کے نیچے رکھ لیا کرتے تھے۔ واللہ اعلم! (۱۲ اگست ۱۹۳۸ء)

سوال: کسی ضرورت سے یا لہو لعب میں عصر کی نماز فوت ہوگئی۔ اب سوال یہ ہے کہ
اس عصر کی نماز کو قضا کیا جائے یا نہ اور مغرب کے قبل اس کا ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: نماز عصر کسی جائز وجہ کے باعث رہ گئی ہے تو اس کی قضا کرے مغرب کے
قبل تو اس کا وقت ہے ہی۔ رہ گئی تو بعد نماز مغرب قضا کرے۔ اگر لہو ولعب کے
باعث رہ جائے تو قضا کے علاوہ توبہ بھی کرے۔ نماز عصر کو یوں ضائع کرنا بہت
بڑا گناہ ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ من فاتته صلوة العصر
فكانما وتر اهله وماله۔ جس کی نماز عصر فوت (قضا) ہوگئی گویا اس کا گھر بار
برباد ہوگیا۔ اللہ اعلم! (۳۰ ستمبر ۱۹۳۸ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: کوئی شخص نماز جمعہ میں دوسری رکعت کے رکوع کے بعد شامل ہو تو آیا وہ نیت جمعہ کی کرے یا ظہر کی؟ مدراسی علماء کا فتویٰ ہے جمعہ کے دوسرے رکوع کے بعد ملنے والا نماز ظہر کی پڑھے اور نیت جمعہ کرنے کو حکم دیتے ہیں۔ کیا نیت جمعہ واسطے نماز ظہر کے بس کر سکتی ہے؟ خریدار نمبر ۹۶۹۴،

جواب: حدیث شریف میں ہے کہ جمعہ کی ایک رکعت پاؤ تو جمعہ پڑھو ورنہ نماز ظہر کی نیت کرکے نماز ظہر پڑھو۔ (۱۹ مئی ۱۹۳۳ء)

سوال: بوقت جمعہ عمرو مسجد میں گیا۔ خطیب کو منبر پر خطبہ پڑھتے دیکھا۔ عمرو کی صبح کی نماز قضا ہو گئی تھی۔ وہ ایسے وقت میں تحیۃ المسجد پڑھے یا صبح کی قضا؟ جس وقت میں دو رکعت ہلکی نماز پڑھنے کی رخصت ہو صبح کی نماز کیوں نہ پڑھے؟ مہربانی فرماکر جواب سے سرفراز فرمائیں۔

جواب: اس وقت جس نماز کا وقت موجود ہو وہ پڑھے۔ قضا نماز پھر پڑھے۔
(۱۹ مئی ۱۹۳۳ء)

سوال: اگر وتر میں دعائے قنوت بھول جائے اور تشہد پڑھنے کے وقت یاد آئے تو اس حال میں کیا کرے؟

جواب: دعائے قنوت محدثین کے نزدیک فرض، واجب یا سنت مؤکدہ نہیں، اس لئے اس کے ترک پر کوئی مواخذہ نہیں۔ واللہ اعلم۔ (۱۹ مئی ۱۹۳۳ء)

تشریح: دعائے قنوت پڑھنی وتر میں ضروری نہیں ہے نہ رمضان میں نہ غیر رمضان میں اس کے وجوب پر کوئی شرعی دلیل قائم نہیں ہے اور ایجاب کا حق اللہ اور اس کے رسول کے علاوہ کسی کو نہیں ہے۔ البتہ قصداً اس کا ترک کر دینا ٹھیک نہیں ہے وتر ادا ہو جائے گا لیکن وہ بات نہیں حاصل ہو گی جو دعا کے ساتھ ادا کرنے میں ہو گی۔ حنفیہ وجوب دعاء قنوت فی الوتر کے قائل ہیں صاحب ہدایہ نے ایک بے سند وبے ثبوت وبے اصل روایت پیش کر دی عفا اللہ عنہ۔ از حضرت مولانا عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث مبارکپوری مرسلہ مولانا عبدالرؤف صاحب جھنڈے نگری)

سوال: ایک مولوی صاحب کبھی کبھی صبح میں دعائے قنوت پڑھتے ہیں اس میں اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْ مَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْ مَنْ عَافَیْتَ الخ پڑھتے ہیں اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہتے ہیں لفظ مفرد سے پڑھنا اولیٰ و افضل و سنّت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہیں الفاظ سے پڑھنا ثابت ہے اور اسی پر صحابہ نے عمل کیا۔ لہٰذا گذارش ہے کہ یہ قنوت جمع کے صیغے سے پڑھنا افضل ہے یا مفرد؟ صحابہؓ، خلفاءؓ و محدثینؒ کا اس میں عمل درآمد کیا رہا؟ (مسائل مذکور)

جواب: ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو امام بصیغہ مفرد دُعا کرے اس نے مقتدیوں کی حق تلفی کی حدیث مرفوع کے مقابلہ میں کسی امام یا کسی صحابی کا قول یا فعل پیش نہ کرنا چاہیئے حدیث کی سخت بے ادبی ہے۔ (۲۲ رجون ۳۲ء)

تشریح دعاء قنوت بصیغہ جمع بھی حدیث میں وارد ہے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَنَا وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَاَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِهِمْ وَانْصُرْهُمْ عَلٰى عَدُوِّكَ وَعَدُوِّهِمْ اَللّٰهُمَّ الْعَنِ الْكَفَرَةَ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِكَ وَيُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ وَيُقَاتِلُوْنَ اَوْلِيَاءَكَ اَللّٰهُمَّ خَالِفْ بَيْنَ كَلِمَتِهِمْ وَزَلْزِلْ اَقْدَامَهُمْ وَاَنْزِلْ بِهِمْ بَاْسَكَ الَّذِيْ لَا تَرُدُّهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَخْرَجَهُ الْاِمَامُ الْبَيْهَقِيُّ فِي السُّنَنِ الْكَبِيْرِ كَذَا فِي الْحِصْنِ الْحَصِيْنِ ص۵۶، ۵۷ ایسے اور بھی دعا بصیغہ جمع حصن حصین میں ثابت ہے۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: ایک مقتدی اس وقت امام کے ساتھ شامل ہُوا، جس وقت امام نصف سورہ فاتحہ پڑھ چکا تھا۔ اب بتلائیے کہ وہ مقتدی کس جگہ سے سورہ فاتحہ شروع کرے، نیز کیا وہ مقتدی امام کی ولا الضالین ختم کرے تو "آمین" کہے گا یا نہیں؟

جواب: مقتدی سورہ فاتحہ شروع سے پڑھے اور امام کے ساتھ آمین کہے کیونکہ اس وقت مقتدی پر دو حدیثوں پر... عمل کرنا ضروری ہے، ایک حدیث فاتحہ دوسری حدیث اِذَا قَالَ الْاِمَامُ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوْا آمِيْن۔ یعنی امام جب ولا الضالین پڑھے تو تم آمین کہا کرو۔ آمین کہہ کر پھر اپنی فاتحہ پوری کرے۔ واللہ اعلم۔ (۷ رجولائی ۳۲ء)

سوال: منبر پر عصا لے کر خطبہ پڑھتے ہیں خطیب لوگ۔ اس کی سند قرآن اور حدیث سے ثبوت درکار ہے۔ اور اگر ثبوت ہے تو کونسی حدیث میں ہے۔ بخاری،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلم، مشکوٰۃ، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ یعنی کونسی حدیث سے ثابت ہے۔ یہ مسئلہ اخبار اہلحدیث میں شائع کردیں۔ (محمد عبدالرزاق از برما)

جواب: آنحضرت صلعم بوقت خطبہ عصا یا کمان ہاتھ میں رکھا کرتے تھے کبھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ لیتے۔ مشکوٰۃ باب صلوٰۃ العیدین (۸ رجولائی ۱۹۳۲ء)

سوال: ہم نے گذشتہ جمعہ میں مولوی عبدالتواب صاحب غزنوی سے ایک حدیث سُنی کہ حافظ قرآن جنت میں بغیر حساب جائیں گے اب وہ حفاظ جو تارک الصلوٰۃ ہیں ان کے لئے کیا حکم ہے؟۔ کیا ان سے نماز کے متعلق سوال ہوگا یا نہیں۔ (عبدالقدوس بنگلوری)

جواب: تارک الصلوٰۃ کے لئے وہی حکم ہے لقد کفر یہ حکم تو کسی طرح ٹل نہیں سکتا۔ (۲۳ رجنوری ۱۹۳۱ء)

سوال: اگر عیدین کے روز جمعہ پڑجائے تو جمعہ کی نماز درجہ معافی میں ہے یا جمعہ کی نماز عیدین کی نماز کے بعد پڑھنا ہوگا۔

جواب: یہ حدیث واقعی ہے لیکن حنفیہ کہتے ہیں کہ یہ حکم دیہاتیوں کے لئے ہے۔ شہریوں کے لئے جمعہ فرض ہے۔ محدثین کہتے ہیں جمعہ کی فرضیت ساقط ہوجاتی ہے پڑھنا جائز ہے میرا بھی یہی مسلک ہے۔ (۱۱ رجولائی ۱۹۳۱ء)

تشریح: یہ بعض محدثین کا مسلک ہے مگر دلائل میں کلام ہے بعض دلائل یہ ہیں۔

اجتمع عیدان علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم فی یوم واحد فصلی العید اول النهار فقال یا ایها الناس ان هذا الیوم قد اجتمع لکم فیه عیدان فمن احب ان یشهد معنا الجمعة فلیفعل ومن احب ان ینصرف فلیفعل رواه ابوداؤد والنسائی وابن ماجة واحمد والحاکم من حدیث زید بن ارقم انه صلی الله علیه وسلم صلی العید ثم رخص فی الجمعة فقال من شاء ان یصلی فلیصل صححه علی بن المدینی ورواه ابوداؤد والنسائی والحاکم من حدیث عطاء ان الزبیر فعل ذلك وانه سأل ابن عباس فقال اصاب السنة وقال ابن المنذر هذا الحدیث لا یثبت و ایاس بن ابی رملة راویه عن زید مجهول ورواه ابوداؤد وابن ماجة والحاکم من حدیث ابی صالح عن ابی هریرة انه قال قد اجتمع فی یومکم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هذا عيدان فمن شاء اجلاه عن الجمعة وانا مجمعون وفي اسناده بقية رواه عن شعبة عن المغيرة الضبي عن عبد العزيز بن رفيع عن ابي صالح به وتابعه زياد بن عبد البكائي عن عبد العزيز بن رفيع عن ابي صالح و صحح الدارقطني ارساله لرواية حماد عن عبد العزيز عن ابي صالح وكذا صحح ابن حنبل ارساله ورواه البيهقي من حديث سفيان بن عيينة عن عبد العزيز موصولا مقيد باهل العالي واسناده ضعيف ووقع عند ابن ماجة عن ابي صالح عن ابن عباس بدل ابي هريرة وهو وهم نبه هو عليه ورواه ايضا من حديث ابن عمر واسناده ضعيف ورواه الطبراني من وجه آخر عن ابن عمر ورواه البخاري من قول عثمان ورواه الحاكم من قول عمر بن الخطاب انتهى ما في التلخيص الحبير ص۱۴۲ حاشیہ قول عثمان پر لکھا ہے مقید باهل العوالی یعنی اذن اہل عوالی کو دیا تھا نہ سب کو۔ اور قول عمر پہ بدر کی تصحیح لکھی ہے مگر حاکم کی روایت کو ابن منذر نے تو کہا ہے لا یثبت فیه را و مجہول زید بن ارقم کی روایت میں ایاس بن ابی رملہ ہے جو مجہول ہے اسی لئے ابن منذر نے اس کے بارے میں لا یثبت کہا ہے اور عطا والی روایت میں اسباط بن نصر کو کثیر الخطا یغرب لکھا ہے (تقریب التہذیب نیز اسی میں سلیمان بن مہران اعمش مدلس ہے اور روایت عن سے ہے اور عنعنہ مدلس کا مقبول نہیں کما فی اصول الحدیث اور عطا کی روایت ابن جریج سے بھی آئی ہے اور ابن جریج بھی مدلس ہے اور روایت عن سے ہے لہذا غیر مقبول ہے" کان یدلس و یرسل"۔ (تقریب التہذیب) اور ابوہریرہ والی روایت میں بقیہ بن ولید کثیر التدلیس من الضعفاء اور مغیرۃ الضبی بھی مدلس ہے اور روایت بھی عن سے ہے تحدیث نہیں نیل الاوطار میں عطا والی روایت کے بارے میں رجالہ رجال الصحیح لکھا ہے مگر اعمش اور ابن جریج کی تدلیس اور معنعنہ کا جواب کچھ نہیں دیا لہذا اعتراض بحال رہا اور فعل ابن زبیر اور قول ابن عباس والی روایت کو نیل میں رجالہ رجال الصحیح لکھا ہے مگر تقریب میں اس کو بخاری کی معلق روایات میں لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے صدوق رمی بالقدر و ربما وهم من السادسة انتهى لفظ ربما وهم سے کثیر الوہم ثابت ہوتا ہے رب للتکثیر کثیر وللتقلیل قلیل اور یہ مقام بھی اسی قسم کا ہے اس لئے کہ عبداللہ بن زبیر کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت صدہا صحابہ موجود تھے پھر جب ابن زبیر نے جمعہ پڑھا باہر نکلے اور لوگوں نے تنہا تنہا اپنی نماز پڑھی کما فی روایۃ ابی داؤد اور کسی نے بھی ان کو مکان پر جاکر مطلع نہ کیا۔ ورنہ آنے کی وجہ دریافت کی اور انہوں نے بھی عید کی نماز پڑھ کر لوگوں کو اس امر پر مطلع نہ کیا اور پھر عصر کے وقت بھی ان سے دریافت نہ کیا حتی کہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہ طائف سے واپس آئے تب دریافت کرنے سے انہوں نے "اصاب السنۃ" کہا گویا سب کے سب صحابہ اور تابعین صدہا بلکہ ہزاروں کی تعداد سب ہی بے خبر تھے صرف ابن الزبیر اور ابن عباس ہی اتنے بڑے واقعہ سے خبردار تھے۔ وھذا من العجائب اس لئے اس مسئلہ میں محدثین کا اختلاف ہے امام شافعی و جماعۃ من المحدثین اس کے خلاف ہیں قال فی سبل السلام ذھب الشافعی و جماعۃ الی انھا (ای صلاۃ الجمعۃ) لا تصیر رخصۃ مستدلین بالدلیل وجوبھا عام لجمیع الایام وما ذکر من الاحادیث والآثار لا یقوی علی تخصیصھا لما فی اسانیدھا من المقال ثم قال صاحب السبل قلت حدیث زید بن ارقم قد صححہ ابن خزیمۃ ولم یطعن غیرہ فیہ فھو یصلح للتخصیص انتھی اقول قد تقدم انہ ضعفہ ابن المنذر وقال لا یثبت وفی سندہ ایاس ابن ابی رملۃ مجھول کیف وقد نقل صاحب السبل ایضا قبلہ آنفا قد ضعف الامام الشافعی وجماعۃ من المحدثین ھذہ الاحادیث والآثار کما فی اسانیدھا من المقال انتھی فکیف یقول صاحب السبل لم یطعن غیرہ فیہ وکیف یصلح للتخصیص کلا وحاشا وقد قال اللہ تعالیٰ لا تقف ما لیس لک بہ علم ای ع ولا علم فیہ قطعا لا یصلح للتخصیص اور وہ جو فتاوی میں ہے کہ حنفیہ کہتے ہیں یہ حکم دیہاتیوں کے لئے ہے الخ میں کہتا ہوں یہ حنفیہ ہی نہیں کہتے امام شافعی اور ایک جماعت محدثین بھی یہی کہتے ہیں اور خود صحیح بخاری میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ امر مصرح ہے صحیح بخاری کتاب الاضاحی باب ما یوکل من لحوم الاضاحی وما یتزود منھا میں ہے فی اثناء حدیث فقال ابو عبید ثم شھدت مع عثمان ابن عفان فکان یوم الجمعۃ فصلی قبل الخطبۃ ثم خطب فقال یا ایھا الناس ان ھذا یوم قد اجتمع لکم فیہ عیدان فمن احب ان ینتظر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجمعة من اھل العوالی فلینتظر ومن احب ان یرجع فقد اذنت لہ قال ابو عبید ثم شھدت مع علی بن ابی طالب فصلی قبل الخطبة ثم خطب الناس فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھا کم ان تاکلوا لحوم نسککم فوق ثلاث الحدیث قال فی فتح الباری تحت ھذا الحدیث قولہ ومن احب ان یرجع فقد اذنت لہ استدل بہ من قال بسقوط الجمعة عمن صلی العید اذا وافق العید یوم الجمعة وھو محکی عن احمد واجیب بان قولہ اذنت لہ لیس فیہ تصریح بعدم العود وایضا فظاھر الحدیث فی کونھم من اھل العوالی انھم لم یکونوا ممن تجب علیھم الجمعة لبعد منازلھم المسجد وقد ورد فی اصل المسئلة حدیث مرفوع انتھی ج ۱۰ ص ۲۳۵ میں کہتا ہوں اس سے واضح ہوگیا کہ چونکہ یہ دن عید الاضحیٰ کا تھا اور اہل عوالی چار چار پانچ پانچ میل سے آٹھ آٹھ میل تک مدینہ منورہ آتے تھے اور جمعہ کی نماز بوقت ظہر مدینہ میں پڑھ کر آٹھ آٹھ میل تک جاکر قربانی کرنا اور پھر بطور مسنون قربانی کے گوشت سے کھانا کھانا بہت ہی تکلیف دہ تھا اس لئے حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو اجازت دی کہ تم جاؤ جاکر قربانی کرکے نماز پڑھنا جیسے جمعہ کی نماز بھی باری باری وہاں پڑھا کرتے ہو پڑھنا اور پنج وقتہ جماعت بھی تو ہمیشہ وہیں کرتے تھے۔

صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ عوالی مدینہ سے مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلعم کے پاس باری باری جایا کرتے تھے جمعہ ہو یا ویسے ہی اخبار وحی کے معلوم کرنے کے لئے روزانہ نہیں جایا کرتے تھے باب التناوب فی العلم الخ عن عمرؓ قال کنت انا وجار لی من الانصار فی بنی امیة بن زید وھی من عوالی المدینة وکنا نتناوب النزول علی رسول اللہ صلعم فھو ینزل یوما وانزل یوما فاذا نزلت جئتہ بخبر ذالک الیوم من الوحی وغیرھا واذا نزل فعل مثل ذلک الحدیث ص ۱۹ ج ۱ وایضا فی ص ۳۳۲ ج ۱ وص ۲۷ ج ۲

پس ثابت ہوا کہ چونکہ اہل عوالی سب ہی ہر جمعہ کو نہیں آیا کرتے تھے بعض آتے اور بعض اپنی اپنی بستیوں میں پنج وقتی نماز اور جمعہ پڑھتے تھے بس انہیں کو آپ نے حکم دیا تھا کہ جاؤ قربانی میں بہت تاخیر ہو جائے گی تم اپنے گھروں میں اپنی بستیوں میں جمعہ پڑھنا اور ہم یہاں پڑھیں گے اور روایات مذکورہ بالا مرفوعہ اگر صحیح تسلیم کی جائیں تو ان کا مطلب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی یہی ہوگا پس اسقاط جمعہ غلط اور فرضیت پہلے ہی ادلہ قطعیہ سے ثابت ہے پھر وہ ایسے مشکوک و بے ثبوت دلائل سے کیسے ساقط ہوسکتا ہے ہرگز نہیں۔ لعل فیہ کفایۃ لمن لہ درایۃ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

(ابو سعید محمد شرف الدین دہلوی کان اللہ لہ)

سوال: زید اصرار کرتا ہے کہ جمعرات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز میں قل یا ایھا الکافرون اور دوسری میں قل ھو اللہ احد ہمیشہ پڑھتے تھے بکر کہتا ہے کہ ہمیشہ ثابت نہیں ہاں اگر کوئی شب جمعہ کو پڑھے تو جائز ہے مداومت ثابت نہیں کیونکہ تسہیل القاری میں اس کو لکھا ہے کہ مغرب اور صبح کی سنتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے لہٰذا جو ثابت ہو تحریر کریں۔

(سلیمان داؤد جی پٹیل دریاؤ سورت)

جواب: سوال میں مذکور ہے کہ زید شب جمعہ کی مغرب کی فرض نماز میں مداومت سورہ مذکورہ کا مدعی ہے یا سنن میں خیر حدیث یہ ہے۔ عن جابر بن سمرۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی صلوۃ المغرب لیلۃ الجمعۃ قُلْ یا ایھا الکافرون وقل ھو اللہ احد رواہ فی شرح السنۃ ورواہ ابن ماجۃ عن ابن عمر الا انہ لم یذکر لیلۃ الجمعۃ وعن عبد اللہ بن مسعود قال ما اُحْصِیْ مَا سَمِعْتُ ... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الرکعتین بعد المغرب وفی الرکعتین قبل صلوۃ الفجر قل یا ایھا الکافرون وقل ھو اللہ احد رواہ الترمذی ورواہ ابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ الا انہ لم یذکر بعد المغرب انتھی مشکوۃ۔

پہلی حدیث کی سند میں سعید بن سماک راوی ہے وہ متروک الحدیث ہے۔ دوسری روایت ابن عمر کی وہ بھی صحیح نہیں اس کی سند میں راوی کی خطا ہے وہ معلول ہے تیسری روایت ابن مسعود کی وہ بھی صحیح نہیں اس کی سند میں عبد الملک ابن معدان ہے وہ غیر معتبر ہے قابل توثیق نہیں امام بخاری نے اس کی روایت کو مردود بتایا ہے خلاصہ یہ ہے کہ اول تو زید کے دلائل ثابت نہیں لہٰذا اس کا مسئلہ سنیت پر اصرار غلط ہے۔ دوم اگر دلائل صحیح ہوتے تو مراد سنن مغرب تھے نہ کہ فرض مگر دلائل صحیح ثابت نہیں۔ لہٰذا دعوی زید کا غلط ہے بکر کا قول صحیح ہے۔ ہذا واللہ اعلم۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راقم ابو سعید محمد شرف الدین ناظم مدرسہ عربیہ پل بنگس دہلی ۔ (اہلحدیث)
صبح کی سنتوں میں .... تو سورہ کافرون اور سورہ اخلاص پڑھتے مگر مغرب کا عمل مختلف تھا کبھی چھوٹی سورتیں کبھی لمبی سورتیں پڑھتے اس کا مفصل ذکر آپ کتاب سفر السعادت میں دیکھئے جو عربی فارسی اردو تینوں زبانوں میں ملتی ہے۔
(۴ رمضان ۱۳۶۵ھ)

تشریح: صبح کی سنتوں میں بھی عمل مختلف تھا کبھی یہ کبھی اور چنانچہ صحیح مسلم میں ہے عن ابن عباس رضی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی رکعتی الفجر فی الاولیٰ قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا الآیۃ التی فی البقرۃ وفی الآخرۃ منهما آمنا باللہ واشهد بانا مسلمون انتہی ج ۱ ص ۲۵۱ واخرجہ ایضاً ابوداؤد والنسائی نیل الاوطار ص ۱۸ ج ۳ پس دوام ثابت نہ ہوا جواز میں کلام نہیں ۔ ۱۲ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: سنت یا نفل نماز بکر پڑھ رہا ہے زید کہتا ہے کہ اقامت ہوگئی سلام پھیر لیجئے اس طرح کہنا جائز ہے۔

جواب: حدیث شریف میں آیا ہے اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا التی اقیمت لها ، اس حدیث کے ماتحت اگر کوئی ایسا کہے تو حرج نہیں (۲ شوال ۱۳۵۲ھ)

سوال: نماز جمعہ کے لئے خطیب دوسرا ہو سکتا ہے اور امام دوسرا۔

جواب: خطیب صاحب کو نماز جمعہ پڑھانے میں کوئی عذر ہو تو دوسرا شخص اس کی اجازت سے نماز پڑھا سکتا ہے بحکم قرآن مجید لا یکلف اللہ نفسا الا وسعها (۲۶ نومبر ۱۹۴۷ء)

سوال: اکثر لوگ فجر کی نماز باجماعت چھوڑ کر دو سنتیں شروع کر دیتے ہیں اور پھر اکثر ایسا ہو جاتا ہے کہ جماعت کی نماز سے محروم ہو جاتے ہیں کیا یہ فجر کی دو سنتیں فرضوں کے بعد نہیں ہو سکتیں ۔ (محمد حنیف کوہاٹ)

جواب: جب نماز باجماعت کھڑی ہو جائے تو پھر سنن نوافل پڑھنے جائز نہیں بعد نماز فرض سنتوں کا پڑھنا جائز ہے سنن ابی داؤد میں ہے عن قیس بن عمرو قال رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلا یصلی بعد صلوۃ الصبح فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ الصبح رکعتان فقال الرجل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انی لم اکن صلیت الرکعتین اللتین قبلھما فصلیتھما الآن فسکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی قیس بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو دیکھا جو بعد نماز صبح دو رکعت نماز پڑھ رہا تھا آپ نے فرمایا صبح کی نماز دو رکعت ہے تو اس مرد نے کہا میں نے صبح کی دو سنتیں نہیں پڑھی تھیں۔ اس وقت وہ میں نے پڑھی ہیں آپ چُپ رہے اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص فجر کی نماز میں امام کے ساتھ شامل ہو جائے تو بعد نماز صبح سنتیں پڑھ لے۔ واللہ اعلم

(اہلحدیث ج ۴۴ ع ۱۹) تشریح

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب جماعت نماز فجر کی کھڑی ہو جائے اس وقت دو رکعت سنت فجر کی پڑھ لے یا شامل جماعت ہو جاوے اور اگر شامل جماعت ہو گیا تو بعد نماز فرض کے طلوع آفتاب سے قبل نماز سنت کو پڑھے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب : اس وقت سنت نہ پڑھے جماعت میں شامل ہو جاوے بموجب فرمودہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ۔ ترجمہ جس وقت جماعت نماز کی کھڑی ہو جائے تو اس وقت سوائے نماز فرض کے اور کوئی نماز نہیں ہے۔ دوسری حدیث تو زاد مسلم بن خالد عن عمرو بن دینار فی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ قیل یا رسول اللہ ولا رکعتی الفجر قال ولا رکعتی الفجر اخرجہ ابن عدی بسند حسن۔ اور بخاری میں عبد اللہ بن بحینہ سے روایت ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأی رجلا وقد اقیمت الصلوٰۃ یصلی رکعتین فلما انصرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الصبح اربعا الصبح اربعا۔ عن ابن عمر انہ ابصر رجلا یصلی رکعتین والموذن یقیم فحصبہ وقد روی عن عمرؓ انہ کان اذا رأی رجلا یصلی وھو یسمع الاقامۃ ضربہ عن طریق عطیۃ قد رأیت ابن عمرؓ قضاھما حین سلم الامام۔ اور قیس سے روایت ہے۔ خرج

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقیمت الصلوۃ فصلیت معہ الصبح ثم انصرف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوجدنی اصلی فقال مهلا یا قیس اصلاتان معا قلت یا رسول اللہ انی لم اکن رکعت رکعتی الفجر قال فلا اذا۔
قیس سے روایت ہے کہ قیس نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف فرما ہوئے اور نماز فجر کی جماعت کھڑی ہوئی تو میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز فرض پڑھی۔ بعد سلام پھیرنے کے حضرت نے مجھ کو نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا ٹھیر جا اے قیس کیا تو دو نمازیں اکٹھی پڑھتا ہے میں نے عرض کیا کہ میں نے دو رکعت سنت فجر کی نہیں پڑھی تھی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ایسا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں ان روایات مذکورہ بالا سے وقت کھڑی ہو جانے جماعت فرض کے شامل ہو جانا جماعت میں ضرور ہے اور پڑھنا سنتوں کا بعد جماعت کے قبل طلوع آفتاب کے یہ بھی ثابت ہو گیا اگر کوئی بعد طلوع آفتاب کے سنتیں پڑھے گا تو بھی درست ہے۔ واللہ اعلم۔

کتبہ محمد عبید اللہ و عبد الحق | محمد عبید اللہ ۱۲۹۱ | اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ نص است و بمقابلہ تعلیمات قیاسیہ باطل است۔

| فقیر عبد الحق | میر احمد پشاوری |

واقعی ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ مانع جواز پڑھنے سنت کے ہے مگر بعد فرضوں کے بلاشبہ درست ہے | حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ | قد ثبت فی الصحیحین وغیرهما انہ اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ وزیادۃ الا رکعتی الفجر لا اصل لها قالہ البیهقی ونقل عنہ فی المحلی شرح الموطا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ ابو محمد عبد الرؤف البهاری۔ | عبد الرؤف ۱۳۰۲ |

الجواب صحیح والرای نجیح نمقہ محمد لیسین الرحیم آبادی عفی عنہ۔ مجیب صاحب نے بہت ہی عمدہ جواب دیا ہے۔ حقیقت میں اقامت اذائے سنت فجر ناجائز و نادرست از روئے حدیث صحیح السند کے ہے اور کتب فقہ میں بھی اس طرح سنت پڑھنے کو کہ جس طرح آجکل فی زماننا جہاں پڑھتے ہیں یعنی قریب صف کے اندر مسجد میں ممنوع لکھا ہے اور فتح القدیر میں لکھا ہے کہ اس طرح سے جیسا کہ آج کل مروج ہو رہا ہے سنت فجر پڑھتے ہیں بہت سخت مکروہ ہے اور وہ بڑے اجہل ہیں اور ہدایہ میں الخ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں لکھا ہے کہ سنت فجر وقت اقامت مسجد میں ممنوع و ناد رست ہے اگر پڑھے تو خارج از مسجد پڑھے اور مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی حنفی نے عمدۃ الرعایہ صفحہ ۲۳۸ و تعلیق الممجد صفحہ میں بعد اللتیا والتی خوب واضح کر کے لکھا ہے کہ از روئے احادیث صحیحہ مرفوعہ سنت فجر وقت تکبیر نہ پڑھنی چاہیے فقط واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ العاجز ابو محمد عبدالوہاب الفنجابی نزیل الدہلی | خادم شریعت رسول الاداب ابو محمد عبدالوہاب ۱۳۰۰

الجواب صحیح محمد طاہر سلہٹی ۱۳۰۴ھ۔ اکثر جاہل لوگ جو وقت اقامت فرض صبح کے سنتیں پڑھتے ہیں یہ درست نہیں ہیں جماعت میں شامل ہونا چاہیے۔ عبداللطیف حنفی واعظ جامع مسجد دہلی۔

الجواب صحیح

سید محمد نذیر حسین	عبداللطیف ۱۲۹۵	خادم شریعت رسول الثقلین محمد لطف حسین ۱۲۹۲	سید محمد عبدالسلام غفرلہ ۱۲۹۹

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کروٹ پر لیٹنا بعد سنت فجر کے فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب۔ بینوا توجروا۔ [1]

الجواب: جاننا چاہیے کہ سنت فجر کے بعد داہنی کروٹ پر لیٹنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور ترک بھی ثابت ہے تو یہ فعل مستحب ہوا کیونکہ مستحب اسی فعل کو کہتے ہیں جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کیا ہو اور کبھی چھوڑ دیا ہو۔ عن عائشۃ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی رکعتی الفجر اضطجع علی شقہ الایمن رواہ البخاری عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا صلی فان کنت مستیقظۃ حدثنی والا اضطجع حتی یؤذن بالصلوۃ رواہ البخاری۔ پس معلوم ہوا کہ اس فعل کو فرض یا واجب کہنا صحیح نہیں ہے اسی طرح اس فعل کو بدعت کہنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ جب آنحضرت سے ترک بھی ثابت ہے تو واجب یا فرض کیونکر ہوسکتا ہے۔ واجب و فرض کا ترک تو ناجائز ہے۔ چنانچہ بخاری نے عدم وجوب کے لئے ایک باب منعقد کیا ہے۔ باب۔ من تحدث بعد الرکعتین فلم یضطجع۔ اشارہ بھذہ الترجمۃ الی انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن

---

[1] بعد سنت فجر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لیٹتے تھے الخ از حضرت مولانا ثناء اللہ مرحوم الحدیث ۲۰ رجب ۱۳۶۰ھ۔ تفصیلی جواب اوپر مرقوم ہے۔ (محمد داؤد راز)۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یبدء بعلیہا وبذالک احتج الائمۃ علی عدم الوجوب وحملوا الامر الوارد بذالک فی حدیث ابی ھریرۃ عند ابی داؤد وغیرہ علی الاستحباب کذا فی فتح الباری۔ اور ابوداؤد وغیرہ میں جو بصیغہ امر ارشاد فرمایا ہے تو ضرور ہوا کہ اس امر سے استحباب مراد ہو ورنہ حدیث ما قبل سے تطبیق کیونکر ہوگی۔ اور اسی طرح جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فعل ثابت ہے تو بدعت کیونکر ہو سکتا ہے۔ پس جن بزرگان دین سے اس فعل کا انکار ورد ثابت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو یہ حدیث نہیں ملی ورنہ کوئی مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کا کیونکر رد کر سکتا ہے چہ جائیکہ بندگان دین۔ واما انکار ابن مسعودؓ الاضطجاع وقول ابراھیم النخعی ھی ضجعۃ الشیطان کما اخرجھما ابن ابی شیبۃ فھو محمول علی انہ لم یبلغھما الامر بفعلہ کذا فی فتح الباری۔ اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ یہ فعل تہجد خواں کے ساتھ خاص ہے یہ بات بلا دلیل ہے تخصیص بلا دلیل نہیں ہو سکتی کما لا یخفی واللہ اعلم قد نمقہ العاجز محمد یسین الرحیم آبادی ثم العظیم آبادی عفی عنہ سیئاتہ۔ المجیب مصیب محمد حسین خان خورجوی۔

جواب ہذا صحیح ہے مستحب کو بدعت کہنا نہایت مذموم ہے۔

سید محمد نذیر حسین			
محمد عبد السلام غفرلہ ۱۲۹۹	عبد الرؤف ۱۳۰۳	بہاری	ابو محمد عبد الحق ۱۳۰۵ لوہانوی
خادم شریعت رسول الاواب ابو محمد عبد الوہاب ۱۳۰۰		الفنجابی الجھنگوی نزیل الدہلی	
حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ	محمد طاہر ۱۳۰۴	سلہٹی	

(فتاویٰ نذیریہ ص۳۱۹ تا ص۳۱۸)

سوال: ایک شخص امام کے پیچھے چھوٹی ہوئی بقیہ رکعتوں کی تکمیل کر رہا تھا کیا اس کی اقتدا کی جا سکتی ہے اور اس کو پہلی جماعت کا ثواب مل سکتا ہے۔

جواب: امام شافعیؒ کے مذہب میں جائز ہے بہت سے اہلحدیث بھی اس کے قائل ہیں ثواب دینا خدا کا کام ہے جتنا چاہے دے کوئی نیکی ضائع نہیں ہوتی۔ (اہلحدیث ۶ جمادی الثانی)

تنقید: از حضرت الاستاذ مولانا شرف الدین صاحب دہلوی۔

مسبوق کی اقتداء جائز نہیں اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے سفر میں بسبب قضاء حاجت قافلہ سے مع مغیرہ بن شعبہ پیچھے رہ گئے جب قافلہ میں تشریف لائے تو عبد الرحمن بن عوف صبح کی نماز پڑھا رہے تھے اور ایک رکعت ہو چکی تھی آپ کو معلوم کر کے عبد الرحمن پیچھے ہٹنے لگے تو حضور صلعم نے اشارہ کیا کہ پیچھے مت ہٹو پھر آپ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اس کے پیچھے ایک رکعت پڑھ کر دوسری خود ادا کی اگر مسبوق کی امامت جائز ہوتی تو آپ ضرور آگے بڑھ کر امامت کراتے جیسے صدیق اکبر کی امامت کے وقت کیا تھا کہ وہ نماز میں کھڑے ہو چکے تھے حضور تشریف لائے اور وہ پیچھے ہٹ گئے اور آپ نے نماز امام بن کر پڑھائی یہ تبوک والی حدیث تو صحیح مسلم میں ہے مشکوٰۃ ص۵۲ اور صدیق اکبر والی صحیح بخاری میں ہے ص۹۳ ج ۱) اور بعض طلباء کو حدیث کے آخر کے جملہ قول مغیرہ فرکعنا الرکعۃ التی سبقتنا سے مغالطہ ہوتا ہے تو جواب یہ ہے کہ اگر مسبوق کی امامت صحیح ہوتی تو آپ پہلے ہی سے امام بن جاتے کہ ساری جماعت سارے قافلہ کو حضورؐ کی امامت کا حظ حاصل ہوتا واذلیس فلیس فافہم۔ وتدبر رکعنا کا معنی یہ کہ میں نے اور حضور صلعم نے اپنی اپنی رکعت بقیہ الگ پڑھی۔

(ابوسعید شرف الدین دہلوی)

مسبوق کے پیچھے نماز پڑھنی حدیث سے مسکوت عنہ ہے اور اصل مسکوت عنہ میں جواز و اباحت ہے پس جواز ثابت ہو گا۔ حررہ عبدالعزیز الملتانی عفی اللہ لہ

الجواب صحیح والرای نجیح	سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱	فتاوی نذیریہ ج ۱ ص ۳۸
سید عبدالسلام غفرلہ ۱۲۹۹	سید محمد ابوالحسن ۱۳۰۵	ابوسعید محمد حسین

سوال: عورتیں جب حیض سے ہوں یا نفاس سے ہوں۔ اور اس وقت کی جو نماز ان سے نہ پڑھی گئی ہو تو پاک ہونے پر قضا پڑھنی ہو گی۔ یا اس وقت کی ان کے واسطے قطعی معاف ہے اور روزے بھی جو انہی ایام میں فوت ہو گئے بعد پاک ہونے کے ان کے بارے میں کیا حکم ہے اور حیض و نفاس کے دنوں میں ذکر اذکار تسبیح یا درود شریف پڑھ سکتی ہیں یا نہیں۔

جواب: حائضہ عورت پر روزہ کی قضا لازم ہے۔ نماز معاف ہے اور درود وغیرہ سے منع کی کوئی قوی دلیل نہیں۔ ذکر اور درود پڑھ سکتی ہے۔ (۲۸ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ)

سوال: عورت اپنے مرد کے پیچھے یا ساتھ کھڑی ہو کر اقتدا کر کے نفل نماز تہجد پڑھ سکتی ہے یا اکیلے ہی پڑھنا چاہیے اور تہجد کی نفل نماز قرات جہر سے پڑھ سکتے ہیں یا بلا جہر پڑھنا چاہیے۔ اور دیگر نماز نفل جو کہ اکثر لوگ بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔ اس کی سند صحیح حدیث میں ہے یا نہیں۔ اور بیٹھ کر پڑھنا افضل ہے یا کھڑے ہو کر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ نفل کس طرح پڑھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع کس پر رہا۔

جواب: عورت مرد کے پیچھے اقتدا کر سکتی ہے۔ مگر ساتھ نہ کھڑی ہو بلکہ صف کے برابر چھوڑ کر چاہے اکیلی ہو تو بھی پیچھے کھڑی ہو! تہجد کی نماز میں جہر بھی کر سکتے ہیں حدیث میں اس کی اجازت آتی ہے نفل بیٹھ کر پڑھنے سے نصف ثواب ہوتا ہے۔ کھڑے ہو کر پڑھنے سے پورا۔ حدیث[1] میں ایسا آیا ہے۔ (۲۸ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ)

سوال: جو سنتیں پنجگانہ میں فرائض سے پہلے پڑھی جاتی ہیں۔ ان کا گھر میں پڑھ کر مسجد میں جانا افضل ہے یا مسجد میں جا کر پڑھنا۔ اور فرائض کے بعد جو سنتیں ہیں ان کا ادا کرنا کس طرح ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے وقت میں اکثر گھروں میں پڑھی جاتی تھیں یا مسجد میں۔

جواب: یہ سنت گھر میں پڑھنی افضل ہیں۔ پہلی ہوں، یا پچھلی حدیث[2] میں ایسا آیا ہے۔ (۲۸ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ)

سوال: دعائیں جو نماز فرائض کے بعد یا کل نماز کے خاتمہ پر پڑھی جاتی ہیں۔ ان میں استغفار بھی پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ اور توبہ استغفار کے لئے شب بیداری کا وقت افضل ہے۔ تو کیا ہر نماز کے بعد کس طرح ہے۔

جواب: استغفار ہر وقت کر سکتا ہے۔ ہر نماز کے بعد اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کہنا مسنون ہے۔ (۸ ذی قعدہ ۱۳۳۹ھ)

سوال: ہر دعا کے اول و آخر درود شریف پڑھنا چاہیے۔ اور سوائے وقت نماز کے بھی اللہ عزوجل سے طلب حاجات کے لئے دعا مانگتے وقت بھی اول و آخر دعا کے درود پڑھنا چاہیے۔ اور کیا ہر دعا کے وقت ہاتھوں کا اٹھانا افضل ہے۔ یا بغیر ہاتھ اٹھائے بھی۔ اور جب امام دعا مانگے تو مقتدی کے سوا طلب حاجات و بہتری اپنی اور کل مومن مسلمانوں کی مانگ سکتا ہے۔ یا صرف آمین، آمین ہی کہے۔

جواب: دعا میں ہاتھ اٹھانا آیا ہے۔ لیکن اگر ایسے موقع میں دعا مانگتا ہے۔ جہاں ہاتھ نہیں اٹھا سکتا۔ مثلاً سجدے میں یا قعدے میں تو ایسی جگہ ہاتھ اٹھانا ضروری

---

[1] ترمذی شریف مترجم نولکشوری ج ۱ صفحہ ۱۲۰ پر یہ حدیث موجود ہے ۱۲ راز [2] مشکوٰۃ ج ۱ صفحہ ۱۰۵۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں۔ امام کی دعا پر مقتدی آمین کہے۔ اور اگر اس کی کوئی خاص حاجت بھی ہے۔ تو وہ الگ طلب کرے۔ منع نہیں۔ امام کی دعا میں شریک رہے۔ اور اپنی حاجت بھی طلب کرے۔ لکھی امن ۳ مانوی (۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ)

سوال: ظہر نماز فرض کے پہلے جو سنتیں مؤکدہ چار رکعت پڑھتے ہیں۔ یہ چار رکعت ایک نیت سے پڑھنا حدیث شریف سے ثابت ہے۔ یا کہ دو دو الگ الگ پڑھنے کا حکم ہے۔

جواب: دو نیت سے دو دو الگ الگ پڑھنی افضل ہیں۔ یہ حدیث کا مضمون ہے۔ (۲۸ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ)

سوال: ذکر تسبیح یا درود کا بہت بار پڑھنا۔ مثلاً سو یا دو سو یا اس سے کم زیادہ تو تسبیح کے دانوں سے گنتی شمار کے واسطے پڑھنا۔ اور نیت بلا ریا کرے تو اس طرح حدیث شریف میں پتہ تسبیح کے دانوں پر گنتی کا ہے یا کہ کنکر وغیرہ پر شمار کیا جاتا تھا اب ہمارے واسطے یہ بدعت نہ ہو گا۔

جواب: حدیث شریف میں نہ دانہ دار تسبیح آئی ہے۔ نہ کنکریاں آئی ہیں البتہ انگلیوں کی گرھوں پر شمار آیا ہے۔

تشریح: مولانا نے حدیث فعلی کے عدم ذکر کو بیان کیا ہے ورنہ حدیث نبوی تقریری اور آثار صحابہ سے کنکریوں، گٹھلیوں وغیرہ پر تسبیح کا ثبوت وارد ہے عن صفیۃ قالت دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و بین یدی اربعۃ الاف نواۃ اسبح بھا فقالت لقد سبحت بھذا الا اعلمك باکثر مما سبحت بہ فقالت علمنی فقال قولی سبحان اللہ عدد خلقہ رواہ الترمذی والحاکم وصححہ السیوطی وعن سعد بن ابی وقاص مثل ھذا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل علی امرأۃ وبین یدیھا نوی او حصی تسبح بہ فقال الا اخبرك بما ھو ایسر علیك من ھذا الحدیث ثم ذکر الفاظ المذکور رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ و ابن حبان والحاکم وصححہ وحسنہ الترمذی قال الامام الشوکانی والحدیثان یدلان علی جواز عدد التسبیح بالنوی والحصی وکذا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالسبحة لعدم الفارق لتقريره صلى الله عليه وسلم للمرأتين على ذلك وعدم انكاره والارشاد الى ما هو افضل لا ينافي الجواز وقد وردت بذلك آثار ذكر ذكر الآثار عن ابي صفية مولى رسول الله صلعم وسعد ابن ابي وقاص وعن ابي هريرة وابي الدرداء وعن علي وغيرهم باسانيد وعن كتب الحديث فارجع اليه نيل الاوطار ص ۲۶۶ -

خلاصہ یہ کہ تسبیح وغیرہ پر ذکر اللہ بلاکراہت جائز ہے [1] (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: زید کہتا ہے کہ رکوع سے اٹھ کر رفع یدین کرے اور جب تک سجدہ کیلئے تکبیر نہ ہو یا نہ کہے ہاتھوں کو اٹھائے رکھے اور دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ رسول صلعم نے تکبیر تحریمہ کے بعد سینہ پر ہاتھ باندھنے اور تکبیر عند الرکوع کے بعد گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ مگر رکوع سے اٹھ کر رفع یدین کا حکم ہے اور یہ حکم نہیں ہے کہ ہاتھ لٹکا کر کھڑے ہو جاو پس ہاتھ اس وقت تک اٹھے رہنے چاہئیں کہ سجدہ کے لئے تکبیر ہو کیونکہ حالت میں تغیر اسی وقت سے ہو سکتا ہے کہ تکبیر ہو یا سمع اللہ لمن حمدہ کہا جائے جب اسے کہا جاتا ہے سب رفع یدین کے بعد ہاتھ اس موقعہ پر لٹکا دیتے ہیں تو وہ کہتا ہے ہمارے لئے اللہ رسول حجت ہیں نہ کہ لوگ۔ پس حدیث سے ثبوت مانگتا ہے کہ ہاتھ لٹکانے کا ثبوت حدیث یا آثار صحابہؓ سے دیا جائے۔ بینوا بالکتاب والسنۃ توجروا۔ (محمد رفیع دہلی)

جواب: ہاتھ چھوڑ دینے چاہئیں کیونکہ ہاتھ کی اصلی ہیئت یہی ہے۔ جس جگہ باندھنے کا حکم ہو وہاں باندھیں گے جہاں کوئی حکم نہ ہو وہاں اصلی حالت پر رکھیں گے اسی لئے قعدہ میں باندھتے نہیں بلکہ رانوں پر رکھتے ہیں وہاں یہی حکم ہے۔ قومہ میں باندھنے کا حکم نہیں ملتا۔ اس لئے ہاتھ اصلی ہیئت پر لٹکتے رہیں گے۔ جب تک باندھنے والا مدعی اپنے دعوے کا ثبوت نہ دے۔ (۲۰ رمضان ۱۳۵۱ھ)

سوال: زید اہلحدیث ہے اور پابند شریعت۔ بفضلہ تندرست بھی ہے۔ زکام کی

---

[1] دانہ والی تسبیح پر تسبیح پڑھنے کی ممانعت سلف وخلف کسی سے منقول نہیں الخ۔
عاجز محمد ابوالقاسم بنارسی (اہلحدیث ۲ مئی ۱۹۱۳ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شکایت ضرور کبھی کبھی ہو جاتی ہے۔ زید مذکور روزانہ تقریباً نصف میل یا ایک میل بازار کا لائبریری کا چکر لگاتا ہے اگر بازار نہ گیا تو گھر میں بیٹھ کر دن بھر لکھنے کا کام کیا کرتا ہے مگر نماز جب پڑھے گا تو بیٹھ کر۔ روزہ رمضان کی یہ حالت ہے کہ وہاں چاہا تو رکھا نہ چاہا نہ رکھا۔ بکر جو کہ اہلحدیث ہے اس نے کہا تمہارا یہ کام یعنی بیٹھ کر نماز پڑھنا اچھا نہیں ہے، باوجودیکہ بازار کا چکر لگاتے ہو، اور نماز بیٹھ کر پڑھتے ہو۔ زید برا مانتا ہے اور حسب دستور نماز بیٹھ کر پڑھتا ہے۔ روزہ کی بابت دریافت کیا جاتا ہے کہ روزہ ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں زید کہتا ہے کہ دوپہر کو بتلاؤں گا۔ بینوا توجروا۔

(سید عبدالغفار معروف بہ سید رضا)

جواب: اس قسم کے افعال خدا کے سپرد ہیں، فاعل اگر واقعی معذور ہے تو بری ہوگا۔ بہانہ سازی ہے تو ماخوذ ہوگا۔ (۱ر فروری ۱۹۳۳ء)

سوال: ایک مسجد میں اتفاق کر کے صف سیدھی ہونے کے واسطے چند خط مستقیم کھینچ دیئے گئے ہیں اور صفوں کے درمیان فصل چار فٹ ایک انچ رکھا گیا ہے۔ زید کہتا ہے کہ مقتدیوں کو خط کے اوپر ایڑی رکھنا چاہیئے اور بکر کہتا ہے کہ خط کے اوپر پیر کی انگلی رکھنی چاہیئے۔ آیا فصل دو صفوں کے درمیان چار فٹ ایک انچ چاہیئے یا کم و بیش؟ شریعت میں کیا حکم ہے؟ اور زید کا قول صحیح ہے یا بکر کا؟ مدلل کتب حدیث سے تحریر فرمائیں۔ (سائل نامعلوم)

جواب: نشانہ لکیر پہ ایڑیاں رکھنی چاہئیں تاکہ صف سیدھی رہے۔ کیونکہ پاؤں چھوٹے بڑے ہوتے ہیں چار فٹ کا اندازہ صحیح ہے اس سے آدمی اچھی طرح سجدہ کر سکتا ہے۔ (۲۴ر مارچ ۱۹۳۳ء)

سوال: امام نے بھول کر چار کے بجائے پانچ رکعت پڑھ لیں اور مقتدیوں نے لقمہ بھی نہ دیا۔ بعد فراغت امام صاحب کو جتلایا گیا کہ آپ نے ایک زائد رکعت پڑھ لی ہے تو آپ نے جواب میں کہا۔ اگر لقمہ دیتے تو میں ایک رکعت اور پڑھ لیتا پھر سجدہ سہو کر لیتا۔ اس طرح سے چار فرض ادا ہو جاتے اور دو رکعت نفل ہو جاتیں۔ لیکن اب سجدہ ہی کرنا کافی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ امام مذکور کا ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟۔ (عمر الدین از فتح آباد امرتسر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: حدیث شریف میں آیا ہے پانچ پڑھنے والا ایک اور ملا لے۔ اس کے دو نفل ہوں گے۔ اگر پانچ پر سجدہ سہو کرے تو دو سجدے ایک رکعت کی طرح پانچویں سے مل کر دو رکعت کا ثواب دلوا دیں گے۔ انشاء اللہ۔ (۱۰ / مارچ ۱۹۲۴ء)

سوال: اگر امام نماز میں قراءت کرتا ہوا بھول جائے اور بھولی ہوئی آیت کو چھوڑ کر اس سے اگلی آیت پڑھ لے تو ایسا کرنے سے نماز درست ہو جائے گی یا نہیں؟

(سائل مذکور)

جواب: سہو قراءت میں بہت آسانی ہے۔ جو آیت پڑھے صحیح پڑھے۔ بھول کر درمیان سے رہ جائے تو معاف ہے۔ (۱۰ / مارچ ۱۹۳۳ء)

سوال: دو رکعت نماز تحیۃ المسجد کس طرح پڑھنی چاہیے؟ اور یہ بھی فرمادیں کہ یہ طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے یا کسی صحابیؓ کا ہے۔

جواب: تحیۃ المسجد بہ نیت نوافل مسجد پڑھے جاتے ہیں رسول اللہ صلعم سے ثابت ہے۔ (۱۰ / مارچ ۱۹۳۳ء)

سوال: مستورات کی نماز دوپٹہ کے بغیر ہو سکتی ہے کیا؟ (عبد السلام نذیر)

جواب: بدن اور بال وغیرہ ننگے نہ ہوں دوپٹہ سے اگر یہ غرض پوری ہو جاتی ہے تو چادر کی حاجت نہیں پردہ کی ضرورت ہے۔ جس کپڑے سے ہو جائے۔

(۲۸ / ذیقعدہ ۱۳۵۳ھ)

سوال: مستورات نماز مغرب و عشاء و صبح میں قراءت قرآن آواز سے پڑھیں یا چپ؟

جواب: مستورات اگر اکیلی یا مقتدی ہیں تو آہستہ پڑھیں گی اور اگر امام ہیں تو مردوں کی طرح جہری نمازوں میں جہر سے پڑھیں مرد اور عورت میں اس امر میں کوئی فرق نہیں۔ (۲۸ ذیقعدہ ۱۳۵۳ھ)

تشریح: جہری نمازوں میں مرد و عورت کا یکساں حکم ہے کہ بحالت امامت امام کو جہر مقتدیہ کو سر فاتحہ اور منفردہ کو اختیار ہے۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: فرضوں کی پچھلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد اگر کوئی سورت وغیرہ پڑھی جائے تو کیا سجدہ سہو لازم ہے؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: فقہا ایسی صورت میں سجدہ سہو کرنے کا حکم دیتے ہیں میرے ناقص علم میں سجدہ سہو واجب ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ (۲ ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ)

تشریح یہاں سجدہ سہو کے لیے فقہا کا خیال صحیح نہیں مسیئ الصلوٰۃ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے فرائض و آداب بتلاتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا

ثم اقرأ بام القرآن وبما شاء اللہ ولاحمد لفظ المصابیح ولابی داؤد ولابن حبان بما شئت کذا فی بلوغ المرام ص ۱۹ ومشکوٰۃ ج ۱ ص ۷۵ پھر آپ نے یہ بھی فرمایا ثم افعل ذالک فی صلاتک کلہا اخرجہ السبعۃ واللفظ للبخاری بلوغ المرام ص ۱۹ ہمارے لیے محل استدلال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہی الفاظ مبارک ہیں جن سے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد کچھ اور بھی قرآن شریف سے پڑھنا ثابت ہوا لہٰذا سجدہ سہو کا حکم فقہا دیتے ہیں باطل ہے

(ابو سعید محمد شرف الدین دہلوی)

سوال: دریافت طلب امر یہ ہے کہ بسم اللہ بالجہر والسر میں قوی دلائل از روئے حدیث شریف کس طرف ہیں۔

جواب: میرا دونوں پر عمل ہے جہر قوی ہے اللہ اعلم صحیح مسلم میں روایات جہر بکثرت ہیں۔ (۱۹ محرم ۱۳۵۴ھ)

شرفیہ اس میں غلطی سے معاملہ برعکس ہوگیا ہے صحیح مسلم شریف میں جہر کی نہیں بلکہ عدم جہر کی روایت ہے اور جس میں جہر ہے وہ نماز میں نہیں ہے سورہ کوثر کے نزول کے وقت آپ نے بسم اللہ پڑھی تھی اس میں نماز کا ذکر نہیں ہے اور عدم کی روایت انس سے ہے ملاحظہ ہو مسلم ج ۱ ص ۱۷۲ اور بلوغ المرام میں ہے۔

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابا بکر وعمر کانوا یفتتحون الصلوٰۃ بالحمد للہ رب العالمین متفق علیہ زاد مسلم لا یذکرون بسم اللہ الرحمن الرحیم فی اول قراءۃ ولا فی اٰخرھا وفی روایۃ لاحمد والنسائی وابن خزیمۃ لا یجھرون ببسم اللہ الرحمن الرحیم وفی اخریٰ لابن خزیمۃ کانوا یسرون وعلی ھٰذا یحمل النفی فی روایۃ مسلم خلافاً لمن اعلھا انتہیٰ ما فی بلوغ المرام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس ثابت ہوا کہ اکثریت واولویت سرہی کی ہے۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: عیدین میں نماز وخطبہ ختم ہونے کے بعد امام کا مع مقتدی دعا مانگنا یا مقتدی کا فرداً فرداً۔ الگ الگ دعا مانگنے کا حکم ہے یا دعا مانگنے کی مطلق ممانعت ہے

جواب: عیدین میں بوقت خاص دعا کا ذکر میرے ناقص علم میں نہیں ہاں عام طور پر دعا کا حکم اور ثبوت ملتا ہے۔ میری سمجھ سے یہ امر باہر ہے کہ ایسے امر کی بابت اتنی کرید کیوں کی جاتی ہے (۲۵ محرم ۱۳۶۲ھ)

شرفیہ اصل بات یہ ہے کہ حدیث نبوی ہے الدعاء هو العبادة الحديث رواه احمد والترمذى وابو داؤد والنسائى وابن ماجه وغيره وصححه الترمذى وايضا قال صلى الله عليه وسلم الدعاء مخ العبادة رواه الترمذى وفى ادب المفرد للبخارى بلفظ اشرف العبادة الدعاء انتهى (تنقيح الرواة ص ۹۶ ج ۲) نماز کے بعد وقت مبارک اور قبولیت دعا کا ہے اس لئے شیطان ایسے لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے تاکہ اس کے وسوسوں میں مبتلا ہو کر یہ دعا مانگنے سے محروم ہو جائیں اس لئے ایسے لوگ بیچارے مجبور ہیں یہ کرید میں رہتے ہیں اور شیطان کا مقصد پورا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شیطانی وساوس سے سب کو محفوظ رکھے اور ایسے لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائے آمین۔

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: کیا حکم ہے ایسے شخص کے حق میں جو چند ایک نمازیوں کی موجودگی میں طنزاً کیا استہزاءً یا حقارتاً رفع الیدین کے بارے میں کہے کہ یہ لوگ روتے پیٹتے ہیں اور ساتھ ہی حقارت کے طور پر ہاتھ سے اشارہ بھی کرے جواب مدلل ہو۔ حافظ عبداللہ

جواب: شخص مذکور جہالت کرتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے اسے انکار ہے تو کیا حضرت پیر جیلانی ؒ کی کتاب غنیۃ الطالبین بھی اس نے نہیں دیکھی۔ اسے سیکھے اور آئندہ ایسی جہالت کے الفاظ نہ کہے ورنہ ایمان کا خطرہ ہے۔

(۱۱ مئی ۱۹۳۲ء)

تشریح، از قلم حضرت مفتی مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز۔ اہل حدیث کا مذہب ہے کہ نماز میں رکوع کرتے ہوئے اور اس سے سر اٹھاتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے دونوں ہاتھ مثل تکبیر تحریمہ کے کانوں تک اٹھانے مستحب ہیں۔ کیونکہ صحیح بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ حذو منکبیہ اذا افتتح الصلوۃ واذا کبر للرکوع واذا رفع راسہ من الرکوع فعلھما کذالک (متفق علیہ)۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع کے لئے تکبیر کہتے تب بھی ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تب بھی دونوں ہاتھ اٹھاتے۔"

چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفع یدین کرنے میں کسی فریق کو اختلاف نہیں، حنفیہ بھی مانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کیا۔ مگر منسوخ کہتے ہیں لہذا ہمیں زیادہ ثبوت دینے کی اس موقع پر حاجت نہیں بلکہ فریق ثانی کے ذمہ ہے کہ وہ نسخ کا ثبوت دیں۔ اس لئے بجائے مزید ثبوت دینے کے حنفیہ کرام کے دعویٰ نسخ کی پڑتال مناسب ہے۔

اس دعویٰ پر حنفیوں کی سردفتر دو حدیثیں ہیں ان میں سے بھی ایک اوّل اور ایک دوم درجہ کی ہے اوّل سردفتر حدیث روایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے جو ترمذی میں ہے جس کے الفاظ معہ ترجمہ یہ ہیں۔ قال عبداللہ بن مسعود الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ (ترمذی) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگردوں سے کہا میں تم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز بتلاؤں؟ یہ کہہ کر انہوں نے نماز پڑھی تو سوائے اوّل مرتبہ کے رفع یدین نہ کی۔" اس سے معلوم ہوا کہ رفع یدین منسوخ ہے۔ جب ہی تو ایسے بڑے جلیل القدر صحابی نے رفع یدین نہ کی اس کا جواب یہ ہے کہ ابن مسعودؓ کی حدیث سے نسخ ہونا ثابت نہیں ہوتا اس لئے کہ ممکن ہے ابن مسعود کے نزدیک جیسا کہ ہمارا مذہب ہے رفع یدین ایک مستحب امر ہے جس کے کرنے پر ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے سے نماز کی صحت میں کوئی خلل نہیں آتا۔ علاوہ اس کے یہ کیونکر ممکن ہے کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک امر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بروایات صحیحہ ثابت ہو وہ صرف کسی صحابی کے نہ کرنے سے منسوخ قرار دیا جاوے حالانکہ وہ حدیث بقول عبد اللہ بن مبارک جیسے جلیل القدر محدث کے ثابت بھی نہیں۔ اگرچہ بتحقیق امام ترمذی حسن ہے تو بھی صحیح کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتی۔ خصوصاً جس حال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کا اس پر عمل عام طور پر ثابت ہے تو دعوی نسخ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ غور سے سنیئے!

عن ابی حمید الساعدی سمعته وھو فی عشرة من اصحاب النبی صلی اللہ علیه وسلم یقول انا اعلمکم بصلوة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الی ان قال ثم یقرأ ثم یکبر ویرفع یدیه حتی یحاذی بھما منکبیه ثم یرکع الی ثم سلم قالوا صدقت ھکذا کان یصلی (رواہ ابوداؤد والدارمی والترمذی وقال ھذا حدیث حسن صحیح)

ابو حمید ساعدی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دس صحابہ کی مجلس میں دعویٰ کیا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تم سے بہتر جانتا ہوں اور ان کے کہنے پر اس نے بتلائی تو رکوع کرتے ہوئے اور سر اٹھاتے ہوئے دونوں وقت رفع یدین کی اور ان دس صحابہ کرامؓ نے تصدیق کی کہ بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح نماز پڑھا کرتے تھے۔

یہ روایت اور دس صحابہؓ کی تصدیق ملانے سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ جن روایتوں میں آیا ہے کہ کسی ایک آدھ صحابی نے رفع یدین نہیں کی ان کی نماز کے ضروری ضروری ارکان خصوصاً قومہ جلسہ اعتدال وغیرہ (جن میں عموماً لوگ سستی کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ حدیث مسئ الصلوٰۃ سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ.... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی بعض لوگ ارکان صلوٰۃ میں سستی کرتے تھے ان کی نسبت حاضرین کو تنبیہ کرنی مقصود ہوتی ہے تاکہ امور مستحبہ کا بیان بھی۔

علاوہ اس کے اگر کسی امر جو سرور کائنات علیہ افضل التحیۃ والصلوٰۃ سے ثابت ہو کسی ایک آدھ صحابی کے نہ کرنے سے نسخ ہو سکتا ہے تو یہی ابن مسعودؓ رکوع کے وقت چونکہ تطبیق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے۔ دونوں ہاتھوں کو زانوؤں پر نہ رکھتے تھے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ان کا یہ مذہب ثابت ہے بلکہ اپنے شاگردوں کو اس فعل کی تاکید مزید کیا کرتے تھے تو لامحالہ اس وقت جبکہ انہوں نے رفع یدین نہ کی ہوگی۔ زانوؤں پر ہاتھ بھی نہ رکھے ہوں گے۔ کیونکہ دوسری روایتوں سے ان کا مذہب یہی ثابت ہوتا ہے تو پس چاہیئے کہ رکوع کے وقت زانوؤں پر ہاتھ رکھنے بھی منع ہوں حالانکہ کسی کا مذہب نہیں اور تو کسی کا کیا ہوتا خود حنفیہ کا بھی نہیں بلکہ اگر اس قسم کی روایات خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے اول دفعہ کے رفع یدین نہیں کی تو بھی نسخ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سنت خاص کر مستحب امر کے لئے دوام فعل ضروری نہیں۔ دوام تو موجب وجوب ہے سنت یا مستحب تو وہی ہوتا ہے۔ . . . کہ فعل مرۃ وترک اخری) کبھی کیا ہو اور کبھی چھوڑا ہو) جس کو اہل معقول کی اصطلاح میں مطلقہ عامہ کہنا چاہیئے اور یہ تو ظاہر ہے کہ مطلقہ عامہ کی نقیض نہیں ہوتا۔ دوسری دلیل نسخ پر ہے جسے آج کل بڑے زور سے بیان کیا جاتا ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے۔ جس کے الفاظ مع مطلب یہ ہیں۔

مالی اراکم رافعی ایدیکم کانہا اذناب خیل شمس (مسلم) "رسول پاک نے صحابہ کو نماز میں ہاتھ اٹھاتے دیکھا تو فرمایا کیا سبب ہے کہ تم اس طرح ہاتھ اٹھاتے ہو۔ گویا وہ مست گھوڑوں کی دمیں ہیں"

کہا جاتا ہے کہ اس حدیث سے رفع یدین کا نسخ ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے اندر ہاتھ اٹھانے سے منع فرمایا ہے تو ہر قسم کی رفع یدین نماز کے اندر ہوگی منع ہوگی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ روایت مجمل ہے مفصل خود اس شبہ کا جواب دیتی ہے۔ چنانچہ جابر بن سمرہ کہتے ہیں صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکنا اذا سلمنا قلنا بایدینا السلام علیکم فنظر الینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما شانکم تشیرون بایدکم کانہا اذناب خیل شمس اذا سلم احدکم فیلتفت الی صاحبہ ولا یؤمی بیدہ

(مسلم باب الامر بالسکون فی الصلوۃ)

میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو ہماری عادت تھی کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب ہم اخیر نماز کے سلام پھیرتے تو اپنے ہاتھوں سے اشارہ کر کے السلام علیکم کہا کرتے۔ آنحضرت ﷺ نے ہمیں دیکھا تو فرمایا تمہیں کیا ہوا کہ ایسے اشارے کرتے ہو گویا مست گھوڑوں کی دُمیں ہیں۔ جب کوئی سلام دیا کرے تو وہ اپنے ساتھی کی طرف صرف دیکھا کرے اور اشارہ نہ کیا کرے"!

پس یہ مفصل روایت ہی کافی جواب دے رہی ہے کہ بات کچھ اور ہے حضورؐ نے اس بے محل رفع یدین سے منع فرمایا ہے جو سلام کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے نہ کہ عندالرکوع والی رفع یدین سے علاوہ اس کے نسخ میں تقدم تاخر قطعی ہونا چاہیئے جو یہاں پر نہیں بھلا اگر یوں کہدے کہ یہ روایت (بشرطیکہ اس کو رفع یدین عندالرکوع سے تعلق ہو) خود ابن عمر کی روایت مذکورہ سے منسوخ ہے کیونکہ ابن عمر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ رفع یدین بعد انتقال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی کرتے رہے تو اس کا جواب شاید قائلین نسخ پر ہم سے زیادہ مشکل ہو اخیر میں اپنے بھائیوں کو فخر المتاخرین استاد الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس اللہ سرہ کا اس مسئلہ میں فیصلہ سنا کر بحث ختم کرتے ہیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا ہے۔ وَالَّذِيْ يَرْفَعُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّنْ لَا يَرْفَعُ فَاِنَّ اَحَادِيْثَ الرَّفْعِ اَكْثَرُ وَ اَثْبَتُ (حجۃ اللہ البالغہ اذکار وھیات)

یعنی جو لوگ رکوع کو جاتے ہوئے اور سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کرتے ہیں وہ نہ کرنے والوں سے مجھے زیادہ پیارے ہیں چونکہ رفع یدین کی حدیثیں تعداد میں زیادہ ہیں اور ثبوت بھی پختہ۔ مزید بحث رفع یدین کی دیکھنی ہو تو رسالہ تنویر العینین مصنفہ مولانا شاہ اسمٰعیل شہید قدس سرہ یا ہمارا رسالہ آمین رفع یدین مطالعہ کریں۔ (اہلحدیث کا مذہب ص۸۵)

سوال: زید کہتا ہے کہ عید الاضحیٰ کی نماز تمام دنیا میں چھ تکبیروں کے ساتھ ادا کی جاتی ہے گیارہ تکبیروں کے ساتھ ادا کرنے کا کہیں حکم نہیں۔ اگر حکم ہو تو وہابیوں کی کتابوں میں ہوگا۔ قرآن وحدیث سے اطلاع فرمایئے کہ گیارہ تکبیروں کے ساتھ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری میں پانچ تکبیریں آئی ہیں۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کبر فی العیدین فی الاولیٰ سبعا قبل القراۃ وفی الاخرۃ خمسا قبل القراءۃ رواہ الترمذی مشکوٰۃ باب صلوۃ العیدین یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری رکعت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں پانچ تکبیریں پڑھیں معلوم نہیں زید کے نزدیک یہ کتابیں سارے اہل سنت کی ہیں یا خاص وہابیوں کی ہیں (۲۷ محرم ۱۳۵۳ھ)

نوٹ:۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ و عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی عیدین کی نماز بارہ تکبیروں سے پڑھا کرتے تھے۔ تکبیر تحریمہ ان کے علاوہ ہے، امام شافعیؒ کا بھی یہی مذہب ہے ملاحظہ ہو مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۲۶ (راز)

تعاقب[1]: کسی سائل نے سوال کیا تھا "دعائے قنوت پڑھنی فجر کی نماز میں ہمیشہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا نہیں یا کسی خاص زمانہ کے لئے حکم ہے"! جواب اس کا یہ نکلا تھا، جو کام پیغمبر اسلام علیہ السلام سے ایک دفعہ بھی ثابت ہوا اگر وہ موقت نہیں جیسے نماز عید وغیرہ تو اس فعل کا روزانہ کرنا بھی جائز ہے بحکم لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ گو باصطلاح علماء فرض واجب یا سنت مؤکدہ نہیں لیکن اگر فساد ہو یا فساد کا اندیشہ ہو تو ترک بہتر ہے جیسا حدیث شریف میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ کعبہ کے دو دروازے کر دوں مگر جدید مسلمانوں کی دل شکنی کا اندیشہ ہے اس لئے ترک کرتا ہوں" جناب مفتی صاحب وہ تو جدید مسلمان نہیں پھر بھی حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے جب یہ حدیث حضرت عائشہؓ سے سنی تو ایسا ہی کر دیا یعنی کعبے کے دو دروازے بنا دئے آیت لقد کان لکم الخ سے نیز حدیث من تمسك بسنتي عند فساد امتي فله اجر مأته شهيد سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ رسول کی ہر سنت پر عمل کرنا امت پر لازمی ہے اور خاص کر قنوت کے بارے میں بلوغ المرام میں ہے "في الصبح فلم يزل يقنت حتى فارق الدنيا"! اس حدیث سے ہمیشہ قنوت فجر کی نماز میں پڑھنی ثابت ہے۔

(ابو القاسم پونت ضلع بالیسر)

جواب: آنحضرتؐ نے قنوت صرف ایک مہینہ پڑھی ہے۔ بلوغ المرام کا لفظ حتی فارق الدنیا صحیح نہیں۔ نیل اور سبل السلام میں مفصل ہے آپ نے لکھا ہے کہ وہ لوگ جدید الاسلام تھے ہم قدیم الاسلام ہیں صحیح ہے لیکن ان جدید کا ایمان ہم قدیم کے ایمان

---

[1] یہ مسئلہ متعاقبہ معہ تعاقب وجواب اسی بیان میں موجود ہے۔ (راز)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے قوی تر تھا تاہم اندیشہ کیا تو ہمارے زمانے میں اندیشہ قوی ہے عبداللہ بن زبیر نے جب عمل کیا اس وقت اندیشہ رفع ہو گیا تھا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آج سلطان ابن سعود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز حدیث بایں پر کیوں نہیں عمل کرتے ؛ محض اندیشہ سے ؛ حضرت شاہ ولی اللہؒ حجۃ اللہ میں رفع یدین عندالرکوع کے حق میں سنیت کے قائل ہیں مگر اندیشہ فساد کا لحاظ رکھتے ہیں۔ بایں ہمہ میں کہتا ہوں کوئی شخص ان سب مراحل سے بلند تر ہو کر عمل بالسنہ کرنا چاہیے تو کرے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔ (۱۲ اگست ۱۹۳۲ء)

تعاقب : از مولانا حاجی یونس خان صاحب دتاولی۔

کسی سوال کے جواب میں لکھا گیا تھا کہ امام شافعی کا مذہب ہے کہ امام عصر کی نماز پڑھ رہا ہو اور مقتدی کی ظہر باقی ہو تو ظہر کی نیت سے امام عصر کے پیچھے کھڑا ہو جاوے اس پر موصوف تعاقب فرماتے ہیں۔ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت نہیں کہ ظہر کے پڑھنے والے مقتدی نے عصر پڑھنے والے امام کے پیچھے اقتدا کی ہو بلکہ اصل جواب یہ ہے عصر کی جماعت میں بنیت عصر شریک ہو کر ظہر کی نماز بعد کو پڑھے یہ دلیل کافی نہیں کہ امام شافعیؒ نے اجازت دی ہے حدیث شریف میں آیا ہے اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا الَّتِيْ اُقِيْمَتْ)

مفتی اہلحدیث ۔ امام شافعیؒ کا قول امتناعی صورت میں پیش کیا تھا برہانی صورت میں نہیں کیونکہ محدثین کے نزدیک غیر نبی کا قول و فعل دلیل نہیں حدیث پیش کردہ جناب کا مطلب ہے کہ تکبیر ہونے پر وہی جماعت کھڑی ہونی چاہیئے جس کی تکبیر ہوئی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ امام اور مقتدی کی نیتیں مختلف نہ ہوں جبکہ متنفل (نماز فرض والے) کے پیچھے متنفل کی بالاتفاق جائز ہے بلکہ اہلحدیث کے نزدیک متنفل کے پیچھے متفرض کی مکتوبہ نماز جائز ہے امید ہے جناب بھی ان دونوں صورتوں کے قائل ہوں گے۔ انشاء اللہ

(۲۳ صفر ۱۳۵۱ھ)

سوال : حمام میں ننگے بدن نماز کے لئے وضو ہو جاتا ہے یا نہیں۔

جواب : ننگے بدن وضو ہو جاتا ہے۔ (۵ رجب ۱۳۵۳ھ)

لے صفحہ ۳۳۳ پر ملاحظہ فرمائیے نقطہ ۲ از

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: جمعہ کے لئے امام خطبے پہ کھڑا ہو تو سنتیں پڑھنی چاہیئں یا نہیں۔

جواب: حدیث شریف میں آیا ہے جب تم خطبے کی حالت میں آؤ تو دو رکعت نماز پڑھ لیا کرو۔[1] (صحیح مسلم)۔ (۲۵ رجب سنہ ۱۳۲۸ھ)

سوال: مسبوق کو جس قدر نماز جماعت کے ساتھ مل جاوے وہ اس کے لئے اول یا آخر کی نماز گنی جاوے تاکہ قرارت وغیرہ میں امتیاز ہو۔

جواب: حدیث میں آیا ہے اقض ما سبقك یعنی جو کام تم سے پہلے امام کر چکا ہے وہ پورا کر دیا کرو۔ وہ پہلی رکعت پڑھ چکا ہے اس لئے مسبوق جب کھڑا ہو تو پہلی پوری کرے۔ بعض علماء پچھلی کا حکم کرتے ہیں یہ بھی جائز ہے مگر الفاظ حدیث بظاہر پہلی کی طرف رہنما ہیں۔ (۲۰ مارچ سنہ ۲۵ء)

سوال: کوئی صاحب محتلم یا کہ صاحب جنب صبح کے وقت سورج نکلنے سے کچھ قبل نیند سے بیدار ہو کر پانی نہ ہونے غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر نماز ادا کرنے کو سورج طلوع ہونے کے خوف سے ایسے تنگ وقت میں تیمم کر کے نماز فرض وغیرہ ادا کرے

جواب: غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر باوضو نماز پڑھے ایسی صورت میں تیمم کا حکم نہیں ہے۔ (۱۶ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۸ھ)

سوال: عورتیں جماعت کر کے مرد و عورتوں کی امامت کرانے نکاح کا ایجاب و قبول کرانے اور جانور ذبح کرنے کا حکم شرعاً رکھتی ہے یا نہیں۔

جواب: عورت مردوں کی امام نہیں ہو سکتی صرف عورتیں ہوں تو ایک عورت امام ہو کر جمعہ عید وغیرہ کی جماعت کرا لے تو جائز ہے نکاح میں کسی جانب سے ولی نہیں ہو سکتی وکیل ہو سکتی ہے جانور بھی ذبح کر سکتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے (۱۲ ربیع الاول سنہ ۲۸ھ)

سوال: ناپاکی کی حالت میں جانور ذبح کرنا انگریزی اردو بیسہ ہندی وغیرہ پڑھنا پان وحقہ وغیرہ نوش کرنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب: ناپاکی کی حالت میں جانور ذبح کر سکتا ہے انگریزی وغیرہ بھی ضرورت ہو تو پڑھنی جائز ہے پان بے تمباکو تو بالکل جائز ہے تمباکو[2] اور حقہ اچھا نہیں۔ (۱۶ ربیع الاول سنہ ۲۸ھ)

---

[1] اس مسئلہ پر ایک بہترین مقالہ مرقومہ مولانا ابو الطیب عطاء اللہ امرتسری اہلحدیث ۹ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۵ھ میں ملاحظہ فرمایئے (راز)

[2] بہت ہی برا ہے یاکلون فی بطونہم نارا کا نقشہ ہے بعض کا حقہ تو بیت الخلا کا نقشہ ہوتا ہے مگر نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی۔ ابو سعید شرف الدین دہلوی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: نماز کی حالت میں کوئی سلام کرے تو جواب دینا چاہیے کہ نہیں۔

جواب: حدیث شریف میں آیا ہے اِنَّ فِی الصَّلٰوۃِ لَشُغْلًا یعنی نماز میں شغل ہوتا ہے اس لیے سلام کے جواب میں صرف ہاتھ اٹھا دینا آیا ہے (۲۹ جمادی الاوّل ۱۳۵۲ھ)

سوال: قراءت کتنی آیت فرض ہے ایک یا تین۔ ایک بھی پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔

جواب: فقہاء نے لکھا ہے کہ تین آیت خورد اور ایک آیت طویل فرض ہے قرآن مجید میں صرف اتنا آیا ہے۔ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ جس قدر پڑھنا تمہیں آسان ہو پڑھ لیا کرو۔ (۲۳ جمادی الاوّل ۱۳۵۸ھ)

نوٹ: چونکہ دین نے آسانی کو ہر جگہ ملحوظ رکھا ہے۔ اس لئے یہ حکم ہے۔ ورنہ نماز میں قراءت قرآن جس قدر بھی ہو سکے بہتر اور کار ثواب ہے۔ فقط "راز"

سوال: اہلحدیث کی مسجد میں حنفی لوگ بھی امام کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں احناف لوگ امام اہلحدیث کے پیچھے آٹھ رکعت تراویح ادا کر کے باقی بارہ رکعت اپنے مذہب کے مطابق کسی امام کے پیچھے اس مسجد میں باجماعت پڑھتے ہیں کیا اہلحدیث ان کو منع کر سکتے ہیں؟

جواب: اہلحدیث ان کو منع نہیں کر سکتے کریں گے تو گنہگار ہوں گے تراویح کی رکعات مسنونہ آٹھ ہی ثابت ہیں تاہم باقی نوافل سے تو کم نہیں خصوصاً اس حال میں کہ بہت سے ائمہ اسلام کا یہی مذہب ہے پس بند کرنا گناہ ہے۔ (۳ شعبان ۱۳۵۱ھ)

سوال: دیہات کی مساجد میں نماز جمعہ ہونی چاہیے یا نہیں الخ

جواب: حنفی مذہب میں منع ہے حدیث کی رو سے جائز ہے۔ (۷ ارشوال ۱۳۵۱ھ)

سوال: جوتا پہن کر نماز پڑھنے کا جو ارشاد ہے اس سے کونسی جوتی مراد ہے؟ ملکی جوتی یا کپڑے کی۔

جواب: اپنے ملک کی جو پاک ہو اس میں بے شک نماز پڑھ لے۔ دلیل حدیث مرقوم (صلوا فی النعال خالفوا الیهود)۔ (ذی قعدہ ۱۳۵۱ھ)

سوال: نماز ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے مقتدی کو صرف سورہ فاتحہ پڑھنا چاہیے یا؟

لہ یہ چیز برادران احناف ہی کو مبارک ہو جو اپنی مساجد سے آمین بالجہر، رفع یدین کرنے والے نمازیوں کو نکال کر اپنی گندی ذہنیت کا ثبوت پیش کیا کرتے ہیں!! اللہ ان کو ہدایت کرے آمین۔ س آف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ اور سورت ملا کر پڑھنا چاہیئے بغیر سورہ فاتحہ کے مقتدی کی نماز ہوتی ہے یا نہیں۔ ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ نماز مغرب اور عشاء اور فجر میں مقتدی صرف سورہ فاتحہ پڑھے اور نماز ظہر اور عصر میں مقتدی کو سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت ملا کر اوّل دو رکعت میں پڑھنا چاہئیے اور دو رکعت میں صرف سورہ فاتحہ آیا یہ بات صحیح ہے یا غلط۔ جواب عنایت فرمادیں۔

جواب: سورہ فاتحہ کی تو تاکید مزید ہے ایک حدیث میں فصاعداً کا لفظ آیا ہے اس کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے بعض علماء نے سوائے فاتحہ کے اور سورت بھی مراد لی ہے اس لئے اگر اور سورت بھی پڑھے تو جائز ہے خاکسار کے نزدیک ضروری جیسی فاتحہ ضروری ہے (۲۳ جمادی الثانی ۳۱ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۳ء)

سوال: آلہ آواز جس کو انگریزی میں لاؤڈ اسپیکر کہتے ہیں وعظ اور خطبہ میں استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں (سی۔ اے حمزہ از پالکھاٹ)

جواب: لاؤڈ اسپیکر رکھنا جائز ہے وہ انسانی آواز ہے جو بلند ہوا کرتی ہے (۲۸ مارچ ۱۹ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم علمائے کرام! امور مندرجہ ذیل کی اباحت وجواز یا حرمت کے متعلق تشریح فرمادیں۔ نیز ان کے مسائل کے بارے میں علمائے دین کا اگر کوئی فتویٰ ہو تو وہ بھی تحریر فرمادیں۔ جوابات مختصر و نمبر وار ہوں۔ بینوا توجروا۔

۱۔ موجودہ دور کی ایجادات (جن کے استعمال سے ارکان اسلام کی ادائیگی میں خلل کا اندیشہ نہیں) سے فائدہ اٹھانا کیسا ہے؟

۲۔ بدعت اور سنت میں کیا فرق ہے اگر زمانہ نبوی کے بعد کی ہر نئی چیز یا نیا کام بدعت ہے تو مسلمانوں کی عہد نبوی کے بعد کی اشیاء کا استعمال کیسا ہے اور ہر چیز میں اصل اباحت ہے۔ اس کی وضاحت فرمادیں۔

۳۔ مسلمانوں کو زمانہ نبوی سے مختلف زبان۔ لباس۔ خوراک۔ ذرائع تجارت وطریقہ معاشرت اختیار کرنے کے جواز کی کیا دلیل ہے؟

۴۔ دیگر قومیں اپنے خیالات وعقائد و مذاہب کی اشاعت کے لئے لاؤڈ اسپیکر استعمال کرتی ہیں تا کہ ان کی آواز دور تک زیادہ سے زیادہ لوگوں کے کانوں میں پہونچ سکے اور کچھ عرصہ سے مسلمان بھی اپنے مذہبی جلسوں میں استعمال کرتے ہیں۔ اگر اسے جمعہ و عیدین کے خطبات میں بھی استعمال کیا جائے تاکہ خطبوں کی افادیت وسیع تر ہو سکے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو کیا یہ ناجائز ہے؟ اور کیا لوگوں کا ایسے جلسوں میں جانا بند کر دیا جائے جہاں علماء کے وعظ کے لئے لاؤڈ اسپیکر لگا ہوا ہو۔ (سائل محمد خلیل مئوی)

جواب منجانب مولنا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مدرس وخطیب جامع مسجد اہلحدیث گوجرانوالہ

الجواب وباللہ التوفیق۔ ۱؎ ایجادات سے استفادہ بلا کراہت درست ریل سیارہ۔ تار۔ ٹیلیفون لاؤڈ اسپیکر وغیرہ اسی نوعیت کی اشیاء ہیں۔ جہاں تک اسلام اور دین کی اشاعت میں استفادہ ممکن ہو ان کا استعمال بلا نکیر درست ہے۔

۲؎ سنت اور بدعت میں فرق ایک مبسوط بحث ہے جس کے لئے شاطبی کی الاعتصام اور سید اسمٰعیل شہید کے رسالہ متعلقہ احکام تجہیز وتکفین کی طرف رجوع فرمائیں۔ مختصر اتنا سمجھ لیجئے کہ بدعت کا تصور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد الحدیث۔ یعنی جو شخص امور دین میں اضافہ کرے اور دین کی متعین مقدار وحد پہ اضافہ کرے اسے بدعت فرمایا گیا ہے۔ ایجادات عالیہ عن راسہا دین ہی نہیں۔ اس لئے ان سے استفادہ قطعاً بدعت کی تعریف میں نہیں آسکتا بلکہ ان کا تعلق انتم اعلم بامور دنیاکم سے ہے۔ یہ دنیوی چیزیں ہم افادۂ دینی امور میں استعمال کر سکتے ہیں۔ سامان حرب میں دنیا بدل چکی ہے۔ آج پرانے ہتھیاروں سے لڑنا اپنی موت کے محضر پہ تصدیق کے مرادف ہے۔

۳؎ زبان۔ لباس۔ خوراک۔ طریقہ تجارت میں اسلام کی اساسی ہدایات کو پیش نظر رکھ کر ساری چیزیں استعمال ہو سکتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کل والبس ما شئت ما اخطاتک اثنتان سرف ومخیلۃ (بخاری) کبر و اسراف سے بچتے ہوئے ہر چیز استعمال ہو سکتے ہیں۔ الحلال بین والحرام بین وسکت عن اشیاء من غیر نسیان۔ البتہ طریقہ معاشرت ایک عام لفظ ہے معلوم نہیں آپ کی کیا مراد ہے ہندوستان کے موجودہ حالات کے پیش نظر اس سے مراد ہندوانہ لود و باش ہے تو یہ درست نہیں۔ اوضاع واطوار میں دینی اوضاع کی پابندی ضروری ہے۔ دوسرے اوضاع کی طرف یہ رجحان ذہنی شکست کی دلیل ہے۔

۴؎۔ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نقاریر اور خطبوں میں یقیناً درست ہے ہم لوگ تو یہاں نماز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اسے استعمال کرتے ہیں۔ بنا بریں اس کے خلاف موہوم خطرات کے علاوہ کوئی شرعی دلیل میری نظر سے نہیں گزری سنا ہے بعض علماء دیوبند نے نماز میں استعمال کی مخالفت کی ہے۔ میری نظر سے ان کے دلائل نہیں گذرے۔ والسلام۔ محمد اسمٰعیل مدرس و خطیب جامع مسجد اہلحدیث گوجرانوالہ

جواب از مولانا عبدالجبار صاحب کھنڈیلوی جے پوری شیخ الحدیث مدرسہ احمدیہ سلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ

الجواب۔ جواب ۱ موجودہ دور کی ایجادات جن کا شرعاً استعمال کرنا نادرست نہ ہو وہ استعمال کر سکتے ہیں لقولہ تعالیٰ هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا الآیۃ یعنی جو چیزیں زمین میں پیدا کی گئی ہیں وہ سب تمہارے فائدہ کے لئے ہیں۔ دوسری آیۃ میں فرماتا ہے وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ الآیۃ یعنی اللہ تعالیٰ وہ وہ سواریاں اور چیزیں پیدا کرے گا جن کا تم کو علم نہیں ہے اس آیۃ میں آئندہ کی ایجادات موٹر، ہوائی جہاز۔ ٹینک ریڈیو وغیرہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

جواب ۲ بدعت وہ عمل ہے جو دین میں ثواب سمجھ کر کیا جائے۔ ہر نئی ایجادات بدعت نہیں لقولہ علیہ السلام من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد۔ الحدیث رواہ البخاری۔ یعنی بدعت وہ امر ہے جو ہمارے دین میں نیا نکالا جائے جیسے بدعت عید میلاد و بدعات محرم و بدعت تقلید وغیرہ اور سنت وہ کام ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قولاً و عملاً کیا ہو اور اس کو امت کے لئے دین قرار دیا ہو اور آپ کا اسوۂ حسنہ ہو۔ لہٰذا مطلق نئی چیز بعد نبوت بدعت نہیں۔

جواب ۳۔ ہر ایک لباس خوراک و ذرائع تجارت و طریقہ معاشرت جو شرعاً منع نہ ہوں اور ان سے تشبہ کفار لازم نہ آئے درست ہے لقولہ تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ یعنی اے ایمان والو جو پاکیزہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ ہیں ان کو اپنے پر حرام مت کرو اور حکم خدا سے تجاوز نہ کرو اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ دوسری آیت میں فرماتا ہے۔ كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا الآ۔ اسلام کسی ہیئت لباس و خوراک و ذرائع تجارت و طریقہ معاشرت ملکی سے نہیں روکتا ہے بشرطیکہ وہ شرعاً کسی صورت ممانعت خاص کے تحت نہ ہو۔ اسلام نے کسی خاص ہیئت لباس و خوراک خصوصی و ذرائع تجارت و طریقہ معاشرت کو محدود و معین نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے۔ ہاں تشبہ بالکفار والنسوان واسبال وغیرہ سے منع نہیں کیا ہے۔ اس کا خیال رہے۔
جواب عہ ۔ لاؤڈ اسپیکر کو امداد صوت کے لیے استعمال کر سکتے ہیں شرعاً کوئی ممانعت نہیں ہے جس جلسہ و وعظ میں لاؤڈ اسپیکر لگایا گیا ہو اس میں شرکت کر سکتے ہیں۔ کوئی وجہ ممانعت کی نہیں ہے۔ بیت اللہ میں بھی بفتویٰ علماء لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ نماز و خطبہ ہوتا ہے۔ لاؤڈ اسپیکر سے مقصود صرف آواز خطیب وہ واعظ پہنچانا ہے یہ کوئی باجا نہیں ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ ابو محمد عبد الجبار الکھنڈیلوی الجیفوری المدرس بدار العلوم الاحمدیۃ السلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ۔ (نور توحید لکھنؤ ۲۵ اکتوبر ۱۹۵۱ء) سلہ

سوال: لاؤڈ اسپیکر پر خطبہ دینا اور امام کا قراءت نماز ادا کرنا جائز ہے یا ناجائز نیز اگر کوئی ایسا کرے تو اس کی اور جماعت کی نماز ہو سکتی ہے یا نہ۔ (عبد الخالق سری نگر)

جواب: نیک نیتی سے جائز ہے وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ۔

(۱۹ رجادی الاخر ۱۳۶۴ھ)

شرفیہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سب سے بڑا مجمع حجۃ الوداع کا تھا اس میں آپ نے عید کے دن خطبہ فرمایا۔ تو آپ تقریر فرماتے تھے اور حضرت علیؓ آپ کے ترجمان اور مبلغ تھے۔ عن رافع بن عمرو المزنی قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخطب الناس بمنی حین ارتفع الضحی علی بغلۃ شہباء وعلی رضی اللہ عنہ یعبر والناس بین قائم وقاعد انتہی سنن ابی داؤد ص۲۷۰ وقال فی التنقیح رجالہ موثقون واخرجہ ایضا النسائی ج۱ ص۱۳۶ سنت تو یہ تھی مگر چونکہ اب کل جدید لذیذ کی بلا عموم البلویٰ ہے اور بعض اصحاب نے جدل سے اباحت بتائی ہے۔ خیر سنت نہ سہی اباحت ہی سہی مگر یہ امام کو نماز میں جائز نہیں اس لیے کہ خطبہ میں تو مقصود اسماع سامعین ہے یعنی سب کو سنانا مقصود ہے اور نماز میں قراءت یا تکبیر میں بعض کا اسماع کافی ہے اس لیے کہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور کی علالت کے وقت آپ امام تھے اور صدیق اکبرؓ مکبر تھے ثابت ہوا کہ آپ کی آواز پست تھی۔ تکبیر بھی سب کو نہ سنی جاتی تھی اور حجۃ الوداع میں تکبیر کا ثبوت

سلہ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مبارکپوری نے بھی مدلل طور پر جواز کا فتویٰ دیا ہے ملاحظہ ہو نور توحید لکھنؤ ۱۷ (راز)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ثابت ہوا کہ امام کی قرات وتکبیر کا سب کو سننا ضروری نہیں لہٰذا بلا ضرورت ایک چیز کو مقصد بنانا نماز میں لاؤڈ اسپیکر لگانا تشریع جدید ہے نیز آگے چل کر خطرہ ہے کہ لوگ مقتدی اور امام اپنے اپنے گھروں میں اس کی اقتدار کرکے مساجد کو معطل کر دیں اور نماز کھیل بن جائے۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

لاؤڈ اسپیکر کے جواز پر علمائے اسلام کا عام طور پر اتفاق ہو چکا ہے عدم جواز کے قائلین اس کا ثبوت نہیں دے سکے اور نہ ہی اس کے عدم جواز یا کراہت پر کوئی دلیل ملتی ہے (مفتی اہلحدیث سوہدرہ پنجاب پاکستان ۲۴/ اگست ۱۹۵۱ء)

سوال: رکوع میں ملنے سے رکعت ہوتی ہے یا نہیں۔

جواب: اختلافی ہے دوبارہ پڑھنی اچھی سمجھتا ہوں (۱۰/ شعبان ۱۳۶۲ھ) صرف اچھی ہی نہیں سورہ فاتحہ مقتدی کو بھی پڑھنی فرض ہے ایسے ہی قیام فرض ہے پس جب دو رکن فوت ہو گئے تو رکعت قطعاً نہ ہو گی۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

جواب دیگر۔ از حضرت مولانا مفتی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ۔ قدیم الایام سے یہ مسئلہ اختلافیہ چلا آ رہا ہے۔ خاکسار رکوع میں مل کر رکعت دہرا لیا کرتا ہے کیونکہ دو رکن قیام اور قرات فاتحہ کے فوت ہو جانے سے شک ہوتا ہے کہ رکعت نہیں ہو گی جس قوی دلیل سے ان دو کاموں کی رکنیت ثابت ہے اس قوت سے رکوع میں رکعت کا پورا ہونا ثابت نہیں کسی کے پاس ثبوت ہو تو اطلاع دیں مگر یہ یاد رہے کہ ان دو رکنوں کے ثبوت میں قرآن مجید بھی ہے۔ (۱۵/ جمادی الثانی ۱۳۵۲ھ)

شرفیہ۔ شک نہیں کرنا چاہیے قطعاً رکعت نہیں ہوتی اس لئے کہ دو فرض قیام و رکن فوت ہو جاتے ہیں۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: ایک شخص جمعہ کے روز گھر سے مسجد میں آتے ہی چار رکعت صلاۃ التسبیح پڑھتا ہے اور دو رکعت سنت کو جمعہ سے پہلے نہیں پڑھتا آیا اس کو دو رکعت سنت پڑھنا ضروری ہے یا صلاۃ التسبیح۔

جواب: صلاۃ التسبیح کا ثبوت کسی صحیح حدیث سے نہیں اور دوگانہ مسجد کا ثبوت صحیح روایت سے ہے یہاں تک کہ خطبہ کی حالت میں بھی پڑھ لینے کا حکم ہے (۲/ ذی قعدہ ۱۳۴۳ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرفیہ: صلاۃ التسبیح کی حدیث سنن ابی داؤد اور ابن ماجہ اور طبرانی و صحیح ابن خزیمہ و مستدرک حاکم میں مختلف طرق و الفاظ سے مروی ہے اور ابن خزیمہ اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے اور بعض محدثین نے بھی اس کی تصحیح کی ہے جس کی تفصیل الترغیب والترہیب منذری میں ہے لکھا ہے کہ محدثین کی ایک جماعت نے اس کی تصحیح کی ہے پس عدم صحت کا حکم ثابت نہیں۔ اختلاف چیزے دیگر است، تحقیق چیزے دیگر۔ اور خطبہ جمعہ کے وقت صرف دو سنتوں کے پڑھنے کا حکم ہے۔ زائد کا نہیں وہ بھی تخفیف کے ساتھ۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: اہل حدیث کے کسی پرچہ میں میں نے دیکھا ہے کہ برہنہ سر نماز پڑھنے کے جواز میں کوئی حدیث ہے براہ کرم اس حدیث کو نقل فرمائیں کہ کس کتاب میں ہے اس کا حوالہ بھی لکھ دیا جائے تو منت ہے۔

جواب: قال ابوھریرۃ سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول من صلّی فی ثوب واحد فلیخالف بین طرفیہ بخاری میں آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی ایک کپڑے میں نماز پڑھے ستر عورت ڈھانپ کر باقی ادھر ادھر کاندھوں پر ڈال لے اس حکم میں سر ڈھانپنے کا ذکر نہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ سر ننگے نماز جائز ہے۔ اللّٰہ اعلم (۱۰ صفر ۱۳۵۱ھ)

تشریح: ستر سر مرد کو واجب نہیں مگر بحکم خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ الآیۃ اور رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا سر پہ عمامہ رکھنے سے عمامہ سنت ہے اور ہمیشہ ننگے سر کو نماز کا شعار بنانا بھی ایجاد بندہ ہے اور خلاف سنت گا ہے چنیں کا حکم اور ہے شعار کا اور پس اول جائز ثانی ایجاد۔ ۱۲ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: مؤذن کا اذان دیتے وقت کان میں شہادت کی انگلیاں دے کر ہاتھوں کو خوب ہلانا اور سامنے کو لفظ اشهد ان محمدا رسول اللّٰہ کے سنتے وقت ہر دو ہاتھوں کی انگلیوں کو جوڑ کر آنکھوں سے بوسہ لینا جائز ہے۔

جواب: مؤذن کا کانوں میں انگلیاں رکھنا تو ثابت ہے سننے والے کا انگوٹھوں کو چومنا ثابت نہیں اس لئے یہ بدعت قابل ترک ہے (۲۳ ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ)

سوال: مغرب کی نماز کا وقت بعد غروب آفتاب کب تک ہے یعنی بلا قضا

صدر الدین بردوان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب : مطابق حدیث جب تک سرخی رہے (۱۴ رجمادی الثانی ۱۳۳۵ھ)۔
بلوغ المرام فاروقی ص۲۲ ۱۴ آف

سوال : نماز کے وقت سینے پر ہاتھ باندھنا یا زیر ناف ان دونوں میں سے کون صحیح ہے۔

جواب : سینے پر[1] ہاتھ باندھنے کی روایت صحیح ہے بلوغ المرام ص۱۶ و تخریج زیلعی ملاحظہ ہو۔ (۱۴ رجمادی الثانی ۱۳۳۵ھ)

سوال : بغیر غسل جنابت کے کھانا کھاسکتا ہے یا نہیں۔

جواب : بلاخوف کھاسکتا ہے جائز ہے (۱۴ رجمادی الثانی ۱۳۳۵ھ)

سوال : مسجد میں سونا اور بود و باش کرنا رات کو جائز ہے یا نہیں۔

جواب : صحیح بخاری کی ایک روایت عبداللہ بن عمر کی ہے کہ جب تک میں مجرد تھا مسجد میں سویا کرتا تھا اس روایت کے مطابق مسجد میں سونا جائز ہے لیکن دنیاوی کام کاج یا دنیوی امور کی باتیں کرنے کی اجازت نہیں بلکہ سخت منع ہے۔ (۱۹ جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ)

سوال : زید کہتا ہے کہ بغیر اجازت مؤذن کے اذان کہنی درست نہیں ہے چاہے وقت میں دیر ہو جائے۔

جواب : ایسا کہنے کی دلیل زید کے پاس کوئی نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ امام کے ہوتے ہوئے امامت کوئی... نہ کرائے مؤذن مقرر ہوتے ہوئے اذان کوئی نہ کہے لیکن وقت پر کوئی موجود نہ ہو تو دوسرا کوئی شخص یہ کام کرے حدیث شریف میں آیا ہے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دفعہ کسی کام میں دیر ہوئی تو ایک صحابی نے جماعت کرائی اور آپ دوسری رکعت میں اس کے پیچھے کھڑے ہوئے۔
(۱۹ رجمادی الثانی ۱۳۳۵ھ)

تشریح : یہ واقعہ سفر کا ہے صبح کی نماز تھی اور عبدالرحمن ابن عوف نے جماعت کرائی آپ نے ایک رکعت اس کے پیچھے پڑھی۔ صحیح مسلم مشکوٰۃ ص۵۳ ص۵۴۔
(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

---

[1] مفصل بحث صفحہ ۲۷۳ پر دیکھیے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال - دھوپ میں جو پانی گرم ہو جاتا ہے اس سے وضو اور غسل کرنا جائز ہے یا نہیں
جواب : ایک روایت میں دھوپ سے گرم شدہ پانی کو غسل میں استعمال کرنے سے منع آیا ہے العلم عند اللہ - (۱۸ ر رجب ۱۳۵۵ھ)

ایک روایت نہیں کئی روایتیں ہیں مگر کوئی بھی صحیح نہیں بعض موضوع بعض ضعاف قابل عمل کوئی بھی نہیں۔ ملاحظہ ہو التلخیص الکبیر ص۔ ج۱۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال : آمین بالجہر امام کے پیچھے بلند آواز سے ایک رکعت میں ایک دفعہ کہنی سنت ہے یا تین دفعہ اگر آپ کی نظر سے اس کی بابت کوئی صحیح حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گذری ہو تو مہربانی سے پرچہ میں ضرور شائع کریں۔ (محمد شفیع دہلی)

جواب ؛ نماز میں بعد ختم فاتحہ آمین بالجہر ایک دفعہ کہنے کی روایات تو صحیح ہیں۔ تین دفعہ کہنے کی روایات مجمع الزوائد وغیرہ میں آئی ہیں مگر ان کی صحت معلوم نہیں اس لئے تین دفعہ آمین کہنا گو سنت نہیں لیکن بدعت یا حرام بھی نہیں یہ مسئلہ بالکل دعاء بعد جماعت کی طرح ہے یعنی بعد ختم جماعت ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں مگر دو حقیقت روایات آئی ہیں اس لئے حضرت میاں صاحب مرحوم دہلوی کا فتویٰ ہے کہ ان روایات کی بنا پر اس فعل کو ہم بدعت یا منع نہیں کہہ سکتے مجمع الزوائد میں اس روایت کی نسبت لکھا ہے رجالہ ثقات بعض حضرات اس سے حدیث کی صحت لگا لیتے ہیں مگر انصاف یہ ہے کہ ثقات رجال سے صحت سند ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ صحت سند کے لئے اتصال وغیرہ بھی ضروری ہے جو بعض ثقات سے لازم نہیں آتا مختصر یہ کہ تین بار چھوڑ اگر ایک سو بار بھی ثابت ہو جائے تو کہنے میں حرج نہیں مقصود تو اتباع سنت ہے۔ (یکم جون ۱۹۳۲ء)

تشریح نماز میں تین آمین کا مسئلہ بہت عرصہ ہوا تخمیناً پچیس یا تیس سال یا کچھ کم و بیش ہوا یہ صدر بازار دہلی سے بعض اصحاب نے بنا یا تھا اور اسی زمانہ میں ملک نے اس کا رد لکھ کر ایک رسالہ مسمی بہ الجرح المتین فی دلیل تثلیث التامین شائع کیا تھا جو "دہلی پرنٹنگ ورکس دہلی" میں طبع ہوا تھا اس کا حاصل یہ کہ یہ روایت صحیح نہیں اور بالفرض صحت منع بھی صحیح نہیں مفتی[1] کی غلط فہمی تھی اور بے عدم سنت کو سنت

[1] مفتی صدر بازار دہلی مراد ہیں ۱۲ منہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بتانا بھی جرم ہے فافہم وتدبر ۱۲ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: ایک شخص نے بازار شارع عام پہ ایک مسجد دو کانوں کے اوپر اس غرض سے تعمیر اور وقف کی ہے کہ۔۔ شارع عام کے گذر راہ سے اہل اسلام کو فائدہ پہنچے اور دکانیں نیچے کی آمدنی بمصارف مسجد مذکور وقف بھی کردی اور کل دکانیں مسجد میں شامل ہیں ایسی صورت میں مسجد مذکور کیا حکم رکھتی ہے اور یہ مسجد شرعی مسجد کے حکم میں ہے یا نہیں۔ (محمد یاسین بستوی)

جواب: اس قسم کے کاموں میں نیت پر مدار ہے سطح زمین سے آسمان تک سارا مسجد کے لئے وقف ہے اس کے نچلے حصہ کو بغرض فائدہ مسجد چھوڑ کر اوپر مسجد بنا دینا ایسا ہی جائز ہے جیسا بعض حصہ مسجد کی زمین کا سوائے نماز کے کسی خاص غرض غسل وضو استنجا وغیرہ کے لیے علیحدہ کر دینا جائز ہے حالانکہ بلحاظ حصہ زمین مرقومہ کے وہ بھی حصہ مسجد ہے پس صورت مذکورہ میں ایسا کرنا بلا کھٹکا جائز ہے (ذکرہ رمضان علی)

تشریح درمختار میں ہے لو بنیٰ فوقه بيتا للامام لا يضر لانه من المصالح اما لو تمت المسجدية ثم اراد البناء منع ولو قال عنيت ذالك لم يصدق فقہ حنفی کی رو سے نیچے کی منزل کو واسطے مصارف مسجد کے کرایہ پر دینے کا جواز مستفاد ہوتا ہے انتہیٰ ملخصًا۔ کتبہ محمد عبد الرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

(فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۲۲۷)

فتاویٰ فروری ۱۹۲۴ء کے اہلحدیث میں درج ہے کہ "سفر میں نماز قصر کرنی فرض واجب نہیں جائز ہے پوری پڑھے تو افضل ہے۔ بلکہ روزے کے بارے میں بھی یہی درج ہے۔ تو فرما دیں قرآن شریف میں جہاں نماز قصر اور روزہ قضا کا حکم آیا ہے زاں بعد کوئی دوسری آیت سے ثابت ہوا یا حدیث شریف سے ثبوت ملتا ہے کہ سفر میں پوری نماز پڑھو اور روزہ رکھو تو افضل ہے۔ اگر ملتا ہے تو بروئے ثبوت اپنی مرضی پہ منحصر ہو سکتا ہے۔ اگر ثبوت نہ ملتا ہو تو خدا کے اس عطیہ کو جو قبول نہ کرے وہ شخص کیا ٹھیرے گا۔ ؟ (سائل حکیم الٰہ بخش ناظر بازار سلچر آسام)

جواب: احکام دو قسم پر ہیں عزیمت اور رخصت۔ عزیمت کے لئے صیغے امر وغیرہ کے ہوتے ہیں۔ رخصت کے لئے لاجناح وغیرہ ہوتا ہے۔ قصر صلوٰۃ کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے وَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ آیا ہے۔ مگر چونکہ یہ رخصت بھی مشروط ہے اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کے ساتھ اس لیے بعض صحابہ کو خیال ہوا کہ یہ رخصت بھی چونکہ مشروط ہے اور شرط اب نہیں رہی کیونکہ امن ہوگیا۔ اس لیے انہوں نے عرض کیا (وقد امنا ہم امن میں ہوگئے ہیں تو کیا اب بھی یہ رخصت باقی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا خدا نے تم پر صدقہ فرمایا ہے اسے قبول کرو یعنی اس شرط کو شرط احترازی نہ سمجھو بلکہ بیان واقعی جانو۔ اس کا نتیجہ صاف ہے کہ صدقہ کا مفاد صرف یہ ہے کہ شرط احترازی نہیں بلکہ واقعی ہے۔ اس سے سابقہ بیان رخصت کی حقیقت میں تغیر نہیں آیا۔ ہاں جو اس رخصت کی شرط تھی اس کو کالعدم کر دیا۔ فافھم فانہ جلی۔ اسی طرح روزہ ہے جس کا سفر یا مرض میں رکھنا منع نہیں۔ اس کا التوا بھی رخصت ہے عزیمت نہیں۔ ۱۸ ستمبر ۲۵ء

ھذا احد المسلکین للمحدثین ورجح فی النیل المسلک الثانی۔

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: ایک شخص قرارت فاتحہ خلف الامام و رفع یدین و آمین بالجہر کا قائل ہے اس کے پیچھے حنفی المذہب کی نماز جائز ہے یا نہیں۔

جواب: یہ تینوں مسائل ائمہ ہدیٰ میں تو اختلافی ہیں مگر اکثر کے نزدیک مستحق ہیں اس لیے ان مسائل پر عمل کرنے والے کے پیچھے نماز قطعاً جائز ہے درمختار وغیرہ میں یہ مسئلہ مصرح ملتا ہے مولانا رشید احمدؒ گنگوہی کا فتویٰ بھی یہی ہے۔

(۹ جمادی الاول ۱۳۳۸ھ)

فتاویٰ کیا اہل حدیث امام کے پیچھے نماز جائز ہے؟

اہل بدعت لوگ یہ مشہور کیا کرتے ہیں کہ حنفی علماء کا فتویٰ ہے کہ جماعت اہل حدیث کا کوئی فرد نماز پڑھائے تو اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ بلکہ بس چلے تو اہل حدیث کو مسجد سے نکال دینا چاہیے۔ ایسی باتیں مشہور کر کے اہل اسلام میں تفرقہ اندازی کیا کرتے ہیں اور جہلا یہ سن کر ان کے دام میں پھنس جاتے ہیں کہ تمام حنفی علماء کا یہ فتویٰ ہے۔ ہمارے ایک نامہ نگار نے قلمی استفتاء بھیجا ہے جس پر مولانا کفایت اللہ صاحب ناظم جمعیۃ العلماء ہند دہلی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور سید سلیمان صاحب ندوی کے دستخط ثبت ہیں ہمارے بھائی کی درخواست ہے کہ اس کو بغرض افادہ عوام اخبار میں شائع کیا جائے چنانچہ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مفتی صاحب کے الفاظ میں بجنسہٖ درج کئے جاتے ہیں (۱) اہل حدیث کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں (۲) ان کے ہاں بچوں کی شادی بیاہ جائز ہے یا نہیں (۳) ان سے سلام کلام درست ہے یا نہیں؟ (۴) ان کو نماز جماعت سے نکال دینا جائز ہے یا نہیں (۵) اہل حدیث کو مارنا اور نماز سے روکنا کیسا ہے؟ (۶) آمین بلند آواز سے اور رفع یدین کا کیا حکم ہے؟ (۷) اہل حدیث ہمارے ساتھ اور ہم ان کے ساتھ نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ (۸) ہماری حنفیوں کی صف میں کھڑا ہو کر کوئی شخص اونچی آواز سے آمین کہے تو ہمارے لئے موجب فساد نماز یا کراہت نماز کا سبب ہے یا نہیں؟ (سائل غالباً حنفی ہے)

الجواب: (۱) درست ہے (۲) درست ہے (۳) درست ہے۔ (۴) نماز یا جماعت سے روکنا جائز نہیں (۵) گناہ ہے اور سخت گناہ ہے (۶) آمین بالجہر اور رفع یدین اگرچہ حنفیہ کے نزدیک مسنون نہیں ورنہ وہ ترک نہ کرتے۔ تاہم ان افعال کو بنظر حقارت دیکھنا درست نہیں۔ کیونکہ بہت سے صحابہؓ و تابعینؒ اور ائمہ مجتہدینؒ ان کو سنت سمجھتے ہیں (۷) دونوں ایک دوسرے کے ساتھ اور ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ (۸) کسی کا حنفیوں کی جماعت میں شریک ہو کر آمین بالجہر کہنا حنفیوں کی نماز کے لئے نہ موجب فساد ہے نہ موجب کراہت نماز۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ یہ جوابات صحیح ہیں۔

(سید سلیمان ندوی)

مفتی: نیز قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی مالابد میں رفع یدین کی بابت لکھتے ہیں کہ اکثر فقہاء و محدثین اثبات آں مے کنند۔ اور مولوی عبدالرحمن صاحب دیوبندی مرحوم مولانا عبدالحی صاحبؒ لکھنوی کے شاگرد تھے۔ ان کی روایت تھی کہ مولانا مرحوم رفع یدین کیا کرتے تھے۔

مولوی عبدالحق صاحب ملتانی، مولانا نوشاہ صاحبؒ دیوبندی مرحوم کے شاگرد ہیں ان کی روایت ہے کہ میں نے شاہ صاحب کو رفع یدین کرتے دیکھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح شاہ صاحب کے اور شاگردوں سے بھی سننے میں آیا ہے کہ فرمایا کرتے تھے۔ رفع یدین عمر میں کبھی کر لینا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ اس سنت کے متعلق سوال ہو باقی جوابات درست ہیں۔ (۱۸ر فروری ۱۹۳۸ء)

مولانا انور شاہؒ مرحوم (رفع یدین) کے منسوخ کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ اپنے شاگردوں کو فرمایا کرتے تھے کہ گاہے بگاہے اس پر عمل کر لینا چاہیئے تاکہ قیامت میں یہ سوال نہ ہو کہ اس سنت کو کیوں چھوڑا اس کے گواہ مولوی عبدالکبیر صاحب کشمیری حال امرتسری ہیں (اہلحدیث ۱۱ر رمضان المبارک ۱۳۶۵ھ)

تشریح فتویٰ[1] مندرجہ اخبار اہلحدیث بابت ۱ر ذیقعدہ سنہ رواں سال سوال یہ ہے کہ جمعہ و عیدین کے خطبہ ہوتے وقت جب کہ امام خطبہ دے رہا ہو۔ اس وقت کوئی شخص مسجد میں داخل ہوتے وقت السلام علیکم کہے تو اس کے جواب میں خطبہ سننے والے یا خطیب وعلیکم السلام کہتے ہیں یا نہیں؟

اس کا جواب مفتی صاحب مدظلہ العالی نے دیا ہے کہ "اگر امام خطبے میں قرآن پڑھ رہا ہو تو داخل ہونے والا...... السلام علیکم نہ کہے" الخ یہ جواب چونکہ بہت مجمل ہے لہٰذا تشریح و توضیح کے لئے ذیل کا مضمون ملاحظہ کریں۔

ناظرین کرام! اس مسئلہ میں کہ "اثناء خطبہ میں سلام کا جواب دینا یا چھینکنے والا الحمدللہ کہے تو اس کے جواب میں یرحمك الله کہنا چاہیئے یا نہیں"؟ علماء کا اختلاف ہے۔ بعض جائز کہتے ہیں اور بعض ناجائز چنانچہ جامع ترمذی شریف میں ہے۔ واختلفوا في رد السلام وتشميت العاطس ورخص بعض اهل العلم في رد السلام وتشميت العاطس والامام يخطب وهو قول احمد واسحق وكره بعض اهل العلم من التابعين وغيرهم وذالك وهو قول الشافعي۔

یعنی سلام کا جواب دینے اور چھینکنے والا الحمدللہ کہے تو اس کے جواب میں

---

[1] تشریح طلب فتویٰ اسی تشریحی بیان میں آگیا ہے فقط۔ ۔آ ذ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یرحمك الله کہنے کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ پس بعض اہل علم نے سلام کے جواب دینے اور عاطس کے جواب میں یرحمك الله کہنے کو جبکہ امام خطبہ دے رہا ہو جائز بتایا ہے اور یہی قول امام احمد اور اسحٰق کا ہے۔ اور بعض اہل علم تابعین وغیرہم نے اس کو مکروہ کہا ہے اور یہی قول امام شافعیؒ کا ہے"۔
(واضح ہو کہ بقول ابن العربی امام شافعیؒ سے بھی جواز کا قول منقول ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ نے کہا ہے کہ سلام کا دل میں جواب دینا چاہیے۔
(کذا فی تحفۃ الاحوذی ج(۱) ص۳۶۹)

جو علماء اثناء خطبہ میں سلام کے جواب دینے اور عاطس کے جواب میں یرحمك الله کہنے کو ناجائز بتاتے ہیں ان کا استدلال آیۃ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا، اور حدیث اذا قلت لصاحبك انصت فقد لغوت سے ہے چنانچہ علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے:۔
وقال اصحابنا اذا اشتغل الامام بالخطبة ينبغي للمستمع ان يجتنب ما يجتنبه في الصلوٰة لقوله تعالىٰ فاستمعوا له وانصتوا وقوله صلى الله عليه وسلم اذا قلت لصاحبك انصت الحديث فاذا كان كذالك يكره له رد السلام و تشميت العاطس انتهى۔
یعنی ہمارے اصحاب (علماء احناف) نے کہا ہے کہ جب امام خطبہ دینے میں مشغول ہو جائے تو سننے والے کو چاہیے کہ ان کاموں سے پرہیز کرے جن سے وہ نماز میں پرہیز کرتا ہے بحکم آیت فاستمعوا له وانصتوا (جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو سنو اور چپ رہو) اور بحکم حدیث اذا قلت لصاحبك انصت الخ (جب تم نے اثناء خطبہ میں اپنے ساتھی سے کہا کہ چپ رہ تو تم نے بیہودہ کام کیا) پس جب ایسا ہے تو اثناء خطبہ میں سلام کا جواب دینا اور عاطس کے جواب میں یرحمك الله کہنا مکروہ ہے۔
علمائے مجوزین اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ آیت فاستمعوا له وانصتوا اور حدیث اذا قلت لصاحبك انصت الخ سے اثناء خطبہ میں سلام کے جواب نہ دینے اور عاطس کے جواب میں یرحمك الله نہ کہنے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اُن میں "مکالمۃ الناس" (بات چیت) سے منع کیا گیا ہے۔ لہٰذا اثنار خطبہ میں بات چیت نہ کرنا چاہیئے۔ ہاں آہستہ زبان سے سلام کا جواب دینا یا عاطس کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا جائز ہے۔ علماء حنفیہ نے بھی لکھا ہے کہ خطیب جب آیت یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا پڑھے تو اس وقت تمام سامعین کو آہستہ زبان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا چاہیئے۔ کیونکہ اس سے خطبہ سننے میں خلل نہیں واقع ہوگا۔ اور حضرت مولانا محمد عبدالرحمٰن صاحب محدث مبارکپوری نے تحفۃ الاحوذی صہ ۳۶۶ ج (۱) میں تحریر فرمایا ہے۔

والاولی عندی فی الجمع بین ھذہ العمومات المتعارضۃ ان یقال المراد بالنھی عن التکلم فی حال الخطبۃ الذی عن مکالمۃ الناس وکذ المراد بالانصات السکوت عن مکالمۃ الناس دون ذکر اللہ کما اختارہ ابن خزیمۃ فاذا سکت فی حال الخطبۃ عن مکالمۃ الناس ورد السلام سرًّا فی نفسہ او شمت العاطس سرًّا وصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند ذکرہ یکون عاملا بکل ما ذکر من النھی والامر وھٰذا کما قال الحنفیۃ بجواز الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم سرًّا فی نفسہ فی حال الخطبۃ عند قراءۃ الخطیب قولہ تعالی یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا قال العینی فی البنایۃ فان قلت توجہ علیہ امران احدھما صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا والاٰمر الاخر قولہ تعالی واذا قرئ القراٰن فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا قال مجاھد نزلت فی الخطبۃ والاشتغال باحدھما یفوت الاٰخر قلت اذا صلی فی نفسہ وانصت وسکت یکون اٰتیا بموجب الامرین انتھٰی۔ ھٰذا ما عندی واللہ تعالی اعلم۔

کتبہ ابوالصمصام عبدالسلام المبارکپوری الاعظمی۔ عفا اللہ عنہ۔ ۱۳ ذی قعدہ ۱۳۵۸ھ

(اہلحدیث امرتسر ص ۲۵ جنوری ۱۹۴۰ء)

سوال: اگر زمیندار بیوپاری، ملازم، کاریگر وغیرہ جس کی معاش کا ذریعہ دارالاقامت سے بیرونی ممالک میں ہے۔ اس کو علی الدوام اسی مقام پر جانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے آدمی کے لیے قصر نماز ادا کرنے کے لیے کیا حکم ہے۔ درمیانی مسافت کے دن قصر نماز لازم آتی ہے۔ یا اس سے زیادہ دن مسافری کے لیے ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: محدثین کے نزدیک بحکم حدیث تین روز کی نیت اقامت کرنے پر قصر کرنا جائز ہے چار روز کی کرے گا تو قصر جائز نہ رہے گا۔ گھر سے نکلتے ہی قصر کا حکم لگ جاتا ہے[1]

(۹ شعبان ۱۳۳۱ھ)

سوال: قصر نماز کی حالت میں ظہر اور عصر مغرب اور عشا آپس میں جمع کر کے پڑھنی درست ہے یا نہ۔

جواب: سفر میں ظہر، عصر، مغرب، عشار کا جمع کرنا جائز ہے حدیثوں میں آتا ہے

(۹ شعبان ۱۳۳۱ھ)

سوال: فرضوں میں قصر کرنا لازم آتا ہے۔ یا سنتوں میں بھی قصر کرنا ضروری ہے بعض آدمی سفر کی حالت میں فقط فرضوں کی قصر کرتے ہیں۔ اور سنتیں مؤکدہ بھی نہیں پڑھتے کہتے ہیں۔ فرضوں میں قصر ہونے کی وجہ سے سنت کا ادا کرنا ساقط ہو جاتا ہے۔ اس لئے کیا حکم ہے۔

جواب: فرضوں کی رکعات کی کمی قصر ہے۔ سنتوں میں تاکید کم ہو کر بطور نفل رہ جاتی ہیں پڑھے ثواب ہے۔ (۹ شعبان ۱۳۳۱ھ)

سوال: امام مسجد کے لئے کن اوصاف سے متصف ہونا لازمی و لابدی ہے۔

جواب: آج کل جو امام مسجد کے کار مفوضہ ہیں ان کے لحاظ سے امام مسجد کے لئے احکام نماز کا جاننا ضروری ہے یعنی کیا کیا افعال ضروری ہیں۔ اور کن کن افعال سے نماز غلط یا فاسد ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ قرارت قرآن صحیح ہو! صلاحیت اعمال بھی ضروری ہے حدیث شریف میں آیا ہے۔ اجعلوا ائمتکم خیارکم۔ اپنا امام نیک لوگوں کو مقرر کیا کرو۔ (۲۰ ذی قعدہ ۱۳۳۱ھ)

سوال: امام مسجد کے فرائض کیا ہیں۔

---

[1] یہ بعض محدثین کا مسلک ہے جو حجاج کے بعد فراغت تین روز کی اجازت سے مستنبط ہے اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں باب منعقد کیا ہے۔ باب ما جاء فی التقصیر و کم یقیم حتی یقصر ثم ذکر حدیث ابن عباس قال اقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسعۃ عشر یقصر نحن اذا اقمنا تسعۃ عشر قصرنا اقمنا اتممنا پس انیس روز سے زائد سے اتمام ثابت ہے نا کہ تین سے زائد ۱۲ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: امام کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک مقتدیوں کی طرف سے یعنی جو کام ان کے سپرد ہوں ان کا انجام دینا۔ اس کا فرض ہے۔ اگر فرائض کی تصریح نہ ہو۔ تو امام لفظ سے یہی سمجھا جائے گا کہ نماز کا وقت پر پڑھانا۔ اس کا فرض ہے دوسری حیثیت اس کی نیابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے یعنی اپنی قابلیت واستعداد کے اندر اپنے مقتدیوں کو دین و دنیا کی فلاح و بہبود کی رہنمائی کرتے رہنا۔ (۲ ذی قعدہ ۱۳۲۹ھ)

سوال: امام مسجد کی وجہ معاش کیا ہونی چاہیئے (امامت) جیسا کہ ابنائے زمان کا دستور ہے یا کوئی آزاد پیشہ۔

جواب: امام کی وجہ معاش اس کی اپنی محنت سے جو کچھ بھی ہو! اگر متولیان مسجد کی طرف سے بطور مشاہرہ یا بطور تحفہ کے کچھ ملے۔ تو اس کو قبول کرنا بھی جائز ہے۔ خلفائے راشدین کے وظائف مقرر تھے۔ لیکن آزاد پیشہ بہترین معاش ہے۔ (۲ ذی قعدہ ۱۳۲۹ھ)

سوال: امام کا عزل ونصب کس کے ہاتھ میں ہونا چاہئے۔ موروثی یا خود ساختہ امام کے متعلق کیا حکم ہے۔

جواب: امام کا عزل ونصب نمازیوں کے اختیار میں ہے۔ اگر مسجد کا متولی کوئی خاص شخص مقرر ہو، جس کو عزل ونصب کا اختیار دیا گیا ہو، تو اس کو اختیار ہوگا بغیر اختیار دئیے جانے کے کوئی متولی باپ کا بیٹا ہونے سے متولی نہیں ہوسکتا امام کا عہدہ موروثی نہیں۔ خود ساختہ امام پر قوم ناراض ہو تو امام معزول ہوسکتا ہے۔ (۲ ذی قعدہ ۱۳۲۹ھ)

سوال: مسجد کے حریم قدس میں پیروان اسلام کی سیاسی۔ تعلیمی۔ تجارتی وغیرہ فلاح بہبود کے متعلق تبادلۂ خیالات اور مشورہ باہمی کے لیے جلسے منعقد کرنے کے بارے میں کیا احکام ہیں۔

جواب: مسجد میں سیاسی۔ تعلیمی۔ تجارتی۔ یہ قسم کی تقریریں جائز ہیں۔ کیونکہ یہ سب کچھ قرآن مجید میں بطور تعلیم درج ہیں۔ البتہ تجارت کرنی مسجد میں منع ہے۔ تعلیم تجارت منع نہیں۔ (۲ ذی قعدہ ۱۳۲۹ھ)

سوال: بازار میں نماز ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں ہوتی تو کیوں۔ بسبب مجمع کثیر کے اس حالت میں ایک مصلی دکاندار کیا کرے۔ اگر بیرون بازار جائے تو اس کے سودے کا محافظ نہیں تو مجمع منتشر ہونے پر پڑھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: بازار سے مطلب غالباً وہ مکان ہے۔ جو بازار میں ہو۔ تو جواب یہ ہے کہ محض فرضیت ادا ہو جاتی ہے۔ جماعت اور مسجد کا ثواب نہیں۔ ۱۷ رجب ۱۳۴۶ھ

سوال: زید تاجر ہے۔ روزمرہ اسے بوقت ظہر سودا فروخت کرنے سے فرصت نہیں ملتی صورت موجودہ میں جمع تاخیر کر سکتا ہے۔

جواب: کر سکتا ہے۔ مگر خطرہ ہے۔ کہ آیت لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ۔ کے تحت میں نہ آ جائے۔ (۱۷ رجب ۱۳۴۶ھ)

شرفیہ: صورت مذکورہ میں ہرگز جائز نہیں اس لئے کہ فرمان باری تعالیٰ ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا الآیہ پ ۵ ع ۱۲۔ ہر نماز کا وقت معین ہے۔ ہاں جہاں اور جس صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ ثابت ہو وہاں جمع جائز ہے اس کے سوا جائز نہیں اور سفر میں بے شک جمع حقیقی ثابت ہے اور وہ قصر میں جمع صوری اور لبس اگر یہ ہے تو جائز ورنہ باطل۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بھر میں کبھی ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھی؟

جواب: کسی حدیث میں نہیں ملتا واللہ اعلم۔ (اہلحدیث ۵ مئی ۱۹۲۳ء)

سوال: کوئی شخص عورتوں کو عیدگاہ میں لے جانے کی کوشش کرے تو اس کی مخالفت کرنی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ہرگز مخالفت جائز نہیں۔ (۵ مئی ۱۹۲۳ء)

سوال: جس مسجد میں سب لوگ جمع ہو سکیں اس مسجد میں نماز عیدین صحرا سے افضل ہے یا صحرا ہی میں افضل ہے۔

جواب: جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی وہاں ہی افضل ہے (" ")

سوال: عمارت مسجد میں مشرکین سے امداد لینی جائز ہے کہ نہیں نیز قربانی کی کھال فروخت کرکے اس کی قیمت عمارت مساجد میں لگانی جائز ہے کہ نہیں؟

جواب: مشرک اگر محض للہ امداد دیں تو جائز ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے کعبہ شریف کی عمارت مشرکوں نے اپنی لاگت سے بنائی تھی قربانی کی کھال کا مصرف فقراء و مساکین ہیں حدیث شریف میں ایسا ہی آیا ہے۔ (اہلحدیث ۱۳ مئی ۱۹۳۲ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوٹ: محب مخلص حکیم عبدالرزاق صاحب قصوری اس پر تعاقب کرتے ہیں کہ سوال کے جواب میں فرمان الٰہی ہے قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ اور فرمان نبی صلعم لن استعین بمشرک ہمیشہ دینی کام میں استعانت کو منع ہے عمارت بیت اللہ شریف پر قیاس مع الفارق ہے بعد فتح کی کوئی آیت یا حدیث پیش فرمائیں۔ تو مقبول ہے۔

جواب: عدم قبول معطی کے حق میں ہے اس سے چندہ لینا ثابت نہیں ہوتا لن استعین بھی استعانت کو مانع ہے یعنی امداد خواہی نہ کرے لیکن دینے والا از خود دے تو بحکم حدیث شریف (اذا اعطیت بلا اشراف نفس فخذ) لینا جائز ہے بشرطیکہ مال حرام نہ ہو۔ فاندفع ما اورد (اہلحدیث ہند)

سوال: کیا اذان دینے والا شخص امام بن سکتا ہے کیا اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے۔ (سید عبداللہ بن حاجی سید نعمت اللہ مدراس)

جواب: حدیث میں ثابت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی اذان دی اور جماعت کرائی تھی مؤذن کے پیچھے نماز درست ہے (۱۸ اگست ۱۹۳۲ء)

سوال: نماز تراویح دو دو رکعت پڑھنے کا حکم یا چار چار رکعت اگر نماز تراویح چار رکعت ایک سلام سے پڑھی جائے تو دو رکعت کے بعد عمداً قعدہ یعنی تشہد پڑھنے کے لئے بیٹھیں تو کیا یہ نماز صحیح ہوگی۔ (سائل مذکور)

جواب: حدیث شریف میں رات کی نماز دو دو رکعت آئی ہے مگر چار بھی آنحضرتؐ سے ثابت ہیں ایسا بھی آیا ہے کہ آنحضرتؐ نے آخر میں قعدہ کیا ایسے مسائل میں تنازع نہیں کرنی چاہئے (اہلحدیث ۵ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ)

تتمہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان سوالات میں کہ زید کہتا ہے نماز تراویح کچھ نہیں بدعت ہے نہ وہ پڑھتا ہے اور نہ کسی کو پڑھنے دیتا ہے۔ جو آدمی نماز تراویح پڑھنے آتا ہے اس کو مسجد سے بھگا دیتا ہے نماز تراویح کو اول رات، جماعت سے پڑھنا یہ سب کاموں کو بدعت کہتا ہے (۲) نماز فرض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بدعت ہے یا درست؟ (۳) مسجد میں محراب بنانا بدعت ہے جس مسجد میں محراب ہو قطعاً نماز نہ ہوگی، کہتا ہے درست ہے یا نہیں؟ (۴) صدقۃ الفطر غیر صالح یعنی جو لوگ تمام شرعی کاموں پر ایمان رکھتا ہے مگر عملاً کبھی نماز چھوڑتا ہے گانا سنتا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نشہ پیتا ہے وغیرہ اس قسم کے آدمی کو دینا درست ہے یا نہیں؟ (۵) رمضان میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تراویح و تہجد دونوں ساتھ پڑھتے تھے یا صرف تہجد۔ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کیا عمل تھا۔
بینوا بالدلیل توجروا۔

الجواب: (۱) زید غلط کہتا ہے، تراویح کی نماز سنت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہے جیسا کہ صحاح ستہ کی حدیثوں سے پتہ چلتا ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمن انہ سال عن عائشۃ رضی اللہ عنہا کیف کانت صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ الخ اور حضرت عمرؓ نے ابی بن کعب و تمیم داری کو تراویح کی نماز پڑھانے کے لئے امام مقرر کر دیا تھا۔ چنانچہ موطا امام مالک میں ہے۔ عن السائب بن یزید انہ قال امر عمر بن الخطابؓ ابی بن کعبؓ و تمیما الداری ان یقوما للناس باحدی عشرۃ رکعۃ الخ اس نماز کو اول شب و وسط اور آخر شب میں، ہر طرح پڑھنا جائز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر آخر شب میں پڑھی ہے ایک مرتبہ اول شب سے آخر تک بھی پڑھی ہے۔ اور صحابہ کرامؓ آپ کے پیچھے جماعت سے پڑھتے تھے۔ فرض ہونے کے خوف سے آپ نے منع فرمایا جب آپ کا انتقال ہو گیا (صلی اللہ علیہ وسلم) تو صحابہ کرامؓ نے جماعت سے نماز پڑھی ہے پہلے زمانے میں اس نماز کو قیام اللیل کہتے تھے بعد میں اس کو تراویح کہنے لگے نام کے بدلنے سے ماہیت نہیں بدلتی۔ اس کی نظریں بہت سی ہیں اور تراویح پڑھنے والے کو مسجد سے نکال دینا سخت گناہ ہے اور نکالنے والا آیت وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ کا مصداق ٹھیرے گا۔

(۲) فرض نمازوں کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز بلکہ سنت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ما من عبد بسط کفیہ فی دبر کل صلوۃ (الحدیث) رواہ الحافظ ابو بکر بن السنی عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما انحرف رفع یدیہ ودعا الخ رواہ الحافظ ابو بکر بن ابی شیبۃ عن محمد بن یحیی الاسلمی قال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رأيت عبد الله بن الزبير ورأى رجلا رافعا يديه قبل ان يفرغ من صلوته فلما فرغ منها قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يرفع يديه حتى يفرغ من صلوته (رجاله ثقات كذا في كتاب فضل المعاني لاحاديث رفع اليدين في الدعاء -

(۳) بعض کے نزدیک بدعت ہے مگر راقم کے نزدیک جائز ہے اور جس مسجد میں محراب ہے اس میں نماز بلاکراہت جائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۴) دے سکتے ہیں بشرطیکہ غریب، مسکین، ضرورتمند مستحق ہو۔ زکوٰۃ تالیف کی حیثیت سے جب کہ غیر مسلم کو دے سکتے ہیں تو مسلم فاسق کو بدرجہ اولیٰ دینا جائز ہے۔

(۵) اس کا جواب پہلے سوال کے جواب میں آچکا ہے اگر عشاء کے بعد قیام اللیل کر لیا جائے تو یہ تراویح ہے اور سو جانے کے بعد وسط یا آخر شب میں قیام اللیل کرے تو یہ تہجد ہے اور دونوں طرح جائز ہے۔ جب اول شب میں پڑھ لیا تو آخر شب میں تہجد پڑھنا چاہیے اور اگر آخر شب میں پڑھا تو وہی تراویح اور وہی تہجد ہو جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم (راقم احقر عبدالسلام عفرلہ مدرس مدرسہ حاجی علی جان دہلی۔ اخبار محمدی دہلی۔ ۱۵ دسمبر ۱۹۴۲ء)

سوال: زید کا گھر گائے بیل بھینس کے گوبر سے لیپا جاتا ہے اور زید کے سب گھر والے وضو کرنے کے بعد بغیر جوتے کے اس لیپی ہوئی جگہ پر ننگے پیر پھرتے ہیں پھر اسی وضو سے دوبارہ بغیر پیر دھوئے نماز پڑھ سکتے ہیں تو کیا اس میں کچھ کراہت تو نہیں ہے اور کیا ایسے گوبر سے لیپی ہوئی جگہ پر صرف رومال یا جانماز بچھا کر نماز پڑھنا جائز ہے کیا مسلمانوں کو اپنے گھر گوبر سے لیپنا جائز ہے۔ (سائل مذکور)

جواب: گوبر سے لیپنا نہ چاہیے لیکن لپے ہوئے خشک پر سوکھے پیر چلنے سے پیر ناپاک نہیں ہوتے اس پر جانماز بچھا کر پڑھ سکتے ہیں۔ اللہ اعلم۔ (اہلحدیث ۵ ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ)

سوال: علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں اللہ اور اس کے رسول صلعم کا کیا حکم ہے کہ ایک شخص مسمی زید کہتا ہے کہ مقتدی ہو کر سینہ پر ہاتھ باندھنا اور مقتدی ہو کر رفع الیدین کرنا اور مقتدی ہو کر آمین بالجہر کہنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل سے ہرگز ثابت نہیں ایک دو وقت مقتدی ہونے کے باوجود بھی آپ نے ان افعال مذکورہ سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی ایک کو بھی نہیں کیا۔ بکر کہتا ہے اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے آپ کو اچھا نمونہ بنا کے آپ کے نقش قدم پہ چلنے یعنی آپ کی پوری اتباع کر لینے کی بہیں تاکید شدید مطابق آیت کریمہ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کی ہے۔ علاوہ ازیں حدیث شریف سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔ حدیث شریف" صلوا کما رایتمونی اصلی" تم نماز پڑھو جس طرح کہ مجھ کو نماز پڑھتا ہوا دیکھتے ہو یعنی تم میرے نماز جیسی نماز پڑھو پس ہر ایک امام اور مقتدی کے لئے آپ کا یہ حکم شامل ہے اور عام ہے اس سے کوئی مستثنیٰ ہو نہیں سکتا اب میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ ان دو شخصوں یعنی زید و بکر میں سے کس کا کہنا شرع شریف کے مطابق ہے نصوص شرعیہ کے ساتھ ارقام فرمائیں۔ العاجز عبد الرزاق عفی عنہ مدرس پنشن خوار محلہ سید واڑی قصبہ چن پٹن ضلع بنگلور)

دیوبندی جواب زید کہتا ہے کہ بحالت اقتدار سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ان امور مذکورہ کا صدور کہیں ثابت نہیں من ادعی فعلیہ البیان اور حضور کا عدم رفع یدین و عدم جہر بالا میں حدیث سے ثابت ہے دیکھو ترمذی شریف ان افعال کا منکر نا جی اسوۂ حسنہ اور صلوا کما رایتمونی اصلی میں داخل ہے۔ اور تاریخ فعل و عدم فعل کی کسی کو معلوم نہیں تاکہ ایک دوسرے کو ناسخ و منسوخ کہا جائے اب البتہ ترجیحات ہیں لہٰذا مناقشہ فضول ہے۔ (ریاض الدین مفتی دار العلوم دیوبند)

اہلحدیث کسی فعل کے سنت یا مستحب ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام کیا اس پر یہ سوال کہ حالت امامت میں کیا حالت اقتدار میں بے حاجت ہے۔ اس سوال کی صحت نہ قرآن و حدیث سے ہوتی ہے نہ کتب اصول سے کیونکہ علمائے اصول نے کہیں یہ شرط نہیں لگائی کہ فعل نبوی اقتدار میں ہو یا امامت میں بس جو فعل ثابت ہے وہ ہر حال میں قابل اتباع ہے عدم رفع اور عدم جہر کی روایا صحیح نہیں۔ درصورت صحت بطریق علم اصول مسئلہ بالکل صاف ہے کیونکہ مسنون امر کی تعریف یہ ہے کہ اس کو رسول اللہ صلعم نے کبھی ترک بھی فرمایا ہو پس ترک نبوی ماہیت سنت میں داخل ہے کیونکہ متبع سنت کے لئے اس فعل کا ترک کرنا اتباع سنت نہیں بلکہ نقص ثواب ہے مثلاً ہر نماز کے لئے وضو مامور بہ ہے لیکن وضو ہونے کی صورت میں ترک وضو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے نماز پڑھنی جائز ہے مگر وضو کرنے کا ثواب نہیں ٹھیک اسی طرح ترک رفع ترک ثواب ہے ترک فعل سنت نہیں فافہم (۹ صفر ۱۳۵۲ھ)

تشریح: سوال میں جو صورت بتائی ہے کہ اقتدار میں حضور صلعم سے فلاں فلاں امور ثابت نہیں لہٰذا وہ قابل عمل نہیں اس پر خدشہ ہے کہ حضور صلعم سے بحالت اقتدار نماز کی تفصیل بھی ثابت نہیں مثلاً پہلے تحریمہ پھر ثنا، پھر پہلا رفع یدین پھر قیام وقراءت پھر رکوع پھر رکوع کی تسبیحات پھر قومہ پھر قومہ کا ذکر سمع اللہ لمن حمدہ یا صرف ربنا لک الحمد پھر دو سجدے اور تسبیحات پھر قعدہ اولی اخریٰ اور تشہد و درود وغیرہ پھر ان امور کا جواب جو ہوگا وہی اور امور مثلاً رفع یدین ثلاثہ وغیرہ کا ہوگا اصل یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ سے قول سے یا فعل سے کسی امر کا ثبوت عمل کے لئے کافی ہے تاوقتیکہ اس کی نفی ثابت نہ ہو اور یہاں تعارض ہے نہیں اس لئے کہ تعارض میں مساوات شرط ہے جو یہاں مفقود ہے اور بغرض تسلیم قول سائل جب تعارض نہ ہوا تو پھر دونوں صورتیں قابل عمل نہ رہیں لہٰذا فریقین کا عمل غلط ہوا۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کیا بیہودہ استدلال ہے لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: وہ جگہ جو نماز پڑھنے کے لئے وقف کردی گئی ہے اور جس پر زمانہ دراز سے نماز پڑھی جاتی ہے (یعنی وہ مسجد ہے) اس کو توڑ کر اس پر دکانیں بنوانا اور پھر ان دکانوں پر مسجد تعمیر کرنا مذہب اسلام میں جائز ہے یا نہیں۔ یہ دکانیں کرایہ پر دی جاتی ہیں جس میں غیر مذہب کے لوگ خرید و فروخت کرتے ہیں۔

جواب: جو مکان شرعی مسجد بن جائے اس پر دکانیں یا (سوائے سجدہ گاہ کے) اور کچھ بنانا جائز نہیں اَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ (اہلحدیث ۱۰ جولائی ۱۹۳۱ء)

سوال: بحالت ادائے نماز مرد بالغ کون کون عضو بدن کا چھپائے رکھنا لازمی ہے یعنی سر کا حصہ کس قدر ڈھکا ہو ہاتھ اور ٹانگیں کہاں سے کہاں تک ڈھکی ہوں فی زمانہ قمیص اور کرتہ کی آستینیں ایسی قطع کرائی جا رہی ہیں کہ کہنی کھلی رہتی ہے ایسی قمیص یا کرتے کو پہن کر جس سے کہنی کھلی رہے نماز میں کوئی نقص پڑتا ہے یا نہیں۔ (شفیق الحسن از شہر ...)

جواب: کہنی کھلی ہو یا سر ننگا ہو نماز جائز ہے حدیثوں میں اس کا ثبوت ہے۔

(اہلحدیث ۱۰ جولائی ۱۹۳۱ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: ہمارے یہاں ایک نیا طریقہ جاری ہو رہا ہے کہ ہر نماز میں جماعت کے بعد ہر نمازی ایک دوسرے سے مصافحہ کرنے کے بعد مسجد سے باہر نکلے آیا یہ طریقہ عہد رسالت میں جاری تھا۔ یا زمانہ خلافت راشدہ میں جاری کیا گیا تھا؟ آیا اس کی کوئی اہمیت بھی ہے یا محض منگھڑت بدعت ہے (شفیق الحسن از شہر بریلی)

جواب: نہ زمانہ رسالت میں نہ عہد خلافت میں اس کا ثبوت ہے نہ فقہ یا حدیث کی کسی کتاب میں یہ حکم ملتا ہے اس لئے بدعت ہے ہاں چلتے ہوئے واپسی کا سلام کہے چلا جائے (اہلحدیث ۱۰ جولائی ۱۹۳۱ء)

سوال: جمعہ میں ایک شخص خطبہ پڑھائے اور دوسرا شخص نماز پڑھائے (اور ایسا کبھی کبھی کرتے ہیں) تو ایسا کر سکتے ہیں اس کے ثبوت میں کوئی صحیح حدیث ہے اگر نہیں ہے تو ایسا کرنا بدعت ہے یا نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب: ضرورت ہو تو جائز ہے منع پر کوئی دلیل نہیں نہ اس کی مثال ملتی ہے اس لئے معفو عنہ ہے۔ (اہلحدیث ۲۱ اگست ۱۹۳۱ء)

سوال: خطبہ کی اذان کس جگہ دی جائے۔

جواب: مسجد ہی میں ہوتی تھی جیسے پنجوقتہ البتہ پہلی اذان اونچے منارہ پر کہلائی جاتی تھی۔ اللہ اعلم۔ (اہلحدیث ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۱ء)

سوال: خطبے میں بزبان دیسی وعظ کہنے کی اجازت ہے یا نہیں۔

جواب: ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ میں وعظ و نصیحت فرماتے تھے۔

(۲۱ اگست ۱۹۳۱ء)

سوال: زید بحالت نماز سجدہ تلاوت کر لیتا ہے مگر بغیر نماز کبھی نہیں کرتا کیا یہ فعل درست ہے (شیخ قاسم علی)

جواب: محدثین سجدہ تلاوت فرض واجب نہیں کہتے زید نے اگر یہ مذہب اختیار کیا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ (اہلحدیث ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۱ء)

اگرچہ فرض واجب نہیں مگر ترک سجدہ پر دوام خلاف سنت ضرور ہے اور اس میں شائبہ فمن راغب عن سنتی الحدیث کا ہے لہٰذا اس پر دوام برا ہے۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: گھر میں یا جنگل میں یقین قبلہ ٹھیک خط عربی پر نہ ہو بلکہ بین المغربین ہو تو کیا نماز درست

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوگی؟ مسجد بنانے کے لیے یقینی قبلہ کا قاعدہ کیا ہے۔ (سائل مذکور)

جواب: ہندوستان میں سمت قبلہ بین المغربین ہی ہے گھر ہو یا جنگل اسی اصول پر مسجد بنتی ہے۔ (اہلحدیث ۱۶/ اکتوبر ۱۹۳۱ء)

سوال: ارسال یدین سے نماز پڑھنے کی دلیل امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کیا ہے۔ (سائل مذکور)

جواب: امام مالک کی کسی کتاب میں دلیل نہیں ملی غالباً رفع کے عدم ثبوت سے ارسال سمجھا ہوگا۔ اللہ اعلم۔ اہلحدیث ۱۶/ اکتوبر ۱۹۳۱ء)

سوال: حالت خطبہ میں بوجہ گرمی کے پنکھا کر لینا جائز ہے یا نہیں؟ زید کا خیال ہے ایسا کرنا آداب مجلس کے خلاف ہے۔ (ایم عبدالقدوس خریدار نمبر ۲۰۸۷)

جواب: ایک حدیث میں آیا ہے بعض صحابہ گرمی میں مٹھی میں مٹی بھر لیتے اور سجدہ کرتے وقت ماتھے کے نیچے رکھ لیتے تاکہ ماتھے کو آرام پہنچے۔ اس حدیث سے اگر استنباط کیا جائے تو پنکھے سے آرام حاصل کرنا جائز معلوم ہوتا ہے۔ (اہلحدیث ۱۳/ نومبر ۱۹۳۱ء)

اس مسئلہ میں ۱۳۲۲ھ میں کتبخانہ مولانا شمس الحق صاحب ڈیانوی سے جب میں ان کے پاس ٹھہرا ہوا تھا کچھ آثار صحابہ یا تابعین ہیں نے قلمی کتابوں سے نقل کئے تھے جو اس وقت موجود تھیں۔ دہلی میں کتب میں رہ گئے ان سے جواز ثابت ہوتا تھا واللہ اعلم۔

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: ایک مسجد کا مال یا سامان یا روپیہ اگر فاضل ہو اور دوسری مسجد میں اس کی ضرورت ہو تو لگ سکتا ہے یا نہیں؟ مسجدیں دونوں عام چندے سے تعمیر ہوئی ہیں اور متولی بھی دونوں مسجد کا ایک ہی شخص ہے۔ (سکریٹری انجمن فلاح المسلمین)

جواب: مساجد کا سامان کسی مسجد سے مخصوص نہیں تو دوسری میں منتقل کرنا جائز ہے۔ اَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ۔ (۲۹/ جنوری ۱۹۳۲ء)

سوال: رکوع وسجدہ کے درمیان اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اور اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ کو لوگ آہستہ پڑھتے ہیں۔ دونوں طرح ثابت ہے یا نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب: ایک مرتبہ بلند آواز سے پڑھنا ثابت ہے عموماً آہستہ۔ (۲۹/ اپریل ۱۹۳۲ء)

سوال: فرض نماز کے بعد دعا میں مناجات فارسی یا اردو اشعار کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: جس عبارت کا مضمون صحیح اور معنی سے رقت پیدا ہو اس کا پڑھنا جائز ہے۔ بناوٹ اور تکلف نہ ہو۔ (۱۳ مئی ۱۹۳۰ء)

سوال: ہم جب حنفیوں کی مسجد میں نماز ادا کرنے جاتے ہیں تو وہ لوگ پاؤں سے پاؤں نہیں ملاتے بلکہ اگر ہم ملاتے بھی ہیں تو وہ لوگ اپنی طرف اپنے پاؤں کھینچ لیتے ہیں۔ اگر ہم گھر تک اپنے اہل وعیال کے ساتھ جماعت کر لیں تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: نماز مسجد میں پڑھنی بہتر ہے۔ پیر ملانے پر اگر کوئی ناراض ہو تو گناہ اس کو ہے۔ چاہیے کہ جماعت کھڑی ہونے کے وقت پیر ملا لیا کریں جو لوگ رکوع کے وقت ملانے کی کوشش کرتے ہیں ان کو چاہیے کہ کھڑے ہوتے ہی ملا لیا کریں۔ واللہ اعلم (۱۳ مئی ۱۹۳۰ء)

سوال: لوگ کہتے ہیں کہ نماز وتر کے بعد کوئی نماز نہیں ہے بعض مولوی دو رکعت نفل پڑھنے کو کہتے ہیں تو نفل پڑھنے کا کیا ثبوت ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ نفل صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی لئے مخصوص تھے تو پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ اور صرف آپ کے لئے خاص ہونے کی دلیل ہے۔ مدلل جواب دے کر شکوک دور کریں۔ (عبد القیوم بنارس)

جواب: حدیث میں آیا ہے کہ رات کی آخری نماز وتروں کو کیا کرو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد وتروں کے نفل پڑھی، اسی لئے اختلاف پیدا ہوا۔ میرے ناقص فہم میں وتروں کے بعد نفل پڑھنے جائز ہیں، اور جس حدیث میں آخر نماز وتر کرنے کا ارشاد ہے اس میں وتر سے مراد نماز تہجد ہے۔ یہ معمولی وتر نہیں۔ جیسا حدیث شریف میں ہے یا اهل القرآن اوتروا یعنی تہجد پڑھا کرو، پس معنی حدیث کے یہ ہیں کہ آخر رات کو تہجد پڑھا کرو۔ اس تہجد میں وتر ساتھ پڑھے جائیں تو بعد وتروں کے نفل پڑھ سکتا ہے کیونکہ وہ نفل بھی تہجد میں داخل ہیں۔ واللہ اعلم (۲۹ محرم ۱۳۴۲ھ)

سوال: نماز پڑھتے ہوئے امام سورت بھول گیا۔ اور پیچھے سے کوئی لقمہ دیوے۔ تو لقمہ نہیں لیتا نماز سے سلام پھیر دیتا ہے۔ تین آیت سے زیادہ پڑھ گیا۔ تو بھی کہتا ہے کہ شروع ٹھیک ہے۔ سجدہ سہو کی حاجت نہیں۔ جواب سے ممنون ومشکور فرماویں۔

جواب: امام بھول جائے۔ تو اسے بتا دینا چاہیے۔ جائز ہے۔ امام کو قبول کرنا چاہیے قرارت میں بھولنے پر سجدہ سہو کرنا ضروری نہیں۔ (۲۵ جمادی الاوّل ۱۳۴۶ھ)

شرفیہ: امام قرارت میں کچھ بھول جائے تو مقتدیوں کو بتانا لازم ہے جو امام کو لقمہ لینا لازم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جو امام لقمہ نہیں قبول کرتا وہ شرعی حکم سے بے خبر ہے یا دیدہ ودانستہ شرع کا مخالف ہے قابل امامت نہیں کہ رسول اللہ صلعم کی سنت کا خلاف دانستہ کرتا ہے حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم نماز میں قرارت بھول گئے آیت چھوٹ گئی تو آپ نے ابی بن کعب صحابی کو فرمایا جب تو نماز میں تھا تو پھر مجھ کو کیوں نہ یاد دلایا یہ دونوں حدیثیں سنن ابی داؤد باب الفتح علی الامام فی الصلوٰۃ ص۱۳۸ ج (۱) میں ہیں۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: مستورات کو نماز پڑھنے کے وہی طریقے ہیں جو دونوں کے لئے ہیں۔ یا ان کے لئے بعض جداگانہ حکم ہے مثلاً اکثر عورتیں نماز میں فرداً فرداً ہی پڑھا کرتی ہیں۔ تو ان کو نماز فرائض کے واسطے تکبیر کہنی چاہیے۔ جیسا کہ مرد تکبیر کہہ کر پڑھا کرتے ہیں یا عورتوں کو تکبیر ہی کے بغیر فرض نماز پڑھنا چاہیے اگر تکبیر کہہ کر پڑھنا چاہیے۔ تو بلند آواز سے یا خفیہ طور سے۔

جواب: عورتیں نماز میں مثل مردوں کے ہیں۔ سوا ان حکموں کے جو مستثنیٰ ہیں۔ مثلاً پردہ میں فرق جماعت مردوں سے پیچھے کھڑا ہونے میں تکبیر کہنے میں فرق نہیں آیا۔ عورتیں اگر جماعت کرائیں تو بیشک کہیں۔ (۱۶ جمادی الاوّل ۳۹ھ)

سوال: بیوی اگر شوہر کے ساتھ فرض نماز پڑھے تو بیوی کو تکبیر کہنی چاہیے۔ یا شوہر ہی تکبیر کہے۔ اور نماز پڑھائے۔

جواب: بیوی تکبیر (اقامت) کہے۔ تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (۲۳ جمادی الثانی ۳۹ھ)

سوال: جس مکان میں پانچ سات عورتیں ہوں۔ اگر یہ سب یا تین چار مل کر گھر میں ہی جماعت سے نماز پڑھا کریں تو کیا ثواب واجر نماز کی مستحق ہوں گی۔ یعنی جماعت کا ثواب ملے گا۔ یا نہیں یا فرداً فرداً ہی پڑھنا بہتر ہے۔

جواب: بیشک ثواب ملے گا لا یضیع اجر المحسنین (۲۳ جمادی الثانی ۳۱ھ)

سوال: آلت پیشاب گاہ کو سہواً یا قصداً ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں۔

جواب: بغیر کپڑے کے لگنے تو احتیاطاً وضو کرے یہ مذہب ارجح ہے۔ (۱۴ صفر ۳۹ھ)

شرفیہ: مس ذکر سے وضو ٹوٹ جاتا ہے لہٰذا وضو کرنا فرض ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مس ذکرہ فلیتوضأ رواہ ابن ماجۃ والاثرم وصححہ احمد وابوزرعۃ وایضاً قال صلی اللہ علیہ وسلم من افضی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیدہ الی ذکرہ لیس دونہ ستر فقد وجب علیہ الوضوء رواہ احمد و ابن حبان فی صحیحہ وقال حدیث صحیح سندہ عدول نقلتہ وصححہ الحاکم وابن عبد البر واخرجہ البیہقی والطبرانی فی الصغیر وقال ابن السکن ھو اجود ما روی فی ھذا الباب انتہی ما فی نیل الاوطار (ص۲۱۱ ج۱)

(ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: عید کی نماز میں کتنی بار تکبیر جائز ہے اور رفع یدین کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: صحیح ترین طریقہ نماز عید کا بعد تکبیر اول کے سات تکبیریں زائد سنت ہیں دوسری رکعت میں کھڑے ہوتے ہی پانچ تکبیریں زائد سنت ہیں ہر تکبیر کے بعد رفع یدین کرنا سنت ہے تکبیر تحریمہ کے ساتھ نماز میں داخل ہو چکا ہے۔ اس لئے ہاتھ باندھ لینے چاہئیں اور زائد تکبیریں کہنے کے وقت رفع یدین کرنی چاہیئے اس رفع یدین کو حنفیہ بھی مانتے ہیں۔

(۴ رصفر ۱۳۵۰ھ) عید کی نماز میں رفع یدین کرنا حضرت عمرؓ اور ابن عمرؓ سے بحوالہ سنن بیہقی وابن منذر تلخیص الحبیر ص۱۴۴ ج۱) میں ہے۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: دیہات میں جمعہ پڑھنا جائز ہے کہ نہیں (شیر علی)

جواب: جمعہ دیہات میں وجوباً و فرضاً پڑھنا چاہیئے اس لئے کہ ادلہ مثبت وجوب جمعہ عام ہیں، جیسے قولہ علیہ السلام الجمعۃ واجب علی کل محتلم الحدیث رواہ ابوداؤد والنسائی شروط جمعہ جن سے دیہات کو مستثنیٰ کیا جاتا ہے ثابت نہیں ہیں (اللہ اعلم۔ (۱۹ شعبان ۱۳۳۱ھ)

شرفیہ: جمعہ اہل دیہات پر بھی فرض ہے اس لئے کہ آیت شریفہ یاایھا الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰۃ الآیۃ میں شہری دیہاتی سب ہی شامل ہیں ایسے ہی حدیث نبوی لینتھین اقوام عن ودعھم الجمعات.... او لیختمن اللہ علی قلوبھم الحدیث (صحیح مسلم) اس میں سب لوگ شامل ہیں دیہاتی بھی شہری بھی سوائے عورت بچے مریض غلام کے سب پر جمعہ واجب یعنی فرض ہے (ابوداؤد مشکوٰۃ ص۱۲۱ ج۱)۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبا اور مدینہ کے درمیان ایک بستی دگاؤں میں جمعہ پڑھا (سنن بیہقی وابن سعد) ایک مرسل میں ہے جمع فی سفر وخطب (مصنف عبد الرزاق) اور جواثا میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ

www.KitaboSunnat.com

وسلم نے جمعہ نہیں پڑھا تھا بلکہ آپ کے زمانہ میں صحابہ نے پڑھا تھا (صحیح بخاری ص ۱۲۲ ج ۱)
حضرت عمرؓ نے عمال کو خط لکھا ان تجمعوا حیث ما کنتم اخرجہ سعید بن
منصور انتہیٰ روایات مذکورہ ملاحظہ ہوں (التلخیص الحبیر ص ۱۳۲ ج ۱) و ص ۔

(ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: پانی ناپاک کس طرح ہوتا ہے اور اس کے پاک کرنے کا کیا حکم ہے کیا ابتدائے اسلام میں تا خلافت راشدہ ۳۰ سال تک آب نوشی کے چاہات نہ تھے اگر تھے تو ان میں کوئی چیز مثلاً چوہا چڑیا یا بلی کتا گرتا تو کس طرح پاک کرتے تھے اور اگر کوئی میلا کپڑا گرتا تھا تو کس طرح پاک کرتے تھے۔ (شجاع الدین پشاور)

جواب: پانی جتنا بھی ہو پاک ہے جب تک اس میں کوئی ناپاک چیز اتنی نہ گرے جس سے اس کی بو یا مزہ یا رنگ بدل جائے زمانہ نبوت میں پانی کے کنویں تھے مگر ایسے جانور گرنے سے ناپاک نہ سمجھے جاتے تھے یہ رائے پچھلوں کی ہے وہاں وہی قانون تھا جو مذکور ہوا۔ (۲۱ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ)

تشریح سوال چہ فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ اگر سگ در چاہ افتاد چہ حکم است بینوا۔ (یعنی جس کنویں میں کتا گر جائے اس کے لیے کیا حکم ہے)

الجواب: حکم چاہ مذکور آنست کہ اگر آب آں چاہ از افتادن سگ متغیر نہ شدہ است بلکہ بر حال خود است آں چاہ طاہر است واگر بو یا مزہ یا رنگ متغیر شدہ است نجس است عن ابی سعید الخدری قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الماء طہور لا ینجسہ شیء اخرجہ الثلاثۃ وصححہ احمد کذا فی بلوغ المرام وفیہ ایضا عن ابی امامۃ الباہلی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الماء لا ینجسہ شیء الا ما غلب علی ریحہ وطعمہ ولونہ اخرجہ ابن ماجۃ وضعفہ ابو حاتم وللبیہقی الماء طاہر الا ان تغیر ریحہ او طعمہ او لونہ بنجاسۃ تحدث فیہ انتہیٰ الخ (الراقم ابو محمد عبدالحق اعظم گڑھی عفی عنہ)

سید محمد نذیر حسین (فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص ۲۰۲)

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ کنواں وغیرہ محض کتا گر جانے سے ناپاک نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس کا بو یا مزہ یا رنگ تبدیل نہ ہو احادیث سے یہی چیز ثابت ہے اور اسی پر علمائے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کا اجماع ہے سبل السلام میں ہے اجمع العلماء علی ان الماء القلیل والکثیر اذا وقعت فیہ نجاسۃ فغیرت لہ طعما اولونا اوریحا فھو نجس فالاجماع ھوالدلیل علی نجاسۃ ما تغیر احد اوصافہ لا ھذہ الزیادۃ انتھی۔ عبداللہ بن عمر کی روایت میں اتنی تفصیل اور آتی ہے اذا کان الماء قلتین لم یحمل الخبث وفی لفظ لم ینجس اخرجہ الاربعۃ وصححہ ابن خزیمۃ۔ یعنی جب پانی دو قلہ ہو تو جب تک اس کا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدلے ناپاک نہیں ہوتا۔ دو قلوں کا اندازہ عرب کی جیسی بڑی بڑی مشکوں سے ۱۰۔۱۲ مشک پانی کا ہے۔ مزید تفصیلات کے لئے حوالۂ مذکور ملاحظہ ہو۔ محمد داؤد راز

سوال: مجھے نوکری کے باعث ظہر کے وقت ہمیشہ فرصت رہتی ہے عصر میں فرصت نہیں ملتی کیا ظہر کے وقت عصر ملا کر پڑھنے کی اجازت ہے (عبدالحفیظ)

جواب: واقعی اگر وقت عصر نہیں ملتا ظہر کے ساتھ جمع کر لیا کریں صحیح بخاری میں ملتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر عصر اور مغرب وعشاء جمع کی تھیں۔ اللہ اعلم۔

(۵ دسمبر ۱۹۳۰ء)

شرفیہ: حوالہ صحیح ہے مگر استدلال صحیح نہیں اس لئے کہ صحیح بخاری کی یہ حدیث مجمل ومختصر ہے اس سے گو بظاہر جمع حقیقی معلوم ہوتی ہے حالانکہ یہ جمع صوری ہے اور صوری بھی جمع تقدیم نہیں جمع تاخیر ہے سنن نسائی میں یہی حدیث اسی راوی سے مطول ومفصل ہے۔ دونوں حدیثیں ملاحظہ ہوں۔ صحیح بخاری کی حدیث یہ ہے باب تاخیر الظھر الی العصر عن عمرو بن دینار عن جابر بن زید عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی بالمدینۃ سبعا وثمانیا الظھر والعصر والمغرب والعشاء فقال ایوب لعلہ فی لیلۃ مطیرۃ قال عسی انتھی ج ۱ ص۷۷ سنن نسائی کی حدیث یہ ہے عن عمرو عن جابر بن زید عن ابن عباس قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ ثمانیا جمیعا وسبعا جمیعا اخر الظھر وعجل العصر واخر المغرب وعجل العشاء انتھی ص۹۸ ج ۱ مطبوعہ مجتبائی دہلی اور دوسری نسائی کی روایت میں جو ثمان سجدات لیس بینھما شیئ انتھی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ لیس بینھما شیئ کثیر من الزمان۔ التنوین للتعظیم لان الروایۃ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الاولی مبینۃ للمراد فاندفع ما اورد خلاصہ یہ کہ ایسی صورت میں اگر جمع صوری تاخیر مل سکے توفیہا ورنہ ملازمت ترک کرنی لازم ہے۔ اس لئے کہ جس ملازمت سے فریضہ الٰہیہ کی ترک لازم ہو وہ ملازمت واجب الترک ہے۔ اللہ تعالیٰ رزاق ہے اور صورت پیدا کرے گا۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: عشاء کی نماز کے بعد تراویح پڑھی جارہی ہیں۔ جو شخص اوپر سے آیا ہے وہ پہلے فرض ادا کرے تو قرآن شریف کی قرارت اس کے کانوں میں پڑتی ہے۔ جیسے کہ فجر کی سنت پہلے اس لئے ادا نہیں کی گئی کہ جماعت ہورہی ہے۔ بعد جماعت سنتیں ادا کرے تو اس موقع پر کیا کرے؟۔ (نامعلوم)

جواب: جس نے فرض نماز نہ پڑھی ہو وہ تراویح میں مل کر فرض ادا کرے جیسے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے مقتدی کرتے تھے۔ یہ مسئلہ اہلحدیث کا ہے۔ حنفی مذہب کا نہیں۔

(جنوری ۳۳ء)

یہ مسئلہ معاذ رضی اللہ عنہ والی حدیث پر قیاس کیا گیا ہے مگر یہ قیاس صحیح نہیں اس لئے کہ معاذ کی نماز گو نفل ہے مگر نیت تھی کہ میں فرض پڑھ رہا ہوں اور اقامت بھی فرائض کی تھی اور یہ صورت بالکل صحیح ہے اور جب امام تراویح کی نیت پڑھ رہا ہے اور اقامت فرائض بھی نہیں تو یہ قیاس مع الفارق ہے ایسے ہی ایک وقتی فرض پڑھ رہا ہے اس کے پیچھے قضائی کی نیت سے فرض پڑھنا ثابت نہیں سب کی دلیل حدیث نبوی اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلاۃ الا التی اقیمت رواہ الطبرانی فی الاوسط التلخیص الحبیر ص۱۱۵ وکنوز الحقائق للمناوی بر حاشیہ جامع صغیر ج ۱ مصری۔ یہ قیاس در قیاس باطل ہے۔ واللہ اعلم۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

تعاقب مسئلہ تعمیر عیدگاہ۔ مسئلہ ہذا ایک تعاقب کنندہ نے بحوالہ چند روایات جن میں سے ایک درج ذیل ہے ثابت کیا کہ عیدگاہ میں تعمیر ناجائز اور خلاف سنت ہے بایں دلیل کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نمازگاہ کو تشریف لے گئے اور فرمایا کہ یہ جگہ ہمارے جمع ہونے کی ہے اور پانی مانگنے کی اور دعا کرنے کی اور عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ ادا کرنے کی ہے پس اس جگہ پر اینٹ رکھ کر کچھ نہ بنایا جائے۔ الفاظ خط کشیدہ سے صرف یہ غرض معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برائے نماز عید مخصوص فرمایا اور اس جگہ تعمیر رہائشی یا خیمہ لگانے سے منع فرمایا۔

یہ غرض اس صورت میں بھی حاصل ہے اگر حسب ضرورت احد بندی اور برائے حفاظت عیدگاہ کی چار دیواری بنا دی جائے اس میں کوئی ذاتی یا اخلاقی گناہ نہیں، تعمیر سے مقصد حفاظت اور آرام مصلیاں مدنظر ہے چند سال کا عرصہ ہوا کر بھٹنڈا کی عیدگاہ غیر محفوظ ہونے کے سبب مسافروں نے گدھے اور مویشی باندھنے شروع کر دیئے۔ سال بعد جگہ کی غلاظت سے صاف کرانے کے لئے روپیہ صرف کرنا پڑتا۔ آخر دیوار پردہ بنانے کے لئے چندہ جمع کرنے کی ضرورت پڑی۔ لودھیانہ کی مسجد میں قبلہ رخ صرف ایک دیوار مع محراب ہے جو عیدگاہ اور قبرستان کو جدا کرنے کے لئے بنانی پڑی، باقی رقبہ میں درختوں کی لائنیں ہیں، موسم گرما میں نمازیوں کو بڑا آرام ملتا ہے اور بکثرت نمازی اسی وجہ سے جمع ہوتے ہیں، اس کا بھی کوئی حرج نہیں اور نہ گناہ ہے نہ کسی حدیث مرفوع کے خلاف واللہ یعلم المفسد من المصلح (شیخ قاسم علی لودھانوی) ۵ر اگست ۳۲ء

پہلے یہ حدیث یا روایۃ بسند صحیح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کتب معتبرہ عند المحدثین سے ثابت کی جائے پھر استدلال یا معنوی بحث کا موقعہ ہے ورنہ قبل از مرگ واویلا کی مثال ہے مجھے تو اس کی صحت نہیں ملتی اور ملتی کیا ثابت ہی نہیں بلے سروپا ہے۔ ۱۲

(ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: موجودہ مصحف کے خلاف ترتیب سورت کا پڑھنا نماز میں جائز ہے یا نہیں؛ مثلاً کسی نے پہلی رکعت میں سورہ کہف کو پڑھا، دوسری میں سورہ یونس کو پڑھا یا پہلی رکعت میں لایلف قریش الخ اور دوسری میں الم تر کیف الخ ایسی صورتوں میں نماز ہوگی یا نہیں

(محمد رحمت اللہ علی خریدار نمبر ۱۰۴۴)

جواب: حضرت عمرؓ نے صبح کی نماز میں ایک رکعت میں سورہ کہف اور دوسری میں سورہ یوسف پڑھی کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ لہٰذا جائز ہے۔

سوال: کیا کعبہ شریف میں نمازی کے آگے سے گذرنا جائز ہے؟

جواب: حرم مکہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے الخ مفصل فتویٰ ص۳۸۷ پر ملاحظہ ہو۔

تشریح: ہاں آیا ہے مگر وہ حدیث صحیح نہیں نیل الاوطار ص۳ ج ۳) امام بخاری نے اپنی صحیح میں اسی روایۃ کے عدم صحت کی طرف اشارہ کیا ہے حیث قال باب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السترۃ بمکۃ وغیرھا صفحہ ۲۰۲ ج (۱) نیز جس روایت سے استدلال کیا جاتا ہے اس میں یہ نہیں ہے کہ لوگ نمازی کے سجدہ کی جگہ سے گذرتے تھے صرف آگے گذرنا مبطل یا مانع نہیں جب تک کہ سجدہ گاہ سے کوئی نہ گذرے واذ لیس فلیس ۱۲۔

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: کیا عہد نبوی میں مسجد پختہ بنی تھی یا نہیں؟ اگر نہیں تو اب کوئی مسلمان خانہ کعبہ و مسجد اقصیٰ وغیرہ پر (جو آپ سے پہلے کی تعمیر شدہ ہے) قیاس کر کے مسجد پختہ بنا سکتا ہے؟

(عبد الغفار رضوی)

جواب: پختہ مسجد حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بمشورہ اصحاب کرام بنی تھی۔ اس وقت بھی چہ میگوئیاں ہوئی تھیں تو حضرت عثمانؓ نے جواب میں فرمایا تھا کہ میں نے پختہ مسجد اس لئے بنوائی ہے کہ حدیث میں آیا ہے۔

من بنیٰ مسجدا للہ بنی اللہ لہ بیتًا فی الجنۃ (یعنی جو کوئی اللہ کے لئے مسجد بنائے خدا اس کے لئے بہشت میں گھر بنائے گا) اس حدیث کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس لئے پیش کیا کہ اس کے معنی میں عموم جانا۔ یعنی یہ سمجھا کہ کوئی مسجد بنائے ویسا ہی اس کا گھر بنے گا۔ خام بنائے تو خام پختہ بنائے تو پختہ۔

اس دلیل کو سب حاضرین نے سنا اور خاموش رہے۔ ثابت ہوا کہ پختہ مسجد اسی حدیث سے ثابت ہے۔ (۳۰ رمضان ۱۳۵۱ھ)

سوال: زید کہتا ہے کہ عید کی نماز کھلے میدان میں پڑھنے کا حکم ہے۔ اتا در صورت عذر۔ بکر کہتا ہے عید گاہ میں بھی نماز پڑھنا جائز ہے۔ اب زید کھلے میدان میں جا کر عید پڑھتا ہے خواہ اس کے ساتھ ایک آدمی بھی نہ ہو۔ عید گاہ میں نہیں پڑھتا۔ کیا زید کو ایسا کرنا جائز ہے۔

(سائل مذکور)

جواب: اس میں شک نہیں کہ نماز عید کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عمارت یا دیوار نہ بنوائی تھی اسی لئے جہاں تک ہو سکے ویسا ہی چاہیئے لیکن زمانہ بدلنے سے قوانین بدل جاتے ہیں آج ایسے افتادہ زمین کے خراب یا مقبوضہ غیر ہو جانے کا اندیشہ ہے تو رفع فساد اور دفع مضرت کے لئے بنا دی جائے تو جائز ہے۔ واللہ یعلم المفسد من المصلح۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوٹ: امرتسر میں عیدگاہ اہلحدیث محاط بدیوار ہے۔ (۲۰ ربیع رمضان ۱۳۵۱ھ)

سوال: تسبیح کے ساتھ دعا کرنے کا منع (بحدیث ابن عباس جو فتح الباری پ۱۱ ص۲۲۶ مطبع انصاری) ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب: جو دعا صحیح حدیثوں میں آئی ہو یا کسی کے کلام میں ملتی ہو اس کا پڑھنا منع نہیں جیسے اَللّٰھُمَّ اسقنا غیثا مغیثا مریعا نافعا الخ ۔ اللھم لا عیش الا عیش الآخرۃ فاغفر الانصار والمہاجرۃ۔ (حدیث) حالت دعا میں تسبیح بنانے سے منع وہ ہے جو مشغول ہوجائے کیونکہ اس سے دل دعا کی طرف نہ رہے گا بلکہ تسبیح کی تلاش میں رہے گا۔ (۲۲ ستمبر ۳۲ء)

سوال: گذشتہ سال ۱۹۳۱ء میں حج کے دنوں میں مدینہ شریف میں مسجد نبوی کے اندر میرے ساتھ دیگر اشخاص کو بھی اتفاق ہوا اور دیکھا گیا جب کوئی شخص بھول کر کسی نمازی کے سامنے سے گذرتا جب اس قدر نزدیک ہوتا کہ گذرنے والے کو نمازی کا ہاتھ پہنچ جائے تو پکڑ کر ہٹا دیتا۔ مگر حرم بیت اللہ میں کوئی نہیں رکتا اور نہ کوئی روکتا ہے۔ (سائل خریدار نمبر ۱۱۹۱)

جواب: حرم مکہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حرم کعبہ میں لوگ آگے سے گذر جاتے تھے اب بھی ایسا ہی ہوتا ہے (۱۱ نومبر ۳۳ء) اس کی تشریح بقلم محشی ص۷۸۶ پر دیکھو۔

سوال: سفر میں عورتوں یعنی مستورات کے متعلق نماز قصر کا حکم ہے۔ سفر پیدل میں اور ریل وغیرہ سواری میں تفصیل ہو (سائل محمد عنایت اللہ مدراس)

جواب: جو مردوں کا حکم ہے یعنی قصر جائز ہے۔

سوال: جامع صغیر میں مرقوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... ایک رکعت سے تیرہ رکعتوں تک طاق کے عدد میں نماز گذارتے تھے۔ امام ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں وتر ایک رکعت نماز جائز نہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں طاق ایک رکعت جائز ہے اس کا باعث کیا ہے؟ صریح طور سے صحیح حدیث کی سند کے ساتھ لکھیں اور جب وتر نماز ہوچکتی ہے تو صبح صادق تک دوسری نماز نفل وغیرہ نہیں ادا کرنا۔ وتر تک نماز نفل ہوچکی اکثر لوگ کہا کرتے ہیں پھر آپ ہی وتر کے بعد تشفع الوتر دو رکعت نماز بیٹھ کے گذارتے ہیں۔ دیگر امام ابوحنیفہؒ کے ہاں جو نماز تکبیر تحریمہ بیٹھ کر باندھی جاوے گی وہ نماز جائز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں حالانکہ چند لوگ عشاء میں آخری نفل نماز بیٹھ کر باتکبیر کہتے ہیں۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب: وتر ایک رکعت جائز ہے۔ امام احمد کا قول تو یہ ہے کہ الواحد اثبت۔ جو امام کسی بات کے منکر ہیں نہ اس لئے منکر ہیں کہ ان کو اس کی روایت نہیں ملی۔ وتر کو خاتمہ نماز کرنے کی روایت آئی ہے اور بعد وتر دو رکعت پڑھنے کا ثبوت بھی ہے۔ لہٰذا دونو جائز ہیں۔ بے عذر بیٹھ کر نفل پڑھنے سے نصف ثواب ہے ان مسائل کی تفصیل سفر السعادۃ اور اس کی شرح میں ہے۔

سوال: وقت ظہر یا عصر ہر ایک مسجد کی پابندی وقت میں ادا ہو چکی۔ دس پندرہ منٹ کے اندر اور پانچ دس اصحاب جمع ہو گئے۔ کیا دوسری جماعت جائز ہے؟ (سائل مذکور)

جواب: جائز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلکہ آپ کے حکم سے جماعت ثانیہ ہوئی۔ (ترمذی)۔

سوال: رفع یدین کے متعلق عورت کیا حکم رکھتی ہے؟ (سائل مذکور)

جواب: وہی حکم ہے جو مرد کو ہے یعنی سنت ہے نماز وغیرہ افعال شرعیہ میں جو افعال مردوں کے ہیں جب تک ان کی خصوصیت کا ثبوت نہ ہو عورتیں بھی ان میں شریک ہیں۔

سوال: وتر میں دعاء قنوت عورت کس طرح ادا کرے اور کون سی دعاء قنوت پڑھے؟ (سائل مذکور)

جواب: جو مرد پڑھیں اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ فِیْمَنْ هَدَیْتَ۔

سوال: عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک وقت قحط آیا تو اس وقت عباس رضی اللہ عنہ وفات پا چکے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چند لوگوں کو جمع کر کے عباس رضی اللہ عنہ کے روضہ پر جا کر توسل چاہ کر دعا مانگی فوراً بارش ہوئی۔ (سائل مذکور)

جواب: زندوں کا وسیلہ تو اس طرح جائز ہے کہ ان کو کہا جائے آپ ہمارے لئے دعا کریں۔ مردوں کا اس طرح جائز نہیں کیونکہ وہ سنتے نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو زندگی میں کہا تھا کہ آپ ہمارے ساتھ چلئے بارش کے لئے ہم آپ کے ساتھ دعا مانگیں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حضور کے ساتھ مانگا کرتے تھے۔ اب آپ کے ساتھ مانگتے ہیں۔ یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دعا کی اور باقی لوگوں نے آمین کہی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال : ہندی زواجر شریف میں مذکور ہے (حدیث) جب ایک شخص نماز پڑھتا ہے تو اپنے والدین کے حق میں دعا نہیں مانگتا تو وہ نماز قبول نہیں ہوتی اسی شخص کے اوپر پھینکی جاتی ہے۔ کیا اخری قاعدہ میں دعا ماثورہ جو مذکور ہے پڑھ لینا کافی ہے یا نماز کے ختم کے بعد الگ دعا مانگنا چاہیئے؟ (سائل مذکور)

جواب : حدیث مذکور تو مجھے یاد نہیں البتہ قعدہ اخیر میں رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ کافی ہے۔

سوال : اسی زواجر میں مرقوم ہے (حدیث) جو عورت نماز ادا کرتی ہے۔ اپنے خاوند کے حق میں دعا نہیں مانگتی تو وہ نماز قبول نہیں ہوتی اسی پر پھینکی جاتی ہے۔ نماز کے قیام میں ہو۔ قعدہ میں ہو کوئی دعا نہیں خاوند کے حق میں مانگنے کے لیے۔ کیا نماز کے باہر دعا مانگنا ہے یا نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب : یہ حدیث بھی مجھے یاد نہیں نہ میں یہ فتوے دے سکتا ہوں کہ خاوند کے حق میں دعا مانگنا جزو نماز ہے۔

سوال : عورت مرد میں ایک شب خلوت یا ہمبستری ہوئی صبح صادق سے پیشتر اس عورت کو حیض جاری ہوا کیا عورت غسل کرے یا نہیں۔ اور حیض کی حالت ایک دو تین دن کے اندر ہی اس عورت نے وفات پائی تو غسل کس طرح دیں؟ (سائل مذکور)

جواب : مرنے کے بعد جیسا اور لوگوں کو غسل دیا جاتا ہے اس کو بھی ویسا ہی دیں اور بس۔

سوال : صبح کی نماز میں دعاء قنوت پڑھیں یا نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب : بوقت ضرورت پڑھے تو حرج نہیں اللہ اعلم۔

سوال : ایک شخص پابند صوم وصلوٰۃ بلکہ فطرہ وقربانی بھی ادا کرتا ہے۔ شرک بھی نہیں کرتا صرف سود کھاتا ہے اور علاوہ سود کے کاشتکاری و دیگر کاروبار بھی ہے۔ ایسے شخص کی دعوت قبول کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(مصلح الدین از جیرا مبالی ڈاکخانہ ہمت آباد ضلع دیناجپور)

جواب : شخص مذکور اگر جائز کمائی سے کھلائے تو بے شبہ جائز ہے۔ سود سے کھلائے تو بے شبہ ناجائز ہے، ملے جلے میں سے کھلائے تو مشتبہ۔

(۲۱ شوال ۱۳۴۳ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خطبہ جمعہ بجواب "حمایت اسلام" لاہور

اخبار حمایت اسلام لاہور میں ایک سوال چھپا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔ علمار کرام توجہ فرمائیں۔

"حمائت اسلام" کے کسی صفحہ پہ یہ عنوان "خطاب ترکی زبان میں" یہ خبر درج ہے کہ قسطنطنیہ سے پانچ علمار کی ایک جمعیت نے بزبان ترکی کی عیدین اور جمعہ کے ۵۰ خطبے طیار کئے ہیں جن کو آئندہ خطیب مساجد میں پڑھیں گے۔ ان خطبات عالیات میں آیات واحادیث حمد وشکر کے بعد مسلمانوں کو شرعی احکام کی بنار پر اس امر کا جوش دلایا گیا کہ وہ ہوائی کمیٹی یتیم خانوں۔ شہداء کے بچوں۔ جمعیت حمائت اطفال۔ اور جمعیت ہلال احمر وغیرہ نیک کاموں کی طرف متوجہ ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ وزیر دینیات کی منظوری کے بعد عنقریب ہی سرکاری فرمان جاری کر دئے جائیں گے کہ تمام قلمرو سے ترکیہ میں متذکرہ خطبے پڑھے جائیں۔ اس خبر سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں۔ (۱) علمار ترکیہ کے نزدیک خطبوں کا اس زبان میں ہونا لازمی اور لابدی ہے جس کو سامعین سمجھ سکیں (۲) خطبات میں ضروریات کا بیان ضروری جزو ہے، ہم اپنے علمار کرام کی خدمت اقدس میں بصد آداب ونیاز گذارش کرتے ہیں کہ وہ اس امر پر غور فرمائیں کہ وہ ان دونوں باتوں میں سے ایک یا دونوں ہی اپنے ملک میں رائج کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یہ خیال ہے کہ یہاں خطبہ اردو زبان میں ہونا چاہیئے یا عربی میں۔ اس کا تعلق عالموں سے ہے۔ ظاہر ہے کہ انسان مادی زبان میں زیادہ سہولت سے سمجھ سکتا ہے معاملہ بالکل صاف ہے ہمارے دینی پیشوا اگر تھوڑی سی توجہ بھی مبذول فرمائیں تو وہ چند ہفتوں میں ایسے خطبات طیار فرما سکتے ہیں جو قوم کو موجودہ مشکلات کے حل اور ضروریات کی تکمیل پر راغب ومائل کر سکتے ہیں۔ امید ہے کہ دیگر علمار کرام بالعموم اور جمعیت علمار بالخصوص ہماری عاجزانہ اور عامیانہ درخواست کو اپنی توجہ مبارک سے مشرف فرمائیں گے۔" (حمایت اسلام ۱۳ جنوری ۱۹۲۶ء ص ۵)

اہلحدیث: مسلمانوں کی خوش قسمتی سے خطبہ کے متعلق بھی اختلاف پیدا ہو چکا ہے کہ اس میں دیسی زبان میں وعظ کہنا جائز ہے یا نہیں۔ حالانکہ خطیب کی ہیئت تو قبلہ کی طرف پیٹھ اور سامعین کی طرف مُنہ۔ ہاتھ میں عصا۔ سرو قد کھڑے ہو کر ایصال الفاظ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایھا الناس کہنا۔ اس پر شریعت کا یہ حکم کہ اثنائے خطبہ میں خاموش رہ کر سنتے رہو جو بولے وہ سخت گناہگار۔ قطع نظر اور دلیل کے یہ صورت کذائی ہی بتا رہی ہے کہ خطیب کا خطبہ بغرض تفہیم ہے۔

اس شہادت اور قرینہ حالیہ کے بعد ہم اسوہ حسنہ (سنت نبویہ) پر نظر کرتے ہیں تو وہاں ایک عجیب طریق خطبہ کا پاتے ہیں۔ حدیث صحیح میں وارد ہے۔ کانت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبتان یقرأ القرآن ویذکر الناس (مشکوٰۃ باب الخطبہ) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو خطبے ہوتے تھے اُن میں آپ قرآن شریف پڑھتے اور لوگوں کو وعظ فرماتے تھے"

یہ حدیث اپنا مضمون بتلانے میں صاف اور صریح ہے جو کسی مزید تشریح کی محتاج نہیں۔ صاف الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے کہ خطبہ میں حضور علیہ السلام قرآن مجید پڑھ کر وعظ فرماتے تھے۔

یہ تو ہر ایک واقف اور ماہر قرآن پر واضح ہے کہ قرآن مجید میں ہر ضرورت کو پورا کیا گیا اور ہر مرض کی دوا بتائی گئی ہے۔ پس خطیب کو چاہیئے جیسا موسم اور جیسی ضرورت ہو اُسی کے مطابق قرآن مجید سے حکم اور حکمت کی آیات پڑھ کر خطبہ میں وعظ فرمائیں اور بس۔ چنانچہ اہل حدیث کی مساجد میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ بہت سے علماء کرام نے سال بھر کے خطبے بھی بنائے ہیں۔ لیکن جن خطیبوں نے قرآن شریف بامعنے پڑھا ہو ان کو کوئی ضرورت نہیں ؎

ما قصہ سکندر و دارا نخواندہ ایم ؎ از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

ایڈیٹر صاحب "حمایت اسلام" سے امید ہے کہ اس جواب کو اپنے پرچہ میں نقل کریں گے۔ (۲۳ رجب ۱۳۴۵ھ)

مذاکرہ علمیہ بابت ترجمہ خطبہ

(از مولانا حافظ عبد اللہ صاحب غازیپوری)

مذاکرہ علمیہ بابت مسئلہ وعظ جمعہ مندرجہ اہلحدیث ۱۲ ج ۹ مورخہ ۵ صفر ۱۳۳۱ھ۔ اس مسئلے میں جہاں تک مجھے معلوم ہے یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعہ میں قرآن مجید پڑھتے اور تذکیر فرماتے یعنی وعظ کہتے۔ جابر بن سمرہؓ سے صحیح مسلم میں مروی ہے کانت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبتان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یجلس بینھما یقرأ القرآن ویذکر الناس- الحدیث اور میری نظر سے یہ کہیں نہیں گذرا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جمعہ کے بعد وعظ کہتے اور لوگوں کو اس کے لئے ٹھہراتے اور صیغہ امر آیت کریمہ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا میں ویسا ہی ہے جیسا کہ آیت کریمہ فاذا حللتم فاصطادوا میں ہے یعنی اباحت کے لئے وجوب کے لئے نہیں ہے پس بعد نماز جمعہ ہر شخص کو مباح ہے کہ چلا جائے یا ٹھہرا رہے نہ چلا جانا ہی واجب نہ ٹھہر جانا ہی واجب اور نہ کوئی ان میں سے ممنوع۔ وعظ وتذکیر بعد نماز جمعہ کا وہی حکم ہے جو اور وقتوں کا ہے تو جس طرح اور وقتوں میں وعظ وتذکیر جائز ہے اسی طرح بعد نماز جمعہ بھی جائز ہے۔ تو اگر کوئی شخص بعد نماز جمعہ محض جواز کے خیال سے وعظ کہے اور دوسرے لوگ وعظ سننے کے لئے ٹھہر جائیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن جو شخص اس وعظ میں شامل نہ ہو اور بعد نماز جمعہ چلا جاوے اس کو زجر کرنا البتہ بیجا اور ناجائز ہے۔ واللہ اعلم۔ (کتبہ محمد عبد اللہ۔ از دہلی)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس امر میں کہ خطبہ جمعہ وغیرہ میں واسطے سمجھانے عربی نہ جاننے والوں کے خطبہ عربی کا اردو یا پنجابی یا فارسی میں حسب حاجت ترجمہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: اقول وباللہ الحول ماہران شریعت پر مخفی نہیں کہ خطبہ لغت عربیہ میں وعظ ونصیحت کو کہتے ہیں جیسا کہ عبارات کتب لغت سے ظاہر ہے الخطب والمخاطبۃ والتخاطب المراجعۃ فی الکلام ومنہ الخطبۃ والخطبۃ لکن الخطبۃ تختص بالموعظۃ والخطبۃ لطلب المرأۃ انتھی ما فی مفردات القرآن للامام راغب بن الحسین مختصرا خطبۃ بالضم۔ کلام کہ در ستائش خدا ونعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم و موعظت خلق باشد ونثر مسجع انتہی ما فی منتھی الارب الوعظ والموعظۃ ھو مقترن بتخویف وقال الخلیل وھو التذکیر بالخیر فیما یرق بہ القلب قال اللہ عزوجل یعظکم لعلکم تذکرون وقال قد جاء تکم موعظۃ من ربکم الی اٰخر ما فی مفردات القرآن۔ پس یہ ثابت ہوئی کہ خطبہ وعظ کو کہتے ہیں اور غرض وغایت درس وعظ قرآن مجید وحدیث شریف سے یہ ہے کہ سامعین وعظ سن کر اس سے پند پذیر وعبرت گیر ہوں اور مطلب ومعنی آیت وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لھم الذی اختلفوا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیہ یعنی آیۃ وانزلناہ الیک لتخرج الناس من الظلمات الی النور وغیرھا کے اسی پر دال ہیں کہ سامعین غیر عربی دان کو بدون سمجھانے معنی اور واقف کرنے اس کے عبارت درس و وعظ سے کچھ حاصل نہیں اسی لحاظ سے خدائے تعالیٰ نے فرمایا وما ارسلنا من رسول الابلسان قومہ لیبین لھم الآیۃ - و بیان مستلزم تفہیم و تفہم کو ہے اور بغیر قصد تفہیم و تفہم کے درس و وعظ معری عن المقصود ہوگا - کما لا یخفی علی المتامل اما یا بالنسبۃ الی عامۃ الخلق فھو انہ تعالیٰ ذکرانہ ما بعث رسولا الی قومہ الابلسان اولئک القوم فانہ متی کان الامر کذلک کان فھمھم لاسرار تلک الشریعۃ و وقوفھم علی حقائقھا اسھل وعن الغلط والخطاء ابعد انتھی ما فی التفسیر الکبیر مختصرا قولہ لیبین لھم ما امروا بہ فیتلقونہ منہ بیسر وسرعۃ انتھی ما فی تفسیر ابی السعود (الی ان) ثم ینقلوہ ویترجموہ لغیرھم انتھی ما فی البیضاوی اور فرمایا سورہ نحل میں ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون قولہ لعلکم تذکرون لیس المراد منہ الترجی والتمنی فان ذلک محال علی اللہ تعالیٰ فوجب ان یکون معناہ ان اللہ تعالیٰ یعظکم لارادۃ ان تتذکروا طاعۃ انتھی ما فی التفسیر الکبیر لعلکم تذکرون طلبا لان تتعظوا بذلک انتھی ما فی تفسیر ابی السعود - پس ان تفاسیر سے صاف ظاہر و واضح ہوا کہ بدون سمجھنے معنے کے تذکر و اتعاظ متعذر و دشوار ہے بنا بر اس کے ترجمہ وعظ و درس خطبہ کا غیر عربی دان کے واسطے ضرور چاہیے اور وعظ و خطبہ بدون ترجمہ کے واسطے سامعین غیر عربی دان کے برائے نام ناکام و غرض ناتمام ہوگا - کیونکہ درس و وعظ خطبہ واسطے تفہیم و تفہم سامعین کے موضوع و مقرر ہے تاکہ سامع بوجھ و سمجھ کر متنبہ ہو جاوے اور براہ راست آجاوے اسی نظر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حج و جمعہ وغیرہ میں فرمایا فلیبلغ الشاھد الغائب اور بے سمجھ کیا پہنچاوے گا - قاضی بیضاوی نے لیبین لھم کے تحت تصریحا لکھ دیا فیتفقھوہ ثم ینقلوہ ویترجموہ لغیرھم محض اس لئے کہ جب تک واعظ و خطیب کا وعظ و بیان سامعین کے مرکوز خاطر نہ ہوگا محض لغو و بیکار رہوگا کیونکہ جو غرض شارع کی اس خطبہ و وعظ سے تھی وہ فوت ہوگئی کما لا یخفی علی المتامل المتفطن اگر کوئی کہے کہ نماز میں بھی قاری کو چاہیے کہ مقتدی کے واسطے ترجمہ قراءت کا کرے تاکہ وہ اس کے معنے سمجھ بوجھ لے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ قرآن کا پڑھنا امام و مقتدی دونوں پر نماز میں واجب ہے حسب ارشاد خداوند کریم کے فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ۔ پس امر وجوبی صیغہ فاقرؤا سے واضح ہو کہ ہر نمازی کو خواہ امام ہو یا مقتدی نظم قرآن کو خاص عربی منظوم کا نام ہے جو بنقل و تواتر ہم تک پہنچا۔ پڑھنا ضرور و لابد ہے اور زبان فارسی وغیرہ میں ترجمہ اس کا نماز میں کرے تو منقول خاص متواتر باقی نہ رہے گا کیونکہ اس پر اطلاق قرآن کا نہ ہوگا تو خلاف مامور کا لازم ہوگا۔ پس اسی سبب سے ترجمہ قرآن کا نماز میں پڑھنا ممنوع و محظور ہوگا۔ کما لا یخفی علی ماہری الشریعۃ علاوہ ازیں نماز ذکر ہے اور خطبہ تذکیر ذکر اور تذکیر کا حکم ایک کب ہو سکتا ہے۔ احناف کرام نے بھی خطبہ کو بزبان عربی منحصر نہ رکھا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین اس پر متفق ہیں و بعض حنفیہ نے لکھا ہے کہ صاحبین نے وقت عجز جائز رکھا نہ بلا عجز۔ لیکن قول امام اعظم صاحب کا معتمد ہے۔

تتمہ لم یقید الخطبۃ بکونہا بالعربیۃ اکتفاء بما قدمہ فی باب صفۃ الصلوۃ من انہا غیر شرط ولو مع القدرۃ علی العربیۃ عندہ خلافا لہما حیث شرطاہا الا عند العجز انتہی ما فی الشامی قولہ وشرطا عجزہ المعتمد قولہ ای الامام ابی حنیفۃ انتہی ما فی الطحطاوی۔ اور ہر گاہ نص مذکور مساعد ترجمہ کا واسطے غیر عربی دان کے ہوا تو پھر اگلے پچھلے سے ہم کو باک نہیں۔ تلک امۃ قد خلت لہا ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون۔ واللہ اعلم وہو الموفق للصواب فلیعتبروا اولوا النہی والالباب۔ سید محمد نذیر حسین — سید محمد عبدالسلام — سید محمد ابوالحسن — ہذا الجواب صواب بلا مریۃ فیہ واما احتجاج المانعین للجواز بانہ لم ینقل الینا عن احد من السلف انہ ترجم بلسان الاعاجم فمنقوض بانہ لا یلزم من عدم النقل عدم الثبوت علی ان ما رواہ مسلم عن جابر بن سمرۃ من انہ کانت للنبی صلعم خطبتان یجلس بینہما یقرأ القرآن ویذکر الناس وفی روایۃ یعظہم صریح فی الجواز فان اثر الوعظ و التذکیر فی ہذا العجم لا یمکن حصولہ الا بالترجمۃ۔ عبدالتواب

چونکہ خطبہ میں شارع کی طرف سے کوئی تعیین کلمات کی وارد نہیں ہوئی بلکہ فقط حمد و ثناء بما ہو اہلہ اور تذکیر بالقرآن اور امر بالمعروف وارد ہوا ہے اور تذکیر عوام اہل ہند کو بغیر ترجمہ کے ممکن نہیں اس لیے بموجب دلائل فتوے بالا خطبہ میں ترجمہ قرآن کا کرنا اور وعظ کہنا اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امر بالمعروف کرنا زبان ہندی میں جائز ہے فقط۔ حررہ محمد تغمدہ اللہ الصمد بالرحمۃ والفضل المؤید

خادم شریعت رسول الاداب ابو محمد عبد الوہاب

مقصود شارع کا شریعت خطبہ سے صرف پند و موعظت ہی ہے پس جب خطبہ اس مقصود سے خالی ہوگا تو حقیقت میں وہ خطبہ ہی نہیں ہوا، ہی برائے نام بطور رسم سمجھا جائے گا بیشک خطبہ میں واعظ جس زبان میں حاجت پوری کر سکتے ہیں کریں۔ جو لوگ خطبہ میں وعظ بزبان عجمی کرنے سے باوجود دواعی شدیدہ کے منع کرتے ہیں وہ مقصود خطبہ سمجھنے سے بے خبر ہیں فقط حررہ محمد ابراہیم بن مولوی احمد ساکن جزیرہ حبشان۔ جواب بہت ہی صحیح ہے۔ عبد الرحمٰن بن عبد الکریم۔

جواب خطبہ جمعہ کا ہو خواہ کسی اور محل کا مقصود صرف وعظ و تذکیر ہے۔ پس اگر یہ وعظ تذکیر صرف عربی عبارت سے ہو سکے اور اس کو اکثر مخاطبین وحاضرین مجلس سمجھیں تو عربی پر اکتفا کرنا اولیٰ ہے اور اگر اکثر مخاطب عربی نہ سمجھیں تو اس کا ترجمہ ہندی میں اور دوسری زبانوں میں جو مخاطب سمجھیں ضروری ہے صحیح مسلم میں جابر بن سمرہ سے روایت ہے کانت للنبی صلعم خطبتان یجلس بینھما یقرأ القرآن ویذکر الناس۔ نووی نے شرح مسلم میں کہا ہے۔ فیہ دلیل للشافعی فی انہ یشترط للخطبۃ الوعظ والقراءۃ۔ جو لوگ سندیوں میں جو عربی نہ سمجھتے ہوں صرف عربی خطبہ کو اکتفا کرنے کو واجب جانتے ہیں اور ترجمہ کرنے کو ناجائز کہتے ہیں وہ خطبہ کی حقیقت سے ناواقف ہیں اور مقصود شرع سے بے خبر ہیں اس باب میں ایک مفصل اشاعۃ السنۃ شائع ہوگا اس لیے اس مقام میں زیادہ تفصیل نہیں ہوئی۔ (ابو سعید محمد حسین)

ان الحکم الا للہ اگر کوئی شخص اس طور پر خطبہ پڑھے کہ اس میں عبارات عربی مثل آیات قرآنی اور احادیث اور ادعیہ ماثورہ کچھ نہیں ہوں تو یہ صورت جائز نہیں ہے اور اگر ایسا نہیں کرے بلکہ عبارات عربیہ کو بھی پڑھے اور اس کے بعد اس کا ترجمہ کر دے تاکہ عوام الناس کو اس سے فائدہ پہنچے یہ صورت جواز کی ہے۔ صحیح مسلم میں ہے۔ کانت للنبی صلعم خطبتان یجلس بینھما یقرأ القرآن ویذکر الناس۔ جب تک ترجمہ نہیں کیا جائے گا۔ تو عوام الناس کیونکر سمجھیں گے اور تذکیر کا اختصاص بھی آنحضرت صلعم کے ساتھ اس مقام میں کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کافی ووافی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ ابو الطیب محمد المدعو بشمس الحق العظیم آبادی عفی عنہ۔

ابو طیب محمد شمس الحق	محمد اشرف عفی عنہ	ابو عبداللہ محمد ادریس

(فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۳۷۱)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح: خطبہ جمعہ کا مقصد حاضرین نمازیوں کی زبان میں ان کو اللہ و رسول کی باتیں قرآن پاک و احادیث صحیحہ سے سنانا ہے جس پر یہ حدیث دال ہے عن جابر بن سمرۃ قال کانت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبتان یجلس بینہما یقرأ القرآن ویذکر الناس رواہ مسلم مشکوٰۃ ص۱۲۳ ج (۱) اور یہ بھی امر ہے کہ تذکیر بلا تفہیم سامعین نہیں ہو سکتی اس لئے جو لوگ عربی زبان سے ناواقف ہیں عربی سے ان کی تفہیم کا حق ادا کرنا ناممکن ہے جب تک آیات قرآنی کا مطلب خود ان کی زبان میں ان کو نہ سمجھایا جائے لہٰذا ایسا خطبہ جس کو سامعین سمجھ ہی نہ سکیں فضول ہے اور خلاف شرع بھی کیونکہ شارع علیہ السلام کا جو مقصد عظیم ہے وہ فوت ہو جاتا ہے لہٰذا دیسی زبان میں سمجھانا لازم ہے اور خلاف اس کا باطل۔

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: کوئی شخص فرض نماز ادا کرے اور سنت موکدہ یا غیر موکدہ ترک کر دے تو خدا کے پاس اس ترک سنت کا کیا مواخذہ ہو گا۔

جواب: سنتوں کی وضع رفع درجات کے لئے ہے۔ ترک سنن سے رفع درجات میں کمی رہتی ہے مواخذہ نہیں ہو گا انشاء اللہ (۱۰ اکتوبر ۱۹۱۲ء)

تشریح: ترک سنن کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ گاہے بگاہے ترک ہو جائیں دوسری صورت یہ کہ ہمیشہ ترک کی جائیں اس کی بھی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ انکار ہے تو وہ اس حدیث کا مصداق ہو گا۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم من رغب عن سنتی فلیس منی متفق علیہ مشکوٰۃ ص۲۷ ج (۱)۔ دوسری حدیث میں ہے۔ ستۃ لعنتہم ولعنہم اللہ و کل نبی یجاب الی قولہ والتارک لسنتی مشکوٰۃ ص۲۲ ج (۱) دوسری صورت یہ کہ دوامی ترک بسبب تساہل ہو بآیۃ شریفہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی (پ۳ ع۱) کے خلاف ہے نیز دوسری حدیث میں ہے عن ابی ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اول ما یحاسب العبد یوم القیامۃ من عملہ صلاتہ فان صلحت فقد افلح وانجح وان فسدت فقد خاب وخسر فان انتقص من فریضتہ شیئ قال الرب تبارک وتعالیٰ انظروا ھل لعبدی من تطوع فیکمل بہا من الفریضۃ ثم یکون سائر عملہ علی ذالک الی آخرہ رواہ ابوداؤد وسکت علیہ ھو والمنذری

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ورواہ ایضاً ابوداؤد من روایۃ تمیم الداری رواہ باسناد صحیح وفی الباب عن انس عند الطبرانی فی الاوسط والضیاء فی المختارۃ قال فی السراج حدیث صحیح قالہ شیخ کذا فی تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث مشکوۃ ج ۱ صفحہ ۲۴۳ ۔

اور ایسے لوگ شاذ و نادر ہی ہوں گے جن کے فرائض میں کسی قسم کی کمی نہ ہو لہٰذا ترک سنن دوامی طور پر یا اکثری ہو سبب باعث خسران ہے اعاذنا اللہ منہ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: قرآن مجید میں جو بعض آیتوں کے آخر میں یا بیچ میں لا۔ ج۔ ط۔ م وغیرہ نشان منقوش ہیں اصول میں اس کی کیا دلیل ہے اور اس کے موافق تلاوت قرآن کرنی جائز ہے یا نہیں۔

جواب: ان الفاظ کی پابندی لازم نہیں کوئی پابندی کرے تو زیادہ سے زیادہ جائز ہے۔ (۲۰ مارچ ۱۹۲۵ء)

تشریح: یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے بعض مقام ایسے بھی ہیں کہ وہاں پابندی لازم ہے اور ترک سے معنی بدل جاتے ہیں مثلاً فَلَا يَحْزُنكَ قَوْلُهُمْ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ پ ۲۳ ع ۴ بہر حال عدم سے پابندی عام طور پہ بہتر ہی ہے ہاں یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ قراء کی پابندی یا علم تجوید کا ثبوت حدیث سے نہیں تو جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ کی ترکیب و ترتیل و اوقاف وغیرہ بھی تو سارے قرآن کی حدیث سے کا حقہ ثابت نہیں اور کسی سورت یا چند آیات کے بیان سے سارے قرآن کی ترکیب و ترتیل و اوقاف وغیرہ کا ثبوت نہیں یہ تو قیاس ہوگا پھر اس کا یقین کیا کہ یہ قیاس صحیح ہے لہٰذا جس طریق سے تراکیب ہم تک پہنچی ہیں اس کی پابندی لازم ہے الا جہاں دلیل سے خلاف ہوگا وہاں پابندی نہ ہوگی اور بلا دلیل محض قیاس صحت نہ ہوگا اور علم تجوید کا انکار محنت علطی اور بداہت کا انکار ہے جسے کوئی معقلمند پسند نہیں کرے گا۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: وضو میں گردن کا مسح کرنا حدیث سے ثابت ہے یا نہیں۔

جواب: گردن کا مسح کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ (۶ محرم ۱۳۴۷ھ)

سوال: ظہر احتیاطی کیا ہے وہ کب پڑھنی چاہیے۔

جواب: ظہر احتیاطی یہ ہے کہ جمعہ کے دوگانہ کے بعد چار رکعتیں [redacted] نیت سے پڑھتے ہیں کہ جمعہ اگر جائز نہ ہو تو یہ چار رکعتیں ظہر کی ہو جاویں یہ بدعت ہے اس کا ثبوت قرآن و حدیث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے نہیں فقہ کی معتبر کتاب درمختار میں بھی منع لکھا ہے۔ (۲۸ رمضان ۱۳۳۲ھ)
نوٹ: ۱۲ مارچ ۱۹۲۵ء کے اہلحدیث میں حضرت مرحوم کے اس فتویٰ پر مولانا محمد شفیق صاحب نے ایک طویل تعاقب فرمایا اور آیات قرآنیہ کی روشنی میں اس پر عالمانہ تنقید فرمائی ہے حضرت مرحوم نے مولانا محمد شفیع صاحب کے تعاقب پر جو فاضلانہ نوٹ دیا ہے وہ درج ذیل ہے۔
اتباع نبی ہر طرح فرض ہے اس میں کوئی کلام نہیں مراتب احکام کا لحاظ بھی اتباع میں داخل ہے کیا مسواک اور فرض نماز دونوں باتباع نبی نہیں کئے جاتے لیکن ایک کا ترک جائز ہے بلکہ ہم روزانہ (فی وقت ما) کرتے ہیں مگر دوسرے (نماز) کا نہیں کرتے تو کیا اتباع سنت کے یہ معنی ہیں کہ مسواک کا ترک کسی حال میں جائز نہیں اب سنیئے میری دلیل۔ عن ابی هريرة قال اتى اعرابى النبى صلى الله عليه وسلم فقال دلنى على عمل اذا عملته دخلت الجنة فقال تعبد الله ولا تشرك به شيئا وتقيم الصلوة المكتوبة (متفق علیہ) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سائل کے جواب میں فرمایا اللہ کی عبادت کرنے سے تو جنت میں داخل ہو جائے گا۔
هذا ما ادعيت فالحمد لله فافهم (۱۲ مارچ ۱۹۲۵ء) اسی فتویٰ پر دوسرا تعاقب از قلم مولانا عبید اللہ صاحب اہلحدیث ۲۶ جون ۱۹۲۵ء میں ملاحظہ فرمائیے۔
چونکہ حضرت الاستاذ مولانا شرف الدین صاحب دہلوی نے حق تنقید ادا کر دیا ہے اور حضرت مفتی مرحوم بھی بہترین فاضلانہ نوٹ ان تنقیدات پر حوالہ قلم فرما چکے ہیں اس لئے ان تنقیدی مضامین کو حسب ارشاد حضرت مولانا شرف الدین صاحب مدظلہ چھوڑ دیا گیا ہے ۱۲۔ محمد داؤد راز۔

سوال: وضو میں برائے مسح کان اور سر کے لئے علیحدہ علیحدہ پانی لینے کا کیا حکم ہے۔

جواب: حدیث شریف میں ہے الاذنان من الراس یعنی کانوں اور سر کو پانی ایک ہی کافی ہے۔ (۱۲ صفر ۱۳۳۸ھ) هذا احد الوجهين والثانى بالماء الجديد لنفيه الاحاديث المختلفة ولعل الراجح الثانى والبسط فى المفصلات كالنيل وغيره ۱۲ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: بحکم شرع مسافر کس کو کہتے ہیں کیسے شخصوں پر مسافر کی تعریف صادق آسکتی ہے۔

جواب: مسافر اس کو کہتے ہیں جو اپنے وطن سے نکل کر کسی دوسری بستی کو جائے

www.KitaboSunnat.com

اس کی کم سے کم حد بحکم حدیث شریف تین میل ہے جو شخص گناہ کا سفر کرے وہ سفری رعایت کا حقدار نہیں مگر علماء حنفیہ اس کو بھی رعایت دیتے ہیں مثلاً کوئی شخص چوری کرنے جائے تو اس کو مسافر قرار دیتے ہیں لیکن محدثین اس کو شرعی مسافر نہیں کہتے پس شرعی مسافر وہ ہے جو کسی جائز غرض کے لئے وطن سے نکلے چاہے کسب معاش ہو یا کوئی اور وجہ۔ (۲۵ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ) حد سفر و مسائل قصر وغیرہ کی تحقیق پیشتر حوالہ قلم کی جا چکی ہے وہاں ملاحظہ ہو۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: بعض حنفی دو مثل سایہ کے بعد عصر کی نماز پڑھتے ہیں اگر اہلحدیث بھی جو اسی مسجد میں نماز پڑھتے ہیں دو مثل پڑھ لیا کریں تو کیا ہرج ہے۔

جواب: ایسی صورت میں حنفیوں کو سمجھانا چاہئے کہ فقہ کی معتبر کتاب درمختار میں بھی امام ابوحنیفہ[1] کا مذہب ایک مثل لکھا ہے بلکہ لکھا ہے کہ بموجب حدیث جبرئیل امام صاحب نے ایک مثل کی طرف رجوع کیا ہے نیز آج کل بیت اللہ شریف میں ایک ہی مثل پر عمل ہے اس لئے ہندوستان کے حنفیوں کو بھی ایک ہی مثل پر نماز عصر پڑھنی چاہیے اتنا کہہ سن کر بھی اگر اثر نہ ہو اور علیحدگی میں تفرقہ کا اندیشہ ہو تو بحکم مصلحت دو مثل پڑھ لیا کریں۔ (۱۳ شعبان ۱۳۳۱ھ)

سوال: دیوار پر یا ثابت ڈلا ہو اس پر تیمم کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے یا نہیں چونکہ دیوار یا ڈلے پر ضرب لگانے سے ہاتھوں کو مٹی کچھ بھی لگ جاتی ہے۔

جواب: جس جگہ مٹی لگ سکے تیمم جائز ہے دیوار ہو یا ڈلہ کچھ ہو۔ (۲۳ جمادی الثانی ۱۳۳۱ھ)

سوال: فی زمانہ کثرت سے رواج ہے کہ مسلم حصول انعام کے لیے مثلاً آپ شلاً فٹ بال کھیلا کرتے ہیں اور کھیلنے کے باعث عصر و مغرب کی نماز ترک کر دیتے ہیں پر قضا نماز پڑھ لیتے ہیں کیا یہ جائز ہے۔ (محمد مصطفےٰ)

جواب: نماز قضا کر کے پڑھنا بلا وجہ اچھا نہیں ہے کھیلنے والوں کو چاہیئے کہ پہلے

---

[1] مولانا محمد ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں۔ وھو مسلک الشافعی واحمد ابن حنبل وابی یوسف ومحمد ابن الحسن رحمہم اللہ وھو روایۃ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ قال الامام الطحاوی وبہ ناخذ الخ تعلیق الصبیح ج۱ ص۳۲۷۔ ۱۲ (محمد داؤد راز)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افسروں سے تصفیہ کر لیں کہ نماز کے وقت کھیل کو چھوڑ دیں گے وہ اگر نہ مانیں تو ظہر کے ساتھ عصر ملا لیں یا عصر کے ساتھ ظہر ملا کر جمع پڑھ لیں (۱۹ رجمادی الاخر ۱۳۶۲ھ)

تعاقب: آپ کے جواب پر کونسی قرآنی آیت یا حدیث صراحتاً یا اجمالاً دلالت کرتی ہے؟ تتبع احادیث سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ حاجت کے وقت حضر میں جمع بین الصلوٰتین دفع حرج کے لئے جائز ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ شرط بھی ملحوظ رکھی گئی ہے کہ جمع بین الصلوٰتین ان کی عادت مستمرہ نہ بن جائے چنانچہ باب ماجاء فی الجمع بین الصلاتین کی پہلی حدیث کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب الفتح میں لکھتے ہیں قد ذهب جماعة من الائمة الى الاخذ بظاهر هذا الحديث فيجوز الجمع فى الحضر للحاجة مطلقاً لكن بشرط ان لا يتخذ ذالك عادة رضامندی افسران کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کو ہم حاجت اور ضرورت کہہ کر نماز کو جمع کرنے کا حکم دیں اس کے علاوہ عام طور سے یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس قسم کے کھیل کھیلنے والے حضرات کھیل میں مشغولیت کے باعث اوقات صلاۃ کا قطعاً لحاظ نہیں کرتے ایسی حالت میں اگر ان کو جمع بین الصلوٰتین کا حکم دے دیا جاوے تو یقینی امر ہے کہ وہ اوقات صلاۃ سے صرف غفلت ہی نہیں بلکہ جمع بین الصلوٰتین ان کی عادت بن جائے گی (ش۔م اعظمی از جامعہ دار السلام عمر آباد)

الجواب: جو شخص ملازمت کی صورت میں افسران کی خفگی کی پرواہ نہیں کرتا وہ بیشک وقت پر نماز پڑھے اور جو اس کو برداشت نہیں کر سکتا وہ بحکم الا ان تتقوا منهم تقاة اور بخاری شریف کی حدیث جمع بین الصلاتین پر عمل کرے تو جائز ہے هذا ما عندی والعلم عند الله (۱۰ رجب ۱۳۶۲ھ)

سوال: نماز پنجگانہ کا حکم قرآن میں کہاں ہے۔

جواب: أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ اس آیت سے پنجگانہ نماز ول کا ثبوت علماء دیا کرتے ہیں اس کا ترجمہ ہے زوال سورج کے وقت نماز پڑھو رات کے اندھیرے تک یعنی عشاء تک چار نمازیں ہوئیں قرآن الفجر سے مراد صبح کی نماز ہے تفصیل حدیثوں میں آئی ہے (۱۲ صفر ۱۳۳۰ھ)

سوال: عیدگاہ میں منبر لے جانا کیسا ہے۔

جواب: عیدین میں منبر لے جانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں (۱۲ فروری ۱۹۲۹ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: ٹخنے سے نیچے پائجامہ رکھنے سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں۔

جواب: ٹخنے سے نیچے پائجامہ رکھنا منع ہے مگر نماز یا وضو باطل نہیں ہوتا (۸ ۲؍ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ)

تعاقب: حدیث شریف سے جو کہ مشکوٰۃ شریف کے باب الستر میں ہے صاف واضح طور سے ثابت ہوتا ہے کہ ٹخنے کے نیچے پائجامہ رکھنے سے نماز اور وضو دونوں باطل ہو جاتے ہیں وہ حدیث بایں الفاظ ہے عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال بینما رجل یصلی یسبل ازارہ قال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذھب فتوضأ فذھب و توضأ ثم جاء فقال رجل یا رسول اللہ مالک امرتہ ان یتوضأ قال انہ کان یصلی وھو مسبل ازارہ فان اللہ لا یقبل صلاۃ رجل مسبل ازارہ رواہ ابو داؤد۔ اس حدیث کو امام مسلم بھی اپنی صحیح میں لاتے ہیں چنانچہ جناب حاجی سید محمد معظم صاحب اپنی کتاب "دستور المتقی معروف بہ صلوٰۃ النبی کے صـ۲۹ میں تحریر فرماتے ہیں ٹخنوں سے نیچے پائجامہ پہننے والوں کو از سر نو وضو کرنا چاہیئے ایسا شخص ایک دن آنحضرتؐ کے سامنے نماز پڑھ رہا تھا آپ نے اس کی نماز تڑوا کر از سر نو وضو کرنے کا حکم فرمایا۔

اکوڑہ راجپوتانہ)۔ (اہلحدیث ۱۷؍ ذی قعدہ ۱۳۳۶ھ)

سوال: مسلمان تین طریق سے نماز پڑھتے ہیں اول بطریق اہلحدیث یا شافعی یا حنبلی، دوم بطریق حنفی، سوم بطریق مالکی یا شیعی ارسال ید سے کیا تینوں طریق پر نماز ہو جائے گی؟ اگر نہیں تو صحیح طریقہ کونسا ہے؟ اختلاف کب سے شروع ہوا؟ بانی کون تھا؟ خصوصاً طریقہ حنفیہ کا بلا رفع الیدین و آمین بالجہر۔ افسوس جمع احادیث سے اتنا فائدہ بھی نہ ہوا کہ نماز بطریق صحیح بلا اختلاف معلوم ہو جاتی۔ (قاسم علی لدھیانوی)

جواب: حدیث شریف میں ہے صلوا کما رأیتمونی اصلی (میری طرح نماز پڑھو) اس حدیث کے موافق جو فرقہ مطابق سنت صحیحہ کے پڑھے گا اس کی صحیح ہوگی۔ سنت صحیح کیا ہے؟ اس کی تحقیق آسان ہے کتب حدیث باب صفۃ الصلوٰۃ سامنے رکھ کر دیکھ لیں جس کی نماز اس باب کے مطابق ہوگی وہ صحیح ہوگی۔ اختلاف صحابہ کرامؓ کے ملکوں میں انتشار ہونے سے پیدا ہوا ہے۔ حنفی طریقہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت پر مبنی ہے جس میں رفع یدین وغیرہ کا ذکر نہیں۔ حنفی عدم ذکر سے عدم شے سمجھتے ہیں اہلحدیث وغیرہ عدم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذکر سے عدم شے نہیں سمجھتے یہ نتیجہ فہم کا ہے اس معمولی اختلاف سے آپ جمع احادیث پر افسوس کرتے ہیں تو اہل قرآن کے اختلاف پر کیا کہیں گے جو آج باوجود قرآن موجود ہونے کے اشد اختلاف میں پھنسے ہوئے ہیں ایک فریق پانچ پڑھتا ہے تو دوسرا تین ایک فریق دو رکعتیں پڑھتا ہے تو دوسرا ایک، ایک فریق دو سجدے کرتا ہے تو دوسرا ایک اسی طرح اشد ترین اختلافات ان اہل قرآن میں ہیں جو قرآن مجید کو یکجا جمع پاتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن مفصل اور مبین ہے۔ اصل یہ ہے کہ اختلافِ فہم بھی ایک حد تک موجب اختلاف عمل ہوتا ہے۔ جو اپنی حد پر رہے تو قابلِ معافی ہے (۸ جولائی ۱۹۳۲ء)

تشریح:۔ از قلم حضرت مولانا حمید اللہ صاحب سراوی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

رفع الیدین کی بات یوں ہے کہ تکبیر تحریمہ میں اور رکوع جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متفق علیہ حدیث سے ثابت ہے لفظ یہ ہیں: عن ابن عمر کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ حذو منکبیہ اذا فتتح الصلوٰۃ واذا کبر للرکوع واذا رفع راسہ من الرکوع متفق علیہ سبل السلام مطبوعہ فاروقی جلد اول صفحہ ۱۰۴۔ اور یہ بات پہلے الحمد کے مسئلے میں بیان ہو چکی ہے کہ متفق علیہ حدیث کا درجہ صحت وقوت میں سب سے اعلیٰ ہے اس لئے علی بن مدینی نے کہا ہے کہ رفع الیدین کی حدیث سب کے اوپر حجت ہے کیونکہ اس کی سند میں کسی کو کوئی موقع کسی طرح کے عذر کا نہیں ہے دیکھو تلخیص صفحہ ۸۱۔ اور رفع الیدین کی حدیث صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بیہقی میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دار قطنی میں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ابو داؤد میں اور حضرت عبد اللہ بن زبیر و عبد اللہ بن عباس و ابو موسے الاشعری و براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دار قطنی و نسائی و ابن ماجہ و بیہقی وغیرہ میں آئی ہیں دیکھو تلخیص صفحہ ۸۲۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ترمذی جلد دوم کتاب الدعوات صفحہ ۱۹۹ میں آئی ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جس قدر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین رفع الیدین کی حدیث کے راوی ہیں غالباً کسی حدیث کے اتنے راوی نہ ہوں گے۔ ابن منذر نے کہا کہ اہلِ علم نے اس بات میں اختلاف نہیں کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع الیدین کیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم میں سے سترہ شخص سے رفع الیدین کی روایت آئی ہے۔ بیہقی نے تیس کی شمار کی ہے۔ حاکم نے کہا کہ اس روایت پر عشرہ مبشرہ کا اور دیگر بڑے بڑے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا اتفاق ہوا ہے۔ اور بخاری نے بیان کیا ہے کہ حسن بصریؒ اور حمید بن ہلال نے کہا ہے کہ تھے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کرتے ان میں سے کسی ... کو بھی مستثنیٰ نہیں رکھا۔ بخاریؒ کہتے ہیں کہ کسی صحابیؓ کی بابت یہ ثبوت نہیں ہوتا کہ وہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔ اور بیہقی سے اس حدیث میں یہ لفظ بھی روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ وفات تک اسی طور نماز پڑھتے رہے یہ سب بیان تلخیص صفحہ ۸۱، ۸۲ و نیل الاوطار جلد دوم صفحہ ۸۰ میں ہے۔ آپ صاحبوں نے جو فرمایا کہ جب روایت عدم رفع اس کا تو حال یہ ہے کہ عدم رفع میں بہت اعلیٰ درجہ کی روایت ترمذی والی ہے جس کو امام ترمذی نے حسن بھی کہا ہے سو اس کا مقابلہ ایک تو یہ ہے کہ خود ترمذی نے اسی باب میں عبداللہ بن مبارک کا یہ قول نقل کیا ہے کہ رفع یدین کی حدیث ثابت ہے اور عبداللہ بن مسعودؓ والی حدیث عدم رفع یدین کی ثابت نہیں ہوئی پھر ترمذی نے اس پر کچھ کلام نہیں کیا دیکھو ترمذی جلد ا صفحہ ۳۶۔ دوسرے یہ کہ ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور امام احمد بن حنبل اور ان کے استاد یحییٰ بن آدم اور بخاری اور ابوداؤد اور دارقطنی اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو ضعیف اور غیر ثابت کہا ہے دیکھو تلخیص صفحہ ۸۳۔ پس ایک دو امام کا قول اتنے اماموں کے مقابلے میں اور وہ بھی ایسے جو ترمذی کے استادوں کے استاد ہیں مستند نہیں ہوسکتا۔ اور دوسری روایت محمد بن جابر کی سند سے ہے سو اس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کوئی شئی نہیں ہے۔ اور ابن جوزی نے کہا کہ موضوع ہے دیکھو تلخیص صفحہ ۸۳۔ غرض عدم رفع کی کوئی حدیث ایسی نہیں ہے جس کو دو چار حفاظ و ائمہ حدیث نے بھی صحیح کہا ہو اور دوسروں نے اس پر جرح نہ کی ہو۔ اور جب یہ حال ہے تو سنت یہی ہوا کہ رفع الیدین کیا جاوے اور اگر کوئی نہ کرے تو وجہ دوسری جانب کی روایات ضعیف کے اس پر کچھ اعتراض نہ کیا جاوے اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ سب روایات نسخ کے سو نسخ کی یہ بات ہے کہ معتمد و مستند حفاظ و ائمہ حدیث میں سے کسی نے رفع الیدین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کی حدیث کو منسوخ نہیں کہا ہے اور جس حدیث کو حنفی صاحب اس کا نسخ بتلاتے ہیں وہ
التحیات کے بعد سلام کے بارے میں ہے۔ اس کو اس کے نسخ سے کچھ تعلق نہیں ہے۔
جیسا کہ محمد بن اسمٰعیل امیر نے اور امام نووی نے اور حافظ ابن حجر نے کہا ہے۔ دیکھو سبل السلام
جلد اول صفحہ ۱۰۴ و صحیح مسلم مع نووی جلد (۱) صفحہ ۱۸۱ - اور تلخیص صفحہ ۸۲ اور بخاری رحمۃ اللہ
علیہ نے کہا ہے کہ جو اس رفع الیدین کو حدیث مسلم مالی اراکم رافعی ایدیکم الخ سے
منسوخ بتلاتے ہیں ان کو علم کا کوئی حصہ نصیب نہیں ہوا چونکہ تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ وہ
حدیث تشہد کے بعد سلام پھیرنے کے بارے میں ہے دیکھو تلخیص صفحہ ۸۳ پر الخ
حررہ عبید اللہ عفی عنہ ۲۰ / ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ (فتاویٰ نذیریہ ج (۱) صفحہ ۲۵۹) [1]

شرفیہ: جس روایت سے حنفی استدلال کرتے ہیں یعنی ابن مسعود کی روایت اس روایت میں
تو پوری نماز ہی نہیں بیان کی گئی پھر ناقص شے سے استدلال چہ معنی اول تو روایت سند
کے لحاظ سے صحیح نہیں دوم اس میں صرف اتنا ہے کہ ابن مسعودؓ نے کہا میں تم کو رسول اللہ
کی نماز پڑھ کر دکھاؤں پھر جب شروع کی تو اول رفع یدین ایک مرتبہ کیا پھر آگے قیام قراءۃ
رکوع سجود قومہ جلسہ قعدہ تسبیحات وغیرہ کچھ بھی نہ کیا تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ حضور صلعم
کی نماز بس اسی قدر تھی باقی قیام قرارت رکوع سجود وغیرہ سب منسوخ۔ اور اگر یہ
مطلب کہ صرف رکوع و قومہ کے علاوہ رفع یدین کا نسخ مقصود تھا تو معلوم ہوا یہ امر
صرف ابن مسعودؓ ہی کو معلوم تھا باقی ساری دنیا تمام صحابہؓ تابعینؒ ان کے خلاف تھے
یہ امر بداہۃً باطل ہے اور اگر یہ بات ہے کہ رفع یدین اول ایک مرتبہ ہے بار بار یعنی دو
ہم [illegible] نہیں تو اہل حدیث بھی اول میں ایک ہی بار کرتے ہیں پھر بوقت رکوع پھر
بوقت قومہ پس اس سے تو ہر صورت سے [illegible] (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: کسی مسجد میں وقت معینہ پر مصلیوں نے نماز با جماعت ادا کرلی۔ پیچھے سے
چند نمازی اور بھی مسجد میں آئے۔ تو وہ لوگ نماز جماعت سے ادا کریں یا فرداً فرداً پڑھ
لیں۔ اور اگر نماز جماعت بنا کر پڑھیں۔ تو اس موقع پر اقامت کہنی چاہیے یا نہیں اس کے
خلاف بعض علماء فرماتے ہیں۔ کہ اقامت ضروری نہیں ہے۔

---

[1] یہ مضمون ایک طویل سوال کے جواب میں سے تفصیل کے لیے حوالہ مذکور دیکھو ۱۲ منہ مرآف

www.KitaboSunnat.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: جماعت ثانیہ بلکہ ثالثہ رابعہ بھی جائز ہے۔ ترمذی میں حدیث ہے۔ آنحضرت صلعم کے سامنے جماعت ثانیہ ہوئی۔ تکبیر حاضرین کو جمع کرنے کے لئے ہے۔ کہے تو مستحب ہے (۲۵ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ)

علمائے کرام سے چند سوال

(۱) ستاروں کے ذریعہ سے جہت قبلہ کا متعین کرنا بدعت ہے یا نہیں؟ (۲) عین کعبہ قبلہ ہے یا جہت؟ اگر جہت کعبہ قبلہ ہے جیسا کہ جمہور علماء کا خیال ہے تو جہت سے کیا مراد ہے؟ جہت کا سارا حصہ مراد ہے یا حصہ وسطی؟ (۳) دور والوں کے لئے جہت کعبہ قبلہ ہے تو یہ حکم عذر پر مبنی ہے یا نہیں؟ اگر عذر پر مبنی ہے تو دفع عذر کے بعد جہت ہی قبلہ رہے گی یا عین کعبہ قبلہ ہوگا؟ (۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر صحابۂ علم ہیئت سے واقف تھے یا نہیں؟ اور وہ لوگ تعیین کعبہ کس طرح کرتے تھے؟ تمام علماء سے عموماً اور مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی اور مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری اور مولانا عبدالنور صاحب دربھنگوی سے خصوصاً التماس ہے کہ مسائل مذکورہ پر روشنی ڈالیں (حافظ عبداللہ)

اہلحدیث: توجہ الی القبلہ میں بہت وسعت رکھی گئی ہے۔ فولوا وجوھکم شطرہ سے جہت ہی سمجھی جاتی ہے۔ حدیث ما بین المشرق والمغرب قبلۃ بھی وسعت جہت بتاتی ہے۔ اللہ اعلم۔ باقی کے لئے اور علماء کے جواب کا انتظار ہے۔ (۳۰ محرم ۱۳۴۴ھ)

جواب طلب سوالات

ہم کو بدعتیوں نے بہت ستایا ہے کہتے ہیں ان سوالات کے جوابات ہم کو دے دو وہ سوالات درج ذیل ہیں جواب ان کے بذریعہ اخبار اہلحدیث دیویں۔ (محمد علی مدراس)

(۱) کیا رسول خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نماز میں آمین زور سے کہتے رہے؟

(۲) کیا رسول خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ دم اخیر تک تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کرتے رہے۔

(۳) کیا رسول خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ دم اخیر تک امام کے پیچھے سورۃ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاتحہ پڑھتے رہے۔

(۴) کیا رسولِ خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ دم اخیر تک سینہ پر ہاتھ باندھتے رہے الیٰ آخرہ۔

اہلحدیث: ان سوالوں کے جوابات پہلے بھی دیئے گئے ہیں یہ سوالات نہیں بلکہ جہتیں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سوال کرنے والے کو یہ بھی خبر نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں امام کون ہوتا تھا آپ لوگ جانتے ہیں کہ امام خود آنحضرت ہوتے تھے پھر تیسرے سوال کا جواب ہم یا کوئی شخص کیا دے سکتا ہے غور سے دیکھئے تیرا سوال یہ ہے "کہ کیا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھتے تھے"! قربان جائیں اس فہم و فراست کے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سائل کے نزدیک آنحضرت مقتدی تھے اور امام کوئی اور تھا جس کے پیچھے آپ نماز پڑھا کرتے تھے اسی لئے ہم نے کہا کہ یہ سوال کوئی سوال نہیں بلکہ جہالت کی جہتیں ہیں اب جوابات سنئے۔

(۱) بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصال تک آمین بالجہر کرتے رہے کتاب ابن ماجہ میں روایت ہے کہ آنحضرت آمین بالجہر کرتے رہے آپ کی آمین سن کر پہلے صف والے آمین کہتے پھر دوسری والے پھر تیسری والے علی ہذا القیاس ساری مسجد گونج اٹھتی یہ سارے الفاظ فعل دوام پر دلالت کرتے ہیں۔

(۲) کتاب ترمذی میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک صحابی دس اصحاب میں بیٹھ کر کہتے ہیں کہ میں آنحضرت کی نماز تم سے زیادہ جانتا ہوں جب بتائی تو اس میں رفع یدین بھی کی ان سب نے کہا "بیشک تو سچ کہتا ہے آنحضرت نے ایسی ہی نماز پڑھی"۔ ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصال تک رفع یدین کرتے رہے۔

(۴) بے شک آنحضرت نے سینہ پر ہاتھ رکھے جس کا ثبوت صحیح ابن خزیمہ کی روایت ہے پھر اس فعل سے منع نہیں فرمایا۔ ثابت ہوا کہ یہ فعل وصال تک کیا" فریق ثانی کو تسلیم نہیں تو دکھاتے کہ کب منع فرمایا۔ (اہلحدیث ۲، رجب ۱۳۴۵ھ)

الحمد للہ کہ فتاویٰ ثنائیہ کی کتاب الصلوٰۃ ختم ہوئی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس خدمت دین کو قبول فرما کر حضرت مولانا ثناء اللہ مرحوم کی روح کو اس کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثواب پہنچائے اور حضرت محشی استاذنا مولانا مولوی ابوسعید شرف الدین صاحب دہلوی مدظلہ، ودیگر حضرات علماء جن کے تشریحی مضامین اس میں درج ہوئے ان سب کو جزائے خیر عطا فرما کر ان سب کے لئے اور مؤلف کے لئے اس کو باقیات الصالحات کا درجہ عطا فرمائے اور اس میں جو لغزش بھول چوک سہو نسیان خطا ہو گئی ہو اسے معاف کرے۔

کیونکہ بنیاد شریعت صرف قرآن وسنت ہے ؎

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفےٰ ﷺ بر جان مسلم داشتن

ناچیز محمد داؤد راز عفی عنہ
(۲۳ رجب المرجب ۱۳۷۲ھ)

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب سوم

روزہ اور اس کے متعلقات

حضرت العلامہ مولانا مفتی ثناء اللہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز اپنے اخبار گوہر بار میں عموماً سالانہ رمضان المبارک کے استقبال کے لئے خطبۂ مسنونہ درج فرمایا کرتے تھے۔ میں نے بھی مناسب جانا کہ کتاب الصیام فتاوی ثنائیہ کی افتتاح اسی مبارک نامہ یعنی خطبہ سے کی جائے امید کہ ناظرین حضرت مرحوم کے حق میں دعائے مغفرت کریں گے اور ناقل کو بھی اپنی نیک دعاؤں میں بالخصوص ماہ مبارک میں شریک رکھیں گے فقط۔ (محمد داؤد راز)

خطبہ رمضان

ناظرین اہل حدیث مسلمانوں کی ایک مستقل جماعت ہے اس لئے ان کو ہر سال خطبۂ رمضان شریف بغرض اوار سنت سنایا جاتا ہے نیز جو نئے افراد خریداروں میں داخل ہوتے ہیں ان کو بھی پہنچ جاتا ہے۔ خطبہ مسنونہ یہ ہے:

عن سلمان الفارسی قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اخر یوم من شعبان فقال یا ایھا الناس قد اظلکم شھر عظیم شھر مبارک شھر فیہ لیلۃ خیر من الف شھر جعل اللہ صیامہ فریضۃ وقیام لیلۃ تطوعا من تقرب فیہ بخصلۃ من الخیر کان کمن ادی فریضۃ فیما سواہ ومن ادی فریضۃ فیہ کان کمن ادی سبعین فریضۃ فیما سواہ وھو شھر الصبر والصبر ثوابہ الجنۃ وشھر المواساۃ وشھر یزاد فیہ رزق المؤمن من فطر فیہ صائما کان لہ مغفرۃ لذنوبہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وعتق رقبته من النار وكان له مثل اجره من غير ان ينتقص من اجره شي قلنا يا رسول الله ليس كلنا نجد ما يفطر به الصائم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم يعطي الله هذا الثواب من فطر صائما على مذقة لبن او تمرة او شربة من ماء ومن اشبع صائما سقاه الله من حوضي شربة لا يظمأ حتى يدخل الجنة وهو شهر اوله رحمة واوسطه مغفرة وآخره عتق من النار ومن خفف عن مملوكه فيه غفرله واعتقه من النار (مشکوٰۃ) ص۱۷۳ روی البیہقی فی شعب الایمان۔

یعنی سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ماہ شعبان کی آخری تاریخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ ہم کو سنایا فرمایا اے لوگو تم پر ایک بہت ہی عظیم الشان بابرکت مہینہ آیا ہے۔ وہ ایسا مہینہ ہے کہ اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں کی رات سے بھی افضل ہے۔ خدا نے اس مہینے میں روزے رکھنے فرض کئے ہیں اور رات کو قیام کرنا نفل قرار دیا ہے جو کوئی اس مہینے میں نفل نیکی کا کام کرے وہ ایسا ہوگا کہ اس نے اور دنوں میں گویا فرض ادا کیا اور جو اس مہینہ میں فریضہ ادا کرے وہ ایسا ہوگا کہ اور دنوں میں گویا اس نے ستر فریضے ادا کئے۔ وہ ماہ رمضان صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے وہ باہمی سلوک اور مروّت کا مہینہ ہے وہ ایسا مہینہ ہے کہ مومن کا رزق اس میں بڑھ جاتا ہے (یعنی روزہ دار اس دنیا میں بھی خوب کھاتا ہے اور قیامت کے روز بھی اس کی برکت سے خوب نعمتیں پائے گا جو کوئی اس مہینے میں روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اس کے گناہوں کی بخشش ہوگی اور آگ سے نجات ملے گی اور اس کو روزہ دار جتنا ثواب ملے گا یہ نہیں کہ روزہ دار کی افطاری کے لئے بہت کچھ سامان چاہئے۔ اس لئے ہم (صحابہ) نے عرض کی حضور ہم میں سے ہر ایک مقدرت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کی افطاری کرا سکے۔ حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس کو بھی دے گا جو روزہ دار کو دودھ کی تھوڑی لسی یا پانی پلا دے (کیونکہ خدا کے یہاں نیت کا اجر ہے) جو کوئی روزہ دار کو ٹھنڈا شربت پلائے یا پیٹ بھر کر کھانا کھلائے خدا اس کو میرے حوض کوثر سے شربت پلائے گا۔ جس کی وجہ سے وہ سارے محشر میں جنت میں داخل ہونے تک کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ یہ ماہ رمضان ایسا ہے کہ اس کا شروع حصہ رحمت ہے۔ درمیانی حصہ بخشش ہے آخری حصہ جہنم سے آزادی ہے۔ جو کوئی اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہینے میں اپنے کارکن کے کام میں تخفیف کرے یعنی معمول سے کام کم کرائے خدا اس کو بخش دے گا۔ اور اس کو جہنم کے عذاب سے نجات دے گا۔

مدیر۔ خاکسار مدیر کی اُمید بے جا نہ ہو گی کہ ناظرین اہلحدیث افطار صیام کے وقت جملہ برادری ناظرین اہل حدیث کو عموماً اور خاکسار خادم مدیر کو خصوصاً ملحوظ رکھ کر حسن خاتمہ اور دفع ہم و غم کی دعا کریں۔ اللّٰھم احسن عاقبتنا فی الامور کلھا واجرنا من خزی الدنیا وعذاب الاخرۃ۔ ۵ نومبر ۱۹۳۷ء۔

اللّٰھم اغفر لہ وارحمہ واکرم نزلہ ووسع مدخلہ وادخلہ الجنۃ الفردوس برحمتک یا ارحم الراحمین آمین۔ (راز)

روزہ کی حکمت

(از مولوی عبدالرحمٰن صاحب مدرس مدرسہ کوٹ رادھا کشن ضلع لاہور)

الحمد للہ! جملہ اہل اسلام کو ماہ رمضان مبارک ہو۔ خاکسار جیسا ہیچمدان ماہ رمضان کی فضیلت کو لکھے تو کیا لکھے جب کہ اس بابرکت ماہ میں از روئے آیہ کریمہ شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ فرقان حمید جیسی کتاب مبین کا نزول ہو۔ گویا اس پاک مہینے میں خداوند عالم نے اپنے فضل و کرم سے اپنے بندوں پر اپنی برکات کبیرہ اور انعامات کثیرہ کے باب کھلوا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس مبارک مہینے میں اللہ تعالیٰ کی جس قدر برکتیں اس کے بندوں پر نازل ہوتی ہیں اتنی کسی اور مہینے میں نازل نہیں ہوتیں۔ صوفیا کرام نے ماہ رمضان کو تنویر القلب کے لئے مفید لکھا ہے کہ اس میں کثرت سے مکاشفات ہوتے ہیں اور نماز تزکیہ نفس کرتی ہے۔

الحمد للہ! اسلام نے ماہ رمضان کے اس عالمگیر فیض کو مد نظر رکھتے ہوئے اسی ماہ میں روزوں کا انضباط کیا۔ جب کہ روزہ تمام عملیات کے ثوابات سے زیادہ ثواب رکھتا ہے اور بلحاظ اپنی نوعیت کے جملہ عبادات الٰہیہ سے بے نظیر ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ روزہ تزکیہ نفس کے حق میں اکسیر اور عذاب دوزخ سے نجات دلانے کے لئے ڈھال کا حکم رکھتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے اَلصِّیَامُ جُنَّۃٌ یعنی ماہ رمضان کے روزے انسان کے لئے عذاب دوزخ سے بچانے کیلئے تو ڈھال ہیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ انسان روزہ رکھنے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام قسم کے گناہوں سے مخلصی پا لیتا ہے۔ اگر روزہ کے حقیقی معنوں پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت بخوبی ذہن نشین ہو جائے گی کہ روزہ انسان کو کس طرح تمام گناہوں سے پاک و صاف کر دیتا ہے روزہ کو عربی زبان میں صوم کہتے ہیں اور صوم کے معنے عربی لغت میں رکنے' خاموش رہنے اور بلند ہونے کے ہیں۔ وجہ یہ کہ صایم کو حالت صوم میں اکل و شرب اور جماع وغیرہ سے رکنا پڑتا ہے۔ اور گلہ و غیبت' واہیات و خرافات سے اور دیگر ہر قسم کے لاطائل امورات سے اجتناب کرنا لازمی امر ہوتا ہے۔ ورنہ اس کا روزہ خدا کے ہاں کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ بلندی کے معنے اس لئے کہ روزہ خدا کی بارگاہ میں تمام عبادتوں سے زیادہ بلند درجہ رکھتا ہے پس ثابت ہوا کہ روزہ دار کو روزہ کی مذکورہ بالا پابندیاں واقعی ایک زاہد و پارسا بنا دیتی ہے۔ اور یہ روزہ کا ایک بڑا بھاری معجزہ ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں خود اللہ تعالیٰ نے روزہ کی علت غائی یوں بیان فرمائی۔ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ یعنی حکم ہوا تم پر روزہ کا جیسے کہ حکم تھا تم سے پہلی قوموں پر (پھر فرمایا) روزہ رکھنے کا امر اس لئے نازل ہوا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

اللہ اکبر خداوند کریم کا یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو محض متقی بنانے کی خاطر روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ القصہ روزہ ہمارے لئے بیشمار فوائد رکھتا ہے جن کی تفصیل کے لئے ایک دفتر کی ضرورت ہے۔ لہٰذا ہم نہایت اختصار سے اس کی خوبیاں و حکمتیں ذیل میں لکھ کر دشمنان اسلام کو یہ دکھاتے ہیں کہ ہمارا اسلامی روزہ کتنی بڑی حکمت پر مبنی ہے

(۱) انسانی فطرت اس بات کو چاہتی ہے کہ نفس ہمیشہ عقل کے ماتحت رہے۔ چونکہ روزہ میں نفس کی کسی خواہش کی بھی پرواہ نہیں کی جاتی' بلکہ اس کی ہر تمنا کو دبانا روزہ دار کا فرض اولین ہوتا ہے لہٰذا نفس امارہ عقل کی ماتحتی میں بخوشی کام کرنے لگ جاتا ہے۔

(۲) انسان احسان فراموش واقع ہوا ہے۔ ہم دن رات اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کھاتے پیتے ہیں لیکن شکر گذاری کا نام تک نہیں لیتے۔ اور یہ امر مسلمہ ہے کہ اگر کسی کی کوئی محبوب و مرغوب چیز کچھ عرصہ تک گم رہے تو اس کو اس کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ یہی حال روزہ دار کا ہے۔ سارا دن کھانا پینا متروک ہونے کی وجہ سے اس کو شام کے وقت قدر معلوم ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا حقیقی شکر گذار رہتا ہے

(۳) چونکہ انسان کو روزہ میں بھوکا پیاسا رہنا پڑتا ہے۔ اس لئے اس میں مساکین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقراء کے ساتھ حقیقی مروّت وہمدردی کرنے کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ جن امراء نے کبھی بھوک پیاس دیکھی ہی نہیں وہ غرباء کے احوال سے کب آشنا ہو سکتے ہیں بقول حافظ ؎

کجا دانند حال ما سبکساران ساحل ہا

(۴) عشق ومحبت کے اس تقاضے کو ایک عاشق بخوبی جانتا ہے کہ جب یادِ معشوق اس کو بیقرار کر دیتی ہے تو وہ کھانے پینے کو ترک کر دیتا ہے۔ دنیا کی دلکش سے دلکش چیزیں موجود ہوتی ہیں مگر عاشق کا دل کسی کو بھی نہیں چاہتا۔ یہی حال روزہ میں روزہ دار کا ہے حکم الٰہی کی تعمیل کرتے ہوئے اس کی محبت اور جبروت وعظمت حضرت انسان کو اکل وشرب کا صحیح تارک بنا دیتی ہے کیا اس سے زیادہ کوئی اور عشق ومحبت ہو سکتی ہے جب کہ حضرت انسان محض اللہ تعالیٰ کے لئے ماہ رمضان کے آنے پر معًا ان نعمائے الٰہی کو ترک کر دیتا ہے جن کو کہ وہ اس سے پہلے دن رات کھانے پینے کا عادی تھا۔

(۵) علم النفس کے ماہرین اس مسئلہ کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ قدرت نے انسان میں قوا اس ترکیب سے رکھے ہیں کہ ایک قوت کی مدد سے دوسری قوت تربیت پاتی ہے اگر اس قدر اصول وقانون پر روزہ کی حقیقت کو دیکھا جائے تو روزہ میں سو بات کی ایک بات جو نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ جب حالت روزہ میں حکم اللہ کے مطابق حلال چیزوں کو چھوڑ دینے کی طاقت ترقی پالیتی ہے پھر اس کی مدد سے حرام اشیاء کو ترک کرنے کی قوت خود بخود ہی تربیت پا جاتی ہے کیونکہ یہ تو غیر ممکن ہے جو شخص خوف الٰہی سے حالت روزہ میں حلال اشیاء کو ترک کر دینا اپنا فرض سمجھتا ہے وہ حرام چیزوں اور دیگر ہر قسم کے امور ممنوعہ کو نہ چھوڑے۔

(۶) چونکہ روح اور جسم میں ایک خاص تعلق ہے اس لئے اطبار نے جہاں جسم کو سال میں ایک دفعہ مسہل دیا جانا ضروری خیال کیا ہے وہاں طبیب حقیقی نے بھی روح کے لئے سال کے بعد ایک بار روزہ کا مسہل فرض کیا تاکہ مواد فاسدہ اور غلیظ خلطیں جمع ہو کر جسم وروح کو خراب نہ کریں۔

(۷) مخالفینِ اسلام اکثر اوقات یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ مسلمان روزہ رکھ کر یونہی بھوکے پیاسے مرا کرتے ہیں بھلا اس میں کیا فائدہ ہے سو عرض ہے کہ بھوکا و پیاسا رہنا حضرت انسان کے لئے زحمت نہیں بلکہ رحمت ہے۔ حکماء سے جا کر پوچھ لیجئے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گا کہ انسان کو کئی ایک بیماریاں ایسی لاحق ہوتی ہیں جن کا علاج صرف بھوک پیاس ہی ہوتا ہے اور بس۔

(۸) جس طرح جسمانی صحت کے لیے اطباء نے بھوک پیاس کو مفید خیال کیا ہے ایسا ہی زاہدوں اور عابدوں نے بھوک کو تزکیہ نفس وصفائی قلب کے لئے اکسیر ثابت کیا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہیں۔

(الف) الجوع سید العمل۔ یعنی بھوک تمام عملوں کی سردار ہے۔

(ب) الجوع مخ العبادۃ۔ یعنی بھوک تمام عبادتوں کا مغز ہے۔

(ج) الجوع طعام الانبیاء یعنی بھوک نبیوں کی خوراک ہے۔

(د) طھروا قلوبکم بالجوع لتنظروا الی عظمۃ اللہ تعالیٰ۔ یعنی تم اپنے دلوں کو بھوک سے صاف کرو تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی عظمت وجبروت کو دیکھ سکو۔[1]

الغرض بھوک وپیاس تزکیہ نفس کے لیے ایک کامل ذریعہ ہے جس کا نبیوں کے علاوہ رشیوں اور منیوں نے بھی اعتراف کیا ہے۔ (۱۲ جون ۱۹۲۵ء)

سوال: بچہ کو دودھ پلانے کے زمانہ میں کیا رمضان کے روزے کی قضا لازم ہے؟ یا فدیہ ادا کرنے سے فرض کی ادائی ہوسکتی ہے؟ اگر دوسرے رمضان تک روزے کی قضا پوری نہ کرسکے بوجہ کمزوری بچہ یا اندیشہ علالت تو ایسی صورت میں فدیہ ہوسکتا ہے اگر ہوسکتا ہے تو اس کی مقدار کیا ہوگی؟

جواب: مرضعہ کو ضعف شدید ہو۔ مقوی غذائیں کھانے سے بھی جس کی تلافی نہ ہوسکے تو روزہ ملتوی کردے۔ اگر بچہ شیر گائے پی سکے تو اس کا دودھ چھڑا دے۔ قال اللہ تعالیٰ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَن تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اگر وہ بہت کمزور ہے تو طعام مسکین فدیہ دیدے یعنی روزانہ ایک سائل کو کھانا کھلا دے۔ پ ۲ع ۱۴۔ (الحدیث ۱۴ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ)

سوال: زید کہتا ہے کہ رمضان وغیر رمضان میں ماسوا گیارہ رکعتوں مع وتر کے آنحضرت سے ثابت نہیں۔ بایں وجہ شب قدر نوافل پڑھنا جائز نہیں۔ بلکہ سو جاسکتے ہیں۔ بکر کہتا ہے

[1] راقم مضمون نے ان روایات کو بغیر حوالہ ہی نقل کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (محمد داود راز)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ یہ امر صحیح ہے مگر شب قدر جس کے فضائل حدیثوں میں کثرت سے موجود ہیں منجملہ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک رات کی عبادت ہزار راتوں کے برابر ہے۔ خصوصاً رمضان میں نوافل کا درجہ فرائض کے برابر ہے اس لئے نوافل کا پڑھنا ازبس ضروری ہے۔ کیا شب قدر میں تراویح کے علاوہ علیحدہ علیحدہ نوافل پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ (ایک خریدار)

جواب: نوافل پڑھنے کے لئے کوئی وقت مخصوص نہیں ہے حدیث شریف میں عام ارشاد ہے کہ بندہ نفل پڑھنے سے خدا کا مقرب ہو جاتا ہے اس لئے تراویح کے علاوہ ہر رات نفل پڑھنے جائز ہیں بحکم مَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ شب قدر ہو یا دوسری طاق راتیں ہوں اس کام کے لئے سب برابر ہیں بحکم حدیث اِنما الاعمال بالنیات صورت مسئولہ بھی جائز ہے منع کی کوئی وجہ نہیں۔ اللہ اعلم (اہلحدیث ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۶۲ھ)

سوال: زید سے بوجہ مرض پندرہ روزے چھوٹ گئے تھے۔ بر بنائے لاعلمی بیوی زید مذکور نے کل بقیہ روزے خود رکھ لئے۔ اب زید سوال کرتا ہے کہ آیا مجھے کیا حکم ہے کیا روزے رکھنے ہی پڑیں گے یا معاف ہیں یا مسکینوں کو طعام دینے سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔ (خریدار)

جواب: صورت مرقومہ میں زید کی طرف سے روزے کوئی دوسرا نہیں رکھ سکتا تندرست ہے تو ہر حالت میں اسے رکھنے پڑیں گے اور اگر ضعیف ہے تو پندرہ روزوں کے بدلے پندرہ مسکینوں کو کھانا کھلا دے۔ بحکم قرآن مجید فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ (پ۲)

(اہلحدیث ۳۰ رمضان ۱۳۶۳ھ)

شرفیہ: یہ حکم پیر فرتوت یعنی بوڑھے پھوس کے لئے ہے مرد ہو یا عورت کذا قالہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کما فی صحیح بخاری۔ یہ اس کے لئے ہے جس کی روزے پر قوی ہونے کی قطعاً امید نہیں اور کے لئے نہیں ہے۔ بحکم فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ بعد صحت و قوت قضا کرنا لازم ہے۔ (ابو سعید شرف الدین)

سوال: حاملہ یا مرضعہ روزہ ترک کر دے (ترمذی) قضا کا ذکر نہیں وَالْعَافِیَةُ عَمَّنْ سُکِتَ نیز ذَرُوْنِیْ مَا تَرَکْتُکُمْ زیر نظر رکھتے ہوئے جواب عطا فرمائیں۔ (سائل مذکور)

جواب: حاملہ اور مرضعہ بیمار کے حکم میں ہیں اس لئے فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ کا حکم ان کو بھی شامل ہے۔ (اہل حدیث ۳ رمضان ۱۳۶۲ھ)

تشریح: دودھ پلانیوالی اور حمل والی عورت اگر روزہ نہ رکھ سکے تو وقت پر روزہ توڑ کر بعد کو قضا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریں۔ اس بارے میں بہت سے احادیث اور آثار وارد ہیں ان میں سے کچھ دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے عن انس بن مالک الکعبی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ وضع من المسافر شطر الصلوٰۃ والصوم عن المسافر وعن المرضع والحبلی رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ۔ انس بن مالک الکعبی سے مروی ہے انہوں نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک اللہ تعالیٰ نے مسافر سے نصف نماز اٹھایا ہے اور روزہ مسافر اور دودھ پلانے والی اور حمل والی عورت سے اٹھایا۔

آیۃ کریمہ اور حدیث میں بالتصریح یہ بات ظاہر ہے کہ مسافر کو بعد مقیم ہو جانے کے روزہ قضا کرنا چاہیے اور جب مرضع کا عطف مسافر پر ہے اور حمل کا مرضع پر تب مرضعہ اور حاملہ کو بھی مسافر پر قیاس کیا جائے گا۔ موطا امام مالک میں حاملہ کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں قال مالک واھل العلم یرون علیہا القضاء کما قال اللہ عزوجل فَمَنْ كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ویرون ذلک مرضا من الامراض مع الخوف علی ولدھا۔ امام مالک نے کہا اور اہل علم روایت کرتے ہیں کہ حاملہ پر روزہ کی قضا ہے جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا مسافر پس گنتی ہے دوسرے دنوں سے۔ روایت کرتے ہیں کہ وہ جمیع امراض سے ایک مرض ہے ساتھ خوف کرنے اولاد اپنی سے یعنی حاملہ بمنزلہ مریض کے ہے اور مریض کو جب بعد المرض روزہ فوت شدہ کو قضا کرنا چاہیے تو اسی طرح حاملہ کا بھی حال ہے۔ تفسیر خازن میں آیت مذکورہ کے تحت میں ارقام فرماتے ہیں "الحامل والمرضع اذا خافتا علی ولدیھما افطرتا وعلیہما القضاء والکفارۃ" یعنی حمل والی اور دودھ پلانے والی جب اپنی اولاد پر خوف کریں تو افطار کریں اور ان دونوں پر قضا اور کفارہ ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ بخاری شریف کے جز اٹھارہویں میں ارشاد فرماتے ہیں وقال الحسن وابراھیم فی المرضع والحامل اذا خافتا علی انفسھما او ولدھما تفطران وتقضیان۔ یعنی دودھ پلانیوالی اور حمل والی کے بارہ میں حسن بصری اور ابراہیم نے کہا کہ وہ دونوں اگر اپنے نفس پر یا ان کی اولاد پر خوف کریں تو افطار کرلیں۔ اور بعد کو وہ روزہ قضا کریں۔ اسی کے ماتحت میں ابن حجر فتح الباری میں حسن بصری سے روایت کرتے ہیں قال المرضع اذا خافت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علی ولدھا افطرت واطعمت والحامل اذا خافت علی نفسھا افطرت وقضت وھی بمنزلۃ المریض (ترجمہ) حسن بصری نے کہا دودھ پلانے والی جب خوف کرے اپنی اولاد پر تو افطار کرے اور مسکین کو کھانا کھلا دے اور حاملہ جب اپنے جی پر خوف کرے تو افطار کرے اور بعد کو قضا کرے اور وہ بمنزلہ مریض کے ہے اس سے بھی معلوم ہوا کہ حاملہ بمنزلہ بیمار کے ہے۔ اور بیمار کے بارہ میں خداوند کریم صاف فرماتا ہے فعدۃ من ایام اخر یعنی مریض اگر رمضان شریف میں روزہ نہ رکھ سکے تو پیچھے کو قضا کرے۔ علامہ شمس الحق صاحب فاضل عظیم آبادی عون المعبود شرح ابی داؤد میں حدیث مذکورۃ الصدر کے تحت بیان فرماتے ہیں۔ الحامل والمرضع یفطران ابقاء علی الولد ثم یقضیان ویطعمان من اجل ان افطارھما کان من اجل غیر انفسھما۔ حاملہ اور مرضعہ ان کی اولاد کو باقی رکھنے کے لئے افطار کریں پھر قضا کریں اور کھانا کھلائیں۔ اس لئے کہ ان دونوں کا افطار غیر کے لئے ہے۔ اب رہا وہ قول جو کہ سبل السلام میں ابن عباس اور ابن عمر سے مروی ہے کہ الحامل والمرضع انھما یفطران ولا قضاء حامل اور مرضعہ کے بارہ میں عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ وہ دونوں افطار کریں اور ان پر قضا نہیں ہے۔ سو جواب اس کا یہ ہے کہ آیت قرآنی اور حدیث نبوی رہتے ہوئے قول صحابی ہمارے لئے حجت نہیں ہے الخ (راقم محمد عزت اللہ غفرلہ اللہ ازجسھاں گنج ۸ ۲ رجمادی الثانی ۱۳۵۳ھ)

سوال: زید بیسویں رمضان کو صبح کی نماز پڑھ کر اعتکاف میں بیٹھ گیا۔ آیا اس کا یہ فعل سنت کے مطابق ہے؟ (عبدالحمید از قلعہ میاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ)

جواب: اکیسویں شب مغرب کے بعد اعتکاف بیٹھ جانا چاہیئے۔ یہی سنت ہے۔ (اہلحدیث ۹ رشوال ۱۳۶۵ھ)

شرفیہ: حدیث صحیح میں نماز صبح کے بعد ہے کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اراد ان یعتکف صلی الفجر ثم دخل معتکفہ متفق علیہ کذا فی بلوغ المرام۔ یہ ہوگا کہ بیسویں کی صبح کی نماز کے بعد اعتکاف میں بیٹھ جائے۔ تاویل لغو ہے۔ (ابوسعید شرف الدین)

تشریح: از قلم حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدرس مدرسہ میاں صاحب مرحوم دہلی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے روزہ کی نیت کرنی ضروری ہے۔ فرضی روزہ کی نسبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے فجر سے پہلے اس کی نیت نہ کی اس کا روزہ نہیں ہوتا۔ (ترمذی شریف) نیت کہتے ہیں ارادۂ قلب کو زبان سے کوئی مروجہ لفظ بصوم غد وغیرہ کہنے کی کوئی دلیل قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔ روزہ رکھنے کے لئے سحری کھانا باعث برکت اور ثواب عظیم کا موجب ہے۔ مومن کے لئے بہترین سحری کھجور ہے یعنی کھجور ضرور کھانی چاہیے۔ سنت طریقہ یہ ہے کہ جا بجا مساجد میں سحری کی اذان کا اہتمام کیا جائے۔ جو اذان فجر سے کچھ وقت پہلے ہو۔ کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سحری اور نماز پڑھنے کا درمیانی وقفہ پچاس آیات پڑھنے کے برابر ہوتا تھا۔ اگر سحری کھاتے ہوئے صبح کی اذان ہو جائے تو اپنے لقمہ اور حاجت کو جلدی پورا کر لینا چاہیے (مشکوٰۃ، ترمذی) روزہ کی حالت میں غیبت۔ چغلی جھوٹ سے بچو۔ فحش بے حیائی۔ بدگوئی سے احتیاط کرو۔ جو شخص جھوٹے قول عمل اور عقیدہ کو نہیں چھوڑتا۔ اللہ کو اس کے روزہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی روزہ دار سے لڑنے جھگڑنے لگے تو روزہ دار کو چاہیے کہ اس کی بات کا کوئی جواب نہ دے بلکہ کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں۔ احتلام ہو جانے سے۔ خود بخود قے آنے سے۔ مسواک کرنے سے۔ سرمہ۔ تیل لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا (ترمذی شریف) سورج غروب ہوتے ہی افطاری کا وقت ہو جاتا ہے۔ روزہ تر کھجوروں سے اگر تر نہ ملیں تو خشک سے ورنہ پانی سے افطار کرنا سنت ہے۔ حدیثوں میں روزہ کھولتے وقت یہ دعا پڑھنی آئی ہے:۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ (مشکوٰۃ المصابیح) اس دعا میں چند الفاظ وبک آمنت وغیرہ لوگوں نے بڑھا رکھے ہیں حالانکہ وہ بے ثبوت ہیں۔ ایک مسلمان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سکھلائے ہوئے اور بتائے ہوئے الفاظ بس کافی ہیں۔ دین میں ایجاد اور زیادتی کا نام ہی تو بدعت اور غلو ہے۔ خدا ہر مسلمان کو ان دونوں چیزوں سے محفوظ رکھے۔ روزہ کھولنے کے بعد یہ دعا بھی سنت ہے۔ ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْشَاءَ اللّٰهُ (ابوداؤد شریف) جو شخص کسی روزہ دار کو کھانا کھلائے تو روزہ دار کہے اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ وَاَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلٰئِكَةُ (ابن ماجہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان وغیر رمضان میں رات کو گیارہ رکعتیں نفل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی تراویح سے و تر پڑھا کرتے تھے۔ یہی سنت اور زیادہ اجر فضیلت کا موجب ہے۔ اس کے علاوہ زیادہ رکعتیں مقرر کر لینا۔ ہمیشہ بیس رکعت پڑھنا اور سنت سمجھنا خلاف ہے یہ کسی حدیث نبوی سے بہ سند صحیح کہیں ثابت نہیں۔

رمضان شریف کے آخری عشرہ کی طاق راتوں (۲۱-۲۳-۲۵-۲۷-۲۹) میں سے ایک شب قدر ہوتی ہے۔ اس میں بکثرت تلاوت قرآن۔ ذکر الٰہی تسبیح تہلیل اور خدا کی عبادت نہایت شوق و ذوق سے کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اس کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے۔ شب قدر میں گناہگاروں کی گریہ وزاری۔ توبہ استغفار عباد کی رغبت دیکھنے کے لئے مسلمانوں سے ملاقات اور مصافحہ کرنے کے لئے جبرئیل علیہ السلام معہ فرشتوں کے زمین پر آتے ہیں۔ مزاروں، خانقاہوں، یا جس گھر میں نشے کی چیز ہو۔ نشہ باز شخص ہو۔ باجے اور تصویریں ہوں۔ وہاں فرشتے نہیں جاتے۔ شرابی۔ ماں باپ کا نافرمان مسلمانوں سے بغض و بیر رکھنے والا اس رات میں بھی بخشش سے محروم رہتا ہے اس رات میں یہ دعا پڑھنی سنت ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ (مشکوٰۃ) اعتکاف کرنا نہایت ثواب کی بات ہے۔ مرد و عورت دونوں کیلیے اعتکاف کرنا جائز ہے۔ اکیسویں شب مسجد میں رہ کر نماز صبح کے بعد اعتکاف کی جگہ داخل ہونا چاہیے اور مسجد کے گوشہ میں خلوت اختیار کر کے ذکر الٰہی۔ تسبیح تہلیل۔ تلاوت قرآن۔ احادیث کا مطالعہ وغیرہ عبادات صبح و شام ہر وقت کرتے رہیں۔ پاخانہ پیشاب یا اور کسی ضرورت شدید کے بغیر مسجد سے باہر نہ نکلیں۔ اعتکاف عید الفطر کے چاند ہونے تک کریں۔ (بخاری، ابن ماجہ)

صدقۃ الفطر روزوں کی طہارت ہے۔ ہر مسلمان مرد و عورت چھوٹے بڑے امیر غریب آزاد و غلام لونڈی پر کھجور۔ کشمش۔ پنیر۔ گیہوں۔ جو کا ایک صاع (جو بحساب انگریزی تقریباً پونے تین سیر ہوتا ہے) واجب و فرض ہے۔ یہ نماز عید سے پہلے ادا کرنا چاہیئے۔ نماز کے بعد دینے سے صدقۃ الفطر ادا نہ ہوگا۔ فطرہ میں غلہ دینا افضل صورت ہے۔ قیمت بھی جائز ہے۔ اور گیہوں کا آدھا صاع بھی درست ہے (بلوغ المرام)

لوگوں میں رمضان کے آخری جمعہ کو رسم الوداع مروج ہے اور وہ اس دن روزہ چھوڑ کر حلیم وغیرہ کھانے کے لئے گاؤں سے شہروں میں آتے ہیں۔ حالانکہ خدا و رسول نے کہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسا حکم نہیں فرمایا۔ مسافر و مریض اور حائضہ کو ایام سفر میں مرض اور حیض میں روزہ معاف ہے۔ مگر دوسرے دنوں میں قضا واجب ہے۔ حاملہ۔ مرضعہ۔ دائم المریض بوجہ تکلیف روزہ نہ رکھ سکے تو ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔ میت کے فوت شدہ روزے اس کے وارث رکھ لیں۔ یا ہر روزہ کے عوض مسکینوں کو کھانا کھلا دے۔ صدقۃ الفطر زکوٰۃ کی طرح نظام کے ماتحت بیت المال میں جمع ہونا چاہیئے۔ جہاں بیت المال قائم نہیں ہے وہاں اس کا عمل میں آنا ضروری ہے تاکہ وقتاً فوقتاً دینی امور کی انجام دہی اور قوم کے غرباء و فقراء۔ اہل حوائج پر امام اس بیت المال کو خرچ کرتا رہے۔ دراصل اسلام کا اہم مقصد زکوٰۃ اور صدقات نکالنے سے یہی ہے کہ وہ ایک جگہ جمع ہوں اور پھر قوم کی مفلسی و ناداری پر خرچ کر کے قوم کو بحال کیا جاوے زمانہ خیر میں زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر کی ادائیگی کے لئے امام وقت اور بیت المال کا قیام نہایت ضروری سمجھا گیا تھا۔ فقط والسلام۔

(۱۰ اگست ۱۹۴۵ء)

سوال: رمضان شریف میں سحری کھانے کے لئے اذان دے سکتے ہیں یا نہیں اگر دیں تو سنت کے خلاف ہوگا یا نہیں؟ (دین محمد ساکن جبوو ۶۵)

جواب: اذان دے سکتے ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ صبح صادق سے پہلے اذان اس لئے دیتے ہیں کہ تم نماز تہجد کے لئے اٹھ سکو۔ (اہلحدیث شوال ۱۳۶۵ھ)

سوال: ایک شخص کہتا ہے کہ روزہ دار اگر بطور علاج دوائی کا ٹیکہ لگوا لے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا کیونکہ دوائی کا دخول براہ دہن معدہ میں نہیں ہے۔ اور اگر اسی طرح تمباکو منہ میں رکھا جائے اور اس کا رس باہر تھوک دیا جائے تو پھر بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ دوسرا شخص کہتا ہے کہ جس طرح دوائی کے کھانے پینے سے روزہ فاسد ہوتا ہے اسی طرح ٹیکہ سے بھی فاسد ہو جاتا ہے۔ دونوں میں سے کون حق پر ہے؟ (فقیر محمد اشرف از قلعہ میاں سنگھ)

جواب: صورت مرقومہ میں تمباکو سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ ٹیکہ سے نہیں کیونکہ تمباکو کا اثر تھوک کے ذریعہ بے خبری میں معدہ میں ضرور جاتا ہے جس کو انسان روک نہیں سکتا۔ اللہ اعلم۔ اہلحدیث ۲۔ شوال ۱۳۶۵ھ

سوال: اگر کوئی آدمی اپنی عورت سے روزہ کی حالت میں مباشرت کرتا ہوا محتلم ہو گیا تو اس کا روزہ رہا یا نہیں؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اس کے بدلے میں ساٹھ روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ اللہ اعلم۔ (اہلحدیث ۷۔ ۲۔ صفر ۱۳۶۵ھ)

سوال: اگر نماز عید کا خطبہ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے ادا کیا جائے تو اس کے جائز یا ناجائز ہونے کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ (غلام نبی سرینگر)

جواب: جائز ہے۔ ہمارے ہاں عیدگاہ میں بھی سب جگہ یہ آلہ لگایا جاتا ہے۔ (اہلحدیث ۲۳۔ شوال ۱۳۶۵ھ)

سوال: صحابہ کرام میں کسی صحابی نے بیس رکعت تراویح پڑھی ہیں کہ نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب: انفرادی طور پر بعض صحابہ نے بیس بھی پڑھی ہیں۔ چالیس بھی پڑھی ہیں مگر جماعت آٹھ ہی کی ہوتی تھی۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی نے تراویح کے امام کو حکم دیا تھا کہ آٹھ رکعت تراویح وتر مجموعہ گیارہ رکعت پڑھائیں۔ چنانچہ وہ ایسا ہی کرتے تھے۔ یہ مضمون مؤطا امام مالک اور قیام اللیل مروزی میں بتصریح ملتا ہے۔ اللہ اعلم (اہلحدیث ۲۳ شوال ۱۳۶۵ھ)

مفصل بحث کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے۔ (راز)

سوال: نابینا حافظ قرآن کی امامت نماز فرض اور تراویح کرانی جائز ہے یا ناجائز؟ چونکہ اس کے متعلق تین گروہ ہیں۔ ایک کہتا ہے تراویح ہو سکتی ہے۔ فرض نہیں ہو سکتی۔ دوسرا گروہ کہتا ہے۔ تراویح بھی فرض بھی دونوں ہو سکتے ہیں۔ تیسرا گروہ کہتا ہے نہ فرض ہو سکتے ہیں نہ تراویح ہو سکتی ہے۔ نابینا حافظ کی امامت ہی کسی صورت میں درست نہیں ہے۔

(حکیم اللہ بخش جالندھری بگڑا۔ بنگال)

جواب: نابینا کے پیچھے ہر نماز جائز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ام مکتوم نابینا رضی اللہ عنہ کو امام پنجوقتہ بنایا تھا۔ (اہلحدیث امرتسر ۲۳ جنوری ۱۹۳۱ء)

سوال: حافظ قرآن کو جو تراویح میں قرآن شریف ختم کرتے ہیں گویا انجن جوڑ دیتے ہیں۔ انجن بھی اس رفتار پر کہ اخیر کے درجہ پر چلاتے ہیں۔ پیچھے لقمہ دینے والا کوئی حافظ موجود نہ ہو تو ایسی حالت میں نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب: قرآن مجید کو بآہستگی پڑھنا چاہیئے خدا نے فرمایا ہے وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا جو لوگ اتنا جلدی پڑھتے ہیں ان کے پیچھے نماز پڑھنی ایک رسمی چیز ہے اصلی نہیں۔ (اہلحدیث امرتسر ۲۳ جنوری ۱۹۳۱ء)

سوال: رمضان المبارک میں تراویح اور تہجد دونوں ہیں یا تہجد کے بدل تراویح؟

(سائل مذکور)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: اگر تراویح پہلے وقت میں پڑھے تو صرف تراویح ہے۔ پچھلے وقت پڑھے تو تہجد کے قائم مقام ہو جاتی ہے۔ اللہ اعلم۔ (اہلحدیث امرتسر ۲۲ جنوری ۱۹۳۱ء)

سوال: روزہ دار بدن کو تیل یا آنکھ میں سرمہ اور دوائی لگا دے تو روزے میں تو کوئی نقص نہیں آتا؟ (سائل مذکور)

جواب: تیل وغیرہ بیشک سے کوئی حرج نہیں۔ کھانا پینا اور جماع منع ہے۔ اللہ اعلم۔ (۲۲ جنوری ۱۹۳۱ء)

سوال: اہل حدیث سٹی بنگلور کے لئے نماز عید ادا کرنے کے لئے حکومت موجودہ کی طرف سے زمین عطا کی گئی ہے۔ اس کی حدود اربعہ آہنی خاردار تاروں سے محصور کی گئیں اور جانب مشرق ایک دروازہ پتھروں سے بنایا گیا ہے۔ بعض اہلحدیث کہتے ہیں کہ جانب مغرب قبلہ رخ ایک دیوار جس پر چھوٹی چھوٹی مناریں ہوں (جو علامت نماز گاہ اہل اسلام ہے) بنا دی جائے تاکہ یہ زمین ہمیشہ کے لئے بحق اہلحدیث محفوظ و مطمئن رہے تو آئندہ کا خوف ہے کہ حکومت موجودہ اس عطا کردہ زمین کو بوجہ عدم علامات نماز گاہ اہل اسلام بحق سرکار ضبط کرلے۔ گو بعوض اس کے کوئی دوسری زمین عطا کر دے۔

اس تجویز کے بعض اہلحدیث مخالف ہیں کہ یہ بدعت ہے، سنت کے خلاف ہے اس پر بعض اہل حدیث جو مجوز ہیں کہتے ہیں کہ حدود اربعہ کو محفوظ کرنا اور دروازہ بنانا بھی تو خلاف سنت ہے یہ جائز اور وہ بدعت کیوں ہے؟ براہ کرم اس کا جواب اہلحدیث میں شایع فرمائیں۔ (حاجی وی کے عبد اللطیف عفی عنہ)

جواب: بدعت نہیں، بلکہ بضرورت جائز ہے۔ بدعت اس کام کو کہتے ہیں جس کو شریعت نے کار ثواب نہ کہا ہو اور عامل اس پر ثواب کی نیت کرے۔ صورت مرقومہ ایسی نہیں بلکہ نیت رفع مضرت ہے۔ امرتسر کی عیدگاہ اہلحدیث میں بھی امتیازی صورت بنی ہوئی ہے وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ

(اہلحدیث امرتسر ۸ اپریل ۱۹۳۲ء)

سوال: خواہ مخواہ ستائیسویں کو ہی لیلۃ القدر مقرر کرنا اور حنفیوں کے مطابق صرف اسی دن کو شب قدر منانا خلاف سنت ہے یا نہیں۔ اور راتوں کو چھوڑ کر! جواب خلاصہ اور مدلل ہو۔

www.KitaboSunnat.com

جواب: بعض احادیث میں ایسے نشان آئے ہیں جن سے ستائیسویں رات کو ترجیح حاصل ہوتی ہے اس لئے رواج ہو گیا۔ مگر اصح یہی ہے کہ سب طاق راتوں میں تلاش چاہیے۔ (۲۷ مارچ ۱۹۳۱ء)

سوال: زید کہتا ہے کہ رمضان المبارک کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر کو تلاش کرنے کے لئے جاگنا سنت ہے خواہ وعظ کی مجلس میں شریک ہو کر جاگے یا گھر میں عبادت کرے وعظ بھی عبادت ہے۔ بکر کہتا ہے کہ شرع اسلام نے ہر وقت کے لئے ایک عبادت اور ہر عبادت کے لئے ایک طرز مقرر کیا ہے لہٰذا ہر عبادت اپنے مقررہ طرز پر ادا کی جائے تو عبادت ہے ورنہ بدعت۔ تو سنت نبوی اور آثار صحابہؓ سے کہیں ثبوت نہیں ملتا کہ ان راتوں میں رات رات بھر وعظ ہوئے ہوں۔ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو فرمایا کہ اٹھو اور اللہ کی عبادت کرو اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ راتوں کو ضرورت کے وقت بات کرنا جائز ہے نہ کہ وعظ کا ثبوت نکلتا ہے ہم بھی اگر اپنے اہل بیت کو ان راتوں میں اٹھا کر عبادت کرنے کو کہیں تو سنت نبوی پر عمل ہوتا ہے اور موجودہ مجالس وعظ اس رات کی عبادت نہیں بلکہ اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان ایک حجاب ہے جو لیلۃ القدر کی برکتوں سے محروم رکھتا ہے اکثر جلسوں میں جاگنے والوں سے پوچھو کہ کبھی کسی نے لیلۃ القدر دیکھا۔ ہم اہل کتاب و سنت کی روشنی میں بتایا جائے کہ ان دونوں میں کون حق پر ہے؟ (محمد رفیع از دہلی)

جواب: وعظ کہنا یا وعظ سننا بھی عبادت ہے۔ حدیث شریف میں ہے تدارس ساعۃ من اللیل خیر من احیائھا۔ یعنی شب ایک گھڑی علمی بات چیت کرنا ساری رات کی عبادت سے اچھا ہے۔ اس حدیث سے ہمارا دعوی ثابت ہے کہ وعظ گوئی یا وعظ شنوی سب عبادت ہے۔ پس زید کا قول صحیح ہے۔ اللہ اعلم (اہلحدیث ۲۵ رمضان ۱۳۵۰ھ)

سوال: تراویح میں ایک شخص تو حافظ قرآن سناتا ہے لیکن سامعین جماعت میں کوئی حافظ سامع نہیں اگر ایسے وقت کوئی ناظرہ قرآن شریف صف اول میں بیٹھ کر سنتا رہے اور لوٹا تا رہے، اور وقت رکوع و سجود شریک جماعت ہو جایا کرے تو از روئے شرع جائز ہے یا ناجائز۔؟ (محمد عثمان ملتانی)

جواب: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غلام تراویح میں امام ہوتا تو قرآن مجید دیکھ کر پڑھتا تھا اور حضرت ممدوحہ اس کی اقتداء میں نماز پڑھتی تھیں اس واقعہ پہ قیاس کیا جائے تو صورت مرقومہ جائز ہے۔ اللہ اعلم۔ (۱۰ جنوری ۱۹۳۲ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: حضور اکرم صلعم نے تین یوم نماز تراویح باجماعت مع الوتر صحابہ کرام کو پڑھائی یا وتر اس وقت آپ نے نہیں پڑھا اور کیا نماز تراویح اور تہجد ایک نماز ہے یا علیحدہ علیحدہ؟

جواب: نماز تہجد تو سارے سال میں ہوتی ہے تراویح خاص رمضان میں ہے اگر کوئی شخص پہلے وقت میں تراویح نہ پڑھے آخر وقت میں پڑھے تو نماز تہجد بھی ہو جائے گی اور تراویح بھی زیادہ کرید کرنے کی ضرورت نہیں آنحضرت علیہ السلام نے جن تین دنوں میں قیام رمضان کیا تھا ان میں وتروں کا ذکر مجھے نہیں ملتا۔ اللہ اعلم (۲۲ رمضان ۱۳۶۲ھ) اس کے متعلق گذارش ہے کہ وتروں کا ذکر صحیح ابن خزیمہ اور ابن حبان میں حضرت جابرؓ کی روایت سے ان الفاظ کے ساتھ ملتا ہے۔ عن جابر انه صلى الله عليه وسلم صلى بهم ثمان ركعات والوتر ثم انتظروه فى القابلة فلم يخرج اليهم (سبل جلد نمبر ۲ ص ۲۳ قیام اللیل ص ۹۱ معجم صغیر طبرانی ص ۱۰۸ وغیرہ)

(ابوالحسنات علی محمد سعیدی صدوروی فیروز پوری ۱۳ شوال ۱۳۶۲ھ)

سوال: پندرہویں شب شعبان کو کیا شب قدر کا کوئی ثبوت ہے اس شب کو ثواب جان کر تلاوت۔ یا عبادت کرنا کیسا ہے؟ (عبدالماجد بریلی)

جواب: اس رات کے متعلق ضعیف روایتیں ہیں اس دن کوئی کار خیر کرنا بدعت نہیں ہے! بلکہ بحکم انما الاعمال بالنیات موجب ثواب ہے۔ اللہ اعلم (۵ رمضان ۱۳۶۳ھ)

سوال: شام کے وقت آسمان پر ابر ہو گیا بہت انتظار کے بعد یقین کیا کہ سورج غروب ہو گیا ہو گا اور روزہ افطار کر دیا گیا تو پھر سورج نے دکھائی دی اور چھپ گیا۔ اب روزہ دار دوبارہ روزہ رکھیں یا وہ روزہ غلطی والا ہی کافی ہے۔ (عبدالعزیز جالندھری)

جواب: ایک روزہ قضا کرے کیونکہ اَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ کی تعمیل نہیں ہوئی عدم تعمیل غلط فہمی کی وجہ سے ہے۔ اس لئے کفارہ نہیں ہے۔ اللہ اعلم (۵ رمضان ۱۳۶۳ھ)

سوال: زید بیسویں رمضان کو صبح کی نماز پڑھ کر اعتکاف بیٹھ گیا۔ آیا اس کا یہ فعل سنت کے مطابق ہے؟ (عبدالحمید از قلعہ میاں سنگھ۔ ضلع گوجرانوالہ)

جواب: اکیسویں شب مغرب کے بعد اعتکاف بیٹھ جانا چاہیے۔ یہی سنت ہے۔ (۹ شوال ۱۳۶۵ھ)

سوال: رمضان میں زید خشکی کے راستے جا رہا تھا۔ چار پانچ کوس تک ایسے پہاڑ پر ہو کر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راستہ تھا جہاں بجز پتھر کے دوسری چیز گھاس پانی مٹی نہ تھی۔ جس سے افطار کرے زید نے اپنی رائے سے بیوی سے ملاپ کیا اور بیٹی کا بوسہ لیا۔ سوال یہ ہے کہ تینوں کا روزہ ہوا یا نہیں اور شرعاً تینوں پر کیا حکم صادر ہے؟

جواب: جماع اکل و شرب کی طرح مفطر ہے اس لئے کوئی حرج نہیں بیٹی کا بوسہ اگر شفقت پدری کی نیت سے لیا تو خیر اگر بدنیتی سے لیا تو سخت مجرم ہے روزہ صحیح ہوگا۔

(۲ محرم ۱۳۳۶ھ)

سوال: سال تمام میں حرام روزے کتنے اور کونسے ہیں؟

جواب: دونوں عیدوں کے روزے حرام ہیں۔ (۲ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ)

شرفیہ: ایام تشریق میں بھی روزہ رکھنا منع ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایام التشریق ایام اکل و شرب و ذکر اللہ عز وجل' رواہ مسلم یعنی ایام تشریق ذی الحجہ کی ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳ تواریخ کھانے پینے اور یاد الٰہی کے دن ہیں۔

(ابوسعید شرف الدین)

سوال: رمضان المبارک میں اعتکاف اگر ایک ہی شخص محلے کا کرے تو کیا سب کی طرف سے کافی ہے۔

جواب: حنفیہ کے نزدیک اعتکاف سنت کفایہ ہے ان کے نزدیک تو ایک کا بیٹھنا سب سے کفایت کرتا ہے مگر اس دعوے کی دلیل میرے ناقص علم میں نہیں اس لئے اس کو عین سنت جانتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری بیویاں معہ آنحضرتؐ کے اعتکاف بیٹھی تھیں۔ گو آپؐ نے ان کو اٹھا دیا تھا مگر اس کی وجہ کچھ اور تھی۔ (۲۳ ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ)

سوال: اعتکاف کا پردہ نہیں ایسا کہ اندر سے باہر کا آدمی نظر آدے، ہونے سے اعتکاف ہوگا یا نہیں؟

جواب: پردہ سے غرض یہ ہے کہ بیٹھنے والا گوشہ نشین رہے۔ باریک کی وجہ سے کوئی اسے دیکھے یا وہ کسی کو دیکھے کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اعتکاف نشین مرد ہو عورت نہ ہو۔

(۲۶ ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ)

سوال: ایک لڑکا ۱۴ برس کا جس پر ایک ماہ کا روزہ باقی تھا انتقال کر گیا اب کیا کیا جاوے۔

جواب: لڑکا اگر بیماری ہی میں مرگیا ہے تو روزے معاف ہیں اگر اچھا ہو کر اس نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روزے نہیں رکھے تو فی روزہ ایک مسکین کو کھانا کھلادیں فدیۃ طعام مسکین۔ حالت شیرخوارگی میں بھی روزہ رکھنے کا حکم نہیں بعد فراغت روزہ رکھے اگر بوجہ ضعف نہ رکھ سکے تو فی روزہ ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔ (۴ ذی الحجہ ۳۳ھ)

شرفیہ: یہ صحیح نہیں ہے۔ بعد صحت روزے ہی رکھنے ہوں گے اور اگر قبل صحت مرجائے تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات وعلیہ صیام صام عنہ ولیہ متفق علیہ اور ضعف کے باعث فدیہ کی دلیل بھی معلوم نہیں ہاں اس کے مرنے کے بعد ولی کو کھانا کھلانے کی ایک روایت ہے مگر وہ بھی مرفوع صحیح نہیں موقوف ہے۔ عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من مات وعلیہ صیام شہر رمضان فلیطعم عنہ مکان کل یوم مسکین رواہ الترمذی وقال والصحیح انہ موقوف علی ابن عمر انتہی (مشکوٰۃ ص۱۷۷ جلد۱) (ابو سعید شرف الدین)

سوال: آنحضرت نے فرمایا ہے کہ رمضان المبارک میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور دوزخ کے بند ہوجاتے ہیں تو مبارک ماہ میں کافر ومشرک کو مرنے سے کچھ فائدہ پہنچتا ہے یا نہیں؟ اور فاسق وفاجر کو بھی عذاب قبر سے نجات ملتی ہے یا نہیں کیونکہ مسلم ایماندار کے لئے تو ہر حال میں نجات کی صورت ہوتی ہے۔

جواب: کافر ہو یا مشرک، مومن ہو یا فاسق بعد موت اعمال کے نتائج مرتب ہوں گے نہ کہ رمضان کے۔ دوزخ کے دروازہ بند ہونے سے کافر عذاب سے نہیں بچ سکتے۔ خدا کے ہاں عذاب کئی ایک قسم کے ہیں۔ اعاذنا اللہ منہا۔ (۱۷ شوال ۳۳ھ)

شرفیہ: یہ بند وکشاد دوزخ وجنت صرف مومن صائم کے لئے ہے نہ کہ کافر مشرک ونافرمان کے لئے۔ ورنہ شیطان بھی تو ہے۔ فافہم وتدبر۔

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: ایک شخص بہت بوڑھا ضعیف ہے۔ روزہ رکھنے کی بالکل طاقت نہیں اور مفلس بھی بیحد ہے فدیہ دینے کی بھی طاقت نہیں کیا ایسے شخص پر روزہ اور فدیہ معاف ہے۔

جواب: (از مولانا ابو الوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری) بہت بوڑھا شخص غیر متحمل نادار مفلس محض پر روزہ بھی فرض نہیں اور کفارہ بھی نہیں آیت لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی دلیل ہے اصاب من اجاب ۔ (خاکسار شریف احمد حسین پوری)

الجواب صحیح ، کتبہ محمد عبداللہ غازی پوری ۔

الجواب صحیح عبدالجبار عمر پوری

جواب صحیح ہے ۔ عاجز محمد مسلم عفی عنہ میرٹھی (۲۳ مئی ۱۹۱۲ء)

سوال : ہم لوگوں کو انتیسویں کا چاند نظر نہیں آیا ۔ اس سے شعبان کی تیس گنتی پوری کرکے روزہ رکھا ۔ اور قرب وجوار سے مثلاً دو میل سے لے کر چالیس میل تک کی خبریں چاند دیکھنے کی موصول ہوئیں ۔ آپ فرمائیں ہم لوگ کس حساب پر طاق راتوں میں عبادت کریں اور کیا روزہ بھی قضا رکھنا ہوگا ۔ (عبداللہ وزنا بانگرم)

جواب : اگر قرب وجوار سے معتبر شہادتیں مل جائیں کہ چاند دیکھا گیا ہے تو آپ اسی حساب سے شمار رکھیں اور بعد میں ایک روزہ قضا کریں بہت دور کی شہادت آپ کے لئے حجت نہیں ۔ واللہ اعلم (۱۱ نومبر ۱۹۳۵ء)

تشریح : سوال ۔ (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ رویت ہلال کے لئے شرع شریف میں کوئی مسافت متعین نہیں ہے ؟ اگر ہے تو کتنے میل کی ؟

(۲) کیا مدراس کے مسلمان دہلی کی رویت کا اعتبار کر سکتے ہیں جب کہ دہلی ایک ہزار سے زیادہ فاصلہ پر واقع ہے ۔ نیز دہلی اور مدراس کے غروب کے وقت میں نصف گھنٹہ کا فرق

(۳) کیا ریڈیو، تار، ٹیلیفون کی خبریں اور شہادتیں شریعت اسلامیہ میں قابل تسلیم ہیں ۔

(۴) ریڈیو پر ایسا آدمی جو شہادت شرعی کے معیار پر صحیح اترتا ہو ہندوستان کے کسی حصہ سے اعلان کرے کہ میں نے بچشم خود چاند دیکھا تو کیا تمام ہندوستان کو عید کرنی جائز ہے ؟ اسی پر ٹیلیفون، اور تار کو قیاس فرمائیں ۔

(۵) کیا بارہ بجے دن کو چاند کی شرعی تحقیق ہو جائے اور شرعی شہادت کے ذریعہ ثابت ہو جائے کہ ۲۹ کو چاند ہوا تو ۱۲ بجے کے بعد روزہ توڑنا جائز ہے ۔ بینوا توجروا ۔

(سید عزیز اللہ از مدراس)

الجواب : دوسرے شہر کی رویت ہلال کے اعتبار میں مسافت یعنی میلوں کی تعیین کی کتاب و سنت میں کوئی نص صریح نہیں اسی لئے علمائے کرام کے اجتہادی اقوال اور مذاہب اس امر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مختلف ہیں اور سوائے قول اختلاف مطلع کے جس کی تحقیق آگے آتی ہے کوئی قول قابل وثوق نہیں۔ کریب کی روایت سے ابن عباس کے مجمل قول ہکذا امرنا سے بعض نے لکل اھل بلد رؤیتھم کے باب کو حدیث سمجھ لیا ہے جو بالکل غلط ہے۔ یہ تو اجتہادی قول ہے۔ اصل دلیل حدیث نبوی صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ (صحیح بخاری) ہے یہ خطاب عام ہے۔ کوئی مسلم کہیں چاند دیکھے چاند ہوگیا۔ عید الفطر وغیرہ کے لئے دو شخص کی رویت لازمی ہے اور روزہ رمضان رکھنے کے لئے ایک شخص کی شہادت بھی کافی ہے جس کی تفصیل سنن وغیرہ میں یہ بھی ہے کہ آخر رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لوگ اونٹوں پر سوار دور دراز سے ایسے وقت میں آئے کہ عید کی نماز کا وقت نہیں رہا تھا۔ یعنی بعد دوپہر وہ لوگ حاضر ہوئے تھے انہوں نے یہ شہادت دی کہ کل ہم لوگوں نے اپنے موضع یا شہر میں چاند دیکھا تھا تو آنحضرت نے اسی وقت لوگوں کے روزے افطار کرا دیئے اور دوسرے روز عید کی نماز پڑھائی۔ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دوسرے شہر کے لوگوں کی رویت ہلال کی شہادت کا اعتبار ہے بشرطیکہ دوسرے شہر کا مطلع اس شہر سے مختلف نہ ہو۔ مختلف مطلع یہ کہ مثلاً ایک شہر یا موضع میں دن ہے تو دوسرے میں رات ہے یا ایک جگہ ظہر کی نماز کا وقت ہے تو دوسرے میں عصر یا مغرب کا۔ اگر ایسا ہو تو پھر وہاں کی رویت دوسروں کے لئے کافی نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ یا اس کے متفق مطلع والے چاند نہ دیکھ لیں۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ مثلاً جس شہر یا موضع میں دوسرے شہر سے چند گھنٹے پہلے زوال ہوگا ان کو حکم ہے کہ ظہر کی نماز ادا کریں اور اس وقت دوسرے شہر والوں کو جن کا مطلع ان سے مختلف ہے اور ابھی وہاں زوال میں کئی گھنٹے باقی ہیں نماز ظہر پڑھنا منع ہوگا۔ اس لئے کہ ابھی یہاں زوال نہیں ہوا اور پہلوں کو نماز ظہر پڑھنا فرض ہوگا۔ اس سے ثابت ہوا کہ مختلف المطالع کا حکم الگ الگ ہے۔ اگر دوسرے شہر والے پڑھنا بھی چاہیں تو اول تو ہر جگہ اس کا علم مشکل ہے اگر کسی طرح معلوم کر کے پڑھ بھی لیں تو پھر جب ان کے ہاں زوال ہوگا اگر وہ دوبارہ ظہر نہ پڑھیں تو اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوۡکِ الشَّمۡسِ (الآیۃ) اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہوگا اور اگر دوبارہ پڑھیں تو اس میں یہ اشکال ہے کہ ایک دن رات میں چھ پانچ نمازیں فرض ہیں کم و بیش نہیں۔ اس صورت میں پانچ سے زاید کیا، بے شمار ہوں گی۔ اس لئے کہ چوبیس گھنٹے میں ہر وقت کہیں نہ کہیں ظہر عصر وغیرہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا وقت ہوتا ہے تو ہر وقت نماز فرض ہو گی تو اول تو ہر وقت کا علم محال۔ دوم پڑھنا بھی محال۔ نیز اس صورت میں تکلیف بالمحال لازم آتی ہے اور یہ سب امور باطل ہیں۔ لہٰذا یہ صورت بھی باطل ہے اس سے ثابت ہوا کہ جن جن شہروں کے آپس میں مطالع مختلف ہوں ان کی رویت ہلال دوسروں کے لیے معتبر نہ ہو گی۔ ہاں جن کا مطلع ایک ہے ان کی رویت دوسروں کے لیے معتبر ہو گی۔ بعض فقہائے کرام نے اختلاف مطالع کی تعیین مسافت ایک مہینے کے راستے سے کی ہے۔ مگر یہ بھی اسی کریب والی اوپر کی روایت سے استنباط کی ہے۔ سو اول تو روایۃ کریب سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ چاند دیکھ کر فوراً وہاں سے چلے یا ٹھہر کر۔ نیز وہ کس تاریخ کو مدینہ منورہ پہنچے کتنے دن چلتے رہے۔ پھر ایک ماہ کے راستہ میں اجمال ہے کہ رفتار پیدل کی یا سواری کی۔ اس میں بہت بڑا فرق ہے پھر راستہ میدان صاف کا یا پہاڑی ٹیڑھا ترچھا یا دریائی ایر پھیر کا۔ کبھی ان امور میں زمین آسمان کا فرق ہو جاتا ہے۔ تحقیق جدید سے معلوم ہوا ہے کہ مدینہ منورہ اور شام کے مطلع میں پندرہ بیس منٹ کا فرق ہے اور یہ اختلاف رویۃ ہلال کے حکم میں معتبر نہیں جس کی تحقیق آگے آتی ہے۔ مسافت کم میں بھی مدار شمس کے اختلاف مطالع کی نمازوں میں گھنٹوں کے اعتبار سے ان دیار میں بہت کمی بیشی ہے۔ متوسط اختلاف کا لحاظ کیا گیا۔ یعنی ظہر عصر یا مغرب کے وقت کا اختلاف جو عموماً تین گھنٹے سے کم نہیں ہوتا۔ لہٰذا جہاں دو شہروں کے طلوع و غروب میں تین گھنٹے کا اختلاف ہو وہ مختلف مطالع میں شمار ہوں گے اور جن کا اس سے کم ہو وہ اس سے خارج ہوں گے۔ جواب لکھا ہوا بوجہ علالت طبع رکھا ہوا تھا کہ اخبار اہلحدیث مورخہ ۱۹ شعبان ۱۳۶۱ھ میں مولانا کا جواب بھی نظر سے گذرا کہ مسافت متعینہ کی روایت میرے علم میں نہیں۔ ہاں علم ہیئت سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ غالباً تیس میل کے فاصلہ پر اختلاف مطالع ہو جاتا ہے۔ امرتسر سے لاہور کا فاصلہ تینتیس ۳۳ میل کا ہے اتنے فاصلہ پر تین منٹ کا اختلاف ہے۔ اگر امرتسر میں چھ بجے سورج غروب ہوتا ہے تو لاہور میں ۶ بجکر ۳ منٹ ہوتا ہے۔ اس لیے اختلاف مطالع کی وجہ سے رویت قبول نہیں کی جائے گی" انتہا۔ میں کہتا ہوں کہ اوپر کی سنن کی حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو دور دراز کے اونٹوں کے سوار آخر رمضان میں حاضر ہوئے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ ہم نے کل اپنے شہر یا موضع میں چاند دیکھا تھا تو ان کے کہنے پر حضور صلعم نے بعد دوپہر روزہ افطار کرا کر دوسرے دن نماز عید پڑھنے کو فرمایا تھا وہ غالباً تیس میل یا اس سے بھی زیادہ ہی سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آسکتے تھے اس سے ثابت ہوا کہ اس قدر اختلاف مطالع کا شرع میں اعتبار نہیں۔ نیز اختلاف مطالع مدار شمس کے اختلاف سے بھی ہوتا ہے خواہ مسافت کم ہی ہو اور مطلقاً تینتیس میل مستلزم اختلاف مطالع نہیں تاوقتیکہ مدار شمس کا فرق نہ ہو نیز مکہ معظمہ اور جدہ کے درمیان کا فاصلہ پچاس میل کا ہے اور البتہ کبھی معلوم نہیں ہوا کہ مکہ والوں نے جدہ والوں کی رویۃ ہلال کا اعتبار نہ کیا ہو یا بالعکس۔ نیز اگر ۳۳ میل کے اختلاف کا اعتبار ہوتا تو پھر اختلاف مطالع میں امت کا اختلاف ہی نہ ہوتا۔ اس لئے کہ یہ تو عموماً ہوا ہی کرتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ متواتر یا مشہور ہو جاتا اور اختلاف نہ رہتا واذ لیس فلیس۔

نیز جب ۳۳ میل پر تین منٹ کا اختلاف مطلع ہے تو گیارہ میل پر ایک منٹ کا ہوگا۔ پھر اگر مطلقاً اختلاف مطلع کا اعتبار ہوگا تو گیارہ پر بھی ہوگا تو اول تو یہ اوپر کی سنن وغیرہ کی حدیث سے باطل ہے کہ اس سے زائد فاصلہ کی رویۃ ہلال کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتبار کیا۔ دوم اس سے مکہ والوں کو عرفات کے پہلے سرے جو گیارہ میل پر ہے رویۃ ہلال کا بھی اعتبار نہ ہوگا۔ اور یہ بالکل غلط ہے اس کا تو کوئی بھی قائل نہیں اس سے تو لازم آتا ہے کہ دہلی والے غازی آباد (۱۲) میل اور قطب (۱۱) میل وغیرہ کی رویت ہلال کا بھی اعتبار نہ کریں یہ بھی بالکل غلط ہے کوئی اس کا بھی قائل نہیں تو جب تک اختلاف مطالع کی حد شرع سے نہ ثابت ہو قابل قبول نہیں۔ کتاب وسنت سے صراحتاً ثابت ہو یا استنباطاً اور اوپر جو میں نے لکھا ہے وہ کتاب وسنت سے مستنبط ہے کہ اگر بالکل اختلاف مطالع کو نہ تسلیم کیا جائے مگر شرع سے اس کی کوئی حد نہ مقرر کی جائے تو ہر دو صورت میں تکلیف مالایطاق اور محال لازم آتا ہے جو باطل ہے جس سے شریعت محمدیہ پاک ہے لہٰذا جو کچھ اوپر کتاب وسنت کی روشنی میں لکھا گیا ہے وہی قابل قبول ہے اور بس

جواب ۲: کا جواب ۱ میں آگیا کہ دہلی اور مدراس کے طلوع وغروب میں چونکہ نصف گھنٹے کا فرق ہے جو تین گھنٹے سے کم ہے لہٰذا ان کو ایک دوسرے کی رویۃ ہلال کا اعتبار نہ ہوگا۔

www.KitabcSunnat.com

جواب ۳: تار کی خبر کو عموماً علمائے کرام واساتذۂ عظام تسلیم نہیں کرتے اس لئے کہ تار کے کارکن اکثر بالکل کافر غیر مسلم ہوتے ہیں اور کافر کی خبر دیانات میں مقبول نہیں (در مختار وغیرہ) نیز یہ کہ رویۃ ہلال محض خبر نہیں اس میں شہادت اور نصاب شہادت اور مجلس قضا بھی ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ خبر غائب ہے اس میں معرفت مخبر کی لازم ہے اور یہ امور نار کی خبر بھی مفقود لہذا مردود ہے تو جواب یہ ہے کہ اول تو تمہارا یہ کلیہ کہ ہر امر دینی میں ہر کافر کی خبر کسی حالت میں بھی مقبول نہیں۔ بچند وجوہ منقوض ہے وجہ اول یہ کہ کافر فاسق کی خبر کے عدم اعتبار کو آیت اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا الآیۃ پ۲۶ ع۱۳ سے استنباط کیا گیا ہے حالانکہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اس سے کافر کی خبر مطلقاً تردید نہیں ہوتی بلکہ تحقیق پر موقوف ہے لہذا بعد تحقیق و ثبوت مقبول ہوگی تو گویا من وجہ یہ آیت بھی دلیل قبول کی ہے۔ وجہ دوم قول باری تعالیٰ جل مجدہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ الآیۃ پ۷ ع۴ اس آیۃ سے کافر کی خبر شہادت بحالت سفر شرعاً ثابت ہے اس کی شہادت وخبر پر میت کی وصیت وادا ء دیون اس کے اور ترکہ کی تقسیم اس کی عورت کی عدت و نکاح ثانی و نماز جنازہ غائب اس کے بچوں پر حکم یتیم کا ثبوت اس کی ضمانت کا اسقاط وغیرہ موقوف ہیں، اور یہ امور دینی ہیں۔ خصوصاً نماز جنازہ غائب و وصیت تعمیر مسجد وغیرہ۔

وجہ سوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت ہجرت مدینہ منورہ ایک کافر کو اپنی سواری کی اونٹنیاں دے کر کہا کہ فلاں وقت لا کر ہم کو مخفی راستہ سے مدینہ پہنچا دو اس نے ایسا ہی کیا ہجرۃ امر دینی ہے اس میں رسول اللہ صلعم نے کافر کے قول وعمل کا اعتبار کیا اور حضور کا یہ امر دینی ہے (صحیح بخاری)

وجہ چہارم واقعہ حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مشرک کافر کو جاسوس بناکر کفار کا حال معلوم کرنے کو بھیجا اس نے آکر خبر دی اس پر اعتبار کرکے حضورؐ نے صحابہؓ سے مقابلہ کرنے کے بارے میں مشورہ کیا (بخاری) اس سے بھی کافر کی خبر کا اعتبار ثابت ہوا۔ کہ یہ سفر حضورؐ کا عمرہ کیلئے تھا پھر جنگ کے بارے میں مشورہ کیا مگر جنگ کو ملتوی کیا گیا بہر حال عمرہ ہو یا جنگ کفار دونوں امر دینی ہیں خلاصہ یہ کہ کافر کی خبر دیانات میں بھی مطلقاً مردود نہیں بعد تحقیق وثبوت قرائن مصدقہ بعض امور میں بعض اوقات مقبول بھی ہے۔ مثلاً اگر کسی اعلیٰ افسر نے دہلی سے کانپور شب کو تار دے کر وہاں کے نائب کو بلایا کہ تم یہاں آجاؤ۔ اس نے فوراً جواب دیا کہ یہاں آج چاند ہوگیا ہے صبح مسلمانوں کی عید ہے۔ مجھے یہاں کا انتظام کرنا ہے۔ تو بتایئے اس کے صدق میں کسی کو شبہ ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں ایسے ہی اگر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی نابینا یا ضعیف البصر کسی ایسے مقام میں قید ہو جہاں کفار کے سوا کوئی مسلم رویتہ ہلال کی خبر دینے والا نہ ہو تو وہ اگر کفار کی رویتہ ہلال پر روزہ رمضان و عید نہ کرے تو کیا کرے۔ ایسے ہی اگر اس کے مرنے کی خبر کفار دیں اگر اس کے مرنے کا اعتبار نہ کیا جائے تو اس کی زوجہ اور اس کے بچے کیا کریں۔ کیا زوجہ ساری عمر اس کے آنے کی منتظر رہے ایسے ہی اس کے ترکہ کی تقسیم اس کی زوجہ کی عدت و نماز جنازہ غائب کا کیا حکم ہوگا۔ ایسے امور میں اعتبار کیا جائے گا۔ جب قرآن و حدیث سے بعض امور دینی میں کفار کی خبر کا اعتبار ہے تار کی خبر بھی انہی بعض قسموں میں سے ہے۔ کہ بعد تحقیق مکرر سہ کرر تار دینے اور نیز مختلف مقامات سے دریافت کرنے سے اگر یقین یا ظن غالب اس کے صدق کا ہو تو قبول ورنہ مردود۔ لاکھوں روپے کے کاروبار نفع ونقصان کے حالات تار کی خبر پر تسلیم کئے جاتے ہیں۔ کوئی بھی ان میں تردد نہیں کرتا اور نہ کبھی اس میں یہ سنا گیا کہ فلاں مقام میں رویتہ ہلال کی خبر میں تار والوں نے اہل اسلام کو جھوٹی خبر دے کر روزہ رکھا یا ہو یا عید کرائی ہو اور ان کو اس جھوٹی خبر دینے سے فائدہ ہی کیا ہے۔ ان کو تو ٹکوں سے کام ہے کسے باشد۔

حاجی لوگ سفر حج سے کسی حاجی کے مرنے کی خبر تار کے ذریعے دیتے ہیں اس پر عمل ہوتا ہے جنازہ غائب بھی پڑھا جاتا ہے۔ کوئی اعتراض نہیں کرتا یہ جنازہ امر دینی نہیں تو کیا ہے نیز اول تو تار کے کارکن سارے کافر ہی نہیں ہوتے بلکہ مسلم بھی ہوتے ہیں۔ نیز روپیہ زیادہ خرچ کر کے خالص مسلموں ہی کو ذریعہ خبر رسانی تار کا بنایا جاسکتا ہے۔ فافہم وتدبر مولانا عبدالحی لکھنوی کے مجموعہ فتاویٰ جلد اول مطبوعہ یوسفی پریس لکھنو کے صفحہ ۲۸ میں ہے شہادت خطوط یا تار برقی پس چند فقہاء ایسے مقامات میں الخط یشبہ الخط لکھتے ہیں لیکن ایسی صورت میں کہ ظن حاصل ہو جائے اور شبہ قوی باقی نہ رہے۔ اور خبر تار تا خط بدرجہ ہا پہنچ جائے۔ اس پر عمل ہو سکتا ہے اور بسبب اقتضاء انتظام زمانہ حال اس پر حکم عام بھی دے سکتے ہیں۔ انتہیٰ!

منع کے دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ رویتہ ہلال کو اگرچہ فقہانے من وجہ شہادت لکھا ہے مگر ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ یہ امر دینی ہے۔ لہٰذا روایتہ اخبار کے مشابہ ہے اس لئے اس میں شہادت اور نصاب شہادت اور خصوصیت حریت و ذکوریت وغیرہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی شرط یا ضروری نہیں۔ حتیٰ کہ غیر عادل یعنی مستور واحد کی رویت بھی کافی ہے تفصیل ہدایہ اور اس کے شروح وحواشی وغیرہ میں ہے۔ تیسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو قضا قاضی کی شرط کتاب و سنت سے ثابت نہیں۔ دوم جب فقہا نے اس کو امر دینی اور مشابہ روایت اخبار رکھا ہے تو پھر قضا قاضی کی شرط بھی نہ رہی۔ سوم ہندوستان میں قضا کا محکمہ ہی نہیں اگر مفتی عالم کو قائم مقام قاضی ہی بنایا جائے۔ تو دیہات میں یہ بھی اکثر نہیں ہوتے اور حکم شرع کا عام ہے لہٰذا اشتراط باطل۔ شبہ ۴ کا جواب بھی ۳ میں آگیا کہ نصاب شرط نہیں اگر ہو بھی تو یہ بھی تار کے ذریعہ ہوسکتا ہے۔ شبہ ۵ کا جواب یہ ہے کہ اوپر کی تحقیق سے مخبر کی معرفت بھی ہوسکتی ہے۔ مکرر سہ کرر دریافت کرنے سے اور ٹیلیفون کا معاملہ تو بالکل واضح ہے کہ اس میں ایک مسلم دوسرے مسلم سے باقاعدہ گفتگو کرسکتا ہے۔ اس کی آواز کو پہچان سکتا ہے شہادت وغیرہ سب امور طے ہوسکتے ہیں لہٰذا ٹیلیفون کے ذریعہ ثقہ کی رعایت ہلال کی خبر معتبر ہے۔

جواب ۴) ریڈیو بھی اسی قسم سے ہے اگر اس کا حال معلوم ہے کہ ثقہ خبر دینا کرتا ہے اور آواز بھی اوسی کی پہچانتے ہیں۔ تو معتبر ہے ورنہ نہیں اور تمام ہندوستان کو ریڈیو کی خبر پر عید کرنا کا جواب ۱ اور ۲ میں آچکا ہے کہ صرف متفق المطالع شہر اس پر عمل کریں گے۔ مختلف المطالع اس پر عمل نہ کریں گے مولانا نے اخبار میں لکھا ہے کہ اہل حدیث کے نزدیک دور دراز کی رویت ہلال حجت نہیں۔ یہ فیصلہ صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں ہوچکا ہے۔ انتہیٰ۔ میں کہتا ہوں کہ مولانا نے کچھ تفصیل نہیں کی صحابہؓ کا یہ کونسا فیصلہ ہے اور کس کس محدث کے نزدیک دور کی رویت حجت نہیں غالباً مولانا کی مراد اس سے روایت کریب ہیں عبداللہ بن عباس کا قول مراد ہے کہ کریب نے ملک شام سے آکر ابن عباس کو وہاں کی رویت ہلال کی خبر دی تو ابن عباس نے اس کو تسلیم نہیں کیا۔ اس پر کریب نے کہا کہ آپ امیر معاویہؓ کی رویت ہلال اور روزہ پر بھی اکتفا نہیں کرتے ابن عباس نے کہا نہیں کرتے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کل یا اکثر صحابہؓ کا فیصلہ نہیں صرف ابن عباسؓ کا مجمل قول ہے۔ جس کی تفسیر وتشریح مشکل ہے۔ ہکذا کے مشار الیہ کو بتایا جائے کہ کیا ہے اور اس کے ماقبل کیا کیا ہے جب تک اس کا مشار الیہ قطعی طور پر معین نہ ہو اس سے کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا اور اس کا مشار الیہ قطعاً معین ہو ہی نہیں سکتا۔ شائد کسی کو جامع ترمذی کے قول والعمل علی ہذا الحدیث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عند اہل العلم سے دعویٰ کرو کہ یہ صحابہؓ کا فیصلہ ہے۔ تو جواب صرف یہ ہے کہ یہ صرف ایک صحابی ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے پھر یہ بھی ثابت نہیں ہوا کہ ابن عباسؓ کے اس قول پر دوسرے صحابہؓ نے بھی عمل کیا یا نہیں۔ ہاں تین تابعی عکرمہؒ، قاسمؒ اور سالم کا یہ مسلک ہے اور ایک محدث اسحاق کا اور ایک وجہ شافعیہ کی بھی ہے۔ جس کی تفصیل حافظ صاحب نے فتح الباری میں تحریر کی ہے۔ اس امر میں علمائے کرام کے چھ اقوال یا مذاہب ہیں پھر فیصلہ صحابہ چہ معنی۔ یوں کہیے کہ ایک صحابی کا قول ہے وہ بھی مجمل جس کی تشریح مشکل۔ نیل الاوطار میں صاف لکھا ہے کہ یہ مسئلہ اجتہادی ہے صرف ابن عباس کا اجتہاد حجت نہیں ہو سکتا پس قصہ ختم صحیح وہ جو اوپر لکھا جا چکا ہے۔

جواب (ب): اس سوال سے اگر یہ غرض ہے کہ بارہ بجے دن کے دوسرے شہر سے خبر آئی کہ وہاں کل گذشتہ مغرب کو چاند دیکھا گیا تو اس کا جواب نمبر ا میں آچکا ہے کہ بعد تحقیق و ثبوت متفق المطالع شہر سے خبر آنے پر بعد بارہ بجے بھی روزہ افطار کیا جائے۔ اور اگر یہ غرض ہے کہ بارہ بجے دن کے کسی نے اپنے شہر میں چاند دیکھا تو اس میں سلف کے دو قول ہیں کہ آیا وہ چاند شب آئندہ کا ہے یا گذشتہ کا۔ راجح قول اول[1] ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجیب ابو سعید محمد شرف الدین ناظم مدرسہ سعیدیہ عربیہ پل بنگش دہلی۔

"نور توحید" لکھنؤ ۱۰ و ۲۵ جولائی ۱۹۵۱ء

سوال: ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ اندریں صورت کہ جو خبر رویت ہلال بذریعہ تار کے آوے بمبئی وغیرہ سے اس کو معتبر جان کر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

جواب: جو خبر رویت ہلال کی بذریعہ تار کے آوے وہ لائق قبول نہیں ہے بیان اس کا یہ ہے کہ اگر وہ خبر رویت ہلال فطر ہے تو وجہ عدم مقبولیت اس کی یہ ہے کہ وہ خبر خبر محض نہیں ہے بلکہ شہادت ہے اور شہادت میں لفظ اشہد اور مجلس قاضی اور نصاب شہادت ضرور ہے کما ہو مصرح فی کتب الفقہ اور خبر تار میں ان سب امور کا تحقق غیر مسلم ہے ومن یدعی فعلیہ البیان۔ اور اگر خبر رویت ہلال صیام ہے پس اگرچہ یہ خبر خبر محض ہے شہادت نہیں ہے

[1] حضرت الاستاذ کے اس فاضلانہ فتویٰ پر بعض حضرات نے تعاقب فرمایا تھا۔ جس کا جواب اور مزید علمی تحقیقات خود حضرت استاذ موصوف کی قلم سے اخبار نور توحید لکھنؤ ۱۰ نومبر ۱۹۵۱ء میں ملاحظہ فرمایئے۔ فقط۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لیکن چونکہ اس خبر کی تبلیغ میں واسطہ کفار ہوتے ہیں اور خبر کافر کی دیانات میں معتبر نہیں ہوتی ہے اس لئے معتبر نہ ہوگی۔ درمختار میں مرقوم ہے خبر الکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات لا فی الدیانات (انتہیٰ)۔ اور اگر بالفرض جملہ کارکنان محکمہ تار مسلمین وعدول ہوں تو بھی یہ خبر معتبر نہ ہوگی کیونکہ یہ خبر الغائب للغائب ہے اور خبر الغائب للغائب میں ضرور ہے کہ کوئی امر ایسا موجود دلالت کرے اس بات پر کہ یہ خبر اُس شخص کی ہے کہ جس کو ہم مخبر جانتے ہیں مثلاً جب کوئی کتابۃً خبر دے تو ضرور ہے کہ مکتوب لہ کاتب کے خط کو پہچانتا ہو۔ تدریب الراوی میں مرقوم ہے۔

الخامس یصح السماع ممن هو وراء حجاب اذا عرف صوته ان حدث بلفظ او عرف حضوره بسمع ای مکان یسمع منه ان قرئ علیه و یکفی فی المعرفة بذلك خبر ثقة من اهل الخبرة بالشیخ (انتہیٰ)۔ اور بھی اس میں مرقوم ہے ثم یکفی فی الروایة بالکتابة معرفة ای المکتوب له خط الکاتب وان لم تقم البینة علیه (انتہیٰ) اور ما نحن فیه میں تحقق کسی امر کا مانند معرفت صوت و معرفت خط کے مسلم نہیں ہے ومن یدعی فعلیه البیان اپس خبر تار غیر معتبر ٹھہری وہو المطلوب واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ (کتبہ محمد بشیر عفی عنہ)

اصاب من اجاب فیما اعلم واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ کتبہ محمد بن عبد العزیز الجعفری المدعو بشیخ محمد القاضی فی بھوپال۔

اصاب من اجاب واللہ اعلم بالصواب انا العبد المتوانی السید عبد الباری وفقہ اللہ للخیر الجاری وصانہ عن التماری۔

اصاب من اجاب واللہ اعلم بالصواب کتبہ ابو العالیۃ محمد سلامت اللہ عفی عنہ

الجواب صحیح۔ ذو الفقار احمد عفی عنہ۔ ہذا الجواب صحیح کتبہ محمد انور علی عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین (فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص۱۱۹)

سوال: اگر رمضان شریف ۲۹ دن کا ہو اور ایک پہلا روزہ ہم نے بوجہ چاند نہ دکھائی دینے کے کھالیا اور ہمارے ۲۸ ہی ہوئے تو کیا ہم ۲۸ روزے کر کے عید کر لیں۔

جواب: اس صورت میں عید کر کے ایک روزہ قضا کرنا ہوگا کیونکہ مہینہ ۲۸ روز کا نہیں ہوتا۔ اللہ اعلم۔ (۲۸ شوال سنہ ۴۳ھ)

www.KitaboSunnat.com

تشریح: بابت رویت ہلال اور اختلاف مطالع۔ از مولانا محمد یحییٰ الاعظمی عالم فاضل پروفیسر عربی کالج رائے درگ۔

علم ہیئت کے اصول پر زیر نظر مسئلے کو مختصر ذکر کروں گا۔ ضمناً اختلاف رویت، رویت ہلال قبل از زوال و بعد زوال، تشکلات قمریہ، کسوف و خسوف وغیرہ بھی مذکور ہوں گے بطور مقدمہ اولاً یہ سمجھ لیجئے کہ سورج ایک آگ کا گولہ ہے اور اس کی روشنی ذاتی ہے۔ کسی دوسرے ستارے سے مستفاد نہیں۔ اور ہر حال میں پورا پورا روشن رہتا ہے اور اپنے ارد گرد ضیا پاشی کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ سورج کا طلوع و غروب ہمارے اعتبار سے ہے ورنہ ذاتی طور پر اُسے طلوع و غروب لاحق نہیں بخلاف چاند کے کہ اس کی روشنی ذاتی نہیں ہے بلکہ یہ تو محض ایک صاف شفاف جسم اور نیلگوں رنگ کا گولہ ہے اور سورج کی روشنی اس پر پڑنے کی وجہ سے چمک اٹھتا ہے سورج اوپر اور چاند نیچے ہے۔ سورج کی روشنی سے ہمیشہ چاند کا وہ نصف حصہ جو سورج کی طرف ہوتا ہے روشن رہتا ہے اور پچھلا نصف حصہ ہمیشہ تاریک اور بے نور رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چاند سورج کی نزدیکی اور اس سے دوری کی بنا پر گھٹتا بڑھتا دکھائی دیتا ہے۔ ثانیاً یہ کہ سورج فلک الافلاک کی حرکت سے ۲۴ گھنٹے میں ایک چکر پورا کر لیتا ہے۔ لیکن اپنی ذاتی حرکت سے تقریباً ۳۶۵ ¼ روز میں ایک دور پورا کرتا ہے (اسی کو ہم شمسی سال کہتے ہیں) بنا بریں اوسطاً ۵۹ دقیقہ ۸ ثانیہ ۲۰ ثالثہ روزانہ مغرب سے مغرب کی جانب علی توالی البروج حرکت کرتا ہے۔ اور چاند اپنی ذاتی حرکت سے بعد منہائی مائل وغیرہ ۲۷ ⅓ یوم میں ۲۷ (عند اہل ہند) یا ۲۸ (عند اہل مغرب و فارس) منزلیں طے کر کے اپنا ایک دور پورا کر لیتا ہے اور اوسطاً (۱۳) درجہ (۱۰) دقیقہ (۳۵) ثانیہ (۲) ثالثہ روزانہ مغرب سے مشرق کی جانب حرکت کرتا ہے اب اگر سورج کی روزانہ حرکت چاند کی روزانہ حرکت سے تفریق کر دی جائے۔

	درجہ	دقیقہ	ثانیہ	ثالثہ
حرکت چاند روزانہ	۱۳	۱۰	۳۵	۲
حرکت سورج روزانہ	۰	۵۹	۸	۲۰
باقی	۱۲	۱۱	۲۶	۴۲

تو باقی ماندہ مقدار حرکت چاند روزانہ سورج سے چاند کے فصل اور دوری کی مقدار ہوگی بنا بریں اجتماع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقیقی سے ۱۴ یوم ۱۸ گھنٹے ۲۲ منٹ بعد (۱۸۰) درجہ سورج سے دور اور ۲۹ یوم ۱۲ گھنٹے ۴۴ منٹ بعد پھر اجتماع حقیقی ہو جائے گا اور زمانہ محاق کی مدت اوسطاً ۴۷ گھنٹے ۱۰ منٹ ہے ثالثاً یہ کہ رویت ہلال کا حساب نہایت ہی دقیق ہے کیونکہ اس کا دارومدار قوس الرویہ کی تحدید پر ہے اور یہ سخت دشوار ہے اس لئے کہ جرم قمر کا اوج وحضیض کی وجہ سے مرکز عالم سے قریب ہوتے رہنا اور پھر دور ہوتے رہنا اس کی حرکت کا بطوء اور سرعت میں مختلف ہوتے رہنا اور اس کا خط استوا سے عرض میں کم وبیش ہوتے رہنا۔ خود شہروں کے عرض کا کم و بیش ہونا سورج سے مختلف دوری پر بھی بے موقع ہلال بنتے رہنا وغیرہ وغیرہ امور قوس الرویہ کی تحدید میں دشواری پیدا کرتے ہیں اور اس کا لازمی نتیجہ یہ بھی ہے کہ مختلف حالات میں ایک ایک شہر کے لئے سینکڑوں ہزاروں بلکہ لاکھوں کروڑوں قوس الرویہ کا امکان ہے۔ بنابریں متقدمین علماء فن نے قوس الرویۃ القمر کی بحث ہی کو حذف کر دیا ہے۔ ہاں متاخرین نے اس پر بحث کی ہے۔ والمتأخرون ذکروا فیه کلاما مختلفها اکثرہ لاطائل تحته لعدم انضباط واما الامر الاوسط الذی یعمل به اصحاب الزیجات وهو انه اذا کان البعد بین النیرین فی الاقلیم الرابع اثنی عشرة درجة من دور الفلك فانه یری (نهایة الادراک ص ۲۳۴) اور متاخرین علمائے فن نے قوس الرویۃ کے بارہ میں مختلف باتیں لکھی ہیں۔ جن میں اکثر ضابطہ کے تحت نہ آسکنے کی وجہ سے بیفائدہ ہیں۔ البتہ اوسط قوس الرویۃ جس پر زائچہ بنانے والوں کا عمل ہے یہ ہے کہ جب اقلیم رابع میں چاند اور سورج میں ۱۲ درجہ کی دوری ہو جائے تو ہلال نظر آ جائے گا۔ بنا بریں ہم نے بھی اوسط قوس الرویۃ ۱۲ درجے کو اختیار کیا ہے۔ ورنہ مختلف صورتوں میں اس سے بھی کم و بیش قوس الرویہ ہوا کرتی ہے۔ اور یہی قوس اختلاف مطالع کی مقدار ہے۔

رابعاً یہ کہ بوقت طلوع الشمس ونصف النہار وغروب شمس ونصف اللیل اور ان کے مابین غرض ۲۴ گھنٹے یومیہ کا ہر منٹ ہر سکنڈ اس کا متحمل ہے کہ اس وقت چاند قوس الرویہ پر پہنچ کر ہلال بن جائے اور یہ صرف احتمال ہی نہیں ہے بلکہ ایسا ہی نفس الامر میں واقع ہوا کرتا ہے۔ اور چاند کے سورج سے ہٹ کر قوس الرویہ پر پہنچ کر ہلال بن جانے کے لمحات مختلف مہینے، سال، صدی میں مختلف ہوا کرتے ہیں جس کو اہل تقویم چاند اور سورج

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی رفتار منضبط کے ماتحت حساب لگا کر ہر ماہ ایک متعین شہر کے لیے اس لمحہ کی تعیین کر دیتے ہیں اس سلسلہ میں سب سے عمدہ تقویم وہ ہے جو ناٹیکل المناک کے نام سے سال بسال رصدگاہ لندن سے شائع ہوا کرتی ہے۔ نیز یہ تقویم سیاروں کی حرکات یومیہ اور دیگر معلومات کا خزانہ ہے

اچھا اب آپ رویت ہلال کے وقت سے چاند کی کیفیت ملاحظہ فرمائیے کس قدر باریک اور سورج کے قریب ہوتا ہے پھر دوسرے دن شام کو دیکھیے تو آپ کو قدرے بڑا اور مشرق کی جانب دور نظر آئے گا۔ پھر تیسرے دن اور بڑا اور زیادہ جانب مشرق دوری پر معلوم ہوگا بات یہ ہے کہ چاند سورج سے جتنا دور ہوتا جاتا ہے اتنا ہی اس کا روشن حصہ ہماری طرف رُخ کرتا جاتا ہے اسی طرح دیکھتے رہیے یہاں تک کہ چودھویں شب اور کبھی تیرہویں شب اور کبھی پندرہویں شب کو چاند سورج کے مقابل جانب مشرق ۱۸۰ درجہ یعنی نصف دور فلک کی دوری پر ہوتا ہے۔ اگر سورج مغربی افق میں اپنا سر چھپا رہا ہے تو چاند افق شرقی سے اپنی نورانی شعاعیں ہم پر پھینک رہا ہے۔ گویا آمنے سامنے برابر کی جوڑ ہے۔ اسی استقبال کی حالت میں ہم چاند کو بدر یا ماہِ کامل اور اس تاریخ کو پورنماشی کہتے ہیں۔ اس وقت چاند کا نصف روشن حصہ پورے کا پورا ہمارے سامنے ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ اسی استقبال کے زمانہ میں اگر چاند، زمین اور سورج ایک خطِ مستقیم پر واقع ہو جائیں تو چاند گرہن ہو جائے گا۔ اس کے بعد پھر وہ یوماً فیوماً سورج سے قریب ہونے لگتا ہے اور ہم کو گھٹتا ہوا دکھائی دیتا ہے اس میں بھی وہی بات ہے مگر برعکس کیونکہ چاند کے سورج سے قریب ہوتے رہنے سے اس کا روشن حصہ ہمارے سامنے سے رُخ پھیرتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اٹھائیسویں یا انتیسویں شب کو سورج سے ۱۲ درجہ قریب پہنچ کر دو شب، اور کبھی ایک شب یا تین شب کے لیے ہماری نظروں سے یکسر غائب ہو جاتا ہے۔ اس اجتماع کو ہم محاق یا اوس کہتے ہیں۔ اس حالت میں چاند کا نصف روشن حصہ سورج کی طرف ہوتا ہے اور نصف پچھلا تاریک حصہ ہمارے سامنے واضح ہو کہ اسی اجتماع میں اگر چاند اور سورج میں سرِ صنا بھی اتنا قرب ہو جائے کہ ہماری نگاہ بخطِ مستقیم چاند سے گذرتی ہوئی سورج پر پڑ جائے تو سورج گرہن ہو جائے گا۔ یاد رکھیے اسی زمانہ محاق میں جس کی مدت اوسطاً ۴۷ گھنٹے ۱۶ منٹ ہے ایک خاص لمحہ ایسا گزرتا ہے جس میں چاند اور سورج کا ایک خط طولی پہ دوسرے لفظوں میں ایک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خط نصف النہار پر واقع ہو جانا ضروری ہے اور وہ وہ ساعت ہے جب کہ ابتدائے محاق سے ۲۳ گھنٹے ۲۸ منٹ گزر جائیں۔ پس اب پہلے سے رویت ہلال کا حساب شروع کیجئے۔

فرض کیجئے کہ جب افق شہر اعظم گڑھ سے جو ۸۲ درجہ ۱۳ دقیقہ طول البلد پر واقع ہے ۶ بجے آفتاب غروب ہوا۔ اور ۶ بجکر ۲۲ منٹ سے چند سیکنڈ پہلے چاند سورج میں اجتماع حقیقی ہو گیا اور ایک خط طول پر دونوں واقع ہو گئے۔ پھر رات بھر اور دن بھر حرکت کرتے رہے یہاں تک کہ ۲۳ گھنٹے ۲۸ منٹ بعد یعنی ۶ بجے سے چند سکنڈ پہلے چاند سورج سے ۱۲ درجے دوری پر مشرق میں پہونچ کر قوس الرویہ کے لباس سے آراستہ ہو گیا۔ پس یہی وہ اولین ساعت ہے کہ چاند ہلال بن کر فلک اول پر تاباں ہو جاتا ہے اور دنیا بھر کے انسانوں کی نگاہیں اس کے دیکھنے کی متمنی ہوتی ہیں۔ اگر ابر گرد و غبار، کہر اور دیگر اسباب رویت سے مانع نہ ہوں تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم کو یہ ننھا منا سا ہلال چمکتا ہوا نہ دکھائی دے۔

خیال فرمائیے یہ تو اعظم گڑھ کا مطلع قمر ہے اب اعظم گڑھ کے مغرب کراچی، مکہ معظمہ، قاہرہ، ٹیونس اور جزائر کناریا (جزائر خالدات) میں بسنے والے انسان سب کے سب بشرط رفع موانع اپنے اپنے مطلع سے ہلال شیہ ہلال دیکھیں گے۔ فرق یہ ہے کہ ہم اعظم گڑھ میں غروب کے وقت اگر ۶ بجے ہلال دیکھتے ہیں تو کراچی میں ۷ بجکر ۵ منٹ مکہ میں ۸ بجکر ۲ منٹ، قاہرہ میں ۹ بجکر ۷ منٹ، ٹیونس (افریقہ) میں ۱۰ بجکر ۵۲ منٹ اور جزائر کناریا (مغربی افریقہ) میں ۱۲ بجکر ۴۵ منٹ پر (اعظم گڑھ میں نصف شب گزر چکی ہے) بوقت غروب آفتاب ہلال نظر آئے گا۔ لیکن نسبتہً مغربی شہر والے اپنے مشرق والوں سے ہلال بڑا اور سورج سے دور دیکھیں گے۔ اب چونکہ ہلال فلک پر موجود ہے اس لئے مذکورہ بالا شہروں کے باشندے اگر اپنی نگاہ کی تیزی سے دن ہی دن میں چاند دیکھ لیں تو کچھ عجب نہیں مگر یہ ان کے لئے سخت دشوار ہے۔

اچھا اب ذرا اور آگے بڑھو تو آپ کو نیویارک (امریکہ) میں چار بجکر ۹ منٹ اور واشنگٹن (امریکہ) میں ۷ بجکر ۳ منٹ پر (اعظم گڑھ میں طلوع شمس ہو چکا ہے) بوقت غروب آفتاب ہلال نظر آئے گا۔ مگر ان کا ہلال جزائر کناریا والوں سے بڑا اور سورج سے اور بھی دوری پر ہوگا۔ یہ لوگ اگر دن کو ہلال دیکھ لیں تو بعید نہیں مگر پھر بھی دشوار ہے۔

اب یہاں سے یہ مسئلہ بھی حل کر لیجئے کہ رویت ہلال قبل نصف النہار اور بعد نصف النہار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی ممکن ہے کیونکہ ان اوقات میں ہلال فلک پر موجود ہے۔ اور اس کا آنے والی شب کا ہلال ہونا بھی ظاہر ہے۔

اچھا امریکہ سے گزرتے ہوئے اب ذرا اور آگے بڑھیے تو ٹوکیو (جاپان) میں ۲ بجکر ۴۱ منٹ (اعظم گڑھ میں دوپہر بعد کا وقت ہے) اور آگے بڑھئے تو ہانگ کانگ (چین) میں ۳ بجکر ۷ منٹ اور آگے بڑھئے تو شہر برما میں ۵ بجکر ۵ منٹ پر (اعظم گڑھ میں غروب کو ۵۵ منٹ باقی ہیں) غروب آفتاب ہوگا۔ اس وقت وہاں ہلال نظر آئے گا۔ اور ان لوگوں کا ہلال علی الترتیب کافی بڑا اور سورج سے کافی فاصلہ پر ہوگا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو دن میں بہت آسانی سے ہلال دیکھ سکتے ہیں۔ خصوصاً برما کے باشندے کیونکہ ان کا ہلال سب سے بڑا اور سورج سے کافی (تقریباً ۲۳ ۳/۴ درجہ) دوری پر ہوگا۔ لیکن اس ہلال کا بھی آنے والی شب کا ہلال ہونا ظاہر ہے۔ مگر غروب کے وقت جب اہل برما ہلال دیکھتے ہیں تو کوئی کہتا ہے۔ یہ تو کل کا ہے اور کوئی خیال کرتا ہے یہ تو پرسوں کا ہے۔ قربان جائیے نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو فرماتے ہیں۔ نہیں نہیں تم کو دھوکہ ہو رہا ہے۔ یہ تو آج ہی کا ہلال ہے۔ عن ابی البختری قال خرجنا للعمرۃ فلما نزلنا ببطن نخلۃ قال ترائینا الھلال فقال بعض القوم ھو ابن ثلث وقال بعض القوم ھو ابن لیلتین قال فلقینا ابن عباس فقلنا انا رأینا الھلال فقال بعض القوم ھو ابن ثلث وقال بعض القوم ھو ابن لیلتین فقال ای لیلۃ رأیتموہ قال قلنا لیلۃ کذا وکذا فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدہ للرؤیۃ فھو للیلۃ رأیتموہ (مسلم ج ۱ ص ۳۴۸) ابوالبختری (تابعی) سے مروی ہے کہا ہم لوگ عمرہ کے لیے چلے۔ جب مقام بطن نخلہ میں پہنچے تو ہلال دیکھا۔ بعض لوگوں نے کہا۔ یہ تو پرسوں کا ہلال ہے اور بعض نے کہا کل کا ہے پھر ہم ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ملے اور واقعہ بیان کیا انہوں نے فرمایا اچھا یہ تو بتاؤ تم لوگوں نے کس رات ہلال دیکھا ہے۔ ہم لوگوں نے عرض کیا فلاں رات (یعنی ۳۰ کو) ہم نے ہلال دیکھا۔ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤیت ہلال کی مدت مقرر فرمائی۔ (ہلال کے چھوٹے بڑے ہونے کا اعتبار نہیں فرمایا) لہٰذا یہ ہلال جس رات تم لوگوں نے دیکھا اسی کا مانا جائے گا۔

حاصل کلام یہ کہ جب افق اعظم گڑھ پر وقت مقررہ میں ہلال کا وجود ہو چکا تو اب اس کے آگے مغرب میں جہاں تک بھی چلے جائیے کوئی ملک شہر یا بستی ایسی نہ ہوگی جس کے افق پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہلال کا وجود نہ ہو یہ امر بات ہے کہ عارضی موانع سے وہاں کے باشندے نہ دیکھ سکیں۔ اسی کو اختلاف رویت کہتے ہیں اب اگر ہلال کا صحیح ثبوت مل جائے تو حکم شرع نافذ کیا جائیگا ورنہ نہیں اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے یہاں سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ اہل مشرق کی رویت سارے کے سارے مغرب والوں کے حق میں ہلال کا قطعی ثبوت بہم پہنچاتی ہے اس لئے اگر مشرق سے ثبوت ہلال کی صحیح سند مل جائے تو بلا شبہ شرعی احکام نافذ ہوں گے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہلال کا چھوٹا بڑا ہونا کوئی چیز نہیں ۲۹ کا ہو یا ۳۰ کا۔

اب ہم اختلاف مطالع کی بحث سمجھانا چاہتے ہیں۔ بس پھر وہیں سے حساب شروع کیجئے جبکہ افق اعظم گڑھ پر ۶ بجنے سے [illegible] سکنڈ پہلے چاند سورج سے ۱۲ درجے دور قوس الرؤیۃ پہ پہنچ کر ہلالی شکل میں نمودار ہوا۔ اب ذرا اعظم گڑھ سے مشرق کو چلئے۔ مگر ۱۲ درجے سے زیادہ نہیں جیسے پٹنہ۔ بھاگلپور، ڈھاکہ، سلہٹ منی پور (آسام) جب اعظم گڑھ میں ظہور ہلال ہوا تو وہ ہلال ان سب شہروں کے باشندوں کے افق کے اوپر ہے [illegible] ان لوگوں کا ہلال ان کے افق سے قریب اور قریب تر ہونے کی وجہ سے ان کو نہ دکھائی دے گا۔ منی پور ان سب شہروں میں سب سے دور اور اعظم گڑھ سے ۱۰ درجہ ۴۵ دقیقے فاصلہ پہ ہے۔ ان کا ہلال تو بس افق سے اتنا قریب ہوگا کہ صرف ۵ منٹ باقی رہ کر افق سے غروب ہوجائے گا۔ اب ان شہروں کے باشندوں کو اگر ہلال کا صحیح ثبوت بہم پہنچ جائے تو احکام شرعی عائد ہوں گے اور یہ حکم ہماری تقریبی ۱۲ درجہ قوس الرویہ کی بنا پر اعظم گڑھ سے ۱۲ درجہ مشرق تک عائد ہوگا اور بس۔

اچھا اب ۱۲ درجہ مشرق سے بڑھ کر تیرہویں درجہ پر کھڑے ہو جائیے اب چونکہ اعظم گڑھ میں ہلال افق سے ۱۲ درجہ بلند ہے اور آپ اعظم گڑھ سے ۱۲ درجہ مشرق کو ہٹ کر تیرہویں درجہ پہ قدم رکھ چکے ہیں اس لئے چاند قوس الرویہ پہ پہنچنے کے ساتھ ہی آپ کے افق سے نیچے ہوگا۔ مثال میں شہر برما جو ۹۷ درجہ طول البلد پہ اور اعظم گڑھ سے ۱۳ درجہ ۴۷ دقیقہ مشرق کو ہے لے لیجئے جب افق اعظم گڑھ سے ظہور ہلال ہوا تو برما کے افق سے ایک درجہ ۴۷ دقیقے نیچے پہونچ چکا ہے اب باشندگان برما کے لئے رویت ہلال کسی بھی آلے اور رصد سے ممکن نہیں بس یہی اختلاف مطالع ہے اعظم گڑھ کے مطلع پہ ہلال ہے اور اہل برما کا مطلع ہلال سے خالی ہے اب

www.KitaboSunnat.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جتنا بھی مشرق (ہانگ کانگ، ٹوکیو، واشنگٹن میں چلے جائیے رویت ہلال کسی کے لئے ممکن نہیں ہے کیونکہ ان کے مطالع ہلال سے خالی ہیں۔

یہاں سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اہل مغرب کی رویت کا تمام مشرق والوں کے حق میں ہلال ثابت کر دینا ضروری نہیں ہے بلکہ صرف ۱۲ درجہ مشرق (ہماری تقریبی قوس الرویۃ) تک یہ حکم قطعی طور سے لگایا جا سکتا ہے اور اس کے بعد نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اختلاف مطالع کی تحقیق کے لئے اوسطاً ۱۲ درجہ (ہماری تقریبی قوس الرویہ) کا فصل ضروری ہے جس کا ۸۳۳ میل ہوتا ہے۔

حکم: فقہائے حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک راجح اور مفتی بہ قول یہ ہے کہ شرعی احکام میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ جس مقام پر سب سے اوّل ہلال دیکھا گیا ہے (جیسے اعظم گڑھ ہماری مثال میں) وہاں سے تمام مشرق کے باشندوں کے حق میں چاہے وہ کتنی ہی دور کیوں نہیں ہلال کا حکم ثابت ہوگا (جیسے ہانگ کانگ، ٹوکیو، واشنگٹن) البتہ یہ ضروری ہے کہ ان مشرق والوں کو مغرب والوں کی رویت کا ثبوت یقینی اور شرعی طور پر مل جائے۔

درمختار میں ہے فیلزم اهل المشرق برؤية اهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤية اولئك بطريق موجب (مغرب والوں کی رویت سے مشرق والوں پر احکام شرعیہ لازم ہو جاتے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ مغرب والوں کی رویت کا ثبوت مشرق والوں کو باقاعدہ مل جائے۔

اب یہاں سے ایک غلطی صحیح کر لیجئے۔ صاحب درالمختار نے اختلاف مطالع کی ایک مثال اس طرح بیان کی ہے حتی لو رؤی فی المشرق ليلة الجمعة وفي المغرب ليلة السبت وجب اهل المغرب العمل بما راه اهل المشرق اگر مشرق میں جمعہ کی رات کو ہلال دیکھا گیا اور مغرب میں شنبہ کی رات کو تو مغرب والوں پر مشرق والوں کی رویت کے مطابق عمل کرنا لازم ہوگا۔ ہم یہ تو کہنے کی جرأت نہ کریں گے کہ یہ شارح کی غلطی ہے خصوصاً جب کہ متن سامنے موجود ہے مگر یہ تو کہنے میں باک نہیں کہ ناسخ کا سہو قلم ہے عبارت یوں ہونی چاہیئے۔

حتی لو رؤی فی المغرب ليلة الجمعة وفي المشرق ليلة السبت وجب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علی اهل المشرق العمل بما راه اهل المغرب اگر مغرب میں جمعہ کی رات کو ہلال دیکھا گیا اور مشرق میں شنبہ کی رات کو تو مشرق والوں پر مغرب والوں کی رویت کے مطابق عمل کرنا لازم ہوگا۔

فقہائے شافعیہ کے نزدیک راجح اور معتمد قول یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے گا جن کے مطالع پر ہلال ہے خود ان کی رویت یا شرعی ثبوت کے بعد ان پر احکام شرع کا نفاذ ہوگا اور جن کے مطالع ہلال سے خالی ہیں ان کے حق میں ہلال کا وجود معتبر نہ ہوگا۔ چاہے صحیح ثبوت ہی کیوں نہ مل جائے بلکہ مطلع کا اعتبار کیا جائے گا اور مطلع ہلال سے خالی ہے۔ علمائے اہلحدیث کا عمل بھی اسی پر ہے۔ واللہ اعلم۔

(اہلحدیث دہلی یکم فروری ۱۹۵۲ء)

سوال: فطرہ عید کتنا ہے ایک صاع یا آدھا صاع کا وزن ۸۰ تولہ سیر سے کتنا ہوتا ہے؟

جواب: حدیث میں پورا صاع مدنی آیا ہے جو آجکل کے حساب سے اڑھائی سیر ہوتا ہے بعض روایتوں میں نصف صاع بھی آیا ہے ہمارے ہاں کے علماء کا یہ دستور ہے کہ ارزانی میں پورا صاع بتاتے ہیں اور گرانی میں نصف صاع خدا قبول کرے۔

(۲۹ ذی قعدہ سنہ)

تشریح: جاننا چاہیے کہ صدقہ فطر از روئے آیہ کریمہ و احادیث صحیحہ کے فرض عین ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (ترجمہ) فلاح پائی جس نے صدقہ فطر ادا کیا کیونکہ یہاں تزکی سے مراد از روئے حدیث مرفوع کے صدقہ فطر ادا کرنا ہے اور یہ آیت صدقہ فطر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى۔ ولابن خزیمة من طریق کثیر بن عبد اللہ عن ابیه عن جده ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم سئل عن هذه الآیة فقال نزلت فی زکوٰة الفطر انتهی۔ ما فی نیل الاوطار للعلامة الشوکانی۔ اور ابی سعید خدری رضی اور ابن عمر رضی سے بھی یہی روایت ہے اور ابو العالیہ اور ابن سیرین بھی یہی کہتے ہیں اور اکثر لوگ ان کے سوا قال الامام البغوی فی تفسیر المعالم تحت هذه الآیة وقال الآخرون هو صدقة الفطر روی عن ابی سعید الخدری فی قوله تعالیٰ قد افلح من تزکی قال اعطی صدقة الفطر وقال نافع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کان ابن عمر اذا صلی الغداۃ یعنی من یوم العید قال یا نافع اخرجت الصدقۃ فان قلت نعم مشی الی المصلی وان قلت لا قال فالآن فاخرج فانما نزلت ہذہ الآیۃ فی ہذا قد افلح من تزکی الآیۃ وہو قول ابی العالیۃ وابن سیرین انتہی ملخصاً۔ اور صحیح میں یعنی بخاری اور مسلم میں اعرابی کے قصہ میں فلاح اس کے لیے ثابت ہوئی جو صرف فرائض ادا کرے اور صدقۃ فطر ادا کرنے والے کو بھی افلح یعنی فلاح پائی فرمایا تو معلوم ہوا کہ صدقہ فطر بھی فرض ہے کما لایخفی علی الفطین۔ قال الحافظ ابن حجر عسقلانی فی فتح الباری شرح البخاری وقال اللہ تعالیٰ قد افلح من تزکی وثبت انہا نزلت فی زکوۃ الفطر وثبت فی الصحیحین اثبات حقیقۃ الفلاح لمن اقتصر علی الواجبات انتہی۔ ان احادیث صحیحہ موجودہ میں سے ایک یہ ہے عن ابن عمرؓ قال فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوۃ الفطر صاعاً من تمر او صاعاً من شعیر علی العبد والحر والذکر والانثی والصغیر والکبیر من المسلمین وامر بہا ان تؤدی قبل خروج الناس الی الصلوۃ رواہ البخاری ومسلم یعنی روایت ہے ابن عمرؓ سے کہا فرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۃ الفطر ایک صاع خرما سے یا ایک صاع جو سے یا اس سے جو ان کے سوا اور کھانے کی چیزیں ہیں جن کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آوے گا۔ ہر غلام و آزاد، مرد و عورت، لڑکے اور جوان پر مسلمانوں سے۔ اور حکم کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ادا کیا جاوے صدقہ فطر پہلے اس سے کہ لوگ نماز کو نکلیں روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔ اس حدیث سے صراحۃً صدقہ فطر کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔ حدیث میں لفظ فرض کا موجود ہے۔ اور فرض کے دوسرے معنی مراد لینا بغیر کسی قرینے صارفہ کے صحیح نہیں کیونکہ یہ معنی فرض کا حقیقت شرعیہ ہے کما تقرر فی الاصول اور اس کے سوا بہت سی حدیثیں ہیں ایک ہی پر اکتفا کیا تاکہ طول نہ ہو جاوے چنانچہ بخاریؒ نے صدقہ فطر کے فرض ہونے پر ایک باب منعقد کیا ہے مگر اس کی قضا نہیں ہے اور قاعدہ حکمیہ نہیں ہے کہ جو فرض عین ہے اس کی قضا لازم ہے۔ محض بے دلیل ہے۔ کما تقرر فی الاصول اور ہر مسلمان پر فرض ہے جو اس کی استطاعت رکھتا ہو۔ خواہ مرد ہو خواہ عورت۔ خواہ لڑکا ہو خواہ جوان خواہ غلام ہو خواہ آزاد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خواہ امیر ہو خواہ غریب۔ جیسا کہ حدیث مذکورۃ الصدر سے واضح ہے کہ مطلق ہے۔ شرط صاحب نصاب ہونے کی نہیں بلکہ دار قطنی اور احمد کی روایت میں تصریح بھی آ گئی ہے کہ فقیر پر بھی فرض ہے واستدل بقولہ فی حدیث ابن عباسؓ فطرۃ الصائم علی انھا تجب علی الفقیر کما علی الغنی وقد ورد ذلک صریحا فی حدیث ابی ھریرۃؓ عند احمد وفی حدیث ثعلبۃ ابن ابی صغیر عند الدار قطنی انتھی ما فی فتح الباری۔ مگر استطاعت ضروری ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ ترجمہ نہیں تکلیف دیتا اللہ کسی کو لیکن اس کی طاقت کے موافق۔ لڑکے کا اگر مال ہو تو اس کا ولی اس میں سے صدقہ فطر نکالے اور اگر مال نہ ہو تو اس کی طرف سے اس کا باپ یا جس پر اس کا نفقہ واجب ہے ادا کرے یہی قول جمہور کا ہے۔ وجوب فطرۃ الصغیر فی مالہ والمخاطب باخراجھا ولیہ ان کان للصغیر مال والا وجبت علی من تلزمہ نفقتہ والی ھذا ذھب الجمھور انتھی ما فی نیل الاوطار قولہ الصغیر والکبیر ظاھرہ وجوبھا علی الصغیر لکن المخاطب عنہ ولیہ فوجوبھا علی ھذا فی مال الصغیر والا فعلی من تلزمہ نفقتہ وھذا قول الجمھور انتھی ما فی فتح الباری اور غلام کا مولا ادا کرے کیونکہ مسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ مولیٰ پر غلام کا صدقہ نہیں مگر صدقہ فطر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غلام کا صدقہ فطر مولیٰ ادا کرے قولہ علی العبد الخ ظاھرہ اخراج العبد عن نفسہ ولم یقل بہ الا داؤد وخالفہ اصحابہ والناس واحتجوا بحدیث ابی ھریرۃؓ مرفوعا لیس فی العبد صدقۃ الا صدقۃ الفطر اخرجہ مسلم ومقتضاہ انھا علی السید انتھی ما فی فتح الباری ملخصا بقدر الحاجۃ۔ حنفی مذہب میں صدقہ فطر واجب ہے صاحب نصاب پر یعنی جس کے پاس زکوٰۃ کا نصاب ہو اور لڑکے کا صدقہ صرف باپ ادا کرے اور سب باتوں میں موافق اسی کے ہے جو گذرا ہے۔ ہدایہ میں ہے۔ صدقۃ الفطر واجبۃ علی الحر المسلم اذا کان مالکا لمقدار النصاب فاضلا عن مسکنہ و ثیابہ واثاثہ وفرسہ وسلاحہ وعبیدہ یخرج ذلک عن نفسہ ویخرج عن اولادہ الصغار وممالیکہ انتھی ملخصا اور وقت ادائے صدقہ کا قبل

www.KitaboSunnat.com

نماز عید الفطر کے ہے اور اگر کوئی دو یا تین روز یا زیادہ عید سے پہلے ادا کر دے تو جائز ہے اور بعد نماز عید کے اگر دے گا تو ادا نہ ہوگا کیونکہ آیت مذکورہ قد افلح من تزکی کے بعد وذکر اسم ربہ فصلی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ فطر نماز پر مقدم ہے۔ کیونکہ فصلی کو ساتھ فائے تعقیب کے ذکر کیا ہے جس سے تعقیب صلاۃ کی صدقہ سے مستفاد ہوتی ہے کما لا یخفی علی من لہ ادنی تامل۔ اور حدیث میں آیا ہے۔

وعن ابن عباس رضی قال فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوۃ الفطر طهرة للصائم من اللغو والرفث وطعمة للمساکین فمن اداها قبل الصلوۃ فهی زکوۃ مقبولة ومن اداها بعد الصلوۃ فهی صدقة من الصدقات رواہ ابوداؤد وابن ماجة والدار قطنی والحاکم وصححه کذا فی منتقی الاخبار والنیل وللبخاری وکانوا یعطون قبل الفطر بیوم او بیومین انتهی وفی موضع آخر والظاهر ان من اخرج الفطرة بعد صلوۃ العید کان کمن لم یخرجها باعتبار اشتراکهما فی ترک هذه الصدقة الواجبة انتهی ما فی نیل الاوطار۔ اور جو چیز طعام یعنی قابل قوت ہے مثل گیہوں جو۔ پنیر۔ خرما ستو وغیرہ کے اس میں سے صدقہ فطر ادا کرنا صحیح ہے۔ عن عیاض بن عبد اللہ بن ابی سرح العامری انه سمع ابا سعید الخدری یقول کنا نخرج زکوۃ الفطر صاعا من طعام او صاعا من شعیر او صاعا من تمر او صاعا من اقط او صاعا من زبیب رواہ البخاری مقدار اس گیہوں سے آدھا صاع اور سب چیزوں سے ایک پورا صاع ہے۔ عن الحسن رض قال خطب ابن عباس رض فی آخر رمضان علی منبر البصرة فقال اخرجوا صدقة صومکم فکان الناس لم یعلموا فقال من ههنا من اهل المدینة قوموا الی اخوانکم فعلموهم فانهم لا یعلمون فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هذه الصدقة صاعا من تمر او شعیر او نصف صاع من قمح الحدیث رواہ ابوداؤد۔ وقد نمقه المسکین محمد یسین الرحیم آبادی ثم العظیم آبادی عفی عنه سیأته لقد اصاب من اجاب ابوالقاسم محمد عبد الرحمن اللاہوری اصاب من اجاب محمد حسین خان خورجوی ـــــ یہ جواب صحیح ہے حررہ ابو العلی محمد عبد الرحمن الاعظم گڈھی المبارکفوری ـــــ جواب باصواب ہے۔ حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المجیب مصیب۔ محمد فقیر اللہ ـــــــ الجواب صحیح والرائے نجیح۔ سید محمد نذیر حسین۔ محمد شمس الدین ۱۳۱۵ ـــــ عبد الجلیل ابو محمد عبد الحق ۱۳۰۵ عبد الرؤف ۱۳۰۳ قد صح الجواب ابو محمد عبد الرؤف البہاری المانفوری عفی عنہ خادم شریعت رسول الاواب ابو محمد عبد الوہاب ۱۳۰۰ ــــــ خادم شریعت رسول الثقلین محمد تلطف حسین ۱۲۹۲۔ سید محمد عبد السلام غفرلہ ۱۲۹۵ ــــــ الجواب صحیح عبد اللطیف عفی عنہ

عبد اللطیف محمد طاہر ۱۳۰۱

وہ غریب مسلمان کہ جس کے پاس کچھ نہ ہو، بہت ہی بھوکا ہو اس پہ یہ فطرہ کسی صورت سے نہیں ہے۔ اگر اس کو دو وقت کی فراغت حاصل ہو تو اس کو دینا چاہیے۔ یہ فطرہ خواہ اپنے خویش کو یا غیر کو دے جو فطرہ دے سکتا ہے اس پر فرض ہے۔ حررہ محمد امیر الدین حنفی واعظ جامع مسجد دہلی۔ محمد امیر الدین ۱۳۰۱

تنبیہ:۔ جاننا چاہیے کہ صاع جو حدیث میں آیا ہے وہ صاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اسے صاع حجازی کہتے ہیں۔ اسی صاع حجازی سے صدقہ وغیرہ ادا کرنا چاہیے۔ صاع عراقی سے نہیں کیونکہ صاع عراقی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صاع نہیں ہے۔ چنانچہ اس کی تصریح کتب حدیث میں موجود ہے اور اجراء احکام اسی صاع سے ہونا چاہیے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ کا صاع ہے اور اس کا وزن سیروں کے حساب سے ہے۔ جو مسک الختام شرح بلوغ المرام میں ہے پس صدقہ فطر بسیر پختہ لکھنؤ کہ نود وشش روپیہ است وروپیہ یازدہ ماشہ نصف صاع از گندم ایک آثار وشش چھٹانک وسہ ماشہ از جو دوچند آن یعنی دو آثار ونیم پاؤ وشش ماشہ وچہار رتی است یک سیر نیم پاؤ ونیم چھٹانک ویک تولہ وسہ ماشہ باشد انتہی اور یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ اصل صدقہ فطر میں کیل یعنی پیمانہ تانبے کا ہے اور وزن کے قدر کی جو حاجت پڑتی ہے تو صرف استظہاراً واستعانۃً لطلب حفظ الاحکام کما لایخفی علی الماہر اور لامحالہ قدر وزن میں قدر قلیل اختلاف معلوم ہوتا ہے اور حقیقت میں مشکل ہی ہے۔ ضبط صاع کا ساتھ ارطال وغیرہ کے کیونکہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں تھا اس سے صدقہ فطر ادا کیا جاتا تھا وہ تو پیمانہ معروف ومشہور تھا اب اندازہ وقدر اس کا وزن کا ہوتا ہے ساتھ مختلف ہونے اجناس صدقہ کے مثل حمص وذرہ وغیرہ کے تو ضرور ہے کہ ایسے پیمانہ سے صدقہ دینا چاہیے کہ موافق صاع وپیمانہ رسول اللہ کے ہو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جو شخص اس کو نہ پائے تو لازم ہے کہ اس طرح سے ادا کرے کہ تیقن کامل ہو کہ یہ اس سے کم و ناقص نہیں ہوگا۔ مسک الختام میں لکھا ہے کہ احتیاطاً در صدقہ فطر دو سیر انگریزی گندم باید داد و صاع از جو دو چند آں یعنی دو سیر و یک و نیم چھٹانک و احتیاطاً از جو چہار سیر باید داد انتہی۔ پس مقدر کرنا صاع کو ساتھ پانچ رطل و ثلث رطل کے بہت اقرب الی الصواب ہے اور کہا صاحب روضہ نے وقد یشکل ضبط الصاع بالارطال فان الصاع المخرج به فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مکیال معروف و یختلف قدرہ وزناً باختلاف جنس ما یخرج کالذرۃ والحمص وغیرہا والصواب ما قالہ الدارمی ان الاعتماد علی الکیل بصاع معائر بالصاع الذی کان یخرج به فی عصر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن لم یجدہ لزمہ اخراج قدر تیقن انه لا ینقص عنه وعلی ہذا فالتقدیر بخمسة ارطال وثلث تقریب کذا فی عون الباری لحل ادلۃ البخاری اور بعض علماء نے کہا ہے کہ صاع چار لپ یعنی چار لپ متوسط آدمی کا ہے اور یہ تجربہ بھی کیا گیا ہے پس صحیح اور موافق ہے صاع رسول اللہ کے ۔۔۔۔ کذا فی القاموس وحکاہ النووی ایضاً فی الروضہ۔ اور اہل پنجاب اس امر میں بہت اچھے اور خوب ہیں۔ کیونکہ ان کے یہاں پیمانہ مثل مد کے پڑوپی ہے اور مثل صاع کے ٹوپہ ہے اور وہ اسی پر اجراء احکام وغیرہ کرتے ہیں فقط واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب حررہ العاجز ابو محمد عبد الوہاب الفنجابی الجھنگوی ثم الملتانی نزیل الدہلی تجاوز اللہ عن ذنبہ الخفی والجلی فی اواخر شہر اللہ الذی انزل فیہ القرآن ۱۳۰۵ھ۔ سید محمد نذیر حسین۔ سید محمد عبد السلام غفرلہ ۱۲۹۹۔ محمد امیر الدین ۱۳۰۱ خادم شریعت رسول الثقلین محمد تلطف حسین۔ الخ۔

(فتاوی نذیریہ ج اول صفحہ ۵۱۷)

سوال: رمضان شریف کے مہینے میں بیوی کے پاس جاوے یا نہیں؟

جواب: رمضان شریف میں عورت سے ملنے کی اجازت قرآن شریف میں ہے۔ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ رمضان کی راتوں میں تمہارے لیے عورتوں کے پاس جانا حلال کیا گیا۔ (۲۷ جنوری ۱۹۲۳ء)

سوال: زید اپنی بیوی سے شب کو صحبت کرتا ہے اور سحری کھا کر روزہ رکھ لیتا ہے اور غسل نہیں کرتا، اور نہ نماز فجر میں شرکت کرتا ہے۔ سحری کھا کر سو جاتا ہے کیا اس کا روزہ ہوا یا نہیں (راقم عبد اللہ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: ایسا کرنے سے زید گنہگار ہے لیکن روزہ ہو جائے گا۔ (۱۴ شوال ۱۳۶۴ھ)

سوال: ایک عورت کو ایک مہینے کا حمل ساقط ہوا۔ کیا اس عورت کو روزہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: عورت مذکورہ کو جب تک نفاس کا خون جاری رہے وہ حائضہ کی طرح روزہ نہ رکھے۔ (۱۶ شوال ۱۳۶۵ ہجری)

سوال: صائم کی کسی شخص نے ضیافت کی ہو تو کیا صائم کو ضروری ہے کہ اس کے پانی یا روٹی سے روزہ افطار کرے جبکہ روزہ افطاری والے کی نیت بھی ایسی ہی ہے الخ

جواب: صورت ہذا میں روزے دار کو روٹی کھلانے والے کو افطاری کا ثواب ملے گا کیونکہ اس کی دعوت ہی بغرض افطار ہے وقال علیہ السلام انما الاعمال بالنیات واللہ اعلم۔ (۷ جنوری ۱۹۳۸ء)

سوال: روزہ دار ماں اپنے شیر خوار بچے کو دودھ پلا سکتی ہے یا نہیں۔

جواب: دودھ پلانا منع نہیں۔ پلانے والی اپنی طاقت دیکھ لے جیسے سحری کھانے کے بغیر روزہ رکھنا منع نہیں روزہ دار اپنی طاقت دیکھ لے۔ (۱۹ فروری ۱۹۳۲ء)

سوال: ایک آدمی رمضان شریف کو بھی گالی نکالتا ہے اور روزہ رکھنے والوں کو بھی اور جو آدمی اس کو کہے کہ بھائی تم بھی روزہ رکھو تو وہ بے تحاشہ شرع شریف کے بارے میں بکواس کرتا ہے ایسے آدمی کی نسبت کیا کیا جائے نماز کا تو وہ سرے سے منکر ہی ہے۔

جواب: سوال کے الفاظ اگر صحیح ہیں تو شخص مذکور بد دین بلکہ کافر ہے ایسے کلمات منہ سے نکالنے بالکل جائز نہیں۔ (۱۰/۳ شوال ۱۳۳۹ھ)

سوال: روزے میں ایسے منجن سے دانت مانجھنا جس میں نمک اور سیاہ مرچ ملا ہوا ہو کیسا ہے؟

جواب: جس طرح تلخ مسواک کرنی جائز ہے یہ بھی جائز ہے۔ (۱۰/۳ شوال ۱۳۳۹ھ)

سوال: جو شخص نماز عشاء بغیر جماعت کے ادا کرے اور علاوہ فرض کے سنت اور نفل بھی پڑھے تو اس شخص کو نماز تراویح کس وقت میں پڑھنی چاہیے؟ یعنی کیا وہ پہلے نماز عشاء کی بارہ رکعت پڑھ کر پھر تراویح پڑھ کر پھر وتر ادا اور اس کے بعد نفل ادا کرے؟

جواب: بعد نماز عشاء کے تراویح پڑھے یا بعد نیند بوقت سحری پڑھے ہر دو جائز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ (۱۷ شوال ۱۳۳۹ھ)

سوال: نماز تہجد محدثین کے نزدیک کے رکعت ہے۔

جواب: کم سے کم ۷ رکعت اور زیادہ ۱۱ رکعت یا ۱۳ ہے معہ آخری نفلوں کے تیرہ رکعت سفر السعادت میں جمیع طریق جمع کیے گئے ہیں۔ (۱۷ شوال ۱۳۳۹ھ)

سوال: جو شخص رمضان المبارک میں عشاء کے وقت نماز تراویح پڑھ لے وہ پھر آخر رات میں تہجد پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: پڑھ سکتا ہے۔ تہجد کا وقت ہی صبح سے پہلے کا ہے۔ اوّل شب میں تہجد نہیں ہوتی۔ (۱۷ شوال ۱۳۳۹ھ)

سوال: عورتوں کو نماز تراویح پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز بلکہ سنت ہے مثل مردوں کے۔ (۱۷ شوال ۱۳۳۹ھ)

سوال: کیا دوربین کے ذریعے سے ۲۹ رمضان المبارک کو چاند دیکھ کر صبح کو روزہ رکھنا اور عید الفطر کرنا از روئے شرع شریف جائز ہے؟

جواب: دوربین سے چاند دیکھنا جائز ہے۔ دوربین موجود چیز دکھاتی ہے غیر موجود کو موجود نہیں کر سکتی۔ (۲۱ جون ۱۹۲۱ء)

سوال: ایک امام صاحب نے وعظ میں بیان کیا کہ اگر کوئی شخص بوقت سحری خاص طور پر نیت نہ کرے اور یہ زبان سے نہ کہے کہ لے خدا میں کل روزہ رکھوں گا تو اس شخص کا روزہ ہرگز درجۂ قبولیت کو نہیں پہنچے گا اکثر لوگوں کو اعتراض ہے کہ خدا تو نیت کو دیکھتا ہے پھر زبان سے کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ دریافت کرنے پر فرمایا کہ فتح الباری میں موجود ہے۔ مگر یہ کتاب یہاں موجود نہیں۔ کیا یہ ٹھیک ہے؟

جواب: زبان سے نیت کرنے کی ضرورت نہیں۔ نیت دل سے ہوتی ہے فتح الباری میں اس نے یہ حدیث سنی یا دیکھی ہوگی من لم یبیت الصلوٰۃ (غالباً سہو کاتب ہے صحیح الصیام ہوگا۔ راز) فلا صیام لہ۔ یعنی جو شخص رات سے روزے کی نیت نہ کرے یعنی اس کو خیال نہ ہو کہ میں کل روزہ رکھوں گا اس کا روزہ نہیں ہوگا زبان سے بولنا مراد نہیں۔ (۹ ذی قعدہ ۱۳۳۹ھ)

تشریح - حدیث مذکور مرفوع صحیح نہیں ہے۔ حضرت حفصہؓ کا اثر ہے قال الترمذیؒ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والنسائی الی وقفہ۔ بلوغ المرام ہاں ابن خزیمہ ابن حبان دارقطنی نے اسے مرفوع کہا ہے۔

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: رمضان مبارک مہینے میں چوبیس کلاک کا روزہ رکھنا درست ہے یا نہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ مغرب کے بعد کھانا کھاتے ہیں اور سو جاتے ہیں سحری کرتے نہیں صبح کو کام کاج کرتے ہیں اور روزہ دار کے موافق رہتے ہیں۔ مغرب ہو تو پھر کھانا کھاتے ہیں۔ ایسے بھوکے رہنے سے روزہ ہوتا ہے یا نہیں (میاں حسین پٹیل)

جواب: ایسے لوگ اگر روزہ کی نیت نہ کرے اس کا روزہ نہیں ہوگا۔ (۲۲ ذیقعدہ ۳۹ھ)

شرفیہ: سحری نہ کھانا حدیث نبوی تسحروا فان فی السحور برکۃ اور حدیث فصل ما بین صیامنا وصیام اھل الکتاب اکلۃ السحر رواہ مسلم کے خلاف ہے ۱۲۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: عورتیں جب حیض یا نفاس سے ہوں تو پاک ہونے پر نماز کی قضا کریں یا نہیں اور پاک ہونے پر روزوں کا کیا حکم ہے حیض کے دنوں میں ذکر اذکار درود شریف کا کیا حکم ہے؟

جواب: حائضہ اور نافسہ عورت پر روزہ کی قضا لازم ہے۔ نماز معاف ہے مگر ذکر اور درود وغیرہ سے منع کی کوئی قوی دلیل نہیں۔ ذکر اور درود شریف پڑھ سکتی ہے۔

(۲ ستمبر ۱۹۳۱ء) عبداللہ ودیا نگرم ضلع دیراگیام

سوال: ایک آدمی باوجود بڑی مسجد کے محلہ کی چھوٹی مسجد میں اعتکاف بیٹھتا ہے۔ اور نماز مغرب کے بعد حقہ نوشی بھی کرتا ہے۔ اور بڑی مسجد گاؤں کی چھوڑ کر دوسرے گاؤں میں جو نصف میل کے قریب ہے نماز جمعہ ادا کرتا ہے۔ کیا اس کا اعتکاف صحیح ہے؟

جواب: جمہور علماء کے نزدیک اعتکاف ہر مسجد میں جائز ہے۔ اس لیے شخص مذکور کا اعتکاف صحیح ہے البتہ حقہ نوشی کرتا ہے یہ ممنوع ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مفتر اشیاء سے منع فرمایا ہے۔ نیز حدیث شریف میں ضروری حاجت کے سوا جائے اعتکاف سے نکلنا منع فرمایا ہے اور اس غرض فاسد (حقہ نوشی) کے لیے باہر آنا اعتکاف کے لیے خارج ضرور ہے۔ واللہ اعلم (۹ دسمبر ۱۹۳۲ء)

شرفیہ: یہ صحیح ہے مگر نماز جمعہ فرض ہے اور اعتکاف سنت ہے اگر جمعہ ترک کرے تو ممنوع ہے اور نکلنے کا ثبوت نہیں ملتا۔ لہٰذا جہاں جمعہ ہو وہیں اعتکاف لازم ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حقہ کشی کے باعث باہر نکلنے سے اعتکاف باطل ہو جاتا ہے السنۃ علی المعتکف ان لا یعود مریضا ولا یشھد جنازۃ ولا یمس امرأۃ ولا یباشرھا ولا یخرج لحاجۃ الا لما بد منہ رواہ ابوداؤد۔ اور حقہ تو جائز ہی نہیں ہے۔

(ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: عیدین کی نماز میں ہر تکبیر پر رفع یدین کرنا چاہیئے یا نہیں کرنا چاہیئے اور محدثین کا عمل کیا رہا ہے۔ (حافظ عبد الرزاق از رائے درگ)

جواب: کرنا چاہیئے حدیث لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن گو ضعیف ہے مگر عمل اس پر ہے۔ حنفی مذہب میں بھی رفع یدین سنت ہے۔ (۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ)

سوال: ماہ شعبان کی تیس تاریخ کو اگر دن کا کچھ حصہ گزر کر مفتی کے فتوے سے ماہ رمضان کی پہلی تاریخ مقرر ہوئی تو اسی وقت کھانا پینا نافص چھوڑ دینا واجب ہے؟ اگر کوئی شخص یہ خبر سن کر بھی کھانا وغیرہ سہواً نہ چھوڑے تو اس کے لئے کیا حکم ہے (ایک از سنگر)

جواب: صورت مرقومہ میں کھانا پینا چھوڑ دینا احترام صیام ہے روزہ نہیں ہے کیونکہ دن کا کچھ حصہ گزرنے پر شرعی روزہ نہیں ہوتا، ماہ صیام کا احترام ہوتا ہے اگر کسی کا دل اس شہادت پر مطمئن نہ ہو تو اسے کچھ نہ کہا جائے مگر وہ بعد رمضان روزہ قضا کرے۔ (۵ ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ)

سوال: یہاں بہت مدت سے یہ دستور ہے کہ ماہ رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو چندہ کر کے کچھ روشنی زیادہ کی جاتی ہے اور جس قدر مستورات اور مرد جمع ہوتے ہیں سب کو بعد نماز تراویح چاء پلائی جاتی ہے۔ اس کے بعد وعظ ہوتا ہے وعظ کے بعد شیرینی اور کھجور اور اجوائن سب کو تقسیم ہوتی ہے تو کیا یہ فعل سنت ہے یا بدعت۔

جواب: بہ نیت ولیمۃ القرآن جائز ہے۔ محض ریا اور فخر کے لئے جائز نہیں۔ اللہ اعلم۔ (۲۱ ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ)

شرفیہ: صورت مذکورہ فی السوال ولیمۃ القرآن کی نہیں ہے اور یہ طریق مروجہ رسم ہے لہٰذا ترک ہی بہتر ہے۔ ورنہ بدعات ایسے ہی بنتی ہیں۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

تمت کتاب الصیام والحمد للہ اولا و اخرا ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطأنا۔ آمین۔ محمد داؤد راز۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب چہارم

کتاب الزکوٰۃ

افتتاحیہ

از قلم مقبول رب العالمین حضرت محمد سلیمان صاحب پٹیالوی مصنف رحمۃ للعالمین رحمۃ اللہ علیہ

علم الاقتصاد یا تمدن یا پولیٹیکل اکانومی کا سب سے مشکل مسئلہ یہ ہے کہ افراد قوم میں بہ لحاظ فقر و دولت کیونکر ایک تناسب قائم کیا جائے۔

حکیم سولون کے عہد سے لے کر آج تک کوئی انسانی دماغ اس عقیدہ کی گرہ کشائی نہیں کر سکا یورپ میں نہلسٹ جن کا مقصد یہ ہے کہ جملہ املاک و امتیازات پر افراد قوم کا مساوی حق تعرف و یکساں حق مالکیت ہو نیشنلسٹ جن کا مقصد یہ ہے کہ اراضی سکنی و زرعی کی ملکیت و پیداوار کو شخصی قبضہ سے نکال لیا جائے۔ سوشلسٹ جن کا مقصد یہ ہے کہ اسباب معیشت پر سے شخصی ملکیت کو اٹھا دیا جائے اور جمہور کی ملک میں کر دیا جائے فرقے اسی لیے پیدا ہو گئے ہیں کہ اس مسئلہ کا حل کر سکیں۔

املاک پر سے حق ملکیت مالکان کا اٹھا دیا جانا اس قدر عقلاً محال ہے کہ دنیا میں کبھی بھی اس کا رواج نہ ہوگا اسی لیے قرآن مجید نے اس بارہ میں پہلے سے فیصلہ کر دیا ہے وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ (سورہ نحل) ترجمہ۔ رزق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اللہ نے ایک دوسرے پر برتری دی ہے اور جن کو یہ برتری ملی ہے وہ اپنا حصہ ان لوگوں کو جن کے وہ مالک ہو چکے ہیں (اس لیے) واپس نہ کریں گے کہ سب آپس میں برابر ہو جاویں۔ اسلام نے جو مسلمانوں کو دنیا کی برترین متمدن قوم بنانا چاہتا ہے اس مسئلہ پر توجہ کی۔ اور اسے ہمیشہ کے لیے طے کر دیا۔ اور اسی کا نام فرضیت زکوٰۃ ہے۔

(۲) زکوٰۃ ۲ھ میں مسلمانوں پر فرض ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک اور رحیم دل پہلے ہی سے مسکینوں کا ہمدرد۔ غریبوں پر رحم کرنے والا۔ دردمندوں کا غمگسار تھا۔ اور اسلام میں شروع ہی سے مساکین اور غرباء کی دستگیری پر مسلمانوں کو خصوصیت سے توجہ دلائی جاتی تھی۔ اور ان کی ہمدردی کو غرباء کا رفیق بنایا جاتا تھا۔ اور مسلمان اس پاک تعلیم کی بدولت غرباء و مساکین کے لئے بہت کچھ کیا بھی کرتے تھے۔ تاہم ایسا کوئی قاعدہ مقرر نہ تھا جس پر بطور "آئین وضابطہ" کے عمل کیا جاتا ہو۔ اس لئے دولتمند جو کچھ بھی کرتے تھے اپنی فیاضی اور نیک دلی سے کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو فرض اور اسلام کا ایک رکن کلمہ شہادت اور نماز کے بعد قرار دیا۔ زکوٰۃ درحقیقت اس صفت ہمدردی اور رحم کے استعمال کا نام ہے۔ جو انسان کے دل میں اپنے ابنائے جنس کے ساتھ قدرتاً و فطرۃً موجود ہے زکوٰۃ ادا کرنے سے ادا کرنے والے کو یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ مال کی محبت اخلاق انسانی کو مغلوب نہیں کر سکتی اور بخل امساک کے عیوب سے انسان پاک رہتا ہے اور یہ فائدہ بھی کہ غریب اور مساکین کو وہ اپنی قوم کا جزو سمجھتا رہتا ہے اور اس لئے بے حد دولت کا جمع ہونا بھی اس میں تکبر اور غرور پیدا نہیں ہونے دیتا۔

اور یہ فائدہ بھی ہے کہ غرباء کے گروہ کثیر کو اس کے ساتھ ایک انس و محبت اور اس کی دولت و ثروت کے ساتھ ہمدردی و خیرخواہی پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ اس کے مال میں اپنا ایک حصہ موجود و قائم سمجھتے ہیں۔ گویا دولتمند مسلمان کی دولت ایک ایسی کمپنی کی دولت کی مثال پیدا کر لیتی ہے۔ جس میں ادنیٰ اور اعلیٰ حصے کے حصہ دار شامل ہوتے ہیں۔

قوم کو یہ فائدہ ہے کہ بھیک مانگنے کی رسم قوم سے بالکل مفقود ہو جاتی ہے۔ اسلام نے مساکین کا حق امراء کی دولت میں بنام زکوٰۃ اموال نامیہ یعنی ترقی کرنے والے مالوں میں مقرر کیا ہے جن میں سے ادا کرنا کبھی ناگوار نہیں گذرتا۔ اموال نامیہ میں تجارت۔ زراعت اور مواشی (بھیڑ۔ بکری۔ اور اونٹ۔ گائے) نقدیت۔ معادن اور دفائن شمار ہوتے ہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب یہ دکھلانا ضروری ہے کہ جو نقد وجنس زکوٰۃ سے حاصل ہو۔ اس کے مستحق کون کون لوگ ہیں۔ قرآن مجید میں ہے۔ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ (سورہ توبہ) زکوٰۃ اور صدقات کا مال (۱) فقیروں اور (۲) مسکینوں کے لیے ہے (فقیروں اور مسکینوں کا فرق کتب فقہ میں دیکھو) (۳) تحصیلداران زکوٰۃ کے لئے (جن کی تنخواہیں ادا ہوں گی) (۴) اور اُن لوگوں کے لئے جن کی دل افزائی اسلام میں منظور ہو یعنی نومسلم لوگ (۵) اور غلاموں کو آزادی دلانے کے لئے (۶) اور ایسے قرضداروں کا قرضہ چکانے کے لئے جو قرض نہ اُتار سکتے ہوں۔ (۷) اور اللہ کے رستہ میں (یعنی دیگر نیک کاموں کے لئے اس کی تفصیل بھی کتب فقہ میں دیکھئے (۸) اور مسافروں کے لئے ہے۔

جن آٹھ مدات پر زکوٰۃ تقسیم کی گئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت سے ملک اور قوم اور افراد کی نوعی و شخصی ضروریات کو کیسی خوبی سے پورا کردیا گیا ہے (رحمۃ للعالمین صلعم)

شرفیہ: نہلسٹ کا مقصد یہ ہے کہ جملہ املاک و امتیازات پر افراد کا مساوی حق تصرف و یکساں حق ملکیت ہو۔ سوشیالسٹ کا مقصد یہ ہے کہ اسباب معیشت پر سے شخصی ملکیت کو اٹھا دیا جائے اور جمہور کی ملکیت میں کردیا جائے۔ نیشنلسٹ کا مقصد یہ ہے کہ اراضی سکنی و زرعی کی ملکیت و پیداوار کو شخصی قبضہ سے نکال لیا جائے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی خالقیت۔ رزاقیت۔ الوہیت۔ وحدانیت و ارسال رسل وغیرہ صفات کے قائل نہیں جو ان کو قرآن مجید یا احادیث نبویہ سے قائل کیا جائے لہٰذا ان پر برہان عقلی پیش کیا جاسکتا ہے۔ وہ یہ کہ ان سب اقوال کا خلاصہ ہے کہ کسی شخص کا کسی امر ملکیت اراضی و اسباب معیشت وغیرہ کل شے میں شخصی حق تصرف نہیں صرف جمہور یا حکومت کا حق ہے جس کو جتنا چاہے دے باقی سب پر در تصرف بند ہے سو یہ قول بالکل خلاف عقل ہے کہ اولاً تو یہ مساوات اس امر پر موقوف ہے کہ تمام افراد قوم عقل ہمت خلق قوت کسب انتظام نفسانی خواہش وغیرہ امور نظام صالح میں یکساں ہوں اور تجربہ شاہد عادل ہے کہ یہ مساوات قطعاً ثابت نہیں۔ ان میں بے حد اختلاف ہے اگر اختلاف نہ ہو تو پھر حکومت کی ضرورت ہی نہیں رہتی حکومت ہی بیکار رہے اور یہ امر بھی بدیہی ہے لہٰذا مساوات ناممکن ہے۔ دوم جب امزجہ میں اختلاف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شدید ہے تو فساد فی الارض لازم ہے۔ پھر اگر جمہور یا حکومت نے جبراً ان کو دبا کر ان کی خواہشات سے روکا تو ان کا قانون مساوات ٹوٹ گیا کہ جبراً ان کے حق مساوات کو سلب کیا۔ ثابت ہوا کہ ان کا یہ قانون باطل ہے۔ اس لئے کہ اگر تمام افراد قوم امور مذکورہ بالا میں یکساں ہوتے تو واقعی ملکیت، املاک وحق تصرف تمام اشیاء میں مساوات کے مستحق ہوتے وإذ ليس فليس۔ سوم اگر تمام افراد قوم کی رضامندی سے صحیح طور سے جمہور کا انتخاب یعنی ارباب حکومت کا ہو تب تو واقعی حکومت کا ان پر حکم بجا ہے۔ مگر جب ثابت ہو چکا کہ سب کے مزاجوں میں امور مذکورہ بالا میں اختلاف شدید ہے تو رضامندی سے سب کا اتفاق ناممکن ہے اور جبر سے ان کا قانون مذکورہ ٹوٹ جاتا ہے ؎

بات وہ منہ سے کہی ہے کہ بنائے نہ بنے ، بوجھ وہ سر پہ لیا ہے کہ اٹھائے نہ اٹھے

چہارم املاک و اسباب معیشت میں ہر شخص کا سامان ضروری لباس مرکب مکان رہائش حتی کہ ملک منافعہ بضعہ یعنی تصرف زوجہ پر بھی ایک قسم کی ملکیت ہے۔ پھر کیا ہر شخص کو افراد قوم سے اختیار ہے کہ جب چاہے اشیاء مذکورہ میں سے جس شخص کا ان پہ قبضہ ہے وہ بھی اس پر قابض ہو جائے اور اپنے تصرف میں لائے حتی کہ اس کی زوجہ کو بھی اس لئے کہ ہر شخص کا ہر شئی میں حق تصرف مساوی ہے ترجیح کی کوئی وجہ نہیں پھر اگر حکومت روکے تو ان کے حق تصرف کو سلب کرنا ظلم ہے اور قانون بھی ٹوٹتا ہے اور اگر نہ روکے تو فساد فی الارض لازم ہوتا ہے۔ اسی فساد فی الارض کی اصلاح اور نظام صالح کے لئے اللہ تعالیٰ دنیا میں انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کرتا رہتا ہے اگر انسانی عقل ہی نظام صالح کے لئے کافی ہوتی تو پھر ارسال انبیاء کی ضرورت نہ ہوتی۔ وإذ ليس فليس۔ پنجم اگر کوئی شخص اشیاء مذکورہ بالا میں سے جو ارباب حکومت کے تصرف میں ہیں ان میں بلا اجازت ان پر اپنا قبضہ کرے تو کیا ارباب حکومت اس کو روا رکھیں گے۔ اور گوارا کریں گے ہرگز نہیں اگر نہیں تو کیوں اس لئے ہر شخص کا افراد قوم میں سے ہر شے پر خواہ کسی کی ہو، ارباب حکومت ہوں یا کوئی اور یکساں ہر شے میں حق تصرف مساوی ہے کسی کی تخصیص نہیں ورنہ ترجیح بلا مرجح ہے جو باطل ہے۔ ششم جب ثابت ہو چکا کہ تمام افراد کے مزاجوں اور خواہشوں میں اختلاف شدید ہے اور رضامندی سے قوانین مذکورہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر صحیح انتخاب ناممکن ہے تو پھر جمہور کی حکومت ہی خلاف عقل وصریح ظلم ہے کہ بلا وجہ وجیہہ سب پر حکومت کریں جب کہ ان کو کسی پر فوقیت کی کوئی وجہ نہیں تو یہ مساوات نہ ہوئی صریح ظلم اور بے انصافی اور مساوات کا ابطال ہوا۔ ہفتم اگر بالفرض ان قوانین مذکورہ بالا پر عمل کیا جائے تو پھر ہر شخص کی محرمات ابدیہ کے علاوہ اس کی زوجہ پر بھی ہر شخص کا حق تصرف ثابت ہوگا تو پھر حلال وحرام، حلال زادہ حرامزادہ میں کیا فرق ہوگا کچھ بھی نہ ہوگا کسی کی نسل صحیح نہ ہوگی۔ حرامزادگی کے علاوہ دیوثی کا بازار بھی گرم ہوگا۔ اخلاق حسنہ کا نام ونشان نہ ہوگا بدمعاشی سے فساد فی الارض کا دور دورہ ہوگا پھر ایسے ہی بدمعاشوں پر قیامت قائم ہوگی جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔ کوئی ان سے پوچھے کہ جب اللہ تعالیٰ کی ہستی اور خالقیت وغیرہ شرائع کے قائل نہیں تو بتایئے آپ کی ماں بہن بیٹی بیوی وغیرہ میں کیا فرق ہے کہ بعض سے رفع حاجت یا خواہش نفسانی جائز اور بعض سے ناجائز اس پر کونسا برہان عقلی ہے بینوا ان کنتم صادقین۔ ہشتم جب یہ لوگ دہری ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی الوہیت، خالقیت، رازقیت، قیامت وغیرہ کے قائل ہی نہیں تو پھر ان میں خداترسی یا رغبتِ ثواب یا خوفِ عذاب نہ ہوگا اور خواہشات نفسانیہ اور شہوات کا زور ہوگا تو وہ بلاخوف بدکاری بدمعاشی کریں گے چنانچہ ارباب حکومت ہی سب سے زائد حصہ اس میں لیں گے تو پھر مساوات کہاں رہے گی اور ابھی تجربہ کر کے دیکھ لیجئے جہاں اس کا چرچہ ہے وہاں رعایا کو حکومت نے قید کر رکھا ہے۔ املاک جبراً سلب کر لئے ہیں۔ ذرا کسی نے انکار کیا مار مار کر بھس بھر دیا۔ سخت سے سخت سزا قید وغیرہ دی۔ ان کی ساری آزادی سلب کر رکھی ہے جو چاہتے ہیں کرتے ہیں اور وہ بیچارے بے بس ہیں۔ نہم اول تو یہ لوگ حلال وحرام، جائز وناجائز کو جانتے ہی نہیں نہ یہ جانتے ہیں کہ انصاف وعدل کیا ہے اور بے انصافی وظلم کیا ہے اس لئے کہ ان امور کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جان سکتا کہ آپس میں ایک دوسرے کے کیا کیا حقوق ہیں کیا کیا مراتب ہیں عدل کیا ہے۔ ظلم کیا ہے عدل اور ظلم کا علم مراتب وحقوق پر موقوف ہے اور یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جو خالق الکل ہے ایسے ہی مساوات کا علم بھی اسی کو ہے اس لئے کہ یہ حقوق ومراتب ان کے علم پر موقوف ہیں اور یہ ابھی وحدہ لاشریک لہ کو ہے۔ اسی لئے اس نے انبیاء کو بھیج کر ان پر کتب نازل کر کے سب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امور کی تفصیل بتادی جو قرآن مجید میں ہے اور احادیث نبویہ میں۔ پس مساوات عقلی بھی اور شرعی بھی یہ کہ ہر ذی حق کو جس جس کو اللہ نے جو جو حقوق عطا کئے ہیں وہ ان کو دیئے جائیں یہ ہے انصاف اور مساوات۔ دہم یہ لوگ جن قوانین پر چلانا چاہتے ہیں کیا یہ تاریخ سے ثابت کر سکتے ہیں۔ جہاں کہیں بھی شبہ ہوگا وہاں صریح جبر واستبداد وظلم ثابت ہوگا اور بس یہ قوانین کیا ہیں وسواس الشیاطین ہیں اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس کا علاج بتایا ہے پڑھو ﴿رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَن يَحْضُرُونِ﴾ وایضا ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ إِلَٰهِ النَّاسِ ۝ مِن شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ﴾ ﴿تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ﴾ - ﴿وَاللَّهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾۔

روٹی کے مسئلے کو حل کرنے کے لئے اسلام نے بڑے اہم پروگرام بنائے ہیں۔ جب سوسائٹی غیر منظم ہو تو خیرات پر زور دیا ہے اور ساتھ ہی زکوٰۃ کے ذریعے دولت کی بہتر تقسیم کی صورت پیدا کی ہے یہاں تک زور دیا ہے کہ قرب وجوار کے ننگوں اور بھوکوں کو کھانا کپڑا دینے کو اللہ تعالیٰ نے خود اللہ کو کھانا کپڑا دینے کے مرادف قرار دیا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ پوچھے گا " میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہیں دیا تھا۔ اس پر لوگ کہیں گے کہ اے اللہ تو تو بھوک سے بے نیاز ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تو بھوکا ہو۔ اللہ تعالیٰ کہے گا کہ میرے بندے بھوکے تھے تو گویا میں ہی بھوکا تھا ان کو تم نے کھانا نہیں دیا گویا مجھے نہیں دیا۔

اسی روٹی کے مسئلے پر زور دینے کے لئے الخلق عیال اللہ (خلق اللہ کا خاندان ہے) کا فلسفہ پیش کیا گیا یہاں ایک اور اصولی بات کی طرف اشارہ ضروری ہے۔ قرآن کی ایک آیت ہے ﴿وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا﴾ (زمین پر کوئی ذی حیات چلنے والا ایسا نہیں جس کے رزق کی ذمہ داری اللہ پر نہ ہو) اس کا مطلب عام طور پر یہ لیا جاتا ہے کہ رزق کی فکر فضول ہے کیونکہ اس کی ذمہ داری اللہ نے لی ہے۔ اس آیت کا رائج الوقت مطلب تو ظاہراً غلط ہے کیونکہ ۱۹۴۳ء کے بنگال کے قحط میں ۴۵ لاکھ آدمی بھوک سے مر گئے ان میں مسلم ومشرک نیک بد، عورت اور بچے سب ہی تھے۔ اور یوں بھی دنیا کے ہر گوشہ میں آج کل کھانا نہ ملنے سے لوگ مراہی کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جو مطلب آیۃ کا لیا گیا وہ غلط تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر رزق کی ذمہ داری ضرور ہے مگر یہ ذمہ داری خلافت الٰہیہ کے ذریعہ پوری ہوتی ہے۔ اللہ نے انسان کو زمین پر خلیفۃ اللہ بنایا ہے۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (ہم نے زمین پر اپنا نائب بنایا) پس زمین پر انسان کو خلافت الٰہیہ قائم کرنی چاہیے۔ اس خلافت الٰہیہ پر رزق کی ذمہ داری آجاتی ہے۔ یاد رہے کہ یہ ذمہ داری انسان پر بحیثیت مجموعی عائد ہوتی ہے۔ انسان کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ قوانین الٰہی کے مطابق اپنا نظام درست کرے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو بنی نوع انسان میں روٹی کا سوال حل ہو جائے گا اور ہر انسان کے رزق کی ذمہ داری قانون الٰہی کے مطابق پوری ہوتی رہے گی۔ لیکن اگر انسان نے بغاوت کی اور اللہ کے قوانین کے خلاف نظام طاغوتی بنانا شروع کر دیا تو یہ ذمہ داری پوری کرنے والی مشینری ٹوٹ جاتی ہے اور بھوک کی مصیبت عذاب بن کر نازل ہونے لگتی ہے۔ سوسائٹی کو سزا ملتی ہے۔ جن قوانین الٰہیہ پر چلنا رزق کے عام حصول کے لیے خلافۃ الٰہیہ کے اصول پر ضروری تھا ان کے توڑنے سے قحط واقع ہوتا ہے اور لوگ مرتے ہیں۔

قحط عموماً بلکہ ہمیشہ انسان کا بنایا ہوا ہوتا ہے جو قحط برسات کی کمی کے باعث پڑتا ہے اس کی ذمہ داری بھی حضرت انسان پر آتی ہے کیونکہ وہ آبپاشی کے دوسرے ذرائع یا نقل وحمل کے وسائل نہیں استعمال کرتا۔ تصور یہ ہے کہ انسان اپنی قسمت کا خود مالک ہے اللہ نے خلافت الٰہیہ کے قوانین بنا دیئے ہیں ان پر عمل کرنے کے بعد دنیا میں کوئی بھوکا نہیں رہ سکتا۔ جب سوسائٹی غیر منظم ہو یعنی روٹی کا مسئلہ الجھا ہوا ہو تو فوری امداد (ریلیف) کے لئے قرآن نے بھی اور حدیث نے بھی بھوکوں کو کھانا کھلانے کی اہمیت نماز سے زیادہ رکھی ہے قرآن کی مشہور آیت ہے۔ لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ الخ پ ۲ ع ۶ (ترجمہ) ایمان یہ نہیں ہے کہ تم اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف کر لو بلکہ ایمان تو یہ ہے کہ آدمی اللہ پر ایمان لائے اور یوم آخرہ ملائکہ اور کتاب اور نبیین پر اور اپنا مال اللہ کی محبت میں ذوی القربی والیتمٰی والمساکین مسافروں سائلوں اور غلاموں کو آزاد کرانے کے لیئے دے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے ... الخ) اس آیت میں نماز سے بھی پہلے عزیز واقارب اور مساکین وغیرہ کو دینے

www.KitaboSunnat.com

حکم دیا گیا ہے اور نماز و زکوٰۃ سے بھی پہلے ان چیزوں کو ایمان بتایا گیا ہے۔

حدیث میں لفظ "بعث" کی تشریح ایمان ہی سے کی گئی ہے اس آیتہ میں ایمان کی تشریح میں نماز کو غرباء و مساکین کی امداد سے بعد کا درجہ دیا گیا ہے اور زکوٰۃ کو بھی بعد میں رکھا گیا ہے اس آیتہ کی بنیاد پر حضرت ابو ذر غفاری نے بہت ہنگامہ برپا کیا تھا۔ بعض صحابہ کی رائے تھی کہ جس شخص نے زکوٰۃ اپنے مال کی دیدی اور کچھ دے یا نہ دے اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ لیکن ابو ذر اسی آیتہ کا حوالہ دیکر کہتے تھے کہ نہیں زکوٰۃ سے پہلے اسے ذوی القربیٰ مساکین وغیرہ کے مرحلوں سے گزرنا ہوگا۔ اگر اس نے اس دینے میں کمی کی تو اس کا ایمان مکمل نہیں ہوتا۔

حضرت ابو ذرؓ کا استدلال صحیح تھا یہ کھلی حقیقت ہے۔ دوسرے صحابہ کا استدلال احادیث پر مبنی تھا جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ زکوٰۃ دینے کے بعد سارا مال پاک ہو جاتا ہے اور اسے جمع کیا جائے تو وہ "کنز" نہیں کہلائے گا۔ اور کسے لئے کوئی گناہ نہیں ہوگا یہ استدلال صرف اسی حالت میں صحیح ہو سکتا ہے جب کہ ذوی القربیٰ، مساکین اور دوسرے گروہ احتیاج کی مصیبت میں نہ مبتلا ہوں۔ اگر یہ لوگ محتاج ہیں تو صرف زکوٰۃ کافی نہیں بلکہ انسان کو اس سے زیادہ بھی دینا پڑے گا۔ اور ایسا بھی ایک وقت آسکتا ہے کہ اسٹیٹ یا جماعت انسان کا سب کچھ چھین لے صرف فوری خرچ کے لئے چھوڑ دے۔ قرآن مجید کی آیت بالکل واضح ہے یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ ..... اے رسول وہ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا دیدیں۔ ان سے کہدو کہ جتنا فوری ذاتی ضروریات سے زیادہ ہو وہ سب دے ڈالو گے۔

اس آیتہ میں روٹی کا مسئلہ حل کرنے کے لئے اور اس اصول کو قائم کرنے کے لئے کہ تمام ملکیت کی مالک دراصل قوم ہے ایک انتہائی علاج تجویز کیا گیا ہے۔ صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یکے بعد دیگرے سوالات کئے تھے کہ یا رسول اللہ جس کے پاس فلاں فلاں چیز ہو وہ بھی دے دے۔ آپ ہر مرتبہ یہی جواب دیتے رہے کہ ہاں وہ بھی دے دے۔ آخر صحابہ نے کہا اے اللہ کے رسول ہم سمجھ گئے کہ ہمارا مالکانہ حق صرف ہماری فوری ضروریات پوری کرنیوالی چیزوں پر ہے۔ باقی سب اللہ کے لئے ہے اسلام روٹی کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ہر انتہائی اقدام کا حکم دیتا ہے۔ اگر کوئی اسٹیٹ روٹی کے مسئلہ کو حل نہیں کر سکتی وہ اسلامی اسٹیٹ کہلانے کی مستحق نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کیونکہ خلافت الٰہیہ کا پہلا فرض دُنیا میں رزق کی ذمہ داری کو پورا کرنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے صرف اصول طے پائے تھے اتنا موقع نہیں ملا کہ تفصیلات طے پا جائیں۔ لیکن حضرت عمرؓ کے دور میں بعض تفصیلات کی تعیین ہوئی۔ لیکن تفصیلات ہر دور میں اصول کے تحت بدلا کرتی ہیں۔ آج کے حالات میں یہ تفصیلات اور ہوں گی یہ کام ارباب حل وعقد کا ہے کہ خلافت الٰہیہ کے مقصد کی تکمیل کے لئے جدوجہد کریں۔ پروگرام بنائیں اور ان پروگراموں پر عمل کرنے کے لئے عوام ذہن کو تیار کریں۔

روٹی کا مسئلہ اسلامی زندگی میں بنیادی مسئلہ ہے اور جو لوگ اسے اللہ پر چھوڑ کر پہلو تہی کرنا چاہتے ہیں وہ خلافت الٰہیہ کی مشینری کا کوئی تصور نہیں رکھتے۔ (ملخص)
(از قلم مولوی حافظ علی بہادر صاحب بمبئی (پیام اسلام)

سوال: زید زکوٰۃ نہیں دیتا۔ دریافت کرنے پر کہتا ہے کہ جو زیورات اس کے نزدیک ہیں اس کی عورت اس کو پہنا کرتی ہے۔ اس لئے استعمال میں آنے والے زیورات پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: میری ناقص تحقیق میں زیورات پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ اگر دے تو اچھا ہے۔ (اہلحدیث امرتسر ۴ نومبر ۱۹۳۸ء)

شرفیہ: یہ بعض سلف کا مسلک ہے۔ موطا میں دو اثر بھی ہیں۔ ایک عائشہ صدیقہؓ کا کہ وہ اپنی یتیم بھانجیوں کی متولی تھیں اور ان بچیوں کے زیور کی زکات نہ نکالتی تھیں۔ دوسرا عبداللہ بن عمرؓ کا ہے کہ وہ اپنی لڑکیوں اور لونڈیوں کے زیور سے زکات نہ نکالتے تھے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو ان دونوں اثروں میں یہ تصریح نہیں کہ ان کے زیوروں کا نصاب پورا تھا یا نہیں یعنی بیس دینار تھا یا نہیں۔ ممکن ہے وہ نصاب سے کم ہوں پھر خصوصاً جب آثار مرفوع حدیث کے خلاف ہوں تو ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور یہ آثار خلاف حدیث مرفوع ہیں۔ کما سیاتی اور بعض اصحاب کو امام ترمذی کے قول سے بھی مغالطہ ہوتا ہے جہاں انہوں نے عمرو بن شعیب کی حدیث کو روایت کر کے کہا ہے۔ المثنی ابن الصباح وابن لهيعة يضعفان فی الحديث ولا يصح فی هذا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم شئی (انتہی) وسیاتی جواب قولہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الترمذی عن الحافظ ابن حجرؒ قال فی بلوغ المرام عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده عن امرأة اتت النبی صلی اللہ علیه وسلم ومعها ابنة لها وفی ید ابنتها مسکتان من ذهب فقال لها اتعطین زکوٰة هذا قالت لا قال ایسرک ان یسورک اللہ بهما یوم القیامة سوارین من نار فالقتهما رواه الثلثة واسناده قوی وصححه الحاکم من حدیث عائشة انتهی وقال الحافظ ابن حجر ایضا فی التلخیص الحبیر بعد ذکر هذا الحدیث بلفظ ابی داؤد اخرجه من حدیث حسین المعلم وهو ثقة عن عمرو وفیه رد علی الترمذی حیث جزم بانه لا یعرف الا من حدیث ابن لهیعة وابن المثنی بن الصباح وقد تابعهم حجاج بن ارطاة ایضا قال البیهقی وقد انضوا الی حدیث عمرو بن شعیب حدیث ام سلمة وحدیث عائشة وساقهما وحدیث عائشة اخرجه ابوداؤد والحاکم والدارقطنی والبیهقی وحدیث ام سلمة اخرجه ابوداؤد والحاکم ومن ذکر معهما ایضا وروی ایضا عن اسماء بنت یزید رواه احمد ولفظه عنها قالت دخلت انا وخالتی علی النبی صلی اللہ علیه وسلم وعلینا اساور من ذهب فقال لنا اتعطیان زکوته فقلنا لا قال اما تخافان ان یسوركما اللہ بسوار من نار ادیا زکاته ثم ذکر حدیث لا زکات فی الحلی من روایة البیهقی فی المعرفة ...... ثم قال لا اصل له انما یروی عن جابر من قوله انتهی ص۱۸۳ ج۱ وحدیث ام سلمة ذکره ایضا فی بلوغ المرام بلفظ انها کانت تلبس اوضاحا من ذهب فقالت یا رسول اللہ اکنز هو قال اذا ادیت زکاته فلیس بکنز رواه ابوداؤد والدارقطنی وصححه الحاکم انتهی. خلاصہ یہ کہ زیور مستعمل میں زکات فرض ہے اس کا خلاف قطعاً باطل ہے۔

(ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: محمودہ کے تین لڑکے اور ایک لڑکی جن کی عمر چھ سال سے بارہ سال تک ہیں احمد کی زیر نگرانی ہیں محمودہ کی کچھ جائداد اور تھوڑا زیور تھا جس کو محمودہ خود مرنے سے قبل ان بچوں کے نام تقسیم کر چکی ہے۔ جس کی آمدنی احمد ان بچوں کی نگرانی پر خرچ کرتا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور زیور ان بچوں کی شادی میں دیدیا جائے گا۔ احمد چاہتا ہے کہ اس زیور کی زکوٰۃ دی جائے کیونکہ ان بچوں کی آمدنی اتنی ہے کہ جس سے زکوٰۃ ادا ہو سکتی ہے۔ مگر زید کہتا ہے کہ احمد ان بچوں کا نگران اور ان کے مالوں کا محافظ ہے۔ علاوہ ازیں بچے چھوٹے ہیں جن پر کوئی چیز مثلاً نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ فرض نہیں اس لئے احمد کو ان زیوروں پر زکوٰۃ دینے کا حق نہیں۔ کیا زید کا کہنا ٹھیک ہے؟ جواب مدلل ہو۔

جواب: جو لوگ یتیم کو غیر مکلف ہونے کی وجہ سے مامور بالزکوٰۃ نہیں سمجھتے میں ان کی دلیل کو راجح سمجھتا ہوں۔ زیور میں جن علماء کے نزدیک زکوٰۃ واجب نہیں میں ان سے متفق ہوں۔ سوال میں زیور کے متعلق دریافت کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

(اہلحدیث امرتسر ۹ نومبر ۱۹۴۳ء)

شرفیہ: یتیم کے مال کی زکوٰۃ میں حدیث مرفوع صحیح نہیں۔ صحابہ میں سے حضرت عمرؓ، عبداللہ بن عمر، حضرت علی، عائشہ صدیقہؓ اور امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق کو جامع ترمذی میں قائلین میں لکھا ہے اور سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک کو مانعین میں۔

(ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: زید نے بکر کی تحریری ضمانت مبلغ ایک سو چوراسی روپیہ کی ایک ساہوکار کے پاس دیدی ہے اور کہا کہ دو قسط میں ادا کر دوں گا۔ چنانچہ پہلی قسط چوراسی روپیہ ادا بھی کر دی۔ دوسری قسط اس خیال سے ادا نہیں کی اور بکر فوت ہو چکا ہے اور ایک سو روپیہ اس کا باقی ہے۔ چونکہ قرض کسی حالت میں معاف نہیں ہوتا اس لئے بروئے شریعت محمدی وہ قرض زید ادا کرے یا بکر کے ذمہ رہا۔ اس کے وارث ادا کریں۔ زید ضامن ہے۔ اگر زید کو ہی ادا کرنا چاہیئے۔ کیا زید اپنی زکوٰۃ یا اپنے رشتہ داروں سے زکوٰۃ لے کر اس قرض میں دے سکتا ہے یا ساہوکار سے نصف معاف کرا لیوے تو بھی جائز ہے اور نصف ادا کر دیوے۔ اگرچہ قانون انگریزی کے مطابق وہ قرض زائد المیعاد ہو چکا ہے مگر قرآنی قانون کے مطابق اس کی ادائیگی ضروری ہے۔ اس کی بازپرس زید سے ہوگی یا بکر سے؟

جواب: سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ زید نے بکر کے قرض کی ادائیگی اپنے ذمہ لے لی ہے اس لئے ہر حالت میں زید ہی ذمہ دار ہے۔ بکر کی زندگی اور بعد وفات کے زید

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی ادا کرے گا اور یہ مد زکوۃ سے یہ قرض ادا کر سکتا ہے مصارف زکوٰۃ میں غارم (مقروض) بھی ہے۔ اس کے ماتحت زکوٰۃ سے یہ قرض ادا کر سکتا ہے۔ اللہ اعلم۔

(اہلحدیث امرتسر ۱۳ جنوری ۱۹۳۳ء)

سوال: یہاں اور بعض دوسرے شہروں میں بھی بعض بعض سیٹھ مال زکوٰۃ کو ہفتہ وار غرباء و مساکین، اور عام سائلین کو ایک ایک دو دو پیسے یا ایک ایک دو دو دمڑی کر کے دیتے ہیں۔ علی العموم اس خیرات کا دن جمعہ کا دن ہوتا ہے سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں علی اختلاف البلاد دوالاحوال سائلین جمع ہوتے ہیں اور یہ خیرات وصول کرتے ہیں۔ ۲ بجے دن سے شام تک چکر لگانے پر آنے دو آنے یا چار آنے پاتے ہیں۔ زید کہتا ہے کہ زکوٰۃ کا مال اس طرح تقسیم کرنا نہیں چاہیے۔ کیونکہ اس طرح سال میں لاکھوں روپے خرچ ہو جاتے ہیں۔ مگر اس سے نہ کسی ضرورتمند کی ضرورت پوری ہوتی ہے اور نہ اس سے مسلمانوں کو قومی یا اقتصادی فائدہ ہوتا ہے۔ مال زکوٰۃ کی یہ تقسیم منشاء اسلام کے خلاف ہے۔ لہٰذا اس طریقہ کو بند کر کے غرباء و مساکین اور جملہ مستحقین کو سال میں ایک دفعہ یا دو دفعہ یک بیک مشت رقم دینی چاہیئے تاکہ یہ مال صحیح مصرف میں آئے اور لوگوں کی قومی اور اقتصادی حالت درست ہو سکے ہاں جو لوگ مروجہ طریقہ پر خیرات کرنا چاہیں انہیں چاہیے کہ اپنے ذاتی مال سے اس طرح خیرات کریں۔ مگر مال زکوٰۃ اس طرح خرچ نہ کریں۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا اس طرح مال زکوٰۃ خرچ کرنا یعنی ہفتہ وار دمڑی پیسہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بہ نیت نیک جائز ہے۔ کیونکہ ادائے زکوٰۃ کا حکم عام ہے۔ اس میں کسی قسم کا تقید کرنے کی ضرورت نہیں۔

(اہلحدیث امرتسر ۱۴ اپریل ۱۹۳۳ء)

شرفیہ: یہ صحیح ہے مگر طریق مذکور فی السوال عہد نبوی اور عہد خلفاء راشدین و عہد صحابہ تابعین سے ثابت نہیں۔ لہٰذا وہی بہتر ہے جو عہد نبوی و صحابہ میں تھا۔

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: زکوٰۃ کے روپے سے اخبار جاری کرایا جا سکتا ہے؟ نیز صدقہ فطر یا قربانی کی کھال فروخت کر کے اس رقم سے اخبار جاری کرایا جا سکتا ہے۔ یا ایسی رقوم کنواں وغیرہ میں لگا سکتے ہیں کہ نہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: کسی غریب شائق کے نام اخبار جاری کرا دے تو جائز ہے۔ اپنے لیے مال زکوٰۃ سے اخبار جاری نہیں کر سکتے۔ (اہلحدیث امرتسر۔ ۳۰ رجب ۱۹۳۹ء)

شرفیہ: زکوٰۃ یا صدقہ فطر یا کھال قربانی سب مساکین و مستحقین کا حق ہے۔ ان کے سوا کسی اور میں لگانا جائز نہیں۔ انہیں کو دینا لازم ہے طرق مذکور فی السوال کے طور پر صرف کرنا ثابت نہیں۔ (ابوسعید شرف الدین)

سوال: زید کہتا ہے کہ پراویڈنٹ فنڈ کے روپیہ میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ کیونکہ وہ روپیہ اس کے قبضہ میں نہیں ہے۔ ملازمت ختم ہونے کے بعد وہ اس روپیہ پر قابض ہوگا۔ لیکن عمر کہتا ہے کہ پراویڈنٹ کے روپیہ میں بدستور زکوٰۃ واجب ہے کیونکہ وہ روپیہ بھی بنک وغیرہ میں جمع کیے ہوئے روپیہ کی طرح ہے۔ جب بنک وغیرہ میں جمع کیے ہوئے روپے میں زکوٰۃ ادا کرنی پڑتی ہے تو پراویڈنٹ فنڈ کے روپیہ میں سے کیوں نہ ادا کی جائے۔

(ب) نیز بعض تاجروں کا خیال ہے کہ زکوٰۃ صرف سالانہ آمدنی کے روپے میں سے واجب ہے۔ اصل جمع کیے ہوئے روپے میں نہیں ہے۔ آیا یہ خیال ان کا درست ہے یا نہیں؟

(ج) نیز زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

جواب: الف۔ ظاہر حدیث ما حال علیہ الحول سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو مال اپنے قبضہ میں ہوتا ہے اس میں زکوٰۃ ہے۔ پراویڈنٹ فنڈ کی رقم اب تک اس کے قبضہ میں نہیں آئی۔ جو رقم بنک میں جمع ہے وہ اس کے قبضے میں ہے اور اسی نے جمع کرائی ہے۔

(ب) جو سونا چاندی وغیرہ اس کے پاس ہو اس سے ہر سال زکوٰۃ دے۔ جب تک نصاب زکوٰۃ تک مال ہے تب تک زکوٰۃ ہے۔

میری ناقص تحقیق میں زیورات میں زکوٰۃ فرض نہیں اگر دے تو اچھا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (اہلحدیث امرتسر ۱۸۔ اگست ۱۹۳۹ء)

سوال: زیور طلائی و نقرئی کی زکوٰۃ کی نسبت کیا حکم ہے۔ دی جائے یا نہ دی جائے؟

جواب: مستعمل زیور کی زکوٰۃ میں اختلاف ہے۔ میرے ناقص علم میں واجب نہیں۔ دیوے تو اچھا ہے۔ اہلحدیث ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

تنقید: از مولانا ابوالصمصام عبدالسلام صاحب مبارکپور اعظم گڑھ

جامع ترمذی شریف میں ہے۔ فرأی بعض اهل العلم من اصحاب النبی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین فی الحلی زکوٰۃ ما کان منہ ذہب وفضۃ وبہ یقول سفیان الثوری وعبد اللہ بن المبارک۔ یعنی بعض صحابہ اور تابعین کے نزدیک سونا اور چاندی کے زیور میں زکوٰۃ ہے اور سفیان ثوری اور عبداللہ بن مبارک کا بھی یہی قول ہے۔ تحفۃ الاحوذی میں عمدۃ القاری شرح بخاری سے منقول ہے کہ یہی مذہب امام ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب کا بھی ہے اور ایسا ہی حضرت عمر اور عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ اور سعید بن المسیب اور سعید بن جبیر اور عطاء اور محمد بن سیرین اور جابر بن زید اور مجاہد، اور زہری اور طاؤس اور میمون بن مہران اور ضحاک اور علقمہ اور اسود اور عمر بن عبدالعزیز اور ذر الہمدانی اور اوزاعی اور ابن شبرمہ اور حسن بن حی اور ابن المنذر اور ابن حزم کا قول ہے کہ (زیور میں) زکوٰۃ واجب ہے۔ ظاہر کتاب اور سنت کی رُو سے۔"

اور سبل السلام سے منقول ہے کہ اس مسئلہ میں چار قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ زکوٰۃ واجب ہے۔ اور یہ مذہب ہے ہدویہ اور سلف کی ایک جماعت کا۔ اور امام شافعیؒ کا ان کے قول کے مطابق۔ دوسرا قول یہ ہے کہ زیور میں زکوٰۃ نہیں ہے اور یہ مذہب ہے امام مالکؒ اور امام احمدؒ اور امام شافعیؒ کا ان سے ایک قول کے مطابق کیونکہ سلف سے اقوال وارد ہیں۔ مثلاً ابن عمرؓ اور عائشہؓ اور انسؓ اور جابرؓ وغیرہ کے آثار۔ اور جابرؓ کی مرفوع روایت ہے (لَيْسَ فِي الْحُلِيِّ زَكوٰةٌ) سو وہ موضوع اور بے اصل ہے۔ ملاحظہ ہو تحفۃ الاحوذی ص۱۲ ج ۲۔ ۱۲ منہ۔ جو مقتضی ہیں کہ زیور میں زکوٰۃ نہیں ہے لیکن حدیث صحیح مل جانے کے بعد آثار بے اثر و بیکار ہیں۔ تیسرا قول یہ ہے کہ زیور عاریتاً دینا ہی اس کی زکوٰۃ ہے۔ چنانچہ دارقطنی نے حضرت انسؓ اور بنت ابوبکر سے روایت کیا ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ صرف ایک مرتبہ زکوٰۃ دینا واجب ہے اس کو بیہقی نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے اور سب سے زیادہ ظاہر قول دلیل اور حدیث صحیح وقوی کی رو سے یہ ہے کہ زکوٰۃ واجب ہے۔

حضرت مولانا محمد عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری شارح ترمذی علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے کہ میرے نزدیک ظاہر اور راجح قول یہ ہے کہ سونا اور چاندی کے زیوروں میں زکوٰۃ واجب ہے۔ یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں۔ پہلی حدیث سادی ابوداؤد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی سننہ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان امرأۃ اتت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعھا ابنۃ لھا وفی ید ابنتھا مسکتان غلیظتان من ذھب فقال لھا اتعطین زکوٰۃ ھذا قالت لا قال ایسرک ان یسورک اللہ بھما یوم القیمۃ سوارین من نار فالقتھما الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقالت ھما للہ ولرسولہ قال الزیلعی فی نصب الرایۃ بعد ذکر حدیث ابی داؤد ھذا ما لفظہ قال ابن القطان فی کتابہ اسنادہ صحیح وقال المنذری فی مختصرہ اسنادہ لا مقال فیہ الخ "یعنی عمرو بن شعیب سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور ان کے ساتھ ان کی ایک لڑکی بھی تھی۔ اور اس لڑکی کے ہاتھ میں سونے کے دو بھاری کنگن تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اس کی زکوٰۃ دی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ پس آپ نے فرمایا کیا تمہیں پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ پہنائے قیامت کے دن انہیں دونوں کنگنوں کے بدلے میں دو کنگن آگ کے۔ پس انہوں نے وہ دونوں کنگن نکال کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ڈال دیئے اور عرض کیا کہ یہ دونوں کنگن اللہ اور رسول کے لئے ہیں"

دوسری حدیث۔ عن ام سلمۃ انھا کانت تلبس اوضاحا من ذھب فقالت یا رسول اللہ اکنز ھو فقال اذا اديت زکوتہ فلیس بکنز اخرجہ ابوداؤد والدارقطنی وصححہ الحاکم کذا فی بلوغ المرام وقال الحافظ فی الدرایۃ قواہ ابن دقیق العید۔ یعنی ام سلمہ سے روایت ہے کہ وہ سونے کے زیور پہنتی تھیں پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا یہ کنز ہے؟ آپ نے فرمایا اگر تم نے اس کی زکوٰۃ دی ہے تو کنز نہیں ہے۔

تیسری حدیث۔ عن عبداللہ بن شداد انہ قال دخلنا علی عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرأی فی یدی فتخات من ورق فقال ما ھذا یا عائشۃ فقلت صنعتھن اتزین لک یا رسول اللہ قال اتؤدین زکوتھن قلت لا او ما شاء اللہ قال ھو حسبک من النار رواہ ابوداؤد اخرجہ الحاکم فی مستدرکہ و قال صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ وقال الحافظ فی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الدرایۃ قال ابن دقیق العید هو علی شرط مسلم یعنی عبداللہ بن شداد سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ کے پاس گئے تو آپ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے ہیں میرے ہاتھ میں سونے کی انگشتری دیکھ کر فرمایا اے عائشہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ میں نے ان کو بنایا ہے تاکہ زینت کروں میں آپ کے واسطے۔ پس آپ نے فرمایا تم نے ان کی زکوٰۃ دی ہے؟ میں نے کہا نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کافی ہے تیرے لئے جہنم سے۔

چوتھی حدیث، عن اسماء بنت یزید قالت دخلت انا وخالتی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلینا اسورۃ من ذهب فقال لنا اتعطیان زکوتها فقلنا لا قال اما تخافان ان یسورکما اللہ اسورۃ من نار ادیا زکوتها۔ ذکرہ الحافظ فی التلخیص وسکت عنه وقال فی الدرایة فی اسنادہ مقال قال صاحب تحفة الاحوذی نفی صحة حدیث یزید نظر لکن لا شك فی انه یصلح للاستشهاد انتهی۔ یعنی اسماء بنت یزید سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا میں اور میری خالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں۔ اور ہم سونے کے کنگن پہنے ہوئے تھے۔ پس آپ نے پوچھا کیا تم نے زکوٰۃ دی ہوئی ہے ہم نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم ڈرتی نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ تم دونوں کو آگ کے کنگن پہنائے۔ ان کی زکوٰۃ دے دو۔

پانچویں حدیث عن فاطمة بنت قیس قالت اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بطوق فیه سبعون مثقالا من ذهب فقلت یا رسول اللہ خذ منه الفریضة فاخذ منه مثقالا وثلاثة ارباع مثقال اخرجه الدار قطنی وفی اسنادہ ابوبکر الهذلی وهو ضعیف ونصر بن مزاحم وهو اضعف منه وتابعه عباد بن کثیر اخرجه ابونعیم فی ترجمة شیبان بن زکریا فی تاریخه کذا فی الدرایة۔ یعنی فاطمہ بنت قیس سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک طوق لائی جو ۷۰ مثقال سونے کا تھا میں نے عرض کیا کہ آپ اس میں سے فریضہ لے لیں۔ پس آپ نے اس میں سے پونے دو مثقال لے لیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھٹی حدیث: عن عبد اللہ بن مسعود قال قلت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ان لامراتی حلیا من ذہب عشرین مثقالا قال فادز کوتہ نصف مثقال واسنادہ ضعیف جدا اخرجہ الدار قطنی کذا فی الدرایۃ یعنی عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ میری بیوی کے پاس ۲۰ مثقال سونے کا ایک زیور ہے۔ تو آپ نے فرمایا پس اس کی زکوٰۃ ادا کرو۔"

الحاصل سونے اور چاندی کے زیور میں زکوٰۃ واجب ہے اور عدم وجوب کے ثبوت میں جو آثار ذکر کیے جاتے ہیں وہ ان احادیث کے سامنے بے اثر ہیں۔ رہی جابرؓ کی حدیث مرفوع لَيْسَ فِي الْحُلِيِّ زَكوٰةٌ سو وہ باطل اور موضوع ہے۔ کذا فی تحفۃ الاحوذی ہذا ما عندی[1] واللہ اعلم بالصواب۔

اہلحدیث: مزید تفصیل مسک الختام وغیرہ میں بھی دیکھنی چاہیے۔ یہ سب مذاہب اور اقوال کتب شروح حدیث میں درج ہیں۔ ہر ایک جماعت اپنے خیال کو اقوی سمجھتی ہے اللہ اعلم۔ (۲۲ ستمبر ۱۹۲۹ء)

بیگو زیور میں زکوٰۃ فرض واجب نہیں۔ اگر کوئی ادا کرے تو اچھا ہے وجوب یا فرضیت ثابت کرنے کے لیے دلیل قوی قطعی کی ضرورت ہے۔ مسئلہ ہذا کے متعلق جس قدر احادیث بیان کی جاتی ہیں ان میں سے ایک بھی ضعف سے خالی نہیں۔ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا مسلک یہی ظاہر کیا ہے (اعلام محدثین سے امام مالک واحمد و شافعی رحمۃ اللہ علیہم بھی عدم وجوب کے قائل ہیں (سبل السلام) (اہلحدیث ۱۹ ستمبر ۱۹۴۱ء)

الجواب: سونے اور چاندی کے مستعمل زیورات کی نسبت مختلف روایات کے پیش نظر میرا خیال ہے کہ زکوٰۃ احتیاطاً دے دینی چاہیے (حضرت مولانا عبدالغفور ملا فاضل اسکم بری) بعض علماء کا مذہب ہے کہ زیور کا منگنی دیدینا بھی اس کی زکوٰۃ نکال لینے کے مرادف

---

[1] میری تحقیق سے مستعمل زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے۔ محمد فضل الرحمٰن اعظمی استاد جامعہ رحمانیہ مدنپورہ بنارس ۷ رمئی ۱۹۵۲ء۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ بعض نے کہا ہے مستعمل زیوروں میں صرف ایک بار ادائیگی زکوٰۃ فرض ہے۔ یہ اختلاف اٹھارہ بیس اقوال پر مشتمل ہے وجوب زکوٰۃ کے لئے جس نصوص اور بلا اختلاف ثبوت قطعی کی ضرورت ہے ایسی کوئی دلیل میری نظر سے نہیں گذری جہاں تک میں نے غور کیا ہے دلائل کی رو سے زیور مستعملہ میں زکوٰۃ کا وجوب ثابت نہیں ہوتا۔

عبدالرؤف رحمانی نائب ناظم مدرسہ جھنڈا نگر ریاست نیپال (۱۰۲ اپریل ۵۳ء)

میرے نزدیک زیورات مستعملہ میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

(مولانا) ظفر عالم میرٹھی مدرس مدرسہ دار الحدیث مالیگاؤں)

سوال: زکوٰۃ کی مد سے اور عشر سے مدرس کی تنخواہ دی جا سکتی ہے یا نہیں یا مدرسہ کے کسی خرچ میں مثلاً کتب خانہ یا مرمت میں لگا سکتے ہیں یا نہیں۔ (محمد سعید)

جواب: زکوٰۃ کے مصارف میں سے ایک مصرف فی سبیل اللہ بھی ہے۔ فی سبیل اللہ کی تفسیر بعض علماء عام کرتے ہیں وہ ہر نیک کام میں زکوٰۃ خرچ کرنا جائز کہتے ہیں۔ نیک کاموں میں مدرسین کی تنخواہ اور مدرسہ کی دیگر ضروریات بھی شامل ہیں۔ (۲۲ رجب ۱۳۶۲ء)

شرفیہ: میں کہتا ہوں کہ فی سبیل اللہ کی تفسیر میں بعض علماء نے کتنی وسعت کی ہے کہ کوئی شے بھی اس کے شمول سے باہر نہیں جا سکتی تو پھر آٹھ مصارف کے بیان کی کیا ضرورت تھی۔ غور کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین وغیرہ جمہور صحابہ کو شہر کی حفاظت، خندق وغیرہ۔ مساجد۔ کنواں۔ مردوں کے کفن دفن پلوں وغیرہ کی ضرورت تھی۔ مگر مجھے تو یاد نہیں پڑتا کہ کبھی بھی آپ نے یا خلفاء راشدین نے زکوٰۃ کے مال میں سے ان امور پر صرف کیا ہو اس سے ثابت ہو گیا کہ باوجود ضرورت، مال زکوٰۃ کو ان پر صرف نہ کرنا اور طرح سے ان امور کو سرانجام دینا مال زکوٰۃ کو ان پر صرف نہ کرنے کی بین دلیل ہے اور لفظ فی سبیل اللہ کا عموم یا کلیہ نہ ہونے پر بھی صحیح مسلم وغیرہ کی مرفوع حدیث بھی ہے کہ عبدالمطلب بن ربیعہ اور فضل بن عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مال زکوٰۃ کی تحصیل پہ ہم کو مقرر کر دیں تاکہ ہم بھی وصول کر کے کچھ معاوضہ لیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا کہ مال زکوٰۃ اوساخ الناس ہے۔ وانہا لا تحل لمحمد ولا لآل محمد صلعم ج ۱ ص ۳۴۳ ج ۱ ص ۳۴۵۔ ثابت ہوا کہ سادات بنی ہاشم کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرورت کو پورا کرنا فی سبیل اللہ میں داخل تھا۔ مگر پھر بھی ان پر جائز نہیں اور مغت بھی نہیں مغت تھی مگر پھر بھی ناجائز ثابت ہوا کہ ویسے ہی مساجد خانہ خدا پر بھی اصلاح الناس صرف کرنا جائز نہیں، کفن دفن پر بھی جائز نہیں کہ مال زکوٰۃ حق زندوں کا ہے مردوں کا نہیں۔ ورنہ فقراء و مساکین وغیرہ مصارف مذکورہ فی القرآن زندوں اور مردوں دونوں کا حق مساوی ہوگا تو مال زکوٰۃ زندوں کا حق مردوں ہی پر پورا نہ ہوگا چہ جائیکہ قلعے مساجد وغیرہ ان کی تجدید ہی مشکل ہوگی۔ اذلیس فلیس اور پلوں اور سڑکوں قلعوں، نہروں، چشموں، مسافر خانوں، لنگر خانوں، شہروں کی فصیلوں غربا ء تجار جن کے پاس کاروبار چلانے کو روپیہ کم ہے اون کو اور کاشتکاروں کو قرض دینا وغیرہ کہ یہ بھی فی سبیل اللہ کے عموم میں داخل ہیں۔ ان پر صرف کیا جائے گا تو اس صورت میں بھی زندوں۔ فقراء و مساکین وغیرہ مصارف کے لئے خاک بھی نہیں بچ سکتا اور بیذکر عن ابی اساس قال حملنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی ابل الصدقۃ للحج انتھی مافی ترجمۃ البخاری۔ اول تو بذکر ہے دوم اس میں تصریح نہیں کہ وہ لوگ غنی تھے اور صرف حج ہی باعث حمل تھا۔ بظاہر وہ زکوٰۃ کے مستحق معلوم ہوتے ہیں۔ یہی جواب عبداللہ بن عباس کے قول یعطی فی الحج کا ہے اور وقال الحسن ان اشتری اباہ من الزکاۃ جاز بہ فی الرقاب کا ایک فرد ہے۔ اور اغنیاء کو مال زکوٰۃ لینے کے متعلق حدیث مرفوع میں آچکا ہے۔ لغاز فی سبیل اللہ اولعامل علیھا او لغارم اولرجل اشتراھا بمالہ اولرجل کان لہ جار مسکین فتصدق علی المسکین فاھدی المسکین علی الغنی رواہ مالک وابوداؤد مشکوٰۃ ص ۱۶۱ ج ۱

خلاصہ یہ کہ فی سبیل اللہ کی تفسیر میں ایسی وسعت نہیں کہ دنیا کی تمام ضروریات کو شامل ہو جیسے کہ بعض علماء نے حواشی مذکورہ میں کیا ہے۔ بس اس سے جہاد میں صرف کرنا مراد ہے ہاں اگر کسی آیت یا حدیث مرفوع صحیح کی نص سے کسی شئے میں کسی کو علاوہ جہاد کے صرف کرنے میں ثابت ہو جائے تو فبہا ورنہ نہیں اور دینی مدارس جہاں کتاب وسنت کی تعلیم باقاعدہ ہوتی ہو کتاب وسنت پر عمل بھی بہ صحیح طور پر ہو۔ صورت سیرت کتاب وسنت کے مطابق ہو وہاں دینی جائز ہے اور صرف یہی نہیں کہ تعلیم انگریزی ہندی وغیرہ دنیوی علوم کی ہو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور برائے نام کچھ عربی کا قلیل اقل شغل رکھ لیا ہو نہ صورت نہ سیرت نہ نماز کی پابندی نہ اور فرائض کی نہ اخلاق حمیدہ نہ اساتذہ پابند شرع بلکہ بعض شریع کا مذاق اڑانے والے تو وہاں قطعاً جائز نہیں پس قسم اول ہی کو دینی جائز ہے اور مدارس مذکورہ جن کو جائز ہے ان میں طالب العلم اصل ہیں جو عموماً نادار، ومفلس ہوتے ہیں۔ یا جن کو والدین وغیرہ علم دین حاصل نہیں کرنے دیتے اور وہ گھر سے نکل کر عموماً پردیس میں پڑے رہتے ہیں وہ ابن السبیل بھی ہوتے ہیں۔ مسکین فقیر بھی پھر ان کے خوردونوش، لباس وقیام، کتب وغیرہ کا انتظام جس میں مدرسین جزاول ہیں۔ پھر اگر وہ نادار ہوں یعنی وہ صاحب جائیداد نہیں کہ درس دے کر ان کو اپنی ضروریات کے لئے مدرسہ سے لینے کی ضرورت نہ ہو تو پھر ان کو بھی جائز نہیں ورنہ جائز ہے کہ اگر وہ اور کام کرتے تو تنخواہ سے اپنی ضروریات پوری کرتے۔ اب مدرسے سے کریں گے۔ مدرسہ کی تعمیر کتب کی خرید۔ جلد سازی بھی بلکہ اگر مدرسہ میں اور ملازم منشی وغیرہ کی ضرورت ہو وہ بھی مدرسہ میں داخل ہے۔ جیسے بیت المال یا تحصیل زکوٰۃ میں قرون ثلاثہ میں تھا۔ ہاں یہ بھی ضروری ہے کہ متولی اور ناظم مدرسہ پابند شرع خدا ترس ذی علم جو کتاب وسنت سے اچھی طرح واقف ہو۔ اور انتظام کا مادہ بھی۔ اور حتی الامکان وہ زکوٰۃ کے مال کو وہیں صرف کرے جہاں جہاں کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ مدارس میں اور طریق سے بھی چندہ وصول ہوتا ہے۔ اور مدوں میں حتی الامکان اور چندوں سے صرف کرے۔ ہاں چرم قربانی بھی مدارس مذکورہ دینیہ میں دی جاسکتی ہیں۔ اور جب ثابت ہو چکا کہ قرآن شریف میں اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ الایۃ میں لام لبیان المصرف ہے للتملیک نہیں کما فی الفتح اور مصرف صرف آٹھ ہی ہیں اور لفظ فی سبیل اللہ سے مراد صرف جہاد میں ہی صرف کرنا مراد ہے۔ ورنہ اگر ایسا عام مراد ہوتا جیسے بعض علماء نے لکھا ہے کہ کوئی چیز کوئی مصرف اس سے باہر نہیں رہتا دنیا کے مصارف اس میں آجاتے ہیں تو پھر آٹھ کا بیان ہی معاذ اللہ فضول ہے و اذلیس فلیس اگر یہ لفظ اول آیہ میں ہوتا تو اس کے بعد کو اس کی تفسیر بنایا جاتا اور اس کو سب سے آخر ہوتا تو تعمیم بعد تخصیص سو یہ بھی نہیں تو پھر سوا اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ یہ مستقل ایک چیز ہے جو اور اقسام کو جو اس کے ساتھ مذکور نہیں ان کو شامل ہو اس لئے کہ تقسیم اقسام میں تقابل اور ہر ایک دوسرے کا قسیم ہوتا ہے اور عموم مذکور میں شمول ہوتا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے لہٰذا تفسیر بعض علماء قطعاً باطل ہے صرف جہاد ہی مراد ہے۔
اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اگر زکوٰۃ میں اتنی وسعت نہ کی جائے تو اور مصارف کفن دفن۔ موتی مساجد و چاہ وغیرہ کیسے نہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ کتاب وسنت میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی مال صرف کرنے کا ذکر یا ترغیب ہے اس میں سے ان امور کو سرانجام دیا جاسکتا ہے بلکہ دیا جاتا تھا۔ زکوٰۃ کے مصارف کو تو خود اللہ تعالیٰ نے معین کر دیئے اور وہ جانتا بھی ہے اور تھا کہ فلاں فلاں امور کی ضرورت ہوگی پھر بھی آٹھ ہی کو بیان کیا عام نہ رکھا۔ ہاں اس طرح اور مصارف یا اور اشیاء کو بیان کر دیا وہ یہ ہے قال اللہ تعالیٰ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ الآیۃ پ ع۲ وقال اللہ تعالیٰ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلِاَنْفُسِکُمْ الآیۃ پ۳ ع ۵ دیکھئے زکوٰۃ کے بعد جس چیز کا بیان ہے وہ ہر قسم کے خرچ کو شامل ہے جو مشروع ہو وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فی المال لحقا سوی الزکاۃ ثم تلا لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ الآیۃ. رواہ الترمذی وابن ماجہ والدارمی مشکوٰۃ ص۱۶۹ ج۱ وعن سعد بن عبادۃ قال یا رسول اللہ ان ام سعد ماتت فای الصدقۃ افضل قال الماء نحفر بیرا فقال ھذہ لام سعد رواہ ابوداؤد والنسائی مشکوٰۃ ص۱۶۹ ج۱ وقال رسول اللہ صلعم اذا مات الانسان انقطع عنہ عملہ الا من ثلاثۃ من صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعو لہ رواہ مسلم مشکوٰۃ ص۳۲ ج۱ وقال ایضا ان مما یلحق المومن من عملہ حسنۃ بعد موتہ علما علمہ ونشرہ وولدا صالحا ترکہ او مصحفا ورثہ او مسجدا بناہ او بیتا لابن السبیل بناہ او نہرا اجراہ او صدقۃ اخرجہا من مالہ فی صحتہ وحیوتہ یلحقہ بعد موتہ رواہ ابن ماجۃ والبیہقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ ص۳۶ ج۱ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یشتری بئر رومۃ یجعل دلوہ مع دلاء المسلمین بخیر لہ منہا فی الجنۃ الحدیث رواہ الترمذی والنسائی والدار قطنی مشکوٰۃ ص۵۶۱ ج۱

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بنی للہ مسجدا بنی اللہ له بيتا فی الجنة متفق علیه مشکوٰۃ ج ۱ ص ۶۸۔ ان امور مذکورہ میں مدارس کی تعمیر بھی آسکتی ہے اور ہر قسم کے مصارف وضروریات عامہ اور ہر جگہ وہر حال وموقعہ ناداری کا عذر غلط ہے۔ جب بعض زکوٰۃ دیتے ہیں تو ویسے بھی خرچ کے مستحق بلکہ بعض اوقات ان پر یہ ضروری ہو جاتے ہیں۔ اور کفن دفن تو اہل اسلام پر موتی کا حق ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کفن احدکم اخاہ فلیحسن کفنه رواہ مسلم وقال ایضا البسوا من ثیابکم البیض فانها من خیر ثیابکم وکفنوا فیها موتاکم رواہ الخمسة الا النسائی وصححه الترمذی (بلوغ المرام)

(ابوسعید شرف الدین دہلوی)

جواباً عرض ہے کہ فقیر کے نزدیک تعمیر مدرسہ، تنخواہ مدرسین۔ امداد طلبہ وفی سبیل اللہ کے عموم میں داخل ہے اس لئے کہ لفظ مذکور عام ہے۔ بعض مفسرین بھی اس طرف گئے ہیں چنانچہ تفسیر خازن میں ہے۔ قال بعضهم ان اللفظ عام فلا یجوز قصرہ علی الغزاۃ فقط ولهذا اجاز بعض الفقهاء صرف سهم سبیل اللہ الی جمیع وجوہ الخیر من تکفین الموتی وبناء الجسور والحصون وعمارۃ المسجد وغیر ذالک لان قوله وفی سبیل اللہ عام فی الکل فلا یختص دون غیرہ انتهیٰ (مطبوعہ ج ۲ ص ۲۴)

بعض مفسرین (قفال مروزی) وغیرہ نے کہا ہے کہ لفظ سبیل اللہ عام ہے پس اس کو محض غازیوں پر منحصر کرنا جائز نہیں۔ اس لئے بعض فقہاء نے حصہ سبیل اللہ کا تمام وجوہ خیر میں صرف کرنا جائز رکھا ہے جیسے مردوں کا کفن دفن اور پل اور قلعوں کا بنانا مساجد کی تعمیر اور اس کے سوا جیسے مدرسہ کی تعمیر وغیرہ اس لئے کہ اللہ کا فرمان فی سبیل اللہ ہر ایک کو عام ہے پس وہ غزوہ ہی کے ساتھ خاص نہ ہوگا۔

امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں۔ اعلم ان ظاهر اللفظ فی قوله وفی سبیل اللہ لا یوجب القصر علی الغزاۃ فلهذا المعنی نقل القفال فی تفسیرہ عن بعض الفقهاء انهم اجازوا صرف الصدقات الی جمیع وجوہ الخیر من تکفین الموتی وبناء الحصون وعمارۃ المساجد لان قوله فی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سبیل اللہ عام فی الکل انتھی۔ (مفاتیح الغیب مصری ص۹۱ ج ۲)
یقین کرو کہ اللہ تعالیٰ کے قول و فی سبیل اللہ کا ظاہر لفظ موجب حصر بہ مجاہدین نہیں ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے امام قفال مروزی (محدث) نے اپنی تفسیر میں بعض فقہاء سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے زکوٰۃ کا تمام وجوہ خیر میں صرف کرنا جائز رکھا ہے جیسے تکفین موتی اور قلعوں کا بنانا اور مساجد کی تعمیر اس لیے کہ اللہ کا قول و فی سبیل اللہ ہر (امور خیر) کو عام ہے۔ ایسا ہی خاتمۃ المفسرین نواب صدیق حسن صاحب مرحوم نے تفسیر فتح البیان میں فرمایا ہے حیث قال:
ان اللفظ عام فلا یجوز قصرہ علی نوع خاص ویدخل فیہ وجوہ الخیر من تکفین الموتیٰ وبناء الجسور والحصون وعمارۃ المساجد وغیر ذالک انتھی۔ (فتح البیان۔ مصری ص۱۲۴ ج ۴)
بیشک لفظ (سبیل اللہ) عام ہے پس اس کو ایک خاص قسم (غزوہ) پر منحصر کرنا جائز نہیں اس میں نیکی کے تمام اقسام داخل ہیں۔ کفن، موتی۔ پل اور قلعوں کا بنانا مسجدوں کا تعمیر کرنا اور بھی اس کے سوا (جیسے تعمیر مدرسہ وغیرہ) انتہیٰ"
ان عبارات سے ظاہر و باہر ہے کہ لفظ سبیل عام ہے جو ہر نیک کام کو شامل ہے۔ اس میں طلباء کی امداد و اعانت بھی شامل ہے۔ جیسا کہ تفسیر مظہری میں ہے:۔
من انفق مالہ فی طلبۃ العلم صدق انہ انفق فی سبیل اللہ (ص۱۵۸ مطبوعہ ہاشمی) جس نے اپنا مال طالب علموں پر صرف کیا۔ اس کی بابت یقیناً کہا جائے گا کہ یہ خرچ ثمانیہ سے سبیل اللہ میں داخل ہے اسی طور سے تعمیر اعمارت مدرسہ بھی مال زکوٰۃ سے فی سبیل اللہ میں داخل ہے کما مر بیانہ۔ فقیر کے نزدیک اسی طور سے تنخواہ علماء، مدرسین بھی سبیل اللہ میں داخل ہے۔
امام شوکانی و بل الغمام میں لکھتے ہیں۔ ومن جملۃ فی سبیل اللہ الصرف فی العلماء فان لھم فی مال اللہ نصیبا سواء کانوا اغنیاء اوفقراء بل الصرف فی ھذہ الجھۃ من اھم الامور وقد کان علماء الصحابۃ یاخذون من جملۃ ھذہ الاموال التی کانت تفرق بین المسلمین علی ھذہ الصفۃ من الزکوٰۃ آہ ما لخصا (دلیل الطالب ص۴۳۲)
منجملہ سبیل اللہ کے علمائے کرام پر صرف کرنا بھی ہے اس لیے کہ ان کا بھی اس مال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں حصہ ہے خواہ وہ امیر ہوں یا فقیر بلکہ اس راہ میں خرچ کرنا بہت ضروری ہے۔ علماء صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین بھی ان مالوں سے لیتے تھے جو مسلمان پہ مد زکوٰۃ سے تقسیم کئے جاتے۔

نواب محمد صدیق حسن صاحب مرحوم اس عبارت شوکانی کا ترجمہ اپنی کتاب "عرف الجادی" میں یوں تحریر فرماتے ہیں: "سبیل اللہ مختص بہ جہاد نیست۔ منجملہ سبل خدا صرف زکوٰۃ در اہل علم است۔ ایشاں را نصیبے در مال خدا است توانگر باشد یا گدا۔ بلکہ صرف آں دریں جہت از اہم امور است الخ (ص ۱)"

خاکسار تفسیر سبیل اللہ میں انہیں اصحاب مذکورین کا ہمنوا ہے اور اب تک اسی خیال پہ قائم ہے۔ سائل موصوف کی اگر اس سے تشفی ہو جائے اور خدا کرے کہ ہو جائے تو فبہا ورنہ ان کے نزدیک جو حق ہو آشکارا فرمائیں والسلام۔ عاجز محمد ابو القاسم محمدی بنارسی۔ (۲۲ نومبر ۱۸ء)

سوال: زکوٰۃ کا روپیہ اسلامیہ اسکول کو دے سکتے ہیں؟ اور اسلامی اسکول کی مالی حالت اچھی نہیں ہے۔

جواب: زکوٰۃ کے مصارف قرآن مجید میں آٹھ مذکور ہیں جن میں ایک فی سبیل اللہ بھی ہے جمہور علماء اس لفظ کا معنی جہاد کرتے ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک ہر نیک کام فی سبیل اللہ کے مد میں داخل ہے آج کل ہندوستان میں جہاد جاری نہیں ہے جمہور کے قول کے مطابق مصارف زکوٰۃ اس ملک میں سات رہ جاتے ہیں۔ دوسرے مذہب کے مطابق آٹھ بحال ہیں۔ پس دوسرے قول کے مطابق مذکورہ مصارف کے علاوہ زکوٰۃ ہر نیک کام میں لگ سکتی ہے۔ اللہ اعلم۔ (اہلحدیث ۱۹ رجب ۱۳۶۶ھ)

تنقید: از حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب مصنف تحفۃ الاحوذی رحمۃ اللہ علیہ

مال زکوٰۃ سے مدرسین کو تنخواہ دینا یا سامان مدرسہ فراہم کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں مال زکوٰۃ سے غریب طلباء کو دینا جائز ہے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مال زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بیان فرمائے ہیں۔ ان آٹھ مصارف میں غریب طلبہ داخل ہیں اور مدرسہ کی تنخواہ اور سامان مدرسہ ان آٹھ مصارف سے خارج ہیں اور جس ملک میں بوجہ عدم تعلیم و تلقین کے احکام و ارکان اسلام کے جاری نہ ہوں وہاں مدرسہ اسلامیہ ہونا بہت ضروری ہے وہاں کے مسلمانوں کو چاہیے کہ علاوہ مال زکوٰۃ کے تھوڑی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھوڑی تھوڑی اعانت کرکے حسب حیثیت ایک مدرسہ قائم کریں۔ بڑا نہیں تو چھوٹا ہی سہی اور یہ عذر کہ وہاں کے مسلمان صرف زکوٰۃ سے مدرسہ کی مدد کر سکتے ہیں ٹھیک نہیں ہے کیونکہ وہاں کے مسلمان جیسے اپنی دنیاوی ضرورتوں میں خواہ مخواہ علاوہ زکوٰۃ کے اپنے مال کو خرچ کرتے ہیں اور ان کو کچھ معذوری نہیں ہے اسی طرح وہاں ایک مدرسہ اسلامیہ کا قائم ہونا ایک دینی ضرورت ہے اور شدید ضرورت ہے تو اس میں بھی علاوہ زکوٰۃ کے تھوڑا تھوڑا بقدر حیثیت ان کو خرچ کرنا چاہیے اور اس میں بھی ان کو معذور نہیں بننا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد عبدالرحمٰن المبارکفوری عفااللہ عنہ

(مہر) سید محمد نذیر حسین — فتاویٰ نذیریہ جلد اوّل ص۴۹۷

از علامہ شکیب ارسلان رحمۃ اللہ علیہ

اس میں شک نہیں کہ مال زکوٰۃ کا تبلیغ اسلام کے سلسلے میں خرچ کرنا اہل کفر پر یا ایسے مسلمانوں پر جو دین اسلام سے بجز اس کے نام کے کسی قسم کی واقفیت نہ رکھتے ہو خرچ کرنا نہایت عمدہ اور پاکیزہ ہے اور شرعاً یہ مصرف اس قدر واضح ہے کہ زبان و قلم کو اس کے اظہار و بیان میں کسی قسم کا تامل اور تردد نہیں ہوسکتا۔ الیٰ اٰخرہٖ بحوالہ اخبار توحید امرتسر ۲۱ رمضان ۱۳۵۴ھ

کیا مساجد دینی مدارس تبلیغ اسلام پر زکوٰۃ[1] صرف کی جا سکتی ہے؟

از قلم مولینا فضل اللہ صاحب مدراسی ناظم جامعہ دارالسلام عمر آباد

آپ حضرات کو معلوم ہے کہ دینی ضروریات روز بروز بڑھتی جاتی ہیں اور ان میں سے اکثر کے لئے آمدنیوں کی قلت ہوتی ہے اور شرعاً آجکل زکوٰۃ کے سوا کوئی ایسی مد نظر نہیں آتی جس سے... ترک پر وعید شدید شرعی سنائی جائے اور اس زکوٰۃ میں حضرات فقہائے کرام نے تملیک کی شرط لگائی ہے۔ جس کی وجہ سے مساجد۔ مدارس دینی۔ تبلیغ و اشاعت اسلام اور تصنیف و تالیف کتب دینیہ کے بہت سے کام رک جاتے ہیں۔ یا جیسے چلنے کی ضرورت ہے ویسے چلنے نہیں پاتے۔ کیونکہ ان پر مال زکوٰۃ۔ فطرہ اور چرم قربانی خرچ نہیں کیے جا سکتے۔ اس

---

[1] یہ مضمون بہت مفصل اور مدلل ہے حوالہ مذکور مطالعہ فرمائیں۔ محمد داؤد راز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئے کہ امور مذکورہ میں تملیک نہیں ہو سکتی۔ اور ان امور مذکورہ میں تملیک جاری کرنا ہو تو حیلہ کی تلاش ... کرنی پڑتی ہے جس کا ثبوت آیات و احادیث اور اقوال سلف سے نہیں ملتا ہے۔ پس امور مذکورہ کا اجراء یا صدقات غیر واجب سے کیا جائے جن کے نہ دینے سے مسلمان وعید کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ یا آیات و احادیث کے عموم سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان مذکورہ کو مصارف ... زکوٰۃ میں داخل کیا جائے۔

مسئلہ بالا کے متعلق ایک عرصہ دراز سے بلکہ زمانہ طالب علمی سے خلجان رہا اور حضرات شیوخ کرام کے افادات سے کچھ کچھ منزل مقصود کا نشان نظر آرہا تھا۔ بالآخر دو چار سال کے عرصہ میں بعض معزز و محترم خیر خواہ حضرات اس مسئلہ کو چھیڑتے رہے۔ جس پر فاضل محقق عالیجناب مولانا محمد عبدالوہاب صدر مدرس جامع دار السلام عمر آباد نے آیت فی سبیل اللہ کی تعمیم اور چند احادیث سے استدلال فرما کر امور مذکورہ کو مصارف زکوٰۃ میں شامل فرمایا۔ مولانا نے ممدوح کی تحریر سے خاکسار کے خیالات میں امید و جرأت پیدا ہوئی جس کے بعد خاکسار بغرض استفادہ اپنے ناچیز بیشتر خیالات کو حضرات رہنمایان دین کی خدمات میں پیش کرتا ہے جن کے متعلق امید کہ آں حضرات اپنے اپنے تنقیدانہ و تحقیقانہ افادات سے ممنون فرمائیں گے۔ انما شفاء العی السوال۔

جمیع حضرات علمائے کرام پر یہ بخوبی روشن ہے کہ امت محمدیہ کے پاس مصارف زکوٰۃ کی دلیل آیت عظیمہ ذیل ہے۔

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ صدقے صرف فقیروں کے لئے ہیں اور محتاجوں کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جو صدقات پر کام کرتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جن کی تالیف قلوب کی جائے اور غلاموں کے آزاد کرنے اور قرضداروں کے قرض ادا کرنے اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کی مد میں خرچ کئے جائیں۔ خداوند پاک کی جانب سے یہ حکم ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ (انما الصدقات للفقراء) کا معنی

(۱) للفقراء کا لام جمیع سلف صالحین کے نزدیک تملیک کے لئے ہے یا نہ؟ تفاسیر شروح حدیث کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس طرف بھی ائمہ کرام کی ایک جماعت گئی ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ لام اس آیت میں تملیک کے لیے نہیں ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے شرح بخاری میں یہ رقم فرمایا: ان اللام فی قولہ للفقراء لبیان المصرف لا للتملیک "لام" فقراء کے شروع میں مصرف بیان کے لئے ہے تملیک کے لئے نہیں اور علامہ سیوطی نے "اتقان" کی کتاب الادوات میں لام کے متعدد معنے جو پندرہ سے زیادہ ہوں گے بیان کئے ہیں۔ ان میں سے صرف "لام" تعلیل کے متعلق حقیقی یا مجازی معنی ہونے کا اختلاف اہل لسان سے ذکر کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ باقی معنی حقیقی ہیں۔ اصول فقہ کی کتاب حصول المامول من علم الاصول مطبوعہ مصر میں "لام" کے بائیس معنی ذکر کئے ہیں جن میں سے ہر ایک کی مثال قرآن پاک سے دی گئی ہے اور کتب نحو میں عموماً اور شرح جامی میں خصوصاً یوں مرقوم ہے اللام للاختصاص بملکیۃ او بغیر ملکیۃ۔ "لام" اختصاص کے لیے آتا ہے خواہ ملکیت کے طور پر ہو یا بلا ملکیت کے۔ امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں پہلے چار مصرفوں میں "لام" کے آنے اور بعد کے چار مصرفوں میں "فی" کے آنے کا فرق یوں بیان فرمایا ہے کہ پہلے چار مصرف والوں کو اپنے حاصل کردہ مال زکوٰۃ میں مالکانہ تصرف کا اختیار ہے۔ اور پچھلے چار مصرف والوں کو اپنے حسب منشا تصرف کا اختیار نہیں۔ پس "لام" سے تملیک کی شرط اجتہادی محتمل چیز ہوئی نہ کہ قطعی اور منصوص۔

(۲) و فی سبیل اللہ کا معنی۔ فی سبیل اللہ کے معنے میں تعیین اور اس تعیین پر اجماع ہوا ہے یا نہیں؟ اگر تعیین اور اس پر اجماع ہو چکا ہے تو کتب فقہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ شافعیہ کے نزدیک اغنیاء مجاہدین کو مال زکوٰۃ سے دے سکتے ہیں۔ اور یہ امر حنفیہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ اور امام ابو یوسف نادار مجاہدین کو ہی مال زکوٰۃ دینے کی اجازت دیتے ہیں۔ اور امام محمد نادار حاجیوں کو بھی مال زکوٰۃ سے دے کر حج کرانے کی اجازت اس لفظ "فی سبیل اللہ" سے نکالتے ہیں۔ اتنے مختلف اقوال کے بعد اگر کوئی یہ کہے کہ ان اقوال و مذہب کے سوا نیا قول گویا اجماع مرکب کے خلاف ہے۔ اس لئے وہ نیا قول ناجائز قرار دیا جائے تو یہ عرض ہے کہ جن لوگوں نے اس مقام میں اجماع کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ اصولی اصطلاحی اجماع معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ اجماع اُمت کا لفظ اس مقام میں کسی نے ذکر کیا ہو دیکھنے میں نہیں آیا بلکہ اجماع الجمہور لکھا ہے۔ اجماع اور جمہور کی اضافت خود اصولی اصطلاحی اجماع ہونے سے انکار کرتی ہے۔ علاوہ بریں امام قفال نے بعض ائمہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے عام مصارف خیر جیسے کہ امور مذکورہ اوقاف وغیرہ کو فی سبیل اللہ کے معنی میں نقل فرمایا ہے جس کو امام رازی۔ علامہ بیضاوی اور صاحب خازن نے اپنی اپنی تفسیروں میں بیان فرمایا ہے اور سب کے الفاظ قریب قریب حسب ذیل ہیں۔

وقال بعضهم ان اللفظ عام فلا يجوز قصره على الغزاة فقط ولهذا اجازه بعض الفقهاء صرف سهم سبيل الله الى جميع وجوه الخير من تكفين الموتى وبناء الجسور والحصون وعمارة المساجد وغير ذلك و قال لان قوله تعالى وفى سبيل الله عام فى الكل فلا يختص بصنف دون غيره۔ اور کہا بعض علماء نے کہ لفظ عام ہے ــــــــ اس کو صرف مجاہدین کے لئے مخصوص کرنا جائز نہیں۔ اسی لئے بعض فقہائے کرام نے سبیل اللہ کا حصہ سب نیک کام مثلاً تکفین موتی۔ پلوں اور قلعوں اور مساجد وغیرہ کے بنانے میں خرچ کرنے کو جائز رکھا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان فی سبیل اللہ" سب نیک کاموں کو شامل ہے۔ صرف ایک جماعت کے ساتھ خاص کرنا نہیں چاہئے اور شرح وقایہ کے حاشیہ عمدۃ الرعایہ میں حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی نے مصارف زکوٰۃ کے مقام میں فقہ کی کتاب "بدائع" سے نقل فرمایا ہے کہ: وذكر فى البدائع انه يشمل جميع القرب۔ فی سبیل اللہ کا لفظ تمام نیک مصروف میں شامل ہے۔

امام بخاریؒ اپنی جامع صحیح بخاری کے "باب العرض فی الزکوٰۃ" میں ابوہریرہؓ سے ابن جمیل خالد بن ولید اور حضرت عباسؓ سے منع زکوٰۃ کی توجیہہ والی حدیث نقل فرماتے ہیں اور اسی روایت کو باب "والغارمین وفی سبیل اللہ" میں مکرر لاتے ہیں۔ امام بخاری کا مدعا امام ابن حجرؒ نے فتح الباری میں یوں ذکر فرمایا ہے۔

امام بخاریؒ کا استدلال

واستدل البخارى بقصة خالد على مشروعية تحبيس الحيوان والسلاح وان الوقف يبقاءه تحت يد محتبسه وعلى جواز اخراج العروض فى الزكاة امام بخاری نے حضرت خالدؓ کے قصہ سے جانوروں اور ہتھیاروں کے وقف کرنے اور وقف کی ہوئی چیزوں کا واقف کی نگرانی میں رہنے اور زکوٰۃ میں نقد کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عوض متاع سے دینے پر استدلال کیا ہے (بطور مال زکوٰۃ وقف میں دیا گیا)

پس شرح بخاری سے معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے خالد رضی اللہ عنہ کے واقعہ وقف کو زکوٰۃ میں شمار فرمایا اور آیت فی سبیل اللہ میں تملیک کو غیر ضروری سمجھا۔ جو حضرات احناف کرام کے خلاف ہے اور وقف منقول کو بھی جائز سمجھا اور یہ امر فقہائے کوفہ کے مخالف ہے اور زکوٰۃ میں نقد کے عوض متاع دینا ثابت کیا جو فقہائے حنفیہ کے موافق ہے۔

الحاصل امام بخاری رحمہ اللہ کے استدلال کے جواب میں کونسی آیت یا حدیث صریح حضرات مانعین پیش فرما سکتے ہیں؟ رہے مانعین کے احتمالات وہ مجوزین کے پاس ناشی عن الدلیل نہ ہوں اور مجوزین کی تجویز ان کے احتمالات کی بہ نسبت واضح ترین اور اقرب الی الدلیل ہو تو امام بخاری رحمہ اللہ کے استدلالات کا قطعی اور تسلی بخش جواب کیا ہوگا؟

مذکورہ بالا معروضہ پیش کرنے کے بعد مجوزین کا مطلب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ آیت مصارف میں سے سات حصے خاص خاص افراد یا جماعتوں پر خرچ کیے جائیں اور ایک حصہ عام مصارف خیر کے لیے رکھ دیا جائے تاکہ آٹھویں مصرف میں سہولت کے ساتھ امور مذکورہ اداکیے جائیں ورنہ تبرعات تطوعات اختیاری امور ہیں جن پر جبر و اکراہ نہیں کیا جا سکتا اور نہ کرنے والوں پر وعید بھی نہیں ہوتی۔ اور بنا مساجد و مدارس دینی اور مصارف تبلیغ وغیرہ خدانخواستہ بالکل متروک سے ہو جائیں گے۔ چونکہ زمانہ موجودہ میں یہ مسئلہ مہمات مسائل میں سے ہے لہٰذا بغرض استفادہ یہ امر بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بوقت شدت حاجت فقہائے کرام نے بھی اپنے امام کے خلاف دوسرے امام کے فتوے پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ اجرت تعلیم قرآن کی نسبت صاحب ہدایہ نے فرمایا ہے کہ اجرت علی تعلیم القرآن جائز نہیں مگر متاخرین نے بوجہ ضرورت اجازت دی ہے تاکہ تعلیم قرآن معدوم نہ ہو اور اسی طرح مفقود الزوج کے نکاح کا مسئلہ معروف بین العلماء ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کی رائے انہیں امور کو مدنظر رکھ کر حضرت شیخ الاسلام شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں گویا امام بخاری رحمہ اللہ کا مسلک اختیار فرماتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا ہے:۔

وعن ابی الاوس حملنا النبی صلعم علی ابل الصدقۃ للحج وفی التصحیح واما خالد تظلمون خالدا وقد احتبس ادراعه واعتدہ فی سبیل اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وفیہ شیئان جواز ان یعطی مکان شیئ شیئاً اذا کان انفع للفقراء وان الحبس تجزئ عن الصدقۃ قلت وعلی ھذا فالحصر فی قولہ تعالیٰ انما الصدقات اضافی بالنسبۃ الی ماطلبہ المنافقون فی صرفھا فیما یشتھون علی ما یقتضیہ سیاق الاٰیۃ والسر فی ذلک ان الحاجات غیر محصورۃ و لیس فی بیت المال فی بلاد الخالصۃ للمسلمین غیر الزکوٰۃ کثیر مال فلابد من توسعۃ لتکفی نوائب المدینۃ واللہ اعلم۔ ابو لاس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے ہم کو صدقہ (زکوٰۃ) اونٹوں پر حج کے لئے سوار کرایا۔ اور صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم خالد پر ظلم کرتے ہو جو اس سے زکوٰۃ طلب کرتے ہو۔ حالانکہ اس نے بکتر اور ہتھیار اللہ کی راہ میں وقف کئے ہیں اس حدیث سے دو چیزیں ثابت ہوتی ہیں۔ ایک تو ایک چیز کے عوض دوسری چیز زکوٰۃ میں دے سکتے ہیں جب کہ دوسری چیز فقراء کے لیے زیادہ نافع ہو اور یہ کہ وقف صدقہ زکوٰۃ کے بدلے کافی ہے۔ میں یہ کہتا ہوں (یعنی شاہ صاحب فرماتے ہیں) کہ اس صورت میں حصر فرمان خداوندی انما الصدقات کے جملہ میں اضافی ہے منافقوں کے مطلب کے مقابلہ میں کہ وہ چاہتے تھے کہ ان کی خواہشوں کے مطابق زکوٰۃ کی رقم بیجا صرف کی جائے جیسا کہ آیت روانی کا مقتضاء ہے اور زکوٰۃ کے مصرف میں وقف کو داخل کرنے میں راز یہ ہے کہ ضروریات بیشمار ہیں اور مسلمانوں کے خالص شہروں میں زکوٰۃ کے سوا کوئی معتد بہ نہیں ہوتی لہٰذا ضرور ہوا کہ مصرف زکوٰۃ میں وسعت ہو جو کافی حاجات ہو جیسا کہ آیت کے نزول کے موقعہ پر مدینہ مسلمانوں کا خالص شہر تھا واللہ اعلم۔ (توحید امرتسر ۲ رجمادی الاول ۱۳۴۴ھ)

نوٹ: مضمون ہذا کے جواب میں حضرت مولانا محمد اسمٰعیل مدراسی نے ایک طویل مدلل مضمون لکھا جو اخبار توحید کی کئی اشاعتوں میں شائع ہوا۔ جس کا خلاصہ یہ کہ آیۃ شریف للفقراء میں لام محض تملیک کے لئے ہے اور مساجد و دینی مدارس پر زکوٰۃ صرف کرنا جائز نہیں۔ افسوس کہ مضمون معلومات کے لحاظ سے قیمتی ہے مگر عدم گنجائش کی وجہ سے رہ گیا۔ اس بحث پر بطور محاکمہ حضرت مقبول رب العالمین مصنف رحمۃ للعالمین قاضی سلیمان صاحب جج پٹیالہ رحمۃ اللہ علیہ کا قیمتی مضمون درج ذیل ہے

مزید تشریح: (از قلم جناب حضرت مولانا قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری (پٹیالہ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لام کے فوائد اور تملیک کی عدم ضرورت (۱) آیت للفقراء الایۃ کا لام تخصیص کے لئے ہے صاحب کشاف کے الفاظ اس پر دال ہیں۔ وانہا مختصۃ بہا لا تتجاوزہا الی غیرہا۔ احمد آفندی مدیر الجوائب نے اپنی مشہور کتاب غنیۃ الطالب ومنیۃ الراغب میں لام تخصیص کا ذکر کیا ہے اور مثال میں الجنۃ للمومنین وھذا الحصیر للمسجد والمنبر للخطیب کا ذکر کیا ہے۔ وہ لام استحقاق کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ مثال میں الحمد للہ اور العزۃ للہ پیش کرتے ہیں۔ لام تملیک کا بھی انہوں نے ذکر کیا ہے اور لہ ما فی السموات والارض کو مثال میں پیش کیا ہے۔ بعد ازاں فاضل مذکور یہ بھی لکھتا ہے بعضہم یستغنی بذکر الاختصاص عن ذکر المعنیین الاخرین ویمثل لہ بالامثلۃ المذکورۃ۔ لہٰذا جن علماء نے لام کو تملیک کے لیے متعین نہیں کیا ان کا مسلک صحیح ہے حصول المامول نے بھی غالباً اسی لئے تخصیص کو ملک وعدم ملک ہر دو پر حاوی کیا۔ اور حافظ ابن حجر نے بھی لام کو بیان مصرف قرار دینے میں پورے تفقہ سے کام لیا ہے۔ یہ کہنا کہ جمیع سلف نے لام کو اس تملیک ہی کے لیے قرار دیا ہے داخل غلو ہے۔ ہاں صاحب کشاف نے آیۃ صدقہ کے لام اور فی کا فرق جتلاتے ہوئے لکھا ہے۔ فان قلت لم عدل عن اللام الی فی فی الاربعۃ الاخیرۃ قلنا للایذان بانہم ارسخ فی استحقاق التصدق علیہم لمن سبق ذکرہ لان فی للوعاء فنبہ علی انہم احقاء بان توضع فیہم الصدقات الخ

فی سبیل اللہ کے متعلق اجماع کی حقیقت (۲) فی سبیل اللہ کے معنی میں تعین کی بابت گذارش ہے کہ:۔ (الف)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں ویعطی من سہم سبیل اللہ جل وعز من غزا من جیران الصدقۃ فقیرا کان او غنیا ولا یعطی منہ غیرہم الا ان یحتاج الی الدفع عنہم فیعطاہ من دفع عنہم المشرکین (کتاب الام الجزء الثانی ص۶۲) امام شافعیؒ کی تفسیر کے مطابق غازی، غنی وفقیر کو فی سبیل اللہ میں سے دیا جا سکتا ہے۔ نیز حملہ اور مدافعت ہر دو صورتوں میں دیا جا سکتا ہے۔

(ب) رسائل الارکان میں بحر العلوم لکھنوی (ابو العیاش عبد العلی محمد) تحریر فرماتے ہیں الصنف السادس سبیل اللہ وان کان عاما فی کل خیر لکن العموم لیس

www.KitaboSunnat.com

مراد فی الآیۃ بالاجماع بل المراد السبیل المخصوص فعند الامام ابوحنیفۃ المراد الغزاۃ فمنقطع الغزاۃ یعطی من مال الزکاۃ یغنی ومع الغازین وعند الامام محمد الحج فمنقطع الحاج یعطی من مال الزکوٰۃ یحج ثم الفقراء شرط عندنا فی منقطع الغزاۃ ومنقطع الحاج فیعطی منقطع الغزاۃ عند الامام ابی حنیفۃ للفقراء ویعطی منقطع الحاج عند الامام محمد للفقراء فلا خلاف فی الحکم کذا فی فتح القدیر وعند البعض یعطی الغزاۃ اغنیاء کانوا او فقراء۔ اس فاضل نے لفظ فی سبیل اللہ کو جملہ امور خیر کے لیے عام مان کر پھر اسے مرادی معنی میں خاص ٹھہرایا ہے اور وجہ تخصیصاً اور اجماعاً بتلائی ہے اور اجماع ادعائی کی صورت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رح نے صرف غزاۃ کے لیے اور امام محمد نے صرف حجاج کے لیے بتایا ہے د اجماع کہاں رہا) پھر فقراء کو شرط بتلایا۔ پھر بعض کے نزدیک اس شرط کا نہ ہونا ظاہر کیا جب ہم یہ خیال کریں کہ عند البعض کا عطف شرط عندنا ہی ہے تو واضح ہو جاتا ہے کہ یہ عدم شرط کا مذہب بھی خود علماء حنفیہ ہی کے اندر ہے۔ شافعی رح کا ارشاد وہ اجتہاد مزید برآں ہے۔ امام مالک رح اس بارے میں بجانب شافعی رح ہیں (اجماع کہاں رہا) اب یہ بھی غور طلب ہے کہ بحر العلوم نے صرف لفظ "اجماع" کو تحریر کیا ہے۔ مگر خازن رح نے اجماع الجمہور لکھا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اجماع جمہور بمعنی اجماع امت نہیں۔

زکوٰۃ ہر کار خیر میں خرچ کی جا سکتی ہے

(ج) صاحب خازن رح نے (باتفاق بیضاوی وغیرہ) لکھا ہے اجاز بعض الفقہاء صرف سھم سبیل اللہ الی جمیع وجوہ الخیر من تکفین الموتیٰ وبناء الجسور والحصون وعمارۃ المساجد وغیر ذلک اور کنز الدقائق میں ہے لا الی ذمی و بناء مسجد وتکفین میت وقضاء دین وشراء عتق یعتق الخ ہر دو میں تضاد ہے اور نتیجہ صاف ہے کہ اجماع موجود نہیں۔

میرا خیال ہے کہ لفظ سبیل اللہ کا مفہوم متعین لفظ سبیل اللہ کی خصوصیت اور وسعت کرنے کے لیے مواد قرآنیہ پر بھی تدبر کیا جائے ﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ (بقرہ) ﴿وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ (بقرہ) ﴿لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ (بقرہ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللهِ (نساء) وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ (نساء) وَ آخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ (مزمل) و دیگر آیات ہم معنی میں سبیل اللہ سے مراد غزا لینا بالکل صحیح ہے۔ قتل و قتال۔ وہن۔ و حصور و جہاد کے الفاظ بطور قرینہ صحیحہ ان میں موجود ہیں۔ اب آیات ذیل پر بھی تدبر ضروری ہے

وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللهِ (انفال توبہ۔ ابراہیم) لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللهِ حج ولقمان) اَلَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللهِ (قتال ونحل) حَتَّى يُهَاجِرُوا فِي سَبِيلِ اللهِ (نساء) وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللهِ (ج) وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللهِ (نور) ہر سہ آیات اول میں سبیل اللہ سے مراد دین حقہ اور اسلام اور سہ آیات مابعد میں سبیل اللہ سے مراد ہجرت لینا اور غزا مراد لینا زیادہ انسب ہوگا۔

(ھ) اگر سبیل اللہ اور سبیل الرب ہم معنی ہیں تو آیہ مَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا (مزمل والانسان) کو بھی زیر نظر رکھنا چاہیئے۔ لفظ سبیل ضمائر کے ساتھ بھی مستعمل ہوا ہے اور جہاں جہاں ضمیر کا مرجع اللہ ہے ان سب کو بھی شامل تدبیر کر لینا چاہیئے۔ لفظ سبیل کی وسعت معنی کا خیال آیات ذیل کے شمول سے بھی ہو جاتا ہے إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا (اسرائیل) فَمَا جَعَلَ اللهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا (نساء) إِذًا لَّا بْتَغَوْا إِلَىٰ ذِي الْعَرْشِ سَبِيلًا (اسرائیل)۔ اس طریق سے صرف یہ اطمینان مقصود ہے کہ آیت مصرف صدقہ میں بھی لفظ سبیل اللہ کو وسیع معنی میں لیا گیا جب کہ مفسرین نے تحریر فرمایا ہے اور جب کہ فقہا نے بھی لفظ کا معنی عموم میں ہونا تسلیم فرمایا۔

(ی) سنن ابوداؤد کی حدیث عن معقل میں نبی

حج بھی سبیل اللہ میں داخل ہے

صلعم کے الفاظ مبارکہ یہ ہیں۔ فان الحج من سبیل اللہ یہاں تخصیص غزا القول ابوحنیفہؒ وشافعیؒ تخصیص حج لقول محمدؒ اٹھ جاتی ہے اور حرف من اس لفظ کے وسیع المعنی ہونے پر دال ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب کا خیال

حکیم الامۃ شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں فالحصر فی قولہٖ انما الصدقات اضافی بالنسبة ما طلبہ المنافقون فی صرفها فی ما یشتهون علی ما یقتضیہ سیاق الاٰیة والسر فی ذالك ان الحاجات غیر محصورة ولیس فی بیت المال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی البلاد الخالصة للمسلمین غیر الزکوٰة کثیر مال. فلا بد من توسعة لتکفی نوائب المدینة واللہ اعلم ص۲۳۹ حجة اللہ البالغہ) امر مطلوب نوائب (ضروریات تمدن کی کفایت ہی) اور وہ غیر محصور ہیں اور یہی امر وسعت معنی کا مقتضی ہے۔ یعنی نوائب المدینة کا ترجمہ حاجات تمدن سمجھا ہے بایں اعتبار کہ تقسیم حصص وغیرہ کی ضمن میں بھی متعدد روایات میں نوائب الناس یا نوائب المسلمین کے الفاظ مستعمل ہوئے ہیں۔

امام ابن قیمؒ اور مصالح اسلام (ح) امام ابن القیم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں وکان رسول اللہ صلعم یصرف سہم اللہ وسہمہ فی مصالح الاسلام (زاد المعاد جلد ۱ ص۱۶۴) ظاہر ہے کہ عبارت بالا میں سہم اللہ وسہمہ سے مراد وہ سہام ہیں جن کا ذکر آیت غنیمت (سورہ توبہ) وآیت فیٔ (سورہ حشر) میں ہوا ہے۔ لہٰذا آیت صدقہ کے لفظ فی سبیل اللہ کو بھی کہ تحت مراد سہم اللہ قرار دیا جائے تو اس کا تعلق بھی مصالح الاسلام سے واضح ہو جاتا ہے۔ (ط) اس فہم واستدلال کے ساتھ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ نے آیت اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ الْمُسْلِمِیْنَ کی تفسیر میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ قابل ملاحظہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

فالمؤلفة قلوبھم ... قد ذھبوا

والعاملون علیھم ... یعطیھم الامام ما یکفیھم وقسمت بقیة الصدقات بینھم. فللفقراء والمساکین ... سھم

وللغارمین ..... سھم

وفی ابناء السبیل المنقطع لھم ... سھم

وفی الرقاب ...... سھم

وفی اصلاح المسلمین ... سھم

کتاب الخراج مفصل فی الصدقات ص۴۲ الطبعة الاول بالمطبع المیریہ بولاق مصر ۱۳۰۲ھ

یہ ظاہر ہے کہ امام القاضی القضاة فی اصلاح طرق المسلمین کے الفاظ لفظ فی سبیل اللہ ہی کی تفسیر میں تحریر فرمائے۔

امام ابن قیم کے دو اصول: (ی) ابن القیم رحمۃ اللہ نے زاد المعاد میں اگرچہ فی سبیل اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے معنے الغزوۃ فی سبیل اللہ لکھے ہیں۔ مگر انہوں نے اصناف ثمانیہ کو دو اصول پر منقسم کیا ہے (۱) شدت احتیاج فقراء و مساکین ورقاب وابن السبیل اس میں داخل ہیں۔ (۲) منفعت عاملوں مؤلفۃ القلوب غارموں غزاۃ اس میں داخل ہیں۔ ان کا آخری فقرہ قابل توجہ ہے فان لم یکن للآخذ محتاجاً ولا فیہ منفعۃ للمسلمین فلا سھم لہ فی الزکوٰۃ (ل) امام بخاری کی حدیث باب عرض الزکوٰۃ میں نبی صلعم کا ارشاد ہوا وما خالد فقد احتبس ادراعہ واعتادہ فی سبیل اللہ۔ ان کی معانی پر ضرور مستعمل ہے جو علامہ ابن حجر وعینی ابن رشید رحمہم اللہ نے بیان فرمائے ہیں۔ میرے نزدیک الفاظ مبارکہ وسعت معنی فی سبیل اللہ بھی بیان کرتے ہیں اور نفی تملیک بھی اگرچہ فی سبیل اللہ کے الفاظ فی کے تحت میں ہیں اور لام کے تحت نہیں۔

استدلال بخاری کے خلاف کا پتہ نہیں

(ل) آج تک کوئی روایت ایسی نہیں گذری جو استدلال بخاریؒ کی ناقص ہو۔ جناب کا تحریر فرمانا کہ بوقت شدت حاجت حضرات فقہائے کرام نے بھی اپنے مذہب کے خلاف دوسرے امام کے فتوے پر عمل کی اجازت دی ہے بالکل درست ہے اور اجرت علی تعلیم القرآن ونکاح مفقودۃ الزوج کی نظائر بحوالہ ہدایہ بھی درست ہیں۔ مزید برآں میں جناب کی توجہ قاضی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر مظہری پر دلانا چاہتا ہوں تفسیر سورۂ انفال ص۳۵ پر قاضی صاحب نے جن کو بیہقی وقت کہا گیا ہے تحریر کیا ہے۔ فقال ابو حنیفۃ سھم ذوی القربی ایضاً سقط بموت رسول اللہ صلعم۔ چند سطور کے بعد لکھا ہے وھو قول ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد بعد ازاں ان وجوہات کا اندراج کیا ہے جو صاحب ہدایہ اور طحاوی نے مذہب بالا کی تائید میں لکھے ہیں۔ بایں ہمہ اپنی تحقیقات اور دلائل کو لکھ کر تحریر فرمایا ہے وبھذا ثبت ان سھم ذوی القربی لم یسقط۔ غور کیجئے کہ اس علامہ نے قوت دلائل کی وجہ سے امام صاحبین کے مذہب پر جمود نہیں کیا۔ اور صاحب ہدایہ اور طحاوی کے دلائل کی تضعیف میں بھی تامل نہیں کیا۔ حالانکہ ان کی تمام تفسیر فقہ حنفیہ کی تائید پر مشتمل ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ن) لیکن میں یہ عرض کروں گا کہ جب امام القاضی ابو یوسف رحمہ اللہ نے فی سبیل کے معنی فی اصلاح طرق المسلمین تحریر فرما دیئے تو اندریں صورت خود مذہب حنفیہ کے اندر سند اور دلیل مل گئی ہے اور اس تفسیری عبارت (اصلاح طرق المسلمین) نے زمانہ حال کے ضروریات کے اہتمام اور انصرام کے لیے سبیل الرشاد کو کھول دیا ہے۔

(س) علمائے ہند کے لیے یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جب اس ملک میں بزمانہ حال غزاۃ فی سبیل اللہ کی جماعت موجود ہی نہیں تو کیا ان کا سہم ساقط نہ ہو جائے گا۔ اور کیا اس سہم کا دیگر امور مرضیات الٰہی میں صرف کرنا صحیح نہ ہوگا جب کہ امام ہمام اور صاحبین نے آیات غنیمت و فئی میں سقوط سہام رسول و ذوی القربیٰ کے بعد ان کا مصرف دیگر اہل سہام کو قرار دیا ہے اور آیات صدقات میں بھی مؤلفۃ القلوب کے متعلق بھی مسلک اختیار کیا ہے۔ (ع) میں اس طول کلامی کی معافی کا طالب ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ میں آنجناب سے ہی متفق ہوں والسلام۔

(توحید امرتسر ص ۱۱ - ۲ رجب ۱۳۴۷ھ)

نوٹ: یہ مضمون حضرت قاضی صاحب مرحوم نے مولانا فضل اللہ صاحب کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا۔ اسی لیے طرز تحریر مخاطبانہ ہے۔ (اخبار مذکور)

سوال: مسجد یا مدرسہ میں ایک میاں یا ملا رکھ کر گاؤں کے بچوں کو تعلیم دلائی جائے اور ان میں صاحبان زکوٰۃ کے بچے بھی تعلیم پاویں تو کیا یہ جائز ہوگا یا نہیں درانحالیکہ زکوٰۃ دینے والے حضرات میاں یا ملا کی تنخواہ اپنے عشر و زکوٰۃ کی رقم سے دیتے ہیں۔

جواب: اصحاب اموال کا اپنے بچوں کو ایسے لوگوں سے تعلیم دلانا جن کو وہ تنخواہ اپنے اموال کی زکوٰۃ و عشر سے دیتے ہوں درست نہیں۔ ھذا ھو الراجح عندی الی ھذا الآن۔

ایسے علمائے دین جو اس آیت کے مصداق ہوں اَلَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الآیۃ یعنی دین کی تعلیم خدمت کے لیے وقف ہو گئے ہوں اور فکر معیشت کے لیے وقت نہ نکال سکتے ہوں "مساکین" میں داخل ہیں بشرطیکہ انہوں نے تعلیم دین کو حصول زر کا پیشہ نہ بنا لیا ہو ضرورت اور حاجت سے زیادہ نہ لیتے ہوں اور کسی حالت میں بھی سائل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسائل نہ بنتے ہوں۔ ایسے علماء و دعاۃ مدِ زکوٰۃ کے بلاشبہ مستحق ہیں۔ اسی طرح غریب طلبہ علوم دینیہ بھی آیت مذکورہ کی رو سے فقراء و مساکین میں داخل ہیں۔ اور ضروری ہے کہ اس مد سے ان کی خبر گیری کی جائے۔ رہ گئے علماء اغنیاء جو سونے یا چاندی کے نصاب کے مالک ہیں یا خوشحال و زمیندار ہیں یا کرایہ کی جائدادوں کے مالک ہیں اور قرآن و علوم دینیہ کی ترویج اور دعوت و ارشاد ہدایت و تبلیغ یا درس و تدریس میں مصروف و مشغول رہتے ہیں ان کو زکوٰۃ دینی اور خود ان کو زکوٰۃ لینی جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح مدارس کا اجراء و قیام اور مدرسین و ملازمین کی تنخواہ اس مد سے دینی جائز ہے یا نہیں؟ سو اس میں اختلاف ہے بعض علمائے اہلحدیث اسے جائز و درست کہتے ہیں۔ ان میں سے بعض نے ان علماء و مدرسین کو "سبیل اللہ" میں داخل سمجھا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ سبیل اللہ کے ذریعہ ایک جامع دعاوی مقصد کا دروازہ کھول دیا گیا ہے جس میں دین و امت کے مصالح کی ساری باتیں آ گئیں۔ مثلاً قرآن اور علوم شرعیہ کی ترویج و اشاعت مدارس کا اجراء و قیام دعاۃ و مبلغین کا قیام ارسال ہدایت و ارشاد امت کے تمام مفید مسائل۔

اکثر علماء کے خیال میں سبیل اللہ سے مراد صرف مجاہدین و غزاۃ ہیں کما قال شمس الائمہ ابن قدامہ فی الشرح الکبیر علی متن المقنع لاخلاف فی انہم الغزاۃ لان سبیل اللہ عند الاطلاق ھو الغزو انتہیٰ علامہ سید رشید رضا مصری مرحوم نے مخالفت کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔ ھذا غیر صحیح بل سبیل اللہ ھو الطریق الموصل الی مرضاتہ وجنتہ وھو الاسلام فی جملتہ وآیات الانفاق فی سبیل اللہ تشتمل جمیع انواع النفقۃ المشروعۃ وماذا القول فی آیات الصدوا لضلال عن سبیل اللہ والھجرۃ فی سبیل اللہ بل لا یصح ان یفسر سبیل اللہ فی آیات القتال نفسھا بالغزو لان القتال ھو الغزو وانما یکون فی سبیل اللہ اذا ارید بہ ان تکون کلمۃ اللہ ھی العلیا ودینہ ھو المتبع فی سبیل اللہ فی الاٰیۃ یعم الغزو الشرعی وغیرہ من مصالح الاسلام بحسب لفظ العربی ویحتاج التخصیص الی دلیل صحیح انتہیٰ قلت الراجح عندی انہم الغزاۃ خاصۃ وان کانت کلمۃ سبیل اللہ بحسب لفظھا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

العربی عامة تشتمل جمیع مصالح الاسلام العامة لکن المراد فی آیة مصارف الزکوٰة فیما اریٰ واللّٰہ اعلم بمرادہ کلامہ الغزاة خاصة والدلیل علی ھذا التخصیص ما روی احمد ومالك وابوداؤد وابن ماجة وغیرھم عن ابی سعید مرفوعًا لا تحل الصدقة لغنی الا لخمسة لعامل علیھا او رجل اشتراھا بمالہ او غارم او غاز فی سبیل اللّٰہ الخ وعلی ھذا فلا یدخل فی سبیل اللّٰہ الاغنیاء من اصحاب الدعوة والارشاد والھدایة والتبلیغ والافتاء والتدریس وغیرھم من الموظفین فی المدارس الدینیة ولا یدخل فیھا ایضًا تاسیس المعاھد الدینیة وتعمیرھا واعانتھا واقامتھا وغیر ذلك مما یشبھہ

اور بعض علمائے اہلحدیث نے ایسے اصحاب نصاب کو "عاملین" میں داخل سمجھا ہے۔ ان کا خیال یہ ہے کہ عاملین کو زکوٰۃ کا مصرف ٹھہرانے کی علت بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ ان عاملین نے ایک کام کو جو مصالح مسلمین سے ہے انجام دیا ہے۔ قال الشوکانی حدیث ابن السعدی (عند الشیخین) دلیل علی ان عمل الساعی سبب لاستحقاقہ الاجرة کما ان وصف الفقر والمسکنة ھو السبب فی ذلك واذا کان العمل ھو السبب اقتضٰی قیاس قواعد الشرع ان الماخوذ فی مقابلة اجرة۔ اسلامی حکومت کے اور عاملین کو اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر زکوٰۃ کا مصرف نہیں ٹھہرایا ہے لیکن روایات حدیثیہ سے ثابت ہے کہ عہد نبوت میں جو اشخاص اس قسم کے کاموں کو انجام دیتے تھے ان کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے کاموں کی اجرت عنایت فرماتے تھے۔ ابوداؤد میں بریدہ سے مرفوعًا روایت ہے۔ من استعملنا علی عمل فرزقنا رزقًا فما اخذ بعد ذلك فھو غلول قال الشوکانی فیہ دلیل علی انہ لا یحل للعامل زیادة علی ما فرض لہ من استعملہ وان ما اخذہ بعد ذلك فھو من الغلول وذلك بناء علی انہ اجارة ولکنھا فاسدة یلزم فیھا اجرة المثل الی آخر ما قال (نیل الاوطار)

پس حکومت اسلامی کے دیگر عاملین مثل قضاۃ وغیرہ بوجہ اشتراک فی العلۃ حکم سعاۃ میں داخل ہیں اس کے علاوہ عہد خلافت راشدہ میں بھی دیگر عاملین کی اجرت بلکہ خود حاکم کی اجرت مال مسلمین سے دیا جانا ثابت ہے اور انہی وجوہ سے خلف وسلف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ایک بڑی جماعت اس جانب گئی ہے قال الطبری ذہب الجمہور الی جواز اخذ القاضی الاجرۃ علی الحکم لکونہ یشغلہ الحکم من القیام بمصالحہ (عمدۃ القاری للعینی) واحتج ابو عبیدۃ علی جواز ذلک بما فرض اللہ للعاملین علی الصدقۃ جعل لہم حقا منہا لقیامہم وسعیہم الی قولہ وقال ابن المنذر حدیث ابن السعدی حجۃ فی جواز ارزاق القضاۃ من وجوہہا (فتح الباری) وقال القاری فی المرقات فی شرح حدیث وغیر جواز اخذ العوض من بیت المال علی العمل العام وان کان فرضا کالقضاء والحسبۃ والتدریس بل یجب علی الامام کفایۃ ہؤلاء ومن فی معناہم فی بیت المال انتہی وقال المولوی عبدالحی اللکھنوی فی عمدۃ الرعایۃ وکل من فرغ نفسہ بعمل من امور المسلمین یستحق علی ذلک رزقا کالقاضی۔ پس ایسا مدرسہ جو مصالح مسلمین پر مشتمل ہے اس کے مدرسین کو مدز کوٰۃ سے تنخواہ دینی کیوں درست نہیں ساتھ ہی اس کے اس زمانہ میں مدارس دینیہ کے قیام و بقا کی جو ضرورت ہے وہ مخفی نہیں۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ تاوقتیکہ مدارس کی امداد مدزکوٰۃ سے نہ ہو گی کوئی مدرسہ چل نہیں سکتا پس جب سائلین صدقات کے ساتھ دوسرے عاملین ملحق ہیں اور عاملین صدقات کے لئے بحالت ان کے غنی ہونے کے بھی زکوٰۃ سے اُجرت لینی درست ہے تو مد زکوٰۃ سے مدرسین کو تنخواہ معین وغیر معین دونوں طرح لینا ان کے غنی ہونے کی صورت میں بھی جائز اور درست ہوگا۔ جیساکہ حضرت ابوبکرؓ کی تنخواہ کے واقعہ سے ثابت ہے اخرج ابن سعد عن میمون قال لما استخلف ابوبکر جعلوا لہ الفین فقال زیدونی فان لی عیالا وقد شغلتمونی عن التجارۃ فزادوہ خمس مائۃ (تاریخ الخلفاء) علمائے حنفیہ کے نزدیک مدزکوٰۃ سے مدرسین و ملازمین مدرسہ کو بصورت ان کے غنی ہونے کے تنخواہ نہیں ادا کی جاسکتی اور نہ ان کے لئے لینا جائز ہے وہ کہتے ہیں زکوٰۃ ایک فریضہ الٰہی ہے جس کی ذمہ داری مالک نصاب پر عائد ہوتی ہے۔ اور چونکہ وہ حج روزہ نماز کی طرح ایک عبادت ہے اسی لئے مالک نصاب کو مقررہ شروط و قیود کا لحاظ رکھتے ہوئے مال کا ایک معین حصہ اس کے مصارف میں بطور تملیک اس طرح ادا کرنا ضروری ہے کہ اس کی ادائیگی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں بجز امتثال امر الٰہی الشخص مودی الیہ سے کسی قسم کی کوئی غرض حصول نفع کی خاطر نہ ہو (تنویر الابصار) اس لئے وہ ان لوگوں پر بھی اس کو صرف نہیں کر سکتا کہ جن کے دینے میں حصول نفع کا احتمال ہو کما قال فی ردالمحتار فلا یدفع لاصلہ ای دان علا ولفرعہ ای وان سفل وکذا لزوجتہ وزوجھا وعبدہ ومکاتبہ لانہ بالدفع الیھم لم تنقطع المنفعۃ عن المالک ای الممزکی من کل وجہ۔ اور اسی بنا پر اس اُجرت معاوضہ پر بھی اس کا صرف کرنا جائز نہیں (ردالمحتار ص ج ۲) معلوم ہوا کہ مدرسین کی تنخواہ مد زکوٰۃ سے نہیں ادا کی جاسکتی کہ وہ معاوضہ ہے ان کے عمل کا اور زکوٰۃ میں معاوضہ مقصود نہیں ہوتا۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ عاملین صدقات کے ساتھ اغنیاء مدرسین کو ملحق کرنا صحیح نہیں۔ کیونکہ ان کو جو کچھ ملتا ہے وہ بطریق عمالہ ہے اور چونکہ یہ عمالہ بقدر کفاف یعنی ان کے اور ان کے اعوان کی ضرورت اور حاجت[1] کے مطابق دیا جاتا ہے اس لئے اس کو اجرت و معاوضہ سمجھنا غلط ہے کیونکہ وہ مقدار جو اس کو اور اس کے اعوان کو کافی ہو سکے وہ مجہول اور غیر معلوم ہے۔ اور احد العوضین کی جہالت جواز اجارہ سے مانع ہے پس معلوم ہوا کہ عامل صدقہ کا استحقاق بنظر اجرت و معاوضہ کے نہیں ہے بلکہ بطریق کفایہ ہے بنا بر مدرسین و ملازمین مدرسہ کو عاملین صدقات کے ساتھ ملحق کرنا غلط ہے۔

حنفیہ کہتے ہیں کہ دیگر عاملین کے عمالہ سے جو ان کو بیت المال سے ملتا تھا مدرسین کے مد زکوٰۃ سے تنخواہ دینے کے جواز پر استدلال صحیح نہیں ہے اس لئے کہ بیت المال دراصل اسلامی خزانہ کا نام ہے جس کے مختلف شعبے ہوتے تھے اور ہر شعبے کے مصارف جدا گانہ ہوتے تھے۔ مثلاً ایک شعبہ بیت الخمس کا تھا جس میں خمس غنائم وغیرہ جمع ہوتے تھے اور اس کو آیت واعلموا انما غنمتم الخ کے بموجب صرف کیا جاتا تھا۔ دوسرا شعبہ بیت الصدقات تھا جس میں عشر و زکوٰۃ فطرہ کے اموال جمع ہوتے تھے اور اس کو مصارف منصوصہ ثمانیہ میں صرف کیا جاتا تھا۔ تیسرا شعبہ خراج الارض والجزیہ تھا جس میں زمینوں کا خراج اور جزیہ وغیرہ کا مال جمع رہتا۔ اس شعبہ سے قاضی مفتی اور علماء وغیرہ کو بقدر کفاف ملتا تھا۔ چوتھا

---

[1] ھذا مخالف لحدیث ابن السعدی فانہ قال لہ النبی علیہ السلام کل وتصدق وظاھر ھذا انہ فرض لہ ما یفضل عن اکلہ و یمکن التصدق منہ ۱۲۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شعبہ لاوارث لوگوں کے ترکہ اور لقطات کا تھا جس کو ضوائع کہتے تھے۔ اس سے عام مصالح مسلمین میں امداد ملتی تھی (عالمگیری وغیرہ) پس یہ ثابت کر کے علماء و قضاۃ اور عمال کو بیت المال سے تنخواہ ملتی تھی یہ ثابت کرنا کہ مدّ زکوٰۃ سے مدرسین تنخواہیں پاسکتے ہیں صحیح نہیں الی آخرہ۔

(املاہ عبید اللہ المبارکفوری الرحمانی المدرس بمدرسہ دار الحدیث الرحمانیہ بدہلی)

سوال: زید نے ایک لاری قرضہ برداشت کر کے خرید کی کچھ مدّت بعد اسے فروخت کر دیا۔ حساب کرنے سے معلوم ہوا کہ قرضہ ادا کرنے کے بعد اتنی رقم بچ رہی جس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ اب اس رقم پر زکوٰۃ کب واجب ہوگی؟ (غلام نبی خریدار)

جواب: جس روز قیمت وصول ہوئی ہے اسی روز سے ایک سال گذرنے کے بعد زکوٰۃ واجب الادا ہوگی۔ اللہ اعلم (اہلحدیث ۲۶ رجب ۱۳۶۲ھ)

سوال: بعض علماء فرماتے ہیں کہ سونا ساڑھے سات تولہ ہو تب زکوٰۃ فرض ہوتی ہے اس سے کم پر فرض نہیں ہے۔ اور بعض کا فرمان ہے کہ جتنے سونے کی قیمت ساٹھ روپیہ ہو جاوے اس پر زکوٰۃ فرض ہے کیونکہ حضور علیہ السلام کے عہد مبارک میں ساڑھے سات تولہ کی قیمت ساٹھ روپیہ تھی کیا حکم ہے؟ (اسمٰعیل بہاولپور)

جواب: نص حدیث سے وزن معتبر ہے اور زمانہ کے اقتضار کے لحاظ سے قیمت معتبر ہے جس صورت میں غرباء اور فقراء کا فائدہ ہو وہی اختیار کریں بحکم فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ۔ (اہلحدیث جلد ۴۰ نمبر ۲۳)

سوال: ایک سوداگر ہے مگر اس کا سب کام چلتا ہے اور جتنا اس پر قرض ہے اس سے کم کا مال ہے مگر آہستہ آہستہ قرض ادا کر رہا ہے۔ اس پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں۔ مال قرض کے برابر ہو یا کچھ زیادہ ہو ان دونوں صورتوں میں کس طرح زکوٰۃ ادا کی جائے۔

(نظیر احمد عزیز احمد سوداگر چوڑی بازار ریواڑی)

جواب: صورت مرقومہ میں قرضدار کے قرض کا لحاظ رکھا جائے گا۔ جیسے تقسیم ترکہ میں وصیت کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ (۸ جمادی الاوّل ۱۳۶۲ھ)

سوال: اس عہد مبارک میں لاوارث مُردے اور محتاجوں، پردیسیوں کی نعشیں حکومت عالیہ کی طرف سے دفن ہوتی تھیں یا نہیں؟ اگر ہوتی تھیں تو مصارف کس مد سے ہوتے تھے؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: بیت المال میں بہت سی متفرق مدات غربا و مساکین کے لئے ہوتی تھیں چاہے زندہ ہوں یا مردہ۔ اسی میں سے خرچ ہوتا تھا۔ اس کا پوچھنا ہی کیا ہے۔

(اہلحدیث جلد ۴۰ نمبر ۲۲)

سوال: مساجد کی مرمت یا از سر نو تعمیر یا ضروری سامان پہنچانا۔ مسافروں کو زاد راہ دینی۔ نو مسلموں کی پرورش۔ طالبعلموں کی ضرورتیں پوری کرنے والوں کی کفالت، مفلوک مریضوں کی دوا۔ ننگوں کو کپڑا بھوکوں کو کھانا دینا۔ مظلوموں اور ناقابل کسب معاش عورتوں مردوں بچوں کی ضروری کفالت، اشاعت اسلام وغیرہ یہ حضرات والا صفات (صلوات اللہ علیہم اجمعین) کرتے تھے یا نہیں اگر کرتے تھے تو زکوٰۃ و دیگر صدقات کی رقوم سے باخراج ممالک سے اگر جدا جدا رقوم صرف فرماتے تھے تو بضرورت دوسری مد کے رقم صرف فرماتے تھے۔ یا مد خاص میں گنجائش نہ ہونے پر کام سے انکار فرما دیتے تھے۔

جواب: ان سب ضرورتوں کا انتظام مصارف زکوٰۃ میں آ جاتا ہے اور مال غنیمت سے بھی پانچواں حصہ لیا جاتا تھا۔ امیر جماعت کو بھی اختیار تھا کہ حسب ضرورت تقسیم کر دے۔

(ایضاً)

سوال: زکوٰۃ، قربانی اور عقیقہ کی خیراتی رقوم کے احکام مختلف ہیں یا نہیں۔ (ایضاً)

جواب: زکوٰۃ کے مصارف اس آیت میں بیان ہو چکے ہیں اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاۗءِ وَالْمَسَاكِيْنَ الآیۃ قربانی یا عقیقہ کا چمڑا خاص مساکین کا حق ہے۔ (ایضاً)

سوال: زیور جو استعمال کیا جاتا ہے اس میں زکوٰۃ ہے یا نہیں۔ یہاں کے لوگ آپس میں مختلف ہیں۔ بعض زکوٰۃ کو مانتے ہیں۔ دلیل میں سوار ان کی حدیث پیش کرتے ہیں اور بعض مستعمل چیز مان کر عدم فرضیت کے قائل ہیں اور یہی رائے صاحب تذکیر الاخوان کی بھی ہے۔ بہر حال دونوں صورتوں میں سے جو اصح ترین صورت ہو تحریر فرمائیں اور احوط کا احتیاط رہے اور اگر فرض ہے تو صرف ایک دفعہ یا ہر سال؟

(حاجی محمد سعید از جبیت گڑھ)

جواب: اصح (زیادہ صحیح) کا سوال بے معنی ہے۔ کیونکہ ہر قائل کے نزدیک اس کا قول اصح ہے۔ احوط یہی ہے کہ ہر سال ادا کرے تاکہ اختلاف سے نکل جائے۔

(اہلحدیث جلد ۴۰ نمبر ۳۲)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: خراجی زمین میں جو آسمانی پانی سے پیدا ہو اور جو نہر یا تالاب و آسمانی پانی سے مل کر پیدا ہو تو عشر ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس حساب سے۔ (سائل مذکور)

جواب: قرآن مجید میں ارشاد ہے جو چیز بھی زمین سے پیدا ہوئی ہو اس میں سے زکوٰۃ دینی چاہیے۔ عشر اور نصف عشر کا حساب الگ ہے۔ ہندوستان میں بارانی زمینوں پر بھی سرکاری لگان ہے جو واجب الادا ہے۔ اس لئے بارانی زمینوں کی پیداوار سے نصف عشر ادا کر دے تو جائز ہے۔ عشر دیا کرے تو بہت ہی اچھا ہے۔ (اہلحدیث جلد ۴ نمبر ۳۲)

شرفیہ: یہ صحیح نہیں اس لیے کہ عہد نبوی اور عہد خلافت راشدہ میں بھی زمین کا محصول یا معاملہ تھا۔ اور اس محصول کے باعث پیداوار پر نصف عشر ثابت نہیں۔ یہ تقسیم عشر یا نصف عشر کی زمین چاہی یا النضح پر ہے محصول پر نہیں۔ عن ابی جعفر قال ما بالمدینة اهل بیت هجرة الا یزرعون علی الثلث والربع وزارع علی وسعد بن مالك وعبد الله بن مسعود وعمر بن عبد العزیز والقاسم وعروة وآل ابی بکر وآل عمر وآل علی وابن سیرین وقال عبد الرحمن بن الاسود کنت اشارك عبد الرحمن ابن یزید فی الزرع وعامل عمر الناس علی ان جاء عمر بالبذر من عنده فله الشطر وان جاؤا بالبذر فلهم کذا رواه البخاری مشکوٰۃ ص ۱۵۸ ج ۱۔ یہ ثلث ربع وغیرہ کی تقسیم مالک زمین کا محصول ہی تو تھا جو آج کل کے محصول سے زائد تھا اور اس پر نصف عشر ثابت نہیں۔ رہا بارانی اور نہری زمین تو اس کے بارہ میں بھی تصریح موجود ہے۔ عن سالم بن عبد الله عن ابیه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فیما سقت السماء والانهار والعیون او کان بعلا العشر وفیما سقی بالسوانی او النضح نصف العشر اخرجه ابوداؤد واخرجه ابوداؤد عن جابر بسند آخر ص ۲۳۲ ج ۱ پس ثابت ہوا کہ بارانی اور نہری اور عیونی زمین میں عشر سے نصف عشر جائز نہیں اور محصول کا بھی نصف عشر میں اعتبار نہیں۔ یہ غلط فہمی سے کتاب وسنت پر زیادتی ہے جو جائز نہیں الا المجتهد قد یخطی ویصیب۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا۔ فقط (محمد داؤد راز)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جناب نے پرچہ مورخہ ۲ رجمادی الثانی میں بجواب استفسار ارقام فرمایا ہے۔ آجکل جو سرکار انگریزی کے ماتحت ہم لوگ رہتے ہیں۔ ہماری سب زمینیں خراجی ہیں۔ سرکار کی طرف سے مالگذاری جو مقرر ہے دینی ضروری ہے اس لئے یہ سوال عام طور پہ ہوتا ہے کہ آجکل کی زمینوں میں مسلمانوں پر عشر ہے یا کیا ہے۔ میری ناقص تحقیق اس میں یہ ہے کہ ایسی اراضی پر ربع عشر ہے یعنی چالیسواں حصہ واجب ہے کیونکہ حدیث شریف میں آبپاشی کے اخراجات پر لحاظ کر کے عشر سے نصف عشر آیا ہے تو سرکاری مالگذاری بھی تو زمین ہی پر خرچ ہے آبپاشی نہ کرے تو کچھ نہ کچھ پیداوار بارانی ہو سکتی ہے مگر سرکاری مالگذاری نہ دے تو جوت بھی نہیں سکتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکاری مالگذاری کو اخراجات آبپاشی سے زیادہ دخل ہے پس جب اس کا لحاظ ہے تو اس کا کہول نہیں ہوگا۔ بعثتو میسرین لا معسرین۔

جناب من ایسا کیوں نہیں کیا جاوے کہ زمیندار اس امر کا لحاظ کرے کہ سرکار انگریزی کو مالگذاری ادا کرکے اس امر کا خیال کرے کہ سرکار نے جس قدر کہ مالگذاری مجھ سے لی ہے آیا وہ مالگذاری زمین بارانی کی پیداوار کے عشر کے برابر ہو جاتی ہے یا نہیں۔ اگر عشر کے برابر ہو جاتی ہے تو اب عشر کے ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر عشر سے کم مقرر کر دیا ہے تو بعد ادائے مالگذاری اتنا حصہ نکال دیوے کہ عشر پورا ہو جاوے۔

سوال: سلاطین اسلامی کے وقت میں عشر کہ رعایا سے لیا جاتا تھا اس کو وہ کس مصرف میں صرف کرتے تھے اور کتب فقہ کی رو سے مصارف عشر کے کیا کیا ہیں معہ حوالہ کتاب بذریعہ اخبار کے مطلع فرماویں۔

ایڈیٹر: آپ کی پیش کردہ صورت پر کوئی نص دلیل نہیں ہے نہ میرے پہ ہاں میری صورت میں فقراء کا فائدہ اور ایک مقیس علیہ بھی ہے آپ کی میں نہیں۔ تمام کتب فقہ میں عشر کے مصارف وہی ہیں جو زکوٰۃ کے ہیں بعض سلاطین اصل مصارف میں خرچ کرتے تھے بعض اپنی شراب نوشی کا حصہ بھی اسی سے نکال لیتے تھے کیا آپ نے نہیں سنا ؎

ھل افسد الناس الا الملوک — وعلماء سوء ورھبانہا

(۱۳- مارچ ۱۹۱۰ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعاقب۔ از حضرت العلامہ مولانا عبد العزیز رحیم آبادی

سوال: غلہ کی زکوٰۃ جس کو عشر کہتے ہیں نکالنی واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب ہے تو نہری زمین سے کتنا حصہ کس طرح آنا چاہیئے؟ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اخبار اہلحدیث مؤرخہ ۹ ربیع الثانی ۱۳۳۰ھ ہجری مطابق ۲۹ مارچ ۱۹۱۲ء میں یہ مسئلہ باین مضمون لکھا ہے کہ غلہ کی زکوٰۃ واجب ہے مگر چونکہ سرکاری مالگذاری بھی ضروری ہے اس لئے میری ناقص رائے میں بقایا میں سے چالیسواں حصہ ادا کرنا کافی ہے۔

جواب: یہ مسئلہ باعث شہرت محتاج بیان نہیں ہے مگر شاید مولوی ثناء اللہ صاحب کی تحریر سے شبہ پیدا ہوا ہے نہی موجب سوال ہے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تو صاف صاف یہ حکم ہے کہ جو بارش خواہ زمین کے شادابی سے پیداوار ہو اس میں دسواں حصہ اور جس میں پانی سینچنے کی پیداوار ہو اس میں نصف العشر یعنی بیسواں ہے دو ہی صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہیں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کا یہ اپنا خیال ہے کہ سرکاری مالگذاری کے سبب سے کم ہونا چاہیئے۔ اور چالیسواں حصہ کافی ہے یہ ان کی ذہنی بات ہے نہ شریعت کا حکم۔ شریعت میں دو ہی صورت ہے جو پہلے مذکور ہوئی اور حدیث میں وارد ہے کہ صحابہ کرایہ کی زمین کی پیداوار میں سے عشر دیتے تھے اور چالیسویں حصہ کا ذکر بالکل نہیں ہے عن یحییٰ ثنا ابن المبارک عن یونس قال سالت الزهری عن زکوٰة الارض التی علیها الجزیة فقال لم تزل المسلمون علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم وبعده یعاملون علی الارض ویستکرونها فیودون الزکوٰة مما خرج منها فنری هذه الارض علی نحو ذلك ۔ اگر کسی کو مرسل ہونے کا خیال ہو تو کم از کم اتنا تو ضرور ثابت ہے کہ مدینہ کا دستور یہی تھا کہ کرایہ والی زمین میں عشر دیا جاتا تھا۔ او لا نصوص کا عموم، اس کے ساتھ یہ روایت پھر کیا حل سخن ہے علاوہ

۱؎ اڈیٹر۔ مگر یہ ملحوظ رہے کہ اس زمانہ میں سرکاری خراج بھی زکوٰۃ تھی اور آج کے زمانے میں سرکاری خراج الگ ہے۔ جس کا دینا بہت ضروری ہے۔ ہذا الحکم انما بعثتم میسرین او رحکم یسروا ولا تعسروا۔ علمائے کرام اس مسئلہ پر غور فرمائیں (اہلحدیث ۳ مئی ۱۹۱۲ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چالیسواں حصہ اپنی طرف سے نکالنے کا کیا حق کسی کو ہے؟

(اہلحدیث۔ ۳۰ مئی ۱۹۱۲ء)۔ (راقم عبدالعزیز رحیم آبادی)

تعاقب: جناب نے اپنے موقر اخبار مجریہ ۳۰ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ میں سوال نمبر ۸ کے جواب میں فرمایا ہے کہ ایسی حالت میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ ادا کر دینا کافی ہے"۔ جامع ترمذی اور صحیح بخاری وغیرہ میں ہے۔ عن سالم عن ابیه عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه سن فیما سقت السماء و العیون اوکان عثریا العشور و فیما سقی بالنضح نصف العشر (ترمذی باب الصدقة فیما یسقی بالانهار وغیرها) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیداوار میں جس کو آسمان (کی بارش) اور چشمہ پٹائے یا وہ زمین تری والی ہو (جس کے پٹانے کی ضرورت نہ ہو) اس میں دسواں حصہ مقرر فرمایا ہے اور جس کو اونٹ وغیرہ کے ذریعہ پٹایا جائے اس میں بیسواں حصہ مقرر فرمایا ہے۔ اس حدیث سے اور اس کے ماسوا دوسری صحیح حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ جو غلہ آسمانی یا نہر وغیرہ کے پانی سے پیدا ہو اس میں دسواں حصہ فرض ہے۔ یہی مذہب تمام محدثین کا ہے۔ زمین کے خراجی ہونے سے عشر میں تخفیف نہیں ہو سکتی۔ ہمارے استاد مکرم حضرت علامۂ زمان مولانا عبدالرحمن صاحب مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح ترمذی میں یہی مسلک اختیار فرمایا ہے۔ نیز آپ نے اپنے دیگر فتاوی قلمیہ اور مطبوعہ میں اسی کو حق و صواب فرمایا ہے۔ دیکھئے فتاوی نذیریہ اور خاکسار کے پاس موصوف کا ایک قلمی فتویٰ بھی موجود ہے۔ آپ نے شرح ترمذی میں عشر کے علی الاطلاق بلا تخصیص واجب ہونے پر منجملہ اور دلائل کے دو اثر بیان فرمائے ہیں۔ پہلا اثر حضرت عمر بن عبدالعزیز سے عمرو بن میمون نے پوچھا کہ مسلمان کے قبضے میں خراجی زمین ہے اور اس سے مال زکوٰۃ (یعنی عشر) طلب کیا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے ذمہ خراج ہے تو عمر بن عبدالعزیز نے جواب دیا الخراج علی الارض والعشر علی الحب یعنی خراج (مالگذاری زمین پر ہے اور عشر پیداوار پر ہے"۔ دوسرا اثر امام زہریؒ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور آپ کے بعد مسلمان لوگ برابر زمین کا معاملہ کرتے اس کو کرایہ پر (یعنی مالیہ کے عوض) لیتے اور اس کی زکوٰۃ اس کی پیداوار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ادا کرتے رہے۔ لوینل المسلمون علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبعدہ یعاملون علی الارض ویستکرونہا ویؤدون الزکوٰۃ عما یخرج منہا پس اس صورت مذکور اور ہر دو اثر مزبور سے صاف نکلتا ہے کہ زمین سے جو غلہ بلا مؤنت اور خرچ کے پیدا ہو اس میں دسواں حصہ فرض ہے اور بیسواں حصہ کافی نہ ہوگا لہٰذا آنجناب سے مؤدبانہ عرض ہے کہ اپنے جواب پر نظر ثانی فرما کر محقق و مدلل جواب سے بذریعہ اخبار مسرور و ممنون فرمائیں۔ (خاکسار ابو الطیب عبد الصمد مبارکپوری عفی عنہ)

جواب: متعاقب کا یہ فقرہ جو غلہ بلا مؤنت اور خرچ کے پیدا ہو اس میں عشر ہے۔ اپنے معنی میں بالکل صحیح ہے مگر اس سے پہلے جس صورت میں آپ نے نصف عشر خود تسلیم فرمایا ہے اس کو مؤنت پر مبنی آپ بھی مانتے ہیں۔ اب یہاں فقرہ الحدیث کی بناء پر دیکھنا ہے کہ پانی کنوئیں سے نکالنے کی جو مؤنت (خرچ) ملحوظ رکھی گئی ہے تو نہری آبیانہ کو نظر انداز کس طرح کر سکتے ہیں کیا یہ مؤنت نہیں ہے یقیناً ہے۔ شریعت کے احکام میں غور و تدبر کرنا چاہیے خصوصاً ان مسائل میں جو نظام حکومت کے متعلق ہوں کامل غور سے کام لینا چاہیے۔ مؤنت آبیانہ نہری کے علاوہ مؤنت مالگذاری بھی قابل لحاظ ہے۔ پس اس کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتا کیونکہ یہ بھی زمینداروں کی خود ساختہ مؤنت نہیں بلکہ جبریہ مؤنت ہے جو کسی طرح نظر انداز نہیں ہو سکتی۔ پس آپ آیات و احادیث پر فاروقی دماغ سے تدبر کیا کریں یہ محض بے دلیل قیاس نہیں ہے بلکہ اس کی بنا بھی ملتی ہے۔ چنانچہ آپ نے بھی چاہی مؤنت کی وجہ سے عشر تسلیم کیا اور کرنا چاہیے۔ فافہم وتدبر

(۷ اکتوبر ۱۹۳۸ء)

سوال: ہمارے یہاں عام پیداوار مکئی ہے اور اس کا خرچ بھی زیادہ ہے۔ گندم اور جو کی پیداوار کم اور خرچ بھی کم ہے لہٰذا فطرہ میں ہم مکئی دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور دھان بھی دینا جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہے تو نصف صاع دے سکتے ہیں۔

(حکیم شرف الدین احمد موتیہار)

جواب: صدقہ فطر کے متعلق دو حدیثیں آئی ہیں۔ ایک صاع کی دوسری نصف صاع کی قحط سالی کے زمانے میں نصف صاع والی حدیث پر عمل کرنا انشاء اللہ کافی ہوگا۔ صاع مدنی انگریزی اڑھائی سیر کے برابر ہے جس ملک میں جو چیز طعام یعنی قابل قوت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو اس میں سے صدقہ فطر ادا کرنا جائز ہے۔ اللہ اعلم۔ (اہلحدیث جلد ۴ نمبر ۳۹)

شرفیہ: صدقہ فطر کی حدیثیں صحیحین وغیرہ میں ثابت ہیں صاع من تمر او شعیر۔ ایک روایت میں ابوسعید خدری سے یہ بھی آیا ہے کنا نخرج زکوٰۃ الفطر اذا کان فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صاعا من طعام اور جامع ترمذی اور مستدرک حاکم وغیرہ میں مدان من قمح بھی آیا ہے۔ روایات میں کچھ کلام ہے مگر متعدد روایات ہیں لہٰذا قوت حاصل ہے تو دو مد بھی جائز ہے۔ یعنی گیہوں کے اور ہر اناج کا ایک صاع فطرہ ہے صرف گیہوں کا نصف ہے اور قحط کی شرط نہیں مطلقاً جائز ہے ملاحظہ ہو نیل الاوطار وغیرہ۔ اور صاع نبوی کا پیمانہ میں نے خود وزن کیا ہے۔ جو ایک مد نبوی۔ گندم عمدہ پورے تین پاؤ کا ہے۔ اور جو گندم ذرا کمزور اور ہلکا ہے وہ تین پاؤ سے ذرا کم ہے۔ مگر ڈھائی سیر مطلقاً نہیں تین ہی صحیح ہے اور مسور، چنا، جو، جوار، مٹر، ماش وغیرہ غلے ہر ایک کا وزن ایک سا نہیں مختلف ہے۔ جو ۹ چھٹانک کا ایک مد ہے۔ جو ایک صاع سوا دو سیر ہے اور گیہوں پورے سیر کا ایک صاع۔

سوال: زید کا تجارتی کاروبار خراب ہو گیا۔ پوشیدنی زیور قابل زکوٰۃ موجود ہے۔ زید کی بیٹی۔ داماد۔ نواسہ، نواسی جملہ چھ نفر ایک دوسرے شہر سے بسبب ناداری و موجودہ گرانی کے زید کے پاس آگئے جن کی خورد و نوش کا زید متحمل نہیں ہو سکتا۔ زید چاہتا ہے کہ مذکورہ زیور کی زکوٰۃ سے غلہ خرید کر اور اس میں اپنی خوراک کا غلہ شامل کرکے اپنے داماد کے ساتھ خورد و نوش کرے تاکہ زید کا بوجھ ہلکا ہو جاوے لہٰذا کیا حکم ہے؟ (قاضی محمد صاحب سوداگر منڈلہ)

جواب: زکوٰۃ کے مال سے ایسے قریبوں کی مدد کرنا جائز ہے بلکہ ثواب زیادہ ہے مگر ان کا حصہ ان کے قبضے میں آکر بعد میں اپنا حصہ شامل کرکے کھانا پکوائے حتی المقدور اپنے حصے سے زیادہ دیا کرے تاکہ اشتباہ باقی نہ رہے۔ واللہ یعلم المفسد من المصلح۔ اللہ اعلم۔ (جلد ۴ نمبر ۳۹ اہلحدیث)

سوال: لڑکا اپنی زکوٰۃ، والدین کو کھانا کپڑا بنانے۔ قرض ادا کرنے کے لئے دے سکتا ہے یا نہیں؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب : قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ قُلْ مَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ اس آیت کے ماتحت ہر قسم کی خیرات ماں باپ اور قریبیوں کو جائز معلوم ہوتا ہے۔ مگر علماء کرام ماں باپ کو زکوٰۃ دینے سے مانع ہیں۔ (جلد ۱۴ - نمبر ۶۶)

شرفیہ : آیۃ مذکورہ فی الجواب علاوہ زکات کے ہے بحکم حدیث نبوی انت ومالک لابیک رواہ ابن ماجہ وطبرانی جامع صغیر سیوطی۔ وحدیث نبوی ان اطیب ما اکلتم من کسبکم وان اولادکم من کسبکم رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجۃ وفی روایۃ ابی داؤد الدارمی ان اطیب ما اکل الرجل من کسبہ وان ولدہ من کسبہ مشکوٰۃ صفحہ ۲۹۲ ثابت ہوا کہ بیٹے کا مال باپ کا مال ہے تو پھر اپنی زکوٰۃ آپ ہی کھائے گا۔ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

سوال : زکوٰۃ کے مال سے رمضان میں افطاری امیر وغریب کو مسجد میں روزانہ کھلا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب : زکوٰۃ کا مال عموماً غرباء ومساکین کے لیے ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاکِیْنِ الآیۃ۔ (جلد ۱۴ ع ۱۸ اہلحدیث)

شرفیہ : یہ جواب بالکل گول بے فائدہ ہے۔ صاف جواب یہ ہے کہ یہ صورت جائز نہیں زکوٰۃ صرف مستحقین کے لیے ہے۔

سوال : بقرعید کی نماز جو مولوی وحافظ پڑھاتے ہیں ان کو زکوٰۃ مدسے اجرت دے سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب : غریب طلباء کے وظائف دے سکتے ہیں۔ مدرسین کی تنخواہ میں نہیں دے سکتے۔ کیونکہ وہ معاوضہ ہے۔ مختصر یہ کہ غرباء پر خرچ کر سکتے ہیں۔ رشتہ دار ہو یا غیر رشتہ دار۔ (اہلحدیث جلد ۱۴ نمبر ۱۸)

سوال : زمین رہن کی جا سکتی ہے اگر جائز ہے تو عشر کس کے ذمہ ہوگا؟ (صوبہ دار ولی محمد خان۔ خریدار اخبار اہلحدیث)

جواب : بعض علماء کے نزدیک جائز ہے۔ جس کے قبضہ میں ہوگی وہی عشر ادا کرے گا۔ (ج ۳ نمبر ۲۸ اہلحدیث)

تشریح : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع مبین صورت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسئولہ ہیں کہ زید نے سو بیگہ زمین عمر کے پاس گرو رکھی اور عمر سے ہزار روپیہ قرض لیا باین شرط کہ سرکاری مالگذاری عمرو ادا کرتا رہے گا۔ اور زید کو بھی دس روپیہ زمین کا منافعہ دیا کرے۔ اب عمر کو اس زمین کی کاشت کرنا اور اس سے نفع اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ زمین کے کل صرفے عمر کو برداشت کرنا پڑتے ہیں، اور کبھی کبھی زمانہ قحط، یا سیلاب میں بجائے منافع کے عمر کو خسارہ اٹھانا پڑتا ہے۔ اگر عمر کو خسارہ اٹھانا پڑتا ہے۔ اگر عمر زمین سے منفعت نہ حاصل کرے تو زید علاوہ قرض ادا کرنے کے سرکاری لگان کا بھی بارکش ہوتا ہے اور ادائیگی قرض کا بھی ایسی صورت میں زید بالکل تباہ و برباد ہو جاتا ہے

www.KitaboSunnat.com

بینوا توجروا۔

الجواب: صحیح حدیث میں ہے کہ دودھ والے جانوروں کا دودھ اور سواری دینے والے جانوروں کی سواری کا فائدہ جس کے پاس وہ جانور گروی ہوں بوجہ اپنے نفقہ کے جو وہ اس پر کر رہا ہے نفع اٹھا سکتا ہے۔ اس پر قیاس کر کے بعض علماء نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ جب زمین کے کل اخراجات اس کے ذمہ ہوں جو رہن رکھتا ہے اور روپیہ دیتا ہے تو اسے زمین کا نفع بھی جائز ہے۔ بغرض جبکہ وہ چیز محتاج نفقہ ہو اور جملہ نفقات کا ذمہ دار رہن رکھنے والا ہو تو اپنے اس نفقہ کے عوض اس چیز سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ بعض صورتوں میں بعض وقت اسے نقصان بھی اٹھانا پڑتا ہے۔ پس علمائے کرام اس نفع کو قرض رقم کا بدلہ نہیں جانتے بلکہ اس نفقہ کے عوض کا نفع مانتے ہیں لہٰذا مندرجہ بالا صحیح حدیث پر قیاس کر کے اس کی حلت کے قائل ہیں[1] واللہ اعلم۔ (مولانا) محمد دہلوی (مرحوم) بقلم خود

جواب صحیح ہے۔ ابوالوفا ثناء اللہ کفاہ اللہ امرتسری

(مرسلہ مولانا عبدالرؤف صاحب مدظلہ) مفصل بحث کتاب البیوع میں ملاحظہ کیجیے۔

سوال: غریب اہلحدیث جماعت کے لوگ اس علاقہ میں صدقۃ الفطر ایک جگہ جمع کرتے ہیں یعنی یہ لوگ دھان چاول پیسہ وغیرہ ایک جگہ جمع کر کے تقسیم کرتے ہیں۔ ایک سال یہ

---

[1] بہتر یہ ہے کہ زمین مرہونہ کا گاؤں کے دستور کے موافق محصول مقرر کر دے اس صورت میں تمام شبہات سے محفوظ ہو جائیگا۔ (محمد حسین میرٹھی خطیب مسجد لاکھی نڑیاد)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگ صدقۃ الفطر سے اپنے گاؤں کے محلہ کی جامع مسجد بنانا چاہتے ہیں اور اسی وجہ سے وہ مال بند کر رکھا ہے۔ آیا اس مال سے محلہ کی جامع مسجد بنانا جائز ہے یا کہ نہیں؟ یا مال مذکور سے امام مسجد کو کچھ حصہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

(سعید الرحمٰن نذیری - بگوڑ - بنگال)

جواب: مسجد نہیں بنا سکتے - یہ غربا و مساکین کا حق ہے اگر امام مسجد غریب مسکین ہے تو لے سکتا ہے - اللہ اعلم! (اہلحدیث جلد ۴۳ نمبر ۱۹)

سوال: زید نے مبلغ دو صد روپے سے تجارت کپڑا شروع کی - ایک سال کے اندر منافع سے کچھ زمین خرید کیا اور اب موجودہ مال از قسم کپڑا اور کچھ نقدی ہے اس میں زکوٰۃ نکالنے کی کیا صورت ہے

جواب: سارے مال کا تجارتی اصول سے چٹھا بنا لیں اور جو نقدی ہے اس کو بھی اس میں ملا کر چالیسواں حصہ زکوٰۃ ادا کر دی جائے زمین اگر مزروعہ ہے تو عشر اور نصف عشر ادا کریں۔ (اہلحدیث ج ۴۳ نمبر ۳۵)

سوال: زکوٰۃ راس المال یعنی پونجی پر ہے یا منافع پر مثلاً زید نے پانچ ہزار روپے سے تجارت کی۔ ایک سال گذرنے پر اس کو ایک ہزار منافع ہوا اور دوسرے سال چھ ہزار سے تجارت کی تو سال گذرنے پر پھر ایک ہزار منافع ہوا تو پہلے سال اور دوسرے سال کتنے روپے کی زکوٰۃ ادا کرے اسی صورت سے تیسرے سال سات ہزار سے تجارت شروع کی تو سال ختم ہونے پر اس کو کچھ فائدہ نہیں ہوا تو وہ زکوٰۃ دے گا یا نہیں۔

(سکرٹری انجمن فلاح المسلمین گریڈیہ)

جواب: زکوٰۃ اصل مال پر ہے جس پر پورا سال گذرا ہو۔ صورت مرقومہ میں پہلے سال پانچ ہزار کی زکوٰۃ واجب ہوگی اور دوسرے سال چھ ہزار کی۔ نفع بعد وصول آئندہ سال میں محسوب ہوگا۔ چونکہ زکوٰۃ اصل مال پر از قسم عبادت ہے اس لئے جس سال نفع نہیں ہوا اس سال بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (اہلحدیث ۲۰ رمضان ۱۳۵۰ھ)

سوال: موجودہ زمانہ میں جو انکم ٹیکس جبریہ وصول کیا جا رہا ہے یہ انکم ٹیکس اگر کوئی شخص زکوٰۃ سے ادا کرے تو جائز ہوگا - کیونکہ زمانہ رسالت میں یہ ٹیکس نہیں تھا۔ (سائل مذکور)

جواب: زکوٰۃ کے مصارف قرآن شریف نے خود بتائے ہیں اور اِنَّمَا الصَّدَقَا

www.KitaboSunnat.com

لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِينَ الآية" چونکہ انکم ٹیکس کے مصارف وہ نہیں بلکہ بہت سے مصرف شرعاً ناجائز بھی ہیں۔ اس لیے زکوٰۃ اس میں محسوب نہ ہوگی۔ (۱۰ رمضان ۱۳۵۱ھ)

تشریح: زکوٰۃ آٹھ قسم کے آدمیوں پر تقسیم کرنے کا حکم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللهِ (سورہ توبہ رکوع ۷) یعنی زکوٰۃ فقیروں کے لئے ہے اور مسکینوں کے لئے ہے اور ان لوگوں کے لئے ہے جو اس پر عامل ہوں اور مؤلفۃ القلوب کے لئے ہے اور گردن چھڑانے کے لئے ہے اور قرضداروں کے لئے ہے اور اللہ کی راہ میں صرف کرنے کے لئے ہے اور مسافر کے لئے ہے الی آخرہ۔

(حررہ عبدالعزیز عفی عنہ۔ فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۴۹۱)

سوال: زید کاشتکار ہے۔ زمیندار کی بھینٹی۔ بیگار رسی حق حکومت اور لگان وغیرہ میں سالانہ صرفہ جو زید کا ہوا کرتا ہے وہ پیداوار کے دسویں حصہ سے کسی طرح کم نہیں بلکہ زیادہ ہوا کرتا ہے۔ البتہ فصل آسمانی بارش یا اس تالاب سے آبپاشی پر ہو جاتی ہے جو زمیندار کی طرف سے رعایا کی زمین کی آبپاشی کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ آبپاشی پر کوئی رقم زید کی نہیں لگتی ایسی حالت میں زید پر زکوٰۃ پیداوار کا دسواں حصہ لگے یا بیسواں یا نہیں؟ (سائل بندۂ خدا)

جواب: تالاب سے کھیت تک پانی پہنچانے پر بھی خرچ ہوتا ہوگا وہ خرچ اگر زمیندار کرتا ہے تو کاشتکار پر پیداوار کا بیسواں حصہ ہے اور اگر کاشتکار پر ہے تو بیسواں حصہ میں بھی تخفیف ہوگی۔ (اہلحدیث ۲۵ رجب ۱۳۵۱ھ)

تشریح: مالک زمین کو بٹائی کے طور پر غلہ ملا ہے اگر بقدر نصاب ہے تو اس میں عشر یا نصف عشر واجب ہے اس طرح اگر بٹائی پر لینے والے مسلم کسان کا حصہ تقسیم کے بعد بقدر نصاب ہے تو اس پر بھی عشر واجب۔ اعتبار بقدر نصاب پیداوار کے مالک ہونے کا ہے زمین کی ملکیت کا اعتبار نہیں ہے۔ خیبر کی زمین کے مالک صحابہ رضی اپنے حصوں کی پیداوار کا عشر نکالا کرتے تھے۔ اگر کوئی شخص اپنی زمین کسی کو نقدی پر دیتا ہے تو اس نقدی میں وصولی کے وقت سے دوران حول کے بعد زکوٰۃ واجب ہوگی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مالک غلہ پر عشر بشرطیکہ وہ مسلم ہو۔ واللہ اعلم۔ (۲۴ اگست ۱۹۵۱ء)

کتبہ عبید اللہ رحمانی۔ (مرسلہ مولانا عبد الرؤف جھنڈے نگری)

سوال: بکر بھی کاشتکار ہے اور سالانہ صرفہ مثل زید اس کو بھی ہوا کرتا ہے۔ مگر زید کی طرح بکر کی زمین ایسی نہیں جو صرف آسمانی بارش سے کام چل سکے۔ نیز زمینداروں کی طرف سے کوئی تالاب بھی نہیں جو بکر کی کھیتی آبپاشی بلا صرفہ ہو سکے۔ اس غرض سے کہ بکر اپنی زمین کی آبپاشی کر سکے ایک تالاب بصرف زر کثیر تیار کرایا ہے اور اسی تالاب سے اس کی زمین کی آبپاشی ہوتی ہے کیا بکر کو بھی زکوٰۃ ادا کرنی پڑے گی۔ اگر کرنی پڑے گی تو کتنی؟

(سائل مذکور)

جواب: زمیندار کا حصہ خرچ آبپاشی کی وجہ سے چالیسواں حصہ ان شاء اللہ کافی ہوگا عرصہ سے اہلحدیث میں یہ فتویٰ چھپ رہا ہے بحکم یسرا ولا تعسرا۔

(اہلحدیث ۲۵ رجب ۱۳۵۱ھ)

سوال: عمرو کسی مہاجن کا مقروض ہے۔ سوا کاشتکاری اور کوئی ذریعہ معاش واداے قرض کا نہیں رکھتا۔ ایسی حالت میں عمرو پر عشر یا بیسواں حصہ فرض ہو سکتا ہے۔

(سائل مذکور)

جواب: پیداوار زمین پر جو واجب ہے اس میں قرض کا حساب نہیں ہوتا بلکہ مما اخرجنا لکم خدا کی پیدا کی ہوئی کھیتی سے دینا واجب ہے (اہلحدیث ۱۵ رجب ۱۳۵۱ھ)

سوال: کاشتکاروں کو عموماً تخم ریزی وغیرہ میں اگر سو من خرچ ہوا تو تقریباً چار سو من پیدا وار آتا ہے۔ کیا عشر چار سو من کا دینا ہوگا یا تین سو من کا؟ (ایضاً)

جواب: جواب اوپر ہو چکا کہ پیداوار میں سے دینا ہوگا۔ دانہ کا حساب نہیں (ایضاً)

سوال: مقامی بیت المال سے عموماً بیرونی مسافر فقراء اور مساکین کی امداد ہوا کرتی ہے اور بستی کے غریب اور مستحق امداد ہمسایہ اور رشتہ دار محروم رہ جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں زکوٰۃ و عشر وغیرہ بیت المال میں نہ دے کر غریب ہمسایوں اور مستحق رشتہ داروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب: حدیث شریف میں ہے توخذ من اغنیائھم وترد الی فقرائھم اغنیاء سے لیا جائے تو دہیں کے فقراء پر خرچ کیا جائے۔ اس حدیث کے موافق مقامی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مساکین کا حق مقدم ہے۔ (اہلحدیث ۲۵ رجب ۱۳۵۰ھ)

سوال : زید مفلس و نادار ہے عید الفطر کے موقع پر اپنے اہل و عیال کی خاطر کہیں سے اُدھار اٹھا کر نئے کپڑے حلوا وغیرہ تیار کرتا ہے اور صدقۃ الفطر ادا کرنے سے اپنی ناداری ظاہر کرتا ہے اب اگر زید کو مجبور و تنگ کر کے صدقہ فطر وصول کیا جائے تو جائز یا ناجائز۔

(ثناء الرحمٰن از ہزارہ)

جواب : جبراً کسی سے وصول کرنا جائز نہیں ہے لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔ (اہلحدیث ۸ مارچ ۱۹۲۶ء)

سوال : زکوٰۃ عشر کا کتنا نصاب ہے۔ خرچ معاملہ حصہ ادا کرنے کے بعد نکالنا چاہیئے ؟

جواب ؛ زکوٰۃ کا نصاب ہر مال پر الگ الگ ہے۔ چاندی کا الگ۔ سونے کا الگ۔ اسی طرح غلہ کا عشر بھی ہر جنس کا الگ الگ ہے۔ عشر یا نصف عشر سارے مال سے نکلے گا۔ خرچ کا لحاظ کر کے اس میں کمی جائز ہے۔ مگر نکلے گی سارے سے بحکم اٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ۔ یعنی کاٹنے کے روز خدا کا حق ادا کیا کرو۔ واللہ اعلم (اہلحدیث یکم فروری ۱۹۲۶ء)

نصاب زکوٰۃ غلہ میں پانچ وسق پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے اور وسق ۱۲ من ۲۷½ سیر کا ہوتا ہے کیونکہ ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور صاع ۲۲۴ تولے (۶ تولے کم ۳ سیر) کا ہوتا ہے۔ پس "وسق" (۵ / ۱۷½ سیر) چار من ۱۵½ سیر کا ہوا "اوقیہ" ۴۰ درم کا ہوتا ہے۔ اور "درم" ۱۴ قیراط (۳½ ماشے) کا ہوتا ہے اور "قیراط" ۵ جو کا ہوتا ہے ــــ "دینار" ۲۴½ ماشوں کا ہوتا ہے۔ اور ۲۰ دینار ۷½ ساڑھے سات تولے سونے پر) چالیسواں حصہ (نصف دینار) زکوٰۃ فرض ہے۔ علی ہذا ۵۲½ تولہ چاندی پر چالیسواں حصہ زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔ البتہ زیورات کی زکوٰۃ میں محدثین کا بڑا اختلاف ہے۔ احوط و افضل یہ ہے کہ دیدیا جائے۔ ہاں مال یتیم میں راجح یہ ہے کہ زکوٰۃ نہیں ہے۔ (نوٹ) پیشگی زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

فقیر وہ ہے کہ اس کے پاس بالکل ہی کوئی خوراک نہ ہو۔ مسکین وہ ہے کہ اس کے پاس وقت دو وقت کی خوراک موجود۔

(از حضرت مولانا عبد اللہ صاحب عقیل مؤی نور توحید لکھنو ۱۰ جون ۱۹۳۲ء)

سوال : زید کے پاس زمین مال مویشی پیداوار زمینداری زیورات وغیرہ ملکیت میں ہیں اور اس پر قرضہ بھی ہے۔ اگر زمین (غیر متحرک ملکیت) علیحدہ کر دی جائے تو قرضہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادہ ہو جاتا ہے اگر زمین ساتھ ملائی جاتی ہے تو ملکیت زیادہ ہو جاتی ہے۔ کیا ایسی حالت میں زید پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟ (علی محمد خان افغان خریدار)

جواب: بہتر یہی ہے کہ زمین کو الگ رکھ کر اس کی زکوٰۃ عشر یا نصف عشر ادا کی جائے باقی کو قرضہ میں محسوب کر لو یا جو مناسب سمجھو ایسے امور کے متعلق حدیث شریف میں آیا ہے استفت قلبک اپنے دل سے فتویٰ پوچھ لو۔ واللہ اعلم۔ (اہلحدیث ۱۹ جون ۱۹۴۵ء)

سوال: جس زمین کی پیداوار آب پاشی کے ذریعہ ہوتی ہے اس کا عشر دسواں حصہ ہے تو بجائے آبپاشی کے زمین میں کھاد خرید کر دیا جائے۔ جو خرچہ آبپاشی سے بہت زیادہ پڑتا ہے اور مالگذاری بھی لگتی ہو تو اس کا عشر کس حساب سے لگے گا۔

(شیخ عبدالغفار از واٹ گنج ضلع چمپارن)

جواب: کھاد کا خرچ ہے تو نفع بھی ہے جو برابر ہو جاتا ہے اس لئے کھاد کے خرچ سے زکوٰۃ اراضی میں فرق نہیں آئے گا۔ البتہ سرکاری معاملہ کا لحاظ رکھا جائے گا۔

(اہلحدیث ۲۹ جون ۱۹۴۶ء)

تشریح: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زمین خراجی میں عشر لازم ہے یا نہ۔

الجواب: یہ مسئلہ معارک عظیمہ سے ہے امام مالکؒ و امام شافعیؒ و امام احمدؒ کا یہ مذہب ہے کہ دونوں لازم ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں سوائے خراج کے اور کچھ لازم نہیں چنانچہ ہدایہ میں ہے ولا عشر فی الخارج من ارض الخراج الی قولہ زمین خراجی میں عشر لازم نہیں ہذا واللہ اعلم۔ حررہ محمد عبدالحق ملتانی سید محمد نذیر حسین ہو الموفق۔ واضح ہو کہ ہر زمین کی پیداوار میں عشر یا نصف عشر جیسی صورت ہو لازم ہے۔ بشرطیکہ مالک پیداوار مسلمان۔ اور پیداوار نصاب کو پہنچی ہو خواہ زمین خراجی ہو یا عشری اور خواہ زمین کا مالک پیداوار کی مملوک ہو یا نہ ہو ہر حالت میں عشر یا نصف عشر لازم ہے الی آخرہ۔

(کتبہ محمد عبدالرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۵۵۴)

الجواب: خراجی زمین وہ ہوتی ہے اور خراج اسے کہتے ہیں جو مسلمان بادشاہ اپنی کافر رعایا سے لے۔ لہٰذا ہندوستان میں کوئی زمین خراجی نہیں۔ جن زمینوں پر سرکاری ٹیکس ہے ان کی پیداوار پر عشر و نصف عشر فرض ہے۔ جملہ اقسام کے اناج پر عشر واجب ہے۔

(مولانا) محمد (مرحوم) مدرس مدرسہ محمدیہ اجمیری دروازہ دہلی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو زمینیں کرایہ پر دی جاتی تھیں ان سے بھی عشر لیا جاتا تھا یہ فتوی بالکل غلط ہے کہ آجکل کی ہندوستانی زمینوں پر بوجہ سرکاری ٹیکس کے زکوٰۃ نہیں۔ اگر یہ مان لیا جائے تو بیوپار پر بھی سرکاری ٹیکس بنام انکم ٹیکس لگا ہوا ہے تو چاہیے کہ اس میں سے بھی زکوٰۃ نہ دی جائے پھر تو ہندوستانیوں کو اس فرض کی ادائیگی سے براہ راست سبکدوشی ہو جائے گی اور اس سے بدتر غلطی اور کیا ہو سکتی ہے۔ غرض ہر زمیندار اپنی پیداوار اناج زکوٰۃ جب وہ نصاب کو پہنچ جائے مطابق شرع مستحقین زکوٰۃ کو دے دیا کرے حیلے حوالوں سے فرض خداوندی کو ترک کر کے خدا کا گنہگار نہ بنے واللہ اعلم۔ (مولانا) محمد مدرس مدرسہ محمدیہ گوندلانوالہ پنجاب بقلم خود

جواب صحیح ہے۔ سید التواب علی گڑھی۔

جواب صحیح ہے۔ زمین اگر بارانی ہے تو نصف عشر۔ اگر چاہی یا نہری ہے تو اور بھی کم ہو سکتا ہے۔ اللہ اعلم۔ (ابوالوفاء ثناء اللہ کفاہ اللہ امرتسری)

(مرسلہ مولانا عبدالرؤف صاحب جھنڈے نگری دام فیضہ)

سوال: غنی (جو کہ زکوٰۃ دینے کے لائق ہو) صدقہ۔ خیرات۔ خدا کے نام پر دی ہوئی نیاز وغیرہ شرعاً لے اور کھا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: زکوٰۃ خاص اُن لوگوں کے لئے ہے جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ الآیۃ شخص مذکور کو دینا یا کھانا جائز نہیں۔ (اہلحدیث ۲۰ اپریل ۱۹۳۵ء)

سوال: ایک شخص دانستہ حرام روزگار کر رہا ہے۔ مثلاً سود۔ ڈاکہ لوگوں کو دھوکہ دے کر پیسہ کما رہا ہے اور کچھ روپیہ اس نے اس روزگار سے جمع بھی کیا ہے۔ اگر وہ اب ایسے کاموں سے توبہ کرے تو کیا اُس کا تمام مال حلال ہو جائے گا۔ وہ اس مال سے حج زکوٰۃ وغیرہ ادا کر سکتا ہے اگر نہیں تو وہ اس مال کو کس مد میں خرچ کرے؟

(ابو کیندرہ پاڑہ)

جواب: حرام دو قسم پر ہے ایک کا حصول بالرضا ہوتا ہے جیسے زنا کی اُجرت۔ جوئے کا نفع وغیرہ۔ دوسرا بالجبر جیسے چوری ڈاکہ وغیرہ۔ پہلی قسم کے متعلق بعض علماء کا عقیدہ ہے کہ توبہ کے بعد حلال ہو جاتا ہے۔ اور دوسری قسم کے متعلق نہیں اس کو یا تو اصل مالکوں تک پہنچائے اگر یہ محال یا مشکل ہو تو ان کی طرف سے کسی کار خیر میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگا دے لیکن یہ وصیت لکھ رکھے کہ فلاں فلاں اشخاص جن کا یہ مال ہے اگر آجائیں تو میرے وارث ان کو ادا کر دیں۔ (اہلحدیث ۴ مئی ۱۹۴۵ء)

شرفیہ: پہلی قسم کے متعلق بعض علماء کا عقیدہ بالکل باطل ہے۔ قطعاً حرام ہے۔ حلت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: ایک امیر اپنے خرچ سے مسجد تعمیر کر رہا تھا۔ سیمنٹ کی ضرورت تھی۔ زید نے کہا مجھے آپ رقم دیدیجئے۔ زید نے امیر سے رقم لے کر عمر کو دے دی عمر نے وعدہ کیا کہ میں ۵ ہفتہ میں سیمنٹ مہیا کر دوں گا۔ اب دو ماہ گزر چکے ہیں عمر غائب ہے۔ امیر مذکور زید سے رقم کا مطالبہ کرتا ہے۔ زید غریب ہے ایسی صورت میں امیر مصرف زکوٰۃ میں یہ رقم شمار کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: مقروض سے قرض ادا نہ ہو سکے تو اس کے قرضے کو زکوٰۃ میں مجرا کر لینا جائز ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔ أَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ۔ اللہ اعلم (اہلحدیث ۲۰ اکتوبر ۱۹۴۴ء)

سوال: دنیا میں حرفت پیشہ لوگ مثلاً درزی وغیرہ سال بھر میں ہزاروں روپے پیدا کرتے ہیں، اس میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

جواب: خرچ کرنے کے بعد جتنا روپیہ بچ رہے اور سال اس پہ گزر جائے تو زکوٰۃ واجب ہو گی۔ اگر آمد و خرچ برابر ہے یعنی جتنی آمدنی ہوئی اتنا ہی خرچ ہو گیا تو پھر زکوٰۃ کس چیز پر۔ اللہ اعلم۔ (اہلحدیث ۸ مئی ۱۹۴۵ء)

سوال: عشر زکوٰۃ، دیگر صدقات وغیرہ سے اسلامی لٹریچر خرید کر پبلک میں شرعاً شائع کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ (شیخ کمال الدین از جہلم)

جواب: اسلامی لٹریچر زکوٰۃ کے مال سے خرید کر بغرض تبلیغ نادار لوگوں کو دینا جائز ہے۔ باقی مصارف قرآن مجید میں اس آیت میں ملتے ہیں۔ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ الآیۃ۔ (اہلحدیث ۸ جون ۱۹۴۵ء)

سوال: پنجاب کی نہری آبادی والی زمین کی پیداوار میں سے شرعاً کتنا عشر نکالنے کا حکم ہے نیز بٹائی اور ٹھیکہ پر کاشت کرنے والے کاشتکار کتنا عشر نکالیں۔ نیز نکالے ہوئے عشر کو کس کس جگہ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ (احمد سرور جالندھری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: شریعت نے زمیندار کی مئونت کا بہت لحاظ رکھا ہے۔ اسی لئے بارانی زمینوں کی بہ نسبت چاہی زمینوں کا عشر نصف کر دیا ہے۔ اسی طرح سرکاری معاملہ ادا کیا نہ کا لحاظ رکھ کر زمینداروں کی مئونت پر مزید نظر کرنی چاہیے۔ یعنی بجائے بیسویں حصے کے تیسواں حصہ بھی دید یا کریں تو انشاء اللہ قبول ہو جائے گا۔ زمین کی پیداوار کے مصارف وہی ہیں جو قرآن مجید میں ارشاد ہیں۔ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ الآیۃ۔

(اہلحدیث ۱۵ جون ۱۹۴۵ء)

سوال: چرم قربانی یا زکوٰۃ سے مرمت مسجد یا مسجد کا کنواں تعمیر کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(عبدالرحمٰن باڑی)

جواب: چرم قربانی یہ خالص غرباء و مساکین کا حق ہے۔ اس میں کسی کو دخل نہیں۔ ہاں زکوٰۃ کے متعلق ایک قول ملتا ہے کہ مسجد میں لگانا جائز ہے۔ لیکن متعلقین مسجد کو ایسا بہانہ بنا کر زکوٰۃ کا روپیہ نہیں لگانا چاہیے۔ اپنی گرہ سے خرچ کریں (اہلحدیث ۲۲ نومبر ۱۹۴۶ء)

سوال: ایک شخص نے مسجد کی زمین دبالی ہے۔ زمین کی واپسی کے لئے مقدمہ دائر کر دیا ہے اس مقدمہ پر زکوٰۃ یا چرم قربانی سے خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: چرم قربانی اور زکوٰۃ خیرات یہ مساکین کا حق ہے۔ مقدمہ بازی کے لئے چندہ علیحدہ ہونا چاہیے۔ (اہلحدیث ۲۲ نومبر ۱۹۴۶ء)

سوال: زید کے پاس رمضان ۱۳۶۰ھ میں مبلغ پانچسو روپے تھے رمضان ۱۳۶۱ھ میں زید نے اس کی زکوٰۃ نکال دی۔ اور اس روپیہ کو اس نے تجارت میں لگا دیا۔ رمضان ۱۳۶۲ھ تک زید کے پاس ایک ہزار روپیہ ہوگیا۔ اب زکوٰۃ کتنے روپیوں کی ہے حالانکہ پانچ سو روپے سال تمام میں رفتہ رفتہ مل کر ایک ہزار ہوا ہے۔ (محمد عثمان خریدار)

جواب: صورت مرقومہ چھ ماہ اوپر بڑھا کر پورے سال کی زکوٰۃ نکال دے واللہ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ (اہلحدیث ۲۳ نومبر ۱۹۴۶ء)

سوال: کیا روپے کی زکوٰۃ پورا سال گذر جانے پر ہے یا چند ماہ گذرنے پر (سائل مذکور)

جواب: زکوٰۃ سال کے بعد ادا کرنی واجب ہوتی ہے اگر پہلے بھی ادا کر دی جائے تو جائز ہے۔ (اہلحدیث ۲۲ نومبر ۱۹۴۶ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح: کیا رمضان المبارک میں عائد ہونے والی زکوٰۃ کو اگر کوئی شخص جماعتی ضروریات کے تحت پیشگی دیدے تو اس سے زکوٰۃ ادا ہو سکتی ہے یا دوبارہ دینا ہوگا۔ (عبد الرؤف از جھنڈا نگری)

جواب: صورت مسئولہ میں زکوٰۃ کی ادائیگی صحیح ہو جائے گی دوبارہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ دوران حول یعنی وجوب ادا سے پہلے زکوٰۃ کا ادا کر دینا شرعاً جائز اور درست ہے حضرت عباس رضی اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سال کی زکوٰۃ پیشگی لے لی تھی۔ پھر دوبارہ نہیں لی۔ عن علی ان العباس بن عبد المطلب سال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی تعجیل صدقة قبل ان تحل فرخص له فی ذالك رواه احمد وترمذی وابو داؤد وابن ماجه وغیرهم ورواه البیهقی عن علی بلفظه ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انا کنا احتجنا فاسلفنا العباس صدقة عامین رجاله ثقات الا ان فیه انقطاعا وروی نحوه ابو داؤد الطیالسی من حدیث ابی رافع والطبرانی من حدیث ابن مسعود والبزار من حدیث موسی بن طلحة عن ابیه والدار قطنی من حدیث ابن عباس وهذه الاحادیث تدل علی انه یجوز تعجیل الزکاة قبل الحول والیه ذهب الشافعی واحمد وابو حنیفة وهو الحق والله اعلم۔ کتبه عبد اللہ الرحمانی المبارکفوری ۶ شوال ۱۳۷۰ھ من الهجرة۔

بروایت مولانا عبد الرؤف صاحب صاحب نصاب کو زکوٰۃ پیشگی ادا کر دینا جائز ہے والله اعلم۔ مسعود احمد نائب مفتی دار العلوم دیوبند ۲۱/۱۱/ ھ

الجواب صحیح سید احمد علی سعید نائب مفتی دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح محمد اعزاز علی غفرلہ ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۷۰ھ

زکوٰۃ نکالنے کے لئے رمضان شریف شرعاً مخصوص نہیں قرن اولیٰ میں رجب کے ماہ میں اکثر نکالتے تھے۔ چنانچہ موطا مالک وغیرہ سے ظاہر ہے زکوٰۃ کے لئے حال علیها الحول شرط ہے وہ باعتبار اشخاص مختلف ہے۔ اس آخری زمانہ میں تو عوام میں صرف اللہ میاں رمضان ہی میں نزول اجلال فرماتے ہیں گویا زکوٰۃ اسی ماہ میں ادا کرنا لازمی امر ہے۔ خیر خیرات بھی اسی ماہ سے مخصوص۔ رسول کریم اس ماہ میں ریح مرسلہ سے زیادہ سخی ہوتے یہ تو نوافل صدقات سے صحیح سخی انسان ہوتا ہے۔ فرائض الٰہی سے اخراج سے سخی کہلانے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ہرگز مستحق نہیں ہو سکتا۔ اس احداث فی الدین نے دوسرے صدقات کے راستے بند کر دیئے۔ رمضان میں اگر خیر خیرات ہو تو اس مال خدائی سے۔ مثل حلوائی کی دکان پر نانا جی کی فاتحہ۔ خدا کا مال دے کر سخی کہلانا ان لوگوں سے سیکھے۔ بعضے تو صدقہ فطر نکال کر مٹھی مٹھی اناج کی بھی خیرات کرتے ہیں۔ اسلام نے مال زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیا ہے روکنے کا حکم نہیں دیا۔ صرف ذخیرہ بیت المال ہی میں امام وقت کرا سکتا ہے۔ لوگوں کو جمع رکھنے کا حکم نہیں انہیں تو اس کے مصرف میں صرف ہی کر دینا چاہیئے اسی نے زکوٰۃ دی۔

ابو عبدالکبیر عبدالجلیل سامرودی۔ مورخہ ۱۲ فروری ۵۲ء

(بروایت مولانا عبدالرؤف۔ جھنڈے نگری)

سوال: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جو روپیہ تجارت میں نہیں ہے بلکہ علیحدہ رکھا ہوا ہے اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ (سائل مذکور)

جواب: یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ (اہلحدیث ۲۲ نومبر ۱۹۴۶ء)

سوال: ایک شخص کی جائداد دس ہزار روپے کی ہے اور سالانہ آمدنی صرف دو سو روپیہ ہے تو زکوٰۃ کتنے روپے کی نکالے؟ (سائل مذکور)

جواب: جائداد سے مراد اگر مکانات برائے کرایہ ہیں تو ان کے کرایہ سے عشر یا نصف عشر زمین کے حساب سے نکالے اور اگر اراضی مزروعہ مراد ہے تو اس سے بھی نصف عشر نکالا جائے۔ (اہلحدیث ۲۲ نومبر ۱۹۴۶ء)

شرفیہ: مکانوں کے کرایہ وصول کرنے کے بعد جب اس کرایہ پر بعد نصاب سال گذرے تب زکوٰۃ چالیسواں حصہ ہے عشر نصف عشر نہیں ہے اور زمین پر قیاس صحیح نہیں۔ اس لئے کہ عہد نبوی میں بعض زبیر بن عوام وغیرہ کی جائداد مکانات تھے۔ کما فی صحیح البخاری مگر ان پر عشر یا نصف عشر ثابت نہیں اور نہ ہی یہ قیاس صحابہ یا تابعین وغیرہ سلف سے ثابت ہے اور اراضی مزروعہ کا نصف عشر تا وقتیکہ تفصیل نہ ہو صحیح نہیں۔

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

مذاکرہ علمیہ در بارہ زکوٰۃ مکانہائے کرایہ	ایک شخص کے بمبئی یا کلکتہ جیسے شہر میں چند مکانات علاوہ مکان سکونت ہیں جن میں کرایہ دار رہتے ہیں۔ اس شخص کو ان مکانوں کے کرایہ کی کافی آمدنی ہے۔ وہ مکانات بھی ہزار دس ہزار روپیہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خرچ کرکے بنائے گئے ہیں اب بھی اگر فروخت کیے جائیں تو بڑی قیمت کو فروخت ہوں۔ سوال یہ درپیش ہے کہ وہ شخص ان مکانوں کی اصلی قیمت کی یا اس کی آمدنی کی کیونکہ زکوٰۃ دے زکوٰۃ سے بڑی ہے۔ یا مثل اور آمدنیوں کے جو خرچ سے بچے سال میں اگر اس پر نصاب صادق ہو تو چالیسواں حصہ نکال دے اور نصاب روپے کے حساب سے چاندی کا قرار پائے۔

علامہ ابوالوفاء صاحب نے اہلحدیث مطبوعہ ۸ مئی ۱۹۱۲ء میں زیر عنوان "فتاویٰ نمبری ۲۲۳۷ (اخبار میں غلطی سے نمبر ۳ چھپ گیا ہے۔) تحریر فرمایا ہے کہ کرایہ کے مکانات کو مثل اراضی مزروعہ کے سمجھ کر بلحاظ شکست وریخت بیسواں حصہ سالانہ آمدنی کا زکوٰۃ دینا چاہیے"۔

اگرچہ علامہ موصوف نے اپنی رائے مطابق کرایہ کے مکانوں کو زمین مزروعہ پر قیاس کیا ہے اور جس زمین میں آسمانی پانی سے زراعت تیار نہیں ہوتی۔ بلکہ نہر سے یا کوئیں سے پلا کر کام لیا جاتا ہے۔ اس زمین کے حساب پر بیسواں حصہ دینے کا فتویٰ دیا ہے تاہم سائلین کی پوری تشفی نہیں ہوئی۔

علامہ موصوف کے اس افتاء پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ آیا یہ قیاس صحیح ہے جہاں تک غور کیا جاتا ہے یہ قیاس قیاس مع الفارق نظر آتا ہے۔ علت مشترکہ جامع کا پتہ نہیں کہاں زراعت کہاں مکان کا کرایہ (۱) زراعت میں ہر سال آمدنی قبل از فصل معدوم اور موہوم ہوتی ہے۔ خواہ کھیت ہوں یا نخیل وانگور وغیرہ بخلاف مکانات کے کرایہ دو چار سال کا پیشتر وصول ہو جاتا ہے اور یہ شرعاً جائز ہے (۲) و نیز مکانات کے کرایہ کی آمدنی یکساں بیس پچیس سال تک بلکہ مدتوں چلی جاتی ہے کوئی تغیر نہیں ہوتا اور بخلاف زراعت زمین مزروعہ فصل کے کہ ہر سال نیا احتمال ہوتا ہے کبھی قلیل کبھی متوسط کبھی خوب زائد کبھی بالکل خالی۔ غرض کیف ما اتفق ان وجوہات سے کرایہ مکانات کو عشری زمین پر یا زراعت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے ہاں نقدی کے ساتھ مشابہت اس طرح ہو سکتی ہے کہ گویا کرایہ کے روپے نقد رکھے ہوئے ہیں سال کے خرچ سے جو بچیں گے اور نصاب تک پہونچیں گے تو اس میں اسی حساب سے زکوٰۃ فرض ہوگی اور نقد ہونے کی وجہ سے چاندی کا نصاب قرار دیا جائے گا اس لئے چالیسواں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصہ زکوٰۃ نکالنا ہوگا۔ میں اُمید رکھتا ہوں کہ شیخ الاساتذہ جناب مولانا حافظ عبد اللہ صاحب دام ظلہ العالی اس مسئلہ میں اپنی رائے سے مطلع فرمائیں گے۔ ونیز دیگر اہل علم اپنی رائے سے مطلع فرمائیں۔ رائے کے ساتھ دلیل بھی ہو تو علیٰ مقصود ہے۔

(عبد السلام مبارکپوری از صادق پور پٹنہ)

(ایڈیٹر) بیشک اہل علم کی توجہ اس طرف ضروری ہے اخبار اہل حدیث کا وجود ان معنے سے ایک علمی مجلس کا کام دیتا ہے اہل علم اگر اس مجلس میں خود ہی شریک نہ ہوں تو کسی غلط مسئلہ سے (جو بصورت عدم شرکت ان کے) صادر ہو جائے گا ان کو بھی حصہ رسدی گناہ ہوگا (۲۳-۳۰ رمضان ۱۳۳۰ھ)

سوال: ایک آدمی کوئی جائداد خرید کر فی سبیل اللہ وقف کر دینا چاہتا ہے اور اس کی ماہانہ آمدنی کو اپنے ہاں کے فقراء سے مدینہ منورہ کے فقراء پر صرف کرنا زیادہ افضل سمجھتا ہے کیا کسی حکم شرعی سے مدینہ منورہ کے مساکین پر صرف کرنا زیادہ افضل سمجھا جا سکتا ہے یا ان دونوں میں کس جگہ خرچ کرنا زیادہ بہتر وافضل ہے۔ شخص مذکور نماز مسجد نبوی کے ثواب اور فضیلت سے استدلال کرتا ہے۔ (ایک خریدار)

جواب: حدیث میں آیا ہے **توخذ من اغنیا ئھم وترد الی فقرائھم** یہ حدیث بتا رہی ہے کہ صدقات خیرات میں اہل وطن کا حق مقدم ہے۔ سائل مذکور کا مسجد نبوی میں نماز کی فضیلت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص حج کو جائے اور وہاں محتاجوں پر خرچ کرے اور مسجد نبوی میں نماز پڑھے تو دونوں فعلوں کا ثواب مزید ہے لیکن یہاں محتاجوں کو چھوڑ کر وہاں بھیجنا غور طلب ہے۔ ہاں اگر علم ہو کہ وہاں احتیاج زیادہ ہے تو یہاں محتاجوں کا حق ادا کر کے مزید وہاں بھیجنا بیشک زیادہ ثواب کا موجب ہے ورنہ عام قانون وہی ہے جو حدیث مذکور میں ہے۔

(اہلحدیث ۷ جولائی ۱۹۴۴ء)

سوال: دھان چاول وغیرہ سب چیزوں کی قیمت گراں ہے۔ اکثر آدمی بھوکے سہتے رہتے قریب المرگ ہو گئے صدقہ خیرات کرنا تو درکنار جان بچانا مشکل ہے اور صدقہ فطر ادا کرنے میں معذور۔ کیونکہ چاول صاع کے حساب سے آٹھ آنے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ہوتے ہیں جس کو مہیا کرنے سے ہر شخص قاصر ہے اب سوال یہ ہے کہ اس صورت میں صدقہ فطر معاف ہو سکتا ہے یا نہیں اگر نہ ہو تو کس طریقہ کو اختیار کرنے سے فرض نبوی بہ آسانی ادا ہو جاوے۔

جواب: صدقہ فطر از روئے آیۃ کریمہ و احادیث صحیحہ فرض عین ہے مگر جو شخص وسعت نہیں رکھتا وہ بحکم قولہ تعالیٰ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا معافی میں داخل ہے۔ مگر دانستہ محتاج نہ بنے۔ اللہ اعلم۔ (اہلحدیث ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

سوال: متعدد مواضع کے لوگوں نے اپنے اسلامی امور کے بندوبست کے لئے ایک متدین عالم کو پسند کر کے امیر پیر مان کر اس کے ہاتھ پر بطور رضا خاطر بیعت کی۔ وہ پیر حتی الامکان اپنے مریدوں کا اسلامی امور کے بندوبست اور جماعت کا انتظام کرتا رہا۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ پیر اپنے مریدوں کی زکوٰۃ فطر وغیرہ کے مال سے کچھ حصہ اپنے اہل و عیال کے لئے لے سکتا ہے یا نہیں؟ (عبد الباقی)

جواب: زکوٰۃ آٹھ آدمیوں پر تقسیم کرنے کا حکم ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا الاية یعنی زکوٰۃ فقیروں مسکینوں اور ان لوگوں کے لئے ہے جو اس پر عامل ہوں وغیرہ پیر صاحب اگر حاجت مند ہیں تو عاملین کے زمرہ میں داخل ہو کر کچھ حصہ اہل و عیال کے لئے لے سکتے ہیں۔ اللہ اعلم۔

(اہلحدیث ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۲۳ء)

سوال: غلہ عشر یا فطر یا چرم عقیقہ یا چرم قربانی اپنے اپنے ہاتھ سے خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگرچہ سردار بھی بطور نام نہاد مسن بزرگ جو کہ موجود ہوں) کیا ان کی اجازت یا مشورے سے خرچ کیا جائے۔

جواب: مقررہ سردار کی بیعت کے وقت چرم قربانی وغیرہ کا انتظام اگر اس کے ہاتھ میں دیا گیا ہے اور سب بیعت کنندوں نے تسلیم کیا ہے تو اس کی معرفت خرچ کرنا چاہیے اور اگر سردار یا امیر کوئی نہیں تو خود تقسیم کر سکتا ہے۔ لحدیث ان لم یکن امیر الحدیث

(۱۳ مئی ۱۹۳۰ء)

تشریح: ادائے زکوٰۃ سراً و علانیۃً۔ اصالۃً و نیابۃً بلا ریب روا ہے۔ یعنی اصالۃ خود مالک مزکی ہوگا اور نیابۃً ساتھ اذن دینے غیر کو کہ وہ غیر اصل مالک کی طرف سے ادا کر دے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور غیر عام ہے کہ سلطان رئیس اعظم ہو یا کوئی اور ادنیٰ شخص دیانتدار ہو لیکن بنا بریں زکوٰۃ علانیہ ادا ہوگی اور اصالۃً کی صورت میں اخفا کا حصہ پایا جائے گا اور اخفا اقویٰ ہے علانیۃً سے الی آخرہ۔ فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۴۹۶ ۔ مسلمانوں کا اگر امام یا خلیفہ ہے تو زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر امام کو دینا چاہیئے۔ والا اپنے ہاتھ سے اس کے مصارف میں صرف کرے الی آخرہ۔

کتبہ محمد بشیر عفی عنہ۔　　(سید نذیر حسین فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۵۰۶)

سوال: زید کے پاس سو روپیہ نقد ہے جس کی زکوٰۃ دو روپیہ آٹھ آنے ہوئی کیا بجائے دو روپیہ آٹھ آنے دینے کے دو روپیہ آٹھ آنے بھر چاندی دے سکتا ہے؟ واضح رہے کہ چاندی آج کل سستی ہے ایک روپیہ چار آنے کی ہوئی۔ جواب بادلیل ہو۔ (فخر الحسن از نانڈیم)

جواب: ایسا کرنا حیلہ سے جائز ہو جائے گا۔ مگر فقراء کا فائدہ اسی میں ہے کہ روپیہ دے منہا کا لفظ یہی چاہتا ہے۔　(۱۵ اگست ۱۹۳۰ء)

سوال: انما الصدقات للفقراء والمساکین۔ فقراء سے کون فقیر اور مساکین سے کون مسکین مراد ہیں۔ آیا جو در در مانگ گدا ہیں۔　(سلیمان سیٹھ بمبئی)

جواب: فقیر کی تعریف قرآن میں یوں آئی ہے۔ لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ یعنی فقیر وہ ہے جس کے پاس رہنے کو مکان نہیں اور کاروبار کرنے کو مال نہیں۔ مگر تن پوشی کی نفی نہیں کی۔ مسکین کا ذکر یوں فرمایا ہے أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ مسکین مٹی پوش یعنی فقیر سے صورحال بدتر حالت میں ہوتا ہے۔

(۲۷ مارچ ۱۹۳۱ء)

سوال: أُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ۔ اس آیۃ کریمہ سے معلوم ہوا کہ رشتہ دار دوسروں سے زیادہ سلوک کرنے کے لائق ہیں تو کیا رشتہ دار عام ہیں۔ نمازی بے نمازی مشرک وغیرہ۔

جواب: اولوالارحام کے ساتھ سلوک کرنا ناطہ کی فرع ہے ایمان اور کفر کو اس میں دخل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک ریشمی جبہ دیا تو حضرت عمرؓ نے وہ جبہ اپنے مشرک بھائی کو مرحمت کر دیا۔　(۲۷ مارچ ۱۹۳۱ء)

سوال: قرآن حکیم میں مذکور ہے کہ موصوفہ آٹھ آدمیوں کو مال زکوٰۃ دلویں۔ اب سوال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ہے کہ موصوفہ لوگوں کا موحد ہونا شرط ہے یا نہیں اور کیا ہم اپنے مشرک اور بدعتی رشتہ دار اور غریبوں کو مال زکوٰۃ سے کچھ دے سکتے ہیں یا نہیں اور دور رہنے والے تو منی کر دے رکھ سکتے ہیں یانہیں؟

جواب: صدقات خیرات صفت ربوبیت کے ماتحت ہیں جس کا اثر عالمین پر پہنچتا ہے۔ اس لیے اس میں ایمان کی شرط نہیں جیسی رب العالمین میں نہیں وَمَنْ كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا۔ (اہلحدیث ۲۷ مارچ ۱۹۳۱ء)

تشریح: زکوٰۃ کا مال کفار ومشرکین کو دینا جائز نہیں ہے حدیث معاذ رضی اللہ عنہ میں ہے فاخبرهم ان الله قد افترض عليهم صدقة توخذ من اغنيائهم وترد على فقرائهم الحديث رواه الشيخان۔ اس حدیث کے تحت میں حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں ان الزكوة لا تدفع الى الكافر لعود الضمير فى فقرائهم الى المسلمين ہاں صدقہ تطوع کفار ومشرکین کو دینا جائز ہے الی آخرہ۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ا ص ۴۹۶)

(حررہ محمد عبدالحق ملتانی)

معاذ بن جبل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا فاخبرهم ان الله قد افترض عليهم صدقة توخذ من اغنيائهم وترد على فقرائهم الحديث رواه الشيخان قال الحافظ ان الزكاة لا تدفع الى الكافر كما مر انفا انتهى ہاں نفلی صدقہ دیا جا سکتا ہے۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: کیا زکوٰۃ بعد ختم سال فوراً ادا کر دی جائے یا تدریج موقعہ بموقعہ مستحقین کے ملنے پر بھی دے سکتے ہیں؟

جواب: دونوں طرح جائز ہے وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ۔

(اہلحدیث ۲۹ رجب ۱۳۴۷ھ)

شرفیہ: زکوٰۃ کا مال بعد سال گزرنے کے مستحقین فقراء ومساکین وغیرہ کا ہے اور مالک کے پاس وہ بطور امانت ہے اور فرمان باری ہے۔ ان الله يأمركم ان تؤدوا الامانات الى اهلها پھر جب فقراء ومساکین مستحقین بھی ہوں اور وہ تاخیر نہیں چاہتے تو پھر تاخیر جائز نہیں ہے ورنہ جائز ہے۔ پھر خصوصاً قرب وجوار کو چھوڑ کر بہت دیر یعنی سال بھر تک منتظر رہنا جائز نہیں ہے۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: ۲۰۔ اپریل کے پرچہ اہلحدیث میں پوچھا گیا کہ موجودہ زمانہ کے اسکول اور کالج میں صدقہ فطر کے مال سے امداد کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب دیا گیا ہے کہ طلبا غریب مسکین ہوں تو جائز ہے،، سمجھ میں نہیں آیا۔ اس لئے کہ مصارف بیت المال سے اسکول اور کالج خارج ہیں دیگر یہ کہ جن مدارس عربیہ میں خالص قرآن وحدیث ہی کی تعلیم ہوتی ہو ایسے مدارس عربیہ میں مد بیت المال سے جواز امداد کے لئے مدارس عربیہ کو کھینچ تان کر فی سبیل اللہ میں داخل کرنے کی ضرورت پڑتی ہے مگر سرکاری اسکول اور کالج میں ماسوائے قرآن وحدیث کے تعلیم ہوتی ہے وہاں اس مد سے امداد کرنے کا جواز بالکل فہم ناقص سے بالاتر ہے۔

(قطب الدین احمد اجتہادی)

جواب: اسکول کی امداد اور چیز ہے اور غریب طالب علم کی امداد اور ہے۔ ہمارے فتویٰ کا تعلق غریب طالب علموں کی ضروریات سے ہے ان کو مدد دینا اس آیت کے ذیل میں آسکتا ہے۔ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ۔ باقی رہا ان کا تعلیم حاصل کرکے دنیاوی مشاغل میں لگ جانا اور اعمال شرعیہ سے الگ ہو جانا اس کی ذمہ داری ہم پر نہیں۔ عربی کے بعض طالب علم بعد فراغت شرک و بدعت پھیلانے میں لگ جاتے ہیں اس کی ذمہ داری زکوٰۃ دہندہ پر نہیں ہے۔ اس کا فرض شروع میں صرف اتنا ہے کہ پہلے وہ دیکھ لے کہ اس آیت کے مصداق ہیں یا نہیں۔ اللہ اعلم۔ (۱۲ جمادی الآخر ۱۳۶۳ھ)

سوال: مستورات کے پاس جو زیورات ہوتے ہیں ان کی زکوٰۃ کس شرح سے دینی چاہیے لاگت سے بازاری در سے یا موجودہ سونے کے در سے قیمت بنوائی منہا کرنی چاہیے یا نہیں؟

جواب: زیور کی زکوٰۃ میں اختلاف مشہور ہے۔ جن کے نزدیک واجب ہے وہ سونے چاندی کی قیمت سے دلواتے ہیں یعنی بنے بنائے زیور سونے چاندی کا جو در پڑے اس کے مطابق زکوٰۃ دیتے ہیں۔ محنت مزدوری کو دخل نہیں (یکم رمضان ۱۳۵۶ھ)

سوال: ایک مسلمان سال میں ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نام پر غریبوں اور محتاجوں کو خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان فرق نہ کر کے شاہی راستوں پر بٹھلانا اور پتوں میں کھانا کھلواتا ہے۔ مذکورہ کھانا ایک ہندو سے تیار کرواتا ہے ایسا کھانا کھلوانا شرع میں جائز ہے؟

جواب: قرآن مجید اور حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ ذرہ جتنا بھی نیک کام ضائع نہیں جاتا حدیث میں فرمایا فی کل کبد رطب اجر یعنی ہر ایک جاندار کو آرام پہنچانے میں ثواب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے انسان کو سب جانداروں سے افضل ہے خواہ کسی دین اور مذہب کا ہو۔ آنحضرتﷺ کفار اور مشرکین کو بھی کھانا کھلایا کرتے تھے۔ پس اس نیت سے صورت مرقومہ میں کھانا کھلانا کار ثواب اور صدقہ ہے۔ (یکم رمضان ۱۳۵۵ھ)

سوال: مسجد کا کنواں کوئی شخص زکوٰۃ کی رقم سے بنوا سکتا ہے؟

جواب: مصارف زکوٰۃ میں ایک لفظ فی سبیل اللہ ہے اس کی تفسیر جمہور مفسرین خاص ضروریات جہاد کرتے ہیں۔ مگر بعض کے نزدیک اس لفظ کے معنے میں کل نیک کام داخل ہیں اس بنا پر بعض علماء مال زکوٰۃ کو مسجد وغیرہ مقامات میں بھی صرف کرنا جائز جانتے ہیں۔ خاکسار بھی اس قول کو صحیح جانتا ہے۔ پس صورت مرقومہ میں زکوٰۃ کے مال سے کنواں بنوانا جائز ہے۔ العلم عند اللہ۔

(۲ محرم ۱۳۳۶ھ)

سوال: صاحب نصاب جس نے بقدر نصاب زکوٰۃ الگ کر رکھا ہے زکوٰۃ کا مال بوقت ضرورت خود خرچ کر سکتا ہے یا نہیں۔

جواب: بطور قرض کر سکتا ہے مگر ادا کرنے کی نیت رکھے۔ (۲۵ رجب ۱۳۴۲ھ)

سوال: جس مدرسہ یا مسجد کے اخراجات زکوٰۃ سے چلے صاحب زکوٰۃ اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے یا نہیں۔

جواب: مذہب مذکورہ میں مالدار بھی اس مدرسہ سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ (۱۵ رجب ۱۳۴۲ھ)

سوال: کتنے مال پر کتنی زکوٰۃ واجب ہے اور کس کو دینی چاہئے۔ مال تجارت میں زکوٰۃ کا کیا طریقہ ہے؟ نفع پر ہے یا راس المال پر؟ مسجد یا مدرسہ میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (چراغ الدین از کلکتہ)

جواب: شرعی حساب میں آجکل تخمیناً پچاس روپے کا ہے مال تجارت میں بھی اصل مال میں فی سینکڑہ دو روپیہ آٹھ آنہ سال کی زکوٰۃ ہے جو علماء زکوٰۃ میں تملیک شرط کرتے ہیں ان کے نزدیک مسجد اور کنوئیں پر زکوٰۃ کا صرف کرنا جائز نہیں جو علماء زکوٰۃ میں محض نفع رسانی مراد رکھتے ہیں ان کے نزدیک مدرسہ اور مساجد میں زکوٰۃ کا لگانا جائز ہے۔ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ الخ

(۲۵ رجب ۱۳۴۲ھ)

سوال: زکوٰۃ نکل جانے پر یعنی مال سے علیحدہ حساب کر کے لینے پر کتنے دن کے اندر تقسیم کر دے زیادہ سے زیادہ کتنے دن رکھ سکتا ہے اور ایک آدمی کو کم سے کم کتنا دے سادات سیدوں کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے اور دوسرے گاؤں میں بھیج سکتا ہے یا نہیں؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: کتنے دنوں میں تقسیم کرے اس کی بابت کوئی حدیث یا دنہیں البتہ قیاس چاہتا ہے کہ آئندہ سال کے اندر اندر تقسیم کر دے۔ جتنا مناسب سمجھے ایک آدمی کو دے چاہے اس کے گزارے جتنا دے چاہے اتنا دے کہ آئندہ سوال کرنے سے مستغنی ہو جائے سید بلکہ بنی ہاشم سب کو دینا منع ہے جس کا حال معلوم نہ ہو دریافت کرلے اپنے گاؤں سے زیادہ ہو تو دوسرے میں بھی بھیج دے جائز ہے۔ (۲۹ ذی قعدہ ۱۳۵۹ھ)

سوال: زکوٰۃ اور صدقات کا بڑا حصہ تبلیغ اسلام پر خرچ کیا جائے؟

جواب: زکوٰۃ کے مصارف میں ایک مصرف فی سبیل اللہ بھی آیا ہے۔ اس لفظ کی تفسیر میں عام طور پر مفسرین نے جہاد مراد لیا ہے اگر اس سے عام کا اثر مراد لیا جائے تو تبلیغ اسلام میں بھی زکوٰۃ خرچ ہو سکتی ہے۔ (۷ شوال ۱۳۵۱ھ)

سوال: زکوٰۃ کا پیسہ متقی پرہیزگار کا حق ہے یا ہر مسکین غریب کا بہت روپیہ ہونے پر چند مساکین کو دینا چند کو نہ دینا مساکین کی حق تلفی ہے یا نہیں۔ پڑوسی سید کو حق پڑوسی سمجھ کر زکوٰۃ دینا کیسا ہے؟ اور غریب لاچار ہندو کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں یا نہیں ہو

جواب: مصرف زکوٰۃ غریب مساکین ہیں اس میں مومن کافر کی تمیز نہیں اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ الآیۃ۔ غریب سید کے ساتھ اور طرح سے سلوک کریں زکوٰۃ ان پر حرام ہے۔

(۱۲ ذی قعدہ ۱۳۴۳ھ)

تشریح: فی الواقع کوئی حدیث صحیح یا ضعیف ایسی نہیں آئی ہے جس سے اہل بیت کے لئے اخذ زکوٰۃ کا جواز ثابت ہو۔ بلکہ احادیث سے صاف صاف یہی ثابت ہے کہ اہل بیت پر زکوٰۃ حرام ہے اور علامہ ابو طالب و ابن قدامہ اور ابن رسلان نے اس حرمت پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے یعنی یہ کہا ہے کہ تمام علماء کے نزدیک بالاتفاق اہل بیت پر زکوٰۃ حرام ہے سبل السلام میں ہے وکذا ادعی الاجماع علی حرمتہا علی الہ ابوطالب و ابن قدامۃ اور نیل الاوطار میں ہے وکذا حکی الاجماع ابن رسلان الی آخرہ

کتبہ محمد عبدالرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔

فتاویٰ نذیریہ جلد اول صفحہ ۴۸۷

سوال: ایک شخص صرف مہاجن سے ادھار لے کر تجارت کرتا ہے کیا زکوٰۃ اس پر واجب ہو گی؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: صورت مرقومہ میں اس کا سرمایہ کچھ نہیں تو زکوٰۃ بھی فرض نہیں جتنی بچت ہوئی اتنا خرچ ہوا اگر اس کا سرمایہ کچھ ہے اور اس پر سال تمام گزرا ہے تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔
(۱۲ شوال ۴۵ھ)

سوال: ایک ہزار روپیہ نقد میرے پاس ہے اور ایک ہزار کا مال مہاجن سے ادھار خریدا یعنی کل دو ہزار روپے کا مال موجود ہوا جس میں سے ایک ہزار روپیہ کا مال باقی قیمت میں خریداروں کی معرفت فروخت کر دیا۔ اب صرف ایک ہزار روپے کا مال دکان میں موجود ہے جس قدر کہ رقم مہاجن کی میرے ذمہ واجب الدین ہے پس ایسی صورت میں ادائے زکوٰۃ کی کیا صورت جائز ہوگی؟

جواب: جتنا قرض ہے اتنے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں اور جو فروخت کیا ہے وہ رقم اپنی ہے بعد وصولی اس کی زکوٰۃ ادا کریں۔ اللہ اعلم۔ (۱۲ شوال ۴۵ھ)

سوال: زید نے محض اس نیت سے سیونگ بنک میں روپیہ رکھا ہے کہ مناسب موقعہ ملنے پر اپنے لئے رہائشی مکان تعمیر کرے۔ سود حاصل کرنے کی نیت ہرگز نہیں تو (الف) کیا ایسے روپے پر زکوٰۃ واجب ہے؟ (ب) سیونگ بنک سے سود لینا جائز ہے یا نہیں؟ (ایک سائل از جالندھر)

جواب: صورت مرقومہ میں سیونگ بنک سے سود لینے کا فتویٰ جماعت اہلحدیث میں سے مولوی عبدالواحد صاحب غزنوی نے دیا ہوا ہے جب تک روپیہ مکان پر نہ لگے زکوٰۃ واجب ہوگی مکان رہائشی پر لگنے سے معاف۔ (۵ جمادی الاول ۵۶ھ)

سوال: زیور میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

جواب: زیور کی زکوٰۃ میں قدیم الایام سے اختلاف چلا آرہا ہے ایک گروہ مثبت ہے ایک گروہ وجوب کا منکر خاکسار دوسرے گروہ کے ساتھ ہے۔ (۲۹ جمادی الاول ۵۶ھ)

سوال: ایک زمین ایک شخص نے خرید کی ایک ہزار یا کچھ کم کی اس کی زکوٰۃ بھی ہوگی۔ زمین افتادہ ہے کوئی آمدنی نہیں ہے۔

جواب: قرآن مجید میں زمین کی بابت ارشاد ہے۔ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ یعنی زمین کی پیداوار میں سے خرچ کرو بغیر پیداوار کے زمین پر کوئی زکوٰۃ نہیں اللہ اعلم۔ (۱۲ مئی ۳۳ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: زید مقروض ہے مگر اس کے پاس اتنی رقم ہو گئی کہ جس سے وہ اپنا قرض ادا کر سکتا ہے۔ اگر زید اپنا قرض ادا کر دے تو ذریعہ معاش کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ ایسی مجبوری کے پیش نظر زید اپنا قرض ادا نہیں کرتا تو کیا صورت مذکورہ میں موجودہ رقم پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟ (سیکے از گیاوی)

جواب: قرض ہر حال میں قرض ہے اس کے ہوتے ہوئے نصاب زکوٰۃ میں اس کا لحاظ رہے گا۔ یعنی مقروض پر بوجہ قرض زکوٰۃ واجب نہیں۔ اللہ اعلم۔ (۵ رمضان ۱۳۵۲ھ)

سوال: زید کے پاس بسبب امین ہونے کے دیگر اشخاص کی امانت ہر سال جمع رہتی ہے یعنی ہزار دو ہزار تو کیا ایسے روپوں کی زکوٰۃ بھی واجب ہے؟

جواب: زید (امین) پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ (۱۹ فروری ۱۹۳۲ء)

سوال: ہمارے یہاں خراج (سرکاری مالیہ) پورا لگتا ہے۔ قریباً اس زمانے میں چھ حصے کے طور پر پڑتا ہے۔ ایسی حالت میں بیسواں حصہ عشر دے تو جائز ہوگا یا نہیں؟ (زین العابدین از ترہوم)

جواب: ایسی حالت میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ ادا کر دینا کافی ہے۔
(۲۰ جمادی الاوّل ۱۳۵۷ھ)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ گنے میں عشر ہے یا نہیں۔ ہمارے دیار میں جا بجا شکر کی ملوں کے قائم ہو جانے سے زمین کے بہت سے حصوں پر گنے کی کاشت نے قبضہ کر لیا ہے۔ عوام الناس کا خیال ہے کہ گنا ایک "خضروات" سبزیوں کی قسم میں ہے اس پر عشر نہیں ہے تو ایسا خیال صحیح ہے یا نہیں۔ زمین کی ایک پیداوار دھان اور آلو بھی ہے۔ اس پر عشر ہے یا نہیں۔ امام ابو حنیفہ کا مذہب اس بارے میں یا دھان آلو وغیرہ کے بارے میں کیا ہے اور فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو تائید ہوتی ہے یا نہیں۔ ترمذی شریف کے حاشیہ ص۹۳ پر امام صاحب کا مذہب وجوب العشر صحیح ہے یا نہیں؟ ملاحظہ ہو ترمذی شریف مطبوعہ مجیدی ص۹۳۔

جواب: دھان۔ گندم۔ گنا۔ آلو میں عشر نکالنا لازم ہے یہ چیزیں خضروات میں داخل نہیں ہیں لہٰذا عشر لازم ہے۔ البتہ جو زمین نہر یا کنویں سے سینچی جائے اس کی پیداوار میں نصف عشر ہے اور بارانی زمین کی پیداوار میں عشر ہے فقط واللہ اعلم۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسعود احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی دیوبند۔

جواب صحیح ہے۔ البتہ نہری زمین میں جو حکم دیا ہے وہ محل نظر ہے۔ فقط محمد مظہر اللہ مسجد فتحپوری

الجواب صواب عبدالرحمٰن مدرس مدرسہ فتحپوری، سجاد حسین مدرس فتحپوری دہلی

جواب: عوام کا خیال غلط ہے۔ گنوں میں بھی اور دھان اور آلو وغیرہ سب ترکاریوں میں عشر ہوتا ہے اگر بارش کے پانی سے پیدا ہوتی ہوں۔ اور اگر رہٹ یا چرس وغیرہ کے ذریعہ سے آبپاشی کی جاتی ہے تو پیداوار میں نصف عشر ہوگا بشرطیکہ زمین عشری ہو گی عشری زمین وہ ہوتی ہے کہ شاہان اسلام کے وقت سے مسلمانوں کے قبضے میں چلی آرہی ہو کسی غیر مسلم کا کسی وقت اس پر قبضہ نہ ہوا ہو۔ فقط واللہ اعلم حبیب المرسلین نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

جواب صحیح ہے نہروں سے ہماری اصطلاحی نہریں مراد ہیں جن کے پانی کا محصول دینا ہوتا ہے۔ فقط۔ (مفتی) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔

جواب: زمین کی وہ پیداوار جو انسان کے کھانے کے کام میں آئے اور ذخیرہ کے طور پر رکھی جاسکے اس میں زکوٰۃ فرض ہے گنے سے راب۔ گڑ۔ شکر تیار کرتے ہیں جو برسوں ذخیرہ کے طور پر رکھے جاتے ہیں اس لئے اس میں زکوٰۃ فرض ہے۔ اور جو دیگر غلہ جات گیہوں۔ جو۔ دھان۔ مٹر۔ چنے وغیرہ کا نصاب ہے وہی گنے کا بھی ہے۔ خضروات سے مراد وہ سبزیاں اور ترکاریاں ہیں جو جلد خراب ہو جاتی ہیں اور ذخیرہ نہیں کی جاتیں۔ جیسے آلو۔ بیگن۔ شلغم۔ مولی۔ چقندر اور دیگر ساگ پات۔ اور ظاہر ہے۔ راب گڑ شکر ان سبزیوں کی طرح نہیں ہیں چونکہ آلو خضروات میں داخل ہے اس لیے اس میں اور اس جیسی ترکاریوں میں مثل ککڑی۔ خربوزہ۔ تربوز وغیرہ زکوٰۃ فرض قرار دینا حدیث فی السوال کی صریح مخالفت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(کتبہ عبیداللہ المبارکفوری)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب: گنے کے متعلق کوئی صریح و صحیح حدیث مخصوص نہیں ملی۔ ایک روایت میں فقط قصب ہے جو عموم لفظ کے اعتبار سے گنے کو بھی شامل ہے۔ جس سے زکوٰۃ کی نفی معلوم ہوتی ہے۔ مگر حدیث جیسے علماء نے ذکر کیا ہے صحیح نہیں۔ حافظ ابن حجر اور دیگر علماء نے اس حدیث کو صحیح نہیں قرار دیا۔ عموم ادلہ سے اگر استدلال کیا جاوے تو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گنے میں زکوٰۃ واجب معلوم ہوتی ہے۔ اور نصاب عشرات کی روایت میں بعض الفاظ ایسے موجود ہیں جیسے لیس فی مادون خمسۃ اوسق صدقۃ جس سے ہر عشری میں نصاب معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے امام ابو یوسف اور امام محمد نصاب کے قائل ہیں۔ مگر گنے میں نصاب گڑ و شکر کا اعتبار کیا ہے۔ اگرچہ اس میں ان کا اختلاف ہے کہ نصاب پانچ وسق ہے۔ یا پانچ من۔ مگر اقرب الصراحت یہی معلوم ہوتا ہے کہ گنے میں نصاب پانچ وسق اعتبار کیا جاوے اور زکوٰۃ خواہ گنے سے ادا کرے خواہ شکر سے۔ زبیب یعنی منقی جو انگور سے تیار ہوتا ہے اس میں زکوٰۃ کی تصریح موجود ہے۔ ابوداؤد کی روایت میں خراج کے بیان میں ابیض بن حمال کی روایت میں کپاس کی کاشت کا ذکر ہے اس میں رسول اللہ صلعم کے لا بد من صدقۃ لفظ موجود ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جن روایات میں صرف چار یا دس میں حصر معلوم ہوتا ہے اور ان کی اسانید متکلم فیہا ہیں پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی۔ ابوداؤد کی یہ حدیث ظاہراً صحیح معلوم ہوتی ہے پس گنے میں شکر کا اندازہ پانچ وسق تک پہنچ جائے۔ تو گنے میں عشر ادا کر دیا جاوے۔

السائل: محمد مدرس مدرسہ تعلیم الاسلام اوڈانوالہ ڈاک خانہ عیسیٰ لائلپور ضلع
۲۲- جمادی الآخر سنہ ۴۲ھ

الجواب: عشر پیداوار زمین میں ہے۔ بن۔ کپاس۔ گنا۔ آلو وغیرہ سب میں قائل ہوں نصاب کے بارے میں بہتر ہے کہ ادنیٰ انصاب غلہ مثلاً جو کی قیمت پر عمل کیا جاوے۔ ورنہ ہر جنس کے اعلیٰ اسماء پر مثلاً کپاس کے بورے۔ آلو کے چھکڑے۔ ٹھیلے۔ علی ہذا القیاس گنے کی تفسیر مظہری میں تحت آیۃ أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ الآیۃ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ الآیۃ۔ (ابوسعید شرف الدین)

الجواب: علامہ مجیب نے جو کچھ لکھا ہے صحیح ہے۔ احمد اللہ مدرس
مدرسہ بیدیہ۔ محلہ کشن گنج دہلی۔

عشر پیداوار زمین کی کمائی پر ہے جس کا ذکر قرآن و حدیث میں بالصراحت موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ گنا بھی زمین کی کمائی سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ تو متفق ہے۔ نہ معلوم سائل کو اس فتوی کی کیوں ضرورت پڑی۔ اس میں عشر ادا نہ کرنے والے اسی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح مستوجب عذاب الٰہی ہوں گے۔ جس طرح زکوٰۃ کے نہ دینے والے
حکیم عبدالشکور شکرادی۔ حال وارد جھنڈے نگر

الجواب: میرے نزدیک گنے میں عشر اسی طرح واجب ہے جس طرح جو۔ گندم وغیرہ کی پیداوار میں البتہ بموجب حدیث شریف صحیح بخاری بارانی اور غیر بارانی زمینوں، اور محنت آبپاشی کا لحاظ کرکے عشر بارانی زمین میں اور نصف عشر غیر بارانی زمین کا اگر عشر میں قیمت دیدے تو بھی جائز ہوگا۔ (محمد منیر خان مدرس اول مدرسہ جامعہ رحمانیہ واقع محلہ مدنپورہ شہر بنارس

الا من کما قالوا۔ ابوالقاسم محمد خان بنارسی

الجواب صحیح سید عابد علی مہوا ضلع بستی

جواب صحیح ہے۔ ہندوستان میں جو مالگذاری زمینداروں پر لگائی گئی ہے مؤنتہ الارض ہیں اس کا بھی لحاظ رکھنا چاہیئے جیسے بارانی کی نسبت چاہی میں مؤنتہ کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ فلیفھم ولیتدبر۔ اللہ اعلم۔ ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری

الجواب صحیح والمجیب مصیب

ابوسلمہ خان۔ فاضل رحمانیہ۔ مقام سپاٹو پور۔ (۱۶ ؍ فروری ۱۹۴۸ء)

بلوغ المرام کی ایک حدیث میں ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ صرف جو گیہوں۔ انگور۔ کھجور سے زکوٰۃ لو اس حدیث سے بعض نے استدلال کیا ہے کہ سب جنسوں میں عشر نہیں ہے لیکن غلط ہے کیونکہ ابن ماجہ میں ذرہ کا بھی ذکر ہے جس کے معنے مکئی اور جوار کے ہیں۔ اور ذرہ میں عشر ہونے کی بابت اور بھی کئی مرسل روایتیں ہیں جن کی بابت امام بیہقی فرماتے ہیں انہ یقوی بعضھا بعضًا یعنی سب مل کر ایک دوسرے کی تقویت کرتے ہیں اور اس کے علاوہ اور بھی روایتیں ایسی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عشر چار اشیاء میں منحصر نہیں ہے۔ چنانچہ ابوداؤد میں ابیض بن حمال کی حدیث ہے کہ جس میں روئی کی پیداوار پر عشر لینے کا ذکر موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔ ابوداؤد باب فی حکم ارض الیمن جلد دوم صہ ۲۔ اس سے معلوم ہوا کہ چار ہی چیز میں عشر کا انحصار نہیں ہے جس میں مکئی اور اسی طرح دھان چنا۔ گنا وغیرہ بھی ہے اور دارقطنی کی وہ روایت جو بلوغ المرام میں موجود ہے جس میں گنے کے اندر عشر نہ ہونے کا ذکر ہے بالکل ضعیف ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ نے بلوغ المرام میں اس کی تشریح موجود ہے۔ بہرحال جب انحصار غلط ٹھہرا تو جس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح۔ روئی۔ مکئی میں عشر ہے اسی طرح دھان۔ چنا۔ گنا وغیرہ میں بھی عشر ہے۔ عشر کی بابت مفصل مضمون میرے پرچہ اخبار تنظیم اہلحدیث روپڑ یکم دسمبر ۱۹۳۳ء میں ملاحظہ ہو۔

رقیمہ عبد اللہ روپڑی ملا فاضل
ضلع انبالہ۔ مورخہ ۶۔ فروری ۱۹۳۴ء

الجواب: گنے میں عشر اسی طرح ہے جس طرح جملہ اقسام غلہ میں ہے۔ دار قطنی میں ایک روایت ہے جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ گنے میں عشر نہیں ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس روایت کے راوی ناقابل سند ہیں۔ کیونکہ اس روایت میں ایک راوی اسحق بن یحییٰ ہیں۔ ان پر امام نسائی رحمہ۔ امام احمد بن حنبل اور امام بخاری رحمہ نے سخت جرح کی ہے اور ان کو متروک اور سیئ الحفظ قرار دیا ہے۔ دوسرے راوی موسیٰ بن طلحہ ہیں چونکہ ان کا لقاء حضرت معاذ بن جبل رضی سے ثابت نہیں ہے اس لئے یہ روایت مرسل ہو گئی۔ اور مرسل روایت حجت نہیں ہے۔ پس یہ حدیث سند نہ رہی (ملاحظہ ہو التعلیق المغنی علی سنن الدار قطنی ص۲۰۱ ج۱ للفاضل الاجل مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادی

رقمہ العبد الضعیف المدعو بہ عبد الرؤف مدرس مدرسہ جھنڈے نگر ۲۸ فروری ۱۹۳۴ء

گنے میں زکوٰۃ فرض ہے کیونکہ اس کی بنی ہوئی اشیاء مثل گڑ شکر باقی رہنے والی چیزیں ہیں (مولانا) حافظ محمد حسین میرٹھی خطیب مسجد لاکھی نٹ باد)

سوال: زمین خراجی میں عشر ہے یا نہیں مگر ہے تو کتنا اور کن کن جنسوں میں،

سائل حاجی نعمت اللہ بستوی والد مرحوم مولانا عبد الرؤف جھنڈے نگری

جواب: خراجی زمین وہ ہوتی ہے اور خراج اسے کہتے ہیں جو مسلمان بادشاہ اپنی کافر رعایا سے لے لہٰذا ہندوستان میں کوئی زمین خراجی نہیں جن زمینوں پر سرکاری ٹیکس ہے ان کی پیداوار پر عشر و نصف عشر فرض ہے جملہ اقسام کے اناج پر عشر واجب ہے۔ واللہ اعلم

(محمد مدنی مدرسہ محمدیہ اجمیری دروازہ دہلی)

شرفیہ: سوال گنے میں عشر ہے یا نہیں الخ اس سوال کے اجوبہ بہت دور تک چلے گئے ہیں۔ دس تک اہل حدیث و احناف دونوں کے جواب مذکور ہیں۔ مولانا کا بھی ہے حتیٰ کہ میرا بھی نقل کیا ہے

اجوبہ میں کچھ حصص صحیح بھی ہیں کچھ غلط تحقیق کا اکثر حصہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب پھر لکھا جاتا ہے کہ بحکم اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْاَرْضِ الآیۃ پ ۳ ع ۴ ۔ وَهُوَ الَّذِیْ اَنْشَاَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوْشَاتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشَاتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ الآیۃ پ ۸ ع ۴ وعن جابرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فیما سقت الانہار والغیم العشور وفیما سقی بالسوانیۃ نصف العشور رواہ احمد ومسلم والنسائی وابوداؤد وقال الانہار والعیون وعن ابن عمرؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فیما سقت السماء والعیون او کان عثریا العشور وفیما سقی بالنضح نصف العشر رواہ الجماعۃ الا مسلما لکن لفظ النسائی وابی داؤد وابن ماجہ بعلا بدل عثریا انتہی نیل الاوطار ج ۴ ص ۱۱۹ ۔ کتاب وسنت صحیحہ کے یہ ادلہ زمین کی ہر پیداوار میں عشر یا نصف عشر کے وجوب پر بین دلیل ہیں۔ تاوقتیکہ کسی دلیل صحیح سے کسی شے کا استثناء ثابت نہ ہو اور اب تک ثبوت کی صحیح دلیل نہیں ثابت ہوئی۔ خضروات کے ادلہ سب کے سب مدخولہ ہیں ایک بھی صحیح نہیں نہ مرفوع نہ موقوف کما فی نیل الاوطار والتلخیص وغیرہما وقال الترمذی لیس فی ہذا الباب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم شیئ الخ وما یقال انہ فیہ حدیث ما اخرجہ الحاکم والبیہقی والطبرانی من ابی موسیٰ ومعاذ حین بعثہما النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الیمن یعلمان الناس امر دینہم فقال لا تاخذ الصدقۃ الا من ہذہ الاربعۃ الشعیر والحنطۃ والزبیب والتمر قال البیہقی رواتہ ثقات وہو متصل انتہی کذا فی النیل ج ۴ ص ۱۲۱ وقال فی نصب الرایۃ فاما احادیث انما تجب الزکوٰۃ فی خمسۃ فکلہا مدخولۃ وفی متنہا اضطراب ثم ذکر حدیث ابن ماجۃ والدارقطنی وذکر ما فیہما من العلۃ ثم قال ومنہا ما اخرجہا الحاکم فی المستدرک وصحح اسنادہ عن طلحۃ بن یحییٰ عن ابی بردۃ عن ابی موسیٰ ومعاذ بن جبل حین بعثہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الیمن یعلمان الناس امر دینہم لا تاخذ الصدقۃ الا من ہذہ الاربعۃ الشعیر والحنطۃ والزبیب والتمر رواہ البیہقی بلفظ انہما حین بعثا الی الیمن لم یاخذ الصدقۃ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الا من ھذہ الاربعۃ قال الشیخ فی الامام وھذا غیر صریح فی الرفع انتہی
وطلحۃ بن یحییٰ اثنان احدھما ابن یحییٰ بن طلحۃ بن عبید اللہ صفحہ ۳۸۹ ج ۱
صدوق یخطئی الثانی ابن النعمان صدوق بھم کذا فی التقریب التہذیب
پس ثابت ہوا کہ اوّل تو یہ حدیث باعتبار سند کے صحیح نہیں کہ طلحہ مذکور خطا کار دواہم ہے۔
دوم یہ کہ اس روایت کا مرفوع ہونا بھی صراحۃً ثابت نہیں اس میں ہے کہ معاذ اور ابوموسیٰ کا اپنا فعل ہے نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا۔ ہوسکتا ہے کہ ان کا اجتہاد ہو یا اس وقت انہیں چیزوں کی فصل تھی۔ یہی چیزیں اس وقت موجود تھیں اور انہوں نے یہی اشیاء وصول کیں تو اس سے مسئلہ مبحوثہ ثابت نہ ہوا لہٰذا ادلہ مذکورہ کی ایسے امور سے تخصیص نہیں ہوسکتی۔ اور حدیث قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس فیما دون خمسۃ اوساق من تمر ولا حب صدقۃ رواہ احمد ومسلم والنسائی ومسلم فی روایۃ من ثمر بالثاء ذات النقط الثلاث نیل الاوطار صفحہ ۱۳۰ ج ۴۔ لفظ حب سے ثابت ہوا کہ ہر قسم کے غلہ میں زکات صدقہ ہے یعنی عشر یا نصف عشر ہے اور ایسے ہی یہ بھی ثابت ہوا کہ ہر قسم کے پھل آم و انار سیب سنگترہ امرود وغیرہ میں بھی عشر یا نصف عشر ہے پس ثابت ہوا کہ ادلہ صحیحہ سے ہر پیداوار میں عشر یا نصف ہے اور خضروات کے ادلہ سے کوئی بھی صحیح نہیں اور قرآن اور احادیث صحیحہ مذکورہ کے خلاف بھی ہیں لہٰذا ان پر عمل باطل اور بفرض صحت بھی تسلیم کی جائے تو خضراوات سے مراد ساگ پات کدو وغیرہ جو اپنے کھانے کے لئے ایک دو کیاری بولی جائے یہ مراد ہے یہ نہیں کہ کھیتوں کے کھیت کئی کئی جگہ ایکڑ یا مربع جس سے ہزار ہا روپیہ کی پیداوار ہو وہ مراد ہو ہرگز نہیں یہ نقل عقل دونوں کے خلاف ہے اور گوبھی، گاجر، مولی، شلغم چقندر، آلو، شکر قند وغیرہ تربوز، خربوزہ سے ہزار ہا روپیہ حاصل ہوتا ہے۔

سوال: زید مقروض ہے تجارت کی طرف سے اور غلہ حاصل کرتا ہے زراعت کی جانب سے عشر دینے میں حیلہ پیش کرتا ہے کہ جس قدر غلہ پاتا ہوں اس سے زائد دین ہے تو پھر کیونکہ عشر دوں اب جواب طلب امر یہ ہے کہ زید کا حیلہ بجا ہے یا بے جا؟
(یکے از خریداران اہلحدیث)

جواب: پیداوار کی زکوٰۃ دو طرح پر ہے ایک تو مقدار معین (حبۃ وسق) پر ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے لیے تو مقدار کا ہونا اور قرض سے فارغ ہونا ضروری ہے۔ دوسری قسم زراعت کی زکوٰۃ وہ ہے جس کی نسبت فرمایا ہے ' اٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ ' اس لیے شخص مذکور بوجہ قرض داری کے پہلی قسم ادا نہیں کر سکتا دوسری قسم تو ادا کر سکتا ہے جو ہر حال میں حسب وسعت فرض ہے۔

سوال: بکر زکوٰۃ کے روپے بیت المال کے کافی انتظام نہ ہونے کے باعث مستحقین پر خود اپنے ہاتھ سے خرچ کرتا ہے۔ ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب: جب بیت المال کا انتظام باقاعدہ کسی معتمد کے ماتحت نہیں تو پھر خود بخود نہ ادا کرے تو کیا کرے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب امام نہ ہوگا تو سب سے علیحدہ ہو کر زندگی گذار لینا۔

سوال: عمرو تجارت پیشہ ہے عرصہ سے بیمار اور قرضدار ہے اس کے اہل و عیال کے نان نفقہ کا سامان سوا قرض کے کوئی دوسری سبیل نہیں اور قرض کا ادا ہونا اس کی صحت پر منحصر ہے بایں صورت اسے زکوٰۃ لینا جائز ہے یا نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب: جائز ہے قرضداروں کو۔ زکوٰۃ کے مصارف میں قرضداروں کو بھی رکھا ہے (۲۰ دسمبر ۱۹۴۲ء)

سوال: مال تجارت میں زکوٰۃ کا کیا طریقہ ہے نفع پر ہے یا راس المال پر۔

جواب: شرعی حساب آجکل تخمیناً پچاس روپیہ کا ہے مال تجارت میں بھی اصل مال میں فی سیکڑہ دو روپیہ آٹھ آنہ کی زکوٰۃ ہے۔ (۲۵ رجب ۱۳۶۳ھ)

تشریح: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مال تجارت میں زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

جواب: مال تجارت میں زکوٰۃ فرض ہے بدلیل اس آیت کے اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ الآیۃ واضح ہو کہ کسب میں دستکاری اور بیع و شریٰ داخل ہے بدلیل روایت احمد بن حنبل کے رافع بن خدیج سے قال قیل یا رسول اللہ ای الکسب اطیب قال عمل الرجل بیدہ و کل بیع مبرور۔ رواہ احمد کذا فی المشکوٰۃ۔ بنا بر اس کے امام بخاری نے ایک باب منعقد کیا ہے زکوٰۃ کسب اور تجارت میں یعنی ان دونوں صورتوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ یعنی جو مال کسب و دستکاری اور بیع و شریٰ سے بقدر نصاب کے حاصل ہو اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اس لئے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسب مطلق میں کسب تجارت کو شامل کیا اور آیۃ اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا کَسَبْتُمْ سے فرضیت زکوٰۃ کی اظہر من الشمس ہے اجماعاً تو مکسوبہ تجارت میں بھی زکوٰۃ بلاشبہ واجب ہوگی۔ اسی واسطے اس پر بھی اجماع منعقد ہوا منکر اور مخالف اس کا مذاق قرآن مجید اور محاورہ لسان عرب سے محفوظ و ماہر نہ ہوا اللھم اغفرلہ وارحمہ باب صدقۃ الکسب والتجارۃ لقول اللہ تعالیٰ یا ایھا الذین آمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض الی قولہ غنی حمید انتھی۔ ظاھر الاٰیۃ یدل علی وجوب الزکوٰۃ فی کل مال یکتسبہ الانسان فیدخل فیہ زکوٰۃ التجارۃ وزکوٰۃ الذھب والفضۃ وزکوٰۃ النعم لان ذلک مما یوصف بانہ مکتسب کذا فی التفسیر الکبیر۔ وھذہ الاٰیۃ سند الاجماع وحجۃ للجمھور علی داؤد حیث قال لایجب الزکوٰۃ الا فی الانعام والنقود وعند الجمھور یجب فی العروض والعقار ایضا اذا کان للتجارۃ وانما شرطوا نیۃ التجارۃ لان النمو شرط لوجوب الزکوٰۃ بالاجماع ولا نمو فی العرض الا بنیۃ التجارۃ وعن ابن عمر لیس فی العروض زکوٰۃ الا ما کان للتجا رواہ دارقطنی ومما یدل علی وجوب الزکوٰۃ فی العروض ما روی عن حماس قال مررت علی عمر بن الخطاب وعلی عنقی اُدمۃ احملھا فقال الا تؤدی زکوٰتک یا حماس فقال مالی غیر ھذا واھبۃ فی القرظ فقال تلک مال ضعھا فوضعتھا بین یدیہ فحسبھا قد وجبت الزکوٰۃ فیھا فاخذ منھا الزکوٰۃ رواہ الشافعی واحمد وابن ابی شیبۃ وعبدالرزاق و سعید بن منصور والدارقطنی انتھی ما فی التفسیر المظھری للقاضی ثناء اللہ الپانی پتی۔ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی والد ماجد شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ازالۃ الخفاء میں فرماتے ہیں۔ الشافعی عن ابن عمر وابن حماس ان اباہ قال مررت بعمر بن الخطاب وعلی اُدمۃ احملھا فقال عمر الا تؤدی زکوٰتک یا حماس فقلت یا امیر المومنین مالی غیر ھذا الذی علی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظهري واهبة في القرظ قال ذلك مال فضع فوضعتها بين يديه فحسبها فوجدها قد وجبت فيها الزكوٰة فاخذ منها الزكوٰة انتهى ما في ازالة الخفاء۔ یہ روایت حضرت عمرؓ کی اگرچہ لفظاً موقوف ہے مگر باعتبار حکم کے مرفوع ہے۔ کیونکہ جس امر میں رائے کو دخل نہیں اس کو صحابی اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتا۔ جب تک حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہو جیسا کہ اہل حدیث اور فقہ پر مخفی نہیں ہے اور اس آیت کریمہ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ سے بھی مال تجارت میں فرضیت زکوٰۃ ثابت ہوتی ہے کیونکہ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ میں مال تجارت بلا ریب شامل ہے بدلیل اس آیت کے لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً اى الا ان تكون الاموال اموال التجارة صادرة عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ۔ چنانچہ تفسیروں میں مذکور ہے۔ لہٰذا تفسیر عزیزی میں پہلی آیت کا اس طرح پر ترجمہ کیا ہے وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ یعنی وکسانیکہ در جمیع انواع مالہای ایشاں از نقد و محصول زراعت و مال تجارت و بردہ حق معلوم یعنی حقے است مقرر کردہ شدہ و معین نمودہ کہ آں زکوٰۃ است و صدقہ فطر انتہیٰ مختصراً۔ اور ماہرین شریعت پر واضح ہے کہ صلوٰۃ حق بدن ہے اور زکوٰۃ حق مال ہے اور مال تجارت جنس اموال میں بلا ریب شامل ہے۔ اسی واسطے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مانعین زکوٰۃ سے جہاد کیا جیسا کہ صحاح ستہ سے معلوم ہوتا ہے اور اکتساب تین وجہ سے حاصل ہوتا ہے یا مواشی سائمہ یا زراعت یا تجارت سے لہٰذا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں الاموال النامية ثلثة اصناف الماشية المتناسلة السائمة والزروع والتجارة ولما كان دوران التجارة من البلدان النائية وحصاد الزروع وجني الثمرات في كل سنة وهي اعظم انواع الزكوٰة قدر الحول لها ولانها تجمع مختلفة الطبائع وهي مظنة النماء وهي مدة صالحة لمثل هذه التقديرات انتهى كلامه اور سابق معلوم ہو چکا کہ بیع کسب میں داخل ہے بدلیل روایت امام احمدؒ کے رافع بن خدیج سے اور بیع عبارت ہے دوران مال تجارت سے تو نص قرآنی سے زکوٰۃ مال تجارت میں بھی فرض ہوئی۔ کیونکہ صیغہ انفقوا کا آیۃ انفقوا من طيبات ما كسبتم میں واسطے وجوب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرضی گئے ہے علی الاطلاق تو فرضیت زکوٰۃ مال تجارت میں قرآن مجید سے ثابت ہوئی۔ باقی رہی حدیث ابوداؤد کی جو در بارہ زکوٰۃ مال تجارت کے وارد ہے۔ اور وہ حدیث یہ ہے عن سمرۃ بن جندب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یامرنا ان نخرج الصدقۃ من الذی نعدہ للبیع رواہ ابوداؤد واسنادہ لین کذا فی بلوغ المرام۔ سو یہ حدیث دلیل مستقل فرضیت زکوٰۃ مال تجارت پر نہیں ہے بلکہ نہ دلالت کرتی ہے نص آیت انفقوا من طیبات ما کسبتم اور سند اجماع پر اور یہ حدیث سند اجماع کے واسطے کافی ہے۔ اگرچہ سند اس کی لین ضعیف ہے اور فی نفسہ قوی نہیں کہ موجب اسکات ہو۔ البتہ اجماع سے اس میں قوت آگئی چنانچہ تفصیل اور تشریح اس کی بحث اجماع میں مذکور ہے کما لا یخفی علی الماھر باقوال العلماء من المتقدمین والمتاخرین واللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الالباب حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ ۲ ماہ ربیع الثانی ۱۲۹۸ھ

فتاویٰ نذیریہ جلد اوّل ص۵۰۳

دیگر (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس کے پاس مکان رہنے کا نہیں ہے یا کپڑا پہننے کو نہیں ہے یا کبھی کبھی اس کے پاس روزمرہ کا کھانا نہ رہتا ہو یا جس کے پاس یہ سب چیزیں موجود ہوں مگر قرض اس کے ذمہ زیادہ ہے تو ان سب صورتوں میں زکوٰۃ لینے کے قابل ہے یا نہیں (۲) وقت چاند دیکھنے کے کوئی شخص اگر انگلی سے بتائے تو آیا اس میں گناہ ہے یا نہیں اور مکروہ بھی ہے یا نہیں؟

جواب: (۱) ان سب صورتوں میں اس کو زکوٰۃ لینا درست ہے واللہ اعلم بالصواب

(۲) اس میں کچھ گناہ نہیں۔ اور مکروہ بھی نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ سید شریف حسین۔ (بحوالہ مذکور) سید محمد نذیر حسین

تمت کتاب الزکوٰۃ والحمد للہ اولا و آخرا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

باب پنجم

کتاب الحج

افتتاحیہ

از حضرت مولانا سید سلیمان صاحب ندوی

حج اسلام کا چوتھا رکن ہے اور ہر استطاعت رکھنے والے مسلمان پر عمر میں ایک دفعہ فرض ہے۔ یہ دنیائے اسلام کی روحانی شہنشاہی کا وہ دربار عام ہے جس میں ہر سال وہ درباری شریک ہوتے ہیں جن کو توفیق الٰہی زمین کے گوشے گوشے سے کھینچ کر عرفات کے میدان میں جمع کر دیتی ہے۔ اسلام کا یہ دربار عام اخوت اسلامی کا پیغام ہے۔ تمام اونچ نیچ۔ گدا و شاہ امیر و غریب سب ایک جگہ ایک لباس، ایک حالت، ایک کیف میں سر برہنہ ایک چادر میں لپیٹے لبیک اللّٰھم لبیک پکارتے ہیں یعنی آقا کی پکار پر بندوں کی طرف سے حاضری و حضوری کا شور برپا ہوتا ہے۔ یہ اس اجتماع کا مظاہرہ ہے جو آدم علیہ السلام سے لے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے عہد میں کرتے آئے ہیں۔ اس مقدس سرزمین میں ہر حامل نبوت نے والہانہ قدم رکھا ہے اور وہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے زمانے میں انبیاء کی مثالی صورتیں چلتی پھرتی نظر آرہی ہیں۔ کس قدر خوش قسمت ہیں وہ انسان جن کو اپنی عمر میں کم از کم ایک دفعہ ان مقدس مقامات کی حاضری و مشاہدہ انبیاء کی زیارت کی شرف یابی نصیب ہوتی ہے۔

مسلمان جو روئے زمین پر پراگندہ اور دنیا کے بڑا عظموں اور جزیروں میں منتشر ملکوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور شہروں میں پھیلے اور پہاڑوں اور صحراؤں اور ریگستانوں میں بچھڑے ہوئے ہیں سال میں ایک دفعہ وہ دن آتا ہے جب ہر گوشے سے ان کے نمائندے دریاؤں اور صحراؤں کو طے کر کے اس خشک اور بنجر سرزمین میں جس کو صرف رحمت الٰہی کے چھینٹے سیراب کرتے ہیں جمع ہوتے ہیں اور دیکھنے والے کو امت محمدی کی موجودہ حالت اور کیفیت ایک نظر میں معلوم ہوتی ہے۔ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۝ لِّيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ (حج .۴) اور اے ابراہیمؑ لوگوں میں حج کی پکار پکار دے لوگ تیرے پاس پیادہ آئیں گے اور (مشقت سفر سے) دبلی پتلی سواریوں پر جو ہر دور دراز سے آئیں گی تاکہ وہ اپنے فائدوں کے مقاموں میں حاضر ہوں اور چند مقررہ ایام میں خدا کا نام لیں۔

جلوۂ طور! عشق کے بازار میں جب یہ صلائے عام دی گئی اس وقت سے لے کر آج تک سالانہ لبیک کی جوابی آوازیں برابر دنیا کے کانوں میں آتی رہی ہیں۔ اب یہ دور ہمارے زمانے تک پہونچا ہے اور اب ہم پر فرض ہے کہ اس ربانی پکار کی آواز کو سنیں اور لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ کہتے ہوئے ہر دور دراز راستے سے اجتماعی دملی وروحانی منافع کے مقامات میں حاضری دیں اور چند مقررہ دنوں میں فاران کی چوٹیوں پر چڑھ کر طور کا جلوہ دیکھیں۔ خاتم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخرین اُمت کو جو قیامت کے خزانہ رحمت کی حامل ونگہبان بنائی گئی ہے یہ حکم ملا ہے۔ وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ خانہ کعبہ کا حج فرض کرتا ہے جس کو وہاں تک جانے کی استطاعت ہو۔

اس حکم نے ملت حنیفی کی اس آخری اُمت پر جس کا نام مسلمان ہے حج کو قیامت تک کے لئے فرض کر دیا۔ ہر مسلمان پر جو صحیح وتندرست ہے اور جس کے پاس اتنا سرمایہ ہے کہ اپنی غیر حاضری میں اہل وعیال کے گذارے کا سامان کر کے سفر حج کے مصارف اٹھا سکتا ہے۔ عمر میں ایک دفعہ اس فرض کا ادا کرنا ضروری ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ خداوندا جو تیری راہ میں چل کر اس فرض کو ادا کریں ان کے گناہ تیرے دربار سے معاف ہوں۔ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الرَّحِیْمُ (بقرہ) اور (اے خدا) ہم کو ہمارے حج کے دستور اور قاعدے دکھا اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع ہو۔ بیشک تو ہی رحمت کے ساتھ بندوں پر رجوع ہونے والا اور ان پر رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کی دوسری دعاؤں کے ساتھ یہ دُعا بھی قبول ہوئی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عن ابی ھریرۃ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول من حج فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدتہ امہ (بخاری ومسلم) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سُنا کہ جس نے حج کیا اور اس میں گناہ کا مرتکب نہیں ہوا تو وہ اس طرح گناہوں سے پاک ہو کر لوٹتا جیسا وہ اس دن تھا جب اس کی ماں نے اس کو جنا۔

دینی اور دنیوی فوائد جس طرح آگ کی بھٹی دھاتوں کی میل کچیل کو مٹا کر ان کو نکھار دیتی ہے اسی طرح حج کی بھٹی گناہوں کے میل کچیل کو جلا کر مسلمان کو پاک کر دیتی ہے اور اس کو پے بہ پے سفر حیثیت وچالاک تجربہ کار بنا کر تجارت اور کام کاشائق کر کے بابرکت بنا دیتا ہے جس سے اس کی محتاجی دور ہو جاتی ہے۔

عن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تابعوا الحج والعمرۃ فانھما ینفیان الفقر والذنوب کما ینفی الکیر خبث الحدید والذھب والفضۃ ولیس للحجۃ المبرورۃ ثواب الا الجنۃ (ترمذی) عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج اور عمرہ یکے بعد دیگرے کیا کرو۔ کہ یہ دونوں محتاجی اور گناہوں کو ایسا صاف کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے۔ سونے اور چاندی کے میل کو اور نیکی سے بھرے ہوئے حج کا ثواب جنت ہی ہے۔

عرفات کے محشر میں جب لاکھوں بندگان خدا کھلے سر گرد وغبار میں اٹے۔ چادریں لپیٹے، چلچلاتی دھوپ میں کھڑے، ہاتھ پھیلائے۔ حسرت وندامت کے آنسو بہاتے ہوئے بارگاہ بے نیاز میں توبہ واستغفار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے دریائے رحمت میں وہ جوش وخروش ہوتا ہے کہ گناہوں کا خس وخاشاک اس کے سیلاب میں بہہ جاتا ہے قالت عائشۃؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من یوم اکثر من یعتق اللہ فیہ عبدا من النار من یوم عرفۃ وانہ لیدنوا ثم یباھی بھم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الملائکۃ فیقول ما اراد ھٰؤلاء (مسلم) عائشہؓ کہتی ہیں کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عرفہ کے دن سے بڑھ کر کوئی دوسرا دن نہیں جس میں اللہ بندے کو دوزخ سے آزاد کرتا ہو وہ اس دن نزدیک آتا ہے پھر فرشتوں کے سامنے اپنے ان بندوں پہ فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ میری خوشنودی کے سوا یہ اور کیا چاہتے ہیں۔

اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پہ کھڑی کی گئی ہے۔ ان میں سے ایک حج بھی ہے

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ والحج وصوم رمضان (بخاری)۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے۔ اس کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور نماز درست کرنا۔ زکوٰۃ دینا اور حج کرنا اور رمضان کے روزہ رکھنا۔

دردناک وعید بیت اللہ دین محمدی کی سلطنت کا پایہ تخت ہے۔ یہی وہ جغرافیائی مرکز ہے جو تمام عالم کے مسلمانوں کو ان کے انتشار پراگندگی اور پھیلاؤ کے باوجود سال میں ایک دفعہ اپنے دامن میں سمیٹ کر وحدت عمومی کے نقطہ پر جمع کر دیتا ہے اسی لئے اس بیت اللہ کا حج کفر و ایمان کے درمیان حد فاصل ہے۔ جس کو اس درگاہ سے روگردانی ہو وہ دین محمدی کے دائرے سے باہر ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ (البقرۃ۱) اور ان لوگوں پہ اللہ تعالیٰ خانہ کعبہ کا حج فرض کرتا ہے جو وہاں تک جانے کی استطاعت رکھتے ہوں اور جو کفر (انکار) کرے تو اللہ دنیا جہان سے بے نیاز ہے۔

استطاعت کے باوجود حج کے ادا کرنے سے روگرداں ہونے کو اللہ تعالےٰ نے "کفر" فرمایا ہے اور وعید فرمائی ہے کہ اس پتھر اور چونے سے بنے ہوئے گھر میں جا کر حج کے مراسم ادا کرنے سے کچھ اس کی ذات اقدس میں برتری نہیں ہوتی ہے بلکہ جو کچھ ہے وہ تمہارے لئے ہے۔ چنانچہ اس آیت پاک کی تشریح

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ یوں فرماتے ہیں۔ عن علی قال قال رسول اللہ علیہ وسلم من ملك زادا وراحلة تبلغه الی بیت اللہ ولم یحج فلا علیه ان یموت یهودیا او نصرانیا (ترمذی) علیؓ سے روایت ہے کہ فرمایا خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو زاد سفر اور اس سواری کا مالک ہو جو اس کو خانہ کعبہ تک پہنچا دے اور حج نہ کرے تو اس پر کچھ نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر" یعنی اس ابراہیمی مرکز عبادت کا تعلق ہی ایک ایسی چیز ہے جو مسلمان کو یہودی وعیسائی سے علیحدہ وممتاز کرتا ہے اب آج ان احکام کو سامنے رکھ کر ان صاحب استطاعت مسلمانوں کو غور کرنا چاہئے جو ہنوز اس فرض سے سبکدوش نہیں ہوئے کہ آیا وہ مسلمان نہ کر مرنا چاہتے ہیں یا یہودی وعیسائی ہو کر جو آغاز اسلام سے اس قبلہ کو ویران اور دین محمدی کے اس مرکز کو بے نشان کریں۔

مسلمانو! اٹھو! اور اس فرض کو جو آدمؑ سے لے کر ابراہیمؑ اور ابراہیمؑ سے لے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک ادا ہوتا رہا ہے۔ اس کو ادا کریں اور ان مشاہدات کی زیارت اور ادائے مناسک سے دیدہ ودل کو پرنور ومسرور کریں جو انبیاء علیہم السلام کی یادگاریں اور شعائر الٰہی کی تعظیمیں ہیں اور قبول واستجابت کے مکان ومحل ہیں چلیں کہ بیت اللہ، صفا، مروہ، میزاب ومشعر حرام عرفات ومزدلفہ میں کھڑے ہو ہو کر اپنی مغفرت کی دعا کریں اور قوم وملت کی فلاح کی تدبیریں سوچیں، اور ان پہاڑیوں کو دیکھیں جہاں خدا کے رسول نے محبت کی قربانی کی اس گھر میں دوگانہ ادا کریں جس کے معمار ومزدور دو مقدس رسول تھے جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی پائی۔ انہوں نے ظہور کیا۔ قرآن نازل ہوا۔ رسول گویا ہوئے فرشتے اترے۔ جبرئیل پیغام لائے وغیرہ۔ زندگی کا اعتبار نہیں۔ مال ودولت کا بھروسہ نہیں جو دم ہے غنیمت ہے جو موقع آج ہے اس کے کل کے سوچنے کی مہلت نہیں اس سے پہلے کہ آخرت کا سفر درپیش ہو۔ اس فریضے کے سفر سے سبکدوشی ہو جائے۔ لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ۔ اَلْحَمْدُ لَكَ وَالشُّكْرُ لَكَ۔ (اخبار محمدی دہلی۔ ۱۵ نومبر ۱۹۴۰ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح مناسکِ حج

(از قلم حضرت مولانا حافظ عبداللہ صاحب، مولوی فاضل روپڑی)

حج کی فرضیت حج اسلام کے ارکان خمسہ سے ایک رکن ہے۔ جو ہر بالغ صاحب استطاعت مسلمان مرد عورت پر عمر میں ایک دفعہ ادا کرنا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا۔ اور حدیث میں ہے جس شخص کو کسی ضروری حاجت نے یا ظالم بادشاہ یا سخت مرض نے نہ روکا ہو اور وہ بلا حج کئے مر جائے تو وہ خواہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔

فضائل حج اس بارے میں بہت سی روایات آئی ہیں چند ایک ذیل میں لکھی جاتی ہیں (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الحج المبرور لیس له جزاء الا الجنة خالص حج کا بدلہ صرف جنت ہے" (بخاری و مسلم) آپ سے سوال ہوا کہ حج کا خالص ہونا کیا ہے؟ فرمایا إِطْعَامُ الطَّعَامِ وَطِيبُ الْكَلَامِ یعنی کھانا کھلانا اور کلام نرم کرنا (۲) مَنْ حج فلم يرفث ولم يفسق رجع من ذنوبه كيوم ولدته امه۔ جس نے حج کیا اور کسی طرح کی بدکلامی اور بدعملی نہ کی وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو گیا جیسا ماں کے شکم سے پیدا ہونے کے دن تھا۔

حج کی جامع فضیلت حج میں بہت سے کام ہوتے ہیں۔ ہر کام کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ ہم ان سے چند روایات ذکر کرتے ہیں۔

زیارت بیت اللہ کی نیت سے سفر حدیث میں ہے جب انسان زیارت بیت اللہ کی نیت سے گھر سے چلتا ہے تو اس کے اور اس کی سواری کے ہر قدم اٹھانے اور رکھنے کے بدلے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک گناہ مٹایا جاتا ہے (طبرانی کبیر)۔ دوسری روایت میں ہے، تو یا تیری سواری جو قدم رکھے یا اٹھائے اس کے عوض ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے (طبرانی اوسط)

طواف بیت اللہ بیت اللہ شریف کے گرد سات چکر لگانے کا نام طواف ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث میں ہے جو طواف بیت اللہ کرے اس کے لئے ہر قدم کے اٹھانے اور رکھنے میں خدائے تعالیٰ ایک نیکی لکھتا ہے ایک گناہ معاف کرتا ہے اور ایک درجہ بلند کرتا ہے۔ (ابن خزیمہ) دوسری حدیث میں ہے کہ بیت اللہ کے گرد ستر چکر لگانا غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے۔ خدائے تعالیٰ ہر قدم کے بدلے ستر ہزار نیکی لکھتا ہے۔ ستر ہزار گناہ معاف کرتا ہے اور ستر ہزار درجے بلند کرتا ہے اور اس کے اہل سے ستر شخصوں کے حق میں اس کی شفاعت قبول کرتا ہے (ابوالقاسم اصبہانی)

حجر اسود اور رکن یمانی بیت اللہ کے چار گوشے ہیں۔ مشرقی گوشے کا نام رکن حجر اسود ہے۔ کیونکہ اس میں حجر اسود ہے۔ اس کے مقابل یمنی طرف کے گوشے کو رکن یمانی کہتے ہیں کیونکہ وہ یمن کی طرف واقع ہے۔ تیسرے کا نام شامی ہے کیونکہ وہ شام کی طرف واقع ہے چوتھے کا نام عراقی ہے کیونکہ وہ عراق کی طرف ہے۔ بیت اللہ کا طواف کرنے کے وقت حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں اور ہاتھ لگاتے ہیں رکن یمانی کو صرف ہاتھ لگاتے ہیں رکن شامی اور رکن عراقی کو نہ بوسہ دیتے ہیں نہ چھوتے ہیں حدیث میں ہے حجر اسود اور رکن یمانی کو چھونا گناہ کی معافی ہے (ابن خزیمہ)۔ دوسری حدیث میں ہے جو اچھی طرح وضو کر کے حجر اسود کو ہاتھ لگانے کے لئے آتا ہے وہ رحمت میں چلتا ہے جب ہاتھ لگا کر مندرجہ ذیل کلمات پڑھتا ہے تو اس کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

طواف کی دو رکعت طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم پر آتے ہیں جو بیت اللہ کے دروازے کے سامنے ہے وہاں دو رکعت نفل پڑھتے ہیں جس کو طواف کی نماز کہتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے طواف کے بعد دو رکعت پڑھنا اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے غلام آزاد کرنے کے برابر ہے (طبرانی کبیر) دوسری حدیث میں ہے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے مقام ابراہیم پر دو رکعت پڑھنے والے کے لئے خدا اولاد اسمٰعیلؑ سے چار غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھتا ہے۔ اور وہ ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن تھا (ابوالقاسم اصبہانی)

صفا و مروہ کا طواف بیت اللہ شریف کے قریب صفا و مروہ دو پہاڑیاں ہیں۔ مقام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابراہیم پر دو رکعت پڑھ کر ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان سات چکر لگائیں۔ حدیث شریف میں ہے صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا ستر غلام آزاد کرنے کے برابر ہے (طبرانی کبیر)

عرفات میں قیام مکہ شریف سے نو کوس کے فاصلہ پر ایک میدان ہے جس کو عرفات کہتے ہیں نویں تاریخ ذی الحجہ کو ظہر سے مغرب تک حاجی لوگ وہاں ٹھہرتے ہیں۔ ذکر الٰہی اور دعا میں مشغول رہتے ہیں۔ حدیث میں ہے خدا تعالیٰ اس روز آسمان دنیا پر نزول فرماتا۔ اور فرشتوں پر فخر فرماتا ہے کہ میرے بندے پراگندہ بالوں والے دور دراز سے میری رحمت کی امید سے میرے پاس آئے ہیں (اے بندو) اگر تمہارے گناہ ریت کے ذروں یا بارش کے قطروں یا سمندر کے جھاگ کے برابر ہوتے ہیں تمہیں ضرور بخش دیتا۔ لوٹ جاؤ تم بھی بخشے ہوئے ہو اور جس کو تم سفارش کرو وہ بھی بخشا ہوا ہے (طبرانی کبیر)۔ دوسری حدیث میں ہے خدا فرشتوں کو کہتا ہے میرے بندوں کو کیا چیز یہاں لائی ہے۔ فرشتے کہتے ہیں تیری رضا اور جنت کی تلاش میں آئے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں اپنی ذات اور مخلوق کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا۔ خواہ ان کے گناہ زمانے کے دنوں کی گنتی اور پُر کرنے والی ریت کے ذروں کے برابر ہوں۔ (طبرانی اوسط)

جمرے مارنا مکہ شریف سے تین کوس کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے جہاں عید کے دن حاجی قربانیاں کرتے ہیں۔ وہاں تین بڑے بڑے پتھر ہیں جن کو جمرے کہتے ہیں ابراہیم علیہ السلام جب اپنے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کو قربانی کرنے لگے تو شیطان ان جمروں کے پاس انہیں دکھائی دیا۔ تاکہ انہیں قربانی سے روکے ابراہیم علیہ السلام نے اس کو ہر جمرے کے پاس سات سات کنکر مارے۔ اس واقعہ کی یاد تازہ رکھنے اور شیطان کو ذلیل کرنے کے لئے حاجی بھی ان جمروں کو عید کے دن سات سات کنکر مارتا ہے حدیث میں ہے۔ ہر کنکر کے بدلے ایک مہلک کبیرہ گناہ معاف ہو جاتا ہے (طبرانی کبیر) دوسری حدیث میں ہے جمرے مارنے کے عوض جو کچھ خدا نے بندے کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک سے پوشیدہ رکھا ہے اُسے کوئی جانتا ہی نہیں (طبرانی کبیر)۔ ایک حدیث میں ہے کہ یہ ذخیرہ ہے جو اس وقت تیرے کام آئے گا۔ جبکہ تو بہت محتاج ہوگا۔

(ابوالقاسم اصبہانی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قربانی[1] حدیث میں ہے تیری قربانی بھی خدا کے پاس ذخیرہ ہے۔ جو عین محتاجی کے وقت یعنی قیامت کے دن تیرے کام آئے گا۔ (طبرانی)

حجامت کرنا حج اور عمرہ سے فارغ ہو کر حاجی حجامت کراتے ہیں۔ حدیث میں ہے ہر بال کے بدلے ایک نیکی ملتی ہے اور گناہ مٹا دیا جاتا ہے (طبرانی کبیر) دوسری حدیث میں ہے تیرا ہر بال قیامت کے دن نور ہو گا۔ (طبرانی کبیر)

طواف وداع حج سے فارغ ہو کر وطن کو آتے ہوئے بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں جس کو طواف وداع کہتے ہیں۔ حدیث میں ہے۔ تمام کاموں سے فارغ ہو کر جب حاجی طواف وداع کرتا ہے تو فرشتہ آتا ہے جو اس کے کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہتا ہے تیرے پچھلے گناہ معاف ہو گئے۔ اب آئندہ نئے سرے سے عمل کر (طبرانی کبیر) دوسری حدیث میں ہے۔ جب تو طواف وداع کرتا ہے تو ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا ماں کے شکم سے پیدا ہونے کے دن تھا۔

سفر کا مسنون طریق (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کو سفر کرنا دوست رکھتے تھے (مشکوٰۃ)۔ جمعرات کے علاوہ اور دن بھی سفر کر سکتے ہیں چنانچہ آپ نے حجۃ الوداع کا سفر ہفتہ کے دن کیا مگر حدیث مشکوٰۃ کے الفاظ "دوست رکھتے" سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ جمعرات بہتر ہے (۲) جماعتی صورت میں سفر کرنا بہتر ہے اور باعث عزت و وقار ہے۔ خرچ کی کفایت ہے ایک دوسرے کے ہم و غم میں شریک رہتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ جب تین ہوں تو ایک کو امیر بنا لیں (مشکوٰۃ) اور جماعت بھی اسی صورت میں بنتی ہے کہ سب ایک کے تحت ہوں پس اس مبارک سفر کو ہر طرح سے مسنون طریق پر پورا کرنا چاہیے۔

گھر سے نکلنے کا عمل پہلے دو رکعت نفل پڑھے۔ حدیث میں ہے انسان نے اپنے اہل کے پاس دو رکعتوں سے بہتر کوئی چیز نہیں چھوڑی (الیضاح للنووی) ایک اور حدیث میں ہے اگر تو اپنے رفیقوں

[1] قربانی کے مفصل احکام اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیے۔ (محمد داؤد راز)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے صورت حال اور مال میں بہتر ہونا چاہتا ہے تو قل یا ایہا الکافرون سے والناس تک تبت کو چھوڑ کر پانچ سورتیں پڑھ، ہر سورہ کو بسم اللہ سے شروع کر اور اپنی قرات کو بسم اللہ پر ختم کر یعنی پانچویں کو ختم کر کے پھر بسم اللہ پڑھ۔

گھر سے نکلنے کی دعا بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ (ابوداؤد)۔ ترجمہ۔ اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ میں نے اللہ کے نام پر توکل کیا۔ گناہ سے پھرنا اور نیکی کی توفیق صرف اللہ ہی سے ہے"

رخصت کرنے کی دعا اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَکُمْ وَاَمَانَتَکُمْ وَخَوَاتِیْمَ اَعْمَالِکُمْ (ابوداؤد) تمہارا دین و امانت اور اعمالوں کا خاتمہ خدا کے سپرد کرتا ہوں۔

سفر کے وقت وصیت عَلَیْکَ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَالتَّکْبِیْرِ عَلٰی کُلِّ شَرَفٍ (ترمذی) تقویٰ الٰہی اور سربلندی پر چڑھنے کے وقت تکبیر کو لازم پکڑ اور نیچے اترتے وقت سبحان اللہ کہنا چاہیے۔ جیسے دوسری حدیث میں ہے)

جنگل کی سواری کی دعا سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ فِیْ سَفَرِنَا ھٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیْنَا سَفَرَنَا ھٰذَا وَاطْوِلَنَا بُعْدَہٗ۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَکَآبَۃِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَھْلِ (مسلم) (ترجمہ) وہ پاک ذات ہے جس نے اس کو ہمارے تابع کر دیا اور ہم اس کو قابو کرنے والے نہ تھے اور ہم اپنے رب کی طرف جانے والے ہیں۔ یا اللہ ہم تجھ سے اپنے سفر کی نیکی اور پرہیزگاری اور تیری رضامندی کے کام مانگتے ہیں۔ یا اللہ ہمارے اس سفر کو آسان کر اور اس سفر کی دوری کو لپیٹ دے۔ یا اللہ! تو ہی سفر میں ساتھی ہے اور گھر والوں میں خلیفہ ہے۔ یا اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں سفر کی تکلیف سے اور دیکھنے کے غم سے اور برے رجوع سے اہل اور مال میں"

دریا کی سواری کی دعا بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖھَا وَمُرْسٰھَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَدْرِهٖ (ابن سنی) ترجمہ۔ اللہ کے نام سے اس کا جاری ہونا اور ٹھیرنا ہے۔ بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا کما حقہ قدر نہیں کیا۔

کسی بستی میں داخلہ کی دعا اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاهَا وَحَبِّبْنَا إِلَى أَهْلِهَا وَحَبِّبْ صَالِحِي أَهْلِهَا إِلَيْنَا (حصن حصین)

(ترجمہ) یا اللہ ہم کو اس کا پھل دے اور ہم کو اس کے رہنے والوں کی محبت دے اور ہم کو اس کے نیک لوگوں کی محبت دے۔

کسی مقام پر اترنے کی دعا أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ (مسلم) (ترجمہ) میں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں اس شے کی شر سے جو اس نے پیدا کی۔

رات کی دعا يَا أَرْضُ رَبِّي وَرَبُّكِ اللّٰهُ أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِيكِ وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيكِ وَشَرِّ مَا يَدُبُّ عَلَيْكِ أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ أَسَدٍ وَأَسْوَدَ مِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ وَمِنْ شَرِّ سَاكِنِ الْبَلَدِ وَمِنْ وَالِدٍ وَمَا وَلَدَ (ابو داؤد) (ترجمہ) اے زمین! میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں تیرے شر سے اور اس چیز کے شر سے جو تجھ میں ہے اور جو تجھ میں پیدا کی گئی ہے اور جو تجھ پر چلتی ہے۔ میں اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں زہریلی چیز سانپ بچھو سے اور شہر کے رہنے والوں کے شر سے۔ جننے والے اور جو کچھ اس نے جنا کی شر سے۔

سحری کے وقت کی دعا سَمِعَ سَامِعٌ بِحَمْدِ اللّٰهِ وَحُسْنِ بَلَائِهِ عَلَيْنَا رَبَّنَا صَاحِبْنَا وَأَفْضِلْ عَلَيْنَا عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ (مسلم) (ترجمہ) سننے والے نے سن لیا ہے۔ اللہ کی تعریف انعام اچھے کے ساتھ جو ہم پر کئے ہیں۔ یا اللہ ہماری رفاقت کر اور ہم پر فضل کر ہم آگ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ پکڑنے ہیں۔

صبح اور شام کی دعا أَصْبَحْنَا وَأَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرِ مَا فِيهَا وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا۔ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَسُوءِ الْكِبَرِ وَفِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ۔ (مسلم) اللہ کے لیے ہم نے اور تمام ملک نے شام کی تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ بادشاہی اور حمد اسی کے لیے ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے یا اللہ اس رات کی بھلائی اور جو اس رات میں ہے اس کی بھلائی مانگتا ہوں۔ اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس کی شر سے اور جو چیز اس میں ہے اس کی شر سے۔ یا اللہ میں پناہ پکڑتا ہوں سستی اور زیادہ بڑھاپے اور بُرائی بڑھاپے سے اور دنیا کی آزمائش اور عذاب قبر سے"۔

www.KitaboSunnat.com

نوٹ:۔ صبح کی دعا بھی یہی ہے صرف اَمْسَيْنَا اور اَمْسَى الْمُلْكُ کی جگہ اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ پڑھنا چاہیے۔

حج۔ عمرہ۔ میقات

حج کو عموماً لوگ جانتے ہیں کہ زیارت بیت اللہ کی خاص صورت ہے جس میں کئی کام کرنے پڑتے ہیں۔ عمرہ کو اکثر لوگ نہیں جانتے عمرہ بھی زیارت بیت اللہ کی خاص صورت ہے جس میں کئی کام کرنے پڑتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ حج میں کچھ زیادہ کام کرنے پڑتے ہیں اور عمرہ مختصر ہے حج کے مہینے مقرر ہیں۔ شوال۔ ذی قعدہ ذی الحجہ اور عمرہ بارہ ماہ درست ہے۔ حج عمرہ کی ابتدا میقات سے ہوتی ہے۔ میقات اس جگہ کو کہتے ہیں جس جگہ سے زیارت بیت اللہ کی نیت سے جانے والے کے لیے بغیر احرام کے گزرنا جائز نہیں۔ اور وہ ہر جگہ ہر ملک کے لیے الگ ہے۔ اہل یمن کے لئے یلملم اہل نجد کے لئے قَرْنُ الْمَنَازِل اہل عراق کے لئے ذَاتِ عِرق اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ اور اہل شام کے لئے جُحْفَہ۔ پہلے تین مقام مکہ مکرمہ سے تقریباً چالیس پینتالیس کوس ہیں۔ اور جحفہ قریباً ستر کوس ہے۔ ذوالحلیفہ مدینہ سے چھ کوس اور مکہ مکرمہ سے[1] قریباً تین سو کوس ہے۔

---

[1] یہ غالباً سہو کاتب ہے دراصل یہ جگہ مکہ شریف سے تقریباً ڈیڑھ سو کوس کے فاصلہ پر ہے۔ (محمد داؤد راز)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث میں ہے۔ یہ مقامات ان لوگوں کے لیے ہیں جن کے لئے مقرر کیے گئے ہیں اور دیگر لوگوں کے لئے بھی ہیں جو ان مقامات سے گذریں (چنانچہ اہل ہند عموماً یمن کی طرف سے جاتے ہیں وہ یلملم سے احرام باندھتے ہیں) جو لوگ ان مقامات کے اندر (مکہ مدینہ کی طرف) ہیں وہ اپنی رہائش کی جگہ سے احرام باندھیں۔ یہاں تک کہ اہل مکہ مکہ سے۔

احرام اور اس کے باندھنے کا طریق احرام حج یا عمرہ کی نیت باندھنے کو کہتے ہیں اور اس کے باندھنے کا طریق یہ ہے کہ جب میقات پر پہنچے تو پہلے کپڑے اتار دے۔ پھر نہا دھو کر دو چادریں پہن لے۔ ایک کو تہ بند بنائے ایک کو اوڑھ لے۔ یہ چادریں ان سلی ہوں تو بہتر ہیں۔ عورت اپنے کپڑے بدستور رکھے صرف برقعہ اتار دے اور اس کی جگہ بڑی چادر لے لے اور منہ ننگا رکھے جب کوئی بیگانہ سامنے ہو تو منہ ڈھانپ لے۔ چادریں پہننے کے بعد دو رکعت نفل پڑھ کر حج یا عمرہ دونوں کی نیت کر کے لبیک پکارنا شروع کر دیں۔ لبیک پکارنے کو تلبیہ کہتے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ (ترجمہ) میں حاضر ہوں یا اللہ! میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں۔ نہیں شریک ہے واسطے تیرے۔ میں حاضر ہوں۔ بیشک سب تعریف النعمت اور سلطنت تیرے ہی لئے ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔

نوٹ:۔ تلبیہ کے الفاظ اور بھی ہیں۔ اگر یاد ہوں تو وہ بھی پڑھ سکتے ہیں سارے سفر میں بیت اللہ شریف پہنچنے تک تلبیہ جاری رہنا چاہیے اگر اور کوئی ذکر کرنا یا قرآن مجید پڑھنا ہو تو بھی کوئی حرج نہیں۔ تلبیہ بلند آواز سے پڑھیں۔ جب بند کریں تو یہ دعا پڑھیں اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ وَأَسْئَلُكَ الْعَفْوَ بِرَحْمَتِكَ مِنَ النَّارِ۔ (ترجمہ) اے اللہ میں تیری رضا کا اور جنت کا سوال کرتا ہوں اور تیری رحمت کے طفیل آگ سے عافیت مانگتا ہوں۔

ممنوعات احرام احرام میں عورت کا بوسہ لینا۔ شہوت سے چھونا۔ بنظر شہوت دیکھنا۔ منگنی کرنا نکاح کرنا کرانا۔ خوشبو استعمال کرنا۔ جوئیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مارنا۔ کنگھی کرنا۔ جنگلی شکار کرنا۔ حاجی کی کوئی گری ہوئی شے اٹھانا جس کا ایک سال تک اعلان نہ ہو سکے۔ اس قسم کے کام ممنوع ہیں۔ ہاں موذی اشیا، حرم میں قتل کرنا جائز ہیں جن کا ذکر حرم مکہ میں آگے آتا ہے۔

حرم مکہ مکرمہ اور اس کی دُعا مکہ کے گرد و نواح کئی میلوں تک کی جگہ کو حرم مکہ کہتے ہیں۔ بڑے بڑے نشانات قائم کر کے حدود متعین کر دیئے گئے ہیں۔ جدہ سے چل کر جب مکہ مکرمہ دس میل رہ جاتا ہے تو آمنے سامنے کئی گز لمبی چوڑی اونچی دو دیواریں آتی ہیں۔ اس طرف سے یہی حد حرم ہیں حرم کا گھاس یا درخت کاٹنا یا شاخ توڑنا۔ اس میں شکار کھیلنا بلکہ شکاری جانور کو اپنی جگہ سے عمداً اٹھانا حرام ہے۔ ہاں موذی اشیاء سانپ بچھو چھپکلی۔ کوا۔ شیر۔ چیتا۔ بھیڑیا وغیرہ کو مارنا جائز ہے۔ اسی طرح سے گھاس کی قسموں سے اِذخر گھاس کاٹ سکتے ہیں (مشکوٰۃ)

نوٹ:۔ حد حرم کی زمین سے گھاس یا درخت کاٹنا یا شاخ توڑنا اس شخص کو منع ہے جو مالک نہ ہو مالک اپنی ملک میں ہر طرح تصرف کر سکتا ہے کیونکہ ملک سے مقصود یہی تصرف ہے۔

حرم میں داخل ہونے کی دعا نہ حدیث میں آئی ہے نہ صحابہؓ سے منقول ہے البتہ ابن جماعۃ نے امام احمد سے قریباً یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ ھٰذَا حَرَمُکَ وَ اَمْنُکَ فَحَرِّمْنِیْ عَلَی النَّارِ وَاٰمِنِّیْ مِنْ عَذَابِکَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ اَوْلِیَآئِکَ وَاَھْلِ طَاعَتِکَ۔ (الیضاح للنووی مع حاشیہ ابن حجر ھیثمی) (ترجمہ) اے اللہ! یہ تیرا حرم ہے اور تیرے امن کی جگہ ہے پس مجھے آگ پر حرام کر دے اور جس روز تو اپنے بندوں کو قبروں سے اٹھائے مجھے اپنے عذاب سے رہائی دے۔ اور مجھے اپنے دوستوں اور فرمانبرداروں سے کر دے۔"

مکہ مکرمہ میں کس جانب سے داخل ہو اور مسجد حرام میں کس دروازہ سے داخل ہو اس بات پر اتفاق ہے کہ مکہ مکرمہ کی جس جانب سے داخل ہو جائز ہے مگر یہ بہتر ہے کہ بیر طوی کی جانب سے داخل ہو۔ یہ ایک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کنواں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کو اس مقام پر غسل فرمایا اور پھر جانب معلی کی طرف سے داخل ہوئے۔ بیر طوی سے جب بیت اللہ شریف کو روانہ ہوتے ہیں تو تھوڑی دور پہنچ کر دو راستے ہو جاتے ہیں۔ ان سے بائیں راستہ چل کر باہر جنت معلی سے ہوتے ہوئے سیدھے باب السلام پر پہنچیں۔ باب السلام مسجد حرام کے دروازوں سے ایک دروازہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرف سے مسجد حرام میں داخل ہوئے۔

داخلہ مکہ مکرمہ کی دعا مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی دعا کسی صحیح حدیث میں نہیں اس لئے وہی دعا پڑھیں جو عموماً ہر بستی میں داخل ہونے کے وقت آئی ہے چنانچہ اوپر گذر چکی ہے۔

مسجد حرام میں داخل ہونے کی دعا اس کے لئے بھی کوئی خاص دعا نہیں آئی۔ پس وہی دعا پڑھیں جو عام طور پر مسجدوں میں داخل ہونے کے وقت پڑھی جاتی ہے یعنی اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ" یا اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

مسجد حرام میں داخل ہونے کی کیفیت مسجد حرام میں داخل ہونے کی کیفیت وہی ہے جو عام مسجدوں کی ہے یعنی دایاں پاؤں پہلے رکھتے ہیں اور بایاں پیچھے نکلنے کے وقت اس کا الٹ کرتے ہیں اور جوتا پہننے اور اتارنے کے وقت بھی ایسا ہی کرے یعنی پہلے دایاں پاؤں پہنے پھر بایاں اور اتارنے کے وقت اس کا الٹ کرے۔ اور جوتے پہننے اور اتارنے کی یہ کیفیت مسجد حرام یا عام مسجد کے ساتھ خاص نہیں بلکہ مسجد غیر مسجد سب جگہ اسی طرح کرے۔ احادیث میں عام آیا ہے۔

رویت بیت اللہ اور اس کی دعا باب السلام سے داخل ہو کر جب بیت اللہ شریف پر نظر پڑے تو ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھیں چنانچہ ابن جریج نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ ھٰذَا الْبَیْتَ تَشْرِیْفًا وَّتَعْظِیْمًا وَّتَکْرِیْمًا وَّمَھَابَةً وَّبِرًّا وَزِدْ مَنْ شَرَّفَهٗ وَکَرَّمَهٗ مِمَّنْ حَجَّهٗ اَوِ اعْتَمَرَہٗ تَشْرِیْفًا وَّتَعْظِیْمًا (مناسک ابن تیمیہ)۔ (ترجمہ) اے اللہ! اس گھر کو شرافت، بزرگی، عزت، ہیبت اور نیکی میں زیادہ کر اور حج یا عمرہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے والوں سے جس نے اس گھر کی شرافت اور تعظیم کی اس کو بھی شرافت اور بزرگی میں زیادہ کر۔

اصل مسجد حرام اور باب بنوشیبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد صرف مطاف (طواف کی جگہ) تھی جس کا فرش اب سنگ مرمر کا ہے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اور پھر حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں کچھ اضافہ کیا گیا۔ ان کے بعد دیگر بادشاہوں نے اس کو بہت وسیع کر دیا۔ بیر زمزم کے قریب مقام ابراہیم کے سامنے اصل دیواروں کے بغیر کمانی دار دروازہ بنا ہوا ہے۔ اصل مسجد حرام کا دروازہ یہی ہے۔ اس کو باب بنوشیبہ کہتے ہیں۔ باب السلام سے سیدھے اس دروازہ کو آئیں اس سے داخل ہو کر حجر اسود کا رخ کریں۔ اگر چاہیں تو اس دروازے میں داخل ہوتے وقت وہی دعا پڑھیں جو مسجد میں داخل ہوتے وقت پڑھی جاتی ہے کیونکہ اصل مسجد حرام یہی ہے۔ اس کی دیواریں ہٹا دی گئی ہیں۔ دروازہ قائم ہے۔

حجر اسود کا بوسہ اور اس کی دعا حجر اسود بیت اللہ کے مشرقی کونہ میں چاندی کے خول کے اندر ہے باب بنوشیبہ سے داخل ہو کر حجر اسود کی طرف آئیں۔ اس کو چھوئیں اور بوسہ دیں اور وہ دعا پڑھیں جو پہلے گذر چکی ہے اگر چھونا یا بوسہ دینا ہجوم کی وجہ سے مشکل ہو تو ہاتھ کا اشارہ کر کے ہاتھ کو چوم لینا کافی ہے

طواف بیت اللہ اور اس کی دعا حجر اسود کو چھونے اور بوسہ دینے کے بعد اپنے دائیں ہاتھ کی جانب بیت اللہ کے گرد چکر لگانا شروع کریں۔ سات چکر پورے کریں۔ اسی کو طواف بیت اللہ کہتے ہیں۔ ہر چکر میں حجر اسود کے سامنے آئیں تو بدستور اس کو چھوئیں اور بوسہ دیں اور دعا مذکور پڑھیں اور جب رکن یمانی کے برابر آئیں تو یہ دعا پڑھیں۔ اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ رکن یمانی اور حجر اسود کے علاوہ چکر کے باقی حصے میں یہ کلمات کہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۝

نوٹ۔ حجر اسود اور رکن یمانی کے برابر آنے کے وقت اور چکر کے باقی حصہ میں ان دعاؤں کے علاوہ اور دعائیں بھی آئی ہیں اگر یاد ہوں تو پڑھ سکتے ہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام شافعیؒ نے قرآن مجید پڑھنے کی بھی اجازت دی ہے۔

رمل اور اضطباع طواف کرتے وقت پہلے تین چکر میں رمل کریں یعنی کندھے ہلاتے ہوئے تیز چلیں جیسے پہلوان چلتا ہے اور باقی چار چکر میں آہستہ چلیں۔ حدیث میں ایسا ہی آیا ہے نیز احرام کی اوپر کی چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے کرکے اس کی دونوں طرف بائیں کندھے پر ڈال لیں۔ طواف کے وقت ایسا کرنا مسنون ہے۔ اس کو اضطباع کہتے ہیں۔

مقام ابراہیم اور اس پر طواف کی دو رکعت اور دعا طواف بیت اللہ سے فارغ ہو کر وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى پڑھتے ہوئے مقام ابراہیم کی طرف آئیں۔ مقام ابراہیم ایک پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام کعبہ کی تعمیر کرتے تھے جو بیت اللہ کے دروازے کے سامنے ایک کوٹھڑی میں مقفل ہے۔ اس کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان کرکے دو رکعت نماز پڑھیں۔ اسی کو طواف کی نماز کہتے ہیں۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور دوسری میں قُلْ هُوَ اللهُ پڑھیں پھر یہ دعا مانگیں۔

مقام ابراہیم کی دعا اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ سِرِّي وَعَلَانِيَتِي فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِي وَإِنَّكَ تَعْلَمُ حَاجَتِي فَأَعْطِنِي سُؤْلِي وَتَعْلَمُ مَا عِنْدِي فَاغْفِرْ لِي ذُنُوبِي اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ إِيمَانًا يُبَاشِرُ قَلْبِي وَيَقِينًا صَادِقًا حَتّٰى أَعْلَمَ أَنَّهُ لَنْ يُصِيبَنِي إِلَّا مَا كَتَبْتَ لِي وَأَرْضِنِي بِمَا قَضَيْتَهُ عَلَيَّ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ - (حاشیہ ایضاح للہیثمی بحوالہ ابن الجوزی فاکہانی)

ترجمہ۔ یا اللہ! تو میرا ظاہر اور باطن جانتا ہے پس میرے عذر کو قبول کر اور میری حاجت کو تو جانتا ہے پس میری مانگی چیز مجھ کو دے۔ میرے دل میں جو ہے اس کو تو جانتا ہے پس میرے گناہ بخش دے۔ یا اللہ میں تجھ سے ایسے ایمان کا سوال کرتا ہوں جو دل میں رچ جائے اور سچا یقین یہاں تک کہ سمجھ لوں کہ مجھ کو وہی پہنچے گا جو تو نے میری قسمت میں لکھا ہے اس پر راضی رہنے کے ساتھ سوال کرتا ہوں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طواف یعنی سعی صفا مروہ اور اس کی دعا

مقام ابراہیم سے فارغ ہوکر حجر اسود کو بوسہ دیں اور مسجد حرام کے باب الصفاء سے باہر نکلیں۔ صفا پہاڑی پر پہنچیں وہ باب الصفاء سے چند قدم کے فاصلے پر ہے۔ صفا پہاڑی کے قریب پہنچ کر یہ پڑھیں۔ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ أَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهٖ۔ ترجمہ۔ بیشک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کے نشانات سے ہیں میں بھی اس شے کے ساتھ شروع کرتا ہوں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے شروع کیا ہے۔" پھر صفا مروہ پر چڑھ کر یہ کلمات کہیں۔ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ أَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ (مشکوٰۃ)۔ ترجمہ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں بادشاہی اور تمام تعریف اسی کے لئے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ واحد کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں اور اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے (محمد صلعم) کی مدد کی اور سب جماعتوں (کافروں) کو شکست دی۔" اس کے بعد یہ دعا پڑھیں جو موطا میں ہے۔ اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ قُلْتَ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ اُدْعُوْنِيْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ وَإِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ وَإِنِّيْ أَسْأَلُكَ كَمَا هَدَيْتَنِيْ لِلْإِسْلَامِ أَنْ لَا تَنْزِعَهُ مِنِّيْ وَأَنْ تَتَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا (ایضاح مع حاشیہ ہیثمی) ترجمہ۔ اے اللہ تو نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ تیری بات سچی ہے اور تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ جس طرح تو نے مجھے اسلام کے لئے ہدایت کی ہے اس کو مجھ سے نہ چھین یہاں تک کہ تو مجھے اسلام کی حالت پر فوت کرے۔

اس کے بعد پہاڑی مروہ کی طرف چلیں۔ صفا مروہ کے درمیان۔ مروہ کو جاتے ہوئے بائیں جانب دو دو سبز نشان ہیں جن کو مِيْلَيْنِ أَخْضَرَيْنِ کہتے ہیں۔ جب ان سے پہلے کے قریب پہنچیں۔ چھ سات ہاتھ کا فاصلہ رہ جائے تو دوڑنا شروع کریں۔ جب دوسرے نشان کے قریب پہنچیں تو دوڑنا ترک کر دیں پھر بدستور چلیں یہاں تک کہ مروہ پہاڑی پر پہنچیں اور مروہ پر بھی وہی کلمات اور دعا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھیں جو صفا پر پڑھی تھی۔ اور صفا مروہ کے درمیان دوڑنے کے وقت یہ دعا پڑھیں۔ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ (ایضاح مع حاشیہ ہیثمی بحوالہ طبرانی۔ بیہقی۔ ابن ابی شیبہ) ترجمہ "اے رب میرے بخش اور رحم کر پس تو ہی بہت عزت والا اور بزرگ ہے" اور آہستہ آہستہ چلنے کے وقت بھی یہ دعا پڑھ سکتے ہیں۔ پھر مروہ سے لوٹ کر صفا پر آویں۔ دوڑنے کی جگہ دوڑیں اور چلنے کی جگہ چلیں اور بدستور دعائیں پڑھیں۔ صفا پر پہنچ کر دو پھیرے ہوئے اسی طرح سے سات پھیرے پورے کریں۔ جن کی ابتدا صفا سے ہے اور انتہا مروہ پر ہے۔ اگر آپ نے صرف عمرے کا احرام باندھا ہے تو احرام کھول دیں یعنی حجامت کرا لیں۔ خوشبو لگا لیں کپڑے وغیرہ بدل لیں اور اگر حج یا حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا ہے تو بدستور احرام کی حالت میں رہیں۔ اپنا کوئی نیک شغل جاری رکھیں۔ ذکر کریں نماز پڑھیں۔ طواف کریں۔ ہر طرح مختار ہیں۔ اگر احرام کھول چکے ہیں تو بھی یہ کام کر سکتے ہیں آٹھویں تاریخ تک۔

مقام منیٰ کو جانے کی تیاری

جب ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ آئے تو اگر آپ احرام کھول چکے ہیں تو حج کے لئے نیا احرام باندھ کر اور اگر پہلا احرام قائم ہے تو اسی کے ساتھ صبح ہی منیٰ کو (جو مکہ سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے) جانے کی تیاری کریں بعض لوگ ساتویں ذی الحجہ کو منیٰ جانے کی تیاری کر لیتے ہیں یہ خلاف سنت ہے۔ منیٰ میں پانچ نمازیں پڑھیں۔ ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ عشاء اور نویں ذی الحجہ کی فجر۔

میدان عرفات جانے کی تیاری

نویں ذی الحجہ کو منیٰ میں فجر کی نماز پڑھ کر عرفات جانے کی تیاری کریں جو مکہ سے ۹ کوس کے فاصلہ پر ہے۔ ظہر کی نماز مسجد نمرہ میں پڑھیں جو عرفات کے میدان کے کنارے پر واقع ہے۔ عرفات کو جاتے ہوئے رستہ میں مزدلفہ آتا ہے وہاں پہنچ کر عرفات کی طرف دو رستہ ہو جاتے ہیں۔ ایک کا نام جو دائیں جانب ہے "طریق ضب" ہے اور دوسرے کا نام "مازمین" ہے لوگ عموماً مازمین کے راستے جاتے ہیں۔ آپ کوشش کریں کہ ضب کے رستے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی راستے گئے تھے۔ مسجد نمرہ میں امام کے ساتھ ظہر عصر دونوں نمازیں ظہر کے وقت پڑھنی چاہئیں۔ یہ متفقہ مسئلہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ مکہ کے لوگ دوگانہ پڑھیں یا پوری پڑھیں مگر ترجیح دوگانہ ہی کو ہے۔ خواہ مکہ کے حاجی ہوں یا دوسرے ملک کے۔

وقوف عرفات وقوف کے معنے ٹھہرنے کے ہیں ظہر و عصر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد میدان عرفات میں داخل ہو کر اللہ کی یاد میں مشغول ہوں۔ قرآن پڑھیں ذکر و اذکار کریں۔ دعا کریں اگر ہو سکے تو جبل الرحمۃ پر پہنچیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ وقوف فرمایا تھا۔ سورج غروب ہونے تک یہی مشغلہ رہے۔ عرفات میں وقوف بہت بڑا رکن ہے۔ یہ وقت بڑی عاجزی اور انکساری میں گذارنا چاہیے

عرفات کی دعا میدان عرفات میں ہر قسم کی دعا کر سکتے ہیں۔ خواہ قرآن میں ہو یا حدیث میں ہو مندرجہ ذیل دعا خصوصیت سے آئی ہے۔ ترمذی وغیرہ میں ہے:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَالَّذِیْ تَقُوْلُ۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ وَاِلَیْکَ مَآبِیْ وَلَکَ رَبِّ تُرَاثِیْ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَوَسْوَاسِ الصَّدْرِ وَشَتَاتِ الْاَمْرِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا تَجِیْئُ بِہِ الرِّیْحُ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا تَجِیْئُ بِہِ الرِّیْحُ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّفِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا اَللّٰھُمَّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ وَسَاوِسِ الصَّدْرِ وَشَتَاتِ الْاَمْرِ وَفِتْنَۃِ الْقَبْرِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا یَلِجُ فِی اللَّیْلِ وَشَرِّ مَا یَلِجُ فِی النَّھَارِ وَشَرِّ مَا تَھُبُّ بِہِ الرِّیْحُ وَشَرِّ بَوَائِقِ الدَّھْرِ لَبَّیْکَ اِنَّمَا الْخَیْرُ خَیْرُ الْاٰخِرَۃِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا۔

ترجمہ:۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ بادشاہی اور حمد اسی کے لئے ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یا اللہ تعریف تیرے لئے ہے جس طرح تو فرماتا ہے اور اس سے بہتر جو ہم کہتے ہیں یا اللہ میری نماز میری قربانی میری زندگی اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میری موت تیرے ہی لئے ہے۔ میرا رجوع تیری طرف ہے تو ہی میرا وارث ہے یا اللہ قبر کے عذاب سینے کے وسوسوں اور کام کی پریشانی سے پناہ مانگتا ہوں۔ یا اللہ! جس چیز کو ہوا لاتی ہے۔ اس کی بھلائی مانگتا ہوں۔ اللہ جس کو ہوا لاتی ہے اس کی شر سے پناہ مانگتا ہوں اللہ کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ بادشاہی اور حمد اسی کے لیئے ہے وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔ یا اللہ میرے کان میں اور آنکھ میں اور دل میں نور بھر دے یا اللہ میرے سینے کو فراخ کر دے اور میرے کام کو آسان کر دے سینے کے وسوسوں اور کام کی پریشانی اور عذاب قبر سے پناہ چاہتا ہوں یا اللہ جو چیز رات اور دن میں داخل ہوتی ہے اس کی شر اور جس کو ہوا اڑاتی ہے اور زمانہ کے حوادث کی شر سے پناہ مانگتا ہوں حاضر ہوں یا اللہ حاضر ہوں۔ آخرت کی بھلائی تمام بھلائیوں سے بہتر ہے۔ اللہ بڑا ہے اور اللہ کے لئے حمد ہے۔ اللہ بڑا ہے اور اللہ کے لیئے حمد ہے اللہ بڑا ہے اور اللہ کے لئے حمد ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ بادشاہی اور حمد اللہ کے لئے ہے یا اللہ اس حج کو حج خالص کر اور گناہوں کو بخشے ہوئے کر۔

افاضہ از عرفات افاضہ کے معنے لوٹنے کے ہیں۔ عرفات سے سورج غروب ہونے کے بعد مزدلفہ کی طرف لوٹیں۔ مزدلفہ عرفات کے درمیان قریباً ۳ کوس کا فاصلہ ہے مگر مغرب کی نماز عرفات میں نہ پڑھیں بلکہ واپس مزدلفہ میں پہنچ کر مغرب کو عشاء کے ساتھ جمع کر کے امام کی اقتدا میں ادا کریں۔ اگر جماعت نہ ملے تو اکیلے پڑھیں پھر رات کو یہیں آرام کریں دسویں تاریخ ذی الحجہ کو صبح کی نماز اول وقت اٹھ کر امام کی اقتداء میں اندھیرے میں پڑھیں اور نماز پڑھتے ہی دعا میں مشغول ہو جائیں۔ دعا کوئی معین نہیں جو چاہیں مانگیں۔ بہتر یہ ہے کہ وہاں کی مسجد سے جنوب کی جانب مشعر الحرام ایک چھوٹا سا ٹیلہ ہے اس پر جا کر دعا کریں۔ وہاں ایک چھوٹا سا چبوترہ بنا ہوا ہے وہ مشعر الحرام کا حصہ ہے۔

مزدلفہ سے منیٰ کو واپسی فجر کی نماز اور دعا کے بعد جب اچھی طرح روشنی ہو جائے لیکن ابھی سورج نہ نکلا ہو تو وہاں سے منیٰ کی طرف لوٹیں۔ منیٰ وہاں سے قریباً دو کوس ہے جب وادی محسر میں پہنچیں جو مزدلفہ کی طرف منیٰ کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کنارہ ہے اس میں ذرا تیز چلیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے تیز گذرے تھے کیونکہ وہاں اصحاب الفیل ہلاک ہوئے تھے۔ اسی وادی سے جمروں کے مارنے کے لئے ۷۰ یا ۴۹ کنکر اٹھائے بعض لوگ یہ کنکر مزدلفہ سے اٹھا لیتے ہیں مگر یہ خلاف سنت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی محسّر سے اٹھائے تھے۔ اس وادی سے گذر کر دائیں ہاتھ کو پہاڑ کے ساتھ ساتھ ایک راستہ آتا ہے اس راستہ سے ہوتے ہوئے جمرۃ العقبہ پہنچیں۔ یہ گڑا ہوا پتھر ہے۔ اس کے سامنے ذرا ہٹ کے نیچی جگہ میں اس طرح کھڑے ہوں کہ بایاں ہاتھ قبلہ کی جانب ہو۔ اس کو ایک ایک کرکے سات کنکر ماریں اور ہر ایک کنکر کے ساتھ اللہ اکبر کہیں۔ پھر قربانی کریں۔ مگر یہ قربانی منیٰ کی حدود کے اندر ہو خواہ کسی جگہ ہو اس کے بعد احرام کھول دیں۔ حجامت وغیرہ کرالیں سر منڈانا۔ کترانے سے بہتر ہے جو اشیاء احرام میں ممنوع تھیں احرام کھولنے کے بعد جائز ہیں۔ مگر بیوی کے پاس جانا جائز نہیں۔

طواف افاضہ

طواف بیت اللہ کی تین قسمیں ہیں جو عرفات جانے سے پہلے مکہ میں آتے ہی کرتے ہیں وہ طواف قدوم ہے جو عرفات سے واپس آکر کرتے ہیں اس کو طواف افاضہ اور طواف زیارت کہتے ہیں اور جو اپنے وطن کو واپس آنے کے وقت کرتے ہیں اس کو طواف وداع کہتے ہیں۔

طواف افاضہ وقوف عرفات کی طرح حج کا رکن ہے باقی دو طواف رکن نہیں اور وقت کی تنگی کی وجہ سے کوئی شخص مکہ نہ پہنچ سکے اور سیدھا عرفات کو آجائے تو اس کا حج ہو جائے گا۔ منیٰ میں کپڑے بدلنے کے بعد مکہ شریف جلدی پہنچ کر بدستور سابق طواف افاضہ کریں مگر اس میں اضطباع تو ہوتا نہیں اور رمل کی بھی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر طواف قدوم میں رمل نہ کیا ہو تو طواف افاضہ میں رمل کریں۔ اس کے بعد مقام ابراہیم میں بدستور سابق دو رکعت پڑھیں۔ پھر زمزم کا پانی پئیں پانی پینے کے وقت جس قسم کی آپ نیت کریں خدا پوری کرے گا۔ کسی بیماری سے شفاء کی یا علم وغیرہ کی، اس کے بعد صفا مروہ کے درمیان بدستور سابق طواف کریں۔ مگر اس طواف کی ضرورت دو صورتوں میں ہے۔ ایک یہ کہ میقات پر پہنچ کر صرف حج کا احرام باندھا ہو اور مکہ میں آکر طواف بیت اللہ اور طواف صفا مروہ کرکے حلال ہو گئے ہوں۔ اور آٹھویں ذی الحجہ کو حج کے لیے نئے سرے سے احرام باندھا ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ طواف قدوم کے بعد صفا مروہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا طواف نہ کیا ہو۔

جمرے مارنا طواف افاضہ سے فارغ ہو کر اسی روز منیٰ کو لوٹ جائیں اور وہاں تین دن گذاریں تینوں روز آفتاب ڈھلے تینوں جمروں کو سات سات کنکر ماریں اور ہر کنکر کے ساتھ اللہ اکبر کہیں پہلے جمرہ اولیٰ کو جو مسجد خیف کے قریب ہے اس کی جانب جنوب یا جانب مشرق میں کھڑے ہو کر ماریں پھر جانب شمال سے ہو کر قبلہ کی طرف جمرے سے ذرا سا آگے بڑھیں اور قبلہ رخ ہو کر دعا کریں دعا کی معین نہیں جو چاہیں کریں۔ پھر جمرہ وسطیٰ کو ماریں جو جمرہ اولیٰ کے قریب ہے۔ مارنے کے وقت اس کے جانب جنوب مغرب میں کھڑے ہوں پھر قبلہ کی طرف آگے بڑھ کر قبلہ رخ ہو کر دعا کریں۔ پھر جمرہ عقبہ کو ماریں جیسے عید کے دن مارا تھا اور اس کے پاس دعا نہ کریں۔ تین روز گیارہویں، بارہویں، تیرہویں اسی طرح ماریں اگر بارہویں کو مار کر واپس آنا چاہیں تو بھی اجازت ہے اگر ہو سکے تو مکہ کو واپس آتے وقت مقام محصب میں رات گذاریں جو منیٰ سے مکہ جاتے ہوئے مکہ کے قریب پہنچ کر بائیں طرف پڑتا ہے۔ اس کے گرد چھوٹی چھوٹی دیوار ہے اور برلب سڑک ایک عالیشان عمارت ہے اور وہاں دو کنویں ہیں ایک دیوار کے اندر جو بے آباد ہے دوسرا باہر جو آباد ہے اس کے ساتھ آخور (کھرلی) کی شکل کا چھوٹا سا حوض اونٹوں کو پانی پلانے کے لئے بنا ہوا ہے اس پر ان دنوں میں پانی نکالنے کی خاطر بادشاہ کی طرف سے مشین لگ جاتی ہے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کو رخصت ہونے کے وقت ٹھیرتے تھے۔ بس اب حاجی کا حج پورا ہو گیا۔ اب صرف وطن جانے کے وقت طواف وداع کرنا باقی ہے۔

تمتع۔ قران۔ اِفراد میقات پر پہنچ کر اگر صرف عمرہ کا احرام باندھیں۔ اور مکہ میں پہنچ کر بیت اللہ اور صفا مروہ کے طواف کے بعد احرام کھول دیں اور آٹھویں تاریخ کو نئے سرے سے حج کا احرام باندھیں تو اس کو حج تمتع کہتے ہیں۔ اور اگر میقات پر پہنچ کر صرف حج کا احرام باندھیں اور عید کے دن کھولیں تو اس کو حج قران کہتے ہیں حج قران میں اور تمتع میں قربانی ضروری ہے۔ افراد میں ضروری نہیں۔

اس میں اختلاف ہے کہ ان تینوں سے کونسا بہتر ہے۔ شافعیہ کے نزدیک افراد بہتر ہے بشرطیکہ حج سے فارغ ہو کر ذی الحجہ میں عمرہ کرے۔ حنفیہ کے نزدیک قران افضل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ بعض اہلحدیث تمتع کو افضل کہتے ہیں۔ ہماری تحقیق اس میں یہ ہے کہ قران اور تمتع افراد سے افضل ہے۔ اور اگر قربانی احرام باندھ کر ساتھ لائے تو قران تمتع سے افضل ہے اور اگر قربانی ساتھ نہ لائے تو پھر قران اور تمتع میں کچھ ایسا فرق نہیں ہے ہاں کسی قدر ہمارا میلان قران کی طرف ہے۔

عمرہ عمرہ صرف دو کاموں کا نام ہے یعنی طواف بیت اللہ اور طواف صفا مروہ۔ طواف بیت اللہ کے ساتھ مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز بھی ہے۔ تمتع والے کا عمرہ تو الگ ادا ہوگیا اور قران والے کا حج کے ساتھ ادا ہوگیا۔ افراد والا اگر عمرہ کرنا چاہے تو حج سے فارغ ہو کر کرسکتا ہے۔ اگر حج کے مہینوں سے پہلے اس سال میں یا گزشتہ سالوں میں حج کے ساتھ یا حج سے الگ اس نے عمرہ نہیں کیا تو اس سال حج سے فارغ ہو کر عمرہ ضرور کرے کیونکہ یہ بھی ایک ضروری شے ہے اگرچہ حج سے اس کا درجہ کم ہے لیکن بہت سے علماء اس کے وجوب کی طرف گئے ہیں اس لئے اس کا ادا کرنا ضروری ہے۔

زیارت مدینہ منورہ مدینہ منورہ کو زیارت مسجد نبوی کی نیت سے جانا چاہئے۔ مسجد نبوی میں ایک نماز ۵۰ ہزار نماز کا ثواب رکھتی ہے۔ مسند احمد میں حدیث ہے کہ جو مسجد نبوی میں ۴۰ نمازیں پڑھے وہ آگ۔ عذاب۔ نفاق سے بری ہوجاتا ہے۔

پہلے مسجد نبوی میں داخل ہو کر تحیۃ المسجد دو رکعت پڑھیں پھر روضہ شریف کے پاس آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صاحبین پر درود سلام پڑھیں اور قبرستان مدینہ جس کا نام بقیع ہے اور شہداء اُحد وغیرہ کی زیارت کریں ان کے حق میں وہی دعا کریں جو قبروں کی زیارت کے لئے آئی ہے اور مدینہ میں کئی ایک اور مسجدیں مشہور ہیں مگر ان میں نماز کا ذکر نہیں آیا صرف مسجد قبا کی بابت حدیث میں آیا ہے کہ اس میں دو رکعت پڑھنا عمرہ کا ثواب رکھتا ہے جو مدینہ سے دو اڑھائی میل کے فاصلہ پر ہے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جایا کرتے تھے۔

قبولیت دعا کے خاص مقامات مکہ مکرمہ میں مندرجہ ذیل مقامات ہیں خصوصیت سے دعا قبول ہوتی ہے۔

(۱) طواف بیت اللہ میں (۲) ملتزم کے پاس (کعبہ کی دیوار کا وہ حصہ ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو رکن حجر اسود اور بیت اللہ کے دروازے کے درمیان ہے (۳) بیت اللہ کے پرنالے کے نیچے (۴) بیت اللہ کے اندر (۵) زمزم کے پاس (پانی پینے کے وقت) (۶) صفا پر جب سعی کرنے لگیں۔ (۷) مروہ پر جب سعی کرنے لگیں (۸) طواف صفا مروہ میں (۹) مقام ابراہیم پر طواف بیت اللہ کی دو رکعت پڑھنے کے وقت (۱۰) عرفات میں (۱۱) مزدلفہ میں (۱۲) منیٰ میں (۱۳) جمروں کے پاس بجز جمرہ عقبہ)۔ (ایضاح للنووی بحوالہ رسالہ حسن بصری)

واپسی کی دعا اپنے شہر یا گاؤں میں واپس آنے کے وقت یہ دعا پڑھیں:۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لئے حمد ہے وہ ہر شے پر قادر ہے۔ ہم اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والے توبہ کرنے والے ہیں۔ اسی کے لئے عبادت اور سجدہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کو سچا کر دیا۔ اور اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور اس اکیلے لشکروں کو شکست دی۔

مسئلہ۔ اپنے شہر یا گاؤں میں پہنچ کر مکان میں جانے سے پہلے قریب کی مسجد میں دو رکعت نفل پڑھیں۔

نوٹ:۔ حاجی چونکہ اللہ کی طرف سے مغفور ہوتا ہے اس لئے اس کی دعا مقبول ہوتی ہے۔ لوگوں کو چاہیے کہ اس سے ملاقات کریں اور دعا کرائیں۔ خدا تعالیٰ ہر مسلمان کو توفیق بخشے کہ وہ زیارت حرمین الشریفین سے مشرف ہو کر اپنے گناہوں اور خطاؤں کو بخشوائیں۔ واللہ الموفق للصواب والیہ المرجع والمآب۔

تنبیہ۔ حج کے تمام مناسک واحکام عرض کر دیئے گئے ہیں۔ حجاج کرام کو چاہیے کہ ان کے مطابق فریضہ حج ادا کریں۔ کیونکہ یہ مبارک سفر بار بار میسر نہیں آتا۔ اس لئے موافق سنت ادا کرنا چاہیے۔ نیز حاجی کو چاہیے کہ وہ یہ سمجھے کہ میں مکہ مکرمہ میں تجدید توبہ کر چکا ہوں اس کو کبھی نہ توڑوں گا۔ صبح وشام استقامت واطاعت وخاتمہ بالایمان کی دعا مانگتے رہیں۔ صغائر وکبائر تمام گناہوں سے کلی پرہیز کریں۔ بدعادات اور بری

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خصلت کو چھوڑ دیں۔ والتوفیق بید اللہ۔　　عبد اللہ امرتسری

(تنظیم اہلحدیث روپڑ ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۷ء)

سوال: ہمارے ایک صاحب حج کی نیت رکھتے تھے اب وہ انتقال کر گئے ہیں۔ مرحوم کی طرف سے ان کے بھائی حج بدل کرانا چاہتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ حج بدل کے لئے کیا یہ لازم ہے کہ ایسا ہی شخص ہو جس نے پہلے اپنے مصارف سے حج کیا ہو یا نہ۔

جواب: بعض علماء کا خیال حدیث نبوی کے خلاف ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حج بدل والے کو فرمایا تھا حج عن نفسك ثم حج عن شبرمة رواہ ابوداؤد وابن ماجة وصححہ ابن حبان والراجح عند احمد وقفہ (بلوغ المرام) اوّل تو ابوداؤد وابن ماجہ میں مرفوع بھی ہے دوسرا اگر بالفرض موقوف بھی ہو تو قول صحابی بعض علماء کے خیال سے راجح ہے پس مقدم حج نائب راجح ہے۔ ابوسعید شرف الدین دہلوی

حج کی ایک قسم حج بدل بھی ہے جو کسی معذور یا متوفی کی طرف سے نیابۃً کیا جاتا ہے اس کی نیت کرتے وقت لبیک کے ساتھ جس کی طرف سے حج کے لئے آیا ہے اس کا نام لینا چاہئے مثلاً ایک شخص زید کی طرف سے حج کے لئے گیا تو وہ یوں پکارے لبیک عن زید نیابۃً کسی معذور زندے کی طرف سے حج کرنا جائز ہے۔ اسی طرح کسی مرے ہوئے کی طرف سے بھی حج بدل کرایا جا سکتا ہے۔ ایک صحابی نے نبی صلعم سے عرض کیا تھا کہ میرا باپ بہت ہی بوڑھا ہو گیا ہے وہ سواری پر بھی چلنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ آپ اجازت دیں تو میں اس کی طرف سے حج ادا کر لوں۔ آپ نے فرمایا ہاں کر لو (ابن ماجہ) مگر اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ جس شخص سے حج بدل کرایا جائے وہ پہلے خود اپنا حج فرض ادا کر چکا ہو جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث سے ثابت ہے۔ عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمع رجلا یقول لبیك عن شبرمة فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من شبرمة قال قریب لی قال ھل حججت قط قال لا قال فاجعل ھذہ عن نفسك ثم حج عن شبرمة (رواہ ابن ماجہ) یعنی ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا کہ وہ لبیک پکارتے وقت کسی شخص شبرمہ نامی کی طرف سے لبیک پکار رہا ہے آپ نے دریافت کیا کہ بھئی یہ شبرمہ کون ہے اس نے کہا شبرمہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرا ایک قریبی ہے۔ آپ نے پوچھا تو نے اپنا حج ادا کیا ہے اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا اپنے نفس کی طرف سے حج ادا کر پھر شبرمہ کی طرف سے کرنا" اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حج بدل وہی کر سکتا ہے جو پہلے اپنا حج کر چکا ہو۔ بہت سے ائمہ اور امام شافعی وامام احمد کا یہی مذہب ہے۔ لمعات میں ملا علی قاری مرحوم لکھتے ہیں اَلْاَمْرُ یدل بظاهره علی ان النیابة انما یجوز بعد اداء فرض الحج والیه ذهب جماعة من الائمة والشافعی واحمد۔ یعنی امر نبوی بظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نیابت اسی کے لئے جائز ہے جو اپنا فرض حج ادا کر چکا ہو۔ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایۂ ناز کتاب نیل الاوطار میں یہ باب منعقد کیا ہے بَابُ مَنْ حَجَّ عَنْ غَیْرِہٖ وَلَمْ یَکُنْ حَجَّ عَنْ نَفْسِہٖ یعنی جس شخص نے اپنا حج نہیں کیا وہ غیر کا حج بدل کر سکتا ہے یا نہیں۔ اس پر آپ حدیث بالا شبرمہ والی لائے ہیں اور اس پر یہ فیصلہ دیا ہے وَلَیْسَ فِیْ ھٰذَا الْبَابِ اَصَحُّ مِنْہُ یعنی حدیث شبرمہ سے زیادہ اس باب میں اور کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہوئی ہے۔ پھر فرماتے ہیں وظاهر الحدیث انه لا یجوز لمن یحج عن نفسه ان یحج عن غیره وسواء کان مستطیعا او غیر مستطیع لان النبی صلی اللہ علیه وسلم لم یستفصل هذا الرجل الذی سَمِعَهُ یُلَبِّیْ عَنْ شبرمة وهو ینزل منزلة العموم والی ذلك ذهب الشافعی والناصر (جزء رابع نیل الاوطار ص۱۷۳) یعنی اس حدیث سے ظاہر ہے کہ جس شخص نے اپنے نفس کی طرف سے پہلے حج نہ کیا ہو وہ حج بدل کسی دوسرے کی طرف سے نہیں کر سکتا خواہ وہ اپنا حج کرنے کی طاقت رکھنے والا ہو یا طاقت نہ رکھنے والا اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو شبرمہ کی طرف سے لبیک پکارتے ہوئے سنا تھا اس سے آپ نے یہ تفصیل نہیں دریافت کی۔ پس یہ بمنزلہ عموم ہے اور امام شافعی و ناصر کا یہی مذہب ہے۔

پس حج بدل کرنے اور کرانے والوں کو سوچ سمجھ لینا چاہیے۔ امر ضروری یہی ہے کہ حج بدل کے لئے ایسے آدمی کو تلاش کیا جائے جو اپنا حج ادا کر چکا ہو تاکہ بلا شک وشبہ ادائیگی فریضہ حج ہو سکے۔ اگر کسی بغیر حج کئے ہوئے کو بھیج دیا تو حدیث بالا کے خلاف ہو گا نیز حج کی قبولیت اور ادائیگی میں پورا پورا تردد بھی باقی رہے گا۔ عقلمند ایسا کام کیوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے جس میں کافی روپیہ خرچ ہو اور قیمت میں تردد ثواب وشبہ ہاتھ آوے ع
چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

مولانا عاشق الہٰی صاحب میرٹھی حنفی اپنی کتاب زیارۃ الحرمین میں صفحہ ۱۶۸ پر تحریر فرماتے ہیں "بہتر یہ ہے کہ حج بدل اس شخص سے کرائے جو دیندار اور مسائل سے واقف ہو کہ عوام پر مسائل سے ناواقفیت کے سبب تاوان واجب ہوجاتا ہے اور حج بدل ادا نہیں ہوتا۔ اور پہلے اپنا حج کرچکا ہو کہ جس نے اپنا حج نہیں کیا اگرچہ صحیح روایت (شاید روایات فقہی مراد ہے) کے موافق وہ حج بدل کرسکتا ہے (یہ مولانا نے اپنے مسلک کے مطابق تحریر فرمایا ہے) اور اس پر اس سفر سے اپنا حج بھی فرض نہ ہوگا مگر اختلاف سے بچنا افضل ہے"۔ پس ایک مسلمہ حنفی عالم کے فتوے کے مطابق بھی حج بدل اسی شخص سے کرانا بہتر ہے جو پہلے اپنا حج ادا کرچکا ہو واللہ اعلم بالصواب۔

(حررہ محمد داؤد راز۔ از حج بیت اللہ شریف ص ۳۴۱)

سوال: جو مسلمان مالدار صاحب نصاب اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے اور طاقت کے باوجود حج بیت اللہ کو نہ جاوے تو کیا وہ مرے دم یہودی یا نصرانی ہو کر مرے گا؟

(عبدالرؤف)

جواب: حدیث شریف میں یوں آیا ہے جو شخص باوجود فرض ہونے وسعت رکھنے اور مانع نہ ہونے کے حج نہ کرے وہ چاہے یہودی ہو کر مرے یا عیسائی۔ یہ خبر نہیں کہ وہ یہودی یا عیسائی ہو کر مرے گا۔ بلکہ ایک قسم کی ناراضگی ہے۔ زکوٰۃ نہ دینے کا گناہ علاوہ ہے جس کی بابت قرآن مجید فیصلہ کررہا ہے یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ الایۃ یعنی جو لوگ مال جمع کرتے ہیں اور زکوٰۃ نہیں دیتے، ان کا مال تپا کر ان کو داغ دیا جاوے گا۔

(اہلحدیث ۱۹ شوال ۱۳۴۷ھ)

سوال: غریب لڑکے کا اپنا باپ سے روپیہ لے کر حج کو جانا جائز ہے یا نہیں اور حج کا ثواب کس کو ملے گا باپ کو یا بیٹے کو؟

جواب: باپ بیٹے دونوں کو ثواب ملے گا۔ باپ کو روپیہ دینے کا۔ بیٹے کو حج کرنے کا۔

(۱۴ رجب ۱۳۵۱ھ)

سوال: اگر ایک شخص پر حج فرض تھا اس نے ادا نہ کیا اور مرگیا تو اس کے لئے حج بدل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرانا ضروری ہے؟۔

جواب: حدیث میں آیا ہے ایک سائل کے سوال کرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کو قرض کے ساتھ تشبیہ دے کر مردے کی طرف سے ادا کرنے کا حکم فرمایا تھا۔
(۳ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ)

سوال: عورتوں پر حج فرض کس حالت میں ہے؟

جواب: جس حالت میں مردوں پر فرض ہے۔ مزید یہ ہے کہ عورت کے ساتھ کوئی محرم بھی ہونا چاہیئے۔ (۳ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ)

سوال: اکثر لکھا ہوا دیکھا ہے کہ فلاں کام کرنے سے سو حج یا سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے تو اس کام کے کرنے سے آدمی حج سے بچ سکتا ہے اور ۹۹ حج کا ثواب دوسروں کو بخش سکتا ہے۔

جواب: اس قسم کی روایات جو صحیح ہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ ثواب اتنا ملے گا۔ یہ مطلب نہیں کہ فریضہ حج اس سے ساقط ہو جائے گا جیسے ایک روایت میں ہے سورۃ قل ھو اللہ ثلث قرآن پڑھنے کے برابر ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ تلاوت قرآن کی ضرورت نہیں قائم مقامی اور چیز ہے اور اصل چیز اور۔ (۳ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ)

سوال: زید عرصہ سے کامل استطاعت رکھتے ہوئے بغیر کسی عذر شرعی کے محض طلب دنیا کے پیچھے لگ کر فرض حج سے محروم رہ کر انتقال کر گیا اس کے وارث اگر حج بدل کرائیں تو زید کے ذمہ حج کا فرض ساقط ہو گا یا نہیں؟

جواب: حج بدل حدیثوں میں آیا ہے ایک عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا کہ میرا باپ بہت بوڑھا ہے سواری پہ بیٹھ نہیں سکتا کیا میں اس کی طرف سے حج کروں آنحضرت نے اُسے اجازت دی۔ (۲۵ محرم ۱۳۳۲ھ)

سوال: حج کی کامل استطاعت رکھتے ہوئے حج نہ کرنے والے کے لئے جو وعید احادیث شریف میں وارد ہوئی ہیں اس کی کیا صورت ہے؟

جواب: احادیث میں یوں آیا ہے کہ جو کوئی حج کی طاقت رکھے اور نہ کرے اس کے حق میں برابر ہے کہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی مگر اس مضمون کی حدیث صحیح نہیں۔
(مشکوٰۃ باب المناسک ۲۵ محرم ۱۳۳۲ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرفیہ: لیکن اس اثر سے قوت ہوتی ہے بعن عمرؓ عند سعید بن منصور و البیہقی فی سننہما باسناد صحیح قال لقد ہممت ان ابعث رجالاً الی ھذہ الامصار فینظروا کل من کان لہ جدۃ ولم یحج فیضربوا علیہم الجزیۃ ما ھم بمسلمین انتہٰی۔ (تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث مشکوٰۃ ج ۲ ص ۱۱۵)

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: ہندوستان کے فوت شدہ وطنی کی طرف سے حج بدل مقیم مکہ سے کرا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: حج بدل میں وطنی ہونے کی شرط نہیں ہندی کی طرف سے عربی حج بدل کر سکتا ہے بشرطیکہ حج بدل کرنیوالا اپنا حج کر چکا ہو (مشکوٰۃ باب المناسک فصل دوم حدیث ابن عباس متعلقہ شبرمہ (۲۵ محرم ۱۳۴۳ھ)

سوال: حج بدل کے لئے احسن طریقہ کیا ہے؟

جواب: طریقہ یہی ہے کہ بدل کرنے والا اپنے فرض سے سبکدوش ہو چکا ہو اور احرام کے بعد لبیک عن فلاں کہے یعنی اس شخص کا نام لے جس کی طرف سے گیا ہے وغیرہ۔

(۲۵ محرم ۱۳۴۳ھ)

سوال: متعہ بالحج کیا ہے؟

جواب: متعہ بالحج اس کو کہتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں داخل ہو کر عمرہ کر کے احرام ختم کر دے پھر آٹھویں تاریخ ذی الحجہ کو حج کے لئے احرام باندھے۔ (۵ جمادی الاول ۱۳۴۲ھ)

سوال: زید اپنے کم عمر لڑکے کو برائے حج اپنے ہمراہ لے گیا تھا۔ ہنوز وہ لڑکا نابالغ تھا۔ اس کا حج فرض ادا ہوا یا نہیں اب وہ لڑکا جوان ہو گیا مالدار بھی ہے دوبارہ حج فرض ادا کرے یا نہیں؟

جواب: نابالغ پر حج فرض نہیں قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ حج مستطیع (صاحب طاقت) پر فرض ہے مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا۔ اس لئے نابالغ کے حج سے مفروضہ حج ادا نہیں ہوگا۔ اللہ اعلم۔ (۲۲ رجون ۱۹۳۳ء)

تعاقب بر فتویٰ ۲۲ جون ۱۹۳۳ء

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عورت ایک لڑکے کے متعلق دریافت کرتی ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ھل لھذا حج قال نعم ولك اجر۔ اگر بقول آپ کے اور آیت شریفہ کے اس حج سے مفروضہ حج نہیں تھا تو پھر نفل کیسی؟ (محمد یحییٰ موضع کا بیکا پور رنگپوری)

جواب: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حج کا ثواب ہوگا جیسے نفل نماز کا اس سے ہمیں بھی انکار نہیں انکار اس سے ہے کہ بعد حج بالغ متمول ہو جائے تو حج اس پر فرض رہے گا وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا۔ (۴ اگست ۲۳ء)

سوال: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اگر کوئی لڑکا دس برس کی عمر میں نماز نہ پڑھے تو اس کو مارنے کا حکم ہے ایسا ہی اگر کوئی لڑکا دس برس کی عمر کا (جو صاحب مال ہے) عمداً حج کو ترک کرے تو اس کو کیا کریں۔ (محمد یحییٰ مذکور)

جواب: نماز نہ پڑھنے پر مارنے کا حکم آیا ہے۔ حج کے متعلق یہ نہیں آیا اس لیے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ دس سال کے بچے کو حج نہ کرنے پر مارنا چاہیے۔ بجائیکہ حج نہ کرنے پر بڑے کو بھی مارنے کا حکم نہیں ہے۔ اللہ اعلم (۴ اگست ۱۹۳۳ء)

سوال: پچاس سالہ بڑھیا اپنے باون سالہ بوڑھے دیور کے ساتھ حج کو جاسکتی ہے یا نہیں

جواب: پچاس برس کی بڑھیا اپنے باون سالہ بوڑھے دیور کے ساتھ حج کے واسطے نہیں جاسکتی ہے۔ (۱۲ مئی ۱۹۳۳ء)

تعاقب: اس پر عرض یہ ہے کہ سورۂ نور میں اَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ کو خاص کر دیا ہے کہ بوڑھے مردوں سے پردہ نہیں ہے علیٰ ہذا القیاس بوڑھے مرد و عورت جن کی قوت جماع ختم ہو چکی ہے آپس میں حج کو چلے جائیں تو کیا عذر ہے۔ فی زمانہ پچاس برس کی عورتیں بالکل کمزور اور بوڑھی ہو جاتی ہیں۔ آپ نے فرمایا ہے کہ بوڑھے مرد کے ساتھ غیر محرم عورتیں بے پردہ نہیں جاسکتیں۔ اللہ تعالیٰ کی کلام تو اجازت دیتی ہے کہ بوڑھے سے کوئی پردہ نہیں ہے مگر آپ پردہ کی قید فرماتے ہیں اور مستفتی نے تصریح کر دی ہے کہ بوڑھا مرد جاسکتا ہے یا نہیں؟ آیت کی رو سے بوڑھے مرد کو اجازت ہے۔ (خاکسار عبدالرحمٰن فریدکوٹی از سکندرآباد دکن)

جواب: قرآن مجید میں لفظ "غیر اولی الاربۃ" آیا ہے جو کسی خاص عمر سے تعلق نہیں رکھتا نہ عمر کا فیصلہ ہم کر سکتے ہیں بعض دفعہ ساٹھ ستر برس بلکہ اسی سالہ بوڑھوں کو شادی کے بعد صاحب اولاد ہوتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ اس لئے فتویٰ صحیح ہے اور تعاقب غلط۔ (۲۲ جون ۱۹۳۳ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال : ایک شخص کو روزانہ بلاناغہ احتلام ہوتا ہے وہ حج کر سکتا ہے یا نہیں۔ حالت احرام میں اسے شرعاً کیا کرنا چاہیئے۔

جواب : کثرت احتلام کا عارضہ حیض کے حکم میں ہے اس لئے حضرت عائشہ کی حدیث کے مطابق حاجی عمل کر سکتا ہے۔ حرم میں جانے کے وقت نہا لے۔ (۵ نومبر ۳۷ء)

سوال : حاجی کو رخصت کرتے وقت انبوہ در انبوہ اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ہوئے جاتے ہیں اور یہی حالت استقبال کے وقت ہوتی ہے کیا یہ نمائش شرعاً جائز ہے۔

جواب : حدیث میں آیا ہے کہ بعض دفعہ خوشی کے موقع پر صحابہؓ تکبیر پڑھا کرتے تھے۔ حج کو جانا۔ واپس آنا مقام مسرت ہے اس لئے تکبیر پڑھنا جائز ہے۔ واللہ اعلم (۵ نومبر ۱۹۳۷ء)

سوال : زید حج بدل پر جا رہا ہے اس خیال سے کہ میرے بھائی کا حج ادا ہو جاوے گا اور مجھ کو بھی حج کا ثواب ہوگا۔ عمر کہتا ہے کہ زید کو صرف اپنے بھائی سے ہمدردی کا ثواب ہوگا حج کا نہیں مدلل جواب دیں۔

جواب : زید کو حج کی ترغیب دینے اور ہمدردی کا ثواب ملے گا وسعت ہونے پر حج فرض ہوگا۔ حج اسی کا ہے جس نے حج بدل کرایا ہے۔ اللہ اعلم۔ (۲۸-جنوری ۳۸ء)

سوال : میرا ایک لڑکا حج کو جانا چاہتا ہے جس پر شرعاً حج فرض ہو چکا ہے اسے ذیابطیس کی بیماری ہے اور صحت کی حالت اچھی نہیں میں چاہتا ہوں کہ اس کی جگہ کسی دوسرے شخص کو اس سال حج بدل کے لئے بھیجدوں۔ یہ حج بدل میرے لڑکے کے لئے کامل ثواب کا باعث ہوگا یا نہیں؟ (خدا بخش از چنیوٹ)

جواب : معذور اپنی طرف سے حج بدل کسی اور کو کرا سکتا ہے مگر حج بدل کو جانے والا اپنا حج فریضہ ادا کر چکا ہو۔ واللہ اعلم۔ (۹ دسمبر ۳۶ء)

تشریح : ذیابطیس حج سے مانع نہیں جیسے نماز سے مانع نہیں۔ لہٰذا خود ہی حج کرے جیسے نماز خود پڑھتا ہے وہ مثل استحاضہ کے معذور ہے۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال : دو یا تین شخص حج کرنے کی نیت رکھتے ہیں لیکن اتنا سرمایہ نہیں کہ وہ حج کو جا سکیں حج جانے کی صورت کا یہ مشورہ کیا ہے کہ ہر شخص کسی امانت دار یا کسی محفوظ جگہ پر ہر ماہ برابر کا روپیہ جمع کرتے جائیں جب ایک شخص کے حج کے خرچ کا روپیہ جمع ہو جائے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو قرعہ ڈال کر جس کا نام نکلے وہ سب کا روپیہ جمع کیا ہوا لے کر حج کو چلا جائے۔ پھر اسی طرح سب روپیہ جمع کرتے چلے جائیں۔ اس طرح جائز ہو گا یا نہ؟ (محمد حسین شاہ جہاں پور)

جواب: یہ صورت جائز ہے بشرطیکہ اس عرصہ میں مر جانے والا اپنی واجبی شرکت کے لیے وصیت کر جائے یا مال اتنا چھوڑ جائے جو مع قرض ادا کیا جائے اور اگر آپس میں ایک دوسرے کو معافی کا وعدہ ہے تو وہ وعدہ معتبر رہے گا۔ اللہ اعلم۔ (۱۰ فروری ۳۹ء)

سوال: مذہبی فلم مثلاً حج مکہ شریف جب تیار ہوئی تو کیا اس میں کوئی بات باعث توہین مذہب ہوتی ہو گی اگر مسلمان یہ فلم دیکھیں یا اس میں اعانت کریں تو کیا حکم ہے؟

جواب: فلم[1] حج مذہب کے خلاف ہے کیونکہ تصویروں کا رواج دینا خلاف شرع ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مصوروں کو بہت برا کہا ہے ہر مسلمان کو ایسی لغویات سے محترز رہنا چاہیے قال اللہ تعالیٰ۔ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ۔ (۲ جون ۳۹ء)

سوال: حجر اسود کا بوسہ بعض حنفی شرک و نا جائز کہتے ہیں جب کہ ان لوگوں کو پیر کے مزار پر جانے کے لیے منع کیا جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے کس خیال سے بوسہ دیا تھا اور امت کس خیال سے دیتی ہے۔ (سائل مذکور)

جواب: حجر اسود ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بوسہ دیا مگر نفع و نقصان کے خیال سے نہیں۔ حضرت عمرؓ نے بوسہ دیتے وقت صاف الفاظ میں کہا تھا اِنَّكَ حَجَرٌ لَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ تو ایک پتھر ہے نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔ بزرگوں کے مزار کو بوسہ دینا شریعت میں ثابت نہیں علاوہ اس کے بوسہ دینے والے نفع نقصان کا خیال بھی رکھتے ہیں لہٰذا یہ شرک ہے

(اہلحدیث جلد ۴ نمبر ۱۹)

تشریح: حجر اسود ایک تاریخی پتھر ہے جس کو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیل کے مبارک اجسام سے مس ہونے کا شرف حاصل ہے یہ پتھر کعبہ مقدس کے ایک کونہ میں نصیب ہے اسی جگہ سے طواف شروع کیا جاتا ہے اور یہاں پر ہی آکر ایک چکر پورا ہوتا ہے۔ اس

---

[1] حج کا فلم بنانا بنوانا دیکھنا دکھلانا مسلمانوں کے لئے حرام ہے (ملخص) المعلن سعید احمد لکھنوی مفتی تکمیل العلوم سہارنپور (نور توحید لکھنؤ ج ۱ ص ۷ تا ۱۰ صفر ۵۰)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موقع پر اس کو چوما ہاتھ لگایا جاتا ہے۔ تاکہ طوافوں کے گننے میں آسانی ہو اور تاریخی پتھر کی عظمت کا احترام بھی ہو سکے عہد ابراہیمی میں عہد و پیمان عام لینے کے لیے ایک پتھر رکھ دیا جاتا تھا جس پر لوگ آ آکر ہاتھ رکھتے۔ اس کے یہ معنے ہوئے کہ جس عہد کے لیے یہ پتھر رکھا گیا ہے۔ اس کو امتوں نے تسلیم کر لیا۔ اسی دستور کے مطابق حضرت خلیل نے اپنی مقتدی قوم کے لیے یہ پتھر نصب کیا۔ جو کوئی اس گھر میں جس کی بنیاد خدائے واحد کی عبادت کے لیے رکھی گئی ہے داخل ہو اس پتھر پر ہاتھ رکھے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے توحید کا عہد مضبوط کر لیا وہ موحد ہو کر رہے گا اگر جان بھی دینی پڑے اس سے منحرف نہ ہو گا۔ الی آخرہ۔

(از حضرت مولانا عبد السلام محدث بستوی صدر مدرس ریاض العلوم دہلی)

یہ ایک پتھر ہے اور یادگاری پتھر خود اس میں نہ طاقت ہے اور نہ معجزہ مگر ایک مشتاق زیارت اس تخیل کیساتھ کہ مکہ کا ہر ذرہ بدل گیا کعبہ کی ایک ایک اینٹ بدل گئی مگر یہ پتھر جس پر حضرت ابراہیم و اسمٰعیل سے لے کر محمد رسول اللہ ﷺ تک کے مقدس لب یا مبارک ہاتھ یقیناً لگ چکے ہیں اور آج ہمارے ناپاک لب اور ہاتھ بھی اس کو مس کر رہے ہیں۔ یہ وہ تخیل ہے جس سے ہر طواف کرنیوالے کی روح مضطرب ہو جاتی ہے سینہ جذبات محبت سے سرشار ہو جاتا ہے یہ بوسہ تعظیم کا بوسہ نہیں ہے بلکہ اس محبت کا نتیجہ ہے جو اس یادگار کے ساتھ ابراہیم و اسمٰعیل کی روحانی اولاد کو ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی بوسہ نہ دے تو یا اشارہ نہ کرے تو حج میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ (از حضرت مولانا نورالدین بہاری اہلحدیث سوہدرہ ۲ شعبان ۲۳ ستمبر ۱۹۳۴ء)

سوال: غیر مسلم کہتے ہیں کہ مسلمان بھی غیر مسلموں کی طرح بت پرستی کر رہے ہیں مثلاً بیت اللہ شریف کی طرف منہ کر کے عبادت کرنی۔ یا حجر اسود کو بوسہ دینا۔

ہم لوگوں نے ان کو جواب دیا "لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ" یا "وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا" یا حجر اسود کو ہم نفع اور نقصان کا مالک نہیں سمجھتے صرف اپنے نبی کی پیروی کرتے ہیں اس پر وہ اعتراض کرتے ہیں کہ ہم بھی اپنے بزرگوں کی پیروی کرتے ہیں گو یا ہم بھی ان کو نفع نقصان کا مالک نہیں سمجھتے۔ (اللہ دتا خریدار نمبر ۱۹۸۱)

جواب: مسئلے کی تحقیق کے لیے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ مسلمان کعبہ اور حجر اسود کی طرف منہ کر کے کیا کہتے اور کیا پڑھتے ہیں۔ بت پرست اپنی حاجات اور پکار تمنا آں بتوں سے کرتے ہیں۔ اور مسلمان کہتے ہیں سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ خدا کے نام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی پاکی بیان کرتے ہیں پس ان دونوں میں فرق نمایاں ہے اگر مسلمان بھی کعبہ اور حجر اسود کی عبادت کرتے تو ساری نماز میں کوئی لفظ تو کعبہ کو مخاطب کر کے کہتے۔ اے کعبے تو ہماری مدد کر، حالانکہ بت پرست بتوں سے پرارتھنا اور عجز و نیاز کرتے ہیں
(یکم شعبان ۱۳۴۵ھ)

سوال: زید نے حج کے ارادے سے سرمایہ جمع کیا۔ حج نہ کرنے پایا کہ مرض الموت میں مبتلا ہو کر حج بدل کی وصیت کی۔ زید کا ایک قریبی رشتہ دار زید کی طرف سے حج بدل کرنا چاہتا ہے اور ایک شخص متقی پرہیزگار زید کا ہم عقیدہ اس کے لئے۔ تیار ہے۔ زید نے کسی کا نام لے کر حج بدل کرنے کی وصیت نہیں کی بلکہ اپنے ایک دوست کو مال کیفیت سپرد کر کے حج بدل کی وصیت کی ہے تو حج بدل کے لئے کس کو ترجیح دی جائے یا جس کے حق میں وصیت کی ہے اس کو اختیار ہے کہ جس کو مناسب سمجھے اس کو حج بدل کا زاد راہ دے کر روانہ کر دیوے اور کیا اس کی ضرورت ہے کہ حج بدل کرنے والا پہلے اپنا فرض حج ادا کر چکا ہو۔ (سائل حاجی محمد سردار خان محمد خان از منڈلہ سی پی)

جواب: انتخاب کرنا تو بیشک موصی الیہ کا حق ہے مگر موصی الیہ کو چاہیے کہ نیک بخت آدمی کو منتخب کرے۔ کیونکہ متقی کا عمل قبول ہونے کا وعدہ ہے اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ۔ حج بدل کرنے والے پر اگر اپنی حیثیت میں حج فرض ہو چکا ہے تو پہلے اُسے اپنا ادا کر لینا چاہیے۔ (۱۹ ذیقعدہ ۱۳۴۳ھ)

سوال: ایک شخص نے اپنی منکوحہ عورت جوان کو غیر محرم مرد مجرد جوان کے ساتھ حج کرنے کو بھیجا ہے اس عورت اور اس کے خاوند اور اس غیر محرم مرد تینوں کو کہا گیا تھا کہ غیر محرم عورت کا غیر محرم مرد کے ساتھ حج کرنے کو سفر کرنا ناجائز ہے اور علمائے دین کا فتویٰ ہے کہ محرم کے ساتھ ہونے کو سوا عورت حج کو نہ جائے۔ ان تینوں نے انکار کر دیا کہ ہم علمائے دین کا حکم نہیں مانتے اپنی مرضی کریں گے اور کر لی اب آپ فرمائیں کہ ان دونوں کا حج جائز ہو گا یا ناجائز اور اس کے خاوند کو کیا ثواب ہو گا کہ جس نے عیدین کی نمازوں کے سوا فرض نمازیں اور روزے کبھی ادا نہیں کئے۔ اور جس نے غیر محرم مرد کے ساتھ عورت حج کرنے کو بھیج دی۔ حالانکہ یہ خاوند اس کا اور وہ عورت دونوں مسکین ہیں۔ اس عورت پر حج فرض ہی نہ تھا جو ساتھ لے گیا ہے اس نے اس عورت کا خرچ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ اپنی گرہ سے خرچ کرنا ہے اور سنا گیا ہے کہ راستے میں اور دربار خداوندی میں محرم ہی جھوٹ بول کر بتائیں گے (۱) اور آپ یہ بھی فرمائیں کہ جب وہ حج کر کے آویں تو اُن کی تعلیم وتکریم حاجی سمجھ کر بجالانی ضروری ہے یا نہیں؟ (۲) غیر محرم مرد جو اپنی گرہ سے حج کو لے گیا ہے اس کو حج کرانے کا اجر ملے گا یا نہیں اور اپنا بھی اس کا حج جائز ہے یا ناجائز (۳) غیر محرم مرد کے ساتھ جو عورت حج کو گئی ہے اس کا حج جائز ہوگا یا نہیں؟ (۴) اس عورت کے خاوند کو کیا اجر ملے گا جو کہتا ہے کہ میں نے حج کی اجازت عورت کو دی ہے۔ نماز روزہ تو ادا نہیں کرتا۔ (سائل ایک مسلمان)

جواب: تمام سوالات کا مجملاً جواب یہ ہے کہ عورت کو نامحرم کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں۔ بحکم حدیث۔ باقی رہا حج کا قبول ہونا یا نہ ہونا...... اس کا علم خدا کو ہے جو نیات سے پورا واقف ہے۔ مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ جس عورت کے ساتھ جانے والا محرم نہ ملے اور خاوند نہ جا سکے تو اس کا حج ملتوی ہے۔ اللہ اعلم۔ (۱۳ جنوری ۱۹۳۶ء)

سوال: میں مسماۃ فاطمہ بنت...... سکنہ چنیوٹ بعمر تیس سال حج کا شوق رکھتی ہوں اور بڑی مشکلوں سے میں نے حج کے شوق میں روپیہ جمع کیا ہے۔ اب میرا کوئی محرم ایسا نہیں جو مستطیع ہو اور مجھے اپنے ساتھ حج کرائے اب اگر میں برادری کے کسی غیر محرم کے ساتھ حج کر لوں تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ ہمارے اس سفر حج میں اور بھی مرد عورتیں شامل ہوں گی لیکن ان سب کے ساتھ اپنے محرم ہوں گے صرف میرا ہی کوئی محرم نہ ہوگا۔ بینوا توجروا۔

جواب: ایسی عورت پر حج فرض نہیں ہے جس کے ساتھ سفر میں جانیوالا خاوند یا ذی محرم نہ ہو۔ استطاعت حج میں عورت کے لئے یہ بھی ایک شرط ہے حدیث شریف میں آیا ہے۔ لا تسافر المرأة الا مع ذی محرم فقام رجل فقال یا رسول اللہ ان امرأتی خرجت حاجة۔ فقال فانطلق۔ فحج مع امرأتك۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا کہ کوئی عورت ذی محرم (جس کے ساتھ نکاح حرام ہو) کے بغیر سفر نہ کرے (یہ سن کر) ایک شخص نے کہا کہ میری عورت سفر حج کے لئے گئی ہے آپ نے اس شخص کو غزوہ سے روک کر فرمایا تم اپنی عورت کے ساتھ جاؤ اور حج کرو۔ (مسلم) (۳۲ ستمبر ۳۸ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح: اپنی ذات برادری کا قافلہ مرد و عورت کا ہو تو اس کے ساتھ جا سکتی ہے ممانعت کی جو علت غائی خلوت اجنبیہ کی فرمائی ہے وہ قافلہ برادری میں مفقود ہے۔ لہٰذا میری رائے اس بارے میں تامل ہے۔ واللہ اعلم۔ (از مولانا عبد اللطیف جوناگڑھی)

سوال[1]: قربانی یا عقیقہ کا گوشت سوائے مسلمان کے سب یعنی غیر اسلام ماننے والے یعنی کافر کو کھلا سکتا ہے یا نہیں۔ یا کچا دے سکتا ہے یا نہیں۔ اس کا جواب قرآن مجید سے یا حدیث شریف سے دیجئے۔ (عبد اللطیف فاضل محمد)

جواب: سب کو کھلا سکتا ہے قرآن مجید میں ارشاد ہے اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ یعنی مانگنے اور نہ مانگنے والے سب کو کھلاؤ۔ اس میں کوئی قید مومن غیر مومن کی نہیں ہے۔ (۲۹ ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ)

سوال: قربانی جو میت کی طرف سے کی جائے اس کا گوشت اغنیاء و فقراء دونوں کھا سکتے ہیں یا صرف مساکین ہی کو دیا جائے۔ (نیاز مند عبد المجید خلف ہدایت علی)

جواب: قربانی جو میت کی طرف سے ہو اسی طرح ہے جیسی زندہ کی طرف سے جس طرح اس کو سب کھا سکتے ہیں۔ اس کو بھی کھا سکتے ہیں سواء بسواء

(اہلحدیث ۱۰ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ)

تشریح: میرے نزدیک میت کی طرف سے جو قربانی کی جائے اس کا گوشت صاحب نصاب کو اور قربانی کرنے والے کو کھانا درست ہے۔ نادرست ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ صحیح مسلم وغیرہ کی حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے اور اپنی آل کی طرف سے اور اپنی امت کی طرف سے قربانی کرتے تھے۔ اور آپ کی امت میں بعض لوگ مر بھی گئے تھے۔ لیکن یہ ہرگز ثابت نہیں کہ یہ گوشت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نہیں کھایا اور کل گوشت یا بقدر حصہ اموات کے صدقہ کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک قربانی کرتے تھے لیکن حضرت علیؓ کا اس قربانی کے گوشت

---

[1] ارشاد نبوی بہت سی مصلحتوں اور دور اندیشی کی بناء پر بہر حال قانونی حیثیت رکھتا ہے۔ (مرتب)

سلے مسائل قربانی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو خود نہ کھانا اور کل گوشت کو صدقہ کر دینا ہرگز ثابت نہیں رہا۔ فتویٰ عبد اللہ بن مبارک کا سو یہ ان کی رائے ہے۔ اور ان کی اس رائے پر کوئی دلیل صحیح قائم نہیں ہے عون المعبود شرح سنن ابی داؤد جلد ثالث صفحہ ۵۰ میں اس کی بحث تفصیل کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ من شاء الاطلاع علیہ فلیراجع الیہ واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔

سید محمد نذیر حسین	فتاویٰ نذیریہ جلد ۲۔ ص ۴۷۴

سوال: زید نے کہا قربانی حاجی پر فرض ہے۔ غیر حاجی مرضی کا مالک ہے کسی اور طریق سے خیرات کر سکتا ہے اول عشرہ ذالحجہ میں نماز سے پہلے حجامت بھی بنوا سکتا ہے مگر اکثر مسائل قربانی میں سنا جاتا ہے کہ اگر غیر مستطیع بعد نماز حجامت بنوائے تو ہر بال کے بدلے ایک ایک قربانی کا ثواب ہے۔ مسئلہ فہم سے بالاتر ہے کیا یہ صحیح ہے۔

(قاسم علی اور سیر ٹینڈنٹ لدھیانوی)

جواب: غیر حاجی کے حق میں بھی قربانی سنت ہے۔ یہ مضمون احادیث میں ہے (جو قربانی نہ کرے وہ ہماری عید گاہ میں نہ آئے) وغیرہ اور خود آنحضرت نے حالت حضر میں قربانی کی۔ باقی حجامت والا مسئلہ کتابی نہیں خیالی ہوگا۔ اللہ اعلم۔

(اہل حدیث۔ ۲۶۔ اگست ۱۹۳۲ء)

تعاقب: اہلحدیث مجریہ ۲۶۔ اگست ۱۹۳۲ء میں قربانی غیر مستطیع کے متعلق فرمایا ہے "حجامت والا مسئلہ کتابی نہیں خیالی ہوگا" غالباً سائل کی نظر اس حدیث پر ہے خیالی نہیں۔ عن عبد اللہ بن عمرو قال رجل یا رسول اللہ ارایت ان لم اجد الا منیحۃ انثی افاضحی بھا قال لا ولکن خذ من شعرک واظفارک وتقص شاربک وتحلق عانتک فذلک تمام اضحیتک عند اللہ رواہ ابو داؤد والنسائی۔ یعنی عبد اللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میرے پاس سوائے اس بکری کے جو بٹائی کی میرے پاس ایک شخص کی ہے کچھ نہ ہو تو اسی کو قربانی کر دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں (کیونکہ وہ چیز غیر کی ہے تم اس کے مالک نہیں) ہاں اپنے سر کے بال کتروا لو (حجامت کرا لو) ناخن ترشوا لو مونچھیں ترشوا لو۔ زیر ناف مونڈ لو۔ پس یہی تمہارے لئے پوری قربانی کا ثواب اللہ کے نزدیک ہے۔

(حکیم عبد الرزاق از رنگون) (اہل حدیث ۱۸۔ نومبر ۱۹۳۲ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب : سوال کے الفاظ یہ ہیں " بعد نماز حجامت بنوائے تو ہر بال کے بدلے ایک ایک قربانی کا ثواب ہے " ہر بال والے مسئلہ کو خیالی بتلایا ہے نہ کہ اس روایت کو جو آپ نے نقل کی ہے۔ جزاک اللہ۔ (۱۸ - نومبر ۱۹۳۲ء)

سوال : زید کہتا ہے کہ قربانی عیدالاضحیٰ غیر حاجی پر نہ تو فرض واجب ہے اور نہ ترک میں گناہ۔ اور کرنا ثواب ہے۔ اگر چاہے تو بجائے ذبح جانور مناسب نقدی فقراء کو دے سکتے ہیں۔ بکر زید کے اس امر میں مخالف ہے۔ صحت پر کون ہے۔

(شیخ قاسم علی از بہاولپور)

جواب : قربانی کے عوض نقدی دینا قرآن و حدیث سے ثابت نہیں۔ العلم عند اللہ

(اہلحدیث ۸ مئی ۱۹۳۱ء)

سوال : احکام قربانی کے کیا کیا ہیں۔ تفصیلاً بیان فرماویں۔

جواب : اضحیۃ یعنی قربانی میں اختلاف ہے کہ واجب ہے یا سنت مؤکدہ مگر مذہب صحیح و محقق یہی ہے کہ سنت مؤکدہ ہے۔ اور یہی مذہب ہے جمہور کا۔ اور بخاری نے ایک باب سنیت کا اس کی منعقد کیا ہے اور یہی دلائل اس کی سنیت پر ہیں۔ بخوف تطویل اختصار کیا۔ واجب نہیں ہے کیونکہ وجوب پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور نہ کسی صحابہ سے وجوب منقول ہے اور حدیث جو ابن ماجہ میں ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص باوجود قدرت کے قربانی نہ کرے وہ ہمارے مصلے میں نہ حاضر ہو۔ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان له سعة ولم یضح فلا یقربن مصلانا رواہ ابن ماجة اوّل تو اس کے مرفوع ہونے میں اختلاف ہے۔ اصوب یہی ہے کہ موقوف ہے۔ دوسرے اس سے وجوب نہیں نکلتا۔ بلکہ تاکید نکلتی ہے جیسا کہ کچے پیاز وغیرہ کے کھانے میں فرمایا کہ مسجد میں کھا کر نہ آوے حالانکہ بالاتفاق اس سے حرمت نہیں نکلتی اسی واسطے حضرت سے حلت ثابت ہے۔ کما لایخفی علی من له فہم سلیم۔ اور سنیت دلائل سے ثابت ہے جن کی تفصیل یہاں اختصاراً نہیں کی گئی۔ قال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری وکانه ترجم بالسنة اشارة الی مخالفة من قال بوجوبها قال ابن حزم لا یصح عن احد من الصحابة انها واجبة وصح انها غیر واجبة عن الجمهور وعن محمد بن الحسن ھی سنة غیر مرخصة

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی ترکہا وقال الطحاوی وبہ ناخذ ولیس فی الاثار مایدل علی وجوبہا انتہی
واقرب مایتمسک بہ للوجوب حدیث ابی ہریرۃؓ رفعہ من وجد سعۃ فلم یضح
فلا یقربن مصلانا، خرجہ ابن ماجۃ واحمد ورجالہ ثقات لاکن اختلف فی
رفعہ ووقفہ والموقوف اشبہ بالصواب قالہ الطحاوی وغیرہ ومع ذلک فلیس
صریحا فی الایجاب انتہی ملخصاً۔ اور اس کے لیے صاحب نصاب زکوٰۃ ہونا بھی شرط
نہیں بلکہ صرف استطاعت یعنی قدرت ہونی چاہیئے جیسا کہ حدیث ابوہریرہؓ مذکور میں ہے
کما لایخفیٰ اور اقامت یعنی مسافر نہ ہونا بھی شرط نہیں ہے کیونکہ اس پر بھی کوئی دلیل نہیں ہے
بلکہ دلیل سے اس کا خلاف ثابت ہے کہ بخاری نے مسافر کی قربانی کرنے کا ایک باب منعقد
کیا ہے اور اس میں حدیث لایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر مکہ میں قربانی کی۔
باب الاضحیۃ للمسافر والنساء، فیہ اشارۃ الی خلاف من قال ان المسافر
لا اضحیۃ علیہ انتہی مافی فتح الباری۔ اس سے صراحۃً مستفاد ہوتا ہے کہ اقامت
شرط نہیں ہے کما لایخفیٰ۔ اور مذہب حنفی میں واجب ہے صاحب نصاب وزکوٰۃ پر
جیسا کہ صدقہ فطر میں بشرطیکہ وہ مسافر نہ ہو۔ الاضحیۃ واجبۃ علی کل مسلم مقیم
موسر فی یوم الاضحیٰ علی نفسہ وعن ولدہ الصغار والنساء لہا روینا من
اشتراط السعۃ ومقدارہ ما یجب بہ صدقۃ الفطر انتہی ما فی الہدایۃ
ملخصا بقدر الحاجۃ۔ اور جو شخص قربانی کرنے کا ارادہ رکھے اس کو چاہیئے کہ جب سے
ذی الحجہ کا چاند دیکھے تب سے قربانی تک سر وریش کا بال و ناخن وغیرہ نہ لے۔ عن ام سلمۃ
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا رأیتم ہلال ذی الحجۃ واراد
احدکم ان یضحی فلیمسک عن شعرہ واظفارہ رواہ الجماعۃ الا البخاری
کذا فی منتقی الاخبار۔ اور وقت اس کا بعد نماز کے ہے قبل نماز کے جائز نہیں
اور اگر کوئی قبل نماز کے کریگا تو صحیح نہ ہوگا۔ دوسرا کرنا ہوگا کیونکہ بخاری میں روایت ہے
کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سنت یہ ہے کہ پہلے نماز پڑھے پھر قربانی کرے اور
جس نے پہلے نماز کے قربانی کی اس کی قربانی صحیح نہیں ہوئی وہ اس کے کھانے کا گوشت
ہے دوسری قربانی کرے۔ عن البراء قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان
اول ما نبدأ فی یومنا ہذا ان نصلی ثم نرجع فننحر من فعلہ فقد اصاب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنتنا ومن ذبح قبل فانما هو لحم قدمه لاهله ليس من النسك فی شئ الحديث رواه البخاری۔ اور حنفی مذہب میں بھی یہی وقت ہے مگر دیہاتی[1] لوگوں کے لیے وقت الاضحية يدخل بطلوع الفجر من يوم النحر الا انه لا يجوز لاهل الامصار الذبح حتى يصلى الامام العيد فاما اهل السواد فيذبحون بعد الفجر كذا فی الهداية اور سن بکری کا ایک سال یعنی ایک سال پورا، اور دوسرا شروع اور گائے اور بھینس کا دو سال یعنی دو سال پورے اور تیسرا شروع اور اونٹ کا پانچ سال اور چھٹا شروع ہونا چاہیے۔ اور بھیڑ ایک سال سے کم کا بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ خوب موٹا اور تازہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو اس لیے کہ حدیث میں آیا ہے کہ سال سے کم کی قربانی نہ کرو اور ضرورت کے وقت بھیڑ کا جذعہ کر لو۔ عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لا يجوز الا مسنة الا ان يعسر عليكم فتذبحوا جذعة من الضان رواه الجماعة الا البخاری كذا فی منتقی الاخبار۔ مسنہ ہر جانور میں سے ثنی کو کہتے ہیں اور ثنی کہتے ہیں بکری میں سے جو ایک سال کا ہو اور دوسرا شروع اور گاؤ بھینس میں جو دو سال کا ہو اور تیسرا شروع اور اونٹ کا جو پانچ سال کا ہو چھٹا شروع ہو۔ قوله الا مسنة قال العلماء المسنة هی الثنية من كل شئ من الابل والبقر والغنم انتهى. ما فی نيل الاوطار والثنی من الشاة ما دخل فی السنة الثانية كذا فی مفردات القرآن للامام الراغب القاسم الحسين وهو المقدم على الغزالی والقاضی ناصر الدين البيضاوی ومنتهی الارب میں ہے ثنی یعنی شتر در سال ششم در آمدہ انتهى والثنی منها ومن المعز ابن سنة ومن البقر ابن سنتين ومن الابل ابن خمس سنين ويدخل فی البقر الجاموس لانه من جنسه انتهى ما فی الهداية۔ اور جذعہ بھیڑ میں سے اس کو کہتے ہیں جو سال سے کم ہو۔ الجذع من الضان ما تمت له ستة اشهر فی مذهب الفقهاء وذكر الزعفرانی رحمة اللہ علیه انه ابن سبعة اشهر انتهى ما فی الهداية مگر بشرط مذکور قالوا هذا

---

[1] دیہاتیوں کے استثناء کے لیے کوئی صحیح مرفوع حدیث بطور دلیل ہمیں نہیں ملی۔ (محمد داؤد راز)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اذا کانت عظیمه بحیث لوخلط بالثنایا یشتبه علی الناظر من بعید انتهٰی ما فی الهدایة اور شرط یہ ہے کہ جانور قربانی کا لتنے عیوب سے خالی ہو۔ اوّل یہ کہ سینگ اس کا آدھا یا آدھے سے زیادہ نہ کٹا ہوا ہو۔ دوسرے اسی طرح کان نہ کٹا ہو۔ تیسرے کانا یا اندھا نہ ہو۔ چوتھے یہ کہ ظاہرً لنگڑا نہ ہو۔ پانچویں یہ کہ بہت بیمار نہ ہو۔ چھٹے یہ کہ اتنا بوڑھا نہ ہو کہ اس کی ہڈی کا گودا نہ باقی رہا ہو۔ ساتویں یہ کہ اس کا کان نہ پھٹا ہو۔ عن علی علیه السلام قال نهٰی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یضحی باعضب القرن والاذن قال قتادة فذکرت لسعید بن المسیب فقال العضب النصف فاکثر من ذلك رواه الخمسة وصححه الترمذی ولکن ابن ماجة لم یذکر قول قتادة الی اخره وعن البراء بن عازب قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اربع لا یجوز فی الاضاحی العوراء البین عورها والمریضة البین مرضها والعرجاء البین ضلعها والکسیر التی لا تنقی رواه الخمسة وصححه الترمذی کذا فی منتقی الاخبار وعن علی رضی الله عنه قال امرنا رسول الله صلی الله علیه وسلم ان نستشرف العین والاذن وان لا نضحی بمقابلة ولا مدابرة ولا شرقاء ولا خرقاء رواه الترمذی وابوداؤد والنسائی والدارمی وابن ماجة وانتهت روایة الی قوله والاذن کذا فی المشکوٰة اور حنفی مذہب میں بھی ان سب عیوب سے خالی ہونا چاہیے اور سوا ان کے دُم بھی اس کی نصف سے زیادہ نہ کٹی ہو مگر یہ کہ سینگ کٹے ہوئے ہوں یا کان پھٹا یہ حنفی مذہب میں عیب نہیں۔ اور کان آدھے سے زیادہ کٹا ہو تب عیب ہے ورنہ نہیں۔ ولا یضحی بالعمیاء والعوراء والعرجاء التی لا تمشی الی المنسك ولا العجفاء ولا تجزی مقطوعة الاذن والذنب ولا التی ذهب اکثر اذنها وذنبها وان بقی اکثر الاذن والذنب جاز ویجوز ان یضحی الجماء انتهٰی ما فی الهدایة اور یہ عیب جب معتبر ہیں کہ وقت خریدنے کے موجود ہوں اور جب وقت خریدنے کے جمیع عیوب مذکورہ سے مبرا تھا اور بہ نیت قربانی کے جمیع عیوب سے سالم خرید لیا تب کوئی نیا عیب حادث ہوا تو اس کی قربانی صحیح ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے وعن ابی سعیدؓ قال اشتریت کبشا اضحی به فعدی الذئب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاخذ الالية قال فسألت النبي صلى الله عليه وسلم فقال ضح به رواه احمد وهو دليل على ان العيب الحادث بعد التعين لا يضر انتهى كذا في المنتقى اور حنفی مذہب میں امیر تو دوسری بدل لے اور غریب کے لیے وہی صحیح اور کافی ہے۔ وهذا الذي ذكرنا اذا كانت هذه العيوب قائمة وقت الشراء ولو اشتراها سليمة ثم تعيب بعيب مانع ان كان غنيا عليه غيره وان كان فقيرا تجزيه هذه لان الوجوب على الغني بالشرع ابتداء لا بالشراء فلم تتعين به وعلى الفقير بشرائه بنية الاضحية فتعينت انتهى ما في الهداية اور خصی کی قربانی جائز ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصی کی قربانی کی ہے۔ وعن عائشة قالت ضحى رسول الله صلى الله عليه وسلم بكبشين سمينين عظيمين املحين اقرنين موجوئين رواه احمد انتهى ما في منتقى الاخبار اور بہت سی حدیثیں اس مضمون کی آئی ہیں بخوف تطویل ایک ہی پر اکتفا کیا حنفی مذہب میں بھی ہے ويجوز ان يضحى بالجماء والخصي لان لحمها اطيب وقد صح عن النبي صلى الله عليه وسلم انه ضحى بكبشين املحين موجوئين انتهى ما في الهداية ملخصا بقدر الحاجة اور قربانی میں سے از روئے قرآن و حدیث کے خود کھائے اور فقیروں محتاجوں کو کھلائے کوئی تقید نہیں کہ کس قدر کھائے اور کس قدر فقیروں کو دے فرمایا اللہ تعالیٰ نے كُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ (ترجمہ) کھاؤ اس میں سے اور کھلاؤ بے سوال فقیر اور سوال کرنیوالوں کو اور حنفی مذہب میں مستحب ہے کہ تہائی فقیروں محتاجوں کو دے۔ ياكل من لحم الاضحية ويطعم الاغنياء والفقراء ويدخر ويستحب ان لا ينقص الصدقة عن الثلث انتهى ما في الهداية ملخصا اور قصاب کی اجرت قربانی میں نہ دے اپنے پاس سے علیحدہ دے۔ عن علي رض قال بعثني النبي صلى الله عليه وسلم فقمت على البدن فامرني فقسمت لحومها ثم امرني فقسمت جلالها وجلودها وقال سفيان حدثني عبد الكريم عن عبد الرحمن بن ابي ليلى عن علي رض قال امرني النبي صلى الله عليه وسلم ان اقوم على البدن ولا اعطي منها شيئا في جزارتها رواه البخاري۔

www.Kitabo...

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا آپ نے بھیجا مجھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پس کھڑا ہوا میں قربانیوں پر پس حکم کیا مجھ کو۔ پس تقسیم کیا میں نے گوشت ان کا۔ پھر حکم کیا مجھ کو پس تقسیم کی میں نے جھولیں ان کی اور چمڑے ان کے اور کہا سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث سنائی مجھ کو عبدالکریم نے مجاہد سے اور اس نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم کیا مجھ کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہ کھڑا ہوں میں قربانیوں پر اور نہ دوں ان سے قصائی کی اجرت میں کچھ اور قربانی کے چمڑوں کو یا تو صدقہ کر دے جیسا کہ حدیث مذکورہ بالا سے ظاہر ہے یا اس سے کوئی چیز استعمال کی مثل مشک ڈول وغیرہ کے بنا لے بیچے نہیں جیسا کہ حدیث مذکورہ بالا سے ظاہر ہے اور حنفی مذہب میں بھی یہی ہے ویتصدق بجلدھا لانہ جزء منھا او یعمل منہ آلۃ تستعمل فی البیت کالنطع والجراب والغربال وغیرھا انتھی ما فی الھدایۃ واللہ اعلم بالصواب۔

محمد عبیداللہ مصنف تحفۃ الہند۔ حررہ العاجز المہین محمد یٰسین الرحیم آبادی ثم العظیم آبادی[1]۔ محمد عبدالحمید غفرلہ۔

(مہر) سید محمد نذیر حسین فتاویٰ نذیریہ ص ۴۵۶)

سوال: ہدی اور اضحیہ میں کیا فرق ہے۔ ایک جانور میں کتنے آدمی شریک ہو سکتے ہیں؟۔

جواب: ہدی اس قربانی کو کہتے ہیں جو کعبہ شریف میں پہنچائی جائے جیسا کہ قرآن شریف میں ارشاد ہے هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ۔ اضحیہ قربانی کو کہتے ہیں چاہے کہیں کی جائے۔ بھیڑ بکری میں ایک گائے میں سات۔ اور اونٹ میں دس آدمی شریک ہو سکتے ہیں

(۲۳ جنوری ۱۹۳۱ء)

تشریح: گائے میں سات آدمی اور اونٹ میں ۱۰ آدمی کے شریک ہونے کا حکم خاص ہدی میں ثابت ہے یا قربانی میں بھی ثابت ہے؟

الجواب: قربانی میں بھی ثابت ہے سبل السلام جلد ا صفحہ ۱۷۶ میں ہے بیندب

---

[1] مع مواہیر دیگر علماء کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لبس احسن الثیاب والتطیب باجود الاطیاب فی یوم العید ویزید فی الاضحی اضحیۃ باسمن مایجد لما اخرجہ الحاکم من حدیث الحسن السبط قال امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی العیدین ان نلبس اجود مانجد وان نتطیب باجود مانجد وان نضحی باسمن مانجد البقرۃ عن سبعۃ والجزور عن عشرۃ وان نظہر التکبیر والسکینۃ والوقار قال الحاکم بعد اخراجہ من طریق اسحاق بن برزخ لولا جہالۃ اسحق ہذا الحکمت للحدیث بالصحۃ قلت ولیس بمجہول فقد ضعفہ الازدی ووثقہ ابن حبان ذکرہ فی التلخیص انتہی واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

کتبہ محمد عبدالرحمٰن المبارکفوری ۔ (سید محمد نذیر حسین (فتاوی نذیریہ ج۲ ص۴۲۱)

سوال: قربانی کا جانور کتنے برس کا ہونا چاہیئے۔ گھر کی پالی ہوئی بکری ایک برس کی ہے اس کی قربانی جائز ہے؟

جواب: بکری ایک برس سے زیادہ کی ہو تو جائز ہے۔ دونوں دانت نکلے ہو تو بہتر ہے۔ (۲۸ جمادی الاخر ۱۳۶۵ھ)

شرفیہ۔ صرف بہتر ہی نہیں بلکہ لازم و واجب ہے فقط ثنی سے لازم ثابت نہ کہ بہتر۔ یہ سخت غلطی ہے۔ دو دانت عموماً دو سال میں ہوتے ہیں اس سے کم میں بھی ممکن ہے مگر دو دانت ہونا بکری کے لئے واجب ہے جب بھیڑ ے کے لئے نہیں مگر وہ بھی بوقت عسر ہے نہ کہ بوقت یسر۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: ایک بکری یا خصی گیارہ مہینے یا کم و بیش کا ہے مگر فربہ اور تازہ ہے یہ قربانی ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: احادیث میں مُسِنّہ کا لفظ آیا ہے جس کے دو دانت نکلے ہوں بس اس شرط کو دیکھ لیا جائے عمر میں چند روز کی کمی ہو یا بیشی اس کی پروا نہیں۔ (۱۸ ربیع الثانی ۱۳۲۸ھ)

سوال: بھینس کی حلت کی قرآن و حدیث سے کیا دلیل ہے اور اس کی قربانی بھی ہو سکتی ہے یا نہیں۔ قربانی جائز ہو تو استدلال کیا ہے؟ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اجازت فرمائی یا عمل صحابہؓ ہے۔ (محمود علی خریدار اہلحدیث)

جواب: جہاں حرام چیزوں کی فہرست دی ہے وہاں یہ الفاظ مرقوم ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَا اَجِدُ فِیْمَا اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُہٗ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَۃً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا۔

ان چیزوں کے سوا جس چیز کی حرمت ثابت نہ ہو وہ حلال ہے۔ بھینس ان ملکوں اس کے علاوہ عرب لوگ بھینس کو بقرہ د گائے میں داخل سمجھتے ہیں۔ (۱۱ مئی ۱۹۳۲ء)

شرح: حجاز میں بھینس کا وجود ہی نہ تھا پس اس کی قربانی نہ سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوتی ہے نہ تعامل صحابہؓ سے۔ ہاں اگر اس کو جنس بقر سے مانا جائے جیسا حنفیہ کا قیاس ہے (کما فی الہدایہ) یا عموم بہیمۃ الانعام پر نظر ڈالی جائے تو حکم جواز قربانی کے لئے یہ علت کافی ہے (ملخص) واللہ اعلم از مولانا ابوالعلاء نظر احمد صاحب سہسوانی

(اخبار اہلحدیث ص۱۱ دہلی یکم اکتوبر و ۱۵ ستمبر ۱۹۵۲ء)

بحمد اللہ حج و قربانی کے مسائل ختم ہوئے والحمد للہ اولاً و آخراً (محمد داؤد راز ۵ رمضان المبارک)

بحمد اللہ جلد اول ختم شد

المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹-... بے ماڈل ٹاؤن - لاہور
02 15

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر ثنائی

شیخ الاسلام مولانا ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری

کامل مجلد در ۔۔ جلد ۔۔۔ ۔۔۔ قیمت -/۷۵

تفسیر واضح البیان یعنی سورۃ فاتحہ } مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

قیمت ۔ ۵۰/۱۶

ادارہ "ترجمان السنہ"

لاہور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ